مجموعہ

پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر، احسن تقویم، علامت

۳

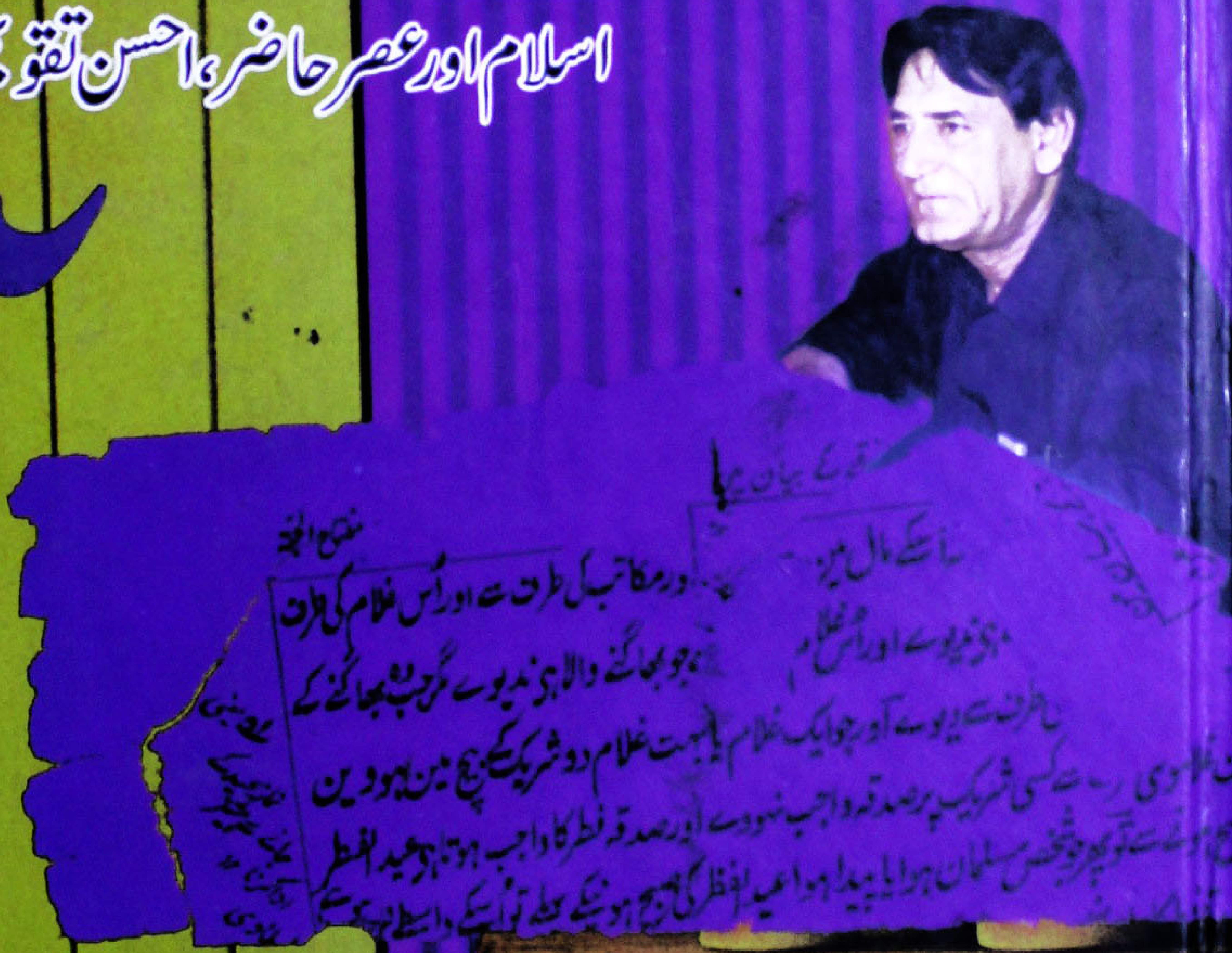

مجموعہ

پروفیسر احمد رفیق اختر ۳

اسلام اور عصر حاضر، احسن تقویم، علامات

پروفیسر احمد رفیق اختر

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

297.4 Ahmad Rafiq Akhtar, Prof.
Majmuah Prof. Ahmad Rafiq Akhtar(3) : Islam Aur Asr-i Hazir, Ahsan-i Taqweem, Alaamaat/ Prof. Ahmad Rafiq Akhtar.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2008.
586pp.
1. Islam - Sufism. I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے

2008
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN 969-35-2074-2

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

فہرست

اسلام اور عصر حاضر

موجودہ اسلام میں غیر اسلامی رویوں کی آمیزش 7

جہاد عصر حاضر کے تناظر میں 12

سوالات و جوابات

عمل کے بغیر پیغام کا فلسفہ! 31

دوسروں کے خفیہ راز جاننا صحیح ہے؟ 32

کیا اسلام لُوٹ مار کا مذہب ہے؟ 32

قربِ الٰہی کا حصول کاوشوں کا ثمر ہے؟ 33

روح کا وجود ثابت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ 33

روح قبض کرنے کا طریقہ؟ 35

مصوری اور تصویر کشی کا پس منظر! 35

آپ جادوگر ہیں یا پروفیسر؟ 36

ڈاڑھی کس انداز اور سائز کی ہو؟ 36

قول و فعل میں تضاد کی صورتیں! 37

جہاد سے گریز کی کوششیں! 37

عورت پر جہاد کی فرضیت کا مسئلہ! 38

ناخن پالش کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے؟ 40

کیا مغرب حیات بعد الممات کا قائل ہے؟ 40

تصوف اور آج کا مضطرب انسان 41

سوالات و جوابات

انسان کب شائستگی اپنائے گا؟ 51

سائنسدان زیادہ مفید ہے یا صوفی؟ 53

زلزلہ عذاب ہے یا آزمائش؟ 59

تصوف جدوجہد ہے یا صلاحیت؟ 61

زمین اور کائنات کی تخلیق کی صراحت! 62

امریکہ کی تباہی کے بارے میں پیشین گوئی! 62

علم کی عطا اور بقا کا سوال! 63

جنت ایک حقیقت ہے یا ذہنی کیفیت؟ 63

Marfat.com

ڈاکٹر ذاکر کی غیر معمولی دانش! 64
دہشت گردی اور جہاد کی حدود کا تعین! 66
اللہ کے ناموں کی برکات! 69
اسلامی قوانین کی ہر زمانے سے ہم آہنگی! 70
جہاد بالسیف کے لئے خصوصی تربیت! 72
کیا اسلام زوال پذیر ہے؟ 73
سوالات و جوابات
عقل کے متعلق متضاد نظریات! 86
اسلام میں تجرد کی حقیقت! 86
کیا معجزہ عقیدے کی اساس ہے؟ 87
الہامِ خیر اور الہامِ شر کی شناخت! 88
اسلامی نظام کا نفاذ کیسے ممکن ہے؟ 88
حسینؓ نمائندۂ رسولؐ ہیں! 89
اقبال کی خودی جہاد کے مترادف ہے؟ 90
درود شریف کیونکر منفی کیفیات ختم کرتا ہے؟ 92
مذہبی اور نفسیاتی اعتدال میں فرق! 92
کیا اللہ چلّہ کاٹنے سے ملتا ہے؟ 93
خودکش حملوں کی حقیقت کیا ہے؟ 94
تسبیح کا یقین سے تعلق! 95
افغانستان اور عراق کی صورت حال پر تبصرہ! 95
موجودہ سیاسی منظر نامے میں مسئلہ کشمیر کا حل! 96
مذہب اور سیاست 98
سوالات و جوابات
انگلینڈ میں رہنے والوں کے لئے ایک انتباہ! 111
کیا سونامی مسلمانوں کے لئے سامانِ عبرت ہے؟ 112
کیا خدا کا علم بھی ناقص ہے؟ 114
کیا آپ نے قرآن کا مقدمہ لکھا ہے؟ 115
سیرت النبیؐ کا پسندیدہ گوشہ! 115
ترکِ دنیا سے گریز کی تلقین! 116
رسول اللہؐ کھیل پسند نہیں کرتے تھے؟ 117
کیا حضرت عمرؓ آمرِ مطلق تھے؟ 118
کیا مجبوری میں سود جائز ہے؟ 119
کیا انقلاب آپ کا مطمعِ نظر ہے؟ 120
اسلام میں بیعت کے تصور کی وضاحت! 120
خدا کی معرفت طریقت میں ہے؟ 121
تصوف ــــــ حقیقت یا افسانہ؟ 122
سوالات و جوابات
گناہوں سے اجتناب کی تلقین! 142
دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے! 145
مسلک کی نشاندہی ضروری ہے! 147

Marfat.com

روح کی اقسام کا جائزہ! 147

آرزوؤں کی تکمیل کے لئے تسبیح! 148

عید میلاد النبیؐ منانے کا شرعی جواز! 148

مجذوبیت بھی تصوف کا ایک درجہ ہے! 150

کاروبار حکومت دیندار لوگوں کے ہاتھ میں کیسے ہو؟ 150

قرآن وحدیث میں صوفی کی اصطلاح نہیں! 151

کیا غافل شخص کو ذکر کا ثواب ملے گا؟ 152

مراتب کی میزان —— علم یا تقویٰ؟ 153

مردِ کوہستانی کی زندگی کے اعلیٰ مقاصد! 153

کیا جائز کاموں کے لیے رشوت جائز ہے؟ 154

روشن خیال اعتدال پسندی کا نعرہ! 155

اسلام میں تصورِ دعا! 156

سوالات وجوابات

اولاد کے لیے ماں اور باپ کی دعا کی قبولیت! 169

دعا اور ذکر کا موازنہ! 170

دعا کی قبولیت کے لیے حلال وحرام کی تمیز! 171

رزق —— ہم جو کھاتے یا کماتے ہیں؟ 171

کیا دعا مردے کو فائدہ پہنچاتی ہے؟ 172

کالے علم کے مقابلے میں دعا کا اثر! 174

کیا اللہ کے سوا استعانت شرک ہے؟ 176

غیر اللہ کی نیاز دینا درست نہیں ہے؟ 176

کیا روزہ ہر حال میں فرض ہے؟ 177

مرے ہوئے شخص کی دعا میں شمولیت! 179

اللہ کا علم نامکمل نہیں ہے؟ 181

دعا سے ظلم اور ظالم مر سکتا ہے؟ 182

محرم کے بغیر حج اور عمرہ کی ادائیگی! 184

منت مانگنے کا اسلامی جواز کیا ہے؟ 184

تسبیح کے اثرات پر یقین کیسے ہو؟ 185

اسلام میں غلام اور لونڈی کا تصور! 185

دعا صرف الفاظ سے مانگی جا سکتی ہے؟ 187

مسلمان کب بیدار ہوں گے؟ 189

کیا نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے؟ 191

صرف دعا سے حالات سدھر سکتے ہیں؟ 193

حضور ﷺ کی پسندیدہ دعا! 195

احسن تقویم

قرآن زمان ومکاں کے تناظر میں 197

سوالات وجوابات

سید علی بن عثمان ہجویریؒ 280

سوالات وجوابات

شریعت اور طریقت 303

سوالات و جوابات

An Approach to Quran 328

سوالات و جوابات

بلاعنوان 355

سوالات و جوابات

علمت

نظریہ زندگی بعد از موت 385

سوالات و جوابات

اسلام اور نظریہ اعتدال 472

سوالات و جوابات

بلاعنوان 529

سوالات و جوابات

مذہب: قدرِ منتخب یا قدرِ مقتدر 550

سوالات و جوابات

اسلام اور عصر حاضر

موجودہ اسلام میں غیر اسلامی رویوں کی آمیزش

یہ اس دور کا المیہ ہے کہ ہم ہر اس رنگ، روش، خیال، فکر، زاویے اور نظریے کو اچھا سمجھتے ہیں، جسے مغرب اچھا کہے۔ اس کج فکری نے ہمیں اس قدر بے وقر اور غریب کر دیا ہے کہ اب ہم اپنے دینی عقائد، قرآنی افکار اور مخصوص نظریاتی اقدار کی صحت کی بابت بھی غیروں کی تائید وتصدیق چاہتے ہیں۔ نتیجتاً اس احساس کمتری اور اندھے پن کا شکار نہ صرف ہمارے عوام ہوئے ہیں بلکہ ہمارے خواص بھی اپنے قرآنی تصورات اور مذہبی فلسفے کی ندرتوں اور نزاکتوں سے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔

یہ ہمیشہ ہمارے علماء کا دوش رہا ہے کہ انہیں نے دین اور اس کی لطافتوں کو قرآن کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ انہیں نے دین کی صداقت کو مدام اپنی پسند اور ناپسند کے تابع رکھا ہے۔ اس کا علمی نقصان یہ ہوا ہے کہ دین اسلام کے حقیقی عرفان کا سویرا طلوع نہیں ہو سکا ہے اور اس کی عظمتوں کا ارتداد اور انکار کرنے والے لوگ دین اسلام کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ یعنی قرآن کے نمائندگان کی کور ذوقی یا ہیچ مدانی کے سبب قرآن کو نہ ماننے والے لوگوں نے قرآن کے معنوی سمندر میں غوطہ زنی اور غواصی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کا اپنا بھی قصور بنتا ہے کہ انہوں نے قرآن کے نام نہاد ترجمانوں کی بات پر کیوں یقین کیا ہے؟ اور انہوں نے خود اپنی ذاتی جستجو اور طلب سے قرآن کی ورق گردانی کیوں نہیں کی ہے؟ حالانکہ قرآن تو کائنات کے تمام انسانوں کو غور وفکر اور تدبر کی کھلی دعوت دیتا ہے۔ اس آسمانی کتاب پر کسی بھی ایک فرقے یا قوم کا تصرف اور تسلط نہیں ہے۔ یہ کتاب تمام جہانوں کے اسرار ورموز کا خزینہ ہے۔ خدا اپنی اس آخری کتاب قرآن مجید کے مطالعے کو اپنی شناخت اور پہچان کے لیے لازمی قرار دیتا ہے اور یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ قرآن اس کائنات کے تمام فکری اور سائنسی تصورات ونظریات کی شہادت کا اعلان ہے۔ اس اعتبار سے قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں ازل سے ابد تک کے تمام خشک وتر کا مفصل گوشوارہ مرتب کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت انسان کا یہ

اولین فریضہ ہے کہ وہ اس فکری کائنات کو دریافت کر کے عصر حاضر کے تمام منطقی، نظری، الٰہیاتی اور سائنسی مسائل کا حل تلاش کرے۔

اس حوالے سے پروفیسر احمد رفیق اختر کی یہ کتاب ''اسلام اور عصر حاضر'' اس ابدی حقیقت کی امین ہے کہ اسلام ہی اللہ کا ایک پسندیدہ دین ہے اور انسانیت کی فلاح و بہبود اور ترقی اسی دین کے دامن میں پنہاں ہے اور قرآن اس دین کے فلسفے کا دیباچہ ہے۔ یہاں اس نکتے کی وضاحت کر دینا بھی انسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دین حنیف سے مراد موجودہ اسلام کی تمام مروجہ صورتوں میں سے قطعاً کوئی صورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کا تعلق ستاون اسلامی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے اجتماعی علمی رویوں، رسم و رواج، طرز معاشرت، انداز جہاں بینی و جہاں بانی، فلسفۂ ہائے فکر و نظر اور قرآن فہمی کے کسی زاویے سے ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مروجہ اسلام کسی طور بھی مسلمانوں کے اندر انقلاب برپا نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ اسلام اپنی قرآنی اور انقلابی روح سے عاری ہے۔ دراصل یہ اسلام ہماری معاشرتی اور سیاسی ضرورتوں کا محافظ ہے لیکن ''اسلام اور عصر حاضر'' میں اُس اسلام کا تذکرہ ہو رہا ہے جس کے مطابق مسلمانوں کو زاویہ نگاہ، کردار و عمل اور ماحول یکسر بدلنا پڑتا ہے اور جو قرآن کی روح کا مکمل اظہار اور عکس ہوتا ہے۔

پروفیسر احمد رفیق اختر کی اس کتاب میں شامل تمام لیکچرز کا بالواسطہ اور بلاواسطہ ملخص یہ ہے کہ اگر ہم نے قرآن میں بیان کردہ حقیقتوں اور حکمتوں تک محققانہ رسائی حاصل کر لی ہوتی تو آج اسلام دنیا کے تمام ادیان اور نظریات پر غالب ہوتا لیکن مقام افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کے پیغام کو نہیں سمجھا اور خدا کے اس وجدانی اعتقاد کی لاج نہیں رکھی کہ 'اس نے اسے زمین پر اس لیے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے کہ وہ اس دنیا میں اپنی زندگی قرآنی فلسفے کے مطابق ڈھال کر یہاں ایک ایسا مثالی ماحول اور نظام قائم کرے جس سے تمام مخلوقات کے درمیان اس کی غیر معمولی اور منفرد تخلیق کا حقیقی مقصد منکشف ہو سکے۔ اسی نورانی مقصد کے اظہار کے لیے اللہ رب العزت نے ابوالبشر حضرت آدمؑ کی تخلیق کے وقت ان کے پتلے میں اپنی نورانی روح پھونکی تھی اور کل اسماء کا علم عطا کر کے انہیں تمام مخلوقات میں انفرادیت کا تاج پہنایا تھا۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے اس مخصوص پس منظر سے حضرت آدمؑ کے پیروکاروں یا بیٹوں کو یہ پیغام ملتا ہے کہ وہ اپنے ہمہ گیر عمل اور کردار سے اپنے جدِ امجد کی عظمت اور بزرگی کے وقار اور تمکنت کو ابدالآباد تک قائم و دائم رکھیں۔ یہ مقام مسلمانوں کو اسی صورت حاصل ہو سکتا تھا اگر وہ قرآن فہمی میں باقی تمام اقوام کے مقابلے میں زیادہ متجسس، محقق، متخصص، اور متفحص ہوتے لیکن حقیقت اس سے قطعاً مختلف ہے۔ مسلمانوں نے قطعی طور پر اس قرآنی نقطۂ نظر کو اپنے پیش نظر نہیں رکھا اور کبھی بھی انہوں نے اپنے اعمال، افعال، اطوار اور کردار کو اپنی تخلیق اور زندگی کے مقصد سے ہم آہنگ اور ہمکنار نہیں کیا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس نے مسلمانوں کو آج ساری دنیا میں ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ آج مسلمان تحقیق، علم، عمل، محنت، جدوجہد، شوق، جستجو اور اضطراب کی دنیا میں غریب ہو گئے ہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے شاید اس لیے کہا تھا

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے!

Marfat.com

وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے !

مسلمانوں نے یقیناً اپنی بے عملی، غفلت، کسل مندی اور فکری افلاس کے نتیجے میں اپنی زندگیوں سے ''آج'' کو نکال دیا ہے اور بقول حکیم الامت جو قوم اپنی سُستی، کاہلی اور کمزوری سے اپنے آج کو مار دیتی ہے تو پھر اس کا استقبال یا فردا بھی زوال آمادہ اور برباد ہو جاتا ہے۔ ایسی قوم تاریخ انسانی میں عبرت اور رسوائی کا نشان بن جاتی ہے اور اس کا مستقبل عبرتناک اور المناک ہوتا ہے۔

پروفیسر احمد رفیق اختر عصر حاضر کے ممتاز مذہبی دانشور ہیں۔ ان کی پختہ اور شستہ فکر کے سوتے قرآن کی سرسبز و شاداب اور زرخیز زمین سے پھوٹتے ہیں۔ لہٰذا انہیں نے ''اسلام اور عصر حاضر'' میں مسلمانوں کی بربادی اور زوال کا اساسی سبب قرآن کی حقیقی اور فکری تعلیمات سے دوری کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ آپ نے اپنے ان تمام لیکچرز میں بجا طور پر اس بلیغ نکتے کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ اسلام کی بدبختی ہے کہ اسے آج تک ایسے فہمیدہ مفکر میسر نہیں آئے ہیں جو اسے اپنی غیر معمولی معنوی آب و تاب اور طمطراق سے دنیا کے سامنے پیش کر سکتے۔ جیسے علامہ اقبال نے فرمایا ہے کہ قرآن دنیا کی بدنصیب ترین کتاب ہے کیونکہ یہ جن لوگوں کے لیے اتری ہے، وہ اس کے فلسفے سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کرتے۔ میرا دیانتدارانہ خیال ہے کہ اسلام کے ساتھ بھی یہی المیہ سرزد ہوا ہے کیونکہ اسلام جن مقاصد جلیلہ کی تکمیل کیلئے آیا ہے، وہ ابھی تک شرمندۂ معنی نہیں ہو سکے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ بھی مسلمانوں کی قرآن کے انقلابی فلسفے سے ناآشنائی اور برگشتگی ہے ورنہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ بسیط کائنات جس ہستی کے اشارۂ ابرو سے ہمہ وقت ایک نئے روپ، رنگ، زاویے اور سانچے میں ڈھل جانے کی آرزومند ہو، وہ اس کرۂ ارض پر بے وقری، ذلت اور رسوائی کا عملی نمونہ بن جائے۔

یہ افسوسناک صورت حالات بالعموم انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے اپنے کرتوتوں، کج فہمی، کج فکری اور بے عملی کا نتیجہ ہے۔ یہ ناقابل ابطال سچ ہے کہ اگر مسلمان قرآن کے فلسفے سے بیگانہ ہو کر بے عملی کا شکار نہ ہوتے تو آج ان کا شمار دنیا کی مہذب اور ترقی یافتہ اقوام میں ہوتا ــــــــ یہ نورانی اور سنہری نکتہ پروفیسر احمد رفیق اختر کی کتاب ''اسلام اور عصر حاضر'' کا مرکزی نقطہ ہے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر کا یہ پختہ علمی عقیدہ ہے کہ اسلام دنیا کا جدید ترین نظریہ ہے اور فلسفۂ قرآن تمام نظام ہائے زندگی سے زیادہ روشن، بلیغ اور جامع ہے۔ لہٰذا اگر آج بھی مسلمان اپنے قرآنی نظریے اور فلسفے پر صدق دل سے عمل پیرا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پھر پوری دنیا کی امامت کا فقید المثال اعزاز عطا کر سکتا ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مگر اس عالمگیر امامت کے لیے مسلمانوں کو علم، صحبت، غیرت، شجاعت، صداقت، خیر اور امن کی قرآنی اور روحانی قدروں کو اپنا مستقل شعار بنانا پڑے گا۔ لہٰذا ''اسلام اور عصر حاضر'' اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسلام عصری صداقتوں کا امین ہو۔ اسلام لمحۂ موجود کی فکری تبدیلیوں سے ہرگز خائف نہیں ہے۔ زمانہ تغیر کا دوسرا نام ہے۔ زمانہ خود خدا ہے اور اسلام خدا سے

کیونکر بیگانہ ہوسکتا ہے۔ اسلام قدامت پسندی اور پتھر کے زمانے کا قیدی نہیں ہے۔ اسلام آزاد اور جدید دنیا کا مسافر ہے۔ یہ ہر زمانے کی تازہ فکری، علمی اور سائنسی روایتوں کو اپنا ہمسفر بناتا ہے۔

آج سوچوں کے تصادم سے شرارے نکل رہے ہیں۔ لمحۂ موجود میں سائنس اپنے علمی اور فکری عروج پر ہے۔ نئے نئے آفاق روشن ہو رہے ہیں۔ کہکشاؤں کی دریافت کا سلسلہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ ہوا کے پَر باندھے جا رہے ہیں۔ روشنی اور چاندنی کو نچوڑا جا رہا ہے۔ چاند، سورج اور ستاروں کی آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔ علم و آگہی کا چراغ تحقیق کی آندھیوں کی زد میں ہے۔ پوری کائنات ایک لیبارٹری بنی ہوئی ہے۔ افکار کے بگولوں کا رقص جاری ہے۔ نظریات اور تصورات کا آسمان ٹپک رہا ہے۔ ہوا کا سانس رُکا رُکا ہے۔ وقت کے ماتھے پر پسینہ آیا ہوا ہے۔ جدید افکار نئے سانچوں میں ڈھل رہے ہیں۔

ان حالات میں سائنس، تحقیق اور علمی جستجو کے بغیر کسی بھی قوم کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے جب تک مسلمان قرآن کی حقیقی روح کو اپنی روح باطن میں داخل نہیں کریں گے، اس وقت تک ان کو دنیا میں عزت اور وقار نصیب نہیں ہوگا۔ ہمارا موجودہ اسلام اپنی حقیقت کھو چکا ہے اور ہم ان غیر اسلامی رویوں کے زیر اثر اپنے حقیقی راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ یہ حدیث رسولؐ کہ علم مومن کی متاع گم گشتہ ہے، جہاں سے ملے لے لو، ہمارا مطمع نظر نہیں رہی ہے۔ اب علم، جستجو، تحقیق اور تدبّر ہماری ترجیح اول نہیں ہے۔ ہم جدوجہد، محنت اور ریاضت سے عاری ہو گئے ہیں۔ ہم نے عمل، تدبیر اور دوا کو ترک کر کے فقط دعا کے سہارے جینے کا ڈھنگ سیکھ لیا ہے۔ ہم حکمت، تحقیق اور سائنس کا مقابلہ قیاس، مفروضوں اور ٹوٹکوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ ہم غلیل سے جہاز گرانا چاہتے ہیں۔ ہم جہالت سے علم پر سبقت لے جانے کی توقع رکھتے ہیں۔ ہم کلاشنکوف والے شخص کو ڈنڈے سے مارنے کا عزم کیے ہوئے ہیں۔ ہم چاند کو پنجرے میں قید کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ترقی کو اپنی فکر معکوس سے مات دینے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ہم الٹی گنگا بہانے پر بضد ہیں۔ ہم موم کی سیڑھی لگا کر سورج تک رسائی حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔ ہم چھلنی میں پانی لانے کی مشق کر رہے ہیں۔ ہم گھپ اندھیرے میں کالی عینک پہن کر کالی بلی پکڑنے کی سعی میں مصروف ہیں۔ ہمارے تمام معاملات تدبیر اور سعی کے بغیر اللہ کے سپرد ہو چکے ہیں۔ اس طرح کے مریضانہ بلکہ احمقانہ اور جاہلانہ رویے، اطوار، شعار اور طریقے اس سائنسی، تحقیقی، فکری اور عملی دور میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اب تو زمانہ عمل، جدوجہد، محنت، تحقیق، سائنس، منطق اور اپنے گھوڑوں کو تیار رکھنے کا ہے۔ وسائل اکٹھے کرنے کا ہے۔ اقتصاد مضبوط کرنے کا ہے۔ آگے بڑھنے کا ہے۔ شعور و آگہی کی روشنی کا ہے۔ کلوننگ کا ہے۔ شعاعوں کو گرفتار کرنے کا ہے۔ سورج، چاند اور ستاروں پر کمند ڈالنے کا ہے۔ فطرت اور کائنات کے ادق اسرار و رموز جان کر سکوتِ لالہ و گل سے کلام کرنے کا ہے۔ فقط نعرہ بازی، جذباتی اور بے بنیاد مذہبی باتیں کرنے اور ہوائی قلعے بنانے کا زمانہ گزر گیا ہے۔

یہ تاریخی اور سچی باتیں اپنی جگہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہیں کہ آگ انداز گلستاں پیدا کر سکتی ہے۔ فرشتے گردوں سے قطار اندر قطار نصرت کو اتر سکتے ہیں۔ ابابیلیں ہاتھیوں کے لشکر کو پسپا کر سکتی ہیں اور مومن بغیر تیغ کے لڑ بھی سکتا ہے لیکن ان ساری صورتوں کے لیے بالترتیب حضرت ابراہیمؑ کا ایمان، فضائے بدر جیسا پاکیزہ ماحول، مکہ کے لوگوں کا

Marfat.com

تیقن اور مومن کے اوصاف حمیدہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ تمام غیر معمولی خوبیاں، اب کس کے پاس ہیں اور کہاں ہیں؟ اس بنیادی اور حقیقی بات کا ادراک کرنا بھی تو از حد ضروری ہے کہ یہ ساری اٹل حقیقتیں کسی نہ کسی غیر معمولی صورت کے ساتھ مشروط رکھی گئی ہیں۔

پروفیسر احمد رفیق اختر کی یہ کتاب ''اسلام اور عصر حاضر'' اسلام کو اس کے حقیقی رنگ اور روپ میں دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی تلقین کرتی ہے، کیونکہ موجودہ اسلام کی تمام شکلیں قرآنی فلسفے کی حقیقی روح کے منافی ہیں اور اب ان میں کچھ ایسے غیر اسلامی عناصر شامل ہو گئے ہیں، جن سے اجتہاد کا در وا کیے بغیر، چھٹکارا حاصل کرنا محال ہے۔

میں نے اس کتاب کے توسط سے پروفیسر احمد رفیق اختر کے عرفان آمیز اور فکر انگیز لیکچرز کو آپ تک پہنچانے کی حتیٰ المقدور سعی، صحرا میں مل جانے کے آرزومند اس ذرّے کی طرح کی ہے جس کا آدرش صحرا کی بے پایاں وسعتوں کو فراخی عطا کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنے وجود کو صحرا کے نام سے موسوم کرانا ہوتا ہے۔ اگر میری اس مخلصانہ جسارت سے افکار و اسرار کے آبدار موتیوں کا کوئی زاویہ یا پہلو ماند پڑ گیا ہو تو میں سراپا معذرت ہوں۔

اب میں آخر میں اپنے اَحبّاء ملک محمد آصف، علامہ محمد سجاد ساجد، مقصود الٰہی، آصف علی منہاس ایڈووکیٹ اور کامران خان کو خلوص آگیں حرفِ سپاس پیش کرتا ہوں، جن کی کرم گستری اور تعاون کی گداز چاندنی ہمیشہ میرے فکری وجود کے صحرا میں مسکراتی رہی اور میں اس کتاب کی تالیف و ترتیب کے دشوار گزار راستوں سے بامراد گزرا ہوں۔

پروفیسر سید نسیم تقی جعفری
شعبۂ اُردو
سرور شہید (نشان حیدر)
گورنمنٹ کالج، گوجر خان

جہاد عصر حاضر کے تناظر میں

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْرًا (الاسرا ۱۷ آیت ۸۰)
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰم" عَلَی الْمُرْسَلِیْن ہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ہ
(الصفت ۳۷ آیت ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲)

خواتین و حضرات! آج کا موضوع "جہاد عصرِ حاضر کے تناظر میں" ہے۔ کسی بھی موضوع پر گفتگو کرتے وقت اس سب سے اہم بات کو محسوس کرنا ہوتا ہے کہ کون کس لیے کیا بات کر رہا ہے، کیونکہ بے محل اور بے موقع گفتگو مناسب نہیں ہوتی ۔ اسی طرح اگر ایک کم ظرف اور کم فہم کسی کے اچھے شعر کی تعریف کر رہا ہو تو یوں لگتا ہے کہ اس شعر کا خون ہو رہا ہے۔ ہم عصر حاضر میں قرآن کی جو تاویلات دیکھ رہے ہیں اور جو فہم قرآن کیلئے استعمال ہو رہا ہے، وہ نہایت عجیب و غریب ہے۔ اس ضمن میں حدیث رسولؐ یاد آتی ہے کہ آخر زمانہ میں قرآن و حدیث کا علم اُن چند لڑکوں بالوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا جو دین اور زندگی کا شعور نہیں رکھتے ہوں گے ۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جس مسئلے کے فہم و ادراک کیلئے ملت اسلامیہ کے اعلیٰ ترین اسلامی ذہنوں کو اکٹھا ہونا چاہیے یا جس مسئلے کو Parliament of Pakistan میں Discuss کرنا چاہیے، وہ کم علم لوگوں میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔ فقہ کا مسئلہ ایک ملک، گاؤں اور شہر کا نہیں ہے۔ یہ ملت اسلامیہ کا اجتہاد ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان ایک حقیقت پر اعتبار کرتا ہے تو جملہ مسلمین کا اس پر اعتبار ہوتا ہے۔ ان فیصلوں کیلئے کم سے کم ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ عالم اسلام کے اعلیٰ ترین، مخلص اور ایماندار ذہن اکٹھے ہوں اور قرآن و حدیث و فقہ کے مسئلے پر غور کریں ۔ اس غور و فکر کے بعد وہ اپنی Opinions حکومتوں کو پیش کریں اور پھر ان فیصلوں کو Implement کیا جائے۔

بدقسمتی سے جہاد کی تمام Definitions مغرب سے آرہی ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ طاقت کو عُروش حاصل ہو گیا ہے اور غلبۂ اسلحہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ جس کے پاس طاقت ہے، وہی خدا ہے۔ وہی رسول ہے۔ وہی فقہ ہے۔ وہی

حدیث ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ اہلِ اسلام اپنے قلب، درستی ذہن اور فکرِ رسا کی شہادت ہارورڈ اور کیمبرج کے دانشوروں اور بش اور بلیئر سے مانگتے ہیں۔

یہ بدقسمتی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی قوم وملت کی Priorities ناقص ہو جاتی ہیں۔ اہل اسلام ایک مدت سے اپنی ترجیحات بھول چکے ہیں۔ زمانہ ہوا کہ اقتدار نے شخصی آزادی ہی کو پامال نہیں کیا، بلکہ رائے اور اخلاق اور اخلاص کی بنیادیں بھی ملیامیٹ کردی ہیں۔ آج کے جہاد کی Definitions انہی Quarters سے آرہی ہیں جو کسی نہ کسی طریقے سے آیات کو مسخ کرنے میں Interested ہیں۔ ان کی یہ کوشش ہے کہ قرآن حکیم اور حدیث رسولؐ کو اس لیول پر لایا جائے کہ مسلمان اس بات کے قائل ہو جائیں کہ مستشرقین ان سے بہتر دانشور ہیں۔ ان مقاصد کے پیش نظر وہ ہمارے لئے لائحہ زندگی طے کررہے ہیں۔ ہمیں خدا اور رسولؐ کی طرف جانے کا راستہ بھی ان سے مل رہا ہے جو اللہ اور رسولؐ پر قطعاً یقین نہیں رکھتے ہیں۔ حدیث رسولؐ ہے اور مخبر صادق کی کوئی اطلاع غلط نہیں ہوتی کہ زمانہ آخر میں مسلمانوں کے سرداران کے بدترین لوگ ہوں گے۔ یہ بدترین لوگ جو ہم سے بہت پہلے گزر چکے ہیں۔ یہ آج کی بات نہیں ہے اور ہم نے آیات کو آج مسخ نہیں کیا ہے۔ ہم سے پہلے یہود ونصاریٰ حقائق کو جاننے کے باوجود آیات الٰہی مسخ کرچکے ہیں۔ یہ بہت پہلے ہوا اور خداوند کریم نے ان لوگوں کو صفحۂ ہستی سے اس لیے معدوم کیا کہ کم ازکم یہ مذاق اس کی طبع عالی پر بار ہے۔ جس اللہ نے قرآن کی حفاظت کا عہد کر رکھا ہے، جس نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ: انا نحن نزلنا الذکر و انا له' لحفظون (الحجرہ ۱۵ آیت ۹) اگر کوئی گستاخ اور مکروہ جبلت والا انسان قرآن حکیم کو اپنی جبلتوں کے لئے استعمال کرے گا تو وہ ہم اور آپ سے نہیں لڑے گا بلکہ وہ خداوند کریم کے خلاف ہوگا اور اللہ ایسے لوگوں سے لڑنا بہت بہتر جانتا ہے۔ خدا قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ: و مکروا و مکر اللہ (آل عمران ۳ آیت ۵۴) انہوں نے بھی مکر کیا اور ہم نے بھی کیا۔ واللہ اشد با سا و اشد تنکیلا (النساء ۴ آیت ۸۴) اللہ ایسے لوگوں سے بہت سخت لڑائی کرنے والا ہے۔ ابھی شاید ان کو ہوش نہیں آیا۔ ابھی ان کی عقل ومعرفت Secularism پر قائم ہے اور خدائے حکیم نے قرآن میں فرمایا۔ ثمنا قلیلا اور کرتے کیا؟ چندٹکوں کے لئے آیات الٰہیہ کے ریفرنس اور ماخذ بدل کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ نے فرمایا تھا اور عجیب بات دیکھیے کہ پاکستان کے غلبہ آور لوگ معیشت کا اس کثرت سے ذکر کرتے ہیں کہ خدا کی آیت معروضی حالات پر صادق نظر آتی ہے کہ: ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا به ثمنا قلیلا (البقرۃ-۲ آیت ۷۹) کہ چندٹکوں کے لئے آیات الٰہیہ کا تصرف کرتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے آئی ہیں۔ یہ کس کا قصور ہے؟ اس میں قصور دین کے Representatives کا بھی ہے۔ سلطان سلیمان اعظم کے بعد جو زوال علمیہ شروع ہوا، سلیمان ذیشان Suleman the Magnificent کے بعد مسلسل فتوحات نے مسلمانوں کو قائل کردیا تھا کہ فتح Inherently ہمارے نصیب میں ہے۔ ان کی جدوجہد رک گئی۔ ان کی علم وفراست کی تلاش رک گئی۔ خدا کی طلب رک گئی اور انہوں نے فتح کو اپنا مقدر سمجھ لیا۔ فتح سے بدتر کوئی شکست نہیں ہوتی۔ اگر آپ اس میں اپنے اثاثۂ علمیہ کو فراموش کردیں اور یہ سمجھ بیٹھیں کہ اب ہم شاید Eternally غالب ہوں گے۔ یہی

Marfat.com

بات اللہ نے قوم یہود سے کہی۔کیا تم نے کوئی مجھ سے کاغذ لکھوالیا ہے کہ ہزار سال تک تم جیو گے اور مرو گے نہیں؟ کیا تم نے کاغذ لکھوالیا ہے کہ تم محبوب الٰہی بن گئے ہو؟ کیا تم نے یہ کاغذ لکھوالیا ہے کہ تمہارے پیغمبر تمہیں بخشوالیں گے؟ قل اتخذ تم عند الله عهدا فلن يخلف الله عهده ام تقولون على مالا تعلمون (البقرة ۲ آیت ۸۰) قیامت کے دن جب رسول اللہؐ نے تین مرتبہ سفارش فرمائی اور اپنے بندگانِ غریب کو جہنم کے خارزاروں سے نکالا تو پھر بھی کچھ لوگ بچ گئے تو حضورؐ چوتھی مرتبہ تشریف لے گئے اور صاحب قدر کے حضور عرض کی: کہ اے مالکِ کریم! آپ کا مجھ سے تو شفاعت کا وعدہ تھا۔لہٰذا اب بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو میری امت ہیں لیکن جہنم میں ہیں تو اللہ نے فرمایا کہ اے محمدؐ! مجھے عزت و جلال کی قسم میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اب جہنم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیری امت میں سے ہو اور اب جو تم کو کچھ لوگ جہنم میں نظر آ رہے ہیں، ان کے بظاہر مسلمانوں کے سے نام ہیں مگر ان کو اب کتاب نے روک رکھا ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے نام اور لباس مسلمانوں جیسے ہیں مگر ان کی عادات و خصائل اور کردار اتنے مسخ ہو چکے ہیں کہ ان کی ظاہری شکل و شباہت اسلام کے مطابق ہونے کے باوجود بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں ہے۔

اس زوالِ علمیہ میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہر Thesis کے خلاف ایک Anti-Thesis پیدا ہوتا۔اگر مغرب سے یلغار خیال آئی تھی تو ہمارے Individual سائنسدان اور دانشور بھی اٹھتے اور نئے Thesis یا کوئی نئی تحقیق لاتے اور اوجِ ثریا پر ہاتھ ڈالتے اور اپنے خیال و ذہن سے ان تمام Propagandas اور خیالات کا تدارک کرتے مگر ایسا ہوا کہ ہارورڈ اور کیمبرج سے پڑھتے ہوئے سائنسدان جب واپس آئے تو ان میں اسلام نام کی کوئی شے نہیں رہی بلکہ وہ Secular تصورات لے کر آئے۔یہ کیا کمزوری ذہن ہے؟ کیا تناقض ہے؟ اس بات کا گلہ کرتے ہیں کہ اسلام نے سائنسدان پیدا ہی نہیں کیے۔یہ گلہ وہ کرتے ہیں جو ان Universities سے پڑھ کر آئے ہیں۔اسلام پر اعتراض کرنے والے وہ مسلمان دانشور تھے جو ان درسگاہوں میں گئے اور واپس آ کر ان کا نام کسی کتاب میں درج نہیں ہوا۔ہمیں ان کی کوئی تحقیق نظر نہیں آتی۔دانشوری کے تقاضے نظر نہیں آتے مگر اسلام پر زبان اعتراض دراز ہوتی نظر آتی ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو یہاں سے مسلمان گئے اور وہاں سے لادین ہو کے پلٹے۔ایسے بہت سے اساتذہ یونیورسٹیوں کی Seats پر متمکن ہیں۔ایسے بہت سے لوگ ہیں جو بے حجابی کا درس دیتے ہیں۔بہت سے ایسے دانشور ہیں جو اپنی جبلی تسکین کیلئے قوم کو عریاں کرنا چاہتے ہیں۔یہ ناقابل ابطال حقیقت ہے کہ مغلوب نظریات تحلیل ہو جایا کرتے ہیں۔کمزور ذہن مضبوط ذہن کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔جو تخیل کا سراب یورپ اور مغرب نے پیدا کر دیا ہے، وہ بہت Attractive ہے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی ۔۔۔ یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

اس ریزہ کاری اور صناعی کو آپ کا ذہن اصلی سمجھ رہا ہے۔تعلیم کے پردے میں جہلا اعلیٰ منصب پر بیٹھے ہیں اور ملک و قوم کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔اس وقت جو لوگ ملک و ملت کے نظام کے مالک ہیں یا پہلے گزرے ہیں یا پھر آئیں گے، ان کا خیال ہے کہ دنیا اور دین علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان دونوں میں کوئی چیز ہم آہنگ نہیں ہے مگر حیرت کی بات ہے کہ ایسے دانشوروں کو Secularism کی بنیادی تعریف بھی نہیں آتی ہے۔ایسے ہی کسی شخص سے آپ پوچھ کر دیکھ لیں

کہ کیا اس نے قرآن کو تحقیقی انداز میں پڑھا اور سیکھا ہے؟ تو اُس کا جواب ہوگا کہ اُس کو پندرہ سو برس پرانی کتاب پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اساطیر الاولین کو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے کیا پڑی ہے کہ میں Time Waste کروں۔ اس سے بہتر نہیں ہے کہ میں ایڈلر اور ہیوم کی کوئی کتاب پڑھ لوں۔ یہ کج فکری، کور ذوقی اور کم علمی ملت اسلامیہ کا بحران ہے۔ جب حقیقی علمی معرفت نہ رہے، جب دانش و برہان کو زوال آئے تو پھر ایسے کم فکر لوگ پیدا ہوتے ہیں جو آسمان کی چیزوں کو زمینی حقائق کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ یوں زمینی حقائق اور آسمانی حقائق جدا ہو جاتے ہیں۔

آج کے معاشرے کا ایک اور المیہ میڈیا ہے۔ میڈیا کو Pamper کیا گیا۔ میڈیا کو اس لیے Pamper کیا گیا ہے کہ یہ میڈیا Opinion Float کرتا ہے مگر کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ تمام کا تمام میڈیا ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو Money Seekers ہیں، جو کسی قرآنی تفسیر کے فوراً بعد ایک دلکش Dance اور سرور انگیز گانا لگا دیتے ہیں تا کہ لوگ اس علمی اور فکری بات کو سننے کے بعد آسانی سے بھول سکیں۔ تمام میڈیا Commercial Aspect ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور جہاں میڈیا Money Seekers کے ہاتھ میں ہو وہ Overall آپ کو کسی شناخت کے پہلو تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ ان کا وقت مخصوص ہے۔ وہ کسی بات کے پورا ہونے کا انتظار ہی نہیں کرتے اور آجکل پورے کا پورا میڈیا ایک Particular Secular Pattern پر چل رہا ہے۔ آپ کے میڈیا پر ایک کمزور عقائد کے مولوی صاحب کو بٹھا دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابل تین، چار یا دس Secular دانش ور جمع کر لئے جاتے ہیں، پھر بات چیت کے آخر میں میڈیا کا وہ مظلوم مولوی یا اسلامی مفکر خود ہی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں غلطی پر تھا، آپ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں۔ یہ ایک Latest Technique ہے جو میڈیا مذہب اور مذہبی تعلیمات کی Discussions کیلئے استعمال کرتا ہے۔

But what discussions? From where they bring these specialists in religious education?

وہ بے چارے تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ تو فوراً باہر نکل کر ان چند ٹکوں کو گن رہے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کو میڈیا پر دعوت دی گئی ہوتی ہے۔ یہی وہ میڈیا ہے جو غیروں کے زیر اثر آپ کی تعلیمات کو مسخ کر رہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میڈیا معاشرے میں انتہائی گہری سستیاں پیدا کرتا ہے۔ زندگی اتنی تیز رفتار نہیں ہوئی جتنی لوگ کہتے ہیں۔ معاشرت اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی۔ لوگ بھاگ دوڑ نہیں کر رہے ہیں۔ وہی لوگ تو بے کاری اور بے زاری کا گلہ کر رہے ہیں۔ لوگوں کو کام نہیں مل رہا ہے۔ Jobs نہیں مل رہی ہیں۔ ان کے پاس بہت Time ہے مگر میڈیا ان کو تعلیم سے محروم کرنے کیلئے استعمال ہو رہا ہے۔ میڈیا ایک ایسا Flash ہے جو آپ کو ایک Quick Information کے ذریعے گہرائی اور Depth کی تعلیم سے نا آشنا کر دیتا ہے اور آپ کسی چیز پر بھروسہ کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ آپ ایک خبر سنتے ہیں اور جہاں تک میڈیا کے خبر دینے کا انداز ہے، اگر اس کو تھوڑا سا قبول بھی کر لیا جائے تو وہ آپ کی یہ کمزوری اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ کو مذہب اور معاشرت کا کچھ پتا نہیں ہے۔ آپ اتنے سست الوجود ہو کہ آپ کو اپنی گلی کے Social Problems کا بھی کچھ پتا نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آپ نے جہل کو مسلک بنا رکھا ہے، اس لیے میڈیا جو چاہے آپ کو

Marfat.com

دے۔ یہ صرف آپ ہی کا حال نہیں ہے۔ دنیا کے تمام متمدن ملکوں میں عوام اور خواص ایک ہی جیسے ہیں۔
Common Man کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ وہ تو کچھ جاننے میں Bother ہی نہیں کرتا۔ اس کو پتا ہے ٹی وی لگاؤں گا اور Opinion Seek کروں گا۔ اس کے علاوہ اس کو کچھ پتا نہیں ہے۔ وہ کسی کتاب یا علم کو چھونے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتا ہے، کیونکہ اس سے تردد، محنت اور غور وفکر کی ضرورت پڑتی ہے اور اس طرح علم خیال ذہن میں ہل چل مچاتا ہے اور فکر وذہن میں تصادم پیدا ہوتا ہے اور یہ بات لوگوں کو پسند نہیں ہے لہٰذا ذہنی کوفت سے بچنے کیلئے اس کو جو ملتا ہے وہ قبول کرتا ہے اور میڈیا شرپسندوں، مفسدوں اور ہوس پرستوں کے ہاتھ میں ایک ایسی قوت بن گیا ہے جو F-16 کی بمباری سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس وقت GEO اور ARY جو اپنے اپنے Pattern اور مسلک کو نمایاں کر رہے ہیں، ان تمام کا کام تعلیم اور زندگی کی اعلیٰ اقدار کو فروغ دینا نہیں ہے بلکہ انہوں نے اندازہ لگایا ہوتا ہے کہ 10% لوگ گانے، National Geographic 20% اور 15% مذہب پسند کرتے ہیں۔

اس طرح وہ اُن کو انتہائی کم تر اور ناقص ذرائع سے پیدا ہونے والی انفارمیشن جس میں کوئی Specialization نہیں ہوتی، پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہماری قیادت بھی ایسی ہے۔ ہمارے تعلیمی ذرائع بھی ایسے ہیں تو ان موضوعات پر کیسے گفتگو ہو سکتی ہے جن کا براہ راست تعلق الٰہیات سے ہے۔ کون سا ایسا ماہر حکومت ساز ہے جو اپنے ملک کو بچانے سے پہلے اللہ اور اس کے نظام کی فکر کرتا ہے اور کونسا ایسا میڈیا ہے جو قسم کھائے بیٹھا ہے کہ وہ صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کے فروغ کیلئے ایک Natural Source Create پیدا کیے ہوئے ہے جو لوگوں کو صرف دین کی تعلیم سے آشنا کرتا ہے۔ یہی صورتِ حال جہاد کے معاملے میں بھی ہے۔

جب میں نے جہاد کی آیات دیکھیں تو میں خود پریشان ہو گیا۔ 29 آیات میں سے صرف 7 قتال کے متعلق اور باقی ساری تعلیم اور رشد و ہدایت کی تلقین کیلئے ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ اسلام میں جہاد کے سوا کچھ نہیں ہے اور جہاد جیسا اسلام کے سوا کسی اور مذہب کا اتنا Permanent Institute نہیں ہے۔ عجیب سی بات لگتی ہے کہ نماز، روزہ اور حج مقاصد لگتے ہیں، کیونکہ جہاد میں سب سے پہلی چیز جو اللہ کو مراد ہوئی، وہ آپ کا مسلمان ہونا ہے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ مسلمان ہونا ہی جہاد کرنے کے برابر ہے۔ آپ کو سب سے پہلی بات جو خداوند کریم نے سنائی وہ حسرت کی بات تھی اور فرمایا۔ و جاھدوا فی اللہ حق جھادہ (الحج ۲۲ آیت ۷۸) تم لوگوں نے جہاد کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے کہا کہ جہاد ایسے کرو جیسے جہاد کا حق ہے اور بہت سارے مقامات پر اللہ یہ گلہ کرتا ہے کہ اے لوگو! تم نے مجھے خدا ماننے کا حق ادا نہیں کیا۔ یہاں بھی Instruct کر رہا ہے کہ ایسے جہاد کرو جیسے اس کا حق ہے۔

ھو اجتبا کم (الحج ۲۲ آیت ۷۸) میں نے تمہیں معزز کیا، برگزیدہ کیا، تمہیں محبوب قوم کی طرح چنا۔ وتکونوا شھدآء علی الناس (الحج ۲۲ آیت ۷۸)

میں نے لوگوں میں تمہیں شاہد مقرر کیا۔ میں نے تمہیں بڑی عزت دی ہے۔ اب تمہارا بھی حق بنتا ہے۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج ۲۲ آیت ۷۸) جہاد کے ضمن میں اللہ نے عجیب بات کی ہے کہ میں نے

Marfat.com

تمہارے دین کو کسی طرح بھی تمہارے لئے باعث تکلیف نہیں بنایا لیکن دور حاضر کا ہر Intellectual اسلام کو Inaccessibly Difficult سمجھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جہاد Practical نہیں ہے اور اسلام پورے کا پورا اس دور میں قابل تقلید نہیں ہے لیکن خدا عجیب سی بات کہہ رہا ہے کہ جمہوریت، سوشلزم اور Existentialism ہر قسم کی Philosophy اور System سے زیادہ میں نے تمہارے دین کو مشکل نہیں بنایا۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج ۲۲ آیت ۷۸) یعنی میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے تنگ، مشکل اور دشوار نہیں کیا۔ ملة ابیکم ابراھیم (الحج ۲۲ آیت ۷۸) دیکھیں یہ جہاد کی وہ آیت ہے جو جہاد کی بنیاد طے کرتی ہے مگر اس کا ذکر ذرا سُنیئے کہ: ملة ابیکم ابراھیم (الحج ۲۲ آیت ۷۸) تم ملت ابراہیم ہو اور تمہیں تو اس لیے ہی مسلمان کہا گیا ہے کہ تم جہاد کرنے کا حق رکھتے ہو۔ لہٰذا مسلمان ہونے کا نام ہی جہاد ہے۔ مسلمانیت ہی سے جہاد شروع ہوتا ہے۔ جہاد وہ تگ و دو ہے جو خدا کی تعلیم اور نماز میں شامل ہے۔ جب آپ صبح کی اذان سنتے ہو اور جاگ رہے ہوتے ہو لیکن سست الوجود اور کاہل ہوتے ہو اور جب مولوی صاحب یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ نماز نیند سے بہتر ہے تو اس وقت جب آپ اٹھنے کی جدوجہد کرتے ہو، وہ جہاد ہے۔ جب آپ کو مال عزیز ہو اور جب بخل جان سے بڑھ کر بخل مال عزیز ہو اور جب نفس اشکال اور وساوس تخلیق کر رہا ہو اور کوشش کر رہا ہو کہ آپ کسی غریب و مسکین کو اس کا حصہ نہ دیں تو اس وقت جب آپ مال خرچ کرنے کی جدوجہد کرتے ہو، وہ جہاد ہے اور اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے جب آپ کا کسی تصادم ذہن سے واسطہ پڑتا ہے اور جب آپ کے ذہن میں دو لائنیں چلنی شروع ہوتی ہیں۔

فالھمہا فجورھا و تقوٰھا (الشمس ۹۱ آیت ۸) جب فسق و فجور اور تقویٰ الہام کئے جاتے ہیں تو ایسے عالم میں تقویٰ کے خیالات کا چننا جہاد ہے اور یہ جہاد آگے بڑھتا بڑھتا بالآخر ایک ایسے مقام تک پہنچتا ہے جہاں آپ جہاد بالقتال اور جہاد بالسیف سے آشنا ہوتے ہیں۔

میں آپ کے لیے یہاں وہ آیات ضرور Define کروں گا جن میں آپ کو جہاد کی وہ صورت نظر نہیں آتی جو اکثر علمائے دین کی نظر میں ہے۔ کوئی بندہ جہاد بالسیف تک بغیر مکمل تربیت کے نہیں پہنچ سکتا ہے۔

There is not an emotional outburst. It's not suddenness. It has to be a permanent commitment within yourself, within your attitudes. It has to be one of the strongest approach towards religion.

کوئی شخص بھی جہاد تک Suddenly نہیں پہنچ سکتا۔ یہ آپ کی Genetic Power بھی ہو سکتی ہے۔ یہ آپ کی Personal اور Family کی Power بھی ہو سکتی ہے اور جب Self مختلف مراحل سے گزر کر آگے بڑھتا ہے تو وہ Emotional Outburst میں آتا ہے اور Suddenly وہ ایک نعرہ تکبیر سے اللہ کے حضور اپنی جان نثار کر دیتا ہے۔ یہ Commitment اچانک اور لمحاتی نہیں ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے ایک معاشرتی اور طبقاتی شعور ہے۔ اس کے پیچھے قرن ہا قرن کا ایک خیال ہے، ایک وجود ہے اور ان سے گزرے بغیر آپ کسی قیمت پر بھی جہاد سے آشنا نہیں

Marfat.com

ہوسکتے ہیں۔ کتب علیکم القتال (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) دیکھئے جہاد اور قتال کے ضمن میں اللہ نے زندگی کا ایک بہت بڑا اصول بخش دیا ہے۔ میرے پاس بہت سے Young لوگ آتے ہیں اور ان کی Involvement بڑی شدید ہوتی ہے اور جب وہ بے چارگی اور بے بسی میں مجھ سے دعا طلب کرتے ہیں یا مدد طلب کرتے ہیں یا اپنے مقاصد میں آسانی طلب کرتے ہیں تو آپ یقین جانیے کہ میرے پاس قرآن میں سے ان کو مطمئن کرنے کے لیے جہاد کی اس آیت کے سوا کوئی آیت نہیں ہوتی ہے: کتب علیکم القتال (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) تم پر جہاد لکھا گیا اور قتال لکھا گیا ہے۔ قتل صرف جسم و جان کا نہیں ہوتا۔ قتل تو اپنے احساسات کا بھی ہوتا ہے۔ قتل تو اپنے جذبوں کا بھی ہوتا ہے۔ قتل تو اپنی خواہشات کا بھی ہوتا ہے۔ جہاد بالسیف بہت بڑی منزل ہے جس تک شاید میں آخر میں پہنچوں مگر اس سے پہلے بھی جہاد کے کچھ معانی ہیں۔ کتب علیکم القتال وهو کره لکم (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) تمہیں اس سے کراہت آتی ہے۔ تمہیں جہاد میں جانے سے کراہت آتی ہے۔ تمہیں اپنے خلاف لڑنے سے کراہت آتی ہے، اپنے جذبوں سے گزرنے میں تمہیں کراہت آتی ہے، مگر خدا نے کیسا عجیب وغریب قانون دیا ہے جو علم کی معرفت کی بنیاد بنتا ہے کہ: و عسیٰ ان تکرھوا شیا وهو خیر لکم (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) یعنی تم جس کسی چیز سے کراہت کھاتے ہو، اس میں خیر ہوتا ہے اور تم جس کسی چیز سے محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے۔ یہ قانون صرف میدان جنگ میں تو استعمال نہیں ہوتا ہے۔ یہ قانون تو زندگی کے ہر Pattern، مقام اور Choice میں استعمال ہوتا ہے۔ و عسیٰ ان تحبوا شیا وهو شرلکم (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) تم جس کسی چیز سے کراہت کھاتے ہو، اس میں خیر ہوتا ہے اور جس کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے۔ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

جب ہم اپنے آپ کو قتل کر رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنی خواہشات کے خلاف جا رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنے نفس کے ادراک کے حصول کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنا دشمن آپ ہوتے ہیں اور دنیا کا سب سے مشکل ترین معرکہ اس دشمن سے لڑنے کا ہے جس سے ہمیں بڑی محبت ہوتی ہے اور وہ ہمارا نفس ہے، ہماری خواہشات ہیں، ہماری آرزوئیں ہیں، ہمارے خواب ہیں، ہماری کیفیت نفس ہے۔ لہٰذا ہم سب سے مشکل جنگ اپنے خلاف لڑتے ہیں، کیونکہ ہم اپنے آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ہم میں نرگسیت ہے۔ ہم ہی ہیں جو دنیا کو سمجھنے سوچنے کیلئے اپنے وجود کے ایک ایک ذرے کو Exhibit کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ہیں جو اپنی شناخت کے لئے زندگیاں گنوا دیتے ہیں۔ ہم ہیں جو اپنی ترقی و عزت کیلئے لاکھوں سروں کو قلم کر دیتے ہیں، اس لیے ہمارا اپنے خلاف جنگ لڑنا سب سے مشکل عمل ہے اور اس جنگ میں ہمیں یہی ایک چیز تسکین دے سکتی ہے اور یہی ایک خیال تسلی دیتا ہے کہ پروردگار نے جو ایک مروت اس آخری آیت میں رکھی ہے کہ: و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) یعنی اگر تم علم والے ہوتے تو مجھے عالم، دانشور اور عقلِ کل کا خالق سمجھ کر یقین کر لیتے اور اپنے نفس خراب کار کے خلاف جنگ میں ایک ایسا کریم اور رحیم مان لیتے جو فقط صفات رحیم و کریم ہی سے نہیں رکھتا بلکہ انتہائی عقل سے بھی پہچانا جاتا ہے اور وہ ہر اعتبار سے بہتر بھی جانتا ہے۔

Marfat.com

لہٰذا یوں دل کو تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ بحران کی ذلت ہم ایسے حکیم وعقیل کے پیش نظر اٹھار ہے ہیں جو ہمیں جانتا ہے اور جو کبھی ہمارا برا نہیں چاہتا ہے۔ یہ جہاد کی بنیادی اور ضروری قسم ہے جو ہمارے دل سے غیض وغضب رفع کرتی ہے اور ہمارے قلب کو مسخر کرتی ہے۔ یہی جہاد ہماری Instinctive Battle کے دوران حسن بقا تک پہنچنے سے پہلے ہم کو بہت سی ایسی ملحقہ جبلتوں کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے جو ہمیں جان دینے سے دریغ کروانے میں بہت زیادہ اثر رکھتی ہیں۔ خداوند کریم نے فرمایا: وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ (الحج ۲۲ آیت ۷۸) کہ مسلمان ہوتے ہی تمہارا جہاد شروع ہو جاتا ہے، اس لئے کہ حضرت ابراہیمؑ نے کبھی Practical جنگ نہیں لڑی ہے۔ کبھی تلوار نہیں اٹھائی مگر پہلے مسلمان ہوئے: ھو سما کم المسلمین (الحج ۲۲ آیت ۷۸) کہ سب سے پہلے ان کا نام مسلمان تھا اور اب تمہارا نام مسلمان ہے اور مسلمان ہونے کے ساتھ ہی تمہیں ایک بات کا عہد کرنا ہے کہ تم ہی اللہ کا جہاد کرنے کے لئے منتخب ہوئے ہو۔ اللہ کیلئے اپنی سوچ میں جاں سپاری پیدا کرنی ہے۔ خدا کی ترجیح اول کو Maintain کرنا ہے اور زندگی کے بے شمار ان Confusions کو آزاد کرنا ہے جو قدم قدم پر ترجیح کے صاف ستھرے Lessons کو خراب کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ اس Defensive Mechanism سے آگے نکلتے ہوئے جو شخص آپ کے امن وسکون، دارالسلام اور دل کو تباہ کرنے کے درپے ہوتے ہیں پھر آپ اس کے خلاف محارب بن کے قدم اٹھاتے ہیں، اس کے خلاف قتال کی منزل تک جاتے ہیں۔

اس منزل سے بھی آگے ایک Delicacy ہے۔ ایک تو یہ Stage کہ مسلمان ہونے کے ناتے آپ پر جہاد فرض ہو گیا اور آپ کو کہا گیا کہ جہاد کا حق ادا کرو مگر کیا اللہ کو آپ کے مرنے کی ضرورت ہے؟ کیا اللہ کو بہت شوق ہے کہ لوگ اس کے لئے مریں؟ اس کیلئے جان دیں؟ اس بے نیاز کو انسانوں کے سروں سے مینار تعمیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنگیز اور تیمور کو ہوگی مگر اللہ کو نہیں ہے۔ اللہ کو اس لئے نہیں ہے کہ اس نے جہاد کا یہ مقصد نہیں رکھا ہے۔ ومن جاھد فا نما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین (العنکبوت ۲۹ آیت ۶) اللہ قرآن میں کہتا ہے۔ میں تو دو عالم سے بے نیاز ہوں اور مجھے تمہارے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہوگا۔ میں اس عہد کہن کی جادوگرنی کی طرح نہیں ہوں جو اپنے روپ کے غازے کی سرخی زیادہ کرنے کیلئے لوگوں کا خون چوستی تھی۔ میں وہ اللہ ہوں جس کو لوگوں کی جانوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر میں نے قاعدہ قانون نہ بنایا ہوتا، اگر میں نے تمہاری Entry اور Exit نہ رکھی ہوئی ہوتی تو مجھے کسی کو مارنے کی کوئی غرض نہ ہوتی کیونکہ مجھے تمہاری نیات کے سوا کوئی چیز نہیں پہنچتی ہے۔ ومن جاھد فا نما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین (العنکبوت ۲۹ آیت ۶) جہاد جس نے کیا اپنے لئے کیا۔ نہیں کیا تو نہ کیا!

میں دو عالم سے بے نیاز ہوں۔ مجھے تمہاری موت کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے کہ تمہیں قتل ہوتا دیکھوں۔ مگر جہاد کرنا اس لئے فرض ہے کہ جب تم مراحلِ اسلام سے گزرتے ہو، جب تم اپنی زندگیاں قربان کرنے پر آمادہ ہوتے ہو۔ پھر میرے حضور آتے ہو اور استدعا کرتے ہو کہ اے پروردگار! یہ زندگیاں اور تمام نعمتیں تیری دی ہوئی تھیں۔ بیوی بچے تیرے دیئے ہوئے تھے۔ ہمارے خاوند تیرے دیئے ہوئے تھے۔ ہمارے امن وسکون تیرے عطا

Marfat.com

کردہ تھے۔اب اگر ہم شکر گزاری کے طور پر اپنی جان، حیات اور مال تیرے حضور پیش کرتے ہیں۔لہٰذا چاہو تو قبول کرو چاہو تو چھوڑ دو۔ پھر اللہ کچھ لوگوں کو قبول کرتا ہے اور وہ شہید کہلواتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو واپس جانے دیتا ہے وہ غازی کہلواتے ہیں۔اس کے علاوہ اللہ کو آپ کے جہاد پر کوئی تصرف نہیں ہے اور نہ وہ آپ کے جہاد سے اپنے آپ کو معزز کرتا ہے۔البتہ اس جہاد کو اس نے آپ کے نفس کیلئے لازم قرار دیا ہے کہ جو شخص میرے لیے اپنے نفس کے خلاف جدوجہد کرتا ہے تو ہم اسے اس کا بہت زیادہ انعام دیں گے۔

جہاد کے بہت سارے رستے ہیں مگر ایک عجیب وغریب جہاد ہے جس کے متعلق اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس شخص نے ایمان کی حلاوت چکھ لی ہے جس نے اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لیے دشمنی کی ہے۔جس نے محمد رسول اللہؐ سے اپنی جان، مال اور اولاد بلکہ ہر چیز سے زیادہ محبت کی اور جو کفر کی طرف پلٹنے سے اسی طرح ڈرا جیسے آپ سانپ کے بل میں ہاتھ دینے سے ڈرتے ہیں مگر کچھ ایسے لوگ تو ہیں جو اللہ کی راہ کی تلاش کرتے ہیں۔اللہ نے ان کا ذکر سابقون، اولیاء، اپنے دوستوں اور محبت کرنے والوں میں کیا ہے۔ کچھ خصوصیت تو ہوگی کہ حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کو کریم اللہ اور حضرت محمد ﷺ کو حبیب اللہ کہا ہے۔ یہ لوگ اور ان کے پیروکار جو بہر حال خدا کے قرب اور محبت کی آرزو تو رکھتے ہیں لیکن اپنی نادانیوں کے باوجود اپنے غموں کی وجہ سے خدا کو رجوع کرر ہے ہیں؟ کیا ہم اپنے حسرت وآلام کی وجہ سے خدا کی طرف رجوع کرر ہے ہیں؟ کیا ہم بھوک، کرب اور بلا کے سبب خدا کو چاہتے ہیں؟ جب ہم اپنا Analysis کرتے ہیں۔ جب ہم آرزوئے نفس کا Analysis کرتے ہیں تو کوئی ایک شخص تو ضرور ہوتا ہوگا جو اللہ سے یہ کہے کہ آج مجھے عزت نفس کی کوئی آرزو نہیں ہے۔ مجھے وجاہت کی کوئی طلب نہیں ہے۔ مجھے سہولت کی کوئی طلب نہیں ہے۔اے میرے پروردگار! میں تیرے رستے کی طلب کرتا ہوں۔ میں تیری راہ ڈھونڈ رہا ہوں۔ مجھے سراغ نہیں ملتا ہے۔ میں اس صحرائے طلب میں کوئی ایسا نخل نہیں دیکھتا ہوں جو تیری سمت مجھے راستہ دکھادے۔خداوند کریم اس مجاہد سے یہ وعدہ کرتے ہیں۔'' والذين جاهدوا فينا لنهد ينهم سبلنا (العنكبوت ۲۹ آیت ۶۹)

ہمیں جاننے اور ہمارے لیے جو جدوجہد کرتا ہے اور ہمارے قرب کے لیے محبت، آرزو اور جستجو رکھتا ہے، ہم اس کو ضرور اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔اپنا اس لیے کہ یہ محسنین ہیں۔ان کو پہلے ہی سے Title دے دیا گیا ہے وان الله لمع المحسنين (العنكبوت ۲۹ آیت ۶۹) اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔اللہ ان کا ساتھ دینے والا ہے۔خدا ایسے کسی بھی شخص کو محروم توجہ نہیں رکھتا ہے۔آپ اپنے حال پر غور تو کیجئے کہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ کائنات میں سب سے دشوار بات اللہ کا حصول ہے۔ہم سب یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بہت بڑے مفکر، پیر خانے اور سجادہ نشین کے بغیر خدا تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہوگا؟ یا کیا اللہ کا وعدہ جھوٹا ہے؟ کہ خدا یہ کہہ رہا ہے کہ جو شخص بھی میرا راستہ تلاش کرے گا میں اسے ضرور راستہ دکھاؤں گا۔ جب آپ اس کے رستے کی طلب کریں گے اور آپ اپنا Choice اللہ پہ چھوڑ دیں گے تو یقیناً وہ اپنے کسی ایسے بندے تک پہنچائے گا جس کا اسے پتا ہے کہ وہ آپ کو سیدھے راستے تک لے جائے گا ورنہ آپ تمام عمر کوچہ گداگری میں بھٹکتے رہو گے اور ایک نشست سے دوسری نشست اور ایک دروازے سے دوسرے

Marfat.com

دروازے تک پہنچتے رہو گے۔زندگی آسیب زدہ بن جائے گی اور آپ بالآخر اس پرندے کی طرح جو طویل سفر سے تھک ہار کر کسی شہباز و شکرے کی نذر ہو جاتا ہے، مسلسل اپنے ساتھ لڑتے ہوئے شیاطین کی نذر ہو جائیں گے۔ یہ یاد رکھیے گا کہ اساتذہ کسی تردد اور دشواری کے لیے نہیں ہوتے ۔سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول مبارک ہے کہ ہمیں کون کیا سمجھتا ہے؟ یہ تو لوگوں کی مرضی ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کیا ہیں؟ ہم تو صرف اتنا کرتے ہیں کہ لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اس شاہراہ پر کھڑا کر دیتے ہیں جو اللہ کی طرف جاتی ہے۔باقی سب مبالغے تمہارے ہیں۔اگر تم محبت اور عقیدت میں الوہیت نہ شامل کرو۔اگر تم ہمیں ٹھیکیدار نہ سمجھو تو شکر گزاری کے لیے اتنی محبت کافی ہے کہ آپ کے دل میں کسی ایسے شخص کا احترام ہوتا ہو اور آپ اس کی درازی عمر کی دعا مانگتے ہو۔رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ وہ لوگ جو کسی شخص کی درازی عمر کی دعا مانگتے ہیں تو اللہ ان کی اس طلب اور آرزو کی توسیع کرتے ہوئے ایسے شخص کی عمر طویل کر دیتا ہے۔ مجھے تو پتا نہیں کہ بہت سے صوفیاء شاید اسی وجہ سے کافی عمر پا گئے اور بڑے بڑے اولیاء اللہ کی عمریں کافی ہوئیں اور ماشاء اللہ انہوں نے مخلوق کو زیادہ ثواب پہنچایا۔سرکار رسالت مآبؐ کی اس حدیث کی رو سے کم از کم ایک بات تو یقینی ہے کہ آپ نے اگر عمر کو طویل کرانا ہو تو لوگوں کی دعا چاہیں۔اس طرح کم از کم آپ اپنے مال و اخلاق کے ساتھ تو جہاد کر سکتے ہیں۔یہ جہاد کا نتیجہ ہے کہ جب آپ مخلوق کی خدمت کریں گے ۔ جب آپ ان کی دعائیں لیں گے تو اللہ آپ کی زندگی طویل کر دے گا۔ Hepatitis سے دور رکھے گا۔Cancer کو Remove کرے گا اور آپ کو صحت مند زندگی کا انجام دے گا۔گردے فیل نہیں ہوں گے۔ یہ سب اس لئے فیل ہو رہے ہیں کہ انسان خود غرضی کے حصار میں اپنی زندگیوں کو قید کر رہا ہے۔ان میں اب جہاد کا وہ جذبہ نہیں رہا۔اپنی خواہشات نفس اتنا بڑا بوجھ بن گئی ہیں کہ اس کے نیچے یہ پس کر اپنی المناک بیماریوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔اگر آپ خدا کے رستے میں جائیں اور اس کا رستہ طلب کریں اور جہاد فرمائیں تو اللہ آپ کو غیر معمولی کامیابیوں سے ہم کنار کرے گا کیونکہ اُس نے اپنے بندے سے یہی وعدہ کیا ہے اور وہ اپنے وعدے سے ہرگز نہیں پھرتا اور نہ اپنے کلمات بدلتا ہے۔لاتبدیل لکلمات اللہ (یونس ۱۰ آیت ۶۴)

وہ اپنی سمت اور طریقہ کار نہیں بدلتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کسی مرحلے سے بغیر آزمائش نکل جاؤں مگر ایسا نہیں ہوا۔اللہ کی طرف سے ہر جملے، لفظ، خیال اور عمل پر کوئی نہ کوئی Scale لگا ہوا ہے جو آپ پر پیدائش سے Judgement دے رہا ہے۔بس آپ کا اتنا وقت محفوظ رہے جب آپ نابالغ تھے۔جب آپ پر شرع لاگو نہیں ہوتی تھی۔ ادھر شرع لاگو ہونا شروع ہوئی تو اُدھر آزمائش شروع ہو گئی۔آزمائش سے کوئی شخص آزاد نہیں ہے۔طریقہ کار بخشنا اللہ کا کام ہے۔وہ بخش تو دیتا ہے مگر آزمائش سے کسی شخص کو نجات نہیں :احسب الناس ان یتر کوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون (العنکبوت ۲۹ آیت ۲)

اللہ نے کہا ہے کہ تم ہمارے لئے کتنی جدوجہد کر سکتے ہو۔ کتنے ثابت قدم رہ سکتے ہو۔ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے۔ میں آپ کو تسبیحات کے معاملے میں ایک Funny سی بات بتاؤں کہ بہت سارے لوگ تسبیحات لے کر جاتے ہیں۔زیادہ تر لوگ اخلاص سے آتے ہیں۔I may confirm مگر بہت سارے لوگ ایک مہینے کے بعد آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

Marfat.com

جناب کام نہیں ہوا اور میں نے تسبیح چھوڑ دی ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ مجھے اس کا کوئی نقصان یا فائدہ نہیں ہے۔ آپ نے تسبیح چھوڑ دی ہے۔ اچھا! اب کیا چاہتے ہو؟ جواب ملتا ہے کہ کوئی اور تسبیح دے دو جی۔ تو مجھے خدا کی یہ آیت بہت یاد آتی ہے۔ بھئی تم یہ اللہ کی تسبیح کام ہی کے لیے کر رہے ہو۔ جہاد، علم، فکر اور کام ہی کے لیے جاری ہے۔ اگر کام نہ ہوا تو تمہاری Reactive طبیعت، اللہ میاں کو یہ سنانے پر آمادہ ہو جائے گی کہ تم نے تو میرا کام نہیں کیا لہٰذا میں تیری یہ تسبیح نہیں کرتا۔ بغداد دیکھلو کہ یہ جہاد اللہ کے خلاف نہیں ہے۔ جہاد تو اس کی رضا کیلئے ہوتا ہے۔ اسکی موافقت کیلئے ہے۔ اسکی موانست کیلئے ہے۔ آپ جو کچھ کر رہے ہو اسکی مخالفت میں کر رہے ہو۔ اس کو طیش دلا رہے ہو۔ خداوند کریم کو اہل کفر بھی کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں کی کیوں ترقی ہوئی؟ یہ کیوں آگے بڑھ گئے ہیں؟ وہ کیوں اس جنگ میں جیت گئے؟ کیوں یہ برباد نہیں ہوئے؟ تو اللہ نے کہا کہ تمہیں میرا رستہ پسند نہیں۔ تمہیں میری رضا پسند نہیں تو ایسے کرو، آسمانوں پر چڑھ جاؤ۔ تمہارا سانس رک جائے گا۔ اپنے آپ کو پھانسیاں دے دو اور یقین کیجئے کہ عراق میں یہی ہو رہا ہے۔ امریکہ کا دل کرتا ہے کہ اپنے آپ کو پھانسی دے دے۔ یعنی یہ کم بخت چھوٹے چھوٹے لوگ کیوں نہیں مانتے کہ ہم اتنے مہذب، بااخلاق اور دانشور ہیں اور انہیں اعلیٰ ترین Democracy دینے آئے ہیں۔ ہم ان کو پوری پوری مادر پدر آزادی دینے آئے ہیں۔ پھر بھی کم بخت لڑے جا رہے ہیں۔ یہ کیا ان کی جہالت ہے؟ ادھر جہاد ہے اُدھر جہالت ہے۔ یہ کفر کی علامت ہے کہ جب اس پر بوجھ پڑتا ہے اور جب اسکی مرضی کے مطابق نتائج نہیں نکلتے، تو جلتا سڑتا ہے۔ پھر کہتا ہے اچھا! اللہ میاں، میں تو اپنی مرضی پوری کروں گا۔ تم اپنے آپ کو پھانسیاں دے دو۔ یہی تمہارا ایک حل ہے کہ خودکشی کر لو اور بہت سارے لوگ ایسے ہی ہیں جو Suicide کرتے ہیں۔ جب ان کی مرضیاں پوری نہیں ہوتی ہیں۔

جہاد ایک سفر ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے رستے میں سفر کیا۔ ایک بڑی مزے داری بات ہے کہ جب مہاجرت شروع ہوئی تو ایک صحابی تھے جنہوں نے اللہ کیلئے نہیں بلکہ ایک خاتون کیلئے مہاجرت کی۔ ان کا نام ادبیات میں ام قیس تھا۔ احادیث میں وہ آج بھی مہاجر ام قیس کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یعنی اللہ اور اشیاء و اموال کیلئے ہجرت کرنے میں کتنا فرق ہے کہ آج تک ان کو مہاجر ام قیس کہتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے ایک قدم بھی میری راہ میں اٹھایا، ہجرت کی، سفر کیا اور دشواریاں اٹھائیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد فرمایا۔ مسافرت علم کیلئے بھی ہے۔ ہجرت خدا کے کاموں کیلئے بھی ہے۔ شاید یہ ہجرت گھر سے مسجد تک جانے کیلئے بھی ہے۔ یہ تمام ہجرت جو اللہ کی راہ میں کی گئی جہاد ہے۔ ہجرت اور جہاد کو ہم معانی اور ہم وزن قرار دیا گیا ہے اور خدا نے وعدہ فرمایا: من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لاٰت (العنکبوت ۲۹ آیت ۵) یہ شاید بہت بڑا Lecture ہے جس کو میں جہاد کے دوسرے ضمنی معنوں میں ختم کر رہا ہوں کہ: انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ (الحجرات ۴۹ آیت ۱۵)

اس میں بھی پہلا حصہ بڑا عجیب و غریب سا ہے کہ وہ مومنین جو اللہ اور اسکے رسول پہ ایمان لائے پھر شک نہیں کیا یہ بہت Important ہیں۔ ایمان لانے کے بعد کیوں کوئی شک کرتا ہے؟ ایمان لانے سے پہلے تو بہت سارے لوگ

Marfat.com

شک کرتے ہیں مگر ایمان لانے کے بعد کیوں شک کیا؟ اصل میں کوئی نظریہ ایسا نہیں ہے۔ کوئی چیز جو آپ زندگی میں Hold کرتے ہیں یا کوئی خیال جو آپ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ زمان و مکاں اور خیال کی آزمائش سے ضرور گزرتا ہے۔ جیسے آپ Matric میں بہت سے خیال رکھتے تھے، .F.A میں نہیں رکھتے اور وہ بہت سے خیال جو آپ .F.A میں رکھتے تھے، .M.A میں نہیں رکھتے اور جوں جوں زمانہ گزرتا ہے تو صرف وہ اعتقاد سلامت رہتا ہے جو زمانے کی زد، شکوک وشبہات، اعتراضات اور علمی صداقتوں سے گزرتا ہے تو پھر وہی یقین باقی رہ جاتا ہے۔ اس لیے اللہ نے اس کو پہلے Mention کیا ہے کہ جولوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے: ثم لم یر تابوا (الحجرات ۴۹ آیت ۱۵)

پھر اس میں کوئی شک نہیں کیا یعنی وہ ایک عمومی دلیل سے ایک قطعی ایمان تک پہنچے اور وہ علم الیقین تک پہنچ گئے۔ وجا ھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ (الحجرات ۴۹ آیت ۱۵) کیونکہ اسکی Practical Applications یقین سے شروع ہوتی ہیں اور ان میں آپ کا جہاد مال ہے اور جہاد ذات ہے۔ جہاد ان تمام کیفیات کے ساتھ ان سے آگے بڑھتے ہوئے۔ اولئک ھم الصادقون (الحجرات ۴۹ آیت ۱۵) لفظ صادقون استعمال ہوا ہے کہ تم اس وقت تک خدائی محبت اور طلب میں سچے نہیں ہو سکتے جب تک تم اپنے شکوک وشبہات کو خارج نہ کرو اور اس کے بعد اسکی عملی توجیہات میں نہ جاؤ اور اس پر عمل نہ کرو۔ ایک دفعہ حضورؐ عورتوں کے پاس سے گزرے اور کہا کہ میں تم میں سے بہت سوں کو جہنم میں دیکھتا ہوں۔ اس پر بڑی چیخ وپکار ہوئی اور عورتیں بہت کراہیں اور روئیں کہ یارسول اللہؐ! یہ کیا ہے؟ فرمایا اس لیے کہ تمہارے علم میں کوتاہی ہے۔ تم لوگ ذراسی خطا پر اپنا ذہن الٹ دیتی ہو اور تم اپنے گھر والوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتی ہو۔ یہ علم کی کوتاہی ہے۔ ماشاءاللہ تعالیٰ ہر خاتون اور ہر اس مرد کو جو یہاں ہے اور جو متاہل ہے ان کو اس قسم کے واقعات سے ضرور واسطہ پڑا ہوگا۔ خواتین کو مردوں کی بہت سی فہمائشیں آچکیں۔ منافقین کے طعنے ہو چکے مگر خواتین پر بھی ایک الزام جاتا ہے کہ اللہ سے دعویٰ صدق اور دعویٰ محبت تو بہت ہے مگر جونہی خاوند کی طرف سے شکایت آئی اس غریب کا حلیہ بگڑ گیا اور تمام دانشوری طعنہ زنی میں اور گلہ وشکوہ میں گزر گئی تو اللہ میاں یہ فرماتے ہیں کہ پہلے اپنے ان شکوک وشبہات کو رفع کرو پھر اپنے اموال سے جہاد کرو، تو عورتوں نے پوچھا یارسول اللہؐ! ہم اس المیے سے کیسے بچ سکتی ہیں تو فرمایا تسبیح اور صدقات سے۔ اُس وقت رسول اللہؐ نے خواتین کو یہ تسبیح عطا فرمائی۔ سبوح و قدوس اور صدقات کی تعلیم فرمائی۔ خواتین کا کام تو مختصر رہا مگر مردوں کو بہر حال قتال تک جانا پڑتا ہے اور جہادِ مال کی اہمیت دیکھیں کیا ہے؟ جہادِ مال کی اہمیت یہ ہے کہ خداوند کریم ساری عمر میرے جیسا ایک مظلوم مسکین کتابیں پڑھتا پڑھتا پتا نہیں کتنی لمبی جنگوں سے گزرتا ہوا Dialectics کے دریا عبور کرتا ہوا بالآخر ایک ایسی منزل پر پہنچا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ شاید میں شناخت کے قابل ہوا مگر مجھے اس بات کی کوئی تصدیق حاصل نہیں ہے۔

یہ دعویٰ کوئی شخص بھی نہیں کرسکتا ہے کہ وہ ولی ہے۔ چلو دنیاوی Claim تو کرسکتا ہوں کہ میں ایک چھوٹا سا Intellectual ہوں مگر شاید میں ولایت الٰہیہ کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ یہ معاملہ خدا کے پاس ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جس کی Judgement آج اور کل اسی نے دینی ہے مگر غور کیجئے کہ اس جہاد مال کا کتنا بڑا Advantage ہے کہ وہ

لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا دیکھئے: الآ ان اولیآء اللہ لاخوف علیهم ولا هم یحزنون (یونس ۱۰ آیت ۶۲) اللہ کے اولیاء کو غم ہے، حزن ہے اور نہ خوف ہے۔ They are free from fears and frustrations. Absolutely free! ۔ دو آدمی Free ہیں۔ ایک ولی اللہ اور دوسرا وہ شخص جس نے الذین ینفقون اموالهم باالیل والنهار (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا۔ سراً و علانیة (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) چھپا کے خرچ کیا یا دکھا کے خرچ کیا۔ دیکھئے کتنی رعایت ہے۔ چاہے Show کر کے خرچ کیا یا رات اور دن کو خرچ کیا۔ فلهم اجرهم عندربهم (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) اللہ کی طرف سے اس کا ایک اجر ہے۔

یعنی اس کو خوف دیا جائے گا اور نہ غم دیا جائے گا۔ میرے پاس مال ہوتا تو میں ضرور اس طریقے کو استعمال کرتا۔ رواج تو ایک ہے۔ ایک اتنا مشکل طریقہ کہ بچپن سے آخر عمر تک آنا، اپنی ذات سے جنگ و جدل کرنا، مشکلوں میں پڑنا اور بڑی بڑی گتھیاں سلجھانا مگر یہ کیا آسان طریقہ کہ کچھ لوگوں کے لئے مال چھپا کے یا بتا کے خرچ کرنا ہے۔ دن کو خرچو یا رات کو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) کیا Equivalent فائدہ نہیں ہے؟ اِدھر بھی فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون (البقرۃ ۲ آیت ۲۷۴) اُدھر بھی ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون (یونس ۱۰ آیت ۶۲) تو مال والوں سے میری درخواست ہوگی کہ تھوڑا سا مجھے بھی دے دیں تاکہ میں بھی اس کی زد میں آجاؤں۔

Coming back to the chapter. ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد تربیتوں سے گزر کر اب جہاد بالسیف کا سب سے بڑا مرحلہ زمینی حقائق کا ہے۔ کیا کوئی جہاد آپ کی نظر سے ایسا گزرا ہے جس میں زمینی حقائق بہتر ہوں یا مسلمانوں کے حق میں ہوں۔ ایک ایسا غزوہ ہوا جس میں زمینی حقائق مسلمانوں اور پیغمبر ﷺ کی Favour میں تھے۔ دس ہزار کا لشکر حملہ آور ہوا۔ بہت سارے لوگ جنہوں نے مسلمانوں کو غلبہ پاتے ہوئے دیکھا اور ہمیں کہا جب مسلمان تھوڑے تھے تو کبھی مغلوب نہیں ہوئے اور آج کے دن کون اُنہیں شکست دے گا تو بڑی تیزی سے آگے بڑھے اور بنو ثقیف اور ہوازن نے ان پر تیراندازی کی اور مسلمان لشکر کو شکست ہوئی۔ جب شکست ہوئی تو رسول اللہؐ ثابت قدم رہے اور ان کے اصحاب کو جب حضورؐ نے بھاگتے دیکھا تو حضرت عباس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ گھر کے دروازے سے آواز دیتے تو آٹھ کوس تک سنائی دیتی تھی۔ تو آپؐ نے ان سے کہا کہ بلند آواز میں پکارو، یا اصحاب! میں نبی ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں خدا کا نبی و رسولؐ ہوں اور کہاں گئے اصحاب بیعت رضوان اور اصحابِ عشرہ، ان کو کہو کہ پلٹو۔ پھر اصحاب رسولؐ پلٹے جو اس عارضی شکست کی وجہ سے گروہوں میں بکھر گئے تھے۔ وہ پلٹے اور حنین کی جنگ جیتی گئی۔ یہ ایسا غزوہ تھا جس میں زمینی حقائق اللہ کے رسولؐ کے حق میں تھے، مگر کچھ ایسے غزوات بھی گزرے جن کے زمینی حقائق عجیب و غریب تھے۔ غزوہ بدر میں زمینی حقائق کا بحران آیا ہوا تھا اور بدر میں تو صرف دو گھوڑے تھے۔ کچھ کے پاس تلواریں تھیں اور کچھ نے بانسوں کے آگے برچھیاں لگائی ہوئی تھیں۔ 313 یا 317 تھے اور مقابل ایک ہزار لشکر اسلحہ پوش، زرہ بکتر پہنے ہوئے، شاہ سوارانِ عرب، خون بھی وہی، یہ بھی نہیں کہ ایک طرف

Marfat.com

کمزور لوگ تھے۔ جب بہت ساری فتوحات مسلمانوں نے حاصل کر لیں تو یرموک کے میدان میں بہان ارمنی نے جو ارمینیا کا کمانڈر تھا۔اس نے بڑے بڑے سیانوں کو بلایا کہ یہ جو سوکھے سڑے اور مدقوق عرب ہیں۔ یہ کیوں ہم موٹے، تازے رومنوں پر غالب آ جاتے ہیں؟ کیا مصیبت پڑی ہے؟ تو ایک نے مشورہ دیا کہ حضرت بہتر یہ ہے کہ ان کو ان جیسوں سے لڑایا جائے تو پھر حالات بہتر ہوں گے تو پھر غسانی عربوں کو بلایا گیا جن کا سپہ سالار جبلہ بن الایہم غسانی تھا اور کہا گیا کہ تو جا اور مرے سڑے عربوں کو مار بھگا تو جبلہ بن الایہم غسانی آیا اور اس کے ساتھ پچاس ہزار سوار تھے۔ اگر ہم واقدی کا مبالغہ آمیز بیان نکال بھی دیں تو یہ لگتا ہے کہ کم از کم انکی Round about you see strength 30,000 to 50,000 تھی اور دوسری طرف مسلمانوں کے لشکر کے سردار ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے اور اس دن کمان کی باری خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کی تھی۔ ابوعبیدہؓ بن جراح نے خالد بن ولیدؓ کو بلایا اور کہا دیکھو انہوں نے یہ غسانی عرب ہم سے لڑنے بھیج دیے۔ ان کا کیا علاج کیا جائے۔ And look at him, he said. ابوعبیدہؓ امین الامت اگر آپ برا نہ مناؤ تو مجھے صرف اتنے سوار دے دو جتنے یہ ہزار ہیں۔ تو اس نے کہا اَبا سلیمان کوئی ہوش کی بات کرو۔ میرے لیے ایک ایک مسلمان قیمتی ہے۔ میں تمہیں 50,000 کے خلاف پچاس مسلمان دے دوں۔ اس نے کہا کہ حضرت بس ایسے کیجئے کہ جو شاہ سواران عرب میں طاق ہوں اور جن کے ہاتھ تلوار چلاتے ہوئے نہ تھکیں، مجھ کو وہ پچاس بندے دے دیں۔ جب پچاس بندوں کو باہر آتے ہوئے دیکھا تو بہان نے ایک وفد بھیجا اور پوچھا کہ بس تر کی تمام شد ، صلح کیلئے آئے ہو نا! تو ہاں ہماری شرائط یہ ہیں کہ تم ہمارے علاقے چھوڑ دو۔ جب وہ قریب آئے تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور تلواریں کھینچ لیں تو ایک دم سے اتنے حیران ہوئے اور ان پر پہلا اثر خوف کا ہوا اور پہلے ہلے ہی میں ان کے بیشمار سپاہی کٹ گئے مگر مزے کی بات یہ ہے کہ زمینی حقائق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جب دوسری مرتبہ انہوں نے گھیرے میں لیا تو پورے کے پورے چالیس پچاس آدمی گم ہو گئے تو ابوعبیدہؓ نے تاسف کا اظہار کیا اور کہا دیکھو میں نہ کہتا تھا اَبا سلیمان، یہ خالد بن ولید کی کنیت ہے، اب وہ گئے۔ اتنے بڑھے تو دوسرے بھی آ گئے۔ Meanwhile حضرت خالد نے کہا کہ تین تین آدمی اپنی کمریں جوڑ لو اور تین سے زیادہ دشمن آ نہیں سکتے یعنی پچاس ہزار ایک دم تو چڑھ کر آئیں گے نہیں اور جو آتا ہے اس کو قتل کرتے رہو۔ شام تک تین ہزار غسانی قتل ہوئے۔ دس مسلمان شہید ہوئے، دس گرفتار ہوئے اور یہ فاتحانہ اپنے لشکر کو لوٹے۔

آج زمینی حقائق کچھ اتنے عجیب و غریب ہیں کہ ہمیں کم از کم اپنے جرنیلوں کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آج زمینی حقائق کے مطابق مسلمانوں کو مسلسل پیغام دیئے جا رہے ہیں کہ اگر تم ہلے بھی تو اوپر سے F-16 کی بمباری تمہیں تباہ کر دے گی۔ تاریخ عالم میں آج تک ایسا کسی قوم کا سردار نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو خود دشمنوں سے ڈرایا ہو کہ خبردار ہلنا نہیں، اوپر سے بمبار آئے گا اور تمہیں مار جائے گا۔ ایسا قتال ہوگا کہ تمہیں چھٹی کا دودھ یاد کرا دیں گے۔ یہ حیرت انگیز واقعہ پاکستان کی تاریخ میں ہوا ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ مسلمان ایک معرکے کو جا رہے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے عجیب و غریب فرمان کہا کہ ہم پانچ آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا اور ہم اس پر باری باری سواری کرتے اور پیدل چلتے تھے۔ آخر

کار چلتے چلتے ہمارے پاؤں چھلنی ہو گئے اور ان سے خون رسنا شروع ہو گیا۔ پھر ہم نے اپنے گریبان کا کپڑا پھاڑ کر اپنے پاؤں کے اوپر لپیٹ لیا۔ ان زمینی حقائق کے ساتھ ہی آپ کے آباؤ اجداد نے روما اور یونان کی سلطنتیں الٹ دیں۔ آج ماشاء اللہ تعالیٰ خوف کس چیز کا ہے؟ آپ سے اللہ کیوں ہاتھ اٹھا رہا ہے؟ جہاد بالسیف کیوں ختم ہو گیا ہے؟ اس لیے کہ دانشور ہی کچھ اور بات ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا جب اُحد میں شکست ہوئی تھی تو اللہ نے یہ کہا تھا کہ تم شکست کے قابل ہو؟ نہیں! اللہ نے یہ کہا تھا کہ تمہاری تربیت میں بہت بڑا نقص آ گیا تھا۔ وہ نقص جو صحابی میں نہیں آیا ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ میں نہیں آیا ہے مگر جب باقی مال و دولت کے لیے اترے تو اللہ نے احد کی شکست کسی جنرل کی طاقت کے نام نہیں کی یا اس کو رسولؐ اللہ کی شکست نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ تمہیں تھوڑی سی سزا ان گناہوں کی دی گئی ہے جو تم نے اسباب دنیا کی طمع میں اختیار کیے ہیں۔ لہٰذا کم از کم احد کا جہاد یہ سبق دیتا ہے کہ مال و اسباب کی خواہش کے لئے جہاد نہیں ہوتا ہے۔

اسی طرح خندق بھی نرالا معرکہ ہے۔ خندق میں کمانڈر اور جن کو کمانڈ کیا جا رہا ہے، دونوں ہی برے حال میں ہیں۔ یہاں زمینی حقائق از حد نرالے ہیں کہ فوج دانے دانے کو ترس رہی ہے اور فوج نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یا رسول اللہؐ! اب تو پیٹ پچک کر کمر کو جا لگے ہیں۔ کھانے کو کچھ نہیں ہے اور پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں تا کہ چلنے پھرنے میں آسانی رہے لیکن اس موقع پر جب کمانڈرؐ اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاتا ہے تو اس نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ ایک دن بھوک، افلاس اور خوف سے تنگ آ کر جب معرکہ اپنے اختتام کو پہنچا تو اصحاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! اب تو کلیجے حلق کو آ گئے ہیں۔ صبر اختتام پذیر ہے۔ قرآن حکیم کی یہ آیت تو دیکھو کہ: ام حسبتم ان تدخلوا الجنة (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل کر دیے جاؤ گے۔ ولما یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) ہم نے تم سے پہلے بھی قوموں کو زیادہ شدت سے آزمایا تھا۔ مستھم البأساء والضرآء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین امنو معه (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) ان کو جنگوں، مال و دولت، قتل و غارت سے آزمایا گیا اور انہیں زلزلوں کے جھٹکے دیئے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور مومنین سختیوں میں پکار اٹھے، متیٰ نصر اللہ (البقرة ۲ آیت ۲۱۴)۔ اللہ کی مدد کہاں ہے؟ اس بیچارگی میں رسول ﷺ اور ان کی امتیں پکار اٹھیں کہ اس سے زیادہ اور سختیاں کیا برداشت کریں۔ اللہ کی مدد کہاں ہے؟ الآ ان نصر اللہ قریب۔ جہاں تمہارا صبر ختم ہوتا ہے وہاں اللہ کی مدد ہوتی ہے۔ اگر تمہارا صبر ختم ہو رہا ہے تو تمہارے درجات بڑھ رہے ہیں۔ جہاں تمہارا صبر ختم ہوتا ہے وہیں اللہ کی مدد ہے۔ اللہ تمہیں ضائع نہیں کرتا ہے اور جب تمہاری مشکلیں زیادہ ہو گئیں تو پیغمبر اپنی خاص حکمت سے تمہیں صبر کی تلقین کر رہا ہے اور دکھ برداشت کرنے کا حوصلہ دے رہا ہے لیکن جب اصحاب رسولؐ نے تنگ ہو کر کہا یا رسول اللہؐ! اب تو کلیجے حلق کو آ گئے ہیں تو فرمایا یہ لو چھوٹی سی دعا اور اسے پڑھ لو۔ اللھم استر عوراتنا وامن روعاتنا۔ یعنی اے اللہ! پردہ داری فرما اور امن عطا فرما۔ آپ کو بظاہر اس دعا کا جنگ سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا کہ اے اللہ! پردہ داری اور امن عطا فرما مگر رب کعبہ کی قسم اس سے بڑی کوئی دعا نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ ہماری کمزوریوں، حماقتوں، عجلت گزینیوں اور اداسیوں کی پردہ داری فرمائے۔ ہماری ان تمام پریشانیوں کو ایک ہی چیز ختم کر سکتی ہے اور وہ

Marfat.com

ستار عیوب کا کرم ہے۔ جب اس کا کرم شامل حال ہوتا ہے تو ہمیں اپنی پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے ہمیں اتنی جامع دعا بخشی ہے۔

اس دعا کی تاثیر اور قبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس خصوصی دعا کو عطا ہوئے ابھی صرف چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ آندھی آئی اور دشمنوں کے تخت الٹ گئے۔ سارے لوگ بھاگ گئے اور مدینے کی فضا نفاق اور کفر کے غلبے سے پاک ہوگئی۔

میرا یہ خیال ہے کہ میں آپ کا زیادہ وقت لے رہا ہوں۔ بس مجھے فلسفۂ جہاد پر کچھ اختتامی باتیں کرنی ہیں۔ جہاد ابتدائے اسلام ہے اور انتہائے اسلام ہے۔ جہاد آغاز مسلمان ہے اور انجام مسلمان ہے۔ جہاد ایک مسلسل کوشش کا نام ہے۔ جہاد ایک ایسی جدوجہد ہے جو بظاہر اس چار روزہ عارضی زندگی میں پوری نہیں ہو سکتی ہے اور آپ شاید مقصد کے حصول تک زندہ بھی نہ رہیں۔ شاید آپ شہادت پا جائیں کیونکہ موت اور شہادت اس جدوجہد کا راستہ روکتی ہے اور بعض اوقات ایسے لگتا ہے کہ جہاد کی کوشش ناکام ہے مگر یہ کاوش سکرات تک حصولِ علم ہے۔ یہ جبلی جبر و استبداد سے لے کر سکونت و سکینت علم تک مقصود علم و صداقت ہے۔ یہ علم اور محبت والوں کی تلاش ہے۔ جہاد کوئی معمولی سی کیفیت نہیں ہے اور یہ ایک چھوٹا سا Fixed Institution نہیں ہے۔ جہاد طلوع مہر سے نصف النہار اور ہلال سے مہ کامل تک اس مختصر وقفہ حیات میں بلوغت علم و فکر کی ایک متحرک اور جاں گسل کوشش ہے۔ جہاد حیات کی تکمیل کی آرزو اور جستجو ہے مگر حصول مقصد سے بے نیازی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اپنا مقصد حاصل کریں۔ جہاد مکمل تاریکیوں میں مسلسل جستجو کی ایک کرن ہے۔ جہاد بیم موج اور گرداب میں قُرب ساحل کی جاں گداز جدوجہد کو کہتے ہیں۔ کرب و بلائے صنم کدۂ حیات میں اس لمحہ نجات تک پہنچنے کا نام جہاد ہے جسے اقبال نے ایک شعر میں سمو دیا ہے کہ

نشانِ مرد حق دیگر چہ گویم   چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

کہ میں اب نشان مرد حق اور کیا کہوں کہ جب لمحہ مرگ آتا ہے تو اس کے چہرے پر تبسم ہوتا ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے کہ اس نے آغاز زندگی سے انجام زندگی تک رضائے پروردگار کو پورا کیا ہے۔ اب اسے کوئی غم، فکر اور آرزو نہیں ہے اور وہ سلامتی سے رب کریم تک پہنچتا ہے۔

بیم و رجا کے درمیان، دنیا و آخرت کے تقابل، انکار و اقرار کی کشمکش اور جبلی خواہشات اور کشف قلوب کے درمیان جہاد اس کوشش کو کہا جائے گا جو علم الیقین سے عین الیقین اور پھر حق الیقین تک پہنچتی ہے بلکہ ماہیت ربانی اور خدا کے تقرب تک پہنچتی ہے اور شہید اس عالم میں وہ Achievement حاصل کرتا ہے اور شہید میدان جنگ ہی میں نہیں بلکہ اپنے بستر پر بھی شہید ہو سکتا ہے اور جہاد اس دکھ، کرب اور بلا میں سے گزرتے ہوئے ارتقائے علم و معرفت کی منازل طے کرنے کا نام ہے۔ جہاد ایک Static order نہیں ہے۔ جہاد ایک ہی حیثیت نہیں ہے کہ تلوار پکڑی یا اٹھائی اور دشمن کو قتل کیا یا مقتول ہوئے۔ جہاد علم و عقل کا ارتقاء ہے اور علم و معرفت کی منازل طے کرنے کا نام ہے۔ میں جو بات کہہ رہا ہوں ذرا غور سے سنیے گا کہ یہ ایک ایسی ذہنی کشمکش کا نام ہے جس میں مسلمان عذاب و ثواب، خیر و شر، نیات اور اعمال کی

Marfat.com

تمام منازل سے گزر کر اپنی حس بقا اور اپنے Survival کو رب کریم کی نذر کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی جد وجہد ہے جو تمام زندگیوں سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اخلاص کے سوا جہاد کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

فصیل دل کے کلس پر ستارہ جو، تیرا غم تیری طلب، تجھے پانے کی آرزو، تیرا غم

اس کے سوا جہاد کچھ نہیں ہے۔ جو لوگ اس معرفت سے گزرے اور یوم الست کے پیمان کی تصدیق کی ہے جہاد اس کو Recover کرتا ہے۔ آپ الست کے دن جو بندگی کا اقرار کر کے آئے تھے اُس کو Recover اور Discover کرنے کا نام جہاد ہے۔ جہاد یوم الست کے اقرار و وفا کی تجدید، دل و جان سے عہد و پیمان کی تصدیق، لادینیت کے سراب، ظن وتخمین کے حجاب اور شکوک وشبہات کے خارزاروں سے گزر کر شبستان محبت و اخلاص میں لحۂ وصال پروردگار ہے۔

ترکِ جہاد، ترکِ زندگی اور ترکِ اسلام ہے۔ جہاد وقتی اور لمحاتی نہیں ہے۔ جہاد زندگی کے وساوس کی طرح نہیں ہے۔ جہاد ایک وسوسہ اور وہم نہیں ہے۔ جہاد جوش اور خروش ہے۔ جہاد وساوس زندگی کی طرح وحشت اور پائل کی جھنکار یا طبلے کی تھاپ نہیں ہے۔ جہاد کم عقل لوگوں کے زمینی حقائق، موازنہ اسباب اور دنیاوی آرزوؤں کے سراب اور کشادہ معیشت کا خواب نہیں ہے۔

جہاد فقر مصطفےٰ ہے۔ جہاد جنون علم اصحابؓ صفہ ہے۔ جہاد صدق صدیقؓ اکبر ہے۔ جہاد جنگ نفس عمرؓ ہے۔ جہاد جود وسخائے عثمانؓ ہے۔ جہاد طلوع شمشیر حیدرؓ ہے۔ دست یزداں علیؓ ہے۔ جہاد ایک مکمل، مؤثر اور مربوط کوشش ہے۔ خالدؓ بن ولید سیف اللہ کی سپہ سالاری کو جہاد کہتے ہیں۔ جہاد انتظام و انصرام میں امین الامت ابوعبیدہؓ بن جراح مجاہد ہے۔ جہاد اوج ثریا سے معلق علم کے لعل شب چراغ کے لئے مالکؒ و ابوحنیفہؒ اور حنبلؒ اور شافعیؒ کی تحصیل علم ہے۔ جہاد غربت و مسافرت کے صحراؤں کو عبور کرتے، ایک ایک حدیث رسولؐ کے لئے بخاری و مسلم کی ہمت، جرأت اور جذبۂ تحصیل کی داستان ہے۔ جہاد قرون اولیٰ کے ان مجاہدین کی اعلیٰ روایات کا نام ہے جو ہیرو اور ایٹن کی درسگاہوں کو شرمندہ کرتا ہے۔ جو پیشانیوں پر خدا کا نور، چہروں پر وصال خداوندی کی آرزو اور زبانوں پر تسبیحات پروردگار کا ورد لئے قادسیہ اور یرموک، اجنادین، انطاکیہ اور مدائن کے مضبوط ترین حصاروں کو ملیامیٹ کر گئے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

جہاد اہل بیت محمد ﷺ کے علم کی طرح ہر صلے اور گلے سے آزاد، حرص و آز سے بے نیاز، نشیب و فراز سے بے پرواہ ایک ایسی متوازن اور معتدل کاوش کا نام ہے جو کربلا کے زہرہ گداز حادثے کو بھی پرِ کاہ نہیں سمجھتے۔ دور حاضر استثنائی نہیں ہے۔ It's not exception. Today is no exception. اور یہ بھی نہیں کہ دامن اسلام تہی ہے۔ یہ بھی نہیں کہ تاتلانہ حکم جاری ہو چکا ہے اور کفر و اسلام کے خیمے جدا جدا ہو چکے ہیں۔ آسمانی حقائق اور زمینی حقائق کا تصادم یقینی ہے۔ نفاق اور لادینیت کی سرکشی عام ہے۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا: ظهر الفساد فی البر و البحر (الروم ۳۰ آیت ۴۱) بحر و بر میں فساد پھیل چکا ہے۔ گندم نما جو فروش علماء اور حکام اپنے عارضی غلبے پر مسرور اور مطمئن ہیں۔

Marfat.com

جبلی اجتہادت، درویشی وسلطانی ہم آہنگ ہے۔علمائے سُو، اور حکام فتنہ جو باہم شیر وشکر ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ظلمت اور تاریکی کا سمندر موجود ہے مگر مرج البحرین کا آب صفا مفقود ہے۔ دنیائے دوں کا ذہن غالب ہے۔اس حوالے سے جو رسول اکرمؐ کی حدیث ہے کہ جب غالب علماء اور حکام یک جان دو قالب ہوں گے،اس وقت امید دم توڑتی نظر آتی ہے۔اب توقعات پوری ہوتی نظر نہیں آتی ہیں۔ جو قلم اٹھاتا ہے، قلم کاٹ دیا جاتا ہے، جو سر اٹھاتا ہے، سر کاٹ دیا جاتا ہے۔اہل جبر واستبداد کو شہیدوں کے سر کاٹنے بہت پسند ہیں۔انہوں نے تفاخر سے کہا ہے کہ اگر مسلمان آرزوئے شہادت رکھتا ہے تو ہم نہایت شوق سے اس کی یہ آرزو پوری کریں گے۔طنز و تشنیع کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ان کے ذہن مار آستین کی طرح ہیں جو ہر طرح سے مسلمانوں کو ڈس رہے ہیں۔ان کو نفسیاتی اذیت پہنچا رہے ہیں۔

یہ Practical اذیت کچھ وہ اور کچھ ان کے کارندے پہنچا رہے ہیں۔مسلمانوں کی شکستہ پائی نے ان کی منزل کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔اسلام اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ قرآن کی آیات پر تصرف ہو رہا ہے۔قرآن کو اساطیر الاولین سمجھا جا رہا ہے۔ کچھ فیصلے اللہ بھی کر چکا ہے۔اللہ کسی غریب قوم کو نہیں مارتا ہے۔اللہ کسی پست درجے کی معیشت کو تباہ نہیں کرتا ہے۔وہ بھوکے لوگوں کو تو دیتا ہے۔حدیث قدسی ہے کہ بھوکا تو کفر کے قریب ہوتا ہے۔اس کے مارنے کا دستور جدا ہے۔اس نے قرآن حکیم میں فرمایا: ''وکم اهلکنا من قرية بطرت معيشتا (القصص ۲۸ آیت ۵۸) ہم قوموں کو اس وقت پکڑتے ہیں جب وہ اپنی معیشت پر اترا رہے ہوتے ہیں۔ہم قوموں کو عروج میں پکڑتے ہیں۔ہم نے بابل اور نینوا کو عروج میں پکڑا۔ہم نے عاد، ثمود اور قوم سبا کو ان کے عروج میں پکڑا۔ہم کمزور قوموں کو نہیں مارتے۔آپ اس لحاظ سے کم از کم خدا سے محفوظ ہیں مگر کیا پرانی بستیوں کے آثار دنیا سے اٹھ چکے ہیں؟ کیا بیسیوں متکبر اور متمرد تہذیبوں کے سراغ معدوم ہو چکے ہیں؟ ایسے بہت سے مقام ہیں کہ جہاں اگر ناخنوں سے بھی زمین کو کھودا جائے تو کوئی نہ کوئی نشانِ عبرت سامنے آجاتا ہے۔تاریخ عالم کے مقدر میں خروج دجال سے بڑا کیا فتنہ ہوگا مگر کیا آپ بھول گئے ہیں کہ خدا کیا کہتا ہے؟

لمن الملک اليوم (مومن ۴۰ اایت ۱۶) بتاؤ تو ملک کس کا ہے لله الواحد القهار (مومن ۴۰ آیت ۱۶) کیا اس کے سامنے دجال بھڑکے گا۔کیا تمہیں اس کا خوف دلایا جائے گا جو جلال واکرام کا رب وضاحت سے آپ کو کہہ رہا ہے۔ليظهره على الدين كله (التوبة ۹ آیت ۳۳) میں واحد ہوں۔میں قہار ہوں۔کیا بحرانوں کے اس جہان میں لوہے اور آگ کے چیل اور کوے آپ کو ڈرائیں گے؟ ان کا خوف آپ کے دلوں میں طاری ہوگا؟ کیا آپ فراموش کر گئے ہیں کہ آپ کے پروردگار نے فرمایا ہے کہ ہم ہر حال، ہر دجل وفریب، دنیا کے ہر بحران، قوت واستبداد کے ہر مظاہرے اور فرعون، نمرود اور ہامان کے ہر دور میں بھی اسلام کو غالب رکھیں گے۔ليظهره على الدين كله (التوبة ۹ آیت ۳۳) ہم ہر حال میں اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائیں گے۔

کیا آپ حدیث رسولؐ کو فراموش کر بیٹھے ہو؟ کیا آپؐ نے نہیں فرمایا ہے کہ میری امت فتنہ دجال پر غالب آئے گی۔آپ کب بھول گئے؟ آپ بھول گئے ہو کہ صرف اور صرف جہاد علم، جہاد عمل، جہاد تربیت نفس اور جہاد بالسیف

Marfat.com

ہی اس المیے سے آپ کو باہر نکالنے کا طریقہ ہے۔ اسلام جہاد کے بغیر بکھرے ہوئے کاغذوں کا طومار ہے۔ اسلام جہاد کے بغیر جسد بے جان ہے۔ جہاد ہی اسلام ہے اور اسلام ہی جہاد ہے۔

و ما علینا الی البلاغ المبین

سوالات وجوابات

عمل کے بغیر پیغام کا فلسفہ!

سوال: ہم لوگ پہلی جماعت سے پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ قطار بنایئے ہمیں آپ کی نسل یہ پیغام تو دیتی ہے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اس کا عملی مظاہرہ دکھانے کا موقع ہے یا نہیں۔ Discipline کے حوالے سے ایک عمومی سوال ہے۔

جواب: ہمارے ہاں Discipline کا سب سے بڑا دشمن عجلت ہے اور مدتوں سے اس احساس کی محرومی ہے کہ طاقتور اور بااختیار لوگوں کے کام سرعت سے ہوتے ہیں تو ہم لوگ Mercenary Attitude کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے بندے کی طرح کہ جس کو معلوم ہے کہ شاید آج کے بعد دوسرا لمحہ ہمارا نہ ہو۔ لہٰذا ہماری عجلت ہی ہمارے Discipline کی بے ترتیبی کا باعث ہے۔ اگر ایک مستحکم اور مضبوط حکمرانی ہو اور لوگوں کو اطمینان ہو کہ ہمارے حکومتی کارندوں پر بھی قانون لاگو ہوتا ہے اور وہ بھی نظم ونسق کی پابندی کرتے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ ہم بہت جلد Discipline کو پلٹ سکتے ہیں۔

دوسری بات خوف کے بارے میں ہے کہ استاد Normally شاگردوں کو خوف سے Discipline سکھاتے ہیں۔ جب استاد کی شخصیت اتنی دلچسپ اور Attractive نہ ہو اور اس کے کردار میں کوئی ایسی چمک نہ ہو جو دوسرے کو متاثر کرے تو ایک بے رنگ، بے ربط اور ایک بے مزا سی استادیت بچوں کو بغیر لاٹھی کے قابو نہیں کر سکتی ۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس میں کچھ استادوں کا بھی قصور ہے۔ بہر حال میرے نقطہ نظر سے استاد اپنی عظمت و بزرگی کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ نے دنیا کی مشکل ترین کلاس پائی تھی۔ اتنے بدتہذیب، گنوار، ظالم اور سرکش طالب علم تھے کہ کلاس میں گھسنے کے بجائے استاد کی جان کے بھی درپے تھے مگر اس استادِ عظیم نے کسی کے لیے چھڑی استعمال نہ کی، کسی کے ساتھ سختی کا رویہ نہ رکھا اور نہ کسی کو بددعا دی اور دنیا کی بدتمیز ترین کلاس کو اصحاب رسولؐ میں بدل دیا۔

Marfat.com

دوسروں کے خفیہ راز جاننا صحیح ہے؟

سوال: آپ مختلف لوگوں کے بارے میں ان کا Internal Phenomena بتا دیتے ہیں اور Define کر دیتے ہیں۔ کیا یہ آپ کا تجزیہ ہوتا ہے یا آپ کو تقدیر کا علم ہے اور کیا یہ ایک غلط بات نہیں ہے کہ آپ ہمارے Secret خیالات پڑھ لیتے ہیں؟

جواب: دیکھیں جی! آپ میرے خفیہ رازوں کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ بہر حال میں اتنا ضرور کہوں گا کہ غائب و شہود کے درمیان عقل حجاب ہوتی ہے اور جس کی عقل زیادہ متجسس، فتنہ جُو اور سراغ رساں ہے اور اس دنیاوی اور الٰہیاتی سراغ رسانی کے تمام عناصر موجود ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً ایسے خفیہ رازوں کا پتا لگا لیتی ہے جو عمومیت کے نزدیک خفیہ راز ہیں۔ وہی خصوصیت کے نزدیک علم ہوتا ہے اور خصوصی علماء ہی ان سے آگاہ ہوتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ کو لفظ کشف استعمال کرنا ہے جیسے اشتقاق لفظ ہے۔ ایک کشف ہے الہام ہے، تو کشف والہام دونوں علم کی اعلیٰ ترین Sophistications کے نام ہیں۔ اعلیٰ ترین Sophistication عقل کی الہام ہے۔ عقل جبلت سے شروع ہوتی ہے اور جبلت کی یکسانیت کی وجہ سے تمام عمومی لوگوں میں جو ذہانت موجود ہے اس کو ہم Common Intelligence کہتے ہیں۔ اس Intelligence کے حصول میں انسان، جانور، برگ و بار تک یکساں ہیں اور وہ درخت بھی Intelligence رکھتا ہے کہ جس کے اوپر کیڑے مکوڑے بیٹھتے ہیں اور وہ بڑی مہارت سے ان کا خون چوس لیتا ہے۔ جب یہ جبلت تہذیب یافتہ ہوتی ہے اور شناخت علم پاتی ہے۔ Data Collect کرتی ہے، تو اس کو Intellect کہتے ہیں اور اسی Intellect کی بنیاد پر لوگ Intellectual، دانا اور بینا بنتے ہیں اور علمیت کے دعویدار ہوتے ہیں۔ جب یہ Intellect کسی ایک نقطے پر مرکوز اور جذب ہو جائے تو پھر فلیمنگ اور نیوٹن پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت سارے سائنسدان اور دانشور جب ایک نقطے پر عقل کو استعمال کرتے ہیں تو جو خصوصی علم پیدا ہوتا ہے اس کو ہم Intuition یا وجدان کہتے ہیں۔ وجدان جب توجہ الٰہیات میں جاتا ہے اور مابعد الطبیعات کی سیر کرتا ہے اور خداوند کریم کی آرزو کرتا ہے اور تجاہل سے تعارف کو بڑھتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے خصوصی ادراک اور فہم و فراست سے آشنا کرتا ہے۔ فا لھمھا فجورھا وتقوٰھا (الشمس ۹۱ آیت ۸) تو پھر یہ علم Intuition سے آگے بڑھ کر الہام ہو جاتا ہے اور الہام خیر بھی ہے اور الہام شر بھی ہے جیسے شیطان کے لوگوں کو شیطان الہام کرتا ہے اور خدا کے بندوں کو خدا الہام کرتا ہے اور یہ وہ درجہ عقل ہے جو ہمارے اولیاء اللہ تعالیٰ کو نصیب ہوا۔

کیا اسلام لُوٹ مار کا مذہب ہے؟

سوال: سریہ کی نوعیت کیا ہے۔ جس میں تھوڑے مجاہد نکلتے تھے اور کفار کے قافلوں پر حملہ آور ہوتے تھے کیونکہ بعض مغربی مفسرین اس کو بنیاد بنا کر اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام لوٹ مار کا مذہب ہے؟

جواب: یہ بہت ہی سطحی رائے ہے اور بدنیتی پر مبنی ہے۔ اگر آپ تاریخ اسلام پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو آغاز اس وقت سے کرنا ہوگا جب آقا و رسولؐ نے تبلیغ شروع کی۔ جب آپؐ نے تبلیغ شروع کی تو کفار نے آپ کو شعب ابی طالب میں اپنے

Marfat.com

خاندان سمیت مقید کر دیا۔ جب اس مشکل اور آزمائش سے آپ نکلے تو آپ کو مکہ میں تبلیغ کی اجازت نہ دی گئی۔ آپؐ طائف میں گئے۔ وہاں پر بھی آپؐ پر پتھر برسائے گئے۔ اس کے بعد آپؐ ایک شخص کی پناہ میں اس شرط پر آئے کہ مکہ میں تبلیغ نہیں کروں گا پھر وہ لوگ جو حج کرنے آتے تھے آپؐ نے انہیں اپنے شہر سے باہر منیٰ میں ملنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں اوس اور خزرج کو تبلیغ شروع کی اور ایک نوبت یہ آئی کہ آپؐ کو تبلیغ کے لئے مکہ سے باہر نکلنا پڑا۔ اس جدوجہد میں آپؐ کے خاندان پر کئی ستم ٹوٹے اور آپؐ نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں ہجرت کی۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مکہ کے کفار آپؐ کے لیے کسی مہربانی کا ارادہ رکھتے تھے؟ کیا انہوں نے حبشہ کے بادشاہ کو نہیں لکھا کہ انہیں یہاں سے نکالو؟ کیا انہوں نے کوشش نہیں کی کہ انہیں مدینہ میں تنگ کیا جائے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ تمام کفار مکہ اس قافلہ قریش پر نظریں لگائے بیٹھے تھے جو قافلہ شام سے مال واسباب لے کر آرہا تھا؟ کیا تاریخ میں یہ نہیں لکھا کہ یہ اسباب اس لیے اکٹھے کئے جا رہے تھے کہ مسلمانوں کو ایک دم سے ختم کر دیا جائے؟ کیا رسولؐ نے اپنے اور اپنے اصحاب کے دفاع میں اللہ کی مرضی کے ساتھ یہ فیصلہ نہیں کیا کہ اب اس قافلے پر حملہ آور ہو جاؤ تاکہ ہم ان کے طلب و رسد کے راستے کاٹ دیں؟ کیا اسے لوٹ مار کہا جائے گا؟ یہ تو جارحیت میں بھی نہیں آتا۔ یہ تو دفاع میں آتا ہے۔

قربِ الٰہی کا حصول کاوشوں کا ثمر ہے؟

سوال: انسان کو قربِ الٰہی اپنی کاوشوں سے ملتا ہے یا اللہ خود انسان کو اپنے لئے منتخب کرتا ہے؟ اگر فقیر By birth منتخب کر لیا گیا ہوتا ہے تو عوام کو قربِ پروردگار کے لئے اتنی صعوبتیں کیوں برداشت کرنا پڑتی ہیں؟

جواب: یہ سوال غیر ضروری ہو جاتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ مجھے آپ کو سوال کرنے کے لیے اللہ نے پہلے ہی سے مسلمان ہونے کی توفیق دے دی ہے۔ اس کے بعد پھر یہ کہنا کہ اللہ نے ولایت مخصوص کر دی ہے جیسے میں پہلے لیکچر میں کہہ چکا ہوں کہ جو طلب خداوند میں جدوجہد کرتا ہے، جستجو کرتا ہے، آرزو کرتا ہے، جہاد کرتا ہے، پھر اس جہاد کے سلسلے میں خدا سے کہیں مقام شہادت میں ملتا ہے اور اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کس طرح ایک مالدار کو خوف وحزن سے آزادی عطا کرتا ہے کہ جس کے پاس سوائے مال کے کوئی صفت نہیں ہوتی ہے اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اس لیے کوئی ایسی تخصیص اللہ کے یہاں بندوں میں نہیں ہے۔ البتہ درجات بندگان درجات علم سے ہیں اور خداوند کریم بار بار فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک وفوق کل ذی علم علیم (یوسف ۱۲ آیت ۷۶) کہ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے اور درجات عبادت تو ہوتے ہیں مگر ان کی وجہ سے ولایت جو ہے اس کا Decision نہیں ہوتا بلکہ اصل Decision خدا کے نزدیک درجات علم پر ہوتا ہے اور اللہ کو بہتر پتا ہے کہ امانتِ علم کو کہاں رکھنا ہے۔

روح کا وجود ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: روح کیا ہے اور اسکی Physical Existence کو Laboratory میں ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

اگر ثابت کیا جا سکتا ہے تو کیسے؟

جواب: لیبارٹری میں تو روح کی Physical Existence ثابت نہیں ہو سکتی ہے Laboratory میں اتنے Finest Instruments نہیں ہوتے کہ روح جیسی کسی لطیف چیز کو دکھاتی پھرے۔ اس کے لیے تو مخصوص قسم کے تکنیکی آلات اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے، جو عام آدمی کے شعور اور فکر سے ماورا ہے۔ اس لیے میں روح کا مقام چند احادیث کی روشنی میں متعین کرتا ہوں۔ اس حوالے سے قرآن کریم میں کہا گیا: ویسئلونک عن الروح (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۸۵) کہ پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے تو ان سے کہہ دو کہ: قل الروح من امر ربی (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۸۵) اللہ کا حکم ہے ۔وما اتیتم من العلم الا قلیلا (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۸۵) مگر تم لوگوں کو اسکا علم بہت کم دیا گیا ہے اور قلیل علم کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی کم لوگ شاید اس علم تک پہنچے ہوں۔ ایک Century یا پورے ایک مذہب میں ایک آدھ بندہ کہہ سکتے ہیں جو روح کی اس شناخت کو پہنچا ہو مگر کچھ احادیث ایسی ہیں جن کی وجہ سے ہم روح کے ایک Pattern اور انداز تک پہنچ سکتے ہیں۔ میرے نزدیک آج کے Modern زمانے میں روح کی اہمیت سمجھنا زیادہ آسان ہوگئی ہے۔ جب سے یہ Microchips کا دور آیا ہے۔ مجھے تو سمجھ میں آتا ہے کہ روح کیا ہے کیونکہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے آدمؑ کی ذریت کو اسکے ہاتھ میں رکھا تو آدمؑ نے دیکھا کہ ایک ہاتھ میں چمک دار دانے Silicon Chips اور ایک ہاتھ میں تاریک دانے ہیں۔ آپ تاریک دانوں کو دیکھ کے روئے اور چمکدار دانوں کو دیکھ کے خوش ہوئے۔ چمکدار دانے نجات یافتہ اور تاریک دانے سزا یافتہ ارواح تھیں۔ جو عذاب یافتہ تھے اس سے یہ پتا لگتا ہے کہ روح کہیں مقید ہے۔ وہ آوارہ نہیں گھومتی ہے۔ وہ بندے کے اندر موجود ہے اور اسکا وجود ہے۔ جب روح کا وجود ہے تو اس کا کوئی تشخص ضرور ہوگا اور وہ ریڑھ کی ہڈی کے آخری مہرے میں نصب ہے اور وہاں سے اس کو نکالا جا سکتا ہے اور نکالنے کا جو Unseen Operation ملائکہ کرتے ہیں اس میں دو چیزیں بڑی واضح ہیں کہ جو روح بظاہر آرائش دنیا میں الجھ گئی ہے یا جس کی دلچسپیاں زیادہ ہوں تو اس کی Censor Entanglements اتنی زیادہ ہو جاتی ہیں کہ ملائکہ اس روح کو بڑی اذیت سے نکالتے ہیں مگر وہ روح جو دنیا سے Detach رہتی ہے اور مرتے وقت اسکا حساب یا Balance عمدہ ہوتا ہے اسے نکالنے کے لئے ملائکہ کو سہولت ہوتی ہے۔ اس کی مثال دانت یا ڈاڑھ کی طرح ہے۔ یعنی کسی کی ڈاڑھ آسانی سے نکل آتی ہے اور کسی کی بڑی اذیت سے نکلتی ہے اور کسی کی جب عقل ڈاڑھ نکالنی ہو تو اذیت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ مختصراً میں اس کے اوپر کوئی سند نہیں دے رہا ہوں مگر میرے نزدیک روح انتہائی Finest Microchip ہے جو ہر حالت میں سلامت رہتی ہے۔ یہ Microchip سلامت ہو تو اپنا Function کرتی رہتی ہے اور اس Chip کو ملائکہ ہی مہارت سے Operate کر کے نکال سکتے ہیں۔ میرے پاس بڑے معزز سرجن بیٹھے ہیں۔ اگر وہ یہ Challenge قبول کریں تو بات ہی کیا ہے!

Marfat.com

روح قبض کرنے کا طریقہ؟

سوال: ایک حدیث ایسی بھی ہے کہ روح ایک ریشمی کپڑے پر نکالی جاتی ہے یہ حدیث کہاں تک صحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔
جواب: یہ حدیث صحیح ہے۔ بہر حال روح کا کوئی نہ کوئی وجود ضرور ہے اور اس کیلئے ایک حدیث ہے کہ زمین ریڑھ کی ہڈی کے آخری مہرے کے سوا سب کچھ کھا جاتی ہے۔ گو ہمارے پاس اس کا کوئی Scientific Evidence نہیں ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ یہ ریڑھ کی ہڈی کا آخری مہرہ ہی ہو سکتا ہے کہ اس مہرے کے اندر کوئی انتہائی Fine Particle ہو جو High Degree Temperature یا کسی قسم کی Chemical Decomposition کو Resist کرتا ہو۔ حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے۔

مصوری اور تصویر کشی کا پس منظر!

سوال: کیا اسلام میں مصوری اور تصویر کشی جائز ہے؟ اور اگر نہیں تو پھر اس کے اسباب کیا ہیں؟
جواب: میں آپ کو بتاؤں کہ اللہ نے اپنے آپ کو هو الله خالق البارى المصور (سورۃ الحشر) کہا ہے۔ لہٰذا تصویر، شعر اور ادب کے ان تمام پہلوؤں اور حوالوں کو غیر معقول کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ ''سیرت ابن ہشام'' میں ہے کہ ان تمام انبیاء کی تصاویر ایک کلیسا میں موجود تھیں اور قرآن نے تاریخی انداز میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ تصاویر بناتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ یہ Question ابتدائے اسلام میں آیا تھا۔ کیونکہ اُس وقت بت پرستی عام تھی اور رسول اللہ بہت Careful تھے کہ ان کو کوئی عادت دوبارہ بت پرستی کی طرف مائل نہ کر دے اور اس وقت کیلئے یہ Order مخصوص تھے مگر بعد میں بنو عباس اور بنو امیہ نے جو محل بنائے ان پر انتہا درجے کی Decorations کیں اور بے شمار تصاویر بنائیں جس کو اس وقت کے حنبلی اور شافعی نے Challenge نہیں کیا تھا۔ اس لیے میرا خیال نہیں کہ تصویر کشی پر کوئی ایسا الزام آ سکتا ہے۔ جیسے قرآن میں تناسخ موجود ہے۔ جگہ جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ما ننسخ من آية اوننسها نات بخير منها اومثلها الم تعلم ان الله على كل شيء قدير (البقرة ۲ آیت ۱۰۲) ایک آیت منسوخ کرتے ہیں تو اسکی جگہ ایک بہتر آیت دے دیتے ہیں تو اسی طرح بعض احادیث ضرور ایسی ہیں کہ جو پہلے اور معنی رکھتی تھیں اور شاید کسی بندے کو یہ Confusion لگتا ہو کہ جس کام سے روکا گیا تھا بعد میں اسے ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ کام کرنے کی اجازت آ گئی ہے۔ پہلے بعض اشیاء حرام تھیں پھر وہ مکروہات میں چلی گئیں۔ لہٰذا حدیث بھی مذہب اور قرآن کے ساتھ ساتھ ایک Progress ہے۔ اس میں قطعاً تناقض نہیں ہے۔ بلکہ ایک Natural Progress ہے۔ جب ایک عام آدمی کے لیے کفر و شرک کی طرف پلٹنے کے خطرات ختم ہو گئے ہوں تو پردے ڈالنے کی شاید ممانعت نہ ہو لیکن جب آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ ابھی آپ کی ذہانت میں اس پرانی مثالیت پرستی، کفر اور زندیقی کی علامت موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے پردے لگانے سے روکا ہے۔ اسی طرح جب حضرت محمدؐ نے نقش و نگار والا ایک ریشمی کپڑا حضرت عمرؓ کو دیا تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ! یہ کیا ہے؟ آپؐ تو ریشمی کپڑا پہننے کو منع فرماتے ہیں اور مجھے دے رہے ہیں۔ فرمایا تجھے پہننے کو کب کہا ہے؟ تو اسے بیچ دے یعنی اس کی تجارت ممنوع نہ قرار پائی۔ کسی اور نے تو

Marfat.com

لینا تھا۔ ظاہر ہے اس طرح کی اجازتیں موجود تھیں۔ ماضی میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا تھا اور بعد میں اللہ نے آسانیاں عطا کی ہیں۔ میں نے ابھی قرآن کی آیت پڑھی کہ خدا دعویٰ کرتا ہے کہ اے مسلمانوں! ہم نے آپ کا دین آپ پر آسان کیا ہے۔

آپ جادوگر ہیں یا پروفیسر؟

سوال: لوگوں نے اب آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا ہے۔ براہ مہربانی تبصرہ کریں!

جواب: آپ کو پتا ہے آج کا جادوگر ڈیوڈ کوپرفیلڈ ہے۔ Top درجے کا Illusionist ہے اور میں نے بڑی کوشش کی کہ اسکی دو چار Tricks سیکھ لوں مگر سیکھ نہیں سکا۔ جادوگر اور استادوں میں یہ بنیادی فرق ہے کہ اُستادوں کی مہارت لفظی اور خیالی نہیں ہوتی ہے جبکہ جادوگر کے متحرک بازو اور ٹانگیں فرق ڈالتی ہیں۔ بدقسمتی سے میری ٹانگ جب سے زخمی ہوئی ہے میں اس تحرک سے بھی چلا گیا ہوں۔ اس لیے قطعاً کوئی گمان نہیں ہے کہ میں جادوگر ہو سکتا ہوں۔ باقی جو دو چار ہنر ہیں آپ یقین جانیے کہ مجھے یہ خدا کے حضور سے ملے ہیں کسی جادوگر کے آستانے سے نہیں ملے۔

ڈاڑھی کس انداز اور سائز کی ہو؟

سوال: ہم نے اکثر لوگوں کی مختلف ڈاڑھیاں دیکھی ہیں۔ سنت کے مطابق ڈاڑھی کس انداز اور کس سائز کی ہونی چاہیے؟

جواب: میں اتنا سمجھتا ہوں کہ اللہ نے کہا ہے کہ جب تم نماز میں جاؤ تو اپنے بالوں کو زینت دو۔ میرا خیال ہے ڈاڑھی کا فلسفہ شاید طوالت اور اختصار میں نہیں ہے۔ بہت سارے لوگ ایسے ہیں۔ اللہ میاں نے چند اور چھوٹے چھوٹے نامعقول بالوں سے نوازا ہوا ہے اور کچھ لوگوں کی ایسی جھاڑ جھنکاڑ ہے کہ اللہ کی پناہ! مگر میرا خیال یہ ہے کہ جتنے بھی بال رکھو، ڈھنگ سے اور سلیقے سے رکھو۔ حضرت ابوقتادہؓ کی حدیث ہے کہ ان کے بال بہت لمبے تھے۔ بال چاہے ڈاڑھی اور سر کے ہوں۔ ان کے لیے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ان کی توقیر کیا کرو۔ ان کی عزت کیا کرو، تو حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ میں پہلے ان کو ایک دفعہ دھوتا تھا۔ پھر اس کے بعد میں ان کو دو دفعہ دھوتا، کنگھی کرتا اور ان میں تیل لگاتا تھا۔ اگر آج لوگوں کے پاس یہ حدیث آئی ہوتی تو لوگ کہتے کہ حضرت ابوقتادہؓ زنانہ قسم کے آدمی تھے اور ہر وقت بالوں کو کنگھی کرتے رہتے تھے۔ میرا اپنا بالوں کے بارے میں یہ خیال ہے کہ بال جو بھی رکھے، سلیقے سے رکھے تاکہ خوبصورت لگیں۔ بہرحال بال ہر حال میں زیب و زینت کا باعث ہیں۔ بال عورتوں یا جانوروں کے ہوں خوبصورتی کی علامت ہیں۔ لہٰذا بال جہاں بھی ہیں دلکشی کا سبب ہیں اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ جس کو میں یہ نعمت عطا کروں وہ اسکی قدر کرے اور محبت سے سنوارے اور اچھی طرح ان کو رکھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ایک شخص جسکی ڈاڑھی بھی خوفناک حد تک بڑھی ہوئی تھی اور وہ اسی طرح جھاڑ جھنکاڑ کے ساتھ آیا تو حضرت عمرؓ از حد غضبناک ہوئے اور آپ نے کہا کہ اس کو پکڑو۔ اُسکو پکڑا گیا اور بڑا شور مچا۔ آپ نے کہا کہ اسکا سر ٹانگوں میں پھنساؤ۔ پھر ایسے ہی کیا گیا۔ وہ بڑا چلایا۔ پھر حجام کو بلایا گیا اور اُسکی ڈاڑھی

Marfat.com

صاف کرائی گئی۔ یقیناً تھوڑی تھوڑی چھوڑ دی گئی ہوگی۔

قول و فعل میں تضاد کی صورتیں!

سوال: ہم امریکہ کے بہت خلاف ہیں مگر یہ کیا Trend ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ ہی بھیجتے ہیں۔ کیا یہ اعلیٰ تعلیم اسلام سے دوری کا دوسرا نام ہے؟

جواب: Well, I tell you one thing very simple میں نے علم کی جو داستان پاکستان میں دیکھی ہے، فقط رسوائی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہاں بہت سارے Parents اپنی اولاد کے لیے انگریزی سیکھنا بولنا اور پڑھنا ہی علم سمجھتے ہیں۔ جہاں تک علمیت کی بات ہے مجھے بھی مخلوق میں رہتے ہوئے ایک مدت ہوگئی ہے۔ میں نے کوئی عالم انگریزی مکتبہ فکر سے اٹھتا ہوا نہیں دیکھا ہے، جس سے متاثر ہوا ہوں۔ I don't have any witness so far. کہ کوئی ایسا اچھا عالم نکلا ہو جیسے ہمارے پرانے عالم اور دانشور تھے۔ میں اسکی مثال دیتا ہوں کہ ہمارے ہاں فزکس میں چند مشہور نام ہود بھائی، افتخار بھائی اور اسلم بھائی ہیں۔ بہت سارے بھائی ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ یہ یورپ سے پڑھے صبح و شام یورپ جاتے ہیں۔ Latest information سے آگاہ ہوتے ہیں۔ چندراشیکھر کی طرح ان میں سے کوئی نام کاسمولوجی کی کتاب میں کیوں درج یا شامل نہیں ہوا؟ کیا پاکستان میں کوئی ایسا Physicist ہوا ہے کہ جس کی تحقیق و جستجو اسکی ناموری اور شہرت کا باعث بنی ہو۔ میرا خیال ہے کہ آج کل کے علماء اسی قسم کی تعلیم سے بہرہ ور ہیں۔ انگریزی تعلیم یا Modern سکولوں کی تعلیم والے صرف Social حد تک آپ کو Impress کر سکتے ہیں مگر جہاں تک خصوصی تعلیم کا تعلق ہے، وہ Language سے نہیں بلکہ ذہنی Depth سے حاصل ہوتی ہے اور اس Generation میں Particularly ذہنی Depth کو کمزور رکھا جا رہا ہے۔

جہاد سے گریز کی کوششیں!

سوال: آج سکولوں اور کالجوں کی نصابی کتب سے جہاد کی آیات نکال دی گئی ہیں۔ آپ وضاحت کریں کہ حکومت کا یہ اقدام صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب: میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وزیر تعلیم سکول سے بھاگنے والے تھے اور ان کی جملہ تعلیمی اقدار اس قدر ناقص ہیں کہ ان کو تو جبری محنت پر لگا دینا چاہیے کیونکہ یہ محکمہ تعلیم کو سوٹ نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے سب سے احمقانہ بات یہ کی ہے کہ علامہ اقبال ناقابل فہم اور مشکل ہے۔ اسکی جگہ اختر شیرانی کی نظمیں یا Modern گانے Add کر دو۔ موصوف کہتے ہیں کہ جس وقت ان کا سوالنامہ Issue ہوا تو اس حوالے سے لوگوں نے جب اعتراض کیا تو انہوں نے سوالنامہ واپس لے لیا۔ اس پر کوئی Judgement نہیں تو یہ Secular ہیں اور Secular System of Education اس قدر احمقانہ ہے کہ میں اس کو مذہب کا ناجائز بچہ کہتا ہوں۔ Secular مذہب کا Illegitimate Child ہے۔ وہ مذہب

Marfat.com

کی اچھی خوبیاں لے لیتا ہے مگر مذہب کی Morality کو ترک کر دیتا ہے۔ سیکولر لوگ خدا کی حاکمیت کے انکاری ہوتے ہیں اور آپ کے سامنے اپنے آپ کو بڑا اچھا مسلمان Present کرتے ہیں۔ مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ کیا موجودہ حکمران ہماری بدقسمتی نہیں ہیں؟ تو میں نے انہیں کہا تھا کہ جیسے آرمی میں تقسیم ہوتی ہے Well, above average, above the average تو موجودہ حکومت کے تمام مشیر Well below the average ہیں۔ اسکور دکا نہیں جا سکتا ہے۔ ہم جس قسم کے Remarks تعلیم کے حوالے سے سنتے ہیں کہ اقبال چونکہ بہت مشکل ہے، اسکو نکال دو۔ قرآن چونکہ ذرا Difficult ہے اس کو نکال دو۔ قرآن کی آیات میں جہاں جہاد کی Presentation ہے اسکو نکال دو۔ حیرت ہوتی ہے کہ What are they hinting at? کہ دلوں سے نکال دو۔

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

میرا خیال ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اپنے وجود کی کسی حیثیت کا علم نہیں ہے۔ میں ان کو مادر پدر آزاد سیکولر کہتا ہوں۔ ان کو پتا ہی نہیں ہے کہ یہ کس معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اتفاق سے جنرل حمید گل صاحب بیٹھے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ ان کی فوج کا Mercenary طرز عمل ہے اور علم میں تو ماشاءاللہ یہ بہت ہی Mercenary ہو گئے ہیں۔ آغا خان کو سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں؟ What is he trying to do with the education? آغا خان بورڈ کی حیثیت اگر پیسوں کے لئے نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان کی Administrative اہلیت اور حیثیت تسلیم کر لی ہے۔ وہ اگر کسی شعبے میں آپ سے بہتر منتظم ہیں، تو آپ ان سے انتظام لینے کے بجائے پالیسی کیوں لے رہے ہیں؟ اب اس سے بڑی حماقت کیا ہوگی۔ آپ خود ہی غور کریں، تو ماشاء اللہ موجودہ تعلیمی مناظر ذرا Oblique نظر آتے ہیں مگر میرا یہ خیال ہے کہ اگر آپ دو چار ایسے اور احتجاج کریں گے تو سوال نامہ بھی واپس ہو جائے گا اور نکر بھی لمبی ہو جائے گی۔

عورت پر جہاد کی فرضیت کا مسئلہ!

سوال: عورت کیلئے جہاد کی شکل کیا ہے جبکہ وہ میدان میں بھی نہیں جا سکتی؟ اور دولت کیلئے بھی اس کو خاوند کا تابع بنایا گیا؟

جواب: عورت کے لئے کوئی ایسا حکم تو نہیں ہے کہ اسے جنگ میں شریک ہونے سے روکا جائے۔ اگر دیکھا جائے تو Practical war میں جہاں ہتھیار بند لوگ ہوتے ہیں وہاں میڈیکل section ہوتا ہے۔ سقایہ ہے اور پھر اس میں کچھ Strategy کے طور پر عورتیں نہیں آتی ہیں وگرنہ مردوں کی Protection اور Support کے طور پر آ سکتی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ ابتدائے اسلام ہی سے لے کر اب تک عورتیں ہر Position میں شامل رہیں۔ حضرت ام سلیمؓ ہتھیار بند تھیں اور حضورؐ نے پوچھا ام سلیمؓ کہ آپ نے کیوں ہتھیار باندھے ہوئے ہیں؟ تو کہا گیا یا رسولؐ اللہ! ہم لوگ Less Protected ہیں اور میں چاہتی ہوں اگر کوئی کافر آ جائے تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔ یہ سن کر حضورؐ

Marfat.com

مسکرائے۔ اسی طرح مسلم کی حدیث ہے کہ احد کی لڑائی میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور ام طلحہؓ دونوں زخمیوں کے علاج میں مصروف رہیں۔ یرموک کی جنگ میں جب سات مرتبہ مسلمان فوجیں پلٹ کر آئیں۔ یہ بڑی سخت جنگ تھی۔ جس میں Muslim power was against the total Eastern Roman power. سات مرتبہ لشکر پلٹا ہے اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ جس کو سب مردود سمجھتے تھے بعض عورتوں کے ساتھ خیمے کی چوب لے کر کھڑی تھی کہ اگر مسلمان پیچھے بھاگے تو ہم ان کو خیمے کی چوبوں سے ماردیں گے۔ مسلمان ہر مرتبہ غیرت کھا کے پلٹے تھے۔ اس وقت یرموک کی لڑائی میں از حد دباؤ تھا۔ اسی طرح آپ اجنادین کی جنگ میں دیکھیں کہ خولہ بنت ازفر ایک Legend بن گئی یعنی ان جیسا جنگجو کوئی مرد بھی نہیں تھا۔ ایک Leader کی حیثیت سے تو عالم اسلام میں ملکہ عذرا دوم مصر رضیہ سلطانہ اور چاند بی بی انڈیا میں مقتدر عورتیں ہیں۔ As such قرون اولیٰ اور اسکے بعد کہیں بھی ایسی صورت نظر نہیں آتی جہاں عورتوں کو ایسے Fields میں جانے سے روکا گیا ہو جو Particularly مرد اپنے لیے مخصوص تصور کرتے ہوں۔ ایسا تو کوئی Field نہیں۔ یہ ضرورت کے تابع ہے۔ جہاں مرد لڑنے کو موجود ہیں Proper Fighters موجود رہیں وہاں Obviously مرد اپنی عورتوں کو تکلیف نہیں دیں گے بلکہ حضورؐ نے فرمایا کہ پچھلے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر نے اس نوجوان پر جہاد Ban کر دیا تھا، جس نے نئی نئی شادی کی تھی۔ Obviously اللہ کے اس معاشرے میں مجاہدین جنگ لڑنے کے لیے زیادہ تر Championship یا رضا کارانہ طور پر جاتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں اور بیٹیاں جنگوں میں جائیں بلکہ میرا خیال ہے کہ اس Situation کیلئے بڑے بڑے Romantic Dialogue ہوتے ہیں کہ تمہاری خاطر ہمارا خون بہے گا تو تم خواہ مخواہ اس میں جاؤ گے۔ It's a very clever act. تو بیچارے مرد مرتے رہتے ہیں اور عورتیں بالکل محفوظ بیٹھی رہتی ہیں۔

In a modern pattern of life, a woman is claiming the equal rights.

تھوڑی سی دشواری ضرور ہے کہ اسلام نہیں روکتا، اور مرد نہیں روکتے

But at times, a larger area of independence

گھریلو زندگی میں ضرور مداخلت کرتا ہے اور ہمارے بہت سارے اختلافات اس کی وجہ سے بھی آتے ہیں۔ باقی ڈاکٹرز، ڈاکٹرز سے شادی کر رہے ہیں اور Lawyers، لائیرز سے شادی کر رہے۔ جب Professional ہم آہنگی ساتھ ہو تو اس قسم کا Crisis نہیں آتا ہے تو

Islam has no such ban on women.

کوئی ایسا Field نہیں ہے جہاں وہ انہیں عزت اور وقار کے ساتھ آنے سے روکتا ہو۔ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث ہے کہ جو عورت جہاد میں نہیں جاسکتی ہے اس کیلئے حج بھی جہاد ہے۔

Marfat.com

ناخن پالش کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے؟

سوال: کیا Nail Polish کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے؟

جواب: Nail Polish کے بارے میں علماء کا خیال ہے کہ وہ ایک طرح کی Coating ہوتی ہے جو مہندی کے برعکس ناخن کے اوپر آ جاتی ہے اور وہ ناخن تک وضو کا پانی پہنچنے سے روکتی ہے۔ اس لیے اس سے وضو ناقص رہ جاتا ہے اور ناخن تر نہیں ہوتے لیکن معذرت کے ساتھ میں اس میں ایک گنجائش اور فکری اختلاف پیش کر رہا ہوں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب ہم وضو کرتے ہیں تو حضر اور سفر کی شکل میں ہمارے موزے اس کو اڑتالیس گھنٹے تک رکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ کو Nail Polish اتارنا مقصود نہ ہو اور آپ بہت شوق رکھتے ہوں تو چونکہ Nail Polish کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ حرام یا حلال ہے مگر یہ کہنا مطلق صحیح ہوگا کہ وہ حرام نہیں ہے۔ اس لیے اگر آپ وضو کر کے اس کو لگائیں تو بعد میں مسح کی گنجائش کا حکم آپ کو مل سکتا ہے۔

کیا مغرب حیات بعد الممات کا قائل ہے؟

سوال: کیا West میں شہادت کا درجہ مانا جاتا ہے؟ کیا وہ Life after death کے قائل ہیں؟

جواب: جی نہیں! وہ Life after death کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ان کے پاس اس کا کوئی Scientific data نہیں ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہوگا کہ یہ سوال موجودہ West کا نہیں ہے ورنہ ان کا بھی مذہب Christianity ہے اور جہاں پر خدائی مذہب موجود ہے ان کے Concept بعض حالات میں وہی ہیں جو اسلام کے ہیں۔ لہٰذا ابدی زندگی، Faith، انعام اور صلے کے متعلق عیسائیت کے Concepts وہی تھے جو آج اسلام کے ہیں۔ باقی یہ کہ وہ اس کو مانتے ہیں کہ نہیں

As such, It's not our problem.

It's not a problem of Christianity and Judaism.

it's the problem of secularism.

سیکولرازم Religion کی ایسی افادیت کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔

Marfat.com

تصوف اور آج کا مضطرب انسان

اصحاب رسولؐ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ تخلیق زندگی، سیارگان، تخلیق مہر و مہتاب سے پہلے خدا کہاں تھا۔ فرمایا! ہوا میں تھا، دھند تھی، بادل تھے اور پانی تھا مگر آپس میں اسطرح ملے جلے تھے کہ ہمارے تصور کی حدود سے ماورا، عقل کے تمام پیمانوں سے بالا اور انسان کے وہم و گمان کی آخری حدود سے بھی کہیں آگے تھا۔ پھر ایک حادثہ کبریٰ سے یہ کائنات وجود میں آئی اور اس کائنات کے وجود میں آنے کے بعد رب کریم، خالق عالم باقی ماندہ کاموں میں مصروف ہوئے۔ پوچھا گیا یا رسولؐ اللہ! زندگی بنانے سے پہلے اللہ کہاں تھا۔ فرمایا! اُسکا عرش پانی پر تھا۔ جب تخلیق کا مرحلہ پانی تک آیا اور تمام تخلیق پانی سے شروع کی گئی جیسے اللہ نے قرآن میں فرمایا تو ایک اشارے و کنائے سے انسان کی فہمائش کی، سبق دیا کہ

هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئاً مذكوراً (الدھر ۷۶ آیت ۱) "اے حضرتِ انسان! تجھ پر ایک ایسا طویل عرصہ بھی گزرا ہے جب تو کوئی قابل ذکر شئے نہ تھا۔" اے حضرتِ انسان! تجھے میں نے کیوں Complicate کرنا چاہا اور تجھے کیوں اُس سطح عام سے اُٹھا کر شرفِ خصوصیت بخشی اور کیوں امانت علم و عقل تیرے حوالے کرنی چاہی۔ انسان کو بھی تجسس تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں تمہیں Single Cell سے مخلوط نطفے کی طرف لایا۔ پھر مخلوط نطفے سے تمہیں سماعت و بصارت کی طرف لایا اور پھر میں نے تمہیں عقل و معرفت عطا کی۔

انا هديناه السبيل اما شاكرا و اما كفورا (الدھر ۷۶ آیت ۲) اور یہ تمام عقل اس لیے عطا فرمائی کہ تم یہ جاننے کی کوشش کرو کہ میں ہوں کہ نہیں ہوں؟ خلاصہ قرآن و علم و معرفت و تخلیق Big Bang سے روزِ قیامت تک اگر کسی بنیادی چیز کا فیصلہ کیا جائے کہ اللہ کیا چاہتا تھا؟ کائناتیں کیوں تخلیق ہوئیں؟ کیوں زمین و آسمان جدا ہوئے؟ کیوں زلزلوں سے زمین کو نکال کر ثقاہت میں ڈالا گیا؟ کیوں اس میں زندگی کو قیام بخشا گیا؟ کیوں نوع انسان کو متفرق چیزوں میں بانٹا گیا؟ کیوں اُن کو مذاہب کی آزمائش دی گئی؟ تو قرآن کی رو سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے انا هديناهُ تمام عقل و شعور تمہیں صرف اس لیے بخشا گیا کہ تم اس عقل و شعور کی مدد سے ہمیں بتا سکو کہ ہم ہیں کہ نہیں ہیں؟ یہ شہنشاہ قلوب ہے۔ یہ اللہ، یہ پروردگار اتنی بڑی Scientific کائنات میں ایک Emotion ڈھونڈ رہا ہے۔ غور و فکر کی بنیاد پر تخلیق کیا ہوا ایک

Marfat.com

جذبہ تلاش کررہا ہے۔ اس نعمتِ عقل کا اُس نے جواب لینا ہے۔ اس غور وفکر کی صلاحیت کا جواب مانگ رہا ہے کہ میں نے تمہیں زمین پر ممتاز، منفرد، اکیلا اور تنہا مالک صرف ایک خواہش اور اصول کے تحت کیا کہ آپ خدا کی اس نعمت عقل، معرفت اور غور وفکر کو بروئے کار لاتے ہوئے شاید یہ دل سے کہہ سکیں لا الہ الا اللہ یعنی ہم نے اپنے اللہ کو جانا اور پہچانا۔ میں نے ایک بڑے Anthropologist سے پوچھا کہ مجھے ایک بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تم سب لوگ اس بات پر Insist کرتے ہو کہ خدا ذہنی تصورات اور ذہنی تخلیقات میں سے ایک ہے۔

If there had been no God, human beings
might have made one.

یہ تمہارا خیال ہے کہ اگر خدا نہ ہوتا تو انسانی معاشرہ جب اپنے آسیب، خوف، ذہن کی تاریک فضاؤں کی وجہ سے ڈرتا اور خوف زدہ ہوتا تو معاشرے میں استحکام کیلئے کسی نہ کسی خدا کو تخلیق کر لیتا۔ میں نے اُس سے Question کیا کہ انسان کی ابتدائی Society کیا ہے۔ وہ انسان کون ہے اور اُس کی کیا Society ہے؟ تو معلوم ہوتا ہے کہ

All Anthropologists agree on this little fact

کہ سب سے پہلی سوسائٹی Priest تھی جہاں لوگوں کے درمیان ایک مذہبی Priest موجود ہوتا تھا۔ میں نے اُس سے Question کیا کہ وہ Barbarian اور وحشت ناک انسان جو خون ریزی، قتل وغارت اور اپنے Survival کے سوا کچھ نہیں جانتا تھا، وہ اچانک خدا کی طرف کیسے چلا گیا؟ اس نے اچانک کیسے مزاروں پر پھول ڈالنے شروع کر دیے اور وہ تنہائی میں کیونکر کسی رب کریم سے مخاطب ہونا شروع ہو گیا؟ ہمارے پاس چائنا اور عراق میں قریب ترین شہادتیں موجود ہیں کہ ابتدائی انسان دعا اور خدا سے واقف تھا۔ آج کے مہذب دور میں چھ ارب میں سے پانچ ارب انسان اتنا زیادہ پڑھا لکھا ذہین اور فطین ہونے کے باوجود خدا سے اُتنا ہی ناواقف ہے جتنا کوئی جاہل مطلق بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ ابتدائی زندگی ہی سے وہ انسان جو ابھی جانور کی سطح سے بھی نہ اُٹھنے پایا تھا اور اُس کو ابھی بلوغت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی لیکن وہ خدا کے تصور سے آشنا تھا۔

پروردگار عالم نے فرمایا: کان الناس امة واحدة (البقرة ۲ آیت ۲۱۳) شروع میں تمام نسل انسان ایک تھی اور انسان کا مذہب ایک تھا۔ ابتدائی انسان خدا پرست تھا۔ اللہ کو جانتا تھا اور اُسی سے دعا کرتا تھا۔ جب ہم تاریخ کے صفحات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ ہماری حدِ عقل تاریخ کے ایک حصے تک آکے رُک جاتی ہے۔ جہاں سے تاریخ شروع ہوتی ہے وہ انسان کی ابتدا نہیں ہے۔ تاریخ اس سے بہت پہلے کی ہے۔ اگر ہم اصنام کے علوم کو غور سے دیکھیں تو یہ انسان کی Pre-Histroy ہے جب ہم اس تاریخ کو دیکھتے ہیں تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ کہیں Hindu Mythology کے دیوی اور دیوتاؤں کے جنگل آباد ہیں کہیں Greek Mythology میں Mount Olympia کے Gods آباد ہیں اور کہیں Scandinavia کی Mythology ہے۔ ہمیں ہر جگہ دیوی اور دیوتاؤں کی کثرت نظر آتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ ٹھیک کہتا ہے کہ میں ابتدائے حیاتِ انسان کی ابتدائی بلوغت

Marfat.com

میں ایک تھا۔ میرے بندے ایک تھے۔ میری عبادت ایک تھی۔ پھر ان لوگوں نے پورے نظام اور اپنے خیال کو Corrupt کیا۔ زندگیوں میں نئے بتوں کی آمیزش ہوئی۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھیے گا کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے آپ کو اپنی موجودہ تعلیم اور ان تمام Academics سے آگے جانا پڑے گا جو آپ کو حاصل ہیں۔ یہ چاہے PH.D. ہو یا اس سے کوئی بڑی Research ہو کیونکہ جب آپ قرآن کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپکو اپنی معلومات کو پیچھے لے کر جانا پڑے گا اور خدا کے نام پر ایک ایسی تخلیق و جستجو کرنی پڑے گی کہ جس میں صرف اللہ کی لگن اور تلاش ہی آپکے کام آتی ہے۔ غور کیجئے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تمام Mythologies کے پیچھے ایک خدا ہے۔ ان دیوی اور دیوتاؤں کی مجالس کے پیچھے بھی ایک خدا ہے۔ اگر آپ پوری Hindu Mythology کو دیکھیں تو یہاں سے ہندومت نے بت پرستی شروع کی مگر یہ بات Confirm ہے کہ یہاں تک آنے سے پہلے تمام Aryans صرف ایک خدا کی عبادت کرتے تھے اور اس کا نام اندرا تھا اور وہ برق و باراں کا خدا تھا۔ یہی عذاب اور ثواب کا خدا تھا اور پھر جونہی وہ ہندوستان میں داخل ہوا اُسکی دو شادیاں متھرا اور وردنا سے کرادی گئیں۔ دوسری Trinity میں براہمہ وشنو اور شیوا کی ابتدا میں صرف ایک خدا تھا اور وہ براہمہ تھا۔ اس کے بعد وشنو اور شیوا کے دو پہلو تخلیق کر دیے گئے۔ منوسرتی کے مصنف سے اُسکے بیٹے نے پوچھا کہ بابا حقیقت مطلقہ کیا ہے۔ اُس نے کہا بیٹے اتنا جان لینا کہ یہ امثال ہیں۔ براہمہ تقسیم ہونے والا نہیں ہے۔ وشنو اور شیوا اُسکی دو مثالیں ہیں۔ اُس نے کہا بابا کیسے؟ آپ میں سے بہت لوگ ایسے ہیں جو وحدت الوجود کا سبق پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ بہت پہلے منو نے اسکا بہت خوبصورت جواب دیا۔ اُس نے کہا! بابا وحدت کیسے وجود میں بنتی ہے؟ منو نے کہا! لگن لا، نمک لا اور اُس لگن میں تمام نمک ملا کے لا۔ پھر جب وہ لایا تو اُس نے اپنے بیٹے سے کہا کوئی ایسی جگہ بتا جہاں نمک نہ ہو۔ اُس نے کہا! بابا ایسی تو کوئی جگہ نہیں ہے، جہاں نمک نہ ہو۔ اچھا! تو کوئی ایسی جگہ بتادے جہاں نمک موجود ہو اور کوئی اور چیز نہ ہو۔ اُس نے کہا! بابا یہ حقیقت ہے کہ جس جگہ سے بھی میں چکھوں گا، وہاں نمک ہوگا اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے، جہاں نمک موجود نہ ہو۔ اُس کے بابا نے کہا! وحدت مطلقہ ایسی ہی ہے۔ اپنے تمام مظاہر میں موجود ہے مگر اُس پر انگشت نہیں رکھی جاسکتی۔ وہ موجود بھی ہے اور نہیں بھی۔۔۔۔ وحدت الوجود کے حوالے سے اللہ کے ثبوت کو پہلی مرتبہ منو نے بڑی وضاحت سے اپنے لوگوں کو بتایا مگر پھر یہ Trinity بھی تقسیم ہوگئی۔ Greek Mythology پڑھیے۔ میں زیادہ Detail میں نہیں جاؤں گا۔ کچھ آپکے لیے کام چھوڑ دوں گا۔ یونانی دیومالا پانچ بڑے دیوی دیوتاؤں پر مشتمل ہیں اور دیوتاؤں کا دیوتا Zeus کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہی ہر جگہ موجود ہے

But nobody has ever taken the chance

to go a little beyond.

کسی نے یہ زحمت نہیں کی کہ دیکھیں اور تحقیق کریں کہ یہ پانچوں دیوتا صرف ایک دیوتا کی پیداوار ہیں اور Crɔnus جو Greeks اور Symanic Mythology میں بھی خدائے واحد تھا اور عربستان میں بھی تھا۔ جب لوگوں کو اللہ کے وجود کا نام دیا جاتا تھا تو وہ یہ کبھی نہیں کہتے تھے کہ ہم اللہ کو نہیں مانتے۔ مشرکین کہتے تھے اللہ تو ہے مگر یہ سارے کام اللہ کیسے

کر سکتا ہے؟ اُن کا یہ کہنا تھا کہ ہم کو چند ضمنی لوگ چاہییں جو اللہ کا کام بانٹ لیں۔ اسکے برعکس شیخ جنیدؒ نے تصوف میں وحدت کی تعریف کی ہے۔ جنیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ توحید کیا ہے؟ فرمایا! کہ قدیم کو حادث سے علیحدہ کرنا توحید ہے۔ اللہ کے سوا کوئی قدیم نہیں اور پوری کائنات حادث ہے۔ ہر شے اور ہر وجود حادث ہے۔ اگر کوئی قدیم ہے تو وہ اللہ ہے۔ تصوف اس قدیم کو حادث سے الگ کرنے کا نام ہے۔ ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ علی عباس جلال پوری جیسے دوسرے فاضل اور آج کے Secularists یہ کہتے ہیں کہ تصوف Greek یا Persian کے زیر اثر پروان چڑھا ہے۔ یہ لوگ اس حوالے سے فاش غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگر آپکو یاد ہو تو خداوند کریم نے اپنی ایک آیت میں فرمایا ہے کہ "ہم نے آج تک کسی قوم کو تباہ نہیں کیا جب تک اُس میں پیغمبر نہیں بھیجے' اور پھر ارشاد فرمایا کہ جب ہر قوم میں اس کی اپنی زبان میں پیغمبر بھیجا گیا ہو اور ابتدائے کائنات Priest society سے ہو رہی ہو تو پھر ہر زمانے میں چاہے Greeks ہوں Romans ہوں Germanic Tribes ہوں، چاہے منگولیا اور ترکمان ہوں، خدا کا وجود سب سے پہلے ذہن انسان میں مقیم ہوا اور آج تک وہ چلا آرہا ہے۔ سوچو تو سہی کہ تصوف کہاں سے شروع ہوا؟ ہم یہ پڑھتے ہیں کہ سکندر اعظم ایک بار دیو جانس کلبی کے قریب سے گزرا اور اس فقیر سے سکندر اعظم نے کہا مانگ مجھ سے کیا مانگتا ہے۔ اُسنے کہا میں اپنے غلام کے غلام سے کچھ نہیں مانگتا۔ اُس نے کہا! درویش تو نے یہ کیا بات کی۔ اُس نے کہا کہ میں نے اللہ کی بندگی کے لیے اپنے نفس پر قابو پایا ہے لیکن تو اپنے نفس کا غلام ہے۔ لہٰذا تو میرے غلام کا غلام ہے۔ میں تجھے کیسے اپنے سے بڑا سمجھوں۔ وہ اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے کہا! درویش تو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا! بادشاہ آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔ سردی بہت ہے اور آپ نے دھوپ کا رستہ روکا ہوا ہے۔ آپ دھوپ کا رستہ چھوڑ دیں۔ یہ تصوف ہے۔ تصوف کسی انسان کی Arrangement of priorities کو کہتے ہیں۔

زندگی کی ترجیحات کو منقسم کرنے کا نام تصوف ہے۔ جب Plotinus of Egypt سے پوچھا گیا کہ حسن کیا ہے؟ تو Plotinus نے کہا حسن زندگی ہے۔ اگر قلوپطرہ بھی مری پڑی ہو تو اُسے کوئی نہیں چاہتا۔ اُس سے کوئی متاثر نہیں ہوتا۔ وہ Plotinus ہے جسکا طعنہ تصوف کو مسلسل دیا جاتا ہے اور وہ بات کیا تھی جسکا طعنہ تھا۔ Plotinus نے پوری کائنات کو نو اشراق میں بانٹ ڈالا۔ اُس نے کہا کہ جب پروردگارِ عالم اپنے جلال میں طلوع فرماتے ہیں تو تہہ بہ تہہ نو سطحوں میں اُترتے ہیں اور صرف ایک سطح انسان اس قابل ہے کہ واپس اللہ کو لوٹ سکے۔ یہ اشراقیہ فلسفہ ہے کہ جب خداوند کریم کے چہرے نے اشراق چاہا تو ملائکہ میں گیا۔ جنات میں گیا۔ زمین پر آیا۔ جمادات میں آیا۔ سماوات میں آیا اور بالآخر انسان کے مقام میں آیا۔ تصوف کو یہ طعنہ بہت ملتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ تصوف میں یہ Concept آنے سے بڑے بڑے دانشوروں نے اسے اسی ضمن میں کوٹ کیا۔ Persian influence کا بھی سن لیجئے۔ ایرانی چونکہ ماشاء اللہ بہت خوبصورت شاعری والے تھے اور تمام شعراء نے جیسے علی بن عثمان ہجویریؒ نے ایک بڑی خوبصورت بات کی ہے کہ صوفیا سے زیادہ خطرناک وہ متصوف ہیں جو تصوف کی باتیں کرتے ہیں۔ Persians میں یہ باتیں بہت عام تھیں۔ حافظ نے اپنے شعروں میں ان کا بہت تذکرہ کیا ہے۔

Marfat.com

کیونکہ لذت، Aesthetic اپنی جگہ ایک وجود رکھتی ہے اور بدترین کاریگر بھی عمر کے کسی حصے میں ایسی چیز بنا ہی لیتا ہے تو ہم جانتے ہیں کہ ہر چیز اور ہر Profession کا ایک Mysticism ہے۔ ایک کمال ہے، ایک مذہب کا ذریعہ ہے مگر اس سے مراد وہ تصوف نہیں ہے جو اہل اسلام کا تھا۔ کسی نے خواجہ مہر علیؒ سے پوچھا اور اس سے پہلے سید ہجویرؒ سے پوچھا کہ کیا یہ وجود و شہود کی بحثیں اور علم الکلام سیکھنے لازم ہیں؟ تو انہوں نے کہا! اتنا سیکھنا لازم ہے کہ جتنا خدا کو سمجھنا ضروری ہے اور سید مہر علیؒ نے فرمایا کہ ہم اپنے مؤقف میں واضح ہوتے ہیں مگر جب ایک شخص ڈھیروں فلسفے کی دلیلیں لے کر آئے اور اگر ہم اُسکا جواب نہ دے سکیں تو وہ بڑی آسانی سے لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے کہ تمہارے اُستادوں کو اتنا بھی علم نہیں ہے تو وہ خدا کے بارے میں کیا سچ بولے گا۔ علمِ تصوف کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ تمام صوفیا صاحبِ علم ہوتے ہیں لیکن اُسکی نوعیت جدا جدا ہو سکتی ہے۔ تمام علماء عارف نہیں ہوتے مگر تمام صوفی صاحب علم ہوتے ہیں۔ خدا کو جاننے کی ایک بنیادی شرط علم ہے اور اس شرف کو بندوں نے عائد نہیں کیا ہے۔ اس کو اللہ نے اپنے بندوں پر عائد کیا ہے: انما یخشی اللہ من عبادہ العلمآء (فاطر ۳۵ آیت ۲۸) اللہ ہی کے سائے اور لبادے میں یہ صاحب علم ہوتے ہیں جو خدا کی آرزو کرتے ہیں۔ اشفاق احمد نے ایک دفعہ مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تصوف کی کوئی انتہائی سادہ Definition ہے؟ میں نے اُن سے کہا تھا کہ مناسب وقت میں مناسب قوتوں کے ساتھ اگر کوئی شخص اللہ کو اپنی ترجیح اول قرار دے تو وہ صوفی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مقام تک پہنچے۔ یہ ضروری نہیں کہ خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ ہو جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ قطب ہند ہو جائے۔ ان عہدوں کی یہ تمام خواہشات غیر معقول ہیں۔ اگر آپ صوفی بننا چاہتے ہو تو سادہ سی خواہش ہے کہ تم اپنی زندگی میں اللہ کو وہ چیز نہ دو جو اُسے پسند نہیں۔ کسی نے مدینے میں صدقات کے ضمن میں گلی سڑی کھجوریں مسجد نبویؐ کے دروازے پر لٹکا دیں۔ اللہ کو بہت غصہ آیا کہ اپنے لیے بہترین اسباب زندگی مہیا کرتے ہو اور میرے لیے یہ گلی سڑی کھجوریں! یہ سبق آپ کی عمر کے لحاظ سے ہے۔ بڑھاپا اللہ کا وقت نہیں Sans everything, sans teeth, sans taste ناک، کان اور آنکھیں گئیں۔ Sugar سے ہر چیز ختم۔ بڑھاپا اضمحلال اور ارذل ہے۔ کیا اللہ کو اپنی ارذل عمر دے کر مناؤ گے؟

You cannot cheat God. He does not like it.

اللہ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ اگر آپ یہ کہو کہ ساری زندگی دنیا کی شہوات، تملق اور تمرد میں گزار کر زین للناس حب الشہوٰت یعنی آپ ساری زندگی Lesser priorities میں گزار کر خدا کو طلب کرو اور خدا آپ کے پاس دوڑتا ہوا آئے گا؟ یہ نہیں ہو سکتا! This is insult اگر آج کسی کو خدا نہیں ملتا تو اُسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگ خدا کو بحیثیت ترجیح اول کبھی تلاش ہی نہیں کرتے۔ آپ اُس کو اپنے غموں کیلئے استعمال کرتے ہو۔ اپنے محبوب کی جدائی اور مال و دولت واسباب کے لیے استعمال کر رہے ہو۔ کئی نوجوانوں نے مجھ سے کہا پروفیسر صاحب اگر فلاں مجھے مل جائے تو میں تہجد شروع کر دوں گا۔ کس لئے؟

She is more Important than God.

Marfat.com

کیا تمہاری زندگی کی ایک چھوٹی سی ترقی خدا نہیں بن جاتی؟ تم خدا کو اُسکے لئے استعمال کرنا چاہتے ہو۔ آپ سمجھتے ہو کہ خدا سے مکر اور مکاری چل سکتی ہے۔ وہ جو دلوں کو جھانکنے والا ہے۔ و اعلم ماتبدون وما کنتم تکتمون (البقرۃ ۲ آیت ۳۳) وہ یہ بھی جانتا ہے، جو تمہارے دلوں میں ہے اور وہ بھی جو تم اُس سے چھپاتے ہو۔ اس نے آپکو بنایا ہے تخلیق کیا ہے۔ تخلیق کا ایک Pattern ہے۔ خالق کبھی تخلیق کی سطح پر Available نہیں ہوسکتا۔ آپ کو ایک ذہنی اصلاح کرنی پڑے گی۔ میں رب کعبہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر اس کو چھ ارب انسان چاہیں تو وہ اُن کو مل سکتا ہے مگر جب تک آپکی ترجیحات ٹھیک نہیں ہوں گی، وہ ایک انسان کو بھی نہیں مل پائے گا۔

You have to set out this solution for yourself.

یہ Enigma اور پیچیدگی نہیں ہے۔ اگر اس کائنات میں آسان ترین تحصیل ممکن ہے تو وہ خدا کی ہے۔ یہ سب لوگ کبھی نہ کبھی تو شروع کرتے ہوں گے۔ تم قطب عالم نہ سہی۔ صوفی تو بن سکتے ہو۔ صوفی کا پہلا اور آخری مطمع نظر یہ ہوتا ہے کہ کائنات کے مالک نے جو عقل کی نعمت اسے دی ہوتی ہے، اس کو بروئے کار لا کر اپنے خدا کو پہچانے۔ Personal relationship اللہ اور بندے کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ جب آپ نے ذہنی ترجیح قائم کرنی ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قربت کا بھی کوئی راستہ ہے؟ یہ صوفی کیلئے مسئلہ ہے۔ صوفی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اعمال اور خیال میں جن کی اپچ اتنی نہیں ہوتی جو اپنی ہمت واستعداد کے برابر سوال اُٹھاتے ہیں اور بدترین ذہن وہ ہے جو ایسا سوال اُٹھائے جسکا جواب وہ نہ دے سکے۔ سب سے بڑا Confusion اُس ذہن میں پیدا ہوتا ہے جسکا ڈیٹا کم اطلاعات پر منحصر ہو اور جسکا سوال بڑا ہوتا ہے۔ پھر اگر آپ کا واسطہ کسی ایسے مشکل اور ٹیڑھے سوال سے پڑ جائے جس کا جواب دینا آسان نہ ہو تو اللہ نے کہا ہے کہ راسخ اور علم والے لوگوں کے پاس جانا۔ عام اور کم علم لوگوں کے پاس نہ جانا۔ والراسخون فی العلم (آل عمران ۳ آیت ۷) یہ راسخ لوگ کون ہوتے ہیں؟ ان کا کیا کمال ہوتا ہے؟۔ ابتدائے حیات سے انجام تک ان لوگوں کے علم کا مقصد حسن مطلق اور مالکِ حقیقی کی تلاش ہوتا ہے۔ یہ لوگ انسانوں کو مختلف طبقات اور فرقوں میں تقسیم نہیں کرتے ہیں۔ یہ خاص لوگ اپنے خدا کے لیے علم کی تلاش کرتے ہیں۔ اور امانت علمیہ کو اللہ کے بندوں تک پوری دیانت سے پہنچاتے ہیں: یقولون امنا به کل من عند ربنا (آل عمران ۳ آیت ۷) جن کی زندگی کا یہ خلاصہ ہے کہ پہلا اور آخری سانس اللہ ہی کا ہے۔ زندگی کی ہر چیز اسی کی ہے۔ یہ لوگ ادھار کے سودے کو کبھی اپنا نہیں سمجھتے۔ یہ حقیقی وارث کو جائز سمجھتے ہیں۔ زندگی پر غاصبانہ غلبے کی امید نہیں رکھتے۔ آپ کو اللہ برا لگتا ہے۔ مجھے بھی سخت بُرا لگتا ہے۔ ہر چیز پر قدغن اور قید۔ یہ نہ کرو۔ وہ نہ کرو۔ یہ نہ اٹھاؤ۔ وہ نہ اٹھاؤ۔ میں آپ سے ایک عام سا سوال پوچھتا ہوں کہ دنیا کا کونسا ایسا قانون اور نظام حکومت ہے جس سے سارے لوگ راضی ہو جائیں؟ مجھے کوئی ایک قانون یا نظام بتا دیں۔ کیا Communism اور Capitalism سے لوگ راضی ہیں؟ میں نے امریکہ میں کسی سے پوچھا!

Are you happy with your system of Government?

Marfat.com

تو اس نے مجھے امریکن انداز میں صرف گالی ہی نہ دی باقی سب کچھ کہا۔ میں نے اس سے کہا کہ یار کیوں اپنے نظامِ حکومت سے اس قدر برہم اور ناراض ہو؟ اس نے جواب دیا کہ انہی نے برطانوی حکومت سے آزادی کی بنیاد یہ رکھی تھی کہ We were against taxes. اور آپ جاؤ میرا Box کھولو چالیس خطوط میں سے بتیس Taxes کے ہوں گے۔ لہٰذا میں کیسے اس نظام کو پسند کر سکتا ہوں۔ خدا نے مسلمانوں کو ایک بات بتا رکھی ہے کہ اے اہل اسلام! اگر اسلام میں داخل ہونا ہے تو پھر جزوی طور پر نہیں بلکہ پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ یعنی نہایت مہربانی کرتے ہوئے نماز لے لی، روزہ لے لیا اور صدقات چھوڑ دیے۔ زکوٰۃ کسی نے دی اور کسی نے نہ دی اور کیسا زمانہ ہے کہ اسلام کے تمام فوائد میں سے ایک بھی امت مسلمہ کو نہیں پہنچتا ہے لیکن اس کے غلط نتائج اور ثمرات مسلمانوں کا نصیب ہیں۔ ایک سچ یہ ہے کہ جب تک آپ ایک نظام کو مکمل طور پر نافذ نہیں کریں گے، تو آپ کیونکر اس کے فوائد سے استفادہ کر سکتے ہیں؟ میں آپ کو بتاتا ہوں اگر آپ نے اسلام پورے کا پورا نافذ کر لیا تو پھر آپ کو باقاعدہ نماز قائم کرنی پڑے گی اور Privacy کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی بلا اجازت کسی کے گھر میں گھس جائے تو وہ اسے گولی مار سکتا ہے۔ یہ اس کا شرعی حق ہے۔ جب رسول اکرمؐ کے گھر کے جھروکے میں سے کسی نے جھانکا تو رسول اکرمؐ نے فرمایا اگر میرے پاس نیزہ ہوتا تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ اسلام میں اتنا شدید Privacy کا احترام موجود ہے۔ نماز نہیں پڑھنی تو گھر جا کے چھپ جاؤ۔ یہ آپکا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ اسلام نے ایک Condition تخلیق کر دی ہے۔ ابھی تک یہ دیکھا گیا ہے کہ پورے نظام ایک Condition کو Create کرنے کی کوشش کر رہے تھے جیسے Socialism اور Communism آیا تو Classes کو Create کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ Dialectics کی بنیاد یہ Thesis اور Antithesis اور Synthesis کہ غلام و آقا کی جنگ میں تاریخ کے برخلاف ایک ایسا پس منظر Create کر رہے تھے۔ جہاں ایک Classless society تخلیق ہو سکتی تھی۔ وہ Classes کبھی وجود میں نہیں آئیں جب Socialism اور Communism پوری انتہا پر تھا تو Russia میں ایک معمولی مزدور کے مقابلے میں ایک Navy کا افسر 2652 ڈالر لے رہا تھا۔ اتنا فرق تھا وہ Classes کبھی وجود میں نہیں آئیں اور اُس دھوکے اور منافقت کی وجہ سے Communistic Philosophy از خود اپنی موت مر گئی اور Capitalism کیا Create کرنے کی کوشش کر رہا ہے. Let's find it out یہ نظام جو ایک اسلامی اور اخلاقی نظام کے خلاف ہے۔ کیا Create کرنا چاہتا ہے؟ آپ کا خیال ہے کہ آزادی اور مکمل آزادی۔ یہ آج کی Society ہے۔ آج سے بہت پہلے ایران میں ایک گروہ اُٹھا تھا جس نے ہر چیز میں آزادی کر دی تھی۔ وہ Socialism سے بہت پہلے کے Socialist Democrat تھے۔ انہوں نے تمام ملکیتیں کھول دی تھیں مگر یہ ایک لطیفہ ہے کہ کسی انسانی Society نے آج تک اخلاقی نظام نہیں دیا۔ Traffic کے Laws دیے۔ Monetary کے Laws دیے، Banking laws دیے، ہر قانون دیا مگر تاریخ عالم میں آج تک کسی انسانی Society نے کوئی اخلاقی قانون نہیں دیا۔ کبھی آپ نے اُس حادثے پر غور کیا کہ جب قابیل نے ہابیل کو مارا تو اللہ نے اُس قتل کی بنیاد پر انسانوں کو ایک قانون دیا۔ یہ سب سے پہلا قانون ہے جو اللہ کیطرف سے انسانوں کو نازل ہوا کہ جس نے ایک انسان کو مارا اُس

نے پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی اُس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔ آج آدمؑ کو زمانے گزر گئے مگر آپکے Hospitals میں وہی پرانا قانون لکھا ہوا ہے، جو اللہ نے آدمؑ کی شکل میں اُسکے بیٹوں کے معمولات میں دیا۔ حمورابی جسکو پہلا Law Giver کہتے ہیں۔ جب قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلکم فِی القصاص حیوٰۃ یا اولی الباب (البقرہ ۲ آیت ۱۷۹) ہم نے قصاص میں زندگی رکھی ہے۔ اے اہل عقل! قصاص پر غور کرو۔ اِس میں ہم نے زندگی رکھی ہے۔ اللہ نے یہ کیوں کہا، اسکے لیے آپکو تمام انسانی تاریخ پڑھنی پڑے گی۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے گروہ حضرت انسان کی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کو قتل کرتے کرتے اس نہج پر پہنچ گئے تھے کہ اب انسانوں کے وجود کم ہونے شروع ہو گئے تھے۔ انسانیت کم پڑ گئی تھی اور امکان یہ تھا کہ یہ نسل ناپید نہ ہو جائے۔ Homosapiens زمین سے اُٹھ نہ جائیں۔ اُن کو بچانے کی خاطر اللہ نے ایک شخص کے قتل کے بدلے میں ایک خاندان کو قتل کرنے اور قبیلے کو ختم کرنے کے بجائے حضرت ادریسؑ کے توسط سے بابل کے بادشاہ حمورابی کو یہ پہلا قانون دیا گیا۔ وَلکم فِی القصاص حیوٰۃ یا اولی الباب (البقرۃ) اے اہل عقل غور کرو کہ ہم نے قصاص میں زندگی رکھی۔ کچھ لوگ اللہ کے کچھ بندے، ان قوانین سے آگے جاتے ہیں۔ اگر آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو کچھ لوگوں کو اللہ نے Specialise کیا۔ کچھ لوگ شرعی قوانین کی زد میں آتے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ کچھ آگے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر تم برابر کا بدلہ لو تو ٹھیک ہے مگر معاف کر دو تو بڑی بات ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اتل ما اوحی الیک من الکتاب وأ قم الصلوۃ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآء والمنکر والذکر اللہ اکبر (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵) قرآن حکیم کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔ یہ تمہیں فحش و منکر سے روک دے گی مگر خدا کو یاد کرو تو بڑی بات ہے۔ ہر جگہ جہاں بھی اللہ کے رستے میں آگے بڑھو گے، آپکو نظر آئے گا کہ عمومی بات سے آگے بڑھ کر کرو تو بڑی بات ہے۔ بڑی بات کیا ہے؟ احتیاط سے خرچو، فضول خرچی نہ کرو، برابر کا خرچ کرو، احتیاط کرو اور سب کو دو۔ ویسئلونک ماذا ینفقون (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۵) اللہ کے بندوں نے پوچھا کہ کیسے خرچ کریں؟ جو بچتا ہے خرچ کر دو۔ آنحضورؐ نے کہا تم ایک سال کا رزق ڈال لو، تم پر کوئی قید Insecurity کی نہیں ہے۔ مال تمہاری Insecurity ہے۔ اسکی حفاظت کرو۔ کچھ لوگ اِس Insecurity کو نہیں جانتے۔ کچھ لوگ اللہ کی تسلیم میں Secure ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ مال واسباب سے Secure ہوتے ہیں۔ ایک شخص سوچتا ہے سال کا مال جمع ہو جائے تو میں Secure ہوں۔ ایک کہتا ہے دس سال میرے Safe ہو جائیں۔ ایک وہ بھی بیٹھا ہے جو اپنی سیکیورٹی کے لئے دس نسلوں تک مال کمانے کی فکر میں ہے۔ کچھ لوگ اِس قانون سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اللہ اِسکو نہیں مانتا بلکہ اللہ تو وہ ہے کہ اگر Survival شدید ہو اور تم حرام بھی کھا رہے ہو تو وہ تمہیں معاف کر دیتا ہے۔

انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم (البقرہ ۲ آیت ۱۷۳) اسکو پتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہر مسجد سے تقویٰ کی آواز آتی ہے۔

Marfat.com

ہر امام تقویٰ کی باتیں کرتا ہے۔ آپ پر تقویٰ کا بوجھ نہیں ڈالا جاتا ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ کیا یہ عبادت کی Immensity ہے؟ کیا تقویٰ سے مراد شب و روز اللہ کی تلاش میں رہنا ہے اور ہر چیز کو بھلا دینا ہے؟ خدا نے تو ایسا کہیں نہیں کہا بلکہ اسکے برعکس کہا کہ اے بندگان خدا! تم سے پہلے عیسائی اور دوسروں نے میری عبادت میں بہت غلو کیا۔ میری عبادات میں بہت سے مجاہدے کیے مگر اُسے نباہ نہ سکے۔ میں تمہیں اتنی شدتوں سے نہیں کہتا۔ اب بتائیے جو خدا یہ کہے اور آپکو Advice کر رہا ہے: فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی (النجم ۵۳ آیت ۳۲) دیکھا اس جملے میں کتنی تلخی ہے۔ مت کہو اپنے آپکو پاکباز! اگر پاکباز ہی ہونا نہیں تو پھر تقویٰ کیلئے پاکبازی کی کوشش کیوں؟ خدا کہتا ہے اپنے آپکو پاکباز مت کہو! میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کیا ہو؟ تم کتنے متقی و پرہیز گار ہو؟ تقویٰ سے مراد اعتدال ہے۔ یعنی کوئی چیز شراب، گانجا، چرس اور شطرنج اتنی نہ بڑھ جائے جو خدا کے راستے اور قرب سے تمہیں دور کر دے۔ اگر آپ تقویٰ جانتے ہو کہ کیا ہے تو یہ آپ کی وہ پیمائش، قدر اور اندازہ ہے کہ جس میں جو شخص خدا کو تلاش کر رہا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اتنا نہ بڑھ جاؤں کہ شطرنج کی مصروفیت میری نماز لے جائے۔ عبادتِ ظاہرہ تمام لوگوں کیلئے ایک جیسی ہے۔ میرے لیے بھی اور آپکے لیے بھی۔ ہمیں یہ شعور نبی اکرمؐ نے دیا ہے۔ ان بندشوں سے کوئی عورت اور مرد آزاد نہیں ہے سوائے ان تینوں کے جن پر سے اللہ نے قلم اٹھایا ہے۔ یعنی ایک بچہ، دوسرا جو سویا ہوا ہے اور تیسرا جو مجنون ہے۔ اس لیے تو میں کہتا ہوں کہ اگر صبح کوئی نماز کیلئے نہ اُٹھے تو اُسے مار مار کے نہ جگایا جائے کیونکہ اُس پر تو قلم ہی نہیں چل رہا ہے۔ آپ اُس کو جگا کر قلم لکھوا دیتے ہو اور اتفاق کی بات ہے کہ جب نماز کے بارے میں قرآن کی آیت اُتری: اقم الصلوۃ لذکری (طہ ۲۰ آیت ۱۴) کہ نماز میرے ذکر کیلئے ادا کرو تو نبی اکرمؐ نے اُسکی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز جب ملے پڑھ لیا کرو۔ اصحابِ رسولؐ اِس آیت کی تفسیر سے بہت خوش ہوئے کیونکہ اب انکو اس خوف سے نجات مل گئی کہ اگر کوئی نماز ان سے Miss ہو جائے یا وہ صبح تک سوتے رہ جائیں تو اُٹھ کر نماز پڑھنے کے بعد اس خوف میں مبتلا رہیں کہ ان کی نماز قبول ہوئی ہے کہ نہیں۔ لہٰذا حضور اکرمؐ کی اس حدیث مبارکہ نے جو اس آیت کی تفسیر میں آئی ہے، کہ فرمایا ''نماز جب بھی ملے پڑھ لیا کرو۔'' اس سے انکو بڑی آسانی اور کشادگی نصیب ہوئی تھی۔ ایک بڑی بات جو آج کے دور میں نظر آتی ہے کہ صوفی ازم کسی Oddish یا غیر معمولی حرکت کو سمجھا جاتا ہے۔ عصر حاضر خوف، محرومی، آزردگی، پژمردگی اور ایک بے یقینی کا شکار ہے مگر جن کے پاس یقین ہے اُسکی بھی بنیاد Reaction Rigidity پر ہے تو بہت سارا مذہب Opposition کا مذہب ہے لیکن جب ہم West کی Opinions خدا اور مذہب کے خلاف دیکھتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی علم، سوچ اور نظریے کی بنیاد پر ہیں۔ آپ جس مذہب پر قائم ہیں وہ تقلید اور جہالت ہے۔ اسکا بہت فرق پڑتا ہے کہ یورپ کی جانب سے اعتراض بہترین دماغ کرتا ہے۔ رسل، ہیگل اور کارل مارکس کرتا ہے۔ جواب مولوی نورالدین دے رہا ہے۔ اِن دونوں کے Instruments نہیں ملتے۔ اِن دونوں کا Calibre نہیں ملتا۔ ایک کی سُنی جاتی ہے ایک بے نام و نشان ہے۔ ہم نے مذہب گئے گزرے لوگوں کو دے رکھا ہے۔ ہم اللہ کو بُری عمر اور بُرے لوگ دیتے ہیں۔ کیا ہم یہ خدا کے ساتھ انصاف کر رہے ہیں کہ اپنی دعوتوں میں بے شمار مرغ مسلّم اور خدا کے لیے ہم

Marfat.com

روٹی پر دال لگا کر اسطرح پھینکتے ہیں جس کا نظارہ بھی مکروہ ہوتا ہے۔ خدا کے نام پر ہمیں چیز دیتے ہوئے ہول پڑتے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ اللہ میاں کو سخت برا لگا تھا جب کسی نے ان کے نام پر گلی سڑی کھجوریں صدقہ کی تھیں۔ اگر تم اللہ کو جوانی نہیں دیتے تو کم از کم بلوغت فکر، دانشوری اور سوچنے سمجھنے کی عمر تو دے دو مگر ہماری ابتدائی زندگی کی Priorities میں اللہ کی تلاش کہیں نہیں ہوتی اور ایک بات یاد رکھیے گا کہ ہمارا تمام اضطراب صرف ایک وجہ سے ہے

There is a scheme which God has made for me. There is one scheme which I had made for myself.

میرے بارے میں ایک Scheme اللہ نے بنائی ہوئی ہے۔ وہ لکھ کر اور بند کر کے فارغ ہو بیٹھا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ ''اللہ نے 50 ہزار سال پہلے تقدیر عالم لکھ کر سیل کر دی ہے۔'' مجھے تو اس کا پتا نہیں۔ میں اُس کے بجائے اپنی Scheme بنا رہا ہوں اور اپنی زندگی کی ساری منصوبہ بندی خود کر رہا ہوں۔ لہٰذا اللہ اور میری Planning میں یقیناً بہت فرق ہوگا۔ یہ غیر معمولی فرق مجھے Anxious کرتا ہے۔ میں خدا سے پہلے خدا کی جگہ سوچتا ہوں اور خدا بننے کی سعی لاحاصل کرتا ہوں۔ یہ جو خدا کی سوچوں سے آگے بڑھنے والا عمل ہے اس کی قباحتیں اور کراہتیں میرے بدن کو چاٹ رہی ہیں اور میرے اضطراب میں اضافے کا سبب ہیں۔ بہترین عقل ہمیں Suggest کرتی ہے کہ ہم اللہ سے پہلے نہ سوچیں اور انتظار کریں۔ عقل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنی سوچوں کو ترک کر کے خدا کی سوچیں اپناؤ۔ اگر کوئی چیز نہیں ملی تو سوچ لو کہ اللہ نے وہ چیز تمہارے نصیب میں نہیں لکھی۔ کیا پتا وہ چیز تمہیں تمہاری آرزو سے پہلے ہی مل جائے اور جو چیزیں آپ اپنے زور بازو اور قوت خیال سے حاصل کرنا چاہتے ہیں اُس میں اتنی کوفت ہو کہ آپ کا تمام وجود اضطراب اور Anxiety کا شکار ہو جائے گا اور تصوف غیر معمولی نہیں ہے۔ Priority کا سبق سیکھ لیجیے۔ اگر ایک زمانے میں تمام لوگ اصحابِ رسولؐ ہو سکتے تھے تو اس زمانے میں بھی سب صوفیا ہو سکتے ہیں۔ اصحابِ رسولؐ تو نہیں ہو سکتے مگر اللہ کے متلاشی' خدا سے محبت اور ترجیحات کو درست کرنے والے ضرور ہو سکتے ہیں اور پروردگار اُسکے نتیجے میں آپکو ضرور امن واطمینان بخشے گا۔ ذرا غور تو کرو اللہ کہتا ہے کہ مجھے کسی کو عذاب دینے کی کیا پڑی ہے۔ دیکھا کیا بے نیازی ہے۔ ایک دم مخلوقات غلبے سے نکل رہی ہیں جیسے کہ عذاب ان کو دینا ہی نہیں ہے۔ تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں عذاب کرتا ہوں۔ اگر تم میرا شکر ادا کرنے اور مجھ پر ایمان لانے والے ہو تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اندھا اور بہرہ ہوں۔ معاذ اللہ استغفر اللہ! وكان الله شاكرا عليما (نساء ۴ آیت ۱۴۷) میں شکر قبول کرنے والا ہوں۔ میں جانتا اور مانتا ہوں کہ کون مجھے دل سے قبول کرنے والا ہے۔ تمام اضطراب اور مسائل ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ کا اللہ سے تصادم اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ You have done your job, let Allah do this job.

و ما علينا الا البلاغ المبين

Marfat.com

سوالات وجوابات

انسان کب شائستگی اپنائے گا؟

سوال: عہد جدید میں بے شمار اسلامی تحریکیں، مذہبی جماعتیں تبلیغی گروہ، مریدوں کے انبار، وظائف واذکار کی محفلیں، تسبیحات کی دانہ شماری، ڈاڑھیوں کے انداز اور پگڑیوں کے رنگ ہیں مگر پروفیسر صاحب! انسان کی Crude جبلتیں اور Behaviour تبدیل نہیں ہورہا ہے۔ اس کی حقیقی وجہ کیا ہے؟ رکاوٹ کہاں پر ہے؟ نشاندہی فرمائیں۔

جواب: عام طور پر برصغیر The land of inferiorities بدقسمتی سے عرصہ دراز تک کبھی آریان کی تگ وتاز اور کبھی ترکمانوں کی جنگ وجدل کا ایک Area تھا جو متعدد قبائل کا تختہ مشق رہا ہے۔ بوجوہ جب فاتحین نے اپنے مقامات چھوڑے تو احساس زیاں میں پڑ گئے اور فتوحین پر جب غلبہ ہوا تو ان کی شکایت اور گلے زیادہ ہو گئے۔ Over all ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پورے برصغیر میں ایک Mercenary Trend یہ آیا کہ جس شخص کو بھی تھوڑی بہت طاقت ملی، وہ اسے دوسرے کیلئے استعمال کرتا ہے۔ اسی Attitude میں صوفیا اور لٹیروں کی کائنات بدل گئی۔ اس سے پہلے بھی ایک نہایت بدتمیز قوم جاہلان عرب تھے لیکن ایک رسولؐ کے آنے سے ان کی کائنات بدل گئی۔ نفرتیں محبتوں میں بدل گئیں۔ پتھر پھولوں میں تبدیل ہو گئے۔ کیا عظیم لوگ تھے ایک پورا گروہ، خاندان اور ملک اللہ کا برگزیدہ ہوا اور برگزیدہ بھی ایسے ہوئے کہ کتاب حکیم میں لکھا ہوا آیا کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ کیا بزرگ تھے کوئی شخص اس وقت سوچ نہیں سکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی عظیم تر اور قربت خداوندی کا حامل ہو مگر ایک معمولی صحابی کے اس Credit کو نہیں پہنچ سکتا۔ خدا نے تحریر فرما دیا ہے کہ اللہ ان سے اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اب ایسے تو نہیں آئیں گے۔ یہی کچھ ہو سکتا ہے کہ Now this generation اور ہمارے لوگ ایک آرزو اور خیال تو رکھ سکتے ہیں۔ پھر اولیاء اللہ کی مدد سے ان لوگوں نے اس برصغیر کے کفرستان میں مشعل فکر جلائی۔ اللہ کو مانا۔ وہ بڑے لوگ تھے جنہوں نے اپنا مذہب چھوڑا اور اسلام کو اختیار کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہندو، بدھ یا جین جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ باکمال لوگ تھے۔ انہوں نے ایک نرالا احتجاج سیکھا۔

پھر وہ خدا کی بندگی میں شامل ہوئے۔ یہی قافلہ چلتا چلتا پاکستان آن پہنچا ہے۔ پھر اللہ نے کہا تم نے لا الہ الا اللہ کے نام پر پاکستان مانگا ہے تو میں نے تمہیں یہ بھی عطا کیا ہے مگر جب سے ہم نے پاکستان حاصل کیا ہے ہم اپنی Commitment سے فرار حاصل کر رہے ہیں۔ مذہبی سب سے زیادہ ابتر ہو گئے ہیں۔ دیکھئے پروردگار عالم قرآن میں کہتا ہے کہ یہود تمہارا کھلا دشمن ہے۔ قرآن حکیم نے شیطان کو بھی ہمارا کھلا دشمن کہا ہے جو کسی قیمت پر ہمارا دوست نہیں بن سکتا۔ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ کچھ ایسے دشمن ہوتے ہیں جن کو آپ اچھی بات چیت اور اخلاق سے منا سکتے ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ کیسے باہم شیر و شکر ہو جائیں گے مگر جس قوم کے بارے میں اللہ میاں کہہ رہا ہو کہ جو مرضی کر لو یہ یہود تمہارا کھلا اور بدترین دشمن ہے۔ ?Do you expect کہ اللہ کو دورِ حاضر کی سیاسی ضرورتوں کے تحت تم یہ کہہ سکو کہ اللہ میاں آپ بھی تھوڑی سی غلطی کے مرتکب ہو جاتے ہو۔ ان مذہبی لوگوں کا یہی حال ہے۔ ذرا سوچو چھوٹے چھوٹے اقتدار پرست کیوں آتے ہیں؟ جماعتیں کیوں جدا ہوتی ہیں؟ آپ کو بڑا سادہ سا جواب مل جائے گا کہ یہ خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم میں ایک امیر ہوگا۔ ایک جماعت ہوگی جو لوگوں کی نجات کا باعث بنے گی۔ وہ جنتی ہوں گے۔ ایک جماعت گئی اور دوسری آ گئی۔ یہ پہلے والی جماعت نہیں تھی۔ اس وقت کم از کم سو جماعتوں کا یہ دعویٰ ہے کہ فقط اُن کی جماعت مسلمانوں کے احیاء کا باعث ہے۔ قرآن حکیم کا فیصلہ سن لیجئے۔ قرآن حکیم نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں فرق کر لیا اور اپنے راستے جدا کر لیے اور گروہ بن گئے، اے پیغمبر! تو اُن میں سے نہیں ہے۔ زندگی اسلام سے ہے اور میں فقط مسلمان ہوں۔ میری حفاظت اور کامیابی اس بات سے ہے کہ میں اپنی قبر کے دہانے تک صرف اس Claim کے ساتھ پہنچوں کہ پروردگار اور رسولؐ کے Message کو کرپٹ نہیں کیا۔ میری کوئی Priority تیرے سوا نہیں تھی۔ میں نے کسی کو بڑا نہیں مانا۔ میں نے کسی عالم کو تیری جگہ نہیں رکھا۔ میں نے کوئی اکابرین نہیں سمجھے۔ یہاں پر وہ جماعت اکابرین کی جماعت ہے جن کو اس لفظ کے استعمال کرنے کا بھی Sense نہیں ہوتا ہے۔ اگر آپ اس حوالے سے میری اصولاً اور اخلاقاً ہار مانے لو تو اب میں آپ کو حدیث کی روشنی سے بتاتا ہوں کہ مسلمان کون ہے؟ خدا کا رسولؐ کسے اپنی امت سمجھتا ہے؟ کیا وہ دس لاکھ بریلویوں یا دس لاکھ اہلِ حدیث کو امت سمجھتا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں نیلی آنکھ والوں کو غلبہ حاصل ہوگا۔ کہا! یارسول اللہؐ ! کیا اس وقت مسلمان بہت کم ہوں گے؟ صحابہ کتنے سادہ تھے؟ ان کا خیال تھا کہ ہم تو اتنے کم ہیں اور اتنی بڑی بڑی فوجوں والے غالب آئے ہیں۔ لگتا ہے کہ مسلمان سرے سے نہیں ہوں گے۔ بتایا گیا کہ اس وقت تو مسلمان مور و ملخ کی طرح ہوں گے۔ پوچھا گیا! یارسول اللہ! پھر کیا وجہ ہوگی کہ مسلمان ان سے مغلوب ہوں گے؟ فرمایا! اللہ اُن کی Priority نہیں رہے گا۔ رسولؐ سے محبت نہیں رہے گی۔ اب ذرا اس حدیث پر غور کریں۔ اگر آپ میں تھوڑی سی ذہانت ہو تو آپ سمجھ جاؤ گے کہ رسول اکرمؐ نے امت کو مور و ملخ کی طرح کہا ہے۔ یہ مور و ملخ جو بظاہر مسلمان لگتے ہی نہیں ہیں۔ آپ کو ان گنت مسلمانوں میں کتنے دیوبندی اور بریلوی لگتے ہوں گے۔ یہ چپے چپے پر پھرتے ہیں۔ ہمارے تعلیمی مسالک جدا ہو سکتے ہیں لیکن ہمارے تعلیمی مسالک ہمارے خدا نہیں ہوتے۔ مجھے ایک بات اگر اہل حدیث کے کسی عالم سے مل جائے تو میں یقیناً اسے شوق سے اٹھاؤں گا کیونکہ وہ بات مجھے

Marfat.com

خدا اور رسولؐ کو بڑھا رہی ہے لیکن اگر کوئی بات مجھے بریلوی عالم سے ملتی ہے تو میں ان میں کبھی شریک نہیں ہوسکتا! کیا ہمیں رسولؐ اکرم کی یہ حدیث یاد نہیں ہے؟ کہ حکمت میراث مومن ہے۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا (ترمذی رقم الحدیث ۲۶۸۷) جہاں سے ایک ذرہ بھی ملتا ہے اسے اٹھالو۔اپنی اصلاح اپنے ایمان کی تکمیل کیلئے کرو اور جماعتوں میں دخول کیلئے نہ کرو کیونکہ قرآن کی اتنی سخت آیت سامنے کھڑی ہے کہ: ان الذین فرقوا دینھم کانوا شیعا لست منھم فی شیء (الانعام ۶ آیت ۱۵۹) اے پیغمبر! تو ان میں سے نہیں ہے اور اگر میرا پیغمبر ان میں سے نہیں ہے تو میں بھی نہیں ہوں۔

سائنسدان زیادہ مفید ہے یا صوفی؟

سوال: سائنس دان غور و فکر کرتا ہے اور کائنات میں جاری قوانین کو تلاش کرتا ہے اور پھر کوئی ایسی چیز وجود پذیر ہوجاتی ہے جو پوری انسانیت کیلئے مفید ہوتی ہے۔اسکے برعکس صوفی اللہ کی تلاش میں مصروف مراقبے کرتا ہے چلّے کاٹتا ہے اور نتیجتاً کسی تجربے سے گزرتا ہے۔یہ ایک ذاتی مشاہدہ اور قلبی واردات ہے۔سوال یہ ہے کہ بنی نوع انسان کیلئے سائنسدان زیادہ مفید ہے یا صوفی؟

جواب: Sciences اور تصوف میں ایک بہت بنیادی فرق ہے۔غلطی یہ ہوئی کہ Sciences جس چیز سے Deal کرتی ہیں، صوفی اس چیز سے Deal نہیں کرتا ہے۔صوفی حقائق کی تلاش میں ہوتا ہے اور سائنسدان Relationship کی تلاش میں ہوتا ہے۔یہ بہت بڑا فرق ہے

Even a most famous Philosopher and
Mathematician of the century, Russel, said,
"We only know the relationship of things,
we do not know the nature of things."

ہم صرف اشیاء کے تعلق کو جانتے ہیں۔ہم اشیاء کی فطرت نہیں جانتے۔اسکے برعکس صوفی فطرت کو جاننے کی کوشش کررہا ہوتا ہے۔اگر پیٹرن بنائے جائیں تو پتا یہ لگے گا کہ صوفی ایک اعلیٰ ترین انسانی Subject کی تلاش میں ہے اور سائنس دان کی تحریک اسکے ذاتی کردار سے متاثر نہیں ہوتی۔سائنس دان نے اگر وضو نہ کیا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں۔سائنس دان اگر جھوٹ بول رہا ہے تو کوئی حرج نہیں۔کسی کو MBBS کی ڈگری دینے سے اس لیے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے باہر فراڈ کیا ہوا ہے یا جعل سازی کی ہوئی ہے۔

Science does not demand a personal
character and truth of personality.

تصوف کی Sciences ایسی رہی ہیں کہ اگر علم کی تحصیل میں ذرہ برابر بھی آمیزش شامل ہوجائے تو سارے نتائج غلط ہو

Marfat.com

جائیں۔ یہ نزاکت اور احتیاط Sciences of mysticism میں ہے۔ یہ General sciences میں نہیں ہیں۔ یہ ایک بنیادی بات ہے کہ Sciences جس نتیجے تک مشکلات سے پہنچتی ہیں اُس تک Mystic بہت آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ اس کو Instruments نہیں چاہیے۔ ابھی تک Sciences یہ کرشمہ حاصل نہیں کر پائیں۔ Transportation ابھی تک ransportation of Electric Sciences اور Waves کے ذریعے آپ نے صرف تصویروں میں دیکھی ہوں گی۔ ان افسانوں میں دیکھی ہوں گی جو سماوات میں بنائی جارہی ہیں مگر Practically ابھی تک انسان نے فزیکل Material Transportation نہیں حاصل کیے۔ انسان Fussion کے پیچھے لگا ہوا ہے مگر وہ Fussion ابھی تک ممکن نہیں ہوا۔ یہ ابھی تک Partial ممکن ہوا ہے۔ اگر یہ Fussion مکمل طور پر ممکن ہو جائے تو ایک جگہ سے انسان کو چیر کر ذروں میں تقسیم کر کے دوسری جگہ Fussion کیا جا سکتا ہے اور ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں یہ Transportation مکمل ہو سکتی ہے۔ آپ فلموں میں تو دیکھ ہی لیتے ہو۔ Shocks کا ایک وجود ہے جو بندے کو اِدھر سے اٹھاتا ہے اور اُدھر لے جاتا ہے۔ آج سے کوئی اڑھائی ہزار سال سے پہلے سلیمانؑ نے کہا کہ کون تختِ بلقیس میرے پاس لائے گا؟ قال عفریت من الجن أنا اتیک به قبل أن تقوم من مقامک (النمل ۲۷ آیت ۳۹) ایک جن اُٹھا، اس نے کہا! اگر حکم ہو تو آپ کی نشست و برخاست سے پہلے میں یہ تخت آپ کے پاس لے آؤں۔ قال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیک به قبل أن یرتد الیک طرفک (النمل ۲۷ آیت ۴۰) پھر ایک شخص جسے کتاب کا علم دیا گیا تھا۔ اس نے کہا! حضرت اگر مجھے اجازت دیں تو میں پلک جھپکنے میں Transportation کر دوں گا اور قرآن کہتا ہے کہ اس کا یہ وصف بہت زیادہ عبادات کا نہیں تھا بلکہ انسان کا یہ کمال اُسے دیا گیا جو کتاب کا علم رکھتا تھا۔ جس کی بنا پر اُس نے کہا کہ وہ پلک جھپکنے میں تختِ بلقیس کو Diffuse کر کے آپ کے حضور پیش کر سکتا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ ہم جو قرآن پڑھ رہے ہیں یہ پہلے بہت تھوڑا تھا۔ سلیمانؑ اور داؤدؑ کے پاس بھی قرآن ہی تھا۔ یہی قرآن رفتہ رفتہ Complete ہوتا چلا آرہا تھا۔ انسان پورا ہوا۔ قرآن پورا ہو گیا۔ رسالت پوری ہوگئی۔ تینوں باتیں ایک وقت میں مکمل ہوگئیں۔ جب پوری ہوئیں تو اللہ نے یہ بات کہی :الیوم اکملت لکم دینکم أتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائده ۵ آیت ۳) تو آج میں نے تمہارے لیے علم پورا کر دیا ہے اور نعمت بھی پوری کر دی ہے۔ استاد بھی پورا کر دیا۔ اب پڑھانے والا کوئی نہیں آئے گا۔ اب یہ تمہارے اوپر منحصر ہے۔ کیوں کہ اب تم اتنے Mature اور سمجھدار ہو چکے ہو۔ اب تمہاری تصوراتی بلوغت اس قابل ہے کہ تم اس پیغام کو سمجھ سکو۔

عصر حاضر کے علماء دانشوران ہیں، مولانا ہیں بلکہ سُپر مولانا ہیں۔ ایک صاحب لمبی سی ٹوپی پہن کر مذہب کا مذاق اڑا رہے ہوتے ہیں۔ میں اضطراب، دکھ اور کرب میں ہوں۔ میرے اندر سوال ہیں۔ میں اذیت خیال سے گزر رہا ہوں تو اگر اللہ جواب دے گا تو میری Condition والے کو دے گا یا حلوہ کھانے والے مولوی کو دے گا۔ کبھی آپ نے اس حماقت پر غور کیا کہ کیا استخارہ کسی دوسرے بندے سے ہو سکتا ہے؟ کسی دوسرے بندے سے مشورہ ہو سکتا ہے؟ کسی سے

Marfat.com

خدا کے وسیلے سے دعا کی جاسکتی ہے؟ مگر یہ انتہائی فضول بات ہو گی کہ آپ کسی دوسرے شخص سے کہیں کہ ذرا میری جگہ استخارہ کر کے مجھے بتاؤ۔ Normally اس خاندان کے افراد جنہوں نے رشتوں سے انکار کرنا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب کو کہتے ہیں کہ ہم نے بڑے بڑے خواب دیکھے ہیں۔ اب مولوی کو پتا ہوتا ہے کہ وہ بُرے خواب دیکھ بیٹھے ہیں۔ ان کی نیت بدل چکی ہے۔ وہ کہتے ہیں استخارہ میں تو بہت بڑا سانپ آیا ہے جو چوہا کھا رہا ہے۔ اس قوم کو علمی حقائق سے گریز حاصل ہے۔ کوئی دنیا کا ایسا شخص مجھے بتا دیں جو استخارہ کرنے والے شخص کے دل میں اپنی کیفیت اضطراب منتقل کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا تو اسے استخارہ کا جواب نہیں مل سکتا کیونکہ پروردگار نے قرآن حکیم میں وعدہ کیا ہوا ہے کہ کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی صدا سنتا ہے؟۔ کون ہے جو تمہاری خرابی اور بڑائی کی گرہیں کھول دیتا ہے؟ کون تمہیں زمین پر سر بلند کرتا ہے؟ اور کون تمہیں عزتیں بخشتا ہے؟ کتنی بار آپ کو اللہ یاد کرائے؟ اللہ ہی تو ہے! اسکے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا ہے!

He does not share His powers with no one.

یہ بات یاد رکھیئے گا۔ مگر یہ بزرگ کون ہیں؟ یہ صوفی کون لوگ ہوتے ہیں؟ اللہ کے بندے اپنی دعا سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ ایک شخص کے پاس چلے جائیں۔ اُس سے کہیں دعا کرو۔ اُس نے کہا! اچھا! اللہ تمہیں عطا کرے۔ سال گزر گیا۔ اس نے کہا! بات نہیں بنی! آپ ایک دوسرے شخص کے پاس چلے گئے۔ اس سے کہا! دعا کرو۔ دونوں نیک ہیں۔ اس نے کہا! اچھا! اللہ تمہیں جلدی اس کی بہتری عطا فرما دے۔ دو مہینے اور گزر گئے۔ ایک تیسرے شخص کے پاس چلے گئے۔ اس سے کہا! دعا کریں۔ اس نے بھی کہا! اللہ تمہیں بہت جلد اسکا انعام بخشے۔ اگلے دن آپ کا کام ہو گیا۔ یہ صوفیا کے فاصلے ہیں۔ جس کی دعا جتنی جلدی قبول ہو۔ وہ اتنا ہی اللہ کے قریب ہے۔ اسکے پاس چمتکار ہیں نہ وظائف کی جھلک ہے۔ اسکے پاس جادو اور سحر بھی نہیں ہے۔ اسکے پاس کمانڈ ہے اسکے پاس حکم ہے۔ یہ حکم کیسے پیدا ہوتا ہے؟ حدیث رسولؐ ہے کہ خدا کو اتنا یاد کرو کہ دل ایک ویرانے کی طرح ہو جائے اور اس میں خدا کی یاد اور محبت و انس کا چراغ جلتا ہو۔ پھر فرمایا کہ جب کوئی بندہ اس کو صبح و شام حضر اور سفر میں یاد کرتا ہے تو اللہ اس کی زبان اور ہاتھ بن جاتا ہے۔ اسکی رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر کہا! کیا مجال کہ اسکا کوئی لفظ ضائع ہو اور اسکی کوئی دعا قبول نہ ہو؟ پھر کیا مجال کہ خدا اپنے بندے کو اپنے جمال و جلال سے نہ بخشے۔ تم اس بندے کو چاہے قطب کہہ لو، ولی کہہ لو اور جو مرضی ہو کہہ لو۔ القابات سے بندے نہیں بنتے۔ القابات سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ کیا عجیب پیر فقیر ہیں کہ اسی بات پہ ناز ہے کہ فلاں کے پاس چشتیہ سلسلہ ہے اور میرے پاس قادریہ بھی ہے۔ کوئی صاحب قادریہ، اویسیہ اور چشتیہ جیسی ایک لمبی لسٹ لگائے بیٹھے ہیں۔ بھلا تمہیں ان سلسلوں سے کیا غرض ہے۔ یہ تمام سلسلے اللہ ہی کی طرف جاتے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا کوئی قادریہ سلسلہ ہے۔ لوگوں کو اتنی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ مختلف سلسلے نہیں ہیں۔ جب سہروردیہ شیوخ کے شیخ نجم الدین سہروردیؒ اپنے بھتیجے شیخ شہاب کو لے کر شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے پاس پہنچے اور فرمایا! یہ فلسفہ بہت پڑھتا ہے اور کوئی تعلیم حاصل نہیں کرتا۔ آپ نے دل پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ قرآن و حدیث پڑھے گا۔ پھر دعا دی کہ یہ عراق کے مشاہیر میں سے آخری ہو گا۔ یہ سہروردیہ سلسلہ ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ دانائے وقت تھے۔ ان کے پاس ایک لڑکا آیا کہ میں بھی درس محبت خداوندی سیکھنا چاہتا ہوں۔

Marfat.com

اسے تین دن ٹھہرایا اور رخصت کر دیا۔ لوگوں نے کہا! ہم مدتوں سے بیٹھے ہیں۔ یہ تین دن میں آیا اور چلا گیا۔ کہا، میاں! تم گیلی لکڑی ہو اور دھواں دیتے ہو۔ یہ سوکھی لکڑی ہے اور اس نے آگ پکڑ لی ہے۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ ہیں۔ ان میں فرق اور تفاخر کس چیز کا ہے؟ کون ان میں سے کیا ہے؟ کیوں اپنے اپنے سلسلوں کے پاکھنڈ لئے بیٹھے ہیں؟ تلاش تو اللہ کی کرنی ہے۔ گدی اور اللہ کی تلاش میں بڑا فرق ہے۔ ان سے پھر بھی خدا کے بندے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں۔ یہ کسی کو کوئی اچھی اور عقل کی بات ہی تو بتا دیں! یہ عقیدت کے رنگ ہیں۔ یہ بیعت کے کیا سلسلے ہیں؟ کیا یہ حق ادا کرتے ہیں؟ ایک صاحب میرے پاس آئے کہ میں مرشد کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ وہ مجھ میں قطبیت وقت کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا، میں نے اٹھارہ سال اپنے مرشد کی خدمت کی۔ آخر میں نے ایک دن ان سے کہا کہ حضرت قطبیت تو بہت دور کی بات ہے مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے میں آیا تھا ویسے ہی خدمت کر کر کے پاگل ہو رہا ہوں۔ کہا، یار ہم تو تجھے بہت کچھ دینا چاہتے تھے لیکن تم میں صلاحیت ہی نہیں تھی۔ تمہارا انحصار علم کے بجائے عقیدت، ڈراوے اور خوف پر ہے۔ یعنی بیعت ٹوٹ گئی تو قیامت آ جائے گی۔ استاد گرامی سے سوال کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

This is one of the major causes of decline.

آپ میں سے کسی نے تو آخر یہ سوچنا ہے کہ یہ ہمارا اور ہر پڑھے لکھے آدمی کا حق ہے۔ ہم بی۔ ایس سی اور ایف۔ ایس سی بھی تو اس قابل ہیں کہ قرآن سمجھ سکیں۔ اگر ایک Matric fail سمجھ سکتا ہے تو تم کیوں نہیں سمجھ سکتے؟ تم اس متاع گراں مایہ کو جز دانوں میں مت سجاؤ۔ تھوڑا اور معمولی سا پڑھ لو۔ پھر شوق اور تعلیم بڑھے گی۔ بلوغتِ فکر، فہمِ قرآن اور حدیث کا علم بڑھے گا۔ پھر آپ خود ہی جان جاؤ گے کہ حق کیا ہے؟ آغاز حیات سے مجھے شبہ تھا کہ کون سچا ہے؟ اور کون سچا نہیں ہے؟ میں قرآن پڑھتا تھا تو مجھے ایک دعا ملی کہ اللہ ہی تو فیصلہ کرنے والا ہے۔ لہٰذا جو لوگ آپس میں اختلاف کر رہے ہیں تُو مجھے راہِ ہدایت عطا فرما دے۔ ابھی زندگی باقی ہے اور کسی دعویٰ کا یقین نہیں ہو سکتا۔ But there is a way to reach God. ہر چیز گمراہی کو لے جا رہی ہے۔ ہر چیز اور ہر آدمی فتنہ بن جائے گا مگر ایک چیز آپ کو گمراہی سے بچا دے گی۔ شیطان نے کہا، اے پروردگارِ عالم! تُو نے مجھے بہت ذلیل کیا ہے۔ تم نے اس آدمؑ کے لئے میری عزت خاک میں ملا دی ہے۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ تیرا یہ انتخاب غلط ہے۔ اس نے کہا، مجھے وقت اور تھوڑی سی ڈھیل دے۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ تو نے انسان کو اپنا غلط جانشین چنا ہے۔ یہ تیرا وارث نہیں ہو سکتا۔ یہ تیرے علم کا محافظ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو میرے سے بھی گیا گزرا ہے۔ میں اس کے دائیں، بائیں، اوپر، نیچے، آگے اور پیچھے سے آؤں گا۔ میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا اور یہ ثابت کروں گا کہ تیرا انتخاب غلط تھا۔ خدا نے کہا کہ تیرے ایسا کرنے سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے؟ مگر تُو یاد رکھ کہ میں نے تیرا حصہ لکھا ہوا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں میرے لیے ذرہ برابر بھی اخلاص موجود ہو گا تُو انہیں کبھی گمراہ نہیں کر سکے گا کیونکہ میں خیر کا ذرہ ذرہ جمع کرنے والا ہوں۔ اگر کسی انسان میں میرے لیے ذرہ برابر بھی اخلاص موجود ہوا تو یقین جانو کہ تم اسے کبھی گمراہ نہیں کر سکو گے اور یہ ذرہ کیا ہے؟ افسوس ہے کہ ایک معمولی سی بات کا اقرار اور معمولی سا عرفان بھی

ہمارے بس میں نہ ہو کہ ہم ایک دن دل صاف کر کے اخلاص کے ساتھ ایک بار زندگی میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں تو ہم پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی۔ چناؤ کتنا Low ہے۔ مگر آپ لوگ یہ یاد رکھنا کہ یہ گمان اللہ سے اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اس سے کوئی رابطہ رہے۔ جب مدتوں بعد انسان قبر کے دہانے پر پہنچتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے ''من ربک'' کہتا ہے! سنا تو تھا کوئی خدا ہے۔ اماں بھی کہتی تھیں اور دادا بھی کہتے تھے لیکن میں نے خود سے نہیں جانا تھا۔ میرے دل میں خیال بیٹھا نہیں، سنا ضرور تھا۔

سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیا گر تھا صفا تھی جس کی خاک پا بڑھ کر ساغرِ جم سے

سنا تھا یقین نہیں تھا تو پروردگار عالم فرمائیں گے۔ بے شک میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ یہ صدق دل، اخلاص اور محبت سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ کہنا نارِ دوزخ کو حرام کرتا ہے۔ پھر آپ کیوں دوزخ سے ڈرتے ہو؟ اس مہربان کی عنایت تو دیکھو کہ اُس نے آپ کے لیے اس Category کو کتنا Low کر دیا ہے۔ پھر بھی اس سے ڈرتے ہو اور گلہ کرتے ہو۔ ہم اپنے مالکِ حقیقی سے کیوں نہ وعدہ کریں کہ ہم اپنی زندگی میں ایک بار دل سے ضرور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہیں گے۔ اسی لیے رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اذکار میں سے سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ انسان کو ہمیشہ خدا سے اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ یہی گمان ہے جو ہمیں مارے گا اور جلائے گا۔ معاف کرنا! اللہ بہت بڑا اور بہت مہربان ہے۔ اس نے ہر خطا کی تلافی کے قانون بنائے ہوئے ہیں۔ He is a God of science. سائنس اس کی تخلیق ہے۔ اس نے ایک اندازے سے کائنات بنائی ہے اور Action اور Reaction کو Balance کیا ہوا ہے۔ ہر عمل کو متوازن کیا ہوا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سزائیں نہیں ہیں۔ اگر آپ آج بھی زلزلوں کے مرکز کے آس پاس آباد لوگوں سے پوچھیں کہ وہ وہاں کیوں بستیاں بساتے ہیں؟ جواب ملے گا کہ ان کے آباؤ اجداد یہاں آسودہ خاک ہیں۔

We do not want to leave this place.

We want to die, where our forefathers died.

کیا آج تک لوگوں کو یہ پتا نہیں چلا کہ کوئی بھی بڑا حادثہ انہی کی کسی طلب اور ضد کا نتیجہ ہوتا ہے اور جب ایسا ہو جائے تو اللہ پھر مہربانی فرماتا ہے۔ یاد رکھیے کہ اللہ صرف محبت سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ ربّ کیسا کریم ہے۔ آپ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور ابھی زمین و آسمان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ اس نے سوچا کہ لوگوں کے ساتھ کیسے Deal کروں گا۔ میں نے فیصلہ کرنا ہے کہ میں اپنی صفات عالیہ میں بہت بڑا ہوں۔ یہ بہت چھوٹے ہیں۔ میں ان پر رحم کروں گا۔ میں نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے کہ میں ہر حال پر اپنی مخلوق پر رحم کروں گا۔ سچ سچ بتایئے گا! رحمت میں جہنم ہوتی ہے؟

Can ever be hell a part of this

benificent kindness, and grace?

سوچ کر بتانا کہ کیا کسی صورت بھی ممکن ہے کہ جہنم رحمت کا حصہ ہو۔ It's impossible یہ یاد رکھنا کہ اللہ آپ کو جہنم میں بھیجنے کی قطعاً نیت نہیں رکھتا مگر یہ کہ آپ اسے اللہ ہی نہ سمجھیں! آپ نے دیکھا کہ ہندو شیوا، گھنشام، گھنیش، ہنومان

Marfat.com

کی پتھروں پر بدصورت شکلیں بنا کر پرستش کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ حضرات جب قبر کے دہانے پہنچیں گے اور ان سے سوال ہوگا کہ تمہارا رب کون تھا؟ عجیب Confusion مچا ہوگا۔ شیوا No لکشمی No گنیش ایسا ہوگا؟ خدا کہے گا بے شک میرے بندوں نے جھوٹ کہا۔ یہ خداؤں کا تو ایک جنگل ہے۔ یہ کون ہیں؟ کیا خوبصورت دلیل دی ہے کہ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ اب دیکھیے صوفی کی طرف بات پلٹ دی ہے کہ تعجب نہیں ہے کہ دو سلطان ایک سلطنت میں نہیں سما سکتے بلکہ Problem تو یہ ہے کہ اس پوری کائنات میں ایک فقیر نہیں سما سکتا، کیونکہ یہ دل اور گمان کا بڑا ہے۔ اللہ کے ساتھ ہے۔ وسعت کائنات میں ہے۔ یہ تو خدا نے اسکی پہچان رکھی ہے۔ ولی کی پہچان یہی ہے۔ الذین یذ کرون اللہ قیاما و قعودا وعلی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض(آل عمران3-191) کھڑے بیٹھے اللہ کی یاد میں رہتے ہیں اور زمین و آسمان کی ہر چیز پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ یہ ذکر فکر کے ساتھ ہے۔ اندھا دھند آدھی رات کو ہمسایوں کو جگانے والا ذکر نہیں ہے۔ آدھی آدھی رات تک شور مچا ہوتا ہے۔ بھئی پوچھو مخلوق کو جگا کر ان کی نیندیں خراب کر کے تم کیا کر رہے ہو؟ یہ کتنی بد بخت مخلوق ہے۔ ہم تو ذکر پروردگار کر رہے ہیں۔ اس انداز اور ذکر کی اس تصوف میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس مضحکہ خیز Attitude کو کوئی صوفی، صوفی ازم نہیں سمجھتا۔ صوفی اپنی طلب سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کی طلب کا سوال عجیب ہونا چاہیے۔ بایزید ایک کتے کے سامنے بڑی دیر کھڑے رہے۔ کسی نے کہا بایزید اس میں کیا چیز نظر آ رہی ہے؟ کیوں اتنی گہری فکر میں چلے گئے ہو؟ کہتے ہیں کہ میں گزر رہا تھا اور مجھے خیال آ گیا کہ یہ مخلوق مجھ سے پوچھتی ہے کہ بایزید روز میثاق تجھ میں کیا خوبی تھی کہ اللہ نے تجھے انسان بنا دیا؟ اور مجھ میں کیا خرابی تھی کہ مجھے کتا بنا دیا؟ صوفی اپنے ایثار سے سبق لیتا، سیکھتا اور سنتا ہے۔ عقل جہاں رکتی ہے وہاں بت خانہ تخلیق ہو جاتا ہے۔ عقل چلتی نہیں رہتی وہ خواہ Mathematics ہو خواہ Computer sciences ہو خواہ Physics ہو خواہ Cosmology ہو، علم ہیئت ہو، علم نجوم ہو، عقل چلتی چلتی رک جاتی ہے۔

بودلیئر نے کسی زمانے میں Writers کے بارے There is an end to human achievements. میں کہا تھا کہ

Writer's every word is an act of generosity.

یعنی ادیب کا ہر لفظ فیاضی ہوتا ہے۔ I will chage it for you a little bit. کہ صوفیا کا ہر عمل فیاضی ہوتا ہے۔ زمین، معاشرے اور افراد میں It is the quantity of the generosity. از زمانہ عقل میں اس سے کشاد پاتا ہے۔ زندگی میں کشاد پاتا ہے۔ مسائل میں کشاد پاتا ہے۔ اضطراب میں کشاد پاتا ہے۔ اس Society میں صبر و توانائی آ جاتی ہے۔ محبتیں بلند ہوتی ہیں۔ جو وقت نہیں گزرتا اور بوجھل ہوتا ہے، گزر جاتا ہے۔

Marfat.com

زلزلہ عذاب ہے یا آزمائش؟

سوال: آج کا Burning سوال زلزلہ ہے۔ کچھ لوگ اسے عذاب کہہ رہے ہیں اور کچھ آزمائش۔ آپ قرآن کی روشنی میں اس پر روشنی ڈالیں!

جواب: میں آپ کو اس کا مختصر جواب دونگا۔ زمین کی اصلی عادت زلزلہ ہے۔ یہ اثبات، عارضی، جعلی اور وقتی ہے۔ زمین دو ارب سال سورج سے جدا ہو کے غیر متوازن زلزلوں میں رہی ہے اور ان زلزلوں نے پھر مزید زلزلے پیدا کیے مزید زلزلے ان Titanic plates کی رگڑ سے ہوئے۔ جب اللہ نے انسان کو آباد کرنے کا سوچا تو خیال آیا کہ اس ڈولتی ہوئی بے ڈھنگی زمین پر انسان کیسے جیے گا تو پھر مزید زلزلے آئے اور زلزلوں سے Titanic plates کی رگڑ کے نتیجے میں زیر زمین جو گرد و غبار اٹھا تو پہاڑ بنے اور پہاڑ اس لیے کہ زمین تمہیں لے کر ڈول نہ جائے۔ ہم نے انہیں میخوں کی طرح زمین میں گاڑ دیا اور میخ کا اتنا سا سرا اوپر اور اتنا سا سرا نیچے ہے کہ اوپر کی بلندیاں مختصر اور Centre of the earth میں جہاں وہ سیلاب چل رہا ہے دھاتوں کا Core ہے وہاں یہ پہاڑ گڑے ہوتے ہیں۔ اس بنیاد میں میلوں میل نیچے زمین اور پہاڑ کے باطن کی Intensity جدا ہے۔ پہاڑوں کا میٹریل 2.7 مسکا ٹی سے بنا ہے اور زمین کے اندر جو دھاتوں کا سیلاب چل رہا ہے وہ 3.5 ہے یعنی وہ سیال اور پہاڑ ہونے کے باوجود اتنا مضبوط ہے کہ ایک پل میں ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں تو ان Titanic plates کی رگڑ سے جب گرد و غبار اٹھتا ہے تو اس سے پہاڑ Build ہوتے ہیں۔ پھر ان زلزلوں کی وجہ سے ایک ایسا وقت آیا کہ انسان زمین پر نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ زمین پر ایسے خوفناک اور Huge animals کی حکومت تھی جو انسان کے قبائل کو لقمہ تر بنا دیتے تھے۔ اس حال میں انسان کیسے جی سکتا تھا؟ پھر خدا زمین پر بے تحاشا بڑے بڑے زلزلے لایا۔ زمین پھٹتی گئی۔ کشادہ دراڑیں پیدا ہوئیں۔ یہ بڑے جانور اس میں غرق ہوئے۔ پھر زمین کو اس میں Stable کیا اور Homosapians نے قدم رکھا۔ چھوٹے چھوٹے عجیب و غریب کدو نما انسان پیدا ہوئے جن کو آپ خواب میں بھی دیکھو تو ڈر جاؤ مگر وہ آپ کے آباؤ اجداد تھے جو Genetically پیدا ہوئے۔ پھر اللہ میاں کو یہ خیال آیا کہ تمام قیمتی دھاتیں اور زمین کی زرخیزی تو نیچے پڑی ہے۔ لہٰذا پھر زلزلے آئے۔ جن کو زندہ اور باقی رکھنا تھا ان کو رکھ لیا اور جن کو فنا کرنا تھا دفن کر دیا۔ اوپر سے برفانی Ages پھینکیں اور زمین پر زلزلے آئے۔ دونوں حساب برابر کر دیے۔ باقی جو زندہ بچا اس کو زمین پر استحکام بخشا۔ زلزلے ایک لابدی امر ہے۔ یہ ہر صورت ہوں گے۔ ان کا تعلق Morality سے نہیں مگر ایک بات یاد رکھیے کہ اس زمین پر کسی چیز کا بھی تعلق کسی سے نہیں ہے۔ یہ وسیع تر کائنات، زمان و مکاں، خودرو پودے، کلیاں اور بھونرے اپنا کوئی وجود نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے وجود میں حسن اور دلکشی آپ سے ہے۔ آپ ہیں تو یہ ہیں۔ آپ دیکھتے ہو تو یہ نظر آتے ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو یہ کروڑہا یا اربہا سال پڑے رہتے۔ ان کو کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا۔ کوئی گلاب سونگھنے والا نہ ہوتا۔ کوئی تتلی پکڑنے والا نہ ہوتا۔ یہ تمام کائنات آپ کے وجود سے رنگ پاتی ہے۔ اس لیے ہر حادثے، واقعے، نظارے، سراب اور حقیقت کی اگر کوئی Interpretation کرے گا تو وہ انسان کرے گا۔ اس کے

Marfat.com

اثرات کی کوئی Interpretation کرے گا تو انسان کرے گا۔ یہ اس زلزلے کا خلاصہ ہے مگر آیئے دیکھیے کہ قرآن زلزلے کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ صرف دو آیات میں کوٹ کروں گا: اذا زلزلت الارض زلزالھا (الزلزال ۹۹ آیت ۱) قیامت زلزلے سے ہے۔ القارعة ما القارعة (القارعة ۱۰۱ آیت ۱) یہ زلزلے کی آیات ہیں۔ قیامت زلزلے سے ہے۔ زمین چاہے غیر متوازن ہو۔ چاہے اس کا کوئی اور ڈھنگ ہو یا زمین اپنے مدار سے نکلے اور پہاڑ زمین سے اکھڑ جائیں اور زلزلے بڑھ جائیں۔ ساری زمین ٹوٹ پھوٹ جائے تو یہ قیامت ہے۔ اگر قیامت سے زلزلہ ہے اور تو زلزلہ قیامت سے ہے۔ جہاں بھی زلزلہ ہوگا وہاں قیامت ہوگی۔

یہ پاکستان اور مظفر آباد کا زلزلہ 0.0001 قیامت کا حصہ تو ضرور ہوگا۔ جب بھی زلزلہ ہو قیامت ضرور نظر آتی ہے اور یہ ہمیں بھی نظر آئے گی۔ قرآن حکیم کی ایک اور آیت آپ کو بتا تا ہوں جس سے کم از کم آپ کے دلوں کو ایک خصوصی تسکین ملے گی۔ فرمایا: ام حسبتم (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) تم گمان کرتے ہو کہ: ان تدخلوا الجنة ولما یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم البأسآء والضرآء وزلزلوا (البقرة ۲ آیت ۲۱۴) جنت کوئی ٹھنڈی سڑک ہے یا مال روڈ ہے کہ تم ٹہلتے ٹہلتے اس میں چلے جاؤ گے۔ تم سے پہلی قوموں کو بھی یہی زعم تھا اور جنت کو اپنی میراث سمجھتے تھے مگر ایسا نہیں ہوگا۔ ہم ضرور آزمائیں گے جیسے پہلی قوموں کو آزمایا تھا۔ ہم انہیں جنگوں اور قتل و غارت میں ڈالیں گے۔ ہم انہیں ضرر سے چھوئیں گے اور زلزلوں میں ڈالیں گے۔ ہم انہیں خارجی اور باطنی زلزلوں میں ڈالیں گے جیسے پہلے لوگ ڈالے گئے تھے۔ پیغمبر چلا اٹھے کہ ہم نہیں بچیں گے اے خدا کدھر گئے۔ یہاں اپنی امت کے لیے اپنے رسولؐ کی ایک ادائے محبت یاد آتی ہے۔ جب بھی آندھی چلتی تو آپ پچھلی قوموں پر آنے والے عذاب کی وجہ سے گھبرا جاتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری قوم پر بھی عذاب کی کوئی وعید آ رہی ہو۔ آپؐ اپنی امت کیلئے بہت متردد تھے۔ ایک موقع پر تو پیغمبر تک پکار اٹھے کہ پروردگار تمہاری مدد کہاں ہے؟ اس قسم کی مصیبت کے بعد اللہ ایک وعدہ دیتا ہے کہ سن لو! ہماری مدد بہت قریب ہے اور آپ نے دیکھا کہ جس قوم کو ہم مردہ اور بدکار سمجھ رہے تھے۔ اس زلزلے کی وجہ سے حقیقی مسلمان نکلی۔ ہر آدمی اٹھ کے زلزلہ زدگان کی مدد کے لیے چلا۔ غریب اور امیر کوئی بھی پیچھے نہیں رہا۔ کسی صوبے سے نہیں رہا۔ کسی گھر سے نہیں رہا۔ انہی دنوں کی بات ہے میں سوچ نہیں سکتا تھا کہ میں یہ بات اپنی قوم سے کہنے کے قابل ہوں گا کہ ہم ایک عورت کو پندرہ سو روپے پورے سال کی زکوٰۃ دے رہے تھے تو اس عورت نے ان میں سے پانچ سو روپے واپس کر دیے کہ پروفیسر صاحب یہ زلزلہ زدگان کی مدد کے لیے دے دیں۔ یہ اس قوم کا رویہ ہے۔ دنیا کی سب سے مہذب قوم کے اس رویے کو دیکھو جو اس نے نیو آرلین اور ٹیکساس میں پیش کیا ہے کہ کترینہ اور ریٹا نے وہاں بڑی آفت مچائی ہوئی تھی۔ ان کے بارے میں ہے کہ چھ سات دن انہوں نے کسی کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ Homosexuality نے ہزاروں بچوں کو برباد کیا۔ ہزاروں خواتین کی عصمتیں لوٹی گئیں۔ پولیس والوں نے مل کر گھروں کو لوٹا اور اب تک وہ لوٹ مار جاری ہے۔ اسکے برعکس ایک بدتمیز، ان پڑھ اور بھوکی ننگی قوم نے جس ایثار اور محبت کا اظہار کیا ہے وہ بے نظیر ہے۔ اگر وہ مجھے اور آپ کو پسند ہے تو اللہ کو ہم سے زیادہ پسند ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ موسم گرما تک سیکولرازم کی بنیاد اس ملک سے

Marfat.com

ختم ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز آپ دیکھو گے کہ .We are not rigid people میں نے کسی شخص سے یہ سوال کیا تھا کہ اسلام میں کیا ڈالیں تو یہ معتدل اور روشن خیال ہوتا ہے۔ مسلمانوں ہی نے دنیا کو اعتدال سکھایا ہے۔ مسلسل آٹھ حدیثوں میں رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! اعتدال اختیار کرو۔ اگر مکمل اعتدال اختیار نہ کر سکو تو اس کے قریب ترین رہو۔ کیا عجیب بات ہے۔ یورپ سے مغلوبیت کا یہ حال ہے کہ ہم مذہب کو اب لونڈوں کے حوالے کر رہے ہیں۔ اب ہم ڈانس اور Music کے ساتھ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ آج کل یہ حال ہو گیا ہے۔ میڈیا کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ میڈیا اسلام کو Interested نہیں ہے۔ Media تو Entertainment میں Interested ہے۔ میڈیا چونکہ Dance اور قصے کہانیوں میں Entertainment دیتا ہے۔ اس لیے چند لوگوں کے لیے میڈیا نے مذہب کو بھی تفریح بنا دیا ہے۔ میڈیا کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میڈیا کو صرف مال واسباب سے تعلق ہے۔ آج کل مذہب کی طرف دوڑ شروع ہو گئی ہے۔ تمام Schools of thought پگڑیاں بدلنے، ڈاڑھیوں کے Style تراشنے اور رنگ وروپ بدلنے کے لئے اپنا اپنا میڈیا کنٹرول کر رہے ہیں۔ So that they know کہ وہ ہماری جماعت سے ہے۔ یہ ہماری جماعت سے ہے۔ ان مناظر کے درمیان ایک بیچارہ جلاوطن مردنی اور اداس چہرے والا اسلام کھڑا ہے۔

تصوف جدوجہد ہے یا صلاحیت؟

سوال: کیا تصوف انسانی جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہونے والی ذہنی صلاحیت ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ جدوجہد کی ترغیب کیوں نہیں دیتا ہے؟

جواب: میرا یہ خیال ہے کہ صوفیا جتنی محنت کرتے ہیں شاید اتنی محنت ایک عام انسان کے بس میں نہیں ہوتی۔ میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ میں شاید صوفی نہیں۔ شاید کیا بالکل ہی نہیں ہوں مگر میں جب ذرا سی اپنی محنت خدا کے واسطے دیکھتا ہوں تو لامحالہ کسی بھی سرکاری دفتر کی محنت سے دگنی ہوتی ہے تو پھر یہ الزام دینا غلط ہے کہ ہم محنت نہیں کرتے۔ یہ الزام دینا کسی بھی استاد کے بارے میں غلط ہوگا۔ Basically محنت کا جذبہ ہم ہی بیدار کرتے ہیں۔ ہم ہی لوگوں کے رخ متعین کرتے ہیں۔ As a teacher ہم ہی انہیں لکھاتے پڑھاتے ہیں۔ ملتان میں ایک استاد نے مجھے کہا کہ ہم کیا کریں سارا زمانہ کرپٹ ہے۔ اُس سے میں نے کہا کہ کم از کم تم ایسا نہ کہو کیونکہ کسی ایک لڑکے یا لڑکی کو اعلیٰ مقاصد کے لیے تیار کرنے والے اساتذہ دنیا میں کسی سے شکست نہیں کھاتے۔ استاد ہی تو ہے جس کو یہ فخر حاصل ہے کہ زمانے اسی کی وجہ سے بدلے ہیں۔ زمانے ارسطو اور افلاطون نے بدلے ہیں۔ یہ سارے استاد تھے اور تصوف عمومیت سے خصوصیت کی طرف لے جاتا ہے اور اگر مدارج عقل روا رہے تو اللہ ترقی عقل کے حساب سے دیتا ہے۔ اللہ اعمال سے نہیں ذہن سے ترقی دیتا ہے۔ میں جسے چاہتا ہوں اس کے درجے بلند کرتا ہوں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

Marfat.com

زمین اور کائنات کی تخلیق کی صراحت!

سوال: قرآن میں خدا زمین کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ زمین میں نے پہلے پیدا کی اور کہیں کہتا ہے کہ کائنات پہلے پیدا کی۔ کیا یہ تضاد نہیں ہے؟

جواب: اصل میں تضاد نہیں ہے۔ جب Plan کیا جائے تو پہلے Purpose آتا ہے۔ جب پوری کائنات کی Planning کی گئی تو اس کا پہلا Purpose زمین تخلیق کرنے کا تھا۔ اس لیے خدا زمین کو فوقیت دیتا ہے کہ Planning کی سطح پر زمین پہلے تخلیق کی گئی ہے مگر جب ماسٹر پلان سے کام ہونا شروع ہوا تو زمین مدارج طے کرتی ہوئی چوتھے درجے پر آ گئی جیسے Constellations بنیں۔ پھر سورج سے جدا کی گئیں۔ پھر زمین بنی جیسے میں نے ابھی آپ کے سامنے آیت قرآن حکیم پڑھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمین کی تخلیق پہلے ہے۔ اس کا ظہور اور پھیلاؤ بعد میں ہے۔ اس کی Existence بعد میں ہے۔ اس لیے ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بنیادی طور پر میں یہ دیکھتا ہوں کہ اگر زمین تخلیق نہ کرنی ہوتی تو کائنات کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ اس لیے کائنات کی تخلیق کا بنیادی اور ضروری مقصد زمین تھی، اس لیے زمین پہلے تخلیق کی گئی ہے۔

امریکہ کی تباہی کے بارے میں پیشین گوئی!

سوال: آپ نے اپنی تقاریر میں 2007ء تک امریکہ کی تباہی کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے۔ کیا یہ Prediction ہے؟

جواب: نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں نے امریکہ کی تباہی کا ذکر نہیں کیا اور نہ مجھے امریکہ سے کوئی اتنا واسطہ ہے بلکہ میں اکثر اپنے عزیز و اقارب کو جو New York میں رہتے ہیں، کہتا ہوں کہ یار خدا کے لیے یہ شہر چھوڑ جاؤ کہ اس نے تباہ ہو جانا ہے۔ وہ میری بات ہنستے کھیلتے مانتے ہی نہیں مگر بات یہ ہے کہ میں 2007ء کو بھی ایک مستقل Date نہیں کہوں گا کیونکہ اس وقت جیسے میں نے کہا تھا کہ یہ علم تو خدا کے پاس ہے مگر 2002ء سے جن Events کے بارے میں میں نے گفتگو کی تھی وہ اتفاق سے ویسے ہی متواتر ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ ہم تو صرف ایک ذہنی Estimate لگاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تیسری جنگ عظیم کی ابتدا ہو چکی ہے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے اور 2006ء اور 2007ء تک یہ میچور ہو جائے گی اور میرا یہ پختہ خیال ہے کیونکہ جنہوں نے جنگ عظیم اول اور دوم دیکھی ہوئی ہے ان کو اچھی طرح پتا ہوگا کہ اس طرح پہلے Partial اور پھر Fractional battles ہوتے ہوتے یہ جنگیں Ultimately جنگ عظیم میں بدل گئی تھیں اور ہمارے Already Islamic block میں جو Battles ہو رہی ہیں یہ رفتہ رفتہ آگے بڑھ رہی ہیں اور کافی بڑھ چکی ہیں، البتہ امن مصنوعی نظر آ رہا ہے اور یہ سارا فریب نظر ہے جو پلک جھپکنے میں آتش فشاں ہو جائے گا۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں 2007ء تک The end of civilization نظر آنا شروع

Marfat.com

ہو جائے گا۔

علم کی عطا اور بقا کا سوال!

سوال: جو کچھ اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے اور آپ نے اس روشنی سے ہزاروں لوگوں کی رہنمائی کی ہے۔ کیا یہ سب صدری نسخوں کی طرح آپ اپنے ساتھ لے جائیں گے یا کچھ لوگوں کی تربیت کریں گے یا کوئی ادارہ بنائیں گے جس میں روشنی کا یہ سفر جاری رہے؟

جواب: کسی بھی استاد کی مثال اللہ کی اس آیت کی طرح ہوتی ہے جو خداوند کریم نے فرمایا کہ علم امانت کی طرح ہے میں خوب اچھی طرح دیکھ لیتا ہوں کہ اسے کہاں رکھنا ہوتا ہے اور دوسری بات فرمائی کہ یہ علم بارش کی طرح ہے اگر کسی اچھی زمین پر گرتا ہے تو بیل بوٹے اگتے ہیں اور اگر کسی زمین کو خشک پاتا ہے تو اس میں جھاڑ اگتی ہے اور کسی پتھریلی زمین پر یہ پانی پھسل جاتا ہے۔ یہ ہمارے کہنے کی بات نہیں ہے۔ یہ استطاعت قلب پر ہے جو کچھ مجھے ملا ہے، میں مختصراً یہ کہہ سکتا ہوں کہ:

دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں   جو کچھ مجھے دیا ہے وہ لوٹا رہا ہوں میں

جنت ایک حقیقت ہے یا ذہنی کیفیت!

سوال: جنت یا بہشت کے تصور کی وضاحت کریں۔ کیا جنت حقیقی ہے یا ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے اور کیا جنت خلا میں قائم ہے؟

جواب: کعبے کی قسم خدا جھوٹا اور دھوکا دینے والا نہیں ہے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں اگر اللہ میاں نے آپ سے جنت کا وعدہ کیا ہے تو وہ ضرور جنت دے گا۔ اس نے جنت کی اونچائی، گہرائی اور چوڑائی سب کچھ ناپ رکھی ہے۔ وہ جنت کے تصور کو ایک ایسا Rank قرار دیتا ہے اور اگر دنیا میں وہ اپنے بندے کو کوئی Award نہیں دیتا ہے اور اسے اپنے پاس بلا لیتا ہے یا اس سے اس کے جذبوں کی قربانیاں مانگتا ہے اور اس کو حکم دیتا ہے کہ اپنے آپ کو مارو، قتل کرواور پھر اس کے بعد اس کا بندگان خدا سے تعلق اور واسطہ جابرانہ، آمرانہ اور خود غرضانہ ہوگا ایسا بالکل نہیں ہے۔ اللہ نے جس جنت کا وعدہ کیا ہے وہ موجود ہے اور اس کے سارے آثار موجود ہیں۔ آج سے بہت پہلے ہم کائنات کا سراغ نہیں رکھتے تھے۔ جنت کے بارے میں بڑے عجیب وغریب تصور تھے کہ شاید مرنے کے بعد ہم چلتے چلتے کسی ایسے باغ میں ہوں گے، جہاں سیب لگے ہوئے ہوں گے۔ طوطے بول رہے ہوں گے اور چڑیاں چہک رہی ہوں گی مگر جب میں نے قرآن حکیم کی ایک آیت پڑھی تو مجھے یہ پتا لگا ہے کہ یہ جنت کتنی وسیع وعریض ہے۔ یقین جانو! اگر ساری دنیاؤں کے لوگ یا Two billion suns کی زمینوں میں رہنے والے لوگ بھی ہوتے تو پھر بھی جنت پر نہیں ہوسکتی ہے اور جنت کے بارے میں اللہ نے قرآن حکیم میں کہا ہے: وجنة عرضها السمٰوٰت والارض (آل عمران ۳ آیت ۱۳۳) کہ جنت

Marfat.com

کی چوڑائی زمینوں اور آسمانوں کی لمبائی سے بھی بڑھ کر ہے اور زمینوں اور آسمانوں کی لمبائی آج تک ناپی نہیں گئی ہے۔ Cosmology کے علم کی کوششوں اور ہر روز نئے پیمانے بنائے جانے کے باوجود کتنا بڑا ہے!

We have not been able to know light years.

جنت اتنی بڑی ہے کہ اس کا Award ایک مکان کی صورت میں ایک ستارے کے برابر ہے۔ حضورؐ گرامی مرتبت سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! جنت میں مکان کیسے ہیں؟ فرمایا! ایک مکان دوسرے مکان سے پانچ سو برس کے فاصلے پر ہے۔ پوچھا گیا! حضرت کہ جنت Immense stars کی ایک Galaxy ہے۔

Countless stars-immensity of stars.

جواب دیا گیا کہ ہاں! ایک ایسی Galaxy ہے کہ جہاں پر بندے کو ایک گھر دیا جائے گا۔ ایک ستارہ دیا جائے گا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس راز کی یوں وضاحت کی ہے کہ ہر انسان کے مقابل ایک فضائے بسیط میں ستارہ ہے جس کے اجتماع کو آپ جنت کہتے ہیں اور حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم زمین پر ایک درخت لگاتے ہو یا اگر تم نے من قال سبحان الله و بحمده غرست له به نخلة فی الجنة (صحیح ابن حبان ، ترمذی مرقم الحدیث ۸۲۶) تو سمجھو کہ تم نے جنت کے اپنے گھر میں ایک درخت لگایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر کی تعمیر اور آرائش گارے اور سیمنٹ سے نہیں ہے بلکہ آپ کے اعمال، افعال اور خیرات وصدقات سے ہے۔ فرض کرو کہ آپ ایک ہزار مرتبہ من قال سبحان الله العظیم غرست له شجرة فی الجنة (صحیح ابن حبان ، ترمذی رقم الحدیث ۸۲۷) پڑھ لیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ جنت میں آپ کے گھر میں ایک ہزار درخت لگ جاتے ہیں۔ لہٰذا اس گھر کو سنوارنا آپ کا کام ہے اور اگر آپ غیض وغضب کا مظاہرہ کریں گے تو آپ کو جنت میں اپنے گھر میں داخل ہوتے ہی ایسی ہوائیں ملیں گی کہ آپ کو اپنے گھر سے بھگا دیں گی۔

So try to be good and try to be reasonable and believe that God is true

and

He has set your share hereafter.

ڈاکٹر ذاکر کی غیر معمولی دانش!

سوال: ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ڈاکٹر شاہد مسعود میڈیا پر بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں اگر آپ کو ان پر اعتراض ہے تو آپ کو بھی ٹی وی پر آنا چاہیے۔ نیز ڈاکٹر نائیک نے فرمایا ہے کہ اگر حضورؐ کے صدقے دعا مانگی جائے تو قبول نہیں ہوگی۔

جواب: یہ لوگوں کی خدمات سرانجام نہیں دے رہے ہیں بلکہ میڈیا کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بس اتنا سا فرق ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ڈاکٹر ذاکر صاحب ایک Record keeper ہیں اور اچھی یادداشت کے مالک ہیں۔ ان کی Memory اچھی ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی Decision making intellect نہیں ہے اور وہ

ایک Particular school of thought کے ہی حوالے سے بات کرتے ہیں۔لہٰذا اگر خود اپنے ذہن کو محدود کرلیا جائے تو یہ ایک بدقسمتی کا شعار بن جاتا ہے۔جہاں تک ان کے نظریات کا تعلق ہے میں نے خود ان کو اپنے کانوں سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام صرف ایک شادی کا حکم دیتا ہے۔سوال یہ نہیں ہے کہ اسلام ایک یا چار شادیوں کا حکم دیتا ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو یہ بات کہنے کی کیوں ضرورت پڑی ہے کہ اسلام صرف ایک شادی کا حکم دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ یورپ کے Secular intellect کو چیلنج کرسکیں۔وہ پوری کوشش کرتے ہیں کہ مذہب کی تمام تعبیرات ایسی ہوں جو مسلمانوں کو پسند آئیں یا نہ آئیں مگر مغرب کو ضرور پسند آئیں۔ہم اس قسم کی منطق کے حامل کسی شخص کو نابغۂ عصر اور عالم دین نہیں مان سکتے۔ان کی پوری Tendency اس طرف مائل ہے کہ اگر یورپین آپ کی چار شادیوں پر اعتراض کررہے ہیں تو آپ کہیں جی ہاں! قرآن میں ایک ہی شادی کی اجازت ہے اور پھر ڈاکٹر صاحب بعض اوقات ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ جن کا Reason سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہوتا۔ان کے پاس Points بہت ہیں۔بعض اوقات ایک مسئلے پہ 25 اور 26 پوائنٹ بھی گن جاتے ہیں۔

But it looks sometimes that he is only repeating his memory. There is nothing of the decision making.

جو Authoritative tendency ہوتی ہے یا قرآن وحدیث کی بارے میں بالغانہ نظر جو بڑی مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو دین اور قرآن کے حقیقی فلسفے سے بھی آگہی عطا فرمائے۔

ڈاکٹر صاحب Comparative religions کی بات کرتے ہیں Christianity کی بات کرتے ہیں اور اسلام کو Christianity پر فضیلت دیتے ہیں اور ایسے عالموں کو پسند کرتے ہیں کہ مناظرہ لگا ہوا ہے۔مجادلہ ہو رہا ہے اور منہ سے جھاگ نکل رہی ہے تمہارا مذہب یہ کہہ رہا ہے۔میرا مذہب یہ کہہ رہا ہے۔مگر یہ Religion کے نقطہ نظر سے انتہائی ناقص اور غلط بات سمجھی جاتی ہے۔مجھے بتایئے کہ پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں Holy کارڈینل آف برٹش نے ہولی ہاکس کو ایک کتاب لکھنے کو دی اور کہا! وہ اس کتاب کو لکھ کر ان کی طرف رجوع کرے۔جب اس نے انجیل کی ایک سو بتیس Versions پڑھیں تو اس نے معذرت سے پوپ کو لکھا کہ اگر میں نے تمہاری کتاب لکھ دی تو Christianity سے لوگوں کا اعتبار اٹھ جائے گا کیونکہ یہ سارے کے سارے Contradictory ہیں۔ایک سو بتیس Contradictory versions ہیں اس پر indiction ہوئی اور ہولی ہاکس کو چار مہینے جیل کاٹنا پڑی۔اسی طرح Bradley کے ساتھ ہوا۔یہ دونوں مذہب سے نکل کر Secular ہوگئے۔اب مجھے بتایئے کہ جس مذہب کو ابتدا ہی سے اس کے اپنے لوگ Contradict کررہے ہیں کہ یہ مذہب Logical نہیں ہے اور Scientific pattern پر اس کی Reasoning نہیں ہوسکتی ہے۔میں اسے کیوں برا کہوں کہ آ بیل مجھے مار۔اس قسم کے Ccncepts ، مناظرے اور مجادلے کبھی Appreciate نہیں کیے جاتے۔ البتہ اگر کسی کو جرأت یا مجال ہے اور کوئی سمجھتا ہے کہ قرآن کا یہ حکم غلط ہے اور ہم وضاحت چاہتے ہیں۔تو ہم اس کے لیے تیار ہیں۔مجھے Christianity کو برا کہنے کی کیا

ضرورت پڑی ہے۔

دہشت گردی اور جہاد کی حدود کا تعین!

سوال: جہاد کہاں ختم ہوتا ہے اور کہاں سے Terrorism شروع ہوتی ہے اور افغانستان اور عراق میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ جہاد ہے یا دہشت گردی ہے اور ہم نے جو سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ Coin کیا ہے یہ جہاد کی Spirit کے Against ہے یا اس کے مطابق ہے؟

جواب: میں یہ کہوں گا جو آج جنرل صاحب نے سب سے بڑی بات کہی ہے کہ It's a fight against your own self.

اور جہاد کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے۔ آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کون ہو؟ کس کے خلاف لڑ رہے ہو؟ آپ کی اپنی حیثیت کیا ہے؟ کیا خدا کو چھوڑ کر حالات کے خلاف لڑنا ہے؟ یا اپنے موجودہ معروضی اور جغرافیائی حالات سے لڑنا ہے۔ آپ کو بہت سارے فیصلے کرنا ہوتے ہیں۔ Think a hundred times before and when do you think, stick to it as a one man. This is what Quaid-i-Azam says.

حاصل کن ہے یہ جہانِ خراب اتنی عجلت میں یہی ممکن تھا

آپ اس محفل کو شاید صرف اپنے توسط سے دیکھتے ہوں مگر دراصل اس کے پس منظر میں بیشمار ایسے لوگ ہیں جو آپ کے سوالات کو ترس رہے ہوتے ہیں اور بہت سے جوابات کو ترس رہے ہوتے ہیں اور یہ بات چیت دنیا کے ہر گوشے میں پہنچتی ہے اور میں سمجھ سکتا ہوں کہ میں ہی نہیں بلکہ وہ سارے لوگ جو امریکہ، لندن، بلجیئم اور ہالینڈ میں ہیں اور جنہوں نے ان تعلیمی Sessions کی باتوں کو کتابوں میں منتقل ہوتے دیکھا ہے اور پھر ان سے استفادہ کیا ہے۔ آپ یقین جانیے کہ میرے دو نہایت عزیز دوست یہاں موجود ہیں جنہوں نے ہالینڈ میں ان Sessions کی کتابوں کو پڑھا اور انہوں نے دو ہزار کتابیں Publishers سے خرید کر تحفے کے طور پر دی ہیں جو ہم آپ کو نئی کتابوں کے ساتھ دے رہے ہیں۔ شاید آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ آپ کتنے بڑے کام میں شریک ہو رہے ہیں اور یہ کتنی بڑی Movement ہے جو آپ اور ان Sessions کی وجہ سے دنیا بھر میں Popular ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان پہلی سانس ہی میں مقدس ہو جائے۔ ہم راتوں رات امیر تو ہو سکتے ہیں متقی نہیں ہو سکتے ہیں اور یہ دعویٰ عبادت اور ریاضت جس کے سبب ہم اپنی ذات سے شرمندہ رہتے ہیں۔ گناہ Practically گناہ نہیں ہوتا ہے بلکہ گناہ انسان کی شخصیت میں وہ Element ہے جو اسکے Balance کو غیر مستحکم کرتا ہے اور اسے ایک ایسے خسارے میں ڈال دیتا ہے جو زندگی بھر پورا نہیں ہوتا اور اس خسارے سے نکلنے کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے جو آپ کے بزرگ اکبر حضرت آدمؑ نے اختیار کیا اور یہ توبہ ہے۔

آج بھی توبہ اور استغفار رجوع ہیں۔ یہ توبہ بھی رجعت ہے اور استغفار بھی رجعت ہے۔ یہ اس بات کی آگاہی

Marfat.com

ہے کہ ہمارے گناہ بخشنے اور ہمارے خسارے اور نقصان کو نفع میں بدلنے والا ایسا مہربان موجود ہے کہ جس کی رحمت و مہربانی کی مثال نہیں دی جا سکتی ہے۔ ایسا کریم کہ جس کے لازوال کرم سے پوری کائنات ڈھکی ہوئی ہے۔ اس کے کرم کے سامنے ہم اور ہمارے گناہوں کی بساط کیا ہے؟ ہم اور ہماری خطا کی مقدار کیا ہے؟ وہ ایسا رحیم و کریم ہے کہ آپ کی تمام خطاؤں کا پردہ پوش ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ ایک شخص کو اللہ نے کہا! دیکھ تو نے فلاں گناہ کیا تھا اور میں نے اسے ڈھانپ دیا۔ تو نے کسی کو نہیں بتایا۔ میں نے بھی کسی کو نہیں بتایا۔ میں جانتا تھا۔ میں دیکھتا تھا تو نے پھر فلاں جگہ گناہ کیا۔ تو نے کسی کو نہیں بتایا۔ تو نے چھپایا پھر میں نے بھی کسی کو نہیں بتایا اور چھپا دیا مگر میں تمہارے اس تیسرے گناہ کا کیا کروں جسے تو نے خود نشر کیا ہے۔

یہ بات یاد رکھئے کہ مغرب کی ایک عادت ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو نشر کرنا انسانیت کا اعزاز سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر برے کام کی شہرت اچھے کام کی طرح ہے۔ لہٰذا وہ عاد و ثمود اور قوم لوط کی تمام خطا کاریوں کا تفاخر سے ذکر کرتے ہیں اور شریف، پرہیزگار اور متقی لوگوں کو اپنے معاشرے سے نکل جانے پر اکساتے ہیں۔ اس معاشرے میں بعض اوقات مجرم اور خطا کار کا اتنا خسارہ ہو جاتا ہے کہ اسے خیر، حکمت اور نیکی کا شرف اور توبہ و استغفار کا نام سننا بھی گوارا نہیں ہوتا ہے۔

اگر اللہ آپ کو ساری خطاؤں کا بھی تھوڑا بہت ٹھہراؤ دے دے لیکن اللہ آپکو اس بہت بڑی خطا سے بچائے رکھے۔ آپ ہمیشہ خدا سے اس کی رحمت کی توقع اور بخشش کی آرزو رکھنا۔ وہ یقیناً بخشنے والا ہے۔ قول رسولؐ ہے کہ جب ایک شخص نے خطا، جرم اور گناہ کیا اور پھر توبہ کی تو اللہ نے جبرئیل سے کہا! اس شخص نے گناہ کیا تھا؟ جبرئیل نے کہا! ہاں! اے صاحب کائنات! اس نے گناہ کیا تھا۔ اللہ نے پوچھا! کیا اس نے توبہ کی ہے؟ ہاں توبہ کی ہے۔ اللہ نے کہا کہ جبریل اس کو پتا ہے نا کہ کوئی بخشنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں! آقا محترم اس کو پتا ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے پھر گناہ کیا اور پھر توبہ کی تو اللہ نے جبریل سے پوچھا! جبریل نے فہمائش میں کہا اے پروردگار! اس نے پھر گناہ کیا ہے۔ اللہ نے کہا! جبریل اس نے گناہ کیا ہے اور پھر توبہ کی ہے۔ لہٰذا اس کو تو زیادہ پتا ہے کہ کوئی بخشنے والا ہے۔ اس لیے اسے کہہ دو کہ میں نے اسے بخش دیا۔ پھر اس نے گناہ کیا۔ اب جبریل بڑا Case لے کر آئے اور کہا۔ اے عالم پناہ! اس نے پھر بڑا گناہ کیا اور پھر تیری بات کو بھول گیا۔ اللہ نے کہا! اے جبریل! اس کو تو پکا پتا ہے کہ میں ہی بخشنے والا ہوں۔ جاؤ اس سے کہو جو مرضی کر میں نے تجھے بخش دیا۔

یہ فرضی داستان نہیں ہے۔ یہ بنیادی زندگی کے مقاصد میں ایک سوال ہے۔ مغرب زدہ اور Secular لوگوں میں ایک فرق ہے۔ میں بھی دلیل پر قائم ہوں اور وہ بھی دلیلیں دیتے ہیں۔ میں خدا کا قائل ہوں اور وہ خدا کے قائل نہیں ہیں اور اللہ یہ کہتا ہے کہ لیھلک من ھلک عن بینة (الانفال ۸ آیت ۴۲) جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا و یحیٰ من حی عن بینة (الانفال ۸ آیت ۴۲) جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا وان اللہ لسمیع علیم (الانفال ۸ آیت ۴۲)

دیکھنا یہ ہے کہ کس کی دلیل مضبوط ہے اور کون زندگی میں ایسے شواہد رکھتا ہے؟ کون ہے جو ایسے حقائق رکھتا ہے؟

کون ہے جس کی تثلیث میں Individuality زیادہ ہے۔ میں مشرق و مغرب کے موازنے کا قائل ہوں۔ اگر مغرب اپنے تمام دعووں کے باوجود سونامی کے طوفان کو روک نہیں سکا تو پھر انہیں خدا کی کامل قدرت اور طاقت سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ ابھی تو کچھ بنتے ہی ہوئے ہیں کہ اللہ نے اپنی اس قوت اور جلال کا مظاہرہ کیا ہے۔ کوئی اس واقعے اور اس انداز کو نہ سمجھ سکا کہ زمین اپنے محور سے ہٹ چکی ہے۔ ایک جھٹکے سے Hong Kong اپنے Center سے آٹھ انچ ہٹ چکا ہے۔ ایک ہزار میل کی دراڑ زمین میں آگئی ہے۔ یہ کتنی ناپائیدار دنیا ہے کہ ایک اور سونامی کے نتیجے میں زمین اپنے محور سے اکھڑ کر فضاؤں میں گم ہو جائے گی۔ آپ کو پتا ہے کہ ایک سونامی کا کم سے کم دھماکہ پوری دنیا کے Atomic Arsenal سے زیادہ تھا۔ کسی نے کہا ایک لاکھ Atom Bomb کے برابر یہ دھماکہ تھا۔ کسی نے کہا کہ 24 ہزار Atom Bomb کے برابر تھا۔ اس سے کم کہیں بھی ریکارڈ نہیں ہوا۔ اتنے بڑے غیرت و جلال کے مظاہرے کو بہت معمولی سا سمجھنا ایک عبرت ہے۔ ہم عبرت کیوں نہیں پکڑتے ہیں؟ سائنس کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ Reason دے کر چیزوں کے رخ اپنی طرف موڑتی ہے اور اشیاء پر خدا کے تصرف کو کمزور کرتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ واقعہ Volcanic ہے۔ یہ Titanic plates کی وجہ سے آیا ہے۔ براعظم افریقہ اور ایشیاء آپس میں ٹکرائے اور ان کی رگڑ سے سونامی وقوع پذیر ہوا ہے۔ مگر یہ ختم تو نہیں ہوتا۔ آپ کے ملک میں فروری کی متواتر بارشیں، موسموں کا تغیر و تبدل، زمین کی تہوں سے ابھرنے والی گھنٹیوں کی آواز اور اس رگڑ سے پیدا ہونے والے نئے پہاڑ اب رفتہ رفتہ مجتمع ہوں گے جیسے موجودہ تمام پہاڑ وقت کے ساتھ ساتھ Titanic plates کی رگڑ کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ دھماکہ بحرِ اوقیانوس میں ہو جس کے تمام امکانات موجود ہیں۔ میں امریکہ، انگلینڈ اور ہالینڈ اپنے سب جاننے والوں کو warning دوں گا کہ وہ وہاں کی Seismographic Reports پڑھتے رہیں کیونکہ اگلے دھماکے میں شاید یورپ ہی گم ہو جائے۔

خدا کی حکمت کے غلبے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرتِ انسان نے ڈیڑھ سو سال میں صرف سائنس پائی ہے۔ اس سے پہلے انسان کو کس نے زندگی میں بسایا تھا؟ اس کو کیسے علم ہوا کہ کھانا کیسے کھانا ہے؟ وہ ایک مسافر جو زمین پر اترا تھا اور جس کو یہ نہیں پتا تھا کہ Tillage کے کیا طریقے ہیں؟ کیسے زمین کھودنی ہے؟ پانی کہاں سے لینا ہے؟ کونسا درخت زہریلا اور کونسا نہیں ہے؟ کیا ڈیڑھ سو سال کی زندگی میں ہم اتنے عالم و فاضل ہو گئے ہیں بقول نٹشے کہ

God is dead and man has thrown Him out of life.

آپ اس قسم کی حماقت نہ فرمائیے گا۔ خداوند کریم بقا اور تحفظ کے خیال سے آپ کو محبت اور عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ مایوسی کی بات نہیں ہے۔ آپ اس سے احسان اور مروت طلب کر سکتے ہو اور خدا اسکا return بھی آپ کو انتہائی خیرِ کثیر میں دے گا۔

میرے پاس ایک سوال ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ سوال یہ ہے کہ عشق کی انتہا کیا ہے اور شرک کی ابتدا کیا ہے؟ شرک کی ابتدا شرک ہے۔ جب کسی چیز سے خدا کے مقابلے میں زیادہ محبت ہونا شروع ہو جائے تو شرک ہے۔ لن تنالوا

البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران ۳ آیت ۹۲) تم کبھی بھی برأت عاشقی نہیں پا سکتے۔ اگر اللہ کیلئے وہ تمام محبتیں قربان نہ کرو جو ہمیشہ سے تمہارے دل میں جاگزیں ہیں اور اب رہا عشق کا سوال کہ اس کی انتہا کیا ہے؟ تو اقبال کا خوبصورت شعر ہے کہ

تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد وصل چیست حیات دوام سوختن ناتمام

تو نہیں جانتا کہ شوق وصال سے مرجاتا ہے۔ عشق کی انتہا ہمیشہ جلنا ہے۔

اللہ کے ناموں کی برکات!

سوال: اگر اللہ کے تمام نام بابرکت ہیں تو ہر شخص کیلئے الگ اور مخصوص تسبیح کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: ہمارے ناموں کی طرح اللہ کے بھی اسماء ہیں اور اللہ کے تمام اسماء وقتاً فوقتاً زمانوں پر حکومت کرتے ہیں۔ کچھ اسماء کو غلبہ ہوتا ہے اور کچھ اسماء ساری کائنات میں اس کی معاونت کرتے ہیں یعنی آج امریکہ، پاکستان اور انگلینڈ میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے انہی اسماء کے تعلق، قوت اور غلبہ سے ہوتا ہے۔ تمام کی تمام کائنات ان اسماء کے تصرفات پر قائم ہے کیونکہ بحیثیت اسم ذات اللہ بالکل تنہا، واحد اور بے نیاز ہے اور جو کچھ بھی کائنات میں ہو رہا ہے اس کے مختلف اسماء کی برکت سے ہو رہا ہے۔ فرض کرو اگر میرا نام عبدالرحیم ہے تو میں کیوں نہ رحیم کے نام کا ورد کروں۔ بعض اوقات ناموں کے حوالے سے کچھ لوگوں نے کچھ طریقے ڈھونڈ رکھے ہیں۔ جیسے ابجد سے اسماء اعظم نکالنا۔ اس قسم کی کوئی حقیقت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہوتی ہے یا جیسے دوسرے علوم جفر وغیرہ کی مدد یا پانسے ڈال کر خدا کے نام نکالنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

میں بھی جو نام آپ کو دیتا ہوں یا کوئی بھی صاحب نظر آپ کو دے گا یا صاحب شرف دے گا تو اسکے دو نہایت Important خصائص ہیں۔ ایک تو لم تقولون مالا تفعلون (الصفت ۶۱ آیت ۲) تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ تو لازم ہے آپ کو تسبیح دینے سے پہلے مجھے اپنے اندر بھی اس تسبیح کا اجراء کرنا چاہیے اور اس تسبیح میں دو پہلو رکاوٹ کے بنتے ہیں۔ ایک آلائش قلب ونظر ہے جو آپ سے ہمہ وقت تسبیح ترک کرنے کی کوشش کرتی ہے اور دوسری جو آپ کو بے مقصدیت کی خبر دیتی ہے۔ یہ دل کی میل ہے اور اسکی میل نکالنے کو تصوف میں زکوٰۃ کہتے ہیں۔ جب کلمہ دل پر وارد ہوتا ہے تو دل کسی نہ کسی رنگ میں اسے Resist کرتا ہے اور اس Resist کرنے کو ختم کرنا زکوٰۃ دینا ہے یا جیسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اسماء سبع کے اوراق بتائے اور کہا کہ ان کی زکوٰۃ ایک لاکھ مرتبہ ہے کہ جب تم ایک لاکھ مرتبہ اسے پڑھ لوگے تو دل Resist کرنے سے باز آجائے گا۔ پھر تسبیح آپ کی ملکیت ہو جائے گی اور اس کے ملائکہ آپ کے تصرف میں ہوں گے۔

ایک بات یاد رکھئے گا کہ بہت سارے لوگ آپ کو موکلات کے بڑے جھانسے دیتے ہیں۔ موکل یقیناً ہوتے ہیں مگر آپ کے تصرف میں نہیں ہوتے۔ اللہ کے لاتعداد فرشتے قرآنی آیات پڑھنے کے کام پر متمکن ہیں۔ جب آپ تسبیح پڑھتے ہیں تو وہ آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے مسائل کے حل کی کوشش کرتے ہیں مگر آپ کے قابو میں نہیں آتے

Marfat.com

ہیں۔ آپ کسی فرشتے کو پکڑ کر صحن میں باندھ نہیں سکتے۔ یہ یاد رکھنا کہ اس قسم کے قبضے اور غلبے کی خواہش احمقانہ ہے اور اللہ اپنے اور معتبر فرشتوں کو اس طرح انسانوں کے اختیار میں نہیں دیتا ہے کیونکہ اس طرح اس کا نظام سلطنت بگڑ جائے گا۔ لاکھوں لوگ کروڑوں فرشتوں کو قابو میں لئے بیٹھے ہوں گے مگر جہاں تک فرشتوں کا آیات الٰہی سے متمکن اور متصف ہونا ہے وہ بالکل ایک جائز حقیقت ہے۔ حضرت براء بن آذرؓ کی حدیث ہے کہ اگر تین مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم پڑھ کر ایک مرتبہ سورۃ حشر کی آخری آیات پڑھو۔ هو الله الذى لآ اله الا هو علم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم ☆ هو الله الذى لآاله الا هو الملك القدوس السلم المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحن الله عما يشركون ☆ هو الله الخالق البارئ المصورله الاسمآء الحسنٰى يسبح له ما فى السموت والارض و هو العزيز الحكيم (الحشر ۵۹ آیت ۲۲، ۲۳، ۲۴) تو ستر ہزار ملائکہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک آپ کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اسلامی قوانین کی ہر زمانے سے ہم آہنگی!

سوال: اسلام کی حدود کیا زمانے کی وجہ سے بدلی جاسکتی ہیں؟ ایک حرام کام سے کیا نیک کام شروع کرنا جائز ہے؟

جواب: حدود اللہ کا تعین کرتے وقت ہمیں بہت ساری چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اسلام پندرہ سو برس سے ہے اور قیامت تک جائے گا اور ان تمام اوقات میں اللہ ہی صرف جاننے والا ہے جو قانون بنا رہا ہے۔ وہ زمانے کو ایک اکائی کی طرح دیکھتا ہے۔ اس کے سامنے جو زمانہ ہے۔ اس میں کوئی ماضی، حال اور مستقبل نہیں ہے۔ وہ ایک ہی جگہ سارے زمانے کو دیکھ رہا ہے اور اس نے سارے زمانے کو دیکھ کر اپنے قوانین بنائے ہیں اور حدود اللہ کا تعین کیا ہے۔ ہم لوگ جو اس صدی میں ہیں۔ ہم حدود کو اپنی ایک صدی کے حوالے سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم غلامی کے قوانین Abraham Lincoln کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم حدود کو Secular کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اگر تھوڑا سا عرصہ اور گزرا اور ایک ہولناک جنگ جو ہر طرف اڈتی نظر آتی ہے اور حضرت انسان کے لیے علامات ختم ہو جائیں گے اور پھر انسان کی Reverse ہے جیسے ہولے ہولے غار سے نکل کر وہ سکائی سکریپر تک پہنچا ہے۔ اسی طرح زمانہ بھی بوڑھا ہوتا ہے۔ جیسے زمانے کے ساتھ ساتھ انسان کا شعور پیدا ہوا اسے پہلے زمانے میں اس کا قطعاً احساس اور شعور نہیں تھا۔ حیوانات یا نباتات اور جمادات پر زمانے کا کوئی شعور منکشف نہیں ہوا۔ یہ ہم میں سے ہیں جو جانتے ہیں کہ زمانہ ہم پر گزرتا ہے۔ ہم سے زمانہ اپنی زندگی اور تعلیم پاتا ہے۔ ہم ہیں جو اسے محسوس کرتے ہیں۔ ہم ہیں جو اسے قدرت دیتے ہیں۔ ہم اسے اپنے اوپر اختیار دیتے ہیں۔ ہم اسے برا بھلا کہتے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ ہم میں سے جو زمانے کو قدر دیتے ہیں۔ اگر ہم نہ ہوں تو زمانہ بے مقصد، بے قدر اور بے نام ونشاں شے ہے۔ ہمیں صرف اپنے عہد کا پتا ہے۔ اپنے اپنے زمانے کا پتا ہے۔ جب ایک مہیب اور ہولناک جنگ جو ہمارے اندازے میں آرہی ہے۔ جب آ گئی تو پورے کا پورا زمانہ اپنے عروج سے تنزل کی منازل طے کرتا ہوا واپس ان گھروندوں کو جائے گا جہاں امریکہ کی عورتیں پھٹے پرانے خیموں کیساتھ

Marfat.com

اپنے اپنے پائینچے الٹائے ہوئے پتھروں کے توؤں پر روٹیاں پکا رہی ہوں گی اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے، آپ تو زیادہ گئے گزرے ہیں اور آپ ہو سکتا ہے کہ لکڑی کے پھاوں سے زمین کھود کر گاجر اور مولی نکال رہے ہوں اور ہو سکتا ہے کہ اس Traumatic Accidents میں جو بڑے دھماکوں سے آئے دماغ ماؤف ہو جائیں گے۔ تعلیم مفقود ہو جائے گی۔ یونیورسٹیاں تباہ و برباد ہو جائیں گی۔ کوئی نشان عبرت زمین پر نہیں رہے گا۔ بس چند بھولے بھٹکے لوگ جو صرف قیامت کا انتظار کریں گے اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ زمانے کا زوال بھی زمانے کے عروج کی طرح ہے۔ جہاں سے انسان نے سفر شروع کیا وہی پہ جا کر ختم کرے گا۔ اگر اس نے گوہ کے سوراخ میں انگشت دی ہے تو پھر وہی کچھ کرے گا اور یہ زمانہ حدود کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ یہ مہذب، یہ Continuity، یہ آغا خان تعلیمی بورڈ نہیں رہیں گے۔

And there will be only one reality that man
will be and society will be retarding
back to its original form of existence.

اس لئے خدا کے حدود کے بارے میں تبدیلی کا تصور احمقانہ ہے۔ ہاں اس کی تعبیر میں آپ غور و فکر کر سکتے ہو۔ اس کی فکری تعدیل ہو سکتی ہے اور وہ تعدیل اس طرح کہ پانچ نمازیں اب تین نمازیں نہیں ہو سکتی ہیں۔ نمازیں تو پانچ ہی رہیں گی مگر نمازوں میں اگر خدا اور رسولؐ نے آپ کو کچھ فوائد دیئے ہیں اور کچھ کمی دی ہے۔ میں اس پر آج بھی عمل پیرا ہوں۔ میں جب دیکھتا ہوں کہ کوئی پکی بات نہیں ہے۔ اڑتالیس میل پر بھی سفر ہے اور بتیس میل پر بھی سفر ہے۔ میں جب دیکھتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر سے باہر بھی قضا سفر کی نماز دو نفل پڑھ رہے ہیں اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ عمر فاروقؓ ہر تین میل پر کسر کرتے ہیں تو میں بھی کر رہا ہوں۔ میں بھی مندرہ جا کے دو رکعت ظہر کی پڑھ کے تھک ہار کے واپس آ جاتا ہوں کیونکہ اگر مجھ سے پہلے اس قسم کے تصرفات کی علامات موجود ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آج کسی قسم کی بھی Rigid interpretations اسلام کے مقاصد پورے نہیں کرتی ہیں۔ ہم کوئی نئے کام نہیں کر رہے ہیں۔ ہم تو وہ کام کر رہے ہیں جو ہم سے پہلے بہت بڑے نیکوں، بزرگوں، تابعین اور تبع تابعین اور اصحاب رسولؐ نے کیے ہیں۔ میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ اگر بھئی بتیس میل پر کسر وارد ہو جاتی ہے تو مجھے یہ بتاؤ کہ اکتیس میل پر ہم کس حال میں ہوتے ہیں؟ ہم مقام میں ہوتے ہیں یا سفر میں ہوتے ہیں؟ اور میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ بھئی کسر میلوں پہ ہے یا سفر پہ ہے؟ اور اگر میں گھر سے نکلتے ہی سفر پر چلا جاتا ہوں اور میری واپس آنے کی نیت نہیں ہے اور مجھے سکون و ثبات وہ مہیا نہیں ہے تو فقہ کی رو سے میں مسافرت کی نماز پڑھ سکتا ہوں؟ میں کسر کر سکتا ہوں؟ یہی فقہ ہے جس کے اصولوں میں ہم تھوڑی بہت نرمی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اصول مذہب میں ہم نہ کسی قسم کے تغیر کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہم اسکے قائل ہیں۔

کیا پیر لالچی اور دنیا دار ہوتا ہے؟

سوال : میں ایک پیر صاحب سے بیعت ہوا تھا لیکن بعد میں پتا چلا کہ یہ پیر لالچی اور دنیا دار ہے۔ اس کے بعد میں نے

Marfat.com

ادھر آنا جانا چھوڑ دیا۔ پچھلے تین سال سے آپ کی تسبیح کر رہا ہوں اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

جواب: مجھے تو یہ صاحب بخیل لگتے ہیں۔ بھئی اگر پیر سے آپ کو اتنا انس تھا کہ وہ آپ کو کوئی تعلیم دے رہے تھے تو یار اسکو کچھ زیادہ دے کر زیادہ تعلیم لے لیتے۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ بخیل اور لالچی ہونے کے ناتے سے آپ نے پیر کو خدا سمجھا ہوا ہے۔ بھئی! پیر انسان ہے اس کے گھر بھی چولہا جلتا ہے۔ اسکی دہلیز پر بھی کوئی نہ کوئی ضرورت پڑی ہوتی ہے۔ اس کے بھی طاق میں چراغ جلتا ہے۔ اگر اس نے اپنے کسی مرید باصفا سے کچھ توقع رکھی تو کیا المیہ وقوع پذیر ہو گیا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ آپ بغیر غیبت کے واپس چلے آتے اور قطع تعلق کر لیتے مگر آپ بھی کچھ کم بخیل تو نہیں ہیں کہ گلہ شروع کر دیا ہے۔

جہاد بالسیف کے لئے خصوصی تربیت!

سوال: آپ نے کہا کہ جہاد بالسیف کے لیے وہ شخص نکلتا ہے جو اپنے باقی تمام جبلی رویوں کو Educate کر چکا ہوتا ہے۔ نبی اکرمؐ کے بعد اور ان کے زمانے میں جو نو مسلم جہاد کے لیے جاتے تھے، تو کیا وہ اپنی تربیت مکمل کر چکے ہوتے تھے؟

جواب: نہیں! بالکل نہیں! اس لیے کہ آپ خود ہی غور کیجئے کہ حنین میں ہزیمت ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے پیش آئی تھی اور احد میں بھی اصحاب ایسے تھے جو لالچ کی وجہ سے مال غنیمت کے لیے قول رسولؐ کو چھوڑ کر چلے آئے اور خالد بن ولیدؓ نے وہیں سے حملہ کر کے احد میں اسلامی لشکر کو نقصان پہنچایا تھا۔ لہٰذا نو مسلم جہاد پر جا سکتے ہیں لیکن چونکہ ابھی وہ اپنے مکمل تربیتی مراحل سے نہیں گزرے ہوئے ہوتے تو بسا اوقات وہ اپنی Exuberant اور Excitement میں بہتری کے بجائے اسلامی لشکر کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں اور انہوں نے عہد رسالت میں بھی پہنچایا اور اب بھی پہنچا سکتے ہیں مگر اللہ ان کے جذبوں کو دیکھنے والا ہے اور قدر کرنے والا ہے اور خدا ہی ہے جو ان کے دلوں کے حال بہتر جانتا ہے اور اللہ ہی ہے جو دیکھنے والا ہے کہ وہ سچے ہیں یا نہیں۔ خدا ہی ان کے فیصلوں میں برکت دینے والا ہے۔

Marfat.com

کیا اسلام زوال پذیر ہے؟

خواتین وحضرات! میں جب وطن سے نکلا تھا تو میرے ساتھ ایک شعر چلا تھا کہ

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

مجھے آج آپ کو یہاں گفتگو سننے کیلئے آمادہ پا کر یہ احساس ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے ہماری اداسیوں میں ایک توقع اور امید زندہ رکھی ہے۔ سچائی صرف سچائی ہوتی ہے۔ وہ کسی کی آشنا اور دوست نہیں ہوتی ہے۔ فصل تو قلت سے بے نیاز ہوتی ہے سچائی کسی کے ساتھ نہیں ہوتی ہے لوگ سچائی کے ساتھ ہوتے ہیں یا اسکے خلاف ہوتے ہیں۔ ایک غیر معمولی تصور کہ کسی الہامی یا الٰہیاتی حقیقت کو کسی قیمت پر بدلا جا سکتا ہے؟ شاید انسان کا بہت پرانا زعم ہے۔ نینوا، بابل، مہنجوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیبوں سے شروع ہونے والا سفر، پومپیائی کی داستانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ زمین پر ہزاروں ایسے مقام ہیں کہ جن کو انسان کے لیے عبرت کا نشان ہونا چاہیے تھا لیکن انسان نے ان سے کچھ سیکھا نہیں ہے اور انہیں اپنے Drawing Rooms کی زینت بنا دیا ہے۔ اب یہ نہ صرف Antique بن گئے ہیں بلکہ Fashion اور Art کی دنیا میں انسانی تہذیب کا مبالغہ آمیز ثبوت بھی ہیں مگر وہ پروردگار عالم جس نے کہا تھا کہ زمین میں گھوم کر دیکھو تو سہی کہ ان متمرد اور مغرور بادشاہوں کے وجود کہاں گئے ہیں؟ جنہوں نے زمین پر خدا کے اقتدار کو للکارا تھا۔ اللہ کی سچائی تبدیل ہونے والی نہیں ہے اور نہ ہی اسلام کو کبھی کسی قسم کا خوف درپیش رہا ہے۔ اسلام اکثریت کا مذہب بھی نہیں ہے اور نہ اسلامی Code میں تبدیلی آنے والی ہے۔ زمین و آسمان پر کوئی ایسا جرأت مند نہیں ہے جو اللہ کی اس آیت کا مقابلہ کر سکے کہ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا آج تک اسلام اور قرآن محفوظ ہے۔ اللہ کو کسی سے کوئی خوف نہیں ہے۔ بہر حال مسلمان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ جب تہذیبیں آگے بڑھتی ہیں تو اپنے آپ کو زیادہ متمدن اور زیادہ Progressive سمجھتی ہیں لیکن جب مسلمان اپنی پیدائش، اپنی صدی اور اپنے بنیادی Message سے آگے بڑھتا ہے تو کمزور تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا طریقہ کار تو نہیں بدلے گا۔ جمہوریت خدا

Marfat.com

کے قانون کو نہیں بدل سکتی ۔ یہ Moral Code جو اس نے آپ کو پہلے سے دیا ہے اکثریت کے رجحانات کی نذر نہیں ہو سکتا ۔ اگر دنیا کی چھ بلین آبادی بھی قرآن کے ایک لفظ یا ایک حکم کو بدلنا چاہے تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ Local ہیں۔ آپ تمام ایک صدی کے لوگ ہیں۔ آپ اس کائنات کو ایک چھوٹے سے Angle سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ پر زندگی جبر ہے۔ اللہ پر نہیں ہے۔ اللہ تو زندگی تخلیق کرنے والا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کائنات کی تخلیق میں دو دن لگائے، پھر ہم نے زمین بنانے اور اسکو سورج سے جدا کر کے ٹھنڈا کرنے میں اور اس میں اسباب ضرورتِ انسان پیدا کرنے میں دو دن اور لگائے ۔ یہ ہوئے چار دن اور پھر ہم بلند ہوئے اور آسمانوں کو درست کیا اور اسطرح یہ چھ دن ہوئے ۔ اگر چھ بلین Years اس Constellation کی عمر ہو تو تخلیق دنیا کا پیمانہ خداوند ایک ارب سال کے برابر ایک دن ہے۔ آپ نے نقشے تو دیکھے ہونگے ۔ Map reading تو کی ہوگی ۔ بڑے بڑے فاصلوں کو Cm اور Mm سے ماپا جاتا ہے۔ نقشہ ایک کاغذ پر تو نہیں سمٹ سکتا مگر فاصلے سمٹ سکتے ہیں۔ اس فاصلے کو سمیٹ سکتے ہیں۔ پوری دنیا کا ان فاصلوں کا پیمانہ ایک ہزار میل کے برابر ایک سینٹی میٹر رکھا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب آپ کو خدا کے بارے میں سوچنا ہے تو سب سے پہلے آپ کو اپنا یہ Angle ترک کرنا ہوگا کہ وہ ایک صدی کا خدا نہیں ہے۔ وہ ایک صدی کے انسانوں کا خدا نہیں ہے۔ وہ تو Homohabilous کا بھی خدا تھا۔ وہ تو اس وقت بھی خدا تھا کہ هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا (الدهر ۷۶ آیت ۱) بلاشبہ ارب ہا سال انسان پر زمین میں ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ کیا تھا! کوئی کائی تھا۔ Mass تھا، Embryo کی Form تھا۔ کہیں زمین یا کہیں پانیوں میں کسی شاخ سے جڑا ہوا، کسی درخت کی جڑ کو چوس رہا تھا۔ وہ تو کوئی قابل ذکر انسان نہ تھا جو اللہ نے بنایا تھا۔ آج سے اربوں سال پہلے اللہ نے کہا کہ اس وجود یا اس Single Cell کو میں نے چاہا کہ کچھ آگے بڑھاؤں۔ انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه (الدهر ۷۶ آیت ۲) پھر ہم نے نطفہ دوہرا کر دیا اور اسے Female اور Male میں ڈھال دیا۔ ہم نے تخلیق کی جنس بدل دی۔ ہم نے پہلے جو Singular Cell تھا، اب اسے Double Cell کر دیا۔ اگر پہلے وہ Amiba-Protious تھا اب Paramicia-Caratam تھا۔ اب وہ مخلوق پیدا ہونا شروع ہوگئی جو Single Cell سے Double Cell میں خروج کر رہی تھی مگر انسان اس قابل تو نہ تھا کہ خدا کی بات سمجھتا، اشارہ اور کنایہ کرتا اور رازہائے دروں کو سمجھنے کے قابل ہوتا۔ خدا نے چاہا کہ اب اسے اور آگے بڑھائیں اور اس پر جانچ اور پرکھ کے معیار استعمال کریں۔ پھر اس نے انسان کو سماعت بخشی اور کچھ آگے جا کر مزید Complications پیدا ہوئیں چونکہ بصارت کے System بڑے Complicated تھے اور انسان ابھی Formation کی Stage میں تھا۔ پھر فرمایا فجعلنا ہ سميعاً بصيرا (الدهر ۷۶ آیت ۲) پھر ہم نے اسے سماعت و بصارت کے System بخشے۔ اب اس قابل تھا کہ خداوند کریم نے فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خليفة (البقرة ۲ آیت ۳۰) انی جاعلک للناس اماماً (البقرة ۲ آیت ۱۲۴) میں اسے انسانوں کا امام مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے اس شعور اور فکر سے خالی جانور نما انسان کو جو زمین پر فتنہ و فساد اور قتل و غارت کے سوا کچھ نہیں کر رہا تھا، دیکھا اور کہا کہ قالو ا

Marfat.com

اتجعل فیہا من یفسد فیہا و یسفک الدماء (البقرۃ ۲ آیت ۳۰) اے پروردگا عالم! تو ہمارے ہوتے ہوئے اس جاہل، اجڈ اور وحشی کو اقتدار عالی بخشے گا۔ اللہ نے فرمایا: قال انی اعلم مالا تعلمون (البقرۃ ۲ آیت ۳۰) میں جو کچھ کرنے والا ہوں تم نہیں جانتے ہو۔ یہ وہ آخری لمحہ تھا جب خالقِ عالم نے فرمایا انا ھدیناہ السبیل اے انسان میں نے تجھے عقل و شعور بخشا۔ زحمتِ تفکر اور غور و فکر کی صلاحیت دی۔ اب اس بات کو ذرا سوچیے گا کہ اللہ نے انسان کو عقل دُنیا کے لیے نہیں دی تھی۔ خدا نے اسے عقل و شعور کسی اور مقصد کیلئے دیا تھا۔ اما شاکرا و اما کفوراً (الدھر ۷۶ آیت ۳) کہ یہ عقل تمہیں اس لیے دی کہ اسکا Prime Function اور اسکی Top Priority بڑی Simple ہے۔ چاہو تو مجھے مانو اور چاہو تو میرا انکار کردو۔ یہ ہر بڑے استاد کی صفت ہوتی ہے۔ وہ بڑا استاد نہیں ہوتا جو اپنے نظریات انسانوں پر ٹھونستا ہے۔ یا وہ بڑا انسان نہیں ہوتا جو Brain washing کرتا ہے یا وہ بڑا انسان نہیں ہوتا جو مسلسل اپنے طالب علموں کو کسی Propaganda سے آشنا کرتا ہے بلکہ بڑا استاد وہ ہوتا ہے جو خوبی بھی بتائے اور برائی بھی بیان کرے۔ کیا انداز ہے اس پہلے استادِ کائنات کا جس نے انسان کو قلم عطا فرمایا اور کہا! یہ پوچھتے ہیں کہ شراب کیا ہے یسئلو نک عن الخمر و المیسر قل فیہمآ اثم کبیر و منافع للنّاس و اثمھا اکبر من نفعھما (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۹) یہ پوچھتے ہیں کہ شراب اور جوا کیا ہے قل فیہمآ اثم کبیر و منافع للنّاس یہ پہلا حکم ہے ان سے کہہ دو کہ اس میں کچھ خوبیاں ہیں۔ جب سخت سردی میں بچے بیمار ہوں تو Brandy دی جا سکتی ہے۔ انکو حرارت پہنچائی جا سکتی ہے مگر اس کی برائیاں بہت زیادہ اور اندازے سے باہر ہیں اور خوبیاں بہت کم ہیں اور دوبارہ سن لو کہ اسکی برائیاں اسکی اچھائیوں سے بہت زیادہ ہیں۔ خدا کا طریقہ کار ایک ایسے عالم اور ایک ایسے استاد کا سا ہے کہ جو کسی قیمت پر بھی انسانوں کو Propaganda سے Force نہیں کرتا۔

Look at the system, you have created in the world.

جمہوریت بڑی فراخ دل تھی ناں۔ Communism بڑا تنگ نظر اور سخت دل تھا۔ Communism نے کبھی اپنے نظریات میں مداخلت پسند نہیں کی۔ جب ایک دفعہ میکسم گورکی نے لینن کو خط لکھا اور کہا کہ

If God willing, we shall meet in Kremlin

تو لینن نے اسے جواب دیا کہ

You still believe in God.

What are you writing in your letter?

تو گورکی نے کہا

No, I do not believe in God.

میں تو God کو محاورتاً استعمال کر رہا ہوں۔ یہ زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ اس پر لینن نے کہا کہ جب تک خدا تمہارے روزمرہ اور محاورے سے بھی نہیں نکل جاتا تم اچھے Communist نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

نظریات متضاد نظریات کے Mix up سے نہیں ابھرتے۔ Democracy پر تو ابھی ایک ہی آفت آئی ہے۔ ابھی تھوڑا سا اس کا Test آیا ہے تو جمہوریت کے دعوے داروں نے لوگوں کو پابند سلاسل کر دیا ہے۔ شک وشبہ کی فضائیں تخلیق ہو رہی ہیں۔ ایک دم سے سارا مزاج ہی بدل گیا ہے۔ مشرق کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ مغرب ایک بوجھ تھا۔ میرے ایک بھائی پچیس سال سے America میں رہتے ہیں اور وہ Nefrologist ہیں۔ بعض اوقات بحث ہوتی ہے تو مجھے لکھتے تھے کہ بھائی آپ متعصب مسلمان ہو۔ یہاں آؤ تو دیکھو یہاں لوگ کتنے Cultured شائستہ، خلیق، ملنسار اور انسانیت کی خدمت کرنے والے ہیں۔ میں ان کو جواب دیتا کہ بھائی مجھے اس کا تو پتا نہیں ہے مگر میں ظاہر و باطن میں فرق کرنے والا ہوں۔ وہ مجھے کہتے کہ میں جاہل ہوں اور مغربی صلاحیتوں کا مجھے پتا نہیں کہ اس معاشرے میں کتنے مثبت انداز ہیں۔ اتفاق سے ایک دفعہ نیو یارک میں آٹھ گھنٹے کے لئے Light چلی گئی۔ ان آٹھ گھنٹوں میں کوئی ایک سو تیئس ارب کا نقصان ہوا، ایک سو بائیس کے قریب Rapes ہوئے اور لاتعداد بڑی دکانوں کے قفل ٹوٹے اور اس میں از حد لطیفے کی بات یہ تھی کہ ایک انتہائی مہذب، شریف Accountant خاتون ایک دکان سے Painting چرا کر لے جا رہی تھی۔ پولیس والوں نے اس سے سوال کیا کہ خاتون آپ اتنی مہذب، شائستہ اور پڑھی لکھی ہیں۔ اس مہذب معاشرے کی اتنی بارعب رکن ہیں اور آپ بھی چوری کر رہی ہیں؟ اس مہذب خاتون نے جواب دیا کہ Chance ہی آج ملا تھا۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ صرف آٹھ گھنٹے کے Breakdown سے یہ حال ہوا ہے کہ اس مہذب اور شائستہ قوم کا باطن کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ ادھر تو چوبیس گھنٹے Breakdown رہتا ہے۔ اگر کم از کم یہاں سارے سال کے Breakdown کے نتائج اور نقصانات بھی ملا لئے جائیں تو Loss اتنا نہیں ہوتا جتنا آٹھ گھنٹے میں امریکہ میں ہوا ہے۔ اسلام اللہ کا مذہب ہے اور اللہ سارے زمانوں پر برابر نگاہ رکھتا ہے۔ اگر اسکو آج کا زمانہ نہ پتا ہوتا۔ اگر اللہ کو یہ علم نہ ہوتا کہ اچانک اسکی بغل میں سے نکلتا ہوا یہ انسان جسکو اس نے گارے اور مٹی سے بنایا اور جسکو اس نے ذلتوں سے اٹھا کے مسجود ملائک کر دیا۔ یہ انسان کبھی مجھے کہے گا کہ

God is dead and mankind has thrown
Him out of this universe

مغرب کے مشہور فلاسفر رسل نے کہا تھا۔

All Gospel truths are alike

سارے مفسرین و مفکرین نے انسانی اہمیتوں کو بلند کرنے کیلئے اپنے آپ کو Narcissistic وجود بخشا۔ خود پسندی انسان کا ایک بنیادی المیہ ہے۔ اس نے دیکھا کہ میں اس کائنات میں اکیلا ہوں۔ اس نے کائنات میں بڑی دوربینیں لگائیں مگر کوئی اور نظر نہیں آیا۔ جب اکیلے تھے، معتبر، متبرک اور مقدس ہو گئے اور Claim کیا کہ ہم اس کائنات کے خالق اور مالک ہیں۔ ہمارا کوئی بنانے والا نہیں ہے۔ ہمارا کوئی جاننے والا نہیں ہے تو یہ Narcissistic behaviour انسان کی خود پسندی اور تکبرات کا باعث بنا۔ اگر انہوں نے بھولے سے کبھی قرآن پڑھ لیا ہوتا یا کتاب

Marfat.com

حکیم دیکھ لی ہوتی تو شاید یہ Narcissism نہ ہوتا۔ پروردگار نے فرمایا: الله الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلہن(الطلاق ٦٥ آیت ١٢)اے نادانو! ہم نے اس قسم کی سات کائناتیں بنائیں اوران سات کائناتوں میں سات زمینیں ہیں۔ گماں گزرتا تھا کہ ان زمینوں پر آبادی کا ہے کو ہوگی۔ ہم نے بڑی Search کر ڈالی۔ صبح وشام سرگرداں و پریشاں رہے کہ کوئی نشان زندگی مل جائے۔ کہا جاتا ہے کہ کہیں نشان زندگی نہیں ہے۔ یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ خدا کی یہ سات زمینیں تو ہونگی۔ اس قسم کی Life belts تو ہونگی۔ زمین و آسمان کے بیچ کوئی ایسی فضا تو ہوگی جو Normal اور معتدل زندگی کو فروغ دے گی مگر وہاں زندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ خداوند کریم نے اس سوال کا دروازہ بند کر دیا اور فرمایا یتنزّل الامر بینہن(الطلاق ٦٥ . آیت ١٢) ان تمام زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے۔ قرآن اترتا ہے۔ اسلام اترتا ہے اور یہ بات تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں لتعلمو ا ان الله علی کل شئی قدیر و ان الله قد احاط بکل شئی علما(الطلاق ٦٥ آیت ١٢) کہ تم جان اور سمجھ سکو کہ تمہارا پروردگار اتنا Local نہیں ہے کہ ایک Civilization کے عروج سے خوف زدہ ہو جائے اور اسلام زوال پذیر ہو جائے۔ اسلام اتنا گیا گزرا نہیں ہے۔ ہاں مسلمان ضرور ایسا ہے۔ اسلام کو تو کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ اسلام کا معیار صداقت اکثریت و اقلیت پر نہیں ہوتا۔ رسول اکرمؐ کی ایک حدیث مبارکہ ہے۔ پوچھا گیا! یارسول اللہؐ! قیامت کب آئے گی۔ فرمایا! جب زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا شخص نہیں رہے گا۔ پوچھتے ہیں اسلام کا معیار کیا ہے؟ اسلام تو چھ بلین میں سے اگر ایک شخص کے بھی پاس ہے تو اسلام کو کوئی گزند اور خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے کہ میں، میرے رسول اور میرے مومنین ہمیشہ غالب رہیں گے۔ ہاں مگر ایک شرط یہ ہے۔ پروردگار نے فرمایا ولا تہنوا میرے اور میرے احکامات کی تعمیل میں سستی نہ کرنا۔ ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الا علون ان کنتم مؤمنین (آل عمران ٣ آیت ١٣٩) گردش آلام ومصائب میں غم نہ کرنا۔ فرد بھی آزمایا جاتا ہے اور قوم بھی آزمائی جاتی ہے۔ فرد وقوم کے بارے میں پروردگار عالم نے فرمایا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میں نے تمہیں زمین پر حکومت کرنے کیلئے بھیجا ہو۔ یہاں تمہارے مقدر نہیں ہیں۔ تمہارے مقدر تو تمہارے مرنے کے بعد شروع ہوں گے۔ خدا نے کہا کہ تم لوگ اور تمام مغربی فلاسفر یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے پندرہ سو برس پہلے ان کے منہ سے ان کے لفظ چھین لیے۔ فرمایا! یہی کہتے تھے کہ وقت ہمیں زندہ رکھتا ہے اور وقت ہی ہمیں مارتا ہے۔ بھلا مرنے کے بعد بوسیدہ ہڈیوں میں بھی جان پڑتی ہے؟ بس یہ اتنی ہی بات کرتے تھے جتنا ان کو علم ہے۔ اب آپ نے دیکھا اللہ بار بار یہی کہتا ہے کہ یہ اتنی ہی بات کرتے ہیں جتنا ان کو علم ہے اور علم کیسے آتا ہے؟ علم کا سبق تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے Chapter میں دیا ہے۔ جب موسیٰ بار بار خضر سے سوال کر رہے تھے تو خضر نے ایک اصول دیا وکیف تصبر(الکہف ١٨ آیت ٦٨) اور تجھے صبر آئے بھی کیسے؟ علی ما لم تحط به خبرا (الکہف ١٨ آیت ٦٨) موسیٰ تجھے خبر نہیں ہے! صبر تو تجھے تب آئے، جب تجھے علم آئے اور علم نہیں ہے تو صبر کیسے آئے؟ اے قوم محمدؐ! اے جملہ مسلمین! صرف یہی بات ہے کہ آپ علم نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ بے صبر اور بے چین ہو جاتے ہیں۔ آپ کو اداسیاں کھا جاتی ہیں۔ آپ کی صلاحیت فکر مر گئی ہے۔ آپ کی امید پژمردہ ہو گئی ہے۔ آپ نے غور وفکر کی

صلاحیتیں ترک کر کے تقلید مغرب کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ وہی مغرب جو دو تین سو برس پہلے جب قرطبہ میں اسی ہزار حمام ہوا کرتے تھے اور گلیاں روشن تھیں تو پیرس میں پانی کھڑا ہوتا تھا اور اعلیٰ درجے کی خواتین گھٹنے گھٹنے پانچے اٹھانا بھی باعث شرم سمجھتی تھیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ یورپ اور نیپلز کے رہنے والے قرطبہ اور بخارا و سمرقند کے خواب دیکھا کرتے تھے۔ آپ بہت جلدی پریشان ہو جاتے ہیں۔ مشرق و مغرب قومیں نہیں ہیں خطے ہیں۔ مشرق و مغرب Hemispheres ہیں۔ مشرق و مغرب میں عروج و زوال کی داستانیں لکھی جاتی رہی ہیں۔ پہلے بھی لکھی گئی ہیں اور اب بھی لکھی جا رہی ہیں۔ مغرب زوال سے بہت خوف زدہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب بھی مغرب کو عروج حاصل ہوا تو کوئی نہ کوئی طاقت ضرور اس پر عذاب بن کر بری ہے اور اسے زوال آمادہ کر کے چھوڑا ہے۔ جب پہلی مرتبہ Roman Empire کو عروج حاصل ہوا تو مسلمان مشرق سے نکلا اور سلطنت روما کو تہہ و بالا کر کے چلا گیا۔ دوسری مرتبہ جولیس سیزر کو جب عروج حاصل ہوا تو پھر Germanic tribes اٹھے اور مغرب کی سیادت و قیادت کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر مغرب بڑے دعوے سے اٹھا کہ اب زوال پذیر نہ ہوں گے مگر First World War نے تباہی و ہلاکت کے سامان پیدا کر دیے اور بڑی طاقتیں چھوٹی اور چھوٹی بڑی ہو گئیں۔ ایک بار پھر مغرب کو موقع ملا لیکن Second World War نے پھر ان کو تباہ کر دیا۔ اب پھر وہ ایک غلبے کی ہوس اور آرزو رکھتے ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ اب پھر فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ کب تک Arial supermacy قائم رہے گی۔ حکمت کے بارے میں اللہ نے فرمایا: یؤ تی الحکمة من یشاء (البقرہ ۲ آیت ۲۶۹) میں جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔ و من یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا (البقرہ ۲ آیت ۲۶۹) اور جسے میں نے حکمت عطا کر دی اسے خیر کثیر دے دیا اور حکمت کے لیے اللہ نے انسان مخصوص نہیں کیے۔ ولقد کرمنا بنی ادم (بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۷۰) ہم نے بنی آدم کو قیادت اور عزت بخشی ہے۔ George Stephenson کو اسٹیم انجن، Warsal کو Double Helix اور آئن سٹائن کو Relativity اور Cosmology کی دریافت میں عزت اور شہرت بخشی ہے۔ کہیں چندرا شیکھر کو عزت بخشی ہے۔ حسرت یہ ہے کہ ابھی مسلمانوں کا کوئی نام ان ناموں میں شامل نہیں ہوا۔ کیا وجہ تھی؟ کیا اسلام علم کا مخالف تھا؟ کیا اللہ نے آپ کو علم اور شناخت سے منع کر دیا تھا؟ کیا آپ کا خدا Blind faith مانگتا تھا؟ کیا آپ کو اللہ کی Instruction نہیں تھی کہ اس نے تمہیں پہلے علم دیا۔ و علم ادم الاسماء (البقرہ ۲ آیت ۳۱) میں ہی تو تھا جس نے آدم کو پہلے تعلیم دینا سکھایا پھر کیا وہ مسلمان کو جہالت کی تعلیم دیتے تھے؟ وہ رب کریم جو متواتر قرآن میں اہل کفر کو طعنہ دیتا ہے کہ اگر تم غور کرتے تو تم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ہرگز قائم نہ رہتے۔ اگر تم سوچتے تو تم حقیقت سے ضرور آشنا ہوتے اور خدا کو جان لیتے مگر ایسا کیسے ہوتا؟ ہم نے تم کو سوچنے اور سمجھنے کی جو صلاحیت دی تھی اسکو تم نے قطعاً استعمال نہیں کیا ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کو خوش کر رہے ہیں۔ کیا اللہ کا طعنہ جو کافروں پر صادق آیا ہے آپ پر نہیں آتا؟ کیا آپ بھی اپنے آباؤ اجداد کی میراث لے کر بیٹھے ہوئے نہیں ہیں؟ کیا آپ نے اسلام بھی ماں باپ سے حاصل نہیں کیا؟ کیا آپ نے خدا کو ایک دن بھی جاننے اور پہچاننے کے لیے Individual effort کی ہے؟ ہم تو ہندوازم کو Follow کرتے

Marfat.com

ہیں۔ ہمارا معیار صداقت ایک اللہ کی پرستش کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کسی مسلمان سے پوچھ لو کہ اللہ کتنے ہیں تو وہ بلا شبہ ایک کہے گا۔ اسکے علاوہ تمام زندگی کے قرینے ہندوانہ ہیں۔ ہندو بہت متعصب قوم ہے۔

It is not a religion. It's a culture.

وہ صبح سویرے اپنے آداب و اخلاق کا آغاز کرتے ہیں اور رات گئے تک انہی ہندوانہ رسم ورواج میں رہتے ہیں۔ برہمن کو یہ پتا تھا کہ ہم لڑ کر کسی چیز کو ٹھیک نہیں کر سکتے۔ جب مہاتما سدھارتھ نے ہندو Religion سے بغاوت کی تو انہوں نے بڑی مہارت کے ساتھ مہاتما بدھ کو بھی اپنا دیوتا بنالیا۔ جب جین مت نے ہندومت کو بدلنے کی کوشش کی تو بدھ مت کے حوالے سے Humanitarian Attitude کو فروغ ملا اور ہندوؤں نے بڑی صفائی سے اسکا بھی ایک بت بنالیا۔ ہندو بُت بنانے میں ماہر ہیں۔ ان کو صرف اسلام میں آ کے بڑی رکاوٹ پیش آئی۔ Encyclopedia of Religion میں مصنف ایک اچھا جملہ لکھتا ہے کہ

There was such a geometrical precision
about the oneness of God in Islam
that no mythology was possible.

اسلام نے اللہ کے ایک ہونے پر اس قدر شدت سے زور دیا تھا کہ اس میں صنم پرستی ممکن نہ ہو سکی۔ ہندوؤں نے دیکھا کہ اس حوالے سے تو مسلمان مار نہیں کھاتا اور ان میں خدا کا ایک نیا دیوتا نہیں بن سکتا۔ لہٰذا انہوں نے اندر ہی اندر Corrosion Create کر دیا۔ انہوں نے زندگی کے چار آشرم Create کر دیئے۔ پوری زندگی کو جو اُس وقت سو برس کی تھی اسے Divide کیا۔ پہلے پچیس برس چری آشرم کہ یہ جوانوں کے سیکھنے پڑھنے کا وقت ہے۔ پھر کہا گرہست آشرم یہ شادی بیاہ کا آشرم ہے۔ شادی کرلو بچے پیدا کرلو۔ پھر کہا اگلے پچیس برس دھرم آشرم ہے۔ اب اقتدار و سیادت کی کوشش کرو۔ نام بناؤ۔ اب جرنیل بن جاؤ۔ اب Leading Role اختیار کرو۔ جب یہ بھی آشرم ختم ہو جائے تو ہندو رشی منی آشرم میں چلے جاؤ۔ اب دیکھو Sans everything, Sans teeth,Sans taste دانت ختم ہو گئے۔ بصارت ختم ہو گئی۔ اب تم اللہ کو چلے جاؤ۔ رشی منی آشرم۔ ذرا غور کیجئے گا۔ کیا آپ کی زندگیاں اسی ہندوانہ قانون کے تحت نہیں گزر رہی ہیں؟ لیکن ایک Problem پڑ گیا ہے۔ مسلمانوں کی زندگی بہت مختصر ہو گئی ہے۔ اب پچپن سال تو Average Life ہو گئی ہے۔ پاکستان میں اب ایک آشرم پلک جھپکنے میں گزر جاتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اب رشی مُنی آشرم کی ابتدا ہی نہیں ہوتی یعنی اب خدا کی تلاش کی ابتدا ہی نہیں ہوتی ہے۔ ایک صحابی تھے انہوں نے صدقہ دیا اور مسجد کے دروازے پر گلی سڑی کھجوریں لٹکا دیں۔ تو اللہ جلال میں آئے اور غصے میں فرمایا! اچھا! اپنے لیے دنیا کی سب سے خوبصورت ترین نعمتیں، عظیم ترین دولتیں، شاندار مکانات، شاندار خوراکیں اور میرے لئے روٹی پر دال اور گلی سڑی کھجوریں ۔ یہ تمہارا طرز عمل ہے تو دیکھو میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ میں نے تمہیں نعمتیں دی ہیں۔ تم نے مجھے نہیں دی ہیں۔ اگر تم میری راہ میں بہترین چیز نہیں دے سکتے ہو تو اے بخیل انسان! درمیانے درجے ہی کی شے تو دے دو۔ تم یہ تو نہ

Marfat.com

کرو کہ اپنے گھر سے گند نکال کر میرے لیے دے دو۔

Do I have such a bad taste?

اللہ سوال کرتا ہے۔ اللہ کہتا ہے! میں حسن ہوں۔ میں خوبصورتی ہوں۔ میں کسی کے خیر کو رائیگاں نہیں ہونے دیتا۔ میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔ اگر زمین کی ساتویں تہہ میں بھی تمہاری کوئی خوبی چھپی ہوئی ہے تو میں اسے قیامت کے دن نکال لاؤں گا اور اگر کہیں شر کا ذرہ بھی ڈھکا ہوا ہے تو میں اسے قیامت کے دن نکال لاؤں گا۔ فایعل مسکال۔ ہم اللہ کو اپنی عمر کا کون سا حصہ دیتے ہیں؟ آپ کا خیال ہے کہ جب آپ بوڑھے ہو جاؤ گے، بصارت سے محروم ہو جاؤ گے، غور وفکر سے عاری ہو جاؤ گے اور موت جب قریب ہوگی تب اللہ یاد آئے گا؟ جائے نماز تب لو گے؟ اور لوٹے کی حفاظت تب کرو گے؟ کیا یہ ہندوانہ مسلک نہیں ہے؟ پروردگار عالم نے اپنے آپ کو زندگی کی سب سے بڑی Priority قرار دیا ہے۔ پوچھا جاتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟

What was so bigger need?

اللہ نے انسان کو کیوں تخلیق کیا؟ کیوں اس پر اتنا بوجھ ڈال دیا؟ اے کاش کہ مجھے ماں نہ جنتی میں حساب وکتاب کے اس دور سے نہ گزرتا۔ میں توقعات کے سراب سے نہ گزرتا؟ کیا ساری زندگی کمانے کے بعد جب میں اسکے استعمال پر آتا ہوں تو مجھے Heart Attack ہو جاتا ہے؟ اب تو ماشاءاللہ اور بھی خوف ناک بیماریاں اٹھ رہی ہیں۔ وہ خدا جو آپکو آپ کا ابتدائی سانس دیتا ہے۔ وہ خدا جو آپکو آخری سانس دیتا ہے۔ وہ اللہ جو آپکو تمام مناصب زندگی عطا کرتا ہے اور ماں باپ عطا کرتا ہے۔ پوچھو ان Self-assertive intellectuals سے کہ ان میں سے کسی نے اپنا باپ چنا تھا؟ کسی نے اپنی ماں چنی تھی؟ کسی نے بہن بھائی چنے تھے؟ کسی نے اپنے رشتہ دار و اقارب چنے تھے؟ کوئی ایسا ہے جسے مرنے سے پہلے کسی آسرے کی ضرورت نہ ہوتی؟ پروردگار عالم کے حضور یہ دعویٰ کہ ہم مقدر ساز ہیں۔ تقدیر ہمارے بس میں ہے۔ یہ دعویٰ کہ پانچ یا دس سال کے Plans میں ہم نے دنیا کے نقشے بدل دینے ہیں۔ Are you so confident? آپکو پتا ہے کہ آپکو اپنی Indvidual زندگی پر کتنے اختیارات ہیں؟ مگر سچی بات یہ ہے کہ اللہ اس شخص کو نہیں سمجھا سکتا جو قرآن کے بیچ میں خود اوٹ بن جائے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں منافق کے دل اور قرآن کے درمیان میں خود اوٹ بن جاتا ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ میری آیات کو یہ کس طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سے پہلے بہت سی قومیں گزری ہیں جنہوں نے خدا کے ساتھ اسی قسم کے مذاق کرنا چاہے۔ کئی Civilizations تہہ خاک جا چکی ہیں۔ تہہ آب جا چکی ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ اللہ نے بابل، نینوا، میسوپوٹیمیا اور پامپیائی میں کیا کیا؟ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ قومیں کیسے تباہ ہوئیں؟ آپکا خیال ہے کہ خدا مجبور کو پژمردہ، اداس اور Depressive لوگوں کو تباہ کرتا ہے؟ میں کہتا ہوں اللہ کا قانون بڑا جدا ہے۔ وہ برتری، بہتری اور آسائش کا پورا موقع دیتا ہے۔ اللہ اپنے پیغمبر سے کہتا ہے اگر ایک مسئلہ مانع نہ ہوتا تو میں اہل کفر کے در و دیوار چاندی اور سونے کے کر دیتا مگر مجھے پتا ہے کہ مسلمان جل جل کے مر جائیں گے۔ وہ حسد و کینہ ہی سے ختم ہو جائیں گے اور مجھے چھوڑ جائیں گے۔ مسلمان پھر جادو اور تعویذوں کے پیچھے جائیں گے۔ مجھ پر ویسے بھی انکا اعتقاد ختم ہو

Marfat.com

رہا ہے۔ اگر میں اہل کفر کے درو دیوار سونے کے کردوں تو مجھے پتا ہے کہ میرا ماننے والا زمین پر کوئی نہیں رہے گا۔ اس لیے اس نے کہا کہ تم میرا قانون نہیں جانتے اور تمہیں پتا نہیں کہ میں قوموں کو کس وقت گرفت میں لیتا ہوں۔ میں ان کو اس وقت تباہ کرتا ہوں جب وہ اپنی معیشت پر اترا رہی ہوتی ہیں۔ جب وہ اس ناز میں ہوتی ہیں کہ ان کی Civilization بہت بلند ہو گئی ہیں۔ جب Sky-Scraper build ہو رہے ہوتے ہیں۔ جب Escalators آسمانوں کو پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ جب Civilizations اپنی امارت، تمرد اور آسائشوں پر ناز کر رہی ہوتی ہیں۔ آج تک زمین پر کوئی ایسی تہذیب یا قوم نہیں گزری جس نے انسان کو اخلاق کا قانون دیا ہو۔ آپ کو یہ بات عجیب تو لگے گی کہ انسان ہمیشہ Moral کے خلاف رہا ہے۔ اس کی جبلتیں Democraciy کے خلاف رہی ہیں۔ Democracy کو Moral تو نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جہاں Democracy ہے اسکو دیکھ لو۔ بھلا کیوں نہیں کہا جا سکتا؟ وجہ یہ ہے کہ گریز از طرز جمہوری کا مطلب یہ نہیں کہ میں جنرل پرویز کی حکومت کی حمایت کر رہا ہوں۔ Not at all، میں کچھ اور کہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میں یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ جمہوریت میں Moral fabric نہیں آ سکتا۔ اگر مسلمان ہونا ہے تو پھر جمہور کے سپرد Moral نہیں کیا جا سکتا۔

گریز از طرزِ جمہوری غلام پختہ کارے شو   کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

کہ دو سو گدھوں کے سر سے ایک انسان کی فکر نمودار نہیں ہو سکتی۔ اقبال فرماتے ہیں کہ غور کریں تو جمہوریت High calibre پر نہیں ہے۔ ووٹ Low calibre کے انسانوں کا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے وہ معیار نہیں ہیں جو کسی مفکر کے ہوتے ہیں۔ وہ Morality پر اسطرح غور و فکر نہیں کر سکتے جس طرح ایک مفکر یا دانشور کرتا ہے۔ اس لیے لازم بات یہ ہے کہ ہمیشہ اکثریت جبلت، ضرورت اور آسائش کے قریب ہوتی ہے اور اگر اکثریت کی Opinion کسی Moral کے خلاف جائے تو اکثریت اس قانون کو اپنا لے گی اور صدیوں سے جو قانون انسانی ترقی کا باعث رہا ہو، وہ برباد اور تباہ کر دیا جائے گا۔

Islamic democracy is slightly different.

اگر آپ غور کریں تو پیغمبر سے بھی کوئی گفتگو نہیں کر سکتا ہے۔ جب محمدؐ رسول اپنے تختِ نبوت پر براجمان ہوں تو یہ الہیاتی سلسلہ ہے۔ یہ Democracy تو نہیں ہے مگر آزادیٔ رائے کا اسلام میں پورا پورا احترام موجود ہے لیکن ہم نے اپنے رسولؐ کے احکامات اور قرآن کے فلسفے کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ ہم نے قرآن کو جزدانوں میں محفوظ کر دیا ہے اور علم و حکمت کو عملی طور پر نظر انداز کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے مذہب سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ آپ نے احادیث رسولؐ کو ذہن میں نہیں رکھا ہے۔ Carlyle نے جب پیغمبر بحیثیت ہیرو چنے تو اس نے اپنا پیغمبر نہیں چنا He was a very strong Roman Catholic اس نے انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار محمدؐ کو As a hero, as a Prophet چنا۔ سیکڑوں انسانوں نے محمدؐ کی زندگی پر غور کیا؟ جوان کا سب سے بڑا حریف تھا اور اس نے بہت ساری مخالفانہ باتیں بھی کیں لیکن آخر میں اپنی کتاب ''زوالِ روما'' میں اس نے لکھا ہے کہ میں نے ساری باتیں لکھ دیں مگر دل نہیں مانتا

Marfat.com

I am not sure, he was a Porphet or a imposter.

وہ sure ہو بھی نہیں سکتا سو عظیم ترین انسانوں کی یہ کتاب British بھائیوں نے نہایت محنت اور تاریخ کی عرق ریزی کے بعد مرتب کی ہے اور اس میں اس عظیم انسان کو سر فہرست رکھا ہے جس نے تاریخ انسان کو سب سے زیادہ متاثر کیا تھا۔ قسمت دیکھئے کہ ذرا سا Justice ہوا تو محمدؐ کا نام ہی سر فہرست تھا۔ اب آپ کے رسولؐ صبح و شام، TV اور QTV پر زلف ولب و رخسار کی داستانوں میں نشر ہو رہے ہیں۔ آپ کو رسول اکرمؐ کی زندگی کا صرف ایک ہی باب پتا چلتا ہے۔ آپ کو !Sorry یہی پتا چلتا ہے کہ نعت پڑھنی ہے۔ آپ کو اس رسول کریم کا اور کچھ علم نہیں ہے۔ آؤ میں آپ کو تھوڑا سا فرق بتاؤں۔ یہ تھوڑا سا فرق، رسل نے کہا تھا جو بیسویں صدی کا سب سے بڑا فلاسفر ہے اور لوگوں نے ایک صدی اس کے نام سے منسوب کر دی ہے۔ رسل نے کہا تمام علوم کی عنایت یہ ہے کہ

We only know the relationship of things

but we do not know the nature of things.

وہ تو بڑی مضحکہ خیز بات کرتا ہے کہ

You don't trust our Prophet.

You only trust on Russell.

After all, He is the top Mathematician.

وہ کہتا ہے کہ جب آپ دیوار پر مُکا مارتے ہو تو وہاں دیوار ہوتی ہے نہ مُکا ہوتا ہے۔ لگتا ہی نہیں ہے۔ They don't act. کیونکہ اگر یہ آپس میں ٹکرا جائیں تو Chain re-action شروع ہو جائے۔ مکار ہے نہ دیوار اور نہ آدمی۔ زمین و آسمان میں Chain re-action شروع ہو جائے گا۔ محمد عربیؐ فرماتے ہیں کہ اللھم ارنا الا شینا کماھی اے میرے اللہ! مجھے حقیقت اشیاء کی خبر دے۔ آپکا پیغمبر حقیقت اشیاء کی دعا مانگ رہا ہے۔ علم کی اتنی آرزو کر رہا ہے کہ قرآن حکیم کی Instruction دیکھئے کہ خود سکھا رہے ہیں۔ خود پڑھا رہے ہیں مگر کیا یہ انکے لئے تھا یا ہمارے لیے کہ کبھی اس دعا کو نظر انداز نہ کرو: وقل ربّ زدنی علما (طه ۲۰ آیت ۱۱۴) علم بڑھاتے رہو چاہے جس قدر دور سے ملے، سمندر پار سے ملے، پہاڑوں کے پیچھے سے ملے، یا صحرائے گوبی کو پار کر کے ملے۔ اس لیے خود رسولؐ نے فرمایا ہے کہ علم میراثِ مومن ہے، جہاں سے اس کا ایک ذرہ بھی ملے اٹھا لو۔ ایک سوال پوچھوں کہ علم تو اللہ اور اس کا رسولؐ دے رہے تھے۔ علم تو مدینے میں بٹ رہا تھا۔ شناخت تو مدینے میں بٹ رہی تھی۔ خدا تو مسلمانوں کو وہاں حاصل ہو رہا تھا۔ پھر کیا ضرورت تھی یہ بات کہنے کی کہ اگر چین تک بھی جانا پڑے تو علم حاصل کرو۔ اسکی صرف ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے رسولؐ نے کبھی دنیا کے علوم کو دین کے علوم سے جدا نہیں کیا۔ یہ آج کا المیہ ہے کہ مولوی اور مبلغین نے کبھی قرآن کو غور سے نہیں پڑھا۔ کیا آپ زمین کو جدا کر دو گے؟ کیا اللہ کی اس آیت کو بھول جاؤ گے کہ میں نے زمین کو باطل تخلیق نہیں کیا۔ کیا خدا کی اس آیت کو بھول جاؤ گے؟ الذین یذ کرون الله قیاما و قعودا وعلی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت و

الارض (آل عمران ۳ آیت ۱۹۳) وہ بہترین بندے ہیں جو صبح شام کروٹوں کے بل مجھے یاد کرتے ہیں اور زمین کی تخلیقات پر غور وفکر کرتے ہیں۔ تسبیح تو ہمارے پاس ہے۔ غور وفکر مغرب کے پاس ہے۔ آپ Darwin کو کتنی صلواتیں سناتے ہو کہ اس نے انسان کو بندر کا بچہ بنا دیا ہے۔ ہم کو اس سے مشابہت اچھی نہیں لگتی۔ ہمیں بہت برا لگتا ہے اور اسی کروڑ سال پہلے کے Primate سے مشابہت اچھی نہیں لگتی۔ آپ اگر آج اس مخلوق کو دیکھیں جو آپ کے آباؤ اجداد میں سے ہے تو آپ خواب میں بھی ڈر جائیں کہ یہ بدوضع، بدہیئت اور مکروہ شکل والے ہمارے آباؤ اجداد میں سے تھے۔ یہ لمبوتری سی شکل، کدو سا منہ اور طویل سا سر۔ کیا وہ انسان تھا جو ہمارے آباؤ اجداد میں سے تھا؟ کیا اس انسان کو اللہ نے حقیقت علم عطا فرمائی تھی؟ کیا علم کے سوا کوئی اور شے تھی جس نے انسان کو آگے بڑھایا؟ اللہ تعالی نے ان تمام لوگوں کو Four Ice Ages میں ملیامیٹ کیا۔ Ice Ages چھوٹی نہیں ہوتیں۔ زمین پر آٹھ آٹھ میل گہری برف پڑتی تھی اور پروردگار کا قانون تھا کہ تمام Unnecessary مخلوقات کو تباہ ہونا پڑتا تھا۔ آخری Ice Age تیس سے پچاس ہزار سال پہلے گزری تھیں۔ اس میں سے بچنے والا ایک آدم ہی تھا جو اللہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ اسی سے علم وعقل کی ابتدا ہوئی اور دانشوری کا آغاز کیا۔ اسی نے میراث پیغبراں لی۔ علم میراث پیغمبر ہے اور وہ لوگ جو دنیاوی اور دینی علوم کو جدا کرتے ہیں ان سے بڑا احمق کون ہو سکتا ہے؟ کیا حدیث رسولؐ نہیں ہے کہ ایک دکاندار جس نے امانت و دیانت سے سودا بیچا وہ اللہ کا ولی ہے؟ کیا حدیث رسولؐ نہیں ہے کہ جس صاحب اقتدار نے اپنی ذمہ داری پوری کی وہ اللہ کا ولی ہے؟ کیا حدیث رسولؐ نہیں ہے کہ جس نے معاملات دنیا کی پاسداری کی وہ اللہ کا دوست ہے؟ کیا آپ کا امتحان جنگلوں اور صحراؤں میں ہوگا؟ کیا انسانی کردار کا امتحان پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھے ہوئے درویشوں سے ہوگا؟ ایک درویش جو نفس سے عاجز تھا۔ اس نے چاہا کہ مراقبہ اور مجاہدہ کرے۔ لہٰذا وہ ایک کھوہ میں جا کر چھپ بیٹھا اور بارہ برس تک ریاضت نفس میں مصروف رہا۔ ایک روز اسے اسی غار کے کنارے ایک پائل کی جھنکار سنائی دی جو اسے اس غار کے دہانے تک لے آئی۔ اس وقت اسے خیال آیا کہ بارہ برس تک جس جبلت کو قابو کرنے میں اس نے صرف کیے ہیں، ہنوز اس کا وہی حال ہے۔ مہاتما سدھارتھ نے بھی بارہ برس تک ہندو Temple میں ریاضت کی تھی۔ اس ریاضت کے دوران میں اسکی کل خوراک ایک گھونٹ دودھ اور بارہ دانے چاول رہ گئی تھی۔ مہاتما سوکھ کے پنجر ہو گئے تھے۔ ان کا وجدان اسی طرح رہا اور ریاضتِ بدن نے انہیں کچھ نہ دیا۔ مہاتما بارہ برس کے بعد اٹھے اور کہا کہ ریاضت میں وجدان اور عرفان نہیں ہے۔ وجدان اور عرفان اعتدال میں ہے۔ آپ کس چیز میں اپنی صلاحیت فکر ڈھونڈتے ہو؟ کیا کسی مجذوب کو اللہ نے پیغمبر بنایا؟ کیا کسی Abnormal کو علم کی دولت بخشی ہے؟ اور کیا قرآن کریم دنیا کا بہترین علم نہیں ہے؟ اگر دنیا کا بہترین علم قرآن ہے تو اسکا Container کیا ہے؟ اسکا Container اتنا معتدل ہے کہ صاحب قرآن نے اعتدال کا اصول دیا ہے۔ کسی دنیا کے فلاسفر نے آج تک اعتدال کا اصول نہیں دیا ہے۔ اس حوالے سے آپؐ نے ''مسلم'' کی مسلسل آٹھ احادیث میں فرمایا ہے کہ اعتدال اختیار کرو۔ اگر تم مکمل اعتدال اختیار نہ کر سکو تو اسکے قریب ترین رہو۔ یہ اللہ کے رسولؐ نے پہلی مرتبہ بتایا کہ اعتدال Rigidity نہیں ہے۔ .It is area of movement یہ ایک عرصہ ہے کہ جہاں آپکا اعتدال

Marfat.com

Function کرے گا اور اسکے کنارے پابندیاں لگی ہوئی ہیں۔ یہ حدود اللہ ہیں۔ اور اگر تم ان حدود سے آگے بڑھ جاؤ گے، تو اندھیروں میں چلے جاؤ گے۔ اعتدال سے نکل جاؤ گے۔ احترام آدمیت ختم ہو جائے گا۔ وہ Civilizations جو اعتدال تو ایک طرف حدود اللہ سے بھی نکلی ہوئی ہیں۔ اپنے آپ کو Civilizations کہتی ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہو کہ اسلام زوال پذیر ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہو کہ وہ اصل جو کسی Civilization کو Build کرنے کیلئے ہے، اب کمزور پڑ گیا ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہو کہ خالق عالم نے زمانوں کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہو کہ مسلمان کا Depression اسلام کا Depression ہے؟ Not at all اقبال بہت اچھی بات کر گئے ہیں کہ مسلمانوں نے کبھی اسلام کی مدد نہیں کی ہے لیکن اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ جب ابوعبداللہ غرناطہ چھوڑ کر جا رہا تھا اور مسلمان اندلس چھوڑ رہے تھے تو درمیان میں ایک ٹیلا آتا ہے جہاں مسلمان شاہ سواروں نے آخری آہ بھری تھی۔ اس آخری وقت میں جب ابوعبداللہ اس ٹیلے پر کھڑا ہوا اور اس نے غرناطہ کو پلٹ کر دیکھا تو اسکی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔ اسکے ساتھ اسکی بیوی عائشہ بھی تھی جو غصے والی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اے ابوعبداللہ! جس سلطنت کو تم مردوں کی طرح لڑ کے نہیں بچا سکے، اس پر عورتوں کی طرح کیوں آنسو بہا رہے ہو؟ غور کرو جس اسلام کو آپ مردوں کی طرح نہیں بچا سکتے ہو تو اس پر عورتوں کی طرح کیوں آنسو بہا رہے ہو؟ کیوں Depressed ہو؟ یہ سوال آپ سے بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن جیسی دولتِ عظیم جو اللہ نے آپکو عطا کی ہے کیا یہ Intellectually کسی سے کم ہے؟

کیا آپ کا خیال ہے کہ یورپی بڑے دماغ، ذہین اور دانشور ہوتے ہیں؟

They may be Philosophers.
They may be Technicians.

لیکن دنیا کے تمام نظام اور تمام علوم مشرق سے اٹھے ہیں۔ جو ادھر کی سیاست ہے یہ ان کی محنت کی پیداوار ہے۔ ان کی Workmanship ہے۔ اصول تو تین تھے۔ انہوں نے بہت پہلے بجلی کی رفتار دریافت کر لی تھی۔ اسکے بعد جان بیئرڈ نے TV کا اصول دریافت کیا۔ اسکے بعد آئن سٹائن نے Relativity دریافت کر لی۔ اسکے بعد Quantum کی دریافتیں آ گئیں۔ یہی دو چار اصول علم ہیں۔ باقی تمام Technology ہے۔ اگر آپ علم کو دیکھنا چاہو تو صرف دو چار علمی اصول ہیں جو اتنے سارے سالوں میں انسان نے دریافت کیے ہیں۔ پچھلے تیس بتیس ہزار سال میں مسلمان کو چھوڑو انسان کو دیکھو کہ اس نے تیس ہزار سال میں کیا Progress کی ہے اور Second World War کے بعد کیا Progress کی ہے۔ اب میں آپ کو ایک عجیب و غریب بات بتا رہا ہوں کہ انسان نے تیس ہزار سال میں صرف پہیہ، کبھی تلوار کا گھڑنا، زرہ بکتر اور روغن تیل کی دریافت کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ اگر تیس ہزار سال میں انسانی ذہن اتنا Slow رہا کہ اس نے بمشکل یہ چار چیزیں دریافت کی ہیں اور اب ڈیڑھ سو برس میں انسان اس جگہ آ گیا ہے۔ لہٰذا آپ کو کچھ فرق تو محسوس ہوتا ہے؟ ہم اس کو Schizophrenia کہتے ہیں۔ یہ Individual پر جب طاری ہوتا ہے۔ اسکے برین کی Base بہت تیز ہو جاتی ہے۔ اسکی Practical زندگی میں نروان آ جاتا ہے۔ پھر وہ Depressed اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔ پوری نسل انسانی کو at a time Schizophrenia ہو گیا ہے۔ پچھلے ڈیڑھ سو برسوں میں انسان

Marfat.com

بیمار ہو گیا ہے۔ Nervous ہو گیا ہے۔ ایک مکمل failure میں چلا گیا ہے۔ دل مردہ ہو گئے ہیں۔ انسان اپنی بربادی کا خود ذمہ دار ہے مگر اس کی پناہ صرف اور صرف اسلام میں ہے۔ یہ آغوش مادر ہے اور میں ایک آخری بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس اداسی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں کوئی Depression نہیں ہے۔ یہ اقوام کے رد و بدل ہیں۔ اب پاکستان جو چھوٹا سا ملک ہے اس کو کہا جائے کہ secular ہو جا کیونکہ secularism میں ترقی، عزت اور برکت ہے۔ لیکن Turkey تو ہم سے بہت پہلے Secular ہو گیا تھا۔ پھر اس نے ایٹم بم کیوں نہ بنا لیا؟ Why particularly Pakistan? غریب سا ملک جو لا الہ الا اللہ کے نام پر بنا ہے۔ یہ ملک تو بڑی بڑی اختراعات کر کے بیٹھا ہوا ہے اور بیچارے Secular ملک کو تو ابھی تک یورپین شہریت ہی نہیں ملی ہے۔ یہ کتنا بڑا فرق ہے۔ اگر مذہب سے ہٹ کر Secularism ہمارا علاج ہوتا تو یقیناً ہم سے پہلے جو مسلمان ملک یہ تجربہ کر بیٹھے ہیں وہ بڑے progressive ہو جاتے۔ ساری دنیا میں progressive تو وہی ملک ہوا اور اللہ کی رحمت اسی پر آئی ہے اور طاقت و حرمت اسی کو عطا ہوئی ہے، جو ایک سادہ سے نعرہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کی بنا پر بنا تھا۔ جب آپ خدا سے انحراف کرو گے تو خدا بھی انحراف کرے گا۔ خدا کہتا ہے کہ اگر تم لوٹ آؤ گے تو میں بھی لوٹ آؤں گا۔ تم پلٹ جاؤ گے۔ تو میں بھی پلٹ جاؤں گا۔ اس میں تو کوئی بات نہیں کہ تم چند آزادیوں کی خاطر چاہتے ہو کہ ہم بہت دور چلے جائیں۔ اقبال اپنے کلام میں فرماتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ جب ہم جوان ہوتے ہیں تو ہم بہت غلط کاریاں کرتے ہیں اور بہت دور نکل جاتے ہیں لیکن جب شام ہوتی ہے تو پھر ہمیں گھونسلے کی فکر پڑتی ہے۔ ہم دوبارہ آستانہ رسولؐ کو لپکتے ہیں۔ حج پر جاتے ہیں۔ مجھے اختلاف صرف عمر کا ہے۔

چوں آں مرغے کہ در صحرائے ہر شام کشاید ہر دو فکرِ آشیانہ

اس پرندے کی طرح جو بہت دور نکل جاتا ہے یعنی انگلینڈ، امریکہ اور کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے لیکن جب شام پڑے تو پھر اسے گھر کی طرف لوٹنا چاہیے نا! کیونکہ امن، پناہ، سکون اور معرفت صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے سائے میں ہے۔

This is the only cure of present depression.
This is the only problem of Muslims.
We are trying to ask the solutions from the enemy.

یاد رکھو اسلام کسی سے رعایت طلب کرتا ہے نہ کسی کو رعایت دیتا ہے۔ اسلام صبر والا ہے۔ اسلام علم اور شناخت والا ہے۔ قوت پروردگار والا ہے۔ اللہ کو فوجیں نہیں چاہئیں۔ اگر آپ کو اللہ پہ یقین ہو تو ایک فرد واحد موسیٰؑ کی طرح فرعون کی تین سو برس کی سلطنت کو تباہ کر دے مگر آپ کو وہ پہلا Question دیکھنا پڑے گا کہ اللہ نے تو لکھ دیا ہے کہ ہمیشہ اسکے رسولؐ اور اسکے مومنین غالب رہیں گے۔ اگر آپ غالب نہیں ہو تو آپ کو دیکھنا ہے کہ آپ مومن نہیں ہیں۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وا نتم الاعلون ان کنتم مؤ منین (آل عمران ۳ آیت ۱۳۹) سستی مت کرو میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں تم ہی غالب ہو گے، اگر مومن ہو۔ اگر تم غالب نہیں ہو تو پھر تم مومن نہیں ہو۔

وما علینا الا البلاغ المبین

Marfat.com

سوالات وجوابات

عقل کے متعلق متضاد نظریات!

سوال: ''مقدمۃ القرآن'' میں عقل کے بارے میں متضاد بیانات آئے ہیں۔آپ نے اسے کہیں منتخب اور کہیں احکام خداوندی سے گریز کا سبب کہا ہے۔

جواب: ایسا بالکل نہیں ہے۔میں نے عقل کی وہاں Bifurcation کی ہے کہ ایک وہ عقل ہے جسے میں لیکچر میں پہلے بھی Explain کر بیٹھا ہوں کہ Intelligence ہے جو جبلی اقدار کی حفاظت کرتی ہے۔ایسے جیسے یورپ ابھی اپنی جبلی قدروں کی حفاظت کر رہا ہے۔اور ہر قسم کے Immoral law کی حفاظت کر رہا ہے۔

There is only one purpose of the real intellect
and that is to look for God,
Search for God and to reach God.

تو ایک عقل Basic ہے۔Raw ہے۔Uneducated ہے۔اسی عقل کی بہتر Form وہ ہے جو خدا کے رستے کی طرف لے جاتی ہے۔

اسلام میں تجرّد کی حقیقت!

سوال : کیا اسلام میں شادی نہ کرنا گناہ ہے؟اس کے بارے میں تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: نہیں ایسا تو نہیں ہے مگر اس کو Normal نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ کچھ Celebreties ،اصحابؓ نے کہا! یارسولؐ اللہ! ہمیں شہوات بدن تنگ کرتی ہیں تو ہم ان اعضا کو دور نہ کر دیں جو ہمیں یہ مصیبت میں ڈالتے ہیں۔تو رسول اللہؐ نے سختی سے منع فرمایا اور کہا صبر کرو اور خدا سے طاقت مانگو اور پھر اللہ اگر تم پر رزق کشادہ کرے تو متاہل زندگی اختیار کرو۔اسی

طرح جب کچھ لوگ آئے۔انہوں نے حضورؐ کی زندگی کی Routine دیکھی کہ بیویاں ہیں۔ان کے پاس حضورؐ جاتے ہیں۔کھا بھی رہے ہیں اور روزہ بھی رکھ رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم رسولؐ جیسے تو نہیں ہیں۔ہم تو دائم الصیام ہوں گے۔ ہمیشہ روزے ہی رکھیں گے۔ہم اپنی بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے یعنی ہم مکمل اجتناب کریں گے۔جب حضورؐ نے یہ بات سنی تو غصے سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا! رب کعبہ کی قسم میں تم سب لوگوں سے زیادہ متقی ہوں مگر ہم تو نکاح کریں گے اور ہم تو روزے رکھیں گے اور افطار کریں گے۔ایک اور بات جو اس وقت میرے شاید تھکے ہوئے ذہن سے باہر ہے مگر حضورؐ نے سختی سے ممانعت فرمائی کہ اس قسم کا کوئی دعویٰ اسلام میں فضول تو ٹھہرتا ہے قبول نہیں ٹھہرتا ہے۔

کیا معجزہ عقیدے کی اساس ہے؟

سوال: کیا معجزات مذہبی عقیدے کی اساس قرار پاسکتے ہیں؟ سیرت النبیؐ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر معجزات میدان جنگ میں نمودار ہوئے ہیں۔ایسا کیوں ہے؟

جواب: معجزہ اللہ کی طرف سے ایک دلیل ہے۔معجزہ خارق عادت کو کہتے ہیں۔یعنی ایک ایسا واقعہ جو عادت زمانہ کے خلاف واقع ہوا ہو۔ایک ایسا واقعہ جس کے لیے اسباب جہاں ختم ہو جائیں اور Reason ختم ہو جائے۔جب آپ کے پاس کوئی دنیاوی Reason نہیں رہے گی تو پھر اس واقعہ کے ظہور پر آپ کہو گے کہ یہ واقعہ کسی غیر معمولی ہستی کی وجہ سے ہوا ہے۔اس کے لیے ہمارے پاس کوئی Reason نہیں ہے۔خارق عادت بذات خود ایک دلیل ہے۔ایک ایسے جاہل مطلق کیلئے کہ جو نہ پڑھی لکھی بات سمجھتا ہے اور نہ علم کی بات سمجھتا ہے۔جیسے اس شخص نے کہا! اے رسولؐ! اگر چاند کو دو ٹکڑے کر دے تو میں مانوں گا کہ تُو رسولؐ ہے۔اس کے دو طریقے تھے کہ رسولؐ کہتے کہ یہ بڑی احمقانہ سی Demand ہے مگر چونکہ خدا نے اپنے پیغمبر کا تصرف زمین کے باہر بھی دکھانا تھا اور کائنات میں بھی دکھانا تھا کہ میرے اس رسولؐ کا تصرف باقی انبیاء کی طرح نہیں ہے۔یہ تو آسمان و زمین میں جہاں چاہے تصرف کر سکتا ہے۔جب انہوں نے دعا مانگی اور کہا ایسے ہو سکتا ہے اور انگشت مبارک اٹھائی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔اقتربت الساعة وانشق القمر (القمر ۵۴ آیت ۱) وہ ساعت قریب آئی اور چاند ٹکڑے ہو گیا، تو معجزہ بذات خود ایک چونکا دینے والی دلیل ہے۔بعض اوقات معجزے تسکین اور شہادت قلب کیلئے آتے ہیں جیسے تبوک کی جنگ سے واپسی پر جب پانی ختم ہو گیا اور رسول اکرمؐ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرمایئے پانی ملے تو آپ نے سارے لشکر کو کہا جتنا جس کے پاس پانی ہے وہ لائے۔وہ بمشکل چلو بھر پانی لائے اور پھر حضورؐ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا اور ''سبحان تعالیٰ العظیم تبارک الله احسن الخالقین (المومنون ۲۳ آیت ۱۴) پانچ ہزار کے لشکر نے پانی پیا، جمع کیا اور مشکیں بھریں۔اللہ کے اور رسولؐ کے اس معجزے سے ان کے ایمان اور زیادہ مضبوط ہوئے۔اس طرح حضرت ابراہیمؑ کو مکمل اعتبار و اعتقاد الٰہیہ تھا لیکن پھر بھی ایک دن کہا: واذا قال ابراهيم رب ارنى كيف تحي الموتى (البقرۃ ۲ آیت آیت ۲۶۰) کہ اللہ تعالیٰ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ تو فہمائش کی اللہ نے کہ اتنا عرصہ گزر گیا۔اتنے دلائل تیرے پاس تھے۔ہم نے تجھے ایک ایک دلیل مہیا کی

Marfat.com

تو اب بھی: قال اولم تؤمن (البقرة ۲ آیت آیت ۲۶۰) ابھی تجھے اس بات کا یقین نہیں آیا کہ ہم مردے کیسے زندہ کر سکتے ہیں؟ تو ابراہیمؑ نے کہا! No; not at all Intellectually ذہنی طور پر ایمان ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ تیرے سوا کوئی رب نہیں۔ قال بلی ولکن لیطمئن قلبی (البقرة ۲ آیت آیت ۲۶۰)
مگر دل ہے کہ شہادت اور تسلی مانگتا ہے۔ اللہ نے یہ عذر قبول فرمایا کیونکہ خدا کو پتا ہے کہ دل نظری شہادتوں کا طلب گار ہوتا ہے۔ آخر دل اتنے سارے عشق کرتا ہے تو آنکھوں سے دیکھ کر کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے اللہ میاں کی اس قدرت کاملہ کو دیکھنے کیلئے ابراہیمؑ کا دل تڑپ رہا تھا۔ پھر اللہ نے ان کو اور یہ معجزہ دکھایا جو صرف اور صرف تسکین قلب کیلئے تھا۔

الہامِ خیر اور الہامِ شر کی شناخت!

سوال: الہام خیر اور الہام شر میں کیسے تفریق کی جائے؟ ذہنی و عملی اطلاق بتائیے۔
جواب: قرآن اس کی تفریق ہے۔ اس لیے آپ نے دیکھا ہوگا کہ قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا! اتل ما اوحی الیک من الکتاب و اقم الصلوة (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵) کہ کتاب پڑھ اور نماز قائم کر مگر اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔ اللہ نے فرمایا قرآن پڑھنے کا مطلب اوامر و نواہی سے آگاہی ہونا ہے۔ اگر تو قرآن پڑھے گا تو تجھے پتا لگ جائے گا کہ خدا نے کن باتوں سے روکا ہے۔ یقیناً جس شخص نے قرآن پڑھا ہے وہ اوامر و نواہی سے واقف ہے اور اس کو الہام خیر و شر میں وہ اصول مہیا ہو جاتے ہیں جس سے وہ الہام خیر و شر میں تفریق کر سکتا ہے۔

اسلامی نظام کا نفاذ کیسے ممکن ہے؟

سوال: ہم اپنے معاشرے میں اسلامی قوانین کیسے نافذ کر سکتے ہیں؟ ہم قرآن کے ہوتے ہوئے پاکستانی معاشرے کو ایک مہذب معاشرہ کیوں نہیں بنا سکے؟ اور اس وقت امت مسلمہ کو جن چیلنجوں کا سامنا ہے ہم ان کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟
جواب: Generally یہ سوال پوچھا جاتا ہے۔ جیسے ایک Foreigner نے کہا کہ

Fifteen crore people of Pakistan have been hijacked by fifteen hundred seculars.

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے تمام حکمران اس قسم کی نازیبا، فضول اور جاہلانہ سوچیں رکھتے ہیں کہ ان کو صرف طاقت کا شعور ہے اور خدا جانتا ہے کہ بعض اوقات ان کو معمولی درجہ علم پر بھی رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ فرض کرو اگر آپ کے صدر کو یورپ چوتھا بڑا مدبر کہتا ہے۔ یہ سادہ سی بات ہے کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ چوتھا بہتر غلام ہے۔ اس قسم کی رائے کوٹ کرنا اور اپنے آپ کو اس سے مہذب سمجھنا اور پھر تعلیمی ارتباط تناقص بیان کرنا جیسے کچھ لوگ ہمارے تعلیمی نظام سے لگے ہوئے ہیں، کتنی احمقانہ سوچ ہے یعنی اتنے دلائل تیرے پاس تھے۔ آپ چاہتے ہیں کہ پوری قوم کو ترقی کے نام پر Secularism کے ننگے پن سے جوڑ دیں یعنی ایک Computer کے بہت بڑے ماہر کو Computer میں مہارت حاصل کرنے کے لیے

Marfat.com

پہلے اپنی بیٹی کو نیکر اور بنیان پہنوانا ہوگی۔ پھر اسے دوڑ میں حصہ لینے کی اجازت ہوگی۔ اس قسم کی احمقانہ باتوں کے تصور سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہم گھٹیا لوگوں کی زد میں ہیں۔ اللہ معاف کرے ہم ان کم تر ذہنوں کی زد میں ہیں جو Almost Schizophrenic ہیں۔ جو اپنے مخبوط الحواس نظریات کو ہر صورت قوم پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس احمقانہ تسلسل کی سمجھ نہیں آرہی ہے یعنی آپ ذرا سیاست پر غور کیجئے۔ میں اس دن عقل و معرفت کے اس معیار پر ہنسا بھی اور رویا بھی کہ حکومت پاکستان نے بیان دیا کہ ہم ایران کے معاملے میں غیر جانبدار رہیں گے۔ ہم اس جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ کوئی اچھا سیاست دان جس کو ذرا بھی سمجھ بوجھ ہو یہ بیان نہیں دے سکتا ہے۔ یہ موصوف ایران کی حمایت میں بیان دے رہے ہیں؟ میں آپ کو بتاؤں یہ ایران کے خلاف بیان نہیں دے رہے ہیں۔ یہ ایران پر احسان ہو رہا ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو ہم غیر جانبدار رہیں گے۔ ان کے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ امریکہ کو اڈے نہیں دیں گے مگر آپ غور کیجئے کہ کوئی ایرانی کیا کہے گا کہ پاکستان کتنا غدار ہے کہ صاف ہی مکر گیا۔ ابھی جنگ نہیں ہوئی جنگ کے آثار بھی پیدا نہیں ہوئے اور ابھی کچھ بھی نہیں ہوا لیکن ہم نے پہلے ہی Declare Policy کر دی ہے کہ ہم اس جنگ میں غیر جانبدار ہیں۔ اس قسم کی مدبرانہ سیاسیات میں آپ اسلامی نظام کی بات کریں گے۔ یہ لوگ اسلام کا نام سننے کو تیار نہیں ہیں۔ اسلام کا لفظ ان کی قبض معدہ کا باعث ہے۔

آپ اس ملک میں اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں مگر ایک بات ہے کہ ہم ان کی تمام کاوشوں کو باطل قرار دیتے ہیں۔ ہم اللہ و رسولؐ کو مانتے ہیں۔ ہم ترقی یافتہ بھی ہوں۔ اہل علم بھی ہوں اور خدا اور رسولؐ کے احکامات پر عمل کرنے والے بھی ہوں۔ ہمیں پوری طرح اپنی مصنوعات پر گرفت ہو۔ کم از کم مدبرانہ بات کریں، سوچیں، غور کریں اللہ سے نصرت و تائید مانگیں۔ اللہ اپنے کرم سے آپ کے لیے ترقی کے رستے کھول دے گا۔ جب ایسا ہوگا تو اسلام ایک مکمل نظام کی حیثیت سے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں کوئی سختی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکمل اعتماد کے ساتھ فرمایا ہے کہ میں نے آپ کا دین آپ پر سہل کر دیا ہے۔ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ (طٰہٰ ۲۰ آیت ۲) ہم نے قرآن کو مشقت کے لئے نہیں اتارا۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جب قرآن کا پورا نظام آئے گا تو اس کو ایک ایماندار مسلمان ہی چلا لے گا اور اس سے زیادہ خوبصورت نظام دنیا و کائنات میں نہیں ہوگا۔

حسینؑ نمائندۂ رسولؐ ہیں!

سوال: واقعہ کربلا میں امام حسینؑ کی قربانی بہت قابل قدر ہے مگر دوسری جانب یہ واقعہ کیا اسلام کے دامن پر ایک دھبہ نہیں جس میں مسلمانوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا؟ ہم اس کو آخر کیسے Reconcile کر سکتے ہیں؟

جواب: ہم اس کو Reconciliation تو نہیں کر سکتے ہیں۔ قرآن کے مطابق یہ ایک سادہ سا مسئلہ ہے کہ جس میں اللہ نے کہا اے پیغمبر! ان کو کبھی اچھا مسلمان اور مومن نہ سمجھنا۔ یہ ابھی مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کی ابھی تربیت نہیں ہوئی ہے۔ رسولؐ اللہ کو اصحاب کی تربیت میں بائیس تئیس برس لگے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اسلام کو نشو و نما اور طاقت پاتا دیکھ کر

Marfat.com

شریک ہوئے ہیں اور انہوں نے مالِ غنیمت اور ایک عربی Nationalism کی خاطر اسلام کو Join کیا۔ ہم ان میں سے کسی کو اصحاب رسولؐ یا تبع تابعین کے Rank کے قابل نہیں سمجھتے ہیں۔ پھر ان کی قبائلی عصبیتیں پلٹیں اور ان کو ان کی Resistence کا اتنا تجربہ نہیں تھا۔ ان کو محبت رسولؐ سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ انہوں نے وہی کچھ کیا جو ان کی جبلتوں نے حکم دیا اور فسق و فجور کو غلبہ دیا اور امام حسینؑ نے وہی کچھ کیا جو ان کی تربیت کا خاصہ تھا اور الحمدللہ وہاں جنگ صرف جسموں اور وجود کو قتل کرنے کی نہیں ہوئی بلکہ وہاں Ideas کو قتل کرنے کی بھی جنگ ہوئی ہے اور ایک طرف اگر طاغوت کے ظلم اور جبروت نے اپنا پورا Pressure صرف ایک شخص پر اس لیے ڈالا کہ وہ ایک فاسق و فاجر کی حمایت یا اسکی اطاعت کرے تو دوسری طرف امام حسینؑ نے اپنے سیکھے ہوئے دین اور ان Values کی حفاظت کی جو ان کو اپنے گھر اور محمدؐ رسول اللہ اور علی مرتضیٰؑ سے ورثے میں ملی تھیں اور الحمدللہ حسینؑ کامیاب رہے اور ہم آج فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ

There is one man on God's earth who in spite of all the pressures of tyranny never yielded the cause of Islam because he was representing Islam. Yazeed was not representing Islam.

اور اس میں حسینؑ کامیاب ہوئے۔ باقی کچھ باتوں سے اختلاف ہوسکتا ہے کہ کیا واقعی اسلام ہر کربلا کے بعد زندہ ہوتا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ کربلا کے بعد اسلام کا کافی نقصان ہوا ہے اور آج تک کربلا کے نتائج ہمارے معاشرے کو تقسیم کئے ہوئے ہیں کیونکہ امام حسینؑ کی تقلید کرنے والا آدمی نہیں آیا۔ امام حسینؑ کے مثالی کردار کی تقلید والا نہیں ملا بلکہ لوگوں نے چاہے وہ سنی تھے یا شیعہ ان کے نام پر اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے مقاصد کے لئے امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور جنگ کی اور انہوں نے مستقل مخاصمت کی بنیاد رکھی جو آج تک جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس Clash فساد اور باہمی تصادم سے بچائے کیونکہ میرا خیال ہے کہ ہم انسانیت اور محبتوں کے ناتے سے بارہ مہینے بڑے Comfortable رہتے ہیں۔ ہم شیعہ اور سُنی کے ناتے سے دس دنوں میں لڑ پڑتے ہیں۔ ان دس دنوں میں ہماری حیوانیت جاگ پڑتی ہے۔ ہمیں ہماری جبلتیں بے چین و بے قرار کر دیتی ہیں اور ہم باقی بارہ مہینے اچھے بھلے رہتے ہیں اور دوستی میں محبت میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی۔ اس لیے لوگ کہتے ہیں کہ مذہب فساد کا ذمہ دار ہے مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مذہب نہیں بلکہ وہ لوگ جو مذہب کو Use کرتے ہیں وہی اس قسم کے فسادات کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

اقبال کی خُودی جہاد کے مترادف ہے؟

سوال: پروفیسر صاحب آپ نے خطاب میں جہاد کے آخری حصے میں جہاد کے لیے جتنے الفاظ و اصطلاحات استعمال کئے ہیں کم و بیش وہی الفاظ و اصطلاحات علامہ اقبال نے خودی کیلئے وقف کیں۔ وضاحت فرمایئے۔

جواب: اصل میں علامہ اقبال کی تعریف کچھ مختلف ہے اور میری تھوڑی سی ان سے مختلف ہے۔ علامہ اقبال جب فلسفہ خودی کی وضاحت کر رہے ہوتے ہیں تو اس کے پس منظر میں دو بڑے Philosophers فشٹے اور نطشے ہوتے ہیں اور

Marfat.com

Super Ego کا Concept اقبال نے فشٹے سے لیا ہے کہ ہم تمام ایک Ultimate Super Ego کا حصہ ہیں بلکہ خودی کے بارے میں اقبال متضاد قسم کے Concepts رکھتے ہیں۔ ایک مسلمانوں کے Reference اور ایک Philosophy کے Reference سے ہے کہ:

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ — خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ

اور دوسری طرف ایک گہری Romantic Sense میں اقبال فرماتے ہیں۔

عجب مزا ہے مجھے لذت خودی دے کر

تو اس شعر میں خودی کا تصور Romantic شاعرانہ اور Personal ہے اور دوسری طرف خودی کا تصور Religious اور Aggressive ہے۔ میں آپ کو ایک مزے کی بات بتاؤں کہ ہمارے ملک میں اس وقت ایک Psychiatrist موجود تھیں۔ تو میں نے ان سے کہا مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اقبال کی زندگی میں کوئی ایسا وقت تو نہیں آیا کہ جس میں انہوں نے کسی بڑی جدوجہد میں حصہ لیا ہو مگر ان کے Symbol اتنے طاقتور کیوں ہیں؟ شاہین اور مرد مومن ان کا Symbol ہے۔ تو مجھے انہوں نے کہا کہ دراصل بات یہ ہے کہ اقبال Aggressively کسی سے لڑ نہیں سکتے تھے۔ تو انہوں نے اپنی کمزوری کو طاقتور ترین Symbol میں سمو دیا ہے۔ لہٰذا انہیں نے جو کچھ خود کرنا چاہا مرد مومن سے کروالیا ہے۔ ع

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اقبال کے فلسفہ اور شعر نے نوجوانوں کو طاقت، تقویت اور ہمہ گیریت بخشی ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے — نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اقبال کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ شعروں اور بندوں کے نام اس مہارت سے استعمال کرتا ہے کہ پوری نفسی کیفیات بلند و بالا ہو جاتی ہیں۔

اقبال اپنے اشعار میں قوت ان ناموں سے سمو دیتا ہے اور یہ نام اتنے طاقتور لگتے ہیں کہ جب ایک Common man ان کو پڑھتا ہے تو اسکا خون ابلنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ بالآخر ایک ہمہ گیر اسلامی جدوجہد میں شریک ہو جاتا ہے اور پاکستان کو تخلیق کر لیتا ہے۔ ان تمام نوجوانوں کی سربراہی جس شخص کے ہاتھ میں تھی وہ Dead Cool انتہائی یخ بستہ اور Frozen عقل کا مالک قائداعظم" تھا۔ ہمیشہ آپ نے دیکھا اور سنا ہوگا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ He was a very dead cool man. مگر نظر ایسا نہیں آتا تھا۔ قائداعظم کے دو بیان پڑھ کر میں اتنا پریشان ہوتا ہوں، میں سوچتا ہوں کہ اگر یہ اس شخص کی نیت تھی تو یہ تمام اولیاء اللہ سے بڑھ کر نیت ہے۔ قائداعظم فرماتے ہیں کہ میری صرف یہ خواہش ہے کہ جب میں خدا کے حضور جاؤں تو وہ کہے جناح تم اچھے مسلمان کی طرح جیئے، تم نے اسلام کا پرچم ہمیشہ بلند رکھا، تم نے اسلام اور مسلمانوں کو رسوا نہیں ہونے دیا۔ جاؤ تمہارا انجام ایک اچھے مسلمان کی طرح ہوگا۔ اب یہ دیکھیے کہ جس قائداعظم کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ Secular ہے۔ وہ فضول ہے۔ Secular تو یہ

Marfat.com

حضرات ہیں جو اسلام کا نام سننے کے بھی روادار نہیں ۔ جو اقبال کا نام نصاب کی کتابوں سے نکلوانا چاہتے ہیں ۔ جو جہاد کا نام نہیں سننا چاہتے ہیں ۔ آپ کا پاکستان بنانے والا تو جنونی مسلمان لگتا ہے کہ جس کے سر پر یہ خواہش سوار ہے کہ جب میں جاؤں دیکھئے وہ ادھر کی بات تو نہیں کرتا وہ کتنی دور کی بات کرتا ہے کہ جب میں خدا کے حضور جاؤں اور میں اس کے سامنے پیش کیا جاؤں تو اللہ کہے جناح! تم اچھے مسلمان کی طرح جیے اور تو نے اسلام کا پرچم بلند رکھا اور تو اچھے مسلمان کی طرح مرا ہے ۔ اس شخص کی یہ عجیب وغریب خواہش ہے جس نے پاکستان کو بنایا اور اسکی بنیاد رکھی اور یقین کیجئے کہ علامہ اقبال کے فلسفے کے مطابق اگر کوئی خودی کا مظہر تھا تو وہ صرف اور صرف قائداعظم محمد علی جناح تھا۔

درود شریف کیونکر منفی کیفیات ختم کرتا ہے؟

سوال: آپ کی کتاب میں لکھا ہے کہ درود شریف منفی کیفیت کو الگ الگ Record کرتا ہے ۔ منفی کیفیت سے کیا مراد ہے؟ کیا درود کسی متعین معیار پر پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: میری مراد یہ ہے کہ ہر کلمہ اپنی مخالف Feeling کو پیدا کرتا ہے ۔ Original درود چونکہ انتہائی تربیت والا کلمہ ہے ۔ ایسا کلام اور کلمہ کہ جس کے بارے میں نبی اکرمؐ نے ابی بن کعبؓ کو ارشاد فرمایا کہ اے کعب! درود پڑھا کر۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا یا رسول اللہؐ! نصف درود کر دوں ۔ فرمایا نہیں اور پڑھا کر ۔ کہا یا رسول اللہؐ! ایک تہائی کر لوں ۔ کہا نہیں اور پڑھا کر ۔ کہا یا رسول اللہؐ! درود ہی نہ پڑھا کروں ۔ فرمایا اے کعب! تجھے اللہ کفایت کرے ۔ یعنی جس معزز ترین کلمے اور تسبیح کو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ یہ جتنا زیادہ پڑھا جائے حضرت انسان کی کفایت کرے گا ۔ اس کے پڑھنے کے دوران جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں ۔ وہ جوز کوۃ کے دوران یا اس کی مخالف صفات کے دوران جو میرے انداز و تجربات میں آیا کہ درود کے پڑھنے سے انسان کا ذہن اپنی اندرونی ناپاکی سے آشنا ہوتا ہے ۔ جس میں توہین پیغمبر کی بہت ساری Feelings آتی ہیں اور اس مسئلے میں بہت سارے لوگ میرے پاس آئے جن کو بڑی کوشش سے میں نے اس مسئلے سے نکالا ۔ ان کو یہ مسئلہ درپیش تھا کہ وہ بکثرت درود پڑھتے تھے ۔ جب ہم دوسری تسبیحات دیتے ہیں تو ان تسبیحات کے خلاف بھی Self react کرتا ہے ۔ تو منفی Self reaction کر دیتا ہے ۔ ان تسبیحات کے خلاف تو اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ باقی تسبیحات کی وجہ سے Self اتنا Mild ہو جاتا ہے کہ بالآخر جب ہم درود پڑھنا شروع کرتے ہیں وہ Resist نہیں کرتا اور اس قسم کی ناقص کیفیات کو نہیں ابھارتا۔

مذہبی اور نفسیاتی اعتدال میں فرق!

سوال: مذہبی اور نفسیاتی اعتدال کیا ہے؟

جواب: Well,it is very simple to understand کہ اب ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں اور اچانک ایک شخص کسی گوشے سے نعرہ تکبیر لگاتا ہوا اور اچھلتا ہوا Stage پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو آپ کہیں گے کہ یہ

Marfat.com

Phychologically upset ہو گیا ہے۔ یعنی ایک Normal movement یا ایک Normal اعتبار اور اعتدال سے نکلنے والا شخص نفسیاتی اعتبار سے Upset ہو گا۔ اگر وہ دوبارہ آرام سے جا کر بیٹھ جائے تو مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ مگر اس کے اندر کیا ہے؟ کیا غم، دکھ، Fears اور Frustrations ہیں؟ کسی کو نہیں پتا۔ مجموعی طور پر اس وقت 80% لوگوں کی زندگیاں کرب و بلا میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ پریشانیوں اور اذیتوں کا شکار ہیں مگر وہ لوگ پاگل نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ مگر جب ان کے Self کو ٹٹولو گے تو وہ Phychologically پاگل ہی ہوں گے مگر ابھی اس کا اظہار Maximum تک نہیں پہنچا ہے۔ Where as خدا کے نزدیک Normalcy یہ ہے کہ الا ان اولیاء الله لا خوف ولا هم يحزنون (یونس ۱۰ آیت ۶۲) میں اپنے دوستوں پر خوف و ملال نہیں چھوڑتا۔ اللہ کے نزدیک Normalcy یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حزن و ملال ختم ہو جائے۔ Fears ختم ہو جائیں اور Frustrations ختم ہو جائیں۔

کیا اللہ چلّہ کاٹنے سے ملتا ہے؟

سوال: اگر اللہ آسانی سے مل جاتا ہے تو ہمارے صوفیا کرام نے اتنے سارے چلّے کیوں کاٹے؟

جواب: یہ ان کی اپنی انتہا پسندی تھی۔ بہت کم لوگ اسے نباہ سکے۔ بہت سارے لوگوں نے اس کو عذر جانا اور مکر و فریب کیا۔ بہت سارے لوگوں نے ان مشقتوں کی آڑ میں لوگوں کو دھوکے دیئے۔ بہت کم لوگ اسے نباہ سکے۔ ہم سے پہلے بھی ایسے ہوا اور عیسائیوں کے ساتھ بھی ایسے ہوا ہے۔ یہودیوں کے ساتھ بھی ہوا اور اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ہم نے ان کو رہبانیت نہیں سکھائی تھی۔ ہم نے ان کو اتنا بوجھ اٹھانے کو نہیں کہا تھا۔ پھر بھی کچھ نے اٹھا لیا۔ کچھ نباہ گئے، کچھ نہ نباہ سکے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ اسلام میں فاقہ نہیں ہے اور پھر ظاہر ہے رہبانیت اور فاقہ سے گریز ہمیں اس زندگی کا Pattern چننا پڑے گا جس کی وجہ سے ہم خدا کا قرب تلاش کر سکیں۔ تو لامحالہ اللہ کے رسول ؐ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپؐ اتنی بڑی ہستیِ مبارکہ ہیں کہ آپؐ کے لیے صبح و شام جبرائیل کی آمد ہے اور اللہ کی نوازشات اور کلام ہے۔ آپؐ کو شبِ قدر عطا ہو رہی ہے اور آپؐ کو شبِ معراج عطا ہو رہی ہے لیکن اس کے باوجود وہ آپؐ کی شخصیت Normal اور معتدل ہے۔ آپؐ کی ہستی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جو قابلِ تقلید نہ ہو۔ جدھر جاؤ جس رستے پر قدم رکھو، خرید و فروخت کے لئے نکلو، مکان کا کرایہ دینا چاہو، گھوڑے پر سواری کرنا چاہو، زرہ بکتر کا سودا ہو رہا ہو اور ہر جگہ طرزِ پیغمبرؐ موجود ہے۔ اگر کچھ صوفیاء نے مشقت کی ہے تو وہ ان کا انفرادی عمل ہے۔ اس کو ہم مثال نہیں بنا سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دورِ حاضر میں ہم بغیر پاگل اور مجنون ہوئے ان میں سے کوئی مثال نہیں اپنا سکتے ہیں۔ اس لیے ہمارے پاس واضح مثال اعتدال کی ہے۔ اپنی حد تک آپ کو بھی یہی سبق دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اللہ سے ایک درخواست کی تھی کہ اے اللہ! اگر تو طاقتوروں، عبادت گزاروں کو ملتا ہے، متقی اور پرہیزگاروں کو ملتا ہے تو پھر بصد حسرت و یاس میرا استعفیٰ قبول ہو۔ مجھ میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تو انتہائی ناقص اور کمزور بندہ ہوں۔ میں بغیر دھوکے کے حقائق کی

Marfat.com

بنا پر کہہ سکتا ہوں

I am not powerful of all these things.

تین دن سے زیادہ فاقہ بھی نہیں چل سکتا۔ تھکن برداشت نہیں ہوتی۔ اے میرے پروردگار! میں تو یہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر تو کمزوروں کا بھی خدا ہے اور تو اگر کمزوروں کو بھی اپنی محبت میں قبول کرتا ہے۔ اگر کمزوروں کو بھی ستار عیوب تیری چادر ڈھانپ سکتی ہے، تو میں صرف تجھ سے ایک وعدہ کر سکتا ہوں۔ :

I will stay sincere to you.

یہ اس دن کا خاصہ ہے جو آج تک چلا آ رہا ہے کہ رسم و رہ محبت کبھی ترک نہیں ہوتی۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آج تک اللہ صرف کمزوروں ہی کو ملا ہے۔

خودکش حملوں کی حقیقت کیا ہے؟

سوال: عراق میں خودکش حملوں کی صورت میں جو مسلمان شہید ہو رہے ہیں ان کی کیا حیثیت ہے اور ان کا درجہ کیا ہے؟

جواب: چونکہ ہر خودکش حملہ آور نیت رکھتا ہے اور ہر نیت جدا ہے۔ اور میں چونکہ ان کی نیات سے آگاہ نہیں ہوں تو میں ان کے انجام کو Predict نہیں کر سکتا ہوں۔ ویسے بھی میں خدا نہیں ہوں۔ اللہ کو کیا پتا اس کی عادت پسند آئے مگر جو بات ایک واضح طور پر نظر آ رہی ہے کہ کبھی کبھی یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے اور وہ سوال ہر خودکشی کرنے والے سے پوچھتے ہیں کہ

Was he normal before he committed this act?

ہم یہ ضرور پوچھتے ہیں کہ کیا یہ لوگ Normal ہوتے ہیں؟ کیا انہوں نے یہ فیصلہ Normalcy میں کیا ہوتا ہے؟ بقائمِ ہوش و حواس کیا ہوتا ہے۔ یا یہ فیصلہ ایک مسلسل Traumatic Mesmerising Propaganda کی صورت میں، Hypnotise کی صورت میں یا Mesmerized attitude کی صورت میں کیا جاتا ہے جو آج کل بہت سے مکاتب فکر میں جاری ہے۔ جو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں بھی وہی Copy کی جا رہی ہے کہ چھوٹے چھوٹے ذہنوں کو پوری طرح مسخر کرنا، Mesmerise کرنا اور ان کے ذہن میں کوئی دوسرا خیال نہ آنے دینا اور پھر ان سے اس طرح کے انتہائی اقدام کروا لینا۔ یہ بھی ہوتا ہے اس لیے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں۔ ایک بات جو ظاہر ہے بڑی عجیب ہے۔ کچھ دیر تک اسکا نتیجہ نکل آئے گا کہ اگر اتنے سارے لوگ خدا کے لئے جہاد کر گئے اور اتنے سارے لوگ خودکش حملوں میں اللہ کے لئے مر گئے تو یقین جانیے کہ

within the year, not too long, America will be totally destroyed in Iraq.

مگر میں ایک حدیث سے بھی ڈرتا ہوں کہ جب دجال کی احادیث آ رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: مسلمانوں کا ایک تہائی دجال کا ساتھ دے گا اور ایک تہائی اس سے جنگ کرے گا اور شکست کھائے گا اور یہ اللہ کے نزدیک بدترین لوگ

ہوں گے۔ پھر آخری تباہی جنگ کرے گا اور یہ دجال پر غالب آئے گا۔ تو ابھی تک یہ آخری تباہی میں سے لوگ نظر نہیں آتے ہیں۔ وہ کمبخت آنے والا ہے۔ کب وہ آخری تباہی آئے گی؟ کب وہ امام مہدیؑ آئیں گے؟ کب نزول عیسیٰؑ ہوگا۔

آہٹ پہ کان، در پہ نظر، دل میں درد سا ایسی ہی بے بسی ہے ہمیں انتظار کی

اب پوری امت مسلمہ کو شاید کسی مسیحا کی تلاش ہے۔

تسبیح کا یقین سے تعلق!

سوال: تسبیح کا یقین سے کیا تعلق ہے اور یہ کہ اس محفل میں بیٹھے ہوئے تمام دوستوں کے لیے ایسی تسبیحات بتائیں جو برے خیالات سے بچائیں، متقی بنائیں اور اسلام کے نزدیک کریں۔

جواب: تسبیح تصوف کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے اور Intellectual Concept یہ ہے۔

The only top priority of your curiosity and research should be God.

ترجیح اول اور ذہن کی جستجو اللہ ہونا چاہیے۔ یہ تصوف کا اصول ہے۔ اس معاملے میں کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ جس شخص نے اپنے ذہن و قلب و خیال میں اللہ کو ترجیح اول نہیں رکھا، وہ کبھی اپنی منزل مراد کو نہیں پہنچے گا۔ تسبیح ہی واحد طریقہ ہے جو اس منزل مراد اور اس Approach کو قائم رکھ سکتا ہے۔ یہ تسبیح واحد طریقہ ہے جس سے یہ Priority Maintain ہوتی ہے۔ اس لیے قرآن حکیم اور احادیث رسولؐ میں جو چیز بار بار نظر آ رہی ہے وہ ذکر خدا اور ذکر محبوب ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اس کو محبت سے ادا کرنا۔ کبھی فرمایا گیا کہ اللہ کی یاد بہت بڑی بات ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو Convince کرنے والی سب سے محبوب ترین چیز تسبیح ہے اور اس ترجیح اول کو قائم رکھنا صرف تسبیح سے ممکن ہے۔

افغانستان اور عراق کی صورت حال پر تبصرہ!

سوال: پروفیسر صاحب اگر آپ جنرل صاحب کی جگہ ہوتے اور آپ کے سامنے Policy کا اختیار ہوتا تو افغانستان، امریکہ اور عراق کی صورتحال میں آپ کا فیصلہ کیا ہوتا؟

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ امریکہ مجھ تک دہشت گردی کا لفظ پہنچا ہی نہ سکتا۔ وہ جیسے اللہ کہتا ہے نا کہ ہم خوب دیکھ لیتے ہیں کہ امانت علم کہاں رکھتے ہیں؟ امریکہ بھی خوب دیکھ لیتا ہے امانت کہاں رکھنا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ ایک International Practical سازش تھی اور کچھ بھی ایسا واقعہ اور حادثہ پیش نہ آتا اور اگر بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا مناسب فیصلہ تھا .This was the only way out اس کی وجہ ہم لوگ نہیں تھے اس کی وجہ آپ ہی تھے۔ اگر ہم اپنا سب کچھ قربان کر کے ایک شخص کو اس لیے نوکر رکھتے ہیں کہ وہ بوقت ضرورت ہمارا دفاع کرے گا اور اگر وہ وقت پڑنے پر ہمیں جھنڈی دکھا دے اور یہ کہے کہ وہ ہمارے لیے مرنے کو تیار نہیں ہے اور ساتھ یہ بھی وضاحت کرے کہ دشمن بڑا سخت ہے اور وہ ہمیں اور تمہیں تو بہت ہی مارے گا۔ تو آپ مجھے بتائیے ہم نے اس محافظ کو کیا کرنا ہے۔

Marfat.com

Obviously اگر یہ Decision صحیح تھا، جائز تھا یا ناجائز تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ This was the only choice later on for the 7 years. کیا اس کے بعد ہمارے پاس کوئی ایسا رستہ نہیں تھا کہ ہم اس Choice سے بچ کے نکلتے۔ ہمارے پاس کئی راستے تھے اور ہمیشہ تھے مگر چونکہ ہمارے پاس کوئی مدبر نہیں تھا۔ کوئی سیاست دان نہیں تھا اور کوئی اچھی عقل کا مالک نہیں تھا۔ جو بھی تھے وہ ایک Workable intelligence کے مالک تھے۔ جن کو صرف یہ پتا تھا:

How to save themselves

and also how to save Pakistan.

تو آپ بڑی مشکل سے Credit ان کو دیتے ہو۔ اس لئے اگر میرے پاس اختیارات ہوتے تو میرا خیال ہے پوری مغربی دنیا کو ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔''

خلفائے راشدینؓ کا انتخاب جمہوری تھا؟

سوال: آپ نے کہا ہے کہ اسلام نے چاروں خلفائے راشدین کی شکل میں جمہوریت یا حکومت کے چار مختلف ماڈلز مہیا کئے ہیں۔ میرا آپ سے اختلاف ہے۔ وہ چاروں جمہوریت یا حکومت کی بتدریج ارتقائی منازل تھیں۔ اس طرح اسلام نے ایک Flexible کیفیت پیدا کی ہے نہ کہ ایک Rigid کیفیت۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: میں نے یہی کہا ہے کہ قدرت سے آپ کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ آپ کے چار نظام ہائے جمہوریت یا حکومت ہیں آپکو Facility دی گئی ہے۔ میں نے بھی یہی کہا ہے کہ چار ماڈلز کی شکل میں اللہ نے آپکو Freedom of choice دی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نظام آپ ضرورت کے وقت اختیار کر سکتے ہو بلکہ آپ کو یاد ہونا چاہیے کہ چیمبر لین جس کی حکومت جنگ عظیم میں کمزور رہی تھی تو انہوں نے چرچل کو Out of the way وزیراعظم بنالیا تھا اور جب جنگ ختم ہوئی تو انہیں پھر اتار دیا۔ برطانوی جمہوریت میں بھی یہ اصول کارفرما رہا ہے جو اللہ نے پہلے دنوں میں چار خلفا آپ کو دیئے ہیں۔ میں بھی یہی کہہ رہا تھا کہ وہ چاروں سسٹم صرف اس وقت کے لیے نہیں تھے، بلکہ ہم کسی بھی سسٹم کو فروغ دے کر ایک پائیدار جمہوری حکومت بنا سکتے ہیں۔

موجودہ سیاسی منظرنامے میں مسئلہ کشمیر کا حل!

سوال: کیا ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات میں جو پیش رفت ہو رہی ہے اس میں مسئلہ کشمیر کا حل ہوتا نظر آتا ہے؟ اس کی وضاحت کر دیجئے۔

جواب: میں تو آپ کو Honestly بتا رہا ہوں کہ کشمیر کا مسئلہ جو اس وقت حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ بسنت کے حوالے سے حل کرنے کی کوشش ہے کہ دونوں ملکوں کا کلچر ایک ہے۔ رسم و رواج ایک ہیں۔ یہاں ایک ہی قوم بستی ہے

گہرائی میں اگر جائیں تو یہ سیکولر کوشش کر رہے ہیں کہ بنیادی مذہبی تصادم کو جدا کر کے ایک ایسے حوالے سے کشمیر کا مسئلہ حل کیا جائے جس میں اسلام نہ ہو۔ تہذیبی تصادم نہ ہو بلکہ Large Scale پر ایک علاقائی ڈویلپمنٹ کی حدود ہم پر غالب آئیں اور ہم متحدہ وطنیت کے قائل ہو جائیں۔ اس کے بعد جب مذہب جیسے امریکہ یا یورپ میں ہے یعنی ایک ذاتی اور سیکنڈری سطح پر چلا جائے گا تو پھر اختلافات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے گی۔ تو پھر جیسے شہریار صاحب نے کہا، ایک مسلمان عورت کا ہندو کے ساتھ ڈانس کرنا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا اور جن مسائل کو آپ نے غیرتِ انا یا جدائی کا باعث بنا رکھا ہے جب یہ ختم ہو جائیں گے اور ایک کلچرل ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی تو اس وقت کشمیر کا مسئلہ واقعتاً حل ہو جائے گا مگر کیا ایسا ہوگا۔ اس کا جواب میرے پاس تو نہیں، کیا آپ کے پاس ہے؟

مذہب اور سیاست

خواتین و حضرات! میں اس تعلق کے لیے آپ کا نہایت شکر گزار ہوں جو میرا اور آپکا قائم دائم ہے جس میں آپ سوچنے اور سمجھنے میں آزاد ہیں۔ میں اس سوچنے سمجھنے میں آپ کی معاونت کرتا ہوں۔ جہاں تک میرا بس چلے اور جب مجھے کسی چیز کا علم نہ ہو تو دیانت داری سے کہہ سکوں کہ مجھے علم نہیں۔ جس چیز کا علم آپکو ہو وہ آپ مجھے بتا سکیں کہ میں یہاں غلطی کر رہا ہوں۔ اس محفلِ سوال و جواب میں شروع سے ہمارا دستور العمل رہا اور جب میں نے اس Dilectical Discussion کا اور جدلیات فکر کا آغاز کیا تو اس وقت بھی میرے سامنے قرآن حکیم کی ایک آیت موجود تھی۔ اس آیت کا مفہوم اور فلسفہ یہ تھا کہ تبلیغ اور بات کہنے کا حق اسکو ہے جو تھوڑا بہت علم رکھتا ہو اور پھر اپنی بات کہنے کا سلیقہ بھی رکھتا ہو۔ ادع الی سبیل ربک باالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (النحل ۱۶ آیت ۱۲۶) اور یعنی جب بحث طلب مسائل آجائیں تو کم از کم وہ ایسا مغلوب نہ ہو جیسے آجکل میڈیا میں دیکھ رہے ہیں۔ جب ایک مسلمان یا ایک سیکولر یا غیر مسلم ایک مسئلے پر Present ہوتا ہے تو High cleverness موڈز کے تحت یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان Lackluster ہے۔ یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک طرف عہد قدیم کا ایک ملا اور دوسری طرف عصر جدید کا ایک عالم آمنے سامنے بیٹھ کر اس طرح گفتگو کرتے ہیں کہ مذہب اپنے وجود پر شرمندہ نظر آتا ہے اور وہ خلوص سے مذہبی ہونے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اور وہ دیانت داری سے یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ مذہب ایک کوالٹی فکر عظیم اور ایک خیال کی جدوجہد ہے۔ ان کو دیکھ کر اچانک یہ خیال آتا ہے کہ اگر مذہب کی Representation اور ادائیگی یہی کچھ ہے جو TV پر ہمارا مولوی اور مُلا پیش کر رہا ہے تو عقل و حکمت پر رونا آتا ہے۔ آج تک کسی دانشور نے یہ نہ سوچا کہ سیاست کا آغاز کہاں سے ہوا۔ سیاست کا آغاز بنیادی طور پر ان حقوق سے تعلق رکھتا ہے جو بندوں کے تھے اور حاکمیت ان لوگوں کے لیے ہے جن کو اللہ نے حکومت عطا فرمائی۔ حاکموں کو تنبیہ اور تجاہل سے بچانے کیلئے اللہ نے ان کو چند حقوق کی خبر دلائی اور ان کو بتایا کہ حکمران کو جواب طلبی کیلئے مجھ تک آنا ہے اور محکوم کی جواب طلبی کیلئے حکمران کو لوگوں تک آنا ہے۔ سیاست سب سے پہلے مذہب نے Introduce کروائی کیونکہ سب سے پہلے انسانوں میں جو سوسائٹیاں بنیں ان

میں حکومت اور سیاست ایک تھی۔ ان کو ہم Priest سوسائٹیاں کہتے ہیں۔ انسانی تہذیب کا آغاز Neolithic Age سے ہوا، جسے New Stone Age بھی کہتے ہیں۔ ہم اچانک اس دور میں دیکھتے ہیں کہ انسان بستیاں بسا رہا ہے۔ کہ Jobs تقسیم ہو رہے ہیں۔ عورتوں نے اپنا اور مردوں نے اپنا کام سنبھال لیا ہے اور سب سے پہلے حکومتوں کی جواب طلبی کی Dictation کا سلسلہ اس کام کی تنظیم سے بنا۔ اس میں ہم نے دیکھا کہ مذہب نے ایک کلیدی کردار ادا کرنا شروع کیا۔ آپ سوچتے تو ہوں گے کہ آدم سے زندگی کا آغاز ہوا۔ زندگی کا آغاز حضرت آدم سے نہیں ہوا۔ البتہ آدمیت کا آغاز حضرت آدم سے ضرور ہوا۔ زندگی کے آغاز اور تخلیقِ کائنات کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وجعلنا من المآء کل شیء حی (الانبیاء ۲۱ آیت ۳۰) کہ میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا اور جب پانی کا ہم سلسلہ دیکھتے ہیں تو خداوند کریم زندگی کی ابتدا ان آیات سے کرتا ہے جو ہمارے ہاں اکثر سمجھی نہیں جاتیں۔ هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیأً مذکورا (الدهر ۷۶ آیت ۱) بلاشبہ زمانے میں بہت طویل عرصہ ایسا گزرا جب انسان کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔ ہمیں قرآنی آیات پر بڑے غور و خوض سے دیکھنا پڑتا ہے کہ آدم تو بڑے قابلِ ذکر تھے۔ واذ قال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة (البقرة ۲ آیت ۳۰) یہ آدم تو قابلِ ذکر تھے۔ خلیفۃ اللہ فی الارض وسماوات تھے۔ ان کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ بڑے تفاخر سے کام لے رہا ہے۔ انی اعلم مالا تعلمون (البقرة ۲ آیت ۳۰) میں جانتا ہوں کہ جب آدم اور فرشتوں کا تقابل اللہ نے کرایا۔ یہ آدم قابلِ ذکر تھے مگر یہاں جس انسان کا ذکر ہو رہا ہے وہ تو کوئی اور لگتا ہے۔ هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیأً مذکورا (الدهر ۷۶ آیت ۱) بلاشبہ زمانے میں حضرت انسان پر بہت طویل عرصہ ایسا گزرا کہ وہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔ آغازِ حیات ہو رہا تھا۔ یہ کونپل پھوٹنے والی تھی۔ ع

حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد

زمینوں سے افلاک تک صدا جا رہی تھی۔ ملائکہ لرز رہے تھے کہ یہ نیا خلیفۃ اللہ کس قسم کا ہوگا۔ مگر جب ابتدا دیکھ رہے تھے تو بڑے پریشان تھے۔ ع

خبرے رفت زگردوں بہ شبستانِ ازل

یہ خبر تو جا رہی تھی کہ اے پردہ دارو! اے آسمان کے نقیبو، نجیبو! کہ ایک ایسی ہستی پیدا ہونے والی ہے جو تمہارے تمام رازہائے سربستہ منکشف کردے گا مگر جو ملائکہ دیکھ رہے تھے، وہ تو کچھ اور تھا۔ وہ مہذب تھا نہ تربیت یافتہ تھا۔ ایک بے ہنگم انسان ایک جنگلی انسان ایک Barbarian جو قتل غارت گری کے سوا کسی چیز سے نسبت نہ رکھتا تھا وہ Homoerectious تھا یا پھر Habarious تھا۔ وہ ایک چالاک انسان تھا۔ وہ انسان جانور سے کچھ بہتر نہ تھا۔ وہ اپنے گوریلا بھائیوں سے کچھ زیادہ چالاک تھا۔ وہ چمپینزی سے ایک اعلیٰ قسم کا انسان لگتا تھا لیکن قطعاً وہ مہذب نہیں تھا۔ اسے ابھی تہذیب عطا نہیں کی گئی تھی۔ وہ تو ہر وقت قتل و غارت گری میں مصروف تھا۔ قالوا أتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدمآء (البقرة ۲ آیت ۳۰) اے پروردگار! عالم یہ کیا راز ہے۔ اس انسان کو تو مقدس ترین Declare کرنے والا ہے۔ اپنا

Marfat.com

دوست بنانے والا ہے۔خلیفۃ اللہ فی الارض بنانے والا ہے۔اس تہذیب پر کوئی اسی کروڑ سال گزرے۔اس عرصے میں انسان جنگلی جانوروں سے علیحدہ ہوا جسے آپ Primates کہتے ہیں۔آج کا سائنس دان Primates میں انسانیت کی ابتدا کا سراغ ڈھونڈ رہا ہے۔وہ اسی کروڑ سال پہلے کی شناخت جب تمام جانور کچھ زمین کو گئے، کچھ آسمان کو بلند ہوئے، کچھ سوراخوں اور بلوں میں گھسے۔کچھ درختوں کو لپکے اور ان کے ڈھیلے حرکت کرنا شروع ہوگئے۔یہ انسانوں کا اولین نمونہ Primate ہے۔پھر بڑھتے بڑھتے داستان طویل ہے۔اسی کروڑ سال کی داستان دو چار منٹوں میں ختم نہیں ہوسکتی۔مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خداوند کریم نے Hit & Trial کا Method جاری رکھا۔جس چیز کو وہ بنانا چاہتا تھا اگر آپ اصول دیکھیں تو بہت سی دشنام اس غریب ڈارون کو پڑتی ہیں کہ جس نے انسان کو Categorized کیا۔اس بے چارے نے تو دس سال مشقت کی ہے۔وہ خدا کا حامی تھا نہ خدا کا مخالف۔اس نے تو فطرت کے اصول کی شناخت کی کوشش کی ہے۔اس نے تو صرف اس قدر Categorize کیا ہے کہ انسان کو مرتب کریں اور یقیناً یہ انسان تہذیب اور تخلیق کے مختلف مرحلوں اور زاویوں سے مسلسل آگے بڑھتا ہوا آخر کار Homosapian Category میں آتا ہے۔یعنی ناگہاں جانوروں کے بیچ میں سے نکلتا ہوا یہ انسان، دامن حیوانیت کا یہ پھول اچانک سوچنے لگا۔اس شگوفے پر بہار آگئی اور اس نے چٹکنا شروع کر دیا۔یہ خداوند کریم نے Hit & Trial میں Ice Ages بھیجیں۔اتنی برف زمین پر پڑتی تھی کہ دامن زمین برف زار ہو جاتا تھا اور زمین پر برف انچوں کے حساب سے نہیں بلکہ میلوں کے حساب سے پڑتی تھی۔زندگی ناممکن ہو جاتی تھی۔بڑے بڑے جانور اور خوفناک چیزیں جو انسان کی بقا کا رستہ روک سکتی تھیں۔ان ہی Ice Ages میں فنا ہوگئیں۔یہ چھوٹا سا بونا کسی شاخ سے چمٹ کر کسی بل میں گھس کر اور کسی چھوٹے سے غار میں اپنے آپ کو بچاتا بچاتا بالآخر Neolithic Age میں پہنچ گیا۔یہ Neolithic Age اتنی پرانی نہیں تیس، چالیس ہزار سال تک جاتی ہے اور آخری Ice Age کے بعد اچانک ایک عجیب وغریب حادثہ ہوا کہ وہ انسان جو سوچتا تھا اور نہ دیکھتا تھا اور جانوروں سے ہم صحبت اور کشت وخون اسکی فضیلت تھی۔اچانک مہذب ہوگیا اور آپ کو پتا ہے کہ تہذیب کی پہلی نشانی یہ تھی کہ عورتوں کے کام جدا ہوگئے اور مردوں کے علیحدہ ہوگئے۔اب مردوں نے عورتوں کو بچے پالنے کا کام سونپا اور بقائے زندگی میں سب سے بڑا رول بچوں کا ہے۔آپ حیران ہونگے کہ بقائے تہذیب میں انسانی سیاست کی ابتدا بچوں کی حفاظت سے شروع ہوئی۔جو نسل اگلی نسلوں کی حفاظت نہیں کرسکتی وہ ایک بیکار محض نسل ہے۔جس کو اپنے مستقبل سے کوئی تعلق نہیں اور جس کو اپنے مستقبل کی کوئی فکر نہیں ہے۔جو شخص اپنی آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ معاشرہ اور دانش نہیں چھوڑتا وہ اندھا ہے چاہے طاقت اور اقتدار کے حوالے سے کسی بھی منصب پر کیوں نہ پہنچ جائے۔انسان کو اچانک احساس ہوا کہ میرا بچہ باقی سب جانوروں کی نسبت زیادہ کمزور ہے میری اولاد کی حفاظت جانور کے بچوں جیسی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ باقی جانوروں کے بچے ماں کے پیٹ سے نکلنے کے فوراً بعد ہی اپنی زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور زندگی کی مشقتیں گزارنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے لیکن انسان کا بچہ اس لحاظ سے بالکل معذور اور مجبور ہوتا ہے۔اسکو اپنی Protection کیلئے سال ہا سال بہت care چاہیے۔اسکی تمام قوتیں اس وقت سلب ہوتی ہیں۔وہ تو آٹھ، نو اور دس

Marfat.com

سال تک تیز دنیا کے بالکل قابل نہیں ہوتا۔ اسکا تو نو سال تک نروس سسٹم ہی پورا Build نہیں ہوا ہوتا ہے۔ ایسے مجبور اور معذور کو تو بڑی حفاظت چاہیے تھی۔ لہٰذا انسانوں نے سب سے پہلا یہ تہذیبی سبق سیکھا کہ اپنے بچوں کی حفاظت کیلئے چار دیواریاں تخلیق کیں اور عورتوں اور مردوں کا کام علیحدہ ہو گیا۔ انسانی تہذیب کے مستقبل کی جو سوچ رکھتا ہو، اس کی بہتری کا اندازہ لگا سکتا ہو اور جو موجودہ حالات کی ابتری اور بہتری سے مستقبل کے معیار کو پرکھ کر اس پر Decision دے سکتا ہو اسے سیاس کہتے ہیں۔ انسان پیدائشی سیاس ہے۔ اسلیے کہ ملائکہ اور انسانوں میں اللہ نے جو Battle of wit ٹھہرادی تو انسان کو سیاس Declare کرنے میں اللہ کا سب سے پہلا ہاتھ تھا۔ جب عقل کی پہلی تختی وجود میں آئی اور اللہ نے آدمؑ کو اسماء عطا فرمائے اور فرشتوں کو کہا جاؤ اپنے اندازے سے علم سیکھ لو۔ سب سے پہلی بات جو فرشتوں نے Declare کی وہ یہ ہے کہ اے پروردگار! ہم کو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں ہے۔ قال یاادم انبئھم باسمآئھم (البقرۃ ۲ آیت ۳۳) اے آدمؑ! بتا تو نے کیا سیکھا ہے۔ فلما انبئھم باسمآئھم (البقرۃ ۲ آیت ۳۳) خوب آدمؑ نے سبق سنائے۔ ماضی اور حال کے فیصلے سناتے ہوئے مستقبل کے اشارات بتائے۔ سیاس وہ ہوتا ہے، جسکو عصرِ حاضر کی مکمل انفارمیشن ہو اور جو مستقبل کے اندازے لگا سکتا ہو۔ ابتدائے سیاست دین ہی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیمات کی بنیاد رکھی ہے۔ اللہ سب سے پہلا معلم تھا اور اسی نے انسان کو مستقبل اور حالاتِ حاضرہ کے علم کی تربیت کی۔ قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض و اعلم ما تبدون و ما کنتم تکتمون (البقرۃ ۲ آیت ۳۳) تم جس علمیت کا دعویٰ کر رہے تھے وہ تم میں نہیں تھی۔ آدمؑ دعویٰ نہیں کر رہے تھے مگر ان میں علمیت تھی اور اسی علمیت کے تحت اللہ کی ہدایات پر پہلی حکومت کا آغاز ہوا۔ اور جو پیغمبر تھا وہ سیاس تھا۔ وہ صاحبِ حکومت تھا اور اس کو اپنے لوگوں کے فرائض کا بھی علم تھا اور انکے حقوق کا بھی علم تھا۔ ایک اصولِ تاریخ بہت مشہور ہے۔ یہ کبھی غلط نہیں ہوا ہے کہ Minority کبھی لمبے عرصے کیلئے Majority پر حکومت نہیں کر سکتی۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو نہ صرف اقلیتوں اور اکثریتوں کے درمیان وارد ہوتا ہے بلکہ یہ قانون فرد اور قوم کے درمیان بھی وارد ہوتا ہے۔ کوئی انفرادی قوت طویل عرصے تک ان لوگوں کے حقوق و مناصب غصب نہیں کر سکتی جو لوگ کچھ عرصے تک عارضی تساہل اور بزدلی سے کسی آمرِ مطلق کو برداشت کرتے ہیں مگر آپ جن آمرانِ مطلق کا ذکر سنتے ہیں، وہ اکیلے نہیں تھے۔ اگر آپ چنگیز و ہلاکو کی مثال لیتے ہیں تو وہ آمرانِ مطلق نہیں تھے بلکہ وہ مجموعی طور پر ایک قوم تھے اور تمام قوم ایک ہی مقصد کیلئے اٹھی تھی۔ ان کی حکومت اس وقت شروع ہوتی تھی جب وہ کسی مغلوب مملکت پر حکومت بناتے تو پھر وہ ان کو Treatment دیتے تھے۔ تاریخ میں درج ہے کہیں سروں کے مینار بلند ہوتے تھے۔ کہیں غلامی کی طویل صبر آزما زنجیریں چھنکتی تھیں مگر چونکہ منگول کم تھے بالآخر مدنیت ان پر غالب آئی اور ان کو حکومت کرنے کیلئے سیاس اور سمجھدار لوگوں پر بھروسا کرنا پڑا جوان کو درسِ سیاست بھی دیتے تھے بلکہ انکی حکومتوں کے نظام کو بھی چلاتے تھے۔ اسلام میں اللہ نے رسولؐ کے بعد چار خلفاء کی صورت میں چار قسم کے نظام ہائے حکومت دیئے۔

With those pepoles, that time of Government,

Marfat.com

I do not consider it a time of Government.

It was not a Govt.

یہ چار خلفاء کی حکومتیں بذاتہٖ 'بطور حکومت قائم نہیں تھیں۔ بلکہ مدتوں آنے والے مسلمانوں کیلئے Demonstration تھیں۔ اللہ کے رسولؐ اور انکے اصحاب کی حکومتیں آنے والے پندرہ سو برسوں کیلئے نمونہ تھیں۔ کسی بھی نظام حکومت کو اپناؤ یا سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک منتخب الیکشن ہو۔ ایک جیوری کا الیکشن ہو۔ نیک نیتی اور خدا کے خوف سے کیا گیا ایک انفرادی فیصلہ ہو یا ایک کمیٹی کا الیکشن ہو جیسے حضرت عثمانؓ اور علیؓ میں ہوا۔ یا ایک Majority Presentation کا الیکشن ہو جیسے حضرت علیؓ کی صورت میں کیا گیا۔ تمام مثالیں آنے والے زمانے کیلئے ہیں کہ لوگ اپنے نظام حکومت کو اللہ کے نور سے چلانا چاہیں یا خدا کے علم سے چلانا چاہیں، تو ان کیلئے چار مثالیں چار خلفا کی صورت میں موجود ہیں جو کسی کو بھی Follow کر سکتے ہیں۔ یہ Liberty سیاست میں کسی اور نظام کی طرف سے نہیں دی گئی۔ یہ اس ماحول کے مطابق جس میں لوگ رہ رہے ہوں اور جس میں عوام بس رہے ہوں۔ ان ہی لوگوں میں سے اپنے اندازِ ضرورت اور قدر کے مطابق اپنے لیے کوئی بھی نظام چن سکتے ہیں۔ اسلام میں آمریت مسلسل رہی ہے مگر یہ آمریت کیسی تھی کہ آج تک ہندوستان میں جتنے بھی مسلمان روسا، اور امرا گزرے ہیں اور جتنی بھی مستحکم حکومتیں رہیں، ان میں سب سے زیادہ بلند و بالا مغلیہ سلطنت تھی۔ ان کے بارے میں مورخ متفق علیہ جملہ کہتے ہیں کہ .This was Benevolent Despotism یہ بڑی مہربان آمریت تھی۔ اس طرح آمریت کوئی مہربان نہیں ہو سکتی مگر یہ آمریت اس لیے مہربان تھی کہ باوجود ہر قسم کے ناقص شغل کے یہ خدا کی ہدایات سے مجبور تھی اور چونکہ عوام مسلمان تھے تو کسی آمر مطلق کو یہ گنجائش نہیں تھی کہ مسلم مارل کوڈ کو توڑ سکے۔ جیسے برطانیہ میں ایک Unwritten معاہدہ لکھا گیا ہے۔ Between people & the Parliments جیسے ان کا Unwritten Constitution ہے۔ اسلام میں بھی Unwritten Constitution لکھا گیا ہے کہ حکمران کبھی غیر اسلامی فطرت کا مالک نہیں ہوگا۔ یہ قاعدہ اور قانون لکھا گیا جہاں جہاں مسلمان حکمران ہوئے ان میں اور مسلمان عوام میں ایک قاعدہ اور قانون لکھا گیا کہ ہمارے حکمران ہمیں پوری مذہبی آزادی دیں گے اور تمام وہ حقوق دیں گے جو مذہب نے مسلمانوں کو دیے ہیں جن کا یورپ گمان بھی نہیں کر سکتا ہے۔ ایک بدترین اور بدقماش بادشاہ کی مثال سنیے۔ یہ وہ بادشاہ ہے جس نے اپنی تزک میں لکھا کہ

I have sold my Empire to my Queen

on a Cup of Wine & a Loaf of Bread.

شہنشاہ ہند نورالدین محمد جہانگیر نے یہ اپنی تزک میں لکھا ہے کہ وہ اپنی سلطنت ملکہ نور جہاں کے ہاتھ ایک گلاس شراب اور ایک روٹی کے ٹکڑے کے عوض بیچ چکا ہے لیکن اسی بادشاہ کا عمل یہ بھی تھا کہ محل کے ساتھ ایک زنجیر لٹکی ہوئی تھی کہ اگر کوئی انصاف کیلئے آئے تو اس زنجیر کو ہلائے اور بادشاہ کو ہر حال میں منتظر پائے گا۔ پھر دو واقعے ہوئے ایک دفعہ ایک گدھے نے اتفاق سے یہ زنجیر ہلا دی، عالم پناہ ظلِ الٰہی نیچے اترے اور گدھے کے مالک کو بلوایا کہ یہ گدھا جس نے عدل جہانگیری کو

آواز دی ہے۔ تحقیق کے بعد پتا چلا کہ مالک نے گدھے کو بوڑھا سمجھ کر کھلا چھوڑ دیا ہے اور پھر اس کی Proper نگہداشت کے لئے حکومت نے وظیفہ مقرر کر دیا مگر ایک بڑا دلچسپ واقعہ بھی ہے کہ ملکہ نور جہاں نے جس کے ہاتھ جہانگیر نے سلطنت اور زندگی بیچ رکھی تھی اس نے دیکھا کہ ایک شخص نے ملکہ پر نگاہ ڈالی ہے اور ملکہ کا کیا نشانہ ہے کہ توڑے دار بندوق سے فائر کیا اور وہ مر گیا۔ قصاص کے طلبگار آئے اور زنجیر عدل کھینچی بادشاہ نے تحقیقات کی تو بات ٹھیک نکلی۔ بادشاہ نے کہا کہ قصاص میں نور جہاں کو قتل کیا جائے۔ ملکہ کو یقین ہی نہیں آیا کہ جہانگیر ایسا بھی کر سکتا ہے۔ پھر جب انہیں نے دیت قبول کی تو بادشاہ نہ مانا کہ آپ میرے خوف اور دباؤ سے دیت قبول کر رہے ہیں تو پھر بالآخر انہوں نے منت سماجت کی اے شہنشاہ عالم! آپ جو دیت مقرر کرتے ہیں کریں ہم اسے ویسے بخش دیں گے۔ اگر آپ ہمیں دیت قبول نہیں کرنے دیں گے، تو بالآخر بادشاہ نے نور جہاں کا سونے میں وزن کروایا اور وہ سارا سونا اس مدعی کو دیدیا۔ شاہ عالم پناہ اپنی ملکہ کے پاس آئے اور کہا تو اگر کشتہ شدی آں چہ می کردم کہ تو اگر مر جاتی تو میں کیا کرتا، ملاحظہ فرمایا کہ Accountality کا عالم

In spite of extreme personal relationship,

maximum relations.

وہ بادشاہ اپنے ان فرائض میں تغافل نہیں کرتا جو عوام کی طرف سے ان پر وارد ہوتے تھے۔ اس لیے آمریت کے باوجود اس آمریت کو Benevolent Despotism کہا گیا ہے۔ Priest سوسائیٹیاں بہت دیر تک چلیں۔ حتیٰ کہ جنگجوؤں نے پیغامبروں سے اولیاء اور علماء سے میراث چھین لی۔ اب جنگجوؤں نے اپنی میراث ترتیب دینا شروع کی مگر اس میراث میں بھی یہ خیال رکھا کہ عوامی مسائل کیلئے انہوں نے صاحب علم لوگوں کو ہمیشہ اپنے قریب رکھا۔ مذہب کی حکومتیں اتنی مستحکم ہوئیں کہ سولہویں صدی تک یورپ پر حکمران تہذیبیں صرف مذہبی تھیں اور چرچ آف روم کی حکومت تھی۔ اس مذہبی اتھارٹی کو کبھی کسی بادشاہ نے Challenge نہیں کیا ہے۔ مگر جب مسلمانوں سے Reformation چلی تحریک احیائے علوم، تحریک احیائے مذہب کا اجرا ہوا تو جب ان لوگوں نے شعور پایا لیکن بدقسمتی سے اہل اسلام میں ایسا نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے سب سے پہلی بغاوت مذہبی اقتدار کے خلاف کی۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب مذہبی حکومتیں جدا ہو رہی ہیں اور شخصی حکومتوں کی ابتدا ہو رہی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ نہیں تھی۔ مذہب کے خلاف لوگوں کو کچھ نہیں تھا مگر مذہبی علماء اور امراء ناقص العقل اور ناقص الفہم تھے اور اپنے مذاہب کی اقدار لوگوں کو Define کرنے کے قابل نہ تھے بلکہ اقدار مسخ ہو چکی تھیں۔ خدا کے دیئے ہوئے سیاسی احکام ختم ہو چکے تھے اور امرائے مذہب نے سیاست کو محض اپنے ذاتی اقتدار کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا جسکی وجہ سے مذہب اور سیاست میں اختلاف پڑ گیا۔ مذہب اور سیاست کا دائرہ اختلاف اسی دور میں شروع ہوا جبکہ مذہبی لوگ پانچ پونڈ اور دس پونڈ کے سرٹیفکیٹ بیچ رہے تھے۔ جبکہ امرائے مذہب اپنی اقدار اور اپنی معیشت مستحکم کرنے کے لئے لوگوں میں سرٹیفکیٹ بیچ رہے تھے۔ یورپ کے علمائے مذہب، پانچ پونڈ میں چھوٹی جنت اور دس پونڈ میں بڑی جنت فروخت کر رہے تھے۔ ان کو Certificates of Redemption کہتے ہیں۔ غرباء پانچ پونڈ اور دس پونڈ کے اہل نہ تھے۔ وہ اس مذہب کی افادیت سمجھنے سے قاصر تھے کہ جو ان کو اتنا مہنگا پڑ رہا تھا۔ کرائسٹ اور ان علمائے

Marfat.com

مذہب پر اعتبار بڑاDifferent تھا۔اب پہلی بار یورپ کے مدبّر لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مذہب کو اقتدار اعلیٰ سے جدا کیا جائے۔

And the first time the word secularism
started by Holly Hokes & Bread law,
and then Bacon,and other thinkers of Europe.

اور دونوں سیکولرازم کی بنیاد رکھنے والے لوگ اصل میں فلاسفر نہیں تھے ۔Reactive Philosophers تھے۔ان دونوں کو مذہب کی وجہ سے جیل میں جانا پڑا تھا۔ ہولی ہوکس، پادری تھا۔ بے چارہ، اس کو کارڈینل نے حکم دیا کہ مجھے بائبل مرتب کر کے دو۔ یہ Article of Religion مرتب کر کے مجھے دو۔ اس مقصد کیلئے جب اس نے مختلف Religious Orders کا مطالعہ کیا تو بقول قرآن حکیم کے کہ ثم یحرفونه من بعد ما عقلوه و هم یعلمون (البقرة ۲ آیت ۷۵) اے بدبختو! عقل ہونے کے باوجود تم نے ہمارے احکامات کی تحریف کر دی اور ہولی ہوکس نے محسوس کیا جب دیکھا کہ

All Christian files which were given to him,
were presenting very different shape.

تو اس نے کارڈینل کو ایک خط لکھا کہ معاف کیجئے گا۔ مذہب پر بڑی ابتری کا عالم ہے۔ میں بتیس، Versions دیکھ رہا ہوں اور ہر Version دوسری سے جدا ہے۔ اس لیے جو Article آپ نے مجھے سونپا ہے۔ یہ مذہب کے خلاف چلا جائے گا۔ کارڈینل نے اسکی بات سننے اور ماننے کے بجائے اسے تین ماہ کیلئے جیل بھیج دیا۔ Hamerlock کا بھی یہی حشر ہوا۔ ظاہر ہے کہ جو مذہب حقائق علمیہ اور محبت، اخوت اور انصاف کا دعویدار ہے اگر وہی مذہب جو پندرہویں اور سولہویں صدی میں انسانی حقوق اور عقل کی مخالفت کرنا شروع کر دے گا تو لوگ اس مذہب کو چھوڑ جائیں گے۔ لوگ اللہ کے ساتھ اس لیے نہیں ہیں کہ وہ جابر، مطلق العنان اور قہار ہے بلکہ لوگ اللہ کے ساتھ اس لیے ہیں کہ وہ مہربان رحمان رحیم اور کریم ہے۔ ستارِ عیوب اور بخشنے والا ہے۔ لوگ اس کے پیغمبر کے ساتھ اس لیے ہیں کہ وہ رحمت اللعالمین ہیں۔ لوگ اس لیے ساتھ ہیں تو جب آپ مذہب کو Particularly اسکے سیاسی Aspects میں اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ Present کریں گے تو پھر یہی حشر ہوتا ہے اور عوام کی اکثریت اور عوام کے سارے دانشور اس بات کے قائل ہو گئے کہ مذہب کو سیاست سے جدا ہونا چاہیے مگر اسلام میں یہ واقعہ نہیں پیش آیا۔ میں اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اسلامی سیاست میں ایک Unwritten code موجود ہے اور وہ یہ کہ کوئی مطلق العنان حکمران کتنی بھی طاقت رکھتا ہو، عوام کو ان اسلامی حقوق سے محروم نہیں کرے گا جو اللہ نے ان کو بخشے ہیں اور یہ اصول کیا ہیں کہ حکمران کو منتخب کرنے کے باوجود آپ اس پر تنقید اور بعد میں بات نہ ماننے اور بیعت فسخ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ عمر بن خطابؓ ایک آمر مطلق کی بھی حیثیت رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے جابر بادشاہ بھی اس اسم گرامی کو سن کر لرز جاتے تھے اور جب ایک خاتون کو کہتے ہیں کہ یہ مہر کی رسم بند کرو لیکن جب وہ بڑھیا معمولی سی خاتون کہتی ہے کہ اے عمر! خدا سے ڈر۔ کیا تو نے قرآن کی وہ آیت نہیں پڑھی کہ

Marfat.com

جو کچھ تم حسن سلوک سے اپنی بیویوں کو دے دو تو پھر اسکی واپسی نہیں ہے۔ عمر یہ سُن کر لرزے، کانپے اور کہا اے بڑھیا! آج تو نے عمرؓ کو خدا کے عذاب سے بچالیا ہے۔ یہ Accountability جو خلفائے اسلام میں تھی، گئے گزرے زمانوں میں بھی مسلمان حکمرانوں میں موجود پائی گئی ہے۔ یہی ہارون الرشید میں دیکھئے۔ جس زمانے میں اسکا پیلس بن رہا تھا تو ایک بڑھیا کی کٹیا بیچ میں آگئی۔ اس نے قاضی کی عدالت میں رجوع کیا۔ اس کو بہت لالچ دیئے گئے۔ اس کو بڑی دھمکیاں دی گئیں۔ بادشاہ کے کارندے بادشاہ سے تیز ہوتے ہیں۔ بڑھیا نے Claim نہیں چھوڑا۔ بڑھیا نے قاضی کی عدالت میں کیس دائر کیا ہوا تھا کہ اسے جبراً بے دخل نہ کیا جائے۔ قاضی نے ہارون الرشید کو طلب کر لیا۔ وہ بحیثیت ملزم قاضی کے سامنے آیا اور ضمانت دی۔ اقرار کیا کہ ہمارا محل ٹیڑھا بنے سو بنے اس بڑھیا کی کٹیا نہیں گرائی جائے گی۔ اب اس سے آگے چلئے۔ 200 برس بعد کی بات ہے۔ سلطان مراد نے معمار کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ اس کو تعمیر پسند نہیں آئی تھی۔ معمار نے قاضی کے سامنے کیس درج کیا۔ قاضی نے سلطان کو بلوایا۔ بادشاہ نے اس کے سامنے بیٹھنے کی کوشش کی۔ قاضی نے کہا کہ سلطان کٹہرے میں سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ تم خدا کی عدالت کے سامنے جوابدہ ہو۔ سلطان مراد چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ کلیم سنا گیا۔ فیصلہ سنایا گیا کہ سلطان مراد کا ہاتھ اسی طرح کاٹا جائے جس طرح معمار کا کاٹا گیا تھا۔ معمار نے قاضی سے کہا میں نہیں چاہتا کہ سلطان مراد کا ہاتھ کٹے۔ قاضی نے کہا تم اسی طرح صاحب اقتدار لوگوں کو معاف کر دیتے ہو۔ میں چاہوں گا کہ سلطان مراد کا ہاتھ کٹے۔ سلطان نے ہاتھ آگے بڑھایا تو آپ کو پتا ہے کہ معمار نے کیا کہا؟ قاضی آپ کون ہوتے ہیں ہاتھ کاٹنے والے؟ جب میں معاف کر رہا ہوں۔ آپ میری جگہ فیصلہ کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ اللہ کا حکم یہی ہے۔ یہ اختیار میرے پاس ہے۔ آپ کے پاس نہیں ہے۔ میں اپنا اختیار استعمال کر کے سلطان کا ہاتھ کاٹنے کی سزا اسے معاف کرتا ہوں۔

اسلام میں تین چیزیں ہیں جو اسلامی نظام میں ہمیشہ جاری و ساری رہی ہیں۔ زکوٰۃ اور صدقات نے اسلامی معاشرے میں بہت بڑے زمینی انقلاب کا راستہ روکے رکھا۔ Proletariat انقلاب کا راستہ روکے رکھا۔ وہ انقلاب جو فرانس اور رشیا میں آیا لیکن اسلام میں نہیں آیا اس مذہب میں نہیں آیا۔ عوام نے کبھی بغاوت نہیں کی۔ عوام کی بغاوت کا معیار گرسنگی، بھوک اور افلاس ہے مگر اسلام کے پاس زکوٰۃ اور صدقات کا سسٹم تھا۔ جب صدقات کا حکم فرمایا تو حدیث قدسی اور حدیث رسولؐ بھی ہے کہ اے مسلمانو! تم پر دوسرے مسلمانوں کی زکوٰۃ کے علاوہ صدقات کا بھی حق ہے۔ ان دونوں نظام ہائے مالیات نے مسلمانوں کو اس غربت اور افلاس سے آشنا نہیں ہونے دیا جو آج پاکستان میں خودکشیوں کا باعث بن رہا ہے۔ یہ زکوٰۃ اور صدقات نظامِ حکومت کے خاصے ہیں۔ مسلمان اس حکومت کو دیں جس پر انہیں اعتبار ہو کہ زکوٰۃ اور صدقات کے منتظم خائن نہیں ہیں۔ امانت دار ہیں۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ وہ Unwritten code جو مسلمان کی سیاست کا خاصہ ہے کہ حکمران بہرحال ایک اچھا مسلمان ہو گا۔ یہ سب اس نظام اسلام میں جاری و ساری ہے۔ خداوند کریم نے بڑی عجیب باتیں اسلام اور اس دین کے بارے میں کی ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے مذہب کو تمہارے لیے Difficult نہیں رکھا۔ آسان رکھا ہے۔ یہ یاد رکھیے گا کہ خدا کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے تمہارا مذہب آسان رکھا ہے۔ ہم نے اِس میں تنگی نہیں رکھی ہے۔

یہ نہیں ہے کہ مذہب کو بربادی، مشکل، دکھ، اذیت سمجھو اور آسمان کا گلہ کرو۔

ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

مذہب اللہ کے گلے کیلئے نہیں آیا بلکہ مذہب اللہ کے شکر کیلئے ہے۔ یہ تمام نظام حکومت سے آسان تر نہ ہوتا تو خدا اسے آسان نہ کہتا۔ یہ تمام نظام ہائے حکومت سے آسان تر سسٹم ہے۔ لوگوں کی منشاء کے مطابق ہے۔ ان کو بہترین آسانیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ کہا! اے سردارؐ! اے میرے محمدؐ، اے میرے رسولؐ "ماانزلنا علیک القرآن لتشقیٰ (طٰہٰ ۲۰ آیت ۲) ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اُتارا اور ہم نے دین کو تمہارے لیے تنگی کا باعث نہیں فرمایا۔ یا فرمایا ہم نے قرآن کو تمہارے لیے مشقت کا باعث نہیں بنایا تو پھر کیا حرج ہے؟ کہاں مشقت ہے؟ آج تک سیکولر سسٹم نے اپنے نظام حکومت میں کسی Religion کسی Scholastic order اور کسی Communist فلاسفی کو دخل دینے کا حق نہیں دیا۔ آج تک کسی سوشلسٹ اور کمیونسٹ نظام نے اپنے اندر کسی مذہب کو، کسی Democratic سسٹم کو دخل دینے کا حق نہیں دیا کیونکہ نظام مسخ ہو جاتے ہیں۔ By parts نہیں آسکتے: یایھاالذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفۃ (البقرۃ ۲ آیت ۲۰۸) اگر تم نے اسلام کا فائدہ اٹھانا ہے، اگر تم نے دیکھنا ہے کہ اسلام مشکل ہے یا آسان، اسلام دقیانوس ہے یا جدید، اگر تم نے یہ دیکھنا ہے کہ خداوندکریم کے نظام میں تمہارے لیے کتنی آسانیاں ہیں تو پھر خداوندکریم کے نظام کو ٹکڑوں میں اختیار نہ کرو یعنی نماز پڑھ لی، صدقات غائب۔ روزے رکھ لیے زکوٰۃ چھوڑ دی۔ ایک قانون رکھ لیا دوسرا غائب۔ یہ تمسخر اللہ کیساتھ کب تک جاری رہے گا؟ اور وہ جاہلانہ افزائش تہذیب یورپ جو اُن کے ہاں Corridor ہے علم نہیں بلکہ جنونِ تقلید لیکر آتے ہیں۔ پہلے ہم اہل حدیث، اہل بریلی اور اہل دیوبند سے تنگ تھے کہ یہ بڑے خالص مقلدین ہیں۔ میں آپکو قسمیہ یہ بات کہتا ہوں کہ مہذب ترین سیکولر سب سے بڑے مقلد ہیں۔ یہ سب سے بڑے تقلید پرست ہیں یہ عظمت کی تقلید اور علم و معرفت کی تقلید نہیں کرتے نہ یہ خواہش دل میں لیکر آتے ہیں کہ ہم اپنی قوم اور ملت کو اس درجہ علمیت تک پہنچائیں گے۔ یہ ان کی بے حیائی کی تقلید لیکر آتے ہیں۔ اگر مسلک اور ماحول ان جیسا ہو تو ہم بھی برا نہیں مناتے ہیں۔ خدا کا خوف ان لوگوں کو نہیں آتا ہے کہ Tropical ممالک میں ادویات بدل جاتی ہیں۔ ٹھنڈے علاقوں کی دوائیں ٹراپیکل میں آکر ان کی Nature بدل جاتی ہیں۔ لباس بدل جاتے ہیں۔ ٹراپیکل میں آکر ہر چیز کی ترتیب بدل جاتی ہے۔ خوراکیں بدل جاتی ہیں مگر یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم انکا ہو بہو کلچر اپنانے میں تفاخر محسوس کیے جاتے ہیں۔ خدا کہتا ہے "لم تقولون ما لا تفعلون (الصفت ۶۱ آیت ۲) تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مذہبی تناقض ختم کرنے، Democracy کی عزت بلند کرنے اور سیکولرازم کے اثرات کو تقویت دینے کیلئے ایک بہت بڑا سٹیج شو کیا جاتا۔ اس سٹیج شو میں حکمران آتے۔ صوبائی حکومتیں آتیں۔ سنٹرل گورنمنٹ آتی۔ انکی خواتین بنیانیں اور نکریں پہن کر آتیں اور صدر مملکت ارشاد فرماتے کہ اے میری بہنوں اور بھائیو Pakistan is first تمہارے امراء اور انکے گھر والوں نے یہ لباس اختیار کیے ہیں تم بھی ہماری کاپی کرو۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ اپنے لوگوں کو اپنے Pattern میں مقید رکھتے ہیں اور قوم کی بہو اور بیٹیوں کو نکریں پہنوانے کا بہت شوق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر صاحب بڑے متقی ہیں۔ اُنہوں نے یہ جو بیان دیا ہے اس میں بڑا تقویٰ ہے۔ دیکھیں نا غیر عورت کو دیکھ کر

مسلمانوں کو حکم ہے کہ نگاہیں نیچی کرلو تو صدر صاحب نے ایسا Coincide کیا ہے کہ لڑکیاں نکریں پہن کے نکلیں اور تم اپنی نگاہیں نیچی کرلو۔ دونوں کام ہو جائیں گے۔ تقویٰ بھی رہ جائے گا اور نگاہیں بھی نیچی ہو جائیں گی۔ تو یہ دستور العمل نہ کسی عقلمند حکمران کا ہے نہ کسی Democrat کا ہے اور نہ ہی کسی آمر کا ہے۔ یہ تو جہلا کا ہے۔ ایک عجیب و غریب منطق ہے۔ تاریخ میں تین بادشاہ بہت مشہور ہو گزرے ہیں۔ James -II کو انگلینڈ کی تاریخ میں لیں۔ ایسا مدبر اور دانشور کہ آج تک تاریخ اسے Fool کہتی ہے۔ یہی حالت ماشاءاللہ انڈیا میں سلطان محمد تغلق کی Schizophrenic تھی۔ دونوں کو تاریخ Compare کرتی ہے اور کہتی ہے کہ دونوں بادشاہ بڑے Learned اور دانشور تھے۔ مگر تاریخ دونوں کو Fool ہی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو اس تیسرے Title کی ضرورت ہے۔ تیسری جگہ خالی ہے اس کے لیے وہ جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ کتنی عجیب سی بات ہے اگر میں اپنی تاریخ کیلئے دریوزہ گرِ مغرب ہوں۔ مغرب سے اگر کوئی کہہ دے کہ میں عقل مند ہوں۔ میں تو عقلمند ہوں ورنہ میرے احساس کمتری میں گنجائش نہیں ہے کہ میں آنکھ اٹھا کر مغرب کے دانشوروں کو دیکھوں۔ پھر جب مغرب کی List لگتی ہے تو ہمارے حکمرانوں کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہوتا ہے مگر یہ کسی کو کیا پتا کہ وہ حکمرانوں کے نمبر نہیں لگا رہے ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے غلاموں کے نمبر لگا رہے ہوتے ہیں۔

So-called democracy is the only instrument in the hands of secularism, respectably, honorably.

جس کا چرچا بہت کیا جا رہا ہے۔ اگر ان کا بس چلے تو ہمارے زمینی Secularist ملائکہ کو بھی وہی بے ہودگیاں سکھا دیں جو ان کے اپنے نظام میں ہیں۔ اس وقت جو ہمارے دانش ور پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ ہود بھائی ہوں، مختار بھائی ہوں یا کوئی اور ہوں۔ سارے کے سارے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم ایک ایسا نظام وضع کریں جو مغربی سیکولر طاقتوں کی مخالفت نہ کرے اور مغربی جمہوریت کا عکس جمیل ہو کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام جدید مغربی نظام ہائے فکر کی روح کے خلاف ہے۔ مجھے غور کر کے بتایئے گا کہ Democracy اور اسلام میں کہاں اختلاف آتا ہے۔ دینی سیاست میں اور جمہوریت میں کہاں اختلاف آتا ہے۔ جمہوریت جبلت پرست ہے۔ جمہوریت کی Definition یہ ہے کہ یہ عوام کی حکومت ہے عوام کیلئے ہے اور عوام کی طاقت اور وساطت سے لائی جاتی ہے۔ عوام میں دانشوریت نہیں ہے۔ اقلیت نہیں ہے۔ یہ جبلت پرست ہے۔ ایک Majority ووٹ جو ڈالے جاتے ہیں۔ اگرچہ اقبال نے اس کا تناقض بڑا واضح کیا ہے کہ

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

بلکہ مشورہ دیا کہ

گریز از طرزِ جمہوری غلام پختہ کارِ شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکر اِنسانے نمی آید

یہ جمہوریت کی تنقیص ہے کہ Democracy میں Generality اور Common Attitude ضرور موجود ہے مگر Morality نہیں ہو سکتی ہے۔ اخلاقیات جمہوریت میں فروغ نہیں پا سکتی ہے۔ آپ حیران ہونگے کہ اس وقت جہاں جہاں جمہوریت ہے وہاں وہاں اخلاقیات نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جہاں جہاں So-called most powerful جمہویت ہے وہاں جسم فروشی کے حقوق ہیں وہاں ہم جنسی کے حقوق ہیں اور Property rights ہیں۔ سوشلسٹ

Marfat.com

States بھی یہ کام نہیں کرسکتیں۔ اسلیے کہ جمہوریت میں اپنی جبلتوں کے تحت وہ تمام چیزیں اختیار کرنے کی آزادی ہے اور مذہب سے گریز کرنا بھی انکی عادت ہے۔ ایتھنز کی Democracy سب سے پہلی اور امراء کی Democracy گنی جاتی ہے۔ وہاں House of Lords تھا House of Commons نہ تھا۔ پھر پینتیس چالیس برس میں امراء کے اختلافات ہی نے اس جمہوریت کو تباہ کردیا۔ پھر سپارٹا میں جمہوریت قائم ہوئی۔ اس جمہوریت کا ایک خوبصورت قانون سنیے کہ خواتین کی افزائش زیادہ بڑھ گئی ہے چونکہ مملکت زیادہ افزائش کا بوجھ نہیں اٹھاسکتی ہے۔ اس لیے ہر مرد کو کم از کم دو مردوں سے قانونی شادی کرنی چاہیے۔ آج آپ یورپ کے قوانین دیکھیں تو اچنبھے کی بات یہ ہے کہ خدا عاد و ثمود کو یہ کہتا ہے کہ مجھے عزت و جلال کی قسم ہے کہ تم نے دنیا میں وہ کام نکال لیا ہے کہ جو تم سے پہلے کبھی بھی نہ تھا۔ میں تمہیں نشان زدہ پتھروں سے ماروں گا۔ آج وہ پتھروں سے نہیں مار رہا ہے۔ کسی نے اللہ میاں سے پوچھا کہ آپ مخلوق پر اتنے مہربان کب سے ہوگئے؟ آج پتھروں سے کیوں نہیں مار رہے؟ کہا اپنے بنائے ہوئے قانون سے ہم بھی مجبور ہیں۔ کہا محمدؐ جو اُن میں سے ہیں۔ تھوڑے سے مارے جائیں گے تھوڑے سے بچ کے نکل جائیں گے۔ یہ وہ Democracy ہے جو اخلاقیات، خدا کے قانون اور اس مشاورت کے تحت جو مذہب Allow کرتا ہے۔ دنیا کے طاقتور ترین Rights رکھتی ہے مگر یہ خدا کے بغیر انتہائی بے راہ روی، احساس علمیہ سے خالی اور کلی دیوانگی ہے۔ آپ امریکہ کے TV کے وہ شو دیکھتے جو Democracy کے بارے میں ہیں، وہاں میڈیا ایک بڑا عنصر ہے جو آپ کو جمہوریت کے فرائض کے بارے میں قائل کرتا ہے۔ یہ افتخارِ ذات تینوں چیزیں Democracy۔ Inter Connected اور Media یہ ان چیزوں پر اس سسٹم میں کسی قسم کی مداخلت نہیں لیکن اس کے کتنے تیور مکروہ اور مدقوق چہرے اس وقت سامنے آتے ہیں۔ جب ان کی اقدار اپنے ممالک سے باہر جاتی ہیں۔ انسانی حقوق وہاں کس طرح Implement ہوتے ہیں اور کس طرح مسخ ہوتے ہیں۔ یہ جمہوریت کا خاصہ ہے۔ جمہوریت کا بنیادی خاصہ منافقت ذات ہے۔ وہ انگلینڈ جو دوسروں کو جمہوریت کا سبق دیتا ہے W. Loloyd کا اس طرح قتل عام کرتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک Major Jinkin کے کان کی لو انھوں نے کاٹ لی تھی۔ اس کو Jinkin Airwar بھی کہتے ہیں۔ اس ایک کان کے کٹنے کی وجہ سے حکومت برطانیہ نے افریقہ کے ایک مقتدر معصوم قبیلے کا قتل عام کردیا۔ یہ جمہوریت کا وہ چہرہ ہے کہ ہندوستان میں داخل ہوتے ہوئے ایک عمومی مورخ لکھتا ہے۔ جب اُنہوں نے دلی پر قبضہ کیا تو ستر ہزار مسلمان عورتوں نے کنوؤں میں چھلانگ لگا کر خودکشی کی۔ اگر یہ اتنے اچھے حکمران ہوتے، اتنا نیک سسٹم ہوتا تو اس کے برعکس ذرا اس سسٹم کو تو آپ دیکھیں جس سیاست کی ابتدا دین سے کی جاتی ہے کہ حمص اور بلبک کا حاکم ابوعبیدہ بن الجراح لوگوں کو اکٹھا کرتا ہے کہ اے اہل ذمہ! ہم نے تمہاری حفاظت کیلئے چند ٹکے لیے تھے۔ اب چونکہ ہم ایک بڑی جنگ کو جارہے ہیں تو آپ یہ اپنے پیسے واپس لے لو ہم تمہاری حفاظت پر قادر نہیں ہیں۔ علمائے تثلیث نے دعا مانگی کہ اے پروردگار! اگر قبول فرمائیں تو یہ حاکم ہمیں دوبارہ عطا فرمایا جائے۔ سوچنے کی بات ہے کہ وہ محکوم کی مصیبت کدھر گئی جب حاکموں نے ان پر اپنا دین مسلط کیا۔ یہ کیا سیاست تھی کہ جدھر جدھر سے اسلام گزرا محکوم ان کے ساتھ ہوتے گئے۔ نفرت کیوں نہ کی گئی؟ اپنے حکام سے نفرت کیوں نہ کی گئی؟ مصر میں کیوں نہ کی گئی؟ مراکش میں کیوں نہ کی گئی؟ الجزائر میں کیوں نہ کی گئی؟ جزیرہ نمائے عرب میں کیوں نہ کی گئی؟ انڈونیشیا میں کیوں نہ کی گئی؟ جہاں جہاں سے یہ تہذیب گزری جہاں جہاں سے یہ نظام

Marfat.com

حکومت وسلطنت گزرا وہاں وہاں لوگ از خود مسلمان ہوتے چلے گئے۔ Orientalists نے اس واقعہ کو بڑی شہرت دی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اسلام کی سیاست تلوار کی سیاست ہے۔ یہ کون سی تلوار تھی جو انڈونیشیا پر چلی تھی؟ یہ کون سی تلوار تھی جو صنادید کے ساحلوں پر چلی تھی؟ ان بکھرے ہوئے مسلمان علاقوں سے ذرا جا کر تحقیق تو کیجئے کہ وہاں کون سے فاتح پہنچے تھے اور کون سے نیزے کی انی کسی مظلوم کے سینے میں گڑی تھی۔ جس کے جبر کی وجہ سے اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ اسلامی سیاست کا وہ فیض تھا جنگ اور قتل وغارت کے قانون کی و قاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولاتعتدوا (البقرۃ ۲ آیت ۱۹۰) یہ آخری سٹیج ہے جو قتل عام کی سٹیج ہے۔ کہ اے مسلمانو! قتل کرو اور میرے لیے جنگ ضرور لڑو مگر ظلم نہ کرو۔ یہ دینی سیاست ہے کہ کمانڈران چیف زمین پر نہیں ہے۔ وہ آسمان پر ہے۔ وہ اپنے بندوں کو حکم دے رہا ہے۔ جنگیں لڑا رہا ہے۔ خدا بستیاں بسا رہا ہے۔ خدا اخلاق دے رہا ہے۔ نظام حکومت بھی اللہ دے رہا ہے اور ساتھ Request بھی کر رہا ہے۔ یا یہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفة (البقرۃ ۲ آیت ۲۰۸) اگر میری دینی سیاست کے سسٹم کے فوائد اٹھانے ہیں تو پھر اللہ کی باتوں میں جوڑ نہ ملاؤ اور سیکولرازم نہ ڈھونڈو۔ اے مومنو! اللہ کی باتوں میں داخل ہو جاؤ!

ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن (البقرۃ ۲ آیت ۲۰۸) اس میں شیطان کے احکامات اور افکار نہ ملانا۔ تمہیں یہ پتا ہونا چاہیے کہ مروت، محبت، حکومت، نفرت اور جس طرح، جس صورت میں بھی وہ آئے اس سے بچو کیونکہ انه لکم عدو مبین (البقرۃ ۲ آیت ۲۰۸) شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس نظام میں کوئی نظام نہ ملانا مگر اس نظام کو چلانے والے اس کے جیورسٹ جعفر صادقؑ، نعمان بن ثابت، امام اعظم ابوحنیفہ، محمد بن ادریس الشافعی، انس بن مالک اور احمد بن حنبل ہیں۔ اس کی وہ لسٹ تو دیکھو کہ کیا باکمال علمیت کے لوگ ہیں اور ان کی باطنی صلاحیت تو دیکھو۔ جنید، بایزید بغداد کے عبدالقادر اور لاہور کے علی بن عثمان ہجویریؒ ہیں۔ بھلا ان مردانِ حر کے ہوتے ہوئے کوئی حکمران چاہے وہ Democracy یا ڈکٹیٹر شپ کے ذریعے آیا ہو اس کی مجال نہیں کہ اس نظام کا مقابلہ کر سکے۔ یہ نظام علم وفضیلت کے بایزید اور جنید جیسے لوگ پیدا کر رہا ہوتا ہے۔ قُرب الٰہی سے سرشار ہو۔ جہاں صلاحیتیں اتنی اعلیٰ درجے کی ہوں اور جہاں Intellectualism الہام کی سرحدوں کو چھو رہا ہو۔ اس سسٹم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کے آباؤ اجداد نے تیرہ سو برس حکومت کی تو اسلام کی وجہ سے کی ہے۔ اب اگر آپ زوال پذیر ہیں تو اسلام ہی کی وجہ سے ہیں۔ پہلے لوگوں نے اسلام کے کچھ معاملات پر عمل کیا۔ اللہ نے ان کو عزت دی اور اب آپ لوگ ہاتھ دھو کر نظام کی دانش برہانی کے خلاف جا رہے ہو تو اللہ آپ کیلئے کیا ہمدردیاں دکھا سکتا ہے۔ آپ نے واضح طور پر اس کی اور اس کے نظام کی مخالفت کی اور آپ غیروں کی حمایت میں ہیں۔

صلہ فرہنگ سے آیا ہے ایشیاء کیلئے
مرو کماؤ ہجوم زنان بازاری

یہ آج کی بات تو نہیں۔ اقبال کے یہ الفاظ Prophetic لگتے ہیں۔ وہ ساٹھ، اسی برس پہلے یہ کہہ رہا ہے بسنت میں تو کوئی برائی نہیں ہے۔ یہ سوشل فنکشن ہے۔ چھتیں اور چوبارے آباد ہوتے ہیں۔ بچے بالے خوش ہوتے ہیں۔ بزرگ ہمیشہ سرزنش کرتے ہیں۔ بچے ہمیشہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ ایک فنکشن اسلیے ایک فنکشن ہی ہوتا ہے کہ بزرگی ہدایت دیتی ہے

Marfat.com

اور نوجوانوں کو بغاوت چاہیے ہوتی ہے اور ہر نوجوان تین بغاوتیں ضرور کرتا ہے۔ ماں باپ، حکومت اور مذہب کے خلاف اس نے یہ بغاوتیں کرنی ہوتی ہیں۔ اسی کو Romance کہتے ہیں۔ آپ Romanticism کو محبت زن و مرد نہیں سمجھتے ہم Romanticism کو Revolutionary attitude سمجھتے ہیں۔

And the first ever revolutionary attitude which is born in the young peoples is against three tyrannies, tyranny of parents, tyranny of Govt. and tyranny of Religion.

مگر اختلاف اس بات کا ہے کہ رب کعبہ کی قسم اس میں مذہب شامل نہیں ہے That religion is not tyrannical at all۔ اب بڑھاپے میں آ کے عمر دراز گزر گئی۔ چلتے ہوئے اب کمزوری محسوس ہوتی ہے لیکن جوانی میں، میں نے

When I understood, I love the religion more than anything else on God's earth.

کیونکہ مجھے اپنے انفرادی اور سوشل حقوق کا خیال تھا۔ میرا دل اسلام کیلئے ساری عمر اس لیے جلتا رہا کہ تمام نظام ہائے حکومت ایک فرد کو اتنی مکمل آزادی اور صلاحیتیں نہیں بخشتے ہیں، جتنا اسلام عطا کرتا ہے۔ میں ماتم گذار ہوں ان عقل کے بونوں اور حکومتی جہلا کا جو بدقسمتی سے ان لوگوں کی حمایت اور ان لوگوں کے دستر خوانوں کے خوشہ چیں ہیں جو حقیقتاً ان کو غلام سے بہتر Status نہیں دے سکتے ہیں۔ اس پر بھی اقبال نے ایک بڑی خوبصورت بات کہہ رکھی ہے کہ اگر ایک سیاہ صورت حبشی عیسائی بھی ہو جائے تو پھر بھی عیسائیت اسے وہ مقام نہیں دیتی۔ میں آج اکثر علمائے دین کو دیکھتا ہوں کہ وہ آخری انقلاب کی یہ سوچ رکھتے ہیں کہ سارے یورپین مسلمان ہو جائیں گے۔ تبلیغی فرماتے ہیں کہ پانچ ہزار جاپان، دو ہزار انگلینڈ اور چھ ہزار ہم نے امریکہ میں مسلمان کیے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ سارا امریکہ ایک دن مسلمان ہو جائے گا۔ انقلاب کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس قسم کی خوش فہمی اور حماقتوں کیلئے ہمارے ہاں کوئی جگہ نہیں اور نہ ہی اس قسم کی حماقتوں اور علماء کے لئے اب اسلام میں جگہ ہے۔ اسلام اب ایک میچ لڑ رہا ہے۔ Just like today اس میں کوئی کھلاڑی جم کے کھیلے گا تو کھیل ہوگا ورنہ ہمارا حشر آسٹریلیا میں اپنی کرکٹ ٹیم جیسا ہوگا۔ آپ کو خود ایک اعلیٰ ترین علمیت اور عقلیت کے حصول کیلئے ایک بھرپور جدوجہد کرنی ہے۔ تمام دنیا میں Dichotomous attitudes اور خیالات ہیں۔ اسلام میں نہیں ہیں۔

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

و ما علينا الا البلاغ المبين

سوالات و جوابات

انگلینڈ میں رہنے والوں کے لیے ایک انتباہ!

سوال: آپ نے اپنی کتاب ''حقیقتِ منتظر'' میں لکھا ہے کہ انگلینڈ والے اپنا ایک آدھ مکان یہاں پاکستان میں ضرور تعمیر کریں اور جو عرصہ آپ نے اس کتاب میں دیا ہے وہ ختم ہو چکا ہے۔ اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب: Well! حضور گرامی مرتبتؐ نے اصحاب کرامؓ کو فرمایا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے کہ ہم مکہ میں داخل ہو گئے ہیں اور پھر حضورؐ احباب کو لے کر چلے اور صلح حدیبیہ پیش آئی۔ ایک صحابی نے جرأت اظہار فرمائی اور پوچھا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس سال داخل ہوں گے تو جو احتیاط میں نے اس میں عرض کی ہے وہ بھی سنت رسولؐ کے مطابق ہی ہے۔

We are right in the midst of the Crises, civilizations of the religious circumstances and the peoples living in Europe are little more attractive than the peoples living in Pakistan. so

لوگ اگر اپنے آپ کو اس خواب و خیال میں بند کر لیتے ہیں کہ شاید تہذیبوں کا تصادم کچھ مدت کے بعد ٹل جائے گا۔ ہم خواب دیکھ رہے ہیں۔ میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ سیاس وہ ہوتا ہے جو قوم، ملک اور بچوں کا بھی سوچے۔ Most of the Generations جو پہلے یورپ میں ہیں یا کہیں اور ہیں اب اتنی Stable نہیں ہو رہی ہیں۔ کیونکہ اب یہاں کے لوگوں کی وہاں تیسری جنریشن پیدا ہو چکی ہے۔ میں نے اپنے امریکہ کے ٹور کے دوران ایک یہودی کو ایک بڑی عقلمندانہ بات کہتے ہوئے سنا کہ ہم لوگ سب سے زیادہ مہذب، مضبوط اور متعصب ہیں۔ ہمارا نوزائیدہ بچہ بھی ہمارے اصول جان سکے And we take personal اس کے باوجود اس نے Analysis کر کے بتایا کہ پہلے ہمارے 80% یہودی تھے جو اپنے مسلک پر قائم تھے۔ سیکنڈ جنریشن 50% ہو گئی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری

تیسری نسل یہودیت پر قائم نہیں رہی۔ اس میں انیس بیس کا گیپ پڑ گیا ہے۔ Same ان مسلمانوں کے ساتھ ہوا جو انگلینڈ گئے تھے اور وہاں محنت مزدوری کر کے اپنی اچھی زندگی گزارنا چاہتے تھے۔

For imagining a better future for their children and now they are facing the consequences.

ہر معاشرہ اپنی Balance sheet برابر کر لیتا ہے۔ وہ شروع میں دیتا ہے اور آخر میں چھین لیتا ہے۔ اب وہ معاشرہ آپ سے لینے پر آیا ہوا ہے۔ آپ اسے کچھ بھی نہیں دے سکتے ہیں۔ اب اس نے آپ کی بیویاں اور بچے لینے ہیں۔ آپ کی تعلیم اور کلچر کو لینا ہے۔ لڑکیاں اپنی مرضی سے شادی کریں گی۔ آپ انہیں باندھ کر یہاں لاؤ گے اور وہ یہاں سے برٹش ایمبیسی کو درخواست دیں گی۔ واپس جائیں گی اور آپ کی بات اور آپ کو والدین ماننے سے بھی انکار کر دیں گی۔ عورت سولہ سال میں بالغ ہو جاتی ہے۔ اصول بلوغت کا ہے تو میں اب بھی یہ کہوں گا کہ جو لوگ حال ہی میں گئے ہیں۔ میں ان کا کچھ بھی تو نہیں کر سکتا ہوں جن کی تیسری جنریشن وہاں پیدا ہوئی ہے اور پڑھ رہی ہے۔ ان کو تو میں ضرور کہوں گا کہ

They should have a place back home.

تا کہ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے انہیں اپنی مملکت نوزائیدہ میں بھی جگہ مل سکے۔

کیا سونامی مسلمانوں کے لئے سامانِ عبرت ہے؟

سوال: لاکھوں انسانی جانیں سونامی میں ضائع ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ It was act of God کیا آپ بھی ایسا سمجھتے ہیں؟ Do you feel comfortable from this act of God?

جواب: ہاں میں بہت Comfortable محسوس کرتا ہوں۔ میں تو Desperate سا آدمی ہوں۔ میں تو کہتا ہوں اے پروردگار! مجھے چاہے اپنی علاماتِ غیض وغضب سے بھی تباہ کر دے لیکن ایک اپنا علم صداقت ضرور پورا کر دے۔ اصل میں خدا کو چاہنا اپنی ذات سے گزرنے کا نام ہے۔ سونامی سے بہت سارے مسلمان مارے گئے ہیں۔ کسی نے ایک بہت اچھا سوال پوچھا تھا کہ سونامی بھی مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ تو میں نے کہا کہ خدا کی زمین پر اگر کوئی عذاب کا حق دار ہے تو وہ صرف مسلمان ہی ہیں۔ اسلئے کہ باقی تو اپنے مسلک میں سچے ہیں۔ کافر اپنے مسلک میں سچا ہے۔

They do not believe in God and they are going through their traditions.

جو یورپ میں گناہ کیا جاتا ہے وہ گناہ نہیں ہوتا۔ انکا کلچر اور تہذیب پوری life ان کو اجازت دیتی ہے۔ گناہ تو مسلمان کا ہے Who believes in God? کیونکہ Guilt تو مسلمان کا ہے۔ حضرت جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ نفاق ہمارے زمانے میں ہوتا تھا۔ حضرت ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے ہمیں بتایا کہ نفاق تو ہمارے زمانے میں تھا۔ اب تو اسلام اور کفر صرف دو سرچشمے ہیں۔ اب تو کوئی نفاق نہیں ہے۔ بیچ میں ہم مسلمان ہیں۔ تمام علمائے اسلام کی حرکات و محرکات کو دیکھیں تو خدا کی جانب تو کوئی بھی سکول آف تھاٹ نہیں جا رہا ہے۔ سارے کے سارے لوگ سکول آف تھاٹ کو جا رہے

Marfat.com

ہیں۔دیوبند کو جارہے ہیں۔بریلی کو جارہے ہیں۔اہل حدیث کو جارہے ہیں۔سارے جارہے ہیں۔یہ وہ سادہ لوح مسلمان ہے جو گھر سے خدا کو جاننے کے لئے نکلا تھا جسکی Priority صرف اللہ تھی لیکن رستے میں وہ سیکولر چار دیواریوں کی بندشوں اور پھر ایک Incisive Massive پروپیگنڈے کا شکار ہوگیا ہے اور خدا کی لازوال اور بسیط کائنات سے فارغ ہوگیا۔اب یہ بدقسمتی ہر جگہ جاری ہے۔جس کو یہ جاننا ہو کہ میرے دل میں کیا ہے اور مذہب کیا ہے وہ پہلا سوال اپنے آپ سے کرے تو سہی کہ میری ترجیحات کیا ہیں؟ میں اس مذہب سے ڈھونڈتا کیا ہوں؟ کسی مولوی کی غلامی ڈھونڈتا ہوں؟ کسی مکتبۂ فکر کے استاد کی غلامی ڈھونڈتا ہوں یا میں نے یہ مذہب اللہ کی محبت دوستی اور انس کیلئے ہی اختیار کیا ہے؟ آپکو جواب مل جائے گا۔یہی حدیث رسولؐ ہے کہ جب کسی بات پر شک ہو تو اسے اپنے دل پر رکھو آپکو دل بتا دے گا کہ نفاق کس کو کہتے ہیں اور اخلاص کس کو کہتے ہیں؟۔سونامی جیسے واقعات مسلمانوں کیلئے باعث عبرت ہیں۔اب ذرا سونامی کی تفصیل سنیئے۔بڑی Interesting بات ہے۔مسجدیں بچ گئیں۔کلیسا بچ گئے۔مذہبی راہنماؤں نے شور ڈال دیا کہ باقی سب گناہ گار تھے۔مسجدیں اس لیے بچ گئیں کہ یہاں خدا کا نام لیا جاتا تھا۔کلیساء اس لیے بچ گئے کہ یہاں خدا کا نام لیا جاتا رہا ہے۔How wrong an argument? اگر مسجد کے ساتھ کلیسا بھی بچ گئے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا کلیسا کو بھی بہتر سمجھتا ہے اور مسجد کو بھی بہتر سمجھتا ہے۔ایک انجینئر نے کہا کہ جہاں جہاں پانی کو Resistance ملی وہاں وہ اسے توڑ گیا اور جہاں جہاں کھلے کھلے ستون ملے اور ان میں Gaps تھے تو ان سے پانی آسانی سے گزر گیا۔میں ایک مسلمان کی حیثیت سے انجینئر کی بات کو Believe کرتا ہوں۔اگر میں انجینئر کے بجائے مولوی کی بات کا یقین کرلوں تو مجھے شبہ ہونے لگے گا کہ خدا کیا چال چل رہا ہے۔اِدھر کلیسا کو بچا رہا ہے کہ ان کے ساتھ ہے اور اُدھر مسجد کو بچا رہا ہے کہ ان کے ساتھ ہے اور مسلمان خوش ہو رہے ہیں۔ و مکروا ومکر الله والله خیر الماکرین (آل عمران ۳ آیت ۵۴) ایسا بالکل نہیں ہوتا You must have a clear faith, and clean faith اللہ تعالیٰ اپنا طریقہ کار نہیں بدلتا۔مگر سونامی سے ایک بات بہت واضح ہوگئی ہے۔یہاں میں ایک حدیث کا حوالہ دونگا اور مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ کبھی یہ حدیث میری زندگی میں ہی پوری ہوگی۔تمام اصحاب رسولؐ اور Particularly حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے صور کی تفاصیل ایک نہیں تین مراحل میں لکھی ہیں۔بعض نے اسے سات اور بعض نے تین کہا ہے لیکن یہ تین ہیں اور بعد میں میں نے سنا کہ سونامی کے وقت سمندر کی تہہ سے گھنٹیوں جیسی آوازیں آرہی تھیں مگر یہ Fact ہے۔یہ ایک بالکل Scientific fact ہے اور Statement ہے۔اسکی بڑی وضاحت بھی ہوگئی ہے کہ سونامی سے کم از کم کوئی چوبیس ہزار ایٹم بم کے برابر دھماکہ ہوا ہے۔اس سے سنٹر آف دی ارتھ ہل گئی ہے۔ہانگ کانگ کا شہر اپنی جگہ سے سات سنٹی میٹر ہل گیا۔موسم بدل گئے اور سنٹر بدل گئے۔زمین میں ایک ہزار میل لمبی دراڑ پڑ گئی ہے۔اب اصولاً ان Titanic پلیٹوں کی رگڑ سے ایک Scientific Estimate لگایا جاسکتا ہے کہ جب اتنا بڑا دھماکہ اور زلزلہ ہوگا تو زمین میں جو براعظم آپس میں ٹکرائیں گے تو New Mountains تخلیق ہوں گی اور جب New mountains create ہوں گی تو ظاہر ہے کہ ان براعظموں کا تشخص بدل جائے گا۔جب یہاں بڑے بڑے پہاڑ پیدا ہوں گے۔زمین

Marfat.com

اپنے مرکز سے ہٹے گی اور براعظم اپنا تشخص بدلیں گے تو اس کے متقابل اصول فطرت ہے کہ زمین میں ایک بہت بڑی Seismic تبدیلی آئے گی اور ممکن ہے ہزاروں میل لمبی گہرائی پیدا ہو جائے اور پتا نہیں یہ کہاں پیدا ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بحر اوقیانوس میں پیدا ہو جائے تو دو چار یورپ کے ملک بھی ساتھ ہی آ جائیں۔ ابتدا مسلمانوں نے کی ہے اور انتہا شاید یورپ میں ہوگی۔ انگلینڈ اور نیو یارک والوں کو بہت بچنا چاہیے۔

کیا خدا کا علم بھی ناقص ہے؟

سوال: جناب پروفیسر صاحب! آپ نے کہا کہ خدا نے انسان کو Method of hit & trial سے پیدا کیا تو آپ بتانا چاہ رہے ہیں کہ خدا کا علم Defective ہے جو بہتر سے بہتر کی تلاش میں مسلسل تجربات کر رہا ہے؟

جواب: Hit & Trial ایک Methodology ہے۔ اسے ناقص نہیں کہا جائے گا۔ اگر اللہ چاہتا تو ساری چیزیں Perfection میں پیدا کرتا لیکن خدا نے اپنے سوا کہیں Perfection نہیں رکھی۔ اسلیے ہر چیز میں تناقض چھوڑا۔ آزمانا، دیکھنا کیا اب بھی بہت سارے لوگ سوال کریں کہ بہت ساری تعبیرات اس وقت غلط ہو جاتی ہیں؟ واذاقضیٰ امرا فانما یقول له کن فیکون (البقرۃ ۲ آیت ۱۱۷) کہ جب امر کا ارادہ کر لیا تو اس نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا لیکن مدتوں سے اس آیت کو اس طرح پڑھا اور سمجھا گیا کہ اس نے ارادہ کیا کہ ہو جا اور ہو گیا لیکن ایسا تو ہوا نہیں ہے۔ ایک پل میں تو نہیں ہوا۔ خدا کے ایک پل میں جو ہوا تو آپ کے ہاں Million of years گزر گئے تھے۔ زمین تین ملین سالوں سے ہے۔ Constellation چھ بلین سالوں اور کائنات سولہ بلین سالوں سے ہے۔ ''کن فیکون'' یعنی پانچ ارب سال پر بھی اور سولہ ارب سال پر بھی محیط ہے اور ہم نے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ ''کن فیکون'' سے اصل مراد کیا ہے؟ ادھر ہر چیز ریکارڈ پر ہے۔ کتاب حکیم میں ہے کہ ہم نے جو کچھ بنایا اور تخلیق کیا ہے، ہم نے ہر چیز کا رزق اور مقام لکھا ہے۔ قید، حیات اور موت لکھی ہے۔ Exit اور Entry لکھی ہے۔ جن لوگوں نے آنا ہے لکھا ہے جن لوگوں نے جانا ہے لکھا ہے اور قیامت تک ساری باتیں لکھ دی ہیں۔ کل فی کتاب مبین (ھود ۱۱ آیت ۶) کہ سارا کچھ اسی میں درج ہے جسے آپ لوح محفوظ کہتے ہیں۔ جب کائنات کا Master plan اور ڈیزائن مکمل ہو گیا۔ آنے جانے کے اخراجات اور رزق متعین ہو گیا Everything was completed تو اللہ نے اس اسکیم کو کن کہا اور ہو گئیں۔ ابھی تو اسکیم چل رہی ہے۔

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید   کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکوں

کوئی ایک مرتبہ ''کن فیکون'' تو نہیں، یہ کائنات کا اسٹارٹ ہے۔ ادھر آپ دیکھیں کہ کتاب مبین میں انجام بھی لکھ دیا گیا ہے۔ وہ جو Master plan ہے اس میں انجام لکھ دیا گیا ہے۔ عذاب اور ثواب لکھ دیے گئے ہیں۔ جگہیں متعین ہو چکی ہیں۔ جہنم اور جنت میں اعلیٰ ترین سیٹیں مخصوص ہو چکی ہیں۔ مگر ''کن فیکون'' بھی جاری ہے اور اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کو جاری نہیں کر دیتے جو اس نے قرآن حکیم میں لکھ دیا ہے۔ کل من علیها فان

Marfat.com

(الرحمن ۵۵ آیت ۲۶)

کیا آپ نے قرآن کا مقدمہ لکھا ہے؟

سوال: آپ نے اپنی ایک کتاب ''مقدمۃ القرآن'' لکھی ہے۔ ہر صاحب تصنیف اپنی اپنی کتاب کا مقدمہ لکھتا ہے، لیکن آپ قرآن کا مقدمہ لکھنے جا رہے ہیں۔

جواب: میں This is one of the works which I deliberately planned. ''مقدمۃ القرآن'' سے مراد یہ ہے کہ آپکو قرآن تک پہنچنے کیلئے کون سی انفارمیشن چاہیے۔ لوگ قرآن پڑھتے ہیں۔ ناظرہ قرآن پڑھتے ہیں۔ قرآن ترجمہ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ ان کے پاس فہم قرآن کے لیے جتنی انفارمیشن ہے وہ ناکافی ہے۔ میں نے ''مقدمۃ القرآن'' اس لئے لکھی کہ آپ ایک Argument کو جاننا چاہتے ہیں۔ میں اس Argument کی تھوڑی سی تفصیل آپکو پیش کرونگا۔ پھر آپکو پتا لگے گا کہ میں نے ''مقدمۃ القرآن'' کیوں لکھی۔ کچھ قوانین ہیں۔ جب آپ کسی چیز کو Ptolemy یا Greek scientists سے چلنا شروع کرتے ہو تو کہتے ہو کہ Ptolemy نے کہا تھا کہ زمین ساکت ہے اور سارے ستارے اس کے گرد چلنا شروع کرتے ہیں۔ پھر 1592ء میں قرآن کے بعد ہی Copernicus نے اس اصول کو بدلا اور کہا کہ سورج ساکت ہے اور ستارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں قرآن آتا ہے اور قرآن یہ کہتا ہے کہ کل یجری لاجل مسمٰی (الرعد ۱۳ آیت ۲) (نیز سورۃ لقمان ۱۳ آیت ۲۹، سورۃ فاطر ۳۵ آیت ۱۳، سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۵) کہ کائنات میں کوئی چیز ساکت نہیں ہے۔ ہر چیز چلتی ہے اور رواں دواں ہے۔ اب آپ غور کیجئے مولانا احمد رضا خان نے یہی غلطی کی کہ بغیر Background لیے انہوں نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں انہوں نے قرآن کی رو سے زمین کو چپٹا ثابت کیا۔ وہ اتنے بڑے عالم اور دانش ور ہیں کہ میں انکے فتاویٰ کا معترف ہوں مگر جب Explanations میں آگے اور پیچھے کے علوم ان میں Select نہیں ہوں گے تو آپ اس قسم کی غلطیاں ضرور کریں گے جنکی مذہب میں کسی کو حجت اور دلیل نہیں دے سکتے۔ مگر اگر آپ کو پتا ہو کہ Background کیا ہے۔ قرآن کس منزل پر پہنچا ہوا ہے۔ اس سے پہلے کیا علم تھا۔ اس کے بعد کیا علم ہے تو قرآن آپ کو آسان بھی لگے گا اور خدائے واحد پر آپکا یقین اس طرح مستحکم ہوگا کہ زمانے بھر کا Criticism اسکو نہیں بدل سکے گا۔ تو میں نے فہم القرآن کیلئے یہ مقدمہ لکھا۔

سیرت النبیؐ کا پسندیدہ گوشہ!

سوال: پروفیسر صاحب! سیرت النبیؐ پر آپکی گفتگو بہت خوبصورت اور بصیرت افروز ہوتی ہے۔ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ سیرت النبی کا وہ کونسا گوشہ ہے جو آپکو سب سے زیادہ پسند ہے تو کیا جواب دیں گے۔؟

جواب: میں نے اسی موضوع پر بہت عرصہ گفتگو کی۔ میرے نزدیک رسولؐ کیلئے میری محبت بعد کی ہے۔ میں آپکو Frankly بتا رہا ہوں کہ پہلے انکے لیے میری Understading انکی Intellectual capacity کیلئے ہے۔ میرا

Marfat.com

ہمیشہ سے یہ یقین رہا ہے کہ پیغمبر ہر زمانے کا سب سے ذہین انسان ہوتا ہے۔ اگر وہ سب سے ذہین نہ ہو تو وہ لوگوں کے طعنے نہیں سہہ سکتا۔ اگر وہ سب سے ذہین انسان نہ ہو تو وہ کفر کے سب Arguments کو برابر میچ نہیں کر سکتا۔ وہ اگر ذہین ترین انسان نہ ہو تو خدا اس زمانے میں اپنے اعلیٰ ترین مقاصد کی تعلیم کیلئے اسے نہیں چن سکتا اور جب میں اپنے رسولؐ پر آتا ہوں تو مجھ پر حیرت انگیز انکشاف یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف اپنے زمانے ہی کیلئے نہیں بلکہ رہتی دنیا تک تمام عقلی معیارات کیلئے سب سے بڑی شخصیت ہے۔ آج بھی وہ زمانے کا سب سے بڑا Intellectual ہے اور اپنے زمانے میں، اس کائنات میں، فہم و فراست میں، درستئی علم، ذہانت اور فہم خدا میں اس سے بڑا انسان کوئی نہیں گزرا۔ میری محبت اس اعتراف کے بعد شروع ہوئی ہے کہ میں ایک Teacher ہوں۔ میرے عمل اور میری تعلیم میں فرق ہے۔ Distance ہے۔ میں جو کچھ تعلیم دے رہا ہوں اس پر یقین رکھتا ہوں مگر میرے تمام اعمال میری تعلیم کے مطابق نہیں ہیں۔ مجھے یہ بات چبھتی ہے کہ میں کبھی کبھی نفاق کا شکار ہو جاتا ہوں۔ رب کعبہ کی قسم اس پوری کائنات میں صرف ایک استاد ہے، جس کی تعلیم اس کے ساتھ اس طرح جڑی ہوئی ہے کہ نہ تعلیم میں فرق لگتا ہے اور نہ استاد میں۔ یہی انکی سب سے بڑی خوبی ہے۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک استاد نے تعلیم دی ہو لفظاً، حرفاً، عملاً، عقلاً اور نیتاً تو ایک ایک چیز ویسی ہی ہے جیسی اس نے تعلیم دی تھی۔ اتنا بڑا استاد کسی اور شخص کو نصیب نہیں ہوا ہے۔ استادی کے شرف اور تعلیم میں کوئی انسان ان کے منصب کو نہیں پہنچتا ہے۔ یہی بات ان کی مجھے خوبصورت لگتی ہے۔

ترک دنیا سے گریز کی تلقین!

سوال: آپ نے اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے کہ کسی صحابی نے کہا کہ ہم صرف اور صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور شادیاں نہیں کریں گے، یعنی کہ ہم دنیا ترک کر کے صرف اللہ کی عبادت میں ہمہ وقت مصروف رہیں گے۔ حضورؐ کو پتا چلا تو وہ غصے میں آئے اور کہا کہ دنیا ترک نہیں کرنی چاہیے اور اعتدال برتنا چاہیے لیکن ایک جگہ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ اللہ کو تم اس طرح یاد کرو کہ لوگ تمہیں پاگل سمجھیں۔ کیا یہ پہلی حدیث دوسری حدیث کو Counter نہیں کر رہی ہے۔؟

جواب: بالکل نہیں۔ آپ غور کیجئے ہم چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے خدا کو یاد کر سکتے ہیں۔ بلکہ حضورؐ کی زندگی کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی دو حدیثیں ہیں بلکہ باب جنابت میں عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ اس عالم میں بھی حضور اللہ کو یاد فرمایا کرتے تھے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہر حال میں وہ خدا کا ذکر فرمایا کرتے ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔ ان کی آنکھ لگ گئی تو میں حفاظت کی غرض سے ادب سے پاس کھڑا ہو گیا تو دو آدمی آئے اور کہا کہ کیا عجیب ہے کہ اس کی آنکھ سوتی ہے مگر اس کا دل خدا کے ذکر میں مصروف رہتا ہے۔ تو ہمارے نبیؐ نارمل تھے۔ یعنی ایک دفعہ ام طلحہؓ کے پاس گئے۔ بھوک لگی ہوئی تھی۔ کہا ام طلحہ کھانے کیلئے کیا ہے؟ کہا بکرا ذبح کیا ہوا ہے۔ ان کو پتا تھا کہ حضورؐ کو دستی کا گوشت پسند ہے۔ انہوں نے دستی نکال کر دی۔ آپؐ نے کھائی اور کھانے کے بعد کہا اور دو۔ انہوں نے دوسری دستی نکال دی۔ آپؐ نے کھائی اور کہا اور دو۔ تو ام طلحہؓ نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ بکرے

Marfat.com

کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں۔کہا ام طلحہؓ اگر پوچھتی نہ تو دستیاں نکلتی رہتیں۔خواتین وحضرات! آپ میں سے کتنے دلاور ہیں جو ایک دستی پوری کھا جائیں۔پیٹ بھر کر کھایا۔گھوڑے پر سوار بھی ہوگئے۔فاقہ کشی بھی کی گھوڑے سے گرے بھی۔بعض اوقات ہم لوگ کہتے ہیں کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ گھوڑے سے گرے ہوں۔حضورؐ نے تمام کام اعتدال اور نرمی سے کیے اور ان تمام باتوں میں ایک چیز ضرور آتی ہے کہ آپ کا نبیؐ، نبی ذاکرؐ کہلاتا ہے کہ صبح وشام اللہ کے ذکر میں رہتے تھے۔تو اس میں کوئی اختلاجی کیفیت وارد نہیں ہوتی۔کوئی اختلاف وارد نہیں ہوتا۔

رسول اللہؐ کھیل پسند نہیں کرتے تھے۔

سوال: کھیلوں کے حوالے سے ایک سوال ہے کہ کیا کھیل وقت کا ضیاع ہے؟ آپ رسولؐ کی زندگی سے کوئی ایسا واقعہ بتا سکتے ہیں کہ جہاں کھیل کی حوصلہ افزائی ہوئی ہو؟

جواب: ہاں جی۔حضور گرامی المرتبتؐ خود بھی کھیلوں میں حصہ لیتے تھے اور اصحاب رسول کو Advise بھی کرتے تھے۔ ان کیلئے Competition کے واقعات موجود ہیں۔مثلاً تیراندازی اور تلوار بازی کے مقابلے تھے۔احادیث اس میں بالکل واضح ہیں کیونکہ آقا کی بنڈیا جو شہ سوار گھڑسواروں کی تھیں اور جس میں حضرت عمر فاروقؓ متعدد مرتبہ گھڑسواری میں First آتے تھے۔یہ عربوں کے خصوصی شوق تھے They were social activities حضورؐ نے ان میں سے کسی Activity کو ناجائز قرار نہیں دیا اور کسی کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔بلکہ عائلی زندگی میں گھر کے اندر بھی کھیلوں کو فروغ دیا۔متعدد احادیث ہیں۔دو احادیث ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہیں کہ مسجد میں کھیلنے اور تماشا دکھانے والے اور جادو کے کرشمے دکھانے والے آیا کرتے تھے۔منہ سے آگ نکالنا، بازی گری اور جمناسٹک، اس وقت بھی تھا۔فرق صرف یہ ہے کہ یہ ذرا زیادہ چھوٹے کپڑے پہنتے ہیں اس لیے تو حجاب سا آجاتا ہے۔اگر پورے کپڑے پہنیں تو کوئی حرج نہیں۔حضرت عائشہؓ سے حضورؐ نے پوچھا دیکھو گی فرمایا یا رسولؐ اللہ دیکھوں گی کہا میرے شانے کے اوپر سے دیکھو۔ذرا غور کیجئے غیر مرد ہیں۔میں تو کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ ہم اپنی خواتین پر ناجائز دباؤ ڈالتے ہیں۔وہ کھیل جسمانی اور پریکٹیکل تھا۔Visual تھا۔Phyical تھا۔وہ تماشا دکھاتے رہے، ام المومنینؓ دیکھتی رہیں۔کافی دیر مسجد کے صحن میں گزر گئی، تو پھر رسولؐ نے پوچھا کہ کیا عائشہؓ جی بھر گیا ہے تو فرمایا کہ یا رسولؐ اللہ! ہاں جی بھر گیا ہے تو فرمایا اب واپس حجرے میں چلی جاؤ۔یہ متفق علیہ حدیث مسلم و بخاری کی ہے۔اب دوسری بات سنیے۔فرمایا ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے کہ میں ابھی نوجوان تھی اور حضورؐ ابھی طاقت ور تھے۔گھر کا صحن بہت بڑا تھا تو میں نے کہا کہ حضورؐ آج صحن میں دوڑ نہ ہو جائے تو فرمایا ہو جائے اور پھر جب دوڑے تو حضورؐ آگے تھے اور میں پیچھے تھی۔یہ بات میرے ذہن میں رہ گئی اور بہت عرصہ بعد جب حضورؐ تھوڑے بوڑھے ہوگئے تو میں نے پھر کہا کہ یا رسولؐ اللہ! دوڑ پھر ہو جائے۔پھر دوڑ ہوئی اور میں آگے نکل گئی۔حضورؐ نے کہا چلو شکر ہے کہ برابر ہوگئے ورنہ تم نے قبر تک جان نہیں چھوڑنی تھی۔رسول اللہؐ اتنی Vitality کا مالک ہے۔یہ Allowances ہیں۔عائلی زندگی میں ہوں یا دوسری زندگی میں۔گھر سے باہر ہوں یہ متفق علیہ باتیں

ہیں۔ان میں کوئی Pragmatic situation نہیں ہے۔ان میں کسی قسم کے حجابات کا تناقض نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ آپکو توفیق دے۔آپ نے ابھی مجھ سے سنت رسول کا سوال پوچھا ہے۔ سنت اصل میں رسول کا Conduct ہے۔ 4323 بخاری کی تجدید ہے۔4323 افعال ظاہرہ میں سے آپ ایک فعل ظاہر پراتنی سختی سے قائم ہو، باقی کی کون حفاظت کریں گے؟

کیا حضرت عمرؓ آمر مطلق تھے؟

سوال: آپ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ ایک آمر مطلق تھے حالانکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ایک خلیفہ اور آمر میں کتنا فرق ہوتا ہے۔براہ مہربانی آپ اپنے نظریات کی وضاحت فرمایئے؟

جواب: جب میں لفظ آمر مطلق استعمال کرتا ہوں تو یہ Negative لفظ انکی تاریخ کیلئے تھا کہ دستوری حالات میں انکا ایک محتسب اعلیٰ ہوتا تھا۔وہ کسی بھی شخص کے پاس جب پہنچ جاتا تھا تو اس کے سانس سوکھ جاتے تھے۔یرموک کے معرکے میں خالد بن ولیدؓ جیسے سپہ سالار کو جو ابھی معرکہ جیت کر ہٹے تھے اور وہ عالم اسلام کا سب سے بڑا جنرل تھا۔رسول کا دعا یافتہ تھا اور صدیق اکبرؓ کا نذر کردہ تھا۔ ملاحظہ کیجئے کہ جب حضرت عمرؓ کا محتسب اعلیٰ وہاں پہنچتا ہے اپنی چادر اتارتا ہے اور خالد بن ولیدؓ کی گردن میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے اے ابن ولید! امیر المومنین عمر خطاب نے پوچھا ہے کہ تو نے ایک شاعر کو اپنی مدح میں شعر کہنے پر ستر ہزار درہم دے دیئے ہیں۔اگر تو نے پلے سے دیئے ہیں تو یہ مصرف بے جا ہے اور اگر تو نے سرکاری خزانے اور بیت المال سے دیئے ہیں تو تُو غاصب ہے۔دونوں صورتوں میں تو امیر نہیں رہ سکتا۔وہ جو فاتح عالم تھا روم، یونان کا فاتح تھا بالکل اس نے اسی طرح اطاعت کی جیسے فوج کا سب سے کمزور رکن کرتا ہے۔جہاں تک امیر المومنین کے اختیارات کی بات ہے کہ امیر معاویہ جب دربار میں تشریف لاتے ہیں تو خبر یہ ملتی ہے کہ دمشق میں ان کے محلات پر پہرے دار بیٹھے ہیں حضرت عمرؓ لحاظ نہیں کرتے۔چادر گلے میں ڈالتے ہیں۔کوڑا اُٹھا کے تین کوڑے پہلے مارتے ہیں اور ہم نے روسو سے جو کلام پڑھ اور سن رکھا ہے ویسا حضرت عمرؓ کہتے ہیں اے امیر معاویہ! لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا تو نے کب سے ان کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے۔ And the peoples were born free and everywhere they are now in shakles. (Voltaire) اور جب تک معاویہ نے یہ بات explain نہیں کر دی حضرت عمرؓ نے ان کی جان نہیں چھوڑی۔جہاں تک آمر مطلق کی بات ہے وہ میں نے مذہبی حوالے سے بات نہیں کی ہے۔بلکہ دنیاوی قوت واستبداد اور وہ حاکمیت جو حضرت عمر فاروقؓ کی تھی He was the absolute power in his own days as compare to other despots. باقی وہ عمر فاروقؓ ہونے کی حیثیت سے جدا تھے اور اس حیثیت سے ان کی خوبصورت تعریف جناب سیدنا علی ابن طالبؓ نے ان کی وفات پر کھڑے ہو کر فرمائی ہے۔خدا عمر فاروقؓ پر رحم کرے جو لوگوں کے حق میں سب سے نرم اور اپنے نفس کیلئے سب سے زیادہ سخت تھے۔

Marfat.com

کیا مجبوری میں سود جائز ہے؟

سوال: آج کے دور میں انسان مجبور ہو کر بنک سے سود پر قرض لے سکتا ہے؟ سود تو جائز نہیں۔ اس سلسلے میں وضاحت فرمائیں۔؟

جواب: میں نے پہلے آپ سے کہا کہ ذہن کو ایسے سوال نہیں اٹھانے چاہییں جن کا حل، جن کا تدارک، جن کے Solutions ہمارے کسی Local choice کا حصہ نہیں ہوتے۔ سود ختم ہو ہی نہیں سکتا Fact is there کیوں کہ آپ سود کے متبادل نظام پیدا ہی نہیں کر سکتے قرآن حکیم میں سود کے بارے میں ایک فیصلہ کن آیت ہے۔ مصیبت کی بات ہے کہ آج تک کسی فقیہ، عالم اور دانشور نے اس آیت کو واضح نہیں کیا کہ خدا اس میں کہنا کیا چاہتا ہے۔ فرمایا پروردگار عالم نے: یمحق الله الربوٰا و یربی الصدقات (البقرة ۲ آیت ۲۷۶) کہ اللہ صدقات بڑھاتا ہے اور سود کم کرتا ہے۔ اب آپ کو اصول سمجھ میں آیا کہ کتنی سادہ سی بات ہے کہ .It is not complicated system یہ مروجہ نظام شیطان کے جال، مکر، وسوسے اور فریب ہیں۔ جو مکڑی کے جالے کی طرح ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے کہ حق ایک پتھر کی طرح آتا ہے اور اس تارِ عنکبوت اور شیطان کے جال کو توڑ کے نکل جاتا ہے۔ یہ تمام سود، تارِ عنکبوت اور مکڑی کے جالوں کی طرح ہے مگر علمائے اسلام میں سے کسی کو آج تک یہ بات سمجھ میں نہ آسکی ہے۔ پچھلے 50 برسوں سے سود کے خلاف تقریریں ہو رہی ہیں۔ سود کو حرام قرار دیا جا رہا ہے۔ اب practically دیکھو کہ سود ختم نہیں ہو رہا ہے کیونکہ سود کے بارے میں تین آیات قرآن حکیم میں موجود ہیں اور سب سے آخری آیت خطبۂ الوداع کے قریب نازل ہوئی ہے۔ ایک آیت میں فرمایا: فاذنوا بحرب من الله و رسوله (البقرة ۲ آیت ۲۷۹) دوسری آیت میں کہا اچھا اگر تم سود لو گے تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اس کے باوجود سود ختم نہیں ہوا۔ عرب سوسائٹی اور حضورؐ کے اردگرد تو ختم نہیں ہوا۔ اگر ختم ہو جاتا تو پھر خطبۂ الوداع والے دن رسول اللہؐ یہ اعلان نہ فرماتے کہ آج کے دن میں نے تمام سود کو باطل قرار دے دیا ہے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان سے اس کی ابتدا کر رہا ہوں اور عباس ابن عبدالمطلبؓ کا تمام سود لوگوں کو معاف کرتا ہوں۔ دیکھا کہ خطبہ الوداع والے دن تک عباس ابن عبدالمطلبؓ سود لے اور دے رہے تھے۔ Do you believe so کہ آیات اترنے کے باوجود یہ کاروبار رسول اللہؐ کے اردگرد جاری تھا۔ نظام بناتے، لوگوں کی تربیت اور مذہب کو پورا کرتے ہوئے 23 سال صرف ہوئے تھے۔ زکوٰۃ اور صدقات کا نظام منظم ہو چکا۔ اب رسولؐ نے اس کی ممانعتِ مطلق فرمائی اور مکمل نفی کر دی۔ اس سے پہلے احکامات آچکے تھے۔ جب تک کم از کم مسلمان ملکوں کی حد تک صدقات مرتب نہیں ہوتے سود کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے تردد نہ فرمائیں۔ ایک فرد کے پاس وہ وسائل نہیں ہیں کہ اس سودی نظام کو تبدیل کر سکے The entire laws of a country اور حاکم لوگ ابھی اس قابل نہیں ہیں کہ اس قانونی سسٹم کو تبدیل کر سکیں۔ حرام ہے یا حلال ہے۔ یہ آپ کا مسئلہ برائے بحث نہیں ہے۔

کیا انقلاب آپ کا مطمع نظر ہے؟

سوال: پروفیسر صاحب آپ نے اپنے لیکچر میں ایک جماعت کے طریقہ کار سے اختلاف کیا ہے۔ برائے کرم وضاحت فرمائیں کہ انقلاب کے لئے آپ کی تحریک کیا ہے؟

جواب: Understand اور غور و فکر، سوچنا سمجھنا اور بندوں کو آزاد چھوڑ دینا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں آپکو سبق نہیں پڑھانے آتا ہوں۔ I come to talk to you آپکو ایک رائے دینے آتا ہوں۔ رائے مسلط کرنے نہیں آتا ہوں People may differ with me۔ لوگ نہ صرف مجھ سے اختلاف کرتے ہیں بلکہ اپنی علیحدہ رائے رکھتے ہیں، I try to add another information to your knowledge میں آپکو ایک رائے ایک خیال جدا کر کے پیش کر رہا ہوں۔ This is what I believe, I am not forcing anybody to believe it. میرا طریقہ یہ ہے کہ جب تک ذہنی اور اخلاقی طور پر ہم اپنے مذہب کو نہ سمجھیں گے اور اس پر غور اور اعتبار نہیں کریں گے۔ اس وقت تک ہمارا مذہب محض وہم، وسوسہ اور آسیب زدگی کا شکار ہو جائے گا۔ I love my religion, my God, my Prophet میں مذہب کو حیثیت نہیں دیتا۔ اگر یہ میرے خدا اور رسول کا طریقہ کار نہ ہوتا I believe in Allah, I do not believe in religion میرے اللہ نے مجھے یہ کہا ہے ان الدین عنداللہ الاسلام (آل عمران ۳ آیت ۱۹) مجھے اس لیے اسلام عزیز ہے کہ مجھے اگر گنجائش ہوتی عیسائی ہونے یا یہودی ہونے کی تو میں ضرور ہو جاتا مگر اللہ نے Ban کر دیا: ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران ۳ آیت ۱۹) اگر میرے پاس آتا ہے تو اب اسلام کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اسلام میری مجبوری ہے اور میرا اللہ اور میرا رسولؐ ہی میری چوائس ہے۔

اسلام میں بیعت کے تصور کی وضاحت!

سوال: پروفیسر صاحب اسلام میں بیعت کا تصور کیا ہے؟

جواب: اہل چشت کہا کرتے تھے قربانی سے پہلے بال کٹوانے چاہییں۔ جب اہل چشت بیعت لیتے تھے تو وہ بال کٹوا دیا کرتے تھے۔ کوئی بندہ ٹنڈ نہیں کروانا چاہتا اور بال جھڑنے شروع ہو جائیں تو دل کو صدمہ سا لگتا ہے۔ مجھے بھی ہوتا ہے اسلئے کہ بال خوبصورتی ہیں۔ Handsomeness ہیں حالانکہ آدمی کتنا ہی بدصورت ہو جب اسکے بال جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں تو اسے بہت ہی صدمہ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بالوں کے بغیر زیادہ Handsome لگے مگر وہ یہ Loss نہیں برداشت کر سکتا۔ اس لیے اہل چشت شروع ہی سے بے چاروں کی ٹنڈ کروا دیا کرتے تھے اور خدا کیلئے تصوف کے سلسلے میں نکلتے تھے۔ تو ان سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ بیعت سے پہلے کیوں لوگوں کی ٹنڈیں کروا دیتے ہیں تو وہ کہتے تھے کہ قرآن کی آیت ہے کہ قربانی سے پہلے اپنے بال کٹوا دیا کرو تو تصوف کچھ طریقہ کار پر مشتمل تھا۔ تصوف میں

Marfat.com

بیعت دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ ایک فرد کی زندگی، تربیت اور رہنمائی پر مکمل کنٹرول جہاں ایک مرید ہے جو مرشد سے پوری زندگی کے معاملات میں رائے اور راہنمائی لیتا ہے اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاؒ اندر بیٹھے تھے۔ امیر خسروؒ بھی وہیں چلے گے۔ دیکھا کہ نظام الدین اولیاؒ کی ٹوپی ٹیڑھی تھی۔ خسروؒ باہر نکلے تو ان کی ٹوپی بھی ٹیڑھی تھی۔ باہر لوگوں نے سمجھا کہ یہ کوئی رسم ہے تو ہوتے ہوتے بات دربار سے باہر پہنچی اور جدھر جدھر لوگ جا رہے ہیں ٹیڑھی ٹوپیوں کا فیشن بن گیا۔ یہ کیا ہے آخر کسی ہوش والے کو خیال آیا۔ پوچھوں تو یہ ٹوپیاں ٹیڑھی کیوں ہیں۔ آخر میں خسروؒ سے پوچھا گیا کہ ٹوپی کیوں ٹیڑھی ہے تو کہا کہ مجھے تو کچھ پتا نہیں۔ میں نے تو مرشد کی ٹوپی ٹیڑھی دیکھ کر کر لی تھی۔ مرشد کی عقیدت اور محبت اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب آپ کو اسکی علمی صداقت کا یقین ہو۔ بغیر علم کے کسی سلسلے کی بیعت نہیں ہوتی۔ آپ مرشد کے پاس اس لیے جاتے ہو کہ ہدایتِ الہام کرتا ہے اور شرِ نفس سے بچاتا ہے۔ جب کسی مرشد میں سرے سے اہلیت ہی نہیں اور وہ گدیاں بدلتی چلی آ رہی ہیں تو معاف کیجئے گا کہ اس زمانے میں ذہنی غلامی کی کوئی اساس اور بنیاد نہیں ہے اور مرشد سے سوالات نہیں کیے جا سکتے ہیں۔

خدا کی معرفت طریقت میں ہے۔

سوال: آپ کی کتاب میں درج ہے کہ خدا Priority میں اپنے درجہ اوّل سے نیچے آنے کیلئے تیار نہیں طریقت یہی ہے کہ خدا ہی سب کچھ ہے اور طریقت میں تقلید ہی سب کچھ ہے جبکہ علم کے درجے خدا کی معرفت میں تحقیق و جستجو اور غورِ فکر ہے۔ کیا یہ دونوں طریقے جُدا جُدا ہیں؟

جواب: صرف ان مرشدانِ گرامی کے پاس کہ جن کو خدا نے دولت علم سے محروم رکھا اور جو لوگوں کو رشد و ہدایت اور تعلیم کے بجائے صرف بیعت لینے کا کام کرتے ہیں مگر جہاں بھی کوئی بڑا استاد پیدا ہوا۔ جہاں بھی رشد و ہدایت اور تعلیم کے سلسلے میں کوئی مفکر پیدا ہوگا اور جہاں بھی ناز کرنے والا استاد ناز کرے گا تو اپنے طالب علم کی علمی صلاحیتوں پر وہ ناز کرے گا۔ وہ بھی اس کی احمقانہ تقلید پر ناز نہیں کرے گا۔ اس لیے میں نے ایک جملہ بار بار Repeat کیا ہے کہ عقیدت علم کی دشمن ہے۔ علم سوال سے ہے اور عقیدت میں کوئی سوال نہیں ہوتا۔ جو مرشدانِ گرامی اب آپ کو نظر آتے ہیں یہ اپنے بارے میں بھی کوئی علم نہیں رکھتے۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد — زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن
نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا — ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن
(اقبال)

جب مہاجن استاد بن جائیں تو پھر علم و حقیقت کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ اس لیے کہ استاد اپنے زمانے کی Strategy مرتب کرتا ہے چاہے وہ جنیدؒ ہوں یا شبلیؒ یا عبدالقادر جیلانیؒ چاہے وہ علی ہجویریؒ ہوں۔ ہر زمانے میں استاد رسم وراہِ اطاعت کی نئی طرح ڈالتے چلے آئے ہیں۔

تصوف ——— حقیقت یا افسانہ؟

خواتین و حضرات! آپ سے ملاقات ہر سال رسم وراہ ہی نہیں بلکہ بڑی گہری دلی محبت کی عکاس بھی ہے۔ پرانی تہذیبوں کے ساج میں ایسے لگتا ہے کہ کوئی ایسی سرزمین بھی تھی جہاں حقیقتِ مطلقہ کا کوئی نام، ایشور، خدا اور بھگوان ہو مگر مجھے یاد ہے کہ اس سرزمین میں تین ہزار سال قبل ہیون تسانگ جیسے مورخ بھی گزرے جن کی تاریخ کا مقصد بھی تلاشِ حقیقت تھا۔ زرخیز زمین، انتہائی زرخیز دماغ، زندگی کی الجھنیں، سوچوں کے انبار اور اندیشہ ہائے دور دراز میں بھی وہ وقت بھی تھا جب Barbarian Huns نے ٹیکسلا پر حملہ کیا تو ستر ہزار امن پسند اور Buddhist Passivists نے مزاحمت اور جنگ کر سکنے کے باوجود ظالم لشکر کو پورا موقع دیا اور ٹیکسلا میں ستر ہزار Buddhist Scholars قتل کر دیے گئے تھے۔ تب سے ٹیکسلا اجڑا پڑا ہے۔

ہر زمین کی کوئی خاصیت ہوتی ہے اور زمانے مخصوص ہوتے ہیں۔ غالب اور غیر منقسم ذات صرف اللہ کی ہے۔ باقی ہر شے میں درجات ہیں۔ انسانوں کو انسانوں پر فضیلت ہے۔ زمینوں کو زمینوں پر فضیلت ہے۔ گھروں کو گھروں پر فضیلت ہے۔ بندوں کو بندوں پر فضیلت ہے اور یہ درجات خداوند کریم نے مرتب کئے ہیں۔ ان کے حصول کی کاوشیں اور منازل طے کیں اور پھر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے حیات کا مقصد حقیقت کی شناخت، سچائی کی تلاش اور اپنے اللہ کو اپنا محبوب جانتے ہوئے زندگی بھر اس کے وصال کی کوشش کی۔ یہ صاحب ہجراں، دکھ، درد اور کرب کے مارے ہوئے لوگ تھے۔ جنہیں لذات دنیا میں کوئی شے خوش نہ کر سکتی تھی۔ ان کی Maturity of intellect اور ذہنی وسعتیں اتنی غیر معمولی تھیں کہ ان میں افلاک سمائے ہوئے تھے، جنہوں نے اپنے نفس کو پہچانا ہوا تھا، جنہوں نے اپنے وجود کو اس لیے ہلاکتوں میں ڈالا کہ وہ شناخت کی منازل کو پہنچنا چاہتے تھے۔ یہ علم کے متلاشی اور محبت وعشق کے جانثار صوفیاء کہلاتے تھے۔

آج کا موضوع میں نے آپ کے لیے اس لیے چنا کہ تجسس یہ سوال کرتا ہے کہ آخر یہ گورکھ دھندا کیا ہے؟ ہمارے اردگرد جو بے شمار مکاتب فکر کھڑے ہیں۔ ان میں سچائی کا تعین کیسے ہو؟ کون جان سکے کہ کون صوفی ہے؟ کون جانے کہ کون خدا شناس ہے؟ کوئی ایسے Standards تو ہونے چاہییں کہ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ دعویٰ دار کون ہے؟ کیونکہ یہ

Marfat.com

دنیا جہالتوں کی آماجگاہ ہے۔ آپ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تنگ آجاؤ گے۔ آپ بیزار ہو جاؤ گے، آپ کہو گے کہ ایک بھی سچا نہیں ہے اور یہ سچ ہو گا۔ جب آپ یہ کہو گے کہ مدتوں ہم نے So-called متصوف لوگوں کی درگاہیں دیکھیں۔ متصوف لوگوں کی باتیں سنیں اور پھر انجام کار کسی ایک پہ تسلی نہیں ہوئی۔ اور ہم مسلسل پھرتے رہے۔

ع در بہ در قریہ بہ قریہ کو بہ کو

کسی ایک فرد کا نہ ملنا بھی حقیقت ہے۔ یہ زبردستی کی بات نہیں ہے۔ معاشرے حقیقی اور اصلی لوگوں سے تہی بھی ہو جاتے ہیں۔ رسول اکرمؐ ایک بستی سے گزرے۔ دیکھا کہ وہاں بھی ویرانی ہے۔ لوگ دکھ اور کرب میں مبتلا ہیں۔ بیماریاں ہیں، نا آسودگی ہے جیسے آج آپ کے ملک میں ہے۔ فرمایا کہ کیا ان میں صدقِ دل سے دعا کرنے اور خدا سے طلب کرنے والا کوئی نہیں ہے جو اپنے بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لئے دعا کرے۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مومن بھائی کسی مسلمان بھائی کیلئے پس پردہ دعا کرے تو

ع اجابت از در حق بہر استقبال می آید

کیا کسی معاشرے میں دعا کرنے والے کا وجود نہ ہونا اس کی سب سے بڑی بدقسمتی نہیں ہے؟ اگر آج اخلاقی و ذہنی ابتری کا عالم ہے تو اسکی یہی وجہ ہے کہ یہاں کوئی اللہ کی تلاش اور خدا کی طلب کرنے والا اور عرفِ عام میں ایک صحیح صوفی نہیں ہے۔ عصر حاضر کے دانشوروں اور مفکروں اور ان جدید لوگوں نے تصوف کو ڈھکوسلا سمجھا، فریب جانا اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ تمام علم محض تخیل، تصور اور سراب ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جیسے حضرت قبلہ علی عباس جلالپوری نے تصوف پر مسلسل اعتراضات کئے۔ کسی نے اسے یونان کے فلسفیوں کی دانش قرار دیا۔ کسی نے اسے ہندو یوگا سے متاثر علم کہا اور کسی نے بھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ سب سے پہلے Greek philosophy میں جس آدمی کا سراغ ملتا ہے اسے دیو جانس کلبی کہتے ہیں۔ زینو ستیو آف ایلیا کہتے ہیں۔ دارو جی اینو پلاس سے لیکر سینٹ آگسٹین جو عیسائی تھیالوجی میں تصوف کے ماہر گزرے ہیں۔

جب تک اسلام نہیں آیا دنیا کبھی بھی صوفیاء کے اذن اور ان کے تحصیل علم سے خالی نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ رسول اللہؐ تشریف لائے، علم مکمل ہوا، دانش انسان نے معراج پائی، خدا کا فضل و کرم تمام ہوا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (المائدہ ۵ آیت ۳)

اور نعمت علم و حکمت تمام ہوئی۔ اس حکمت کی نعمت کے تمام ہونے کے بعد جب ابتدا میں اصحاب رسولؐ اور تابعینؒ گئے اور وہ تبع تابعینؒ گئے تو وہ جو ایک Major Class تھی۔ کبھی وہ وقت تھا کہ پورا معاشرہ عروج پا رہا تھا، جنہیں آپ اصحاب رسولؐ کہتے ہیں۔ ایک عظیم المرتبت اور بہت بڑے کائناتی استاد کے تحت پورا معاشرہ تعلیم اور بلندی پا رہا تھا۔ حتیٰ کہ ہر شخص خدا شناس تھا، ہر شخص کو خدا کی طلب تھی مگر جب حضورؐ رخصت ہوئے تو وہ ایک براہِ راست علم کی تربیت اور منازل ختم ہوئیں تو پھر اصحاب رسولؐ بہترین تھے مگر اب تعداد کم ہونا شروع ہو گئی۔ تمام مسلمانوں پر وہ اطلاق نہیں ہو سکتا تھا۔ بہت سے لوگ اسلام میں اسکی طاقت اور عروج کی وجہ سے آئے۔ بہت سے لوگ اپنی سہولتوں کی وجہ سے مسلمان

Marfat.com

ہوئے۔ بہت سارے لوگوں نے فتوحات کے عالم میں باجگذاری سے بچنے یا جزیہ دینے سے بچنے کیلئے اسلام قبول کیا۔ Over all ایک بہت بڑی امت مسلمہ کا وجود آرہا تھا مگر ان میں خدا کی تلاش کی وہ Average نہیں رہی جو اللہ کے رسولؐ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں تھی۔ اب اللہ کی تلاش محدود ہوگئی ہے۔ محدود کبھی اتنی بھی نہیں لگتی مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک زمانے میں آپ دیکھیں کہ تبع تابعینؒ کے فوراً بعد ایک ایک شہر میں پانچ پانچ بڑے استادِ وقت نظر آتے ہیں۔ اگر ایک طرف خواجہ حسن بصریؒ اور خواجہ حبیب عجمیؒ نظر آتے ہیں تو دوسری طرف رابعہ بصریؒ اور سری سقطی نظر آتے ہیں اور ایسے لگتا ہے کہ زمانہ ابھی اس جدوجہد سے خالی نہیں ہوا لیکن اب علم و رشد کے چراغ ذرا مدھم کر دیئے گئے ہیں۔ علم بیچارگی اور افلاس کا شکار ہوگیا ہے لہٰذا اب کوئی اکا دکا شخص رہ گیا ہے جسے خدا کی تلاش ہوتی ہے۔ اشفاق احمد مرحوم نے مجھ سے ایک دفعہ پوچھا کہ پروفیسر صاحب

How would you define Mysticism? How would you explain, what is Mysticism in one small line?

تو میں نے کہا کہ ساری پیچیدہ اصطلاحات تصوف کی تعریف میں نہیں ہیں۔ تصوف بہت سادہ علم ہے۔ خدا کی شناخت ہر اہل ایمان اور اہل اسلام پر لازم ہے۔ اگر یہ مشکل ہوتا تو پھر امت مسلمہ سے کیا گلہ کہ وہ اللہ کو نہیں پہچان سکتی ہے۔ اللہ نے تو اپنی شناخت بڑی آسان رکھی تھی۔ یہ ترجیحات کا سبق ہے۔ ہر انسان کو اپنی ترجیحات مرتب کرنا ہوتی ہیں۔ جس شخص نے مناسب عمر میں مناسب صلاحیتوں کے ساتھ اللہ کو اپنی ترجیح اول چنا وہ صوفی ہے۔ چاہے وہ کسی کمزور حیثیت میں تھا چاہے وہ کسی بڑی حیثیت میں تھا۔

مغالطہ یہ ہوا کہ ہم سید علی بن عثمان ہجویریؒ کو ان کے اعلیٰ ترین مقام کے حوالے سے دیکھتے ہیں، ہم ان کو اس وقت دیکھتے ہیں۔ جب وہ عروج کی آخری منازل پر تھے۔ ہم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اس وقت دیکھتے ہیں، جب وہ قطب زمانہ تھے یا غوث زمانہ تھے اور ہم اچانک اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم تو اس قابل نہیں ہیں۔ یہ تو بہت بڑے لوگ ہیں۔ یہ تو بڑی بلندیاں ہیں جن کو چھونے کی ہم آرزو اور حسرت کر سکتے ہیں مگر ہم ان میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

خیال ترک محبت تو بار بار آیا مجال ترک محبت نہ ایک بار ہوئی

ہم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، سیدنا علی عثمان ہجویریؒ، جنید بغدادیؒ اور خواجہ حسن بصریؒ کو ہمیشہ آسمانِ تصوف کے مہتاب و آفتاب ہی کی صورت میں دیکھتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ انکی کوئی ابتداء بھی ہوگی۔ میری اور آپ کی طرح کہیں سے انہوں نے شروع بھی کیا ہوگا۔ کہیں سے انہوں نے سوچنا چاہا ہوگا۔ ابتدا میں صرف ایک Emotion تصوف کی بنیاد ہے۔ اسی Emotion اور جذبے سے شیطان خائف ہے۔ جب شیطان نے دعویٰ کیا کہ اے ربّ کریم! تو نے جس کو میرا حریف بنایا ہے میں اسکی کمزوریاں تجھ پر عیاں کروں گا۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ تو نے کتنا کمزور انسان چنا ہے جو ہر قسم کے بہکاووں میں آجاتا ہے۔

جس کو میں ہر طرح دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے سے اغوا کروں گا اور تجھے بتاؤں گا اور دیکھئے بتانے کا مطلب

یہ نہیں ہے .In fact, he is challenging the knowledgeability of God شیطان کا ایک جرم نہیں ہے۔ اس کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ حقیقت انسان کو ارذل سمجھتے ہوئے خدا کے علم کو چیلنج دے رہا ہے کہ تو نے مجھ پر جس کو سبقت دی ہے یہ تیرا تعلیمی اندازہ غلط ہے۔ اے میرے مالک! مجھے ڈھیل دے میں تجھ پہ ثابت کروں گا کہ انسان کو تو نے منتخب کیا ہے اور یہ اس قابل کبھی بھی نہ تھا کہ تیری بندگی کا حق ادا کرتا اور عالم کی خواجگی کا حق ادا کرتا۔ خدا کہتا ہے ہاں! مجھے پتا ہے کہ تو ان کو بہکائے گا جیسے میں نے تیرا اور ان کا لکھا ہوا ہے۔ جو تیری طرح سوچیں، چاہیں اور تقلید کریں گے، اُن کا بھی حصہ میں نے لکھا ہوا ہے مگر ایک بات یاد رکھنا کہ تو اس بندے کو چھو بھی نہیں سکے گا جس کے دل میں میرے لیے ایک ذرہ برابر اخلاص ہے۔ الا عباد اللہ مخلصین (الصفت ۳۷ آیت ۴۰) جو انتہائے دل کی کوششوں سے کئی دور کی منازل سے آواز دیتا ہے، تُو اسے کبھی نہیں چھو سکے گا۔ تمام انسانوں کی Chemistry ایک ہے۔ ہم بڑے مہذب لوگ ہیں جو اس وقت بیٹھے ہیں، ہم پر Family Life کے اثرات ہیں۔ آپ ان اہلِ عرب کا سوچ بھی نہیں سکتے انکی جہالت اور گناہوں کا سوچ بھی نہیں سکتے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔ یقیناً آپ ان سے بدتر لوگ نہیں ہیں۔ جتنی بڑی برائی اتنا بڑا استاد۔ جتنی مشکل کلاس اتنی بڑی رحمتِ کریم۔ کیا نالائق شاگرد تھے؟ کیا عجیب و غریب کلاس محمدؐ رسول اللہ کو نصیب ہوئی تھی کہ استاد کی عزت و آبرو خطرے میں ڈال دیتے تھے۔ آپؐ کو کانٹوں پر گھسیٹا جا رہا ہے۔ کون سی مشقت ہے جو بدن پر وارد نہیں ہو رہی ہے مگر استادوں کے اوصاف عجیب ہیں۔ اللہ کے بعد زمین پر محمدؐ جیسے استاد نہیں گزرے۔ تصوف اسی استاد کے اثبات عالیہ کی انتہا تک پہنچنے کا نام ہے۔

کیا احکامات پروردگار کے مطابق آپ نے کبھی نہیں پڑھا کہ اللہ کیا کہتا ہے؟ اگر برابر کا بدلہ لو تو ٹھیک ہے۔ اگر معاف کر دو تو بڑی بات ہے۔ یہ بڑی بات والے صوفی ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ قرآن پڑھنا بہت اچھا ہے۔ مساجد اللہ میں پڑھنا بہت اچھا ہے۔ اور نماز تو بہت بڑی خوبی ہے۔ صبح و شام پڑھو اور تہجد پڑھو مگر درجات مرتب کرتے ہوئے پروردگار نے کچھ فرق ڈال دیا کہ: اتل ما اوحی الیک من الکتب (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵)

تلاوت کتاب بڑی بات ہے۔ امر و نہی سے آگاہی ہے۔ اچھی اور بُری باتوں کو علیحدہ کر دیتی ہے۔ میرا رستہ چننا چاہو تو کتاب ضرور پڑھو۔ تمہیں خطرات سے علیحدہ کر دے گی، تمہارے دل کے وساوس جدا کر دے گی۔ تمہیں بتا دے گی کہ تمہارا اللہ کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں! واقم الصلوٰۃ (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵) اور نماز قائم کرو۔

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآء والمنکر (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵) تمہیں انکار سے روک دے گی۔ تمہیں فحش اعمال سے روک دے گی مگر اس سے بھی بڑی بات اللہ کی یاد ہے۔ صوفی کا اس کے سوا اور کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔ ولذکر اللہ اکبر (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵)

تحصیل علم اور ذکر کیسے ہو سکتا ہے اگر آگاہی کتاب اور عرفان ذات نہ ہو۔ اس لیے لوگوں کو تصوف سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمیں سب سے زیادہ دشمنی اپنے سب سے بڑے دوست کے خلاف کرنا ہوتی ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس تخلیق کیا ہے۔

Marfat.com

عجب مزا ہے مجھے لذتِ خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں

کیا عجیب بات ہے کہ جس چیز سے ہمیں آگاہی ملتی ہے اور جس چیز سے انسان کا تشخص اور انسان کی خواہش کی مدتوں سے جنگ ہے اور جس چیز کا ہمارے ساتھ Genetic تعلق ہے۔ اسی کروڑ سال سے Primates سے جدا ہوا انسان نفس کو ساتھ لے کر چل رہا ہے۔ یہ جبلی انسان علم و عقل کی تحصیل میں نفس کی صحبت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ یہ جاننے کی خواہش اسی نفس خراب کار میں ہے۔ یہ محبتوں، نفرتوں اور طاقت کی طلب میں ہمارے ساتھ ہے اور پروردگار فرماتے ہیں کہ اس خراب کار کی تم دشمنی کرو۔ بھلا سوچو تو سہی مجھے اپنے محبوب کے گلے پر چھری پھیرنی ہوگی۔ یہ مشکل کام ہے۔ یہ دانشوروں سے بھی مشکل ہے۔ جاہ طلب لوگوں سے بھی مشکل ہے۔ آرزومندوں سے یہ آرزو کرنا بڑا مشکل ہے۔ اپنے ہی سب سے بڑے دوست اور محبوب کے خلاف لڑنا بڑا مشکل ہے اور خدا کا حکم بڑا واضح ہے: و اما من خاف مقام ربه (النازعت ۷۹ آیت ۴۰) کہ جو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ و نهى النفس عن الهوى (النازعت ۷۹ آیت ۴۰) اپنے نفس اور ہوا کی مخالفت کی۔ ہمیں اس دوست کو راضی کرنے اور اپنے جان و مال کی قربانی دینے کیلئے اپنے ہی نفس کے گلے پر چھری پھیرنی ہوتی ہے۔ اس لیے کائنات میں سب سے بڑا مشکل کام خدا کی آرزو کرنا ہے۔ دیکھئے کیا کہتا ہے اللہ۔ لن تنالوا البر حتىٰ تنفقوا مما تحبون (آل عمران ۳ آیت ۹۲) میں نہیں مان سکتا۔ وہ عالم کل کا شہنشاہ کہتا ہے کہ میں تمہاری محبتوں کا قائل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم ان چیزوں کی قربانی نہ دو جو تمہارے نفس کو بہت عزیز ہیں۔ یعنی اگر مجھے چاہو گے تو اپنی محبتوں، بال بچوں اور اعزہ و اقارب کی قربانی دینا ہوگی۔

مجھے ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کے قصے بیان کرتے ہو۔ جیسے کافر صحراؤں میں آگ جلا کر بڑے تفاخر سے بیٹھتے ہیں اور اساطیر الاولین بیان کرتے ہیں۔ تم اپنے خاندانوں کی باتیں کتنی محبتوں سے بیان کرتے ہو۔ تم اپنے بزرگوں کے قصے کتنی آرزوؤں سے بیان کرتے ہو۔ وہ کہتا ہے میں تمہارا قائل نہیں ہوتا جب تک کہ مجھے بھی اسی طرح یاد نہ کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو۔ فا اذكروا الله كذكر كم أبآ كم أو اشد ذكرا (البقرة ۲ آیت ۲۰۰) ابھی بھی نہیں۔ خدا کسی صورت میں ثانوی حیثیت قبول نہیں کرتا۔ لوگ تصوف کو مشکل سمجھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تصوف کے بغیر زندگی کا اور کوئی قرینہ ہی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شناخت پر ہمارا حق ہے مگر کیا شناخت نماز سے ہے؟ کیا شناخت روزے سے ہے؟ مہاتما سدھارتھ نے اسی شناخت کے لیے ہمہ وقت اسی مقام پر بارہ سال ریاضت اور تپسیا کی۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ مہاتما سدھارتھ نے اپنے جسمانی تزکیہ کو اس درجہ مکمل کر لیا کہ بارہ دانے چاول اور ایک گھونٹ دودھ چوبیس گھنٹوں میں اس کی خوراک تھی۔ بارہ سال کے بعد مہاتما نے کیا کیا؟ کیا جنات قابو کر لیے؟ کیا عملیات میں کمال حاصل کیا؟ کیا حاضرات کا دانشور ہو گیا؟ مہاتما نے ایک بات کہی کہ کوئی جسمانی مشقت بھی خدا کے عرفان کے لیے ضروری نہیں ہے۔ مہاتما نے کہا یہ جسم کا معاملہ ہی نہیں ہے۔ شوق سے تہجد اور نماز پڑھو۔ صبح شام ایک کر دو۔ یہ تمہارا معاملہ ہے مگر خدا کو جاننا اذیت بدن کا معاملہ نہیں ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ جب کوئی شخص اپنے

Marfat.com

بدن کو اذیت دے رہا ہو تو Psychiatrist کہتا ہے کہ یہ Masochist ہے۔ یہ اپنے بدن کو اذیت دے رہا ہے۔ یہ Psychologically Misfit ہے اور جب کوئی کسی دوسرے کے بدن کی اذیت سے خوش ہو رہا ہو تو نفسیات دان یہ کہتے ہیں یہ Sadist ہے۔ پروردگار عالم آسمان اور کائنات بالا پر بیٹھا ہے۔ وہ Masochist ہے یا Sadist ہے کہ تمہاری اذیتوں سے خوشی محسوس کرتا ہے کہ تمہیں بلاؤں میں رکھ کر اپنی تسلی، قلب کرتا ہے۔ یہ غلط ہے، یہ تو آپ نے اپنی طرف سے کچھ طریقے نکال لیے ہیں۔

لا رهبانية فى الا سلام

اسلام میں فاقہ اور رہبانیت نہیں ہے، سرکار رسالت مآب ﷺ ام طلحہؓ کے پاس پہنچے۔ فرمایا بہت بھوک لگی ہے۔ فرمایا یا رسول اللہؐ! ابھی ہنڈیا اتاری نہیں ہے۔ سالم بکرا ڈالا ہوا ہے۔ حضورؐ نے کہا کچھ لاؤ جلدی کرو۔ ام طلحہؓ کو پتا تھا کہ حضور کو دستی بہت پسند ہے۔ آپ نے ایک دستی نکالی۔ آپؐ نے کھائی، کہا اور نکالو۔ ام طلحہؓ نے دوسری دستی نکالی۔ آپؐ نے کھائی کہا اور نکالو۔ جواب دیا یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ ایک بکرے کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں۔ فرمایا اگر تم آج سوال نہ کرتیں تو دستیاں ہی نکلتی آتیں۔ پیغمبرؐ نے پیٹ بھر کے کھایا۔ پیغمبر بھوکے بھی رہے تھے۔ اگر حقائق کی آنکھ سے دیکھا جائے تو کوئی پیغمبرؐ قابل عمل نہیں رہا۔ دینِ عیسوی والے کتنے آسان ہیں اور دعویٰ بھی کتنا درست ہے It's so difficult to follow the Christ. So difficult. معجزے سے زندگی شروع ہوئی۔ ساری زندگی معجزات میں گزری۔ روح الامین ساتھ ساتھ رہے۔ لا علاج ٹھیک ہوتے رہے۔ مردے زندہ ہوتے رہے اور Cancer دور ہوتے رہے اور ربنا انزل علينا مائدة من السمآء (المائدة۵ آیت ۱۱۴) آسمانوں سے خوان نعمت اترتے رہے۔ معجزات کی برسات تھی۔ بھلا Christian کس چیز کو Follow کرے؟ اندازِ پیغمبر کیا ہے؟ کس چیز کو Follow کرتے؟ پیغمبر کے سارے انداز ہی غیر معمولی تھے۔ قوم موسیٰ کس چیز کو Follow کرتی؟ کئی عذاب آچکے تھے، نیل معجزے سے پھٹ رہا ہے اور حد یہ ہے کہ حیرت انگیز معجزات کی نمود ونمائش کے باوجود جب قوم موسیٰ حسن سے گزرتی ہے اور بڑے بڑے خوبصورت جبل کے مندر دیکھتی ہے۔ اپالو کے Temple دیکھتی ہے۔ سونے سے مزین اور جڑے ہوئے بت دیکھتی ہے اور Request کرتی ہے کہ اے موسیٰ! ہم تیرے خدا کا بھی ایک بت نہ بنالیں۔ موسیٰ کہتے ہیں۔ اعوذ با الله ان اکون من الجٰهلين (البقرة ۲ آیت ۶۸) اے اللہ! میں ان جاہلوں کی قوم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اتنی نشانیاں تو کسی قوم کو نہیں دکھائی گئیں۔ بادلوں نے قوم موسیٰ پر بارہ برس صحرائے سینا میں سایہ رکھا۔ بارہ لاکھ بندوں نے پتھروں سے چشموں کو پھوٹتے دیکھا۔ یہودی جو بڑا پکا موحد ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پورے کے پورے قبائل یہود نے اپنی آنکھوں سے ان حقائق اور معجزات کو دیکھا اور آگے Transfer کیا۔ ایک یا دو آدمی تو غلط کہہ سکتے ہیں مگر جب بارہ لاکھ آدمی ایک کرشمے کی نسل در نسل شہادت دے رہے ہوں تو پھر اسی حقیقت سے انکار ناممکن ہے۔ بارہ لاکھ یہودیوں نے من وسلویٰ کو اترتے دیکھا اور بادلوں کی چھاؤں دیکھی، اور آج کا معترض اس کو کہتا ہے۔

It is not that. It is not possible today.I agree with them. It is not possible

Marfat.com

with them. How is the past history possibly true to you?

پھر کوئی تاریخ کا ورق زندہ نہیں رہے گا۔ اگر شہادت انسان پر ہی قریبی تاریخ باقی ہے تو پھر کوئی صلاح الدین نہیں گزرا۔ کوئی عمرؓ فاروق نہیں گزرا کیونکہ آپ تو اُدھر Witness ہی نہیں تھے اگر شہادت کی بات ہے تو Old Testament میں پورے بارہ لاکھ یہودیوں کی شہادت موجود ہے۔ آپ بخاری اور مسلم اٹھا کے دیکھ لیں کس کو اعتبار آتا ہے؟ کس Secular کو اعتبار آتا ہے کہ انگشتِ مبارک سے پانچ ہزار انسانوں کے لیے پانی نکلا جبکہ ایک گھونٹ بھی نہیں تھا۔ ہم بھی نہ مانتے مگر بخاری اور مسلم پانچ ہزار اصحاب رسولؐ کی شہادت Record کرتا ہے۔ شہادت بڑی اہم ہوتی ہے۔ ایک صحابی کا رسولؐ اللہ کے پاس Case آیا۔ زمین کا جھگڑا تھا، آپؐ نے شہادت پر فیصلہ صحابی کے خلاف دے دیا۔ تو صحابی نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں رب کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے پتا ہے کہ تو سچا ہے مگر ہم زمین پر فیصلہ شہادت کے مطابق دیتے ہیں۔ شہادتیں تو موجود ہیں ان تمام مجموعی واقعات پر Individual exceptional witnesses موجود ہیں مگر آج کا ایک آدمی اگر اسے جھٹلانا چاہے گا تو ہم کیا کریں گے۔ یہ ایک نئی Tendency اور زمینی باتیں آ جاتی ہیں۔

I come back to my subject کہ تصوف وہ تحصیلِ علم ہے۔ آپ بخاری اور مسلم کو صوفی کہہ سکتے ہیں۔ آپ محدثین اور ان لوگوں کو جنہوں نے خدا کی تلاش میں دن رات ایک کیے، صوفی کہہ سکتے ہیں۔ صوفی عجیب سا لفظ ہے۔ یہ لفظ قرآن حکیم میں موجود نہیں ہے۔ مغالطہ یہاں سے ہوتا ہے۔ مغالطہ یہ ہو گیا کہ موصوف فرما رہے ہیں کہ آپ اللہ کے علاوہ خدا کا نام نہ لو۔ خدا کا نام Valid نہیں ہے مگر پندرہ سو برس پہلے اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی کوئی اللہ کا نام ہو گا۔ کیا اللہ زمین پر پندرہ سو برس پہلے ہی آیا ہے؟ اس سے پہلے بھی تو مذاہب گزرے، اس سے پہلے بھی تو خدا کا نام لیا گیا اور بے شمار نام لئے گئے اور قرآن تو عرب میں اترا مگر کیا کسی نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ جب ہم پیغمبر بھیجتے ہیں تو سارے کے سارے عربی میں نہیں بھیجتے۔ وما ارسلنا من رسول الابلسان قومه (ابراهیم ۱۴ آیت ۴) جس قوم میں پیغمبر بھیجا جائے گا اسی قوم کی زبان کا ماہر ہو گا۔ خدا کے لیے فارسی میں خدا ہو گا۔ انگریزی میں God ہو گا، کسی جگہ دیوا ہو گا۔ کسی جگہ احد ہو گا۔ آپ دیکھئے بے شمار تہذیبیں گزری ہیں۔ ان گنت تہذیبیں زمین بوس ہوئی ہیں۔ ہر تہذیب میں اللہ کا نام جدا ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے بعد اللہ ایک ایسا مخصوص اسم ذات ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے شاید آپ کو کسی اور اسم کی ضرورت نہ پڑے، مگر اصول یہ ہے کہ کسی بھی زبان میں ایک ایسا نام جو Qualitatively اسی چیز کو Represent کر رہا ہو یعنی جب آپ خدا بولیں تو خدا اللہ کے سوا کوئی نہ ہو تو خدا Justifiable اور صحیح نام ہے۔ جب آپ God حرف G سے لکھیں تو اس سے مراد خدائے واحد ہے اور کوئی متبادل نہیں تو یہ Right نام ہے۔

دانشوروں سے سب سے بڑا مغالطہ یہ ہوا کہ تصوف کا تعلق ظاہری عبادات سے نہ تھا۔ یہ ظاہری عبادات والے، بہت پڑھے لکھے اور بڑے دانشور لوگ تھے۔ ان کو یہ تعجب ہوا کہ کچھ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے مرجع خلائق ہو گئے ہیں

Marfat.com

اور لوگوں کی محبتوں کا رخ ان کی طرف ہوگیا ہے لیکن ہم جو صاحب دستار ہیں اور سکولوں اور کالجوں کے ہم نے Gown پہنے ہوئے ہیں، یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ ہیں لیکن ہماری طرف مخلوق کی توجہ کیوں نہیں ہوتی ہے۔ مگر ان کو شاید پتا ہی نہیں ہے کہ کوئی دوسرا علم بھی ہے۔ حضرت عیسیٰ سے پوچھا گیا کہ خدا کی شناخت اور آگاہی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ فرمایا.Know thyself and you shall know thy God یعنی تم اپنے آپکو جانو اپنے خدا کو پہچان لوگے۔ یہ اپنے آپ کو جاننا بڑا عجیب سا ہے۔ اس کا تو تعلق اٹھنے بیٹھنے سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو عبادات ظاہرہ سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو مطلقاً کسی اندرونی اور باطنی سوچ سے ہے۔ یہ جاننا کیا ہوتا ہے۔ کون اسکا آغاز کرے گا؟ کون ابتدائے حال کی شناخت کرے گا؟ کسی مشہور عالم کی روایت ہے۔ کچھ لوگ اسے حضرت علیؑ کا قول مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ یہ صوفی کی پہچان ہے۔ صوفی وہ ہے جس نے اپنے آپ کو پہچانا۔ اس کے لیے کون سی درس گاہ کھلی ہوئی ہے، جہاں اپنے آپ کو پہچاننے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیمبرج، آکسفورڈ اور جامعہ پنجاب، کونسی ایسی درسگاہ ہے کہ جہاں شناخت نفس کی Degree ملتی ہو؟ کہاں سے پتا لگتا ہے کہ Self کو پہچاننا کیا ہے؟ اور قول فیصل کی حیثیت میں محمدؐ رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے فرمایا کہ جس کو اللہ اپنا علم دینا چاہتا ہے، اسکی آنکھ اسکے اوپر کھول دیتا ہے۔ پھر وہی بات ہے نا کہ کوئی عبادت، نماز روزہ وغیرہ بیچ میں نہیں ہے۔ ہماری بڑی بوڑھیاں تسبیحات رول رول کے مرگئیں۔ ہمارے بوڑھے صبح شام لوٹے اور مصلے میں غرق ہوئے مگر ستر اسی سال میں بھی شناخت کا کوئی پہلو نہ تھا۔ کتنی بدقسمتی ہے۔ تصوف کا قانون کتنا عجیب ہے کہ درسگاہوں کے علماء اور خانقاہوں کے مراقبہ بند راہبوں کو نہیں ملا اور بعض اوقات بڑے عجیب سے مراقبے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس قرآن وحدیث کا Standard نہیں ہے، تو آپ علوم ناقصہ کے شکار ہو جاتے ہیں۔ مراقبے میں حوریں دیکھی جا رہی ہیں۔ کثرت سے لڑکیاں اور لڑکے حوریں دیکھ رہے ہیں۔ حوریں دیکھنے کے بعد Normal ہیں۔ اگر آپ کے پاس Standards نہیں ہیں تو آپ کبھی بھی نہیں جان سکتے کہ کیا سچ اور کیا غلط ہے۔ لوگ کثرت سے حوریں دیکھ رہے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ پنجاب اور سرحد کے لوگ مراقبے میں حوریں دیکھ رہے ہیں اور حوریں دیکھنے کے بعد لوگ نارمل حالت میں ہیں۔ مگر حدیث رسولؐ ہے کہ اگر خدا ایک حور کا چہرہ آشکار کردے تو ساری دنیا کے بادشاہ اس کیلئے لڑلڑ کے مرجائیں۔ یہ حدیث ہے کہ خدا ایک حور کا چہرہ آشکار کردے مگر کیا عجیب بات ہے کہ دنیا میں چار بادشاہ ایک ناک کے بدلے مرگئے، کسی نے کہا کہ اگر قلوپطرہ کی ناک میں ذرا سا خم آ گیا ہوتا، ذرا سی موٹی ہوتی یا ذرا سی پتلی ہو جاتی تو روم، یونان اور مصر کی حکومتیں اجڑنے سے بچ جاتیں۔ قلوپطرہ کی ناک کی وجہ سے دیکھو چار سلطنتیں تباہ ہوگئیں۔ مجھے تو نہیں پتا کہ اس خاتون کا کیا حسن ہوگا۔ بظاہر لگتا بھی نہیں ہے۔ وجاہت نظر آتی ہے مگر قلوپطرہ کی ناک کا ذکر ضرور آیا کہ جولیس سیزر تباہ ہوا، مارک انجلی تباہ ہوا اور رومہ کی سلطنت اجڑ گئی۔ Eastern اور Western Empire میں تبدیلی ہوگئی اور قدیم مذاہبان مصر کی حکومت ایک ناک کی بدولت Wash out ہوگئی۔ یہ حور کتنی آسانی سے دیکھتے ہیں اور اس کے بعد مراقبے میں اس سے گپ شپ لگاتے پھرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس قرآن وحدیث

Marfat.com

کے Standards نہ ہوں تو ہم ہمیشہ Fiction کے شکار ہو جائیں۔ Fact کچھ اور ہیں اور Fiction کچھ اور۔ اب سوال یہ ہے کہ What helps us in the understanding of God? میں نے اصول تو آپ کو سنا دیئے مگر وہ شخص جو عبادت گزار ہے۔ اس کو یہ نہیں پتا کہ وہ تین آسیب کا شکار ہوتا ہے۔ والٹیئر کہتا تھا Every man is born free.But everywhere, he is in the shackles. کہ ہر آدمی آزاد پیدا ہوا، مگر ہر جگہ وہ زنجیروں کا قیدی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ حضرت عمرؓ نے بھی کہا ہے کہ جب معاویہ آئے تھے اور معاویہ نے دربان کھڑے کئے تھے۔ فرانس کے والٹیئر اور روسو سے بہت پہلے عمرؓ فاروق نے معاویہ کو تین کوڑے مارے اور کہا لوگوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا لیکن اے معاویہ تو نے کب سے ان کو غلام بنا دیا۔ یہ Physical Pattern کی بات ہے مگر جس Pattern کی بات میں کر رہا ہوں، یہ درونِ کائنات ہے۔ یہ ہزاروں جنوں کی بات ہے جو انسان کے باطن میں بند ہیں۔ وہ ان گنت ملائکہ جو انسان کے شعور اور باطن میں بند ہیں۔ یقین کیجئے کہ صرف کچھ لاکھ Cell کھلے ہیں۔ آٹھ کروڑ کے Computer Cell میں صرف کچھ لاکھ Cell کھلے ہیں، اس دماغ کی تھوڑی سی حیثیت میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ Inter-Brain Connections کتنے زیادہ ہیں۔ اگر Inter-Brain Connections آپ جاننا چاہو تو ذرا اٹھارہ کو چھتیس صفر کے ساتھ ضرب دے کر دیکھنا کتنے ہوتے ہیں۔ مختصری گنتی یہ ہے کہ اگر آپ سطح زمین پر سادہ سا کاغذ رکھیں، پھر اس پر کاغذ رکھو اور اگر سولہ Billion سالوں تک یہ کاغذ رکھتے چلے جاؤ تو یہ Brain Connections پورے نہیں ہوتے ہیں۔ یہ اتنی Complicated Machinery ہے اور خداوند کریم کو سمجھنے کے لیے اس Machine کا سمجھا جانا ضروری ہے۔ Inner Computers کا سمجھا جانا بہت ضروری ہے۔

حجۃ الاسلام محمد بن احمد غزالی نے کہا ہے کہ آخری چیز جو سینہ انسان سے نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے۔ ذرا اپنے اردگرد صوفیاء پر نظر ڈال کر دیکھئے۔ ان میں کوئی صوفی نہیں ہے مگر آپ نے غلط اور اصل کو جاننا ہوتا ہے۔ کوئی صوفی ایسا ہے کہ جو خدا شناس ہو اور اس کی زبان سے بھول کے بھی کوئی دعویٰ نکل جائے۔ اگر اصحاب سکر ہوں تو ہم مان لیں مگر کیا عجیب بات ہے کہ صبح و شام ہوش میں بھی رہنا ہے اور ہوش کی بات نہیں کرنی ہے۔ کیا مرشدانِ گرامی کا دعویٰ مسلسل چل رہا ہے کہ ہماری نظر لوح محفوظ پر ہے اور ہم بندوں کا حال بگاڑ دیتے ہیں۔ ایک غریب مرید جو بھول چوک کا مرتکب ہو گیا ہے تو اس کے گھر میں آگ لگا رہے ہیں۔ دعویٰ کسی بھی صوفی کا خاص نہیں ہے۔ دعویٰ جعل ساز کے جھوٹ کا نشان ہے۔ جو شخص بھی خدا شناس ہے وہ کسی قسم کی قوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے خدا کی اتنی بڑی ناراضی مول لے سکتا ہے اور جو شخص بھی تصوف اور شناختِ خداوند میں کسی دعویٰ کا مرتکب ہوتا ہے Unless and until specifically, he is allowed by God. وہ صوفی نہیں ہے۔ یہ ناممکن ہے جس خدا کو ہم آج جانتے ہیں اس کو پہلے اتنا نہیں جانتے۔ آج Cosmos کی کشادگی دیکھیں۔ جب سے Comos کے علم کی کشادگی ہوئی ہے Billions and Trillions of Galaxies. کے دروازے کھلے ہیں۔

دل سے شوقِ رخ نکو نہ گیا تانکنا جھانکنا کبھو نہ گیا

اگر آپ حجابات کائنات ہی دیکھ لیں تو آج تک انسان کو دلیز سے آگے بڑھنے کی استطاعت نہیں ہوئی۔ Common Relativity سے Relativity بنائی، بے کار ہو گئی۔ Quantum بنایا، غلط نکلا۔ Special اضافیت تک پہنچے، غلط ہو گئی۔ روشنی کی رفتار مقرر کی، غلط ہو گئی۔ کائنات ہر دعویٰ کو غلط کر رہی ہے۔ Quantum کے ذریعے اصول مرتب کئے، Uncertainty نکل آئی۔ غیر یقینیت نکل آئی۔ کسی نے کہا کائنات Random میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں Random پر نہیں ہے، Uncertainty کے ذریعے تم یہ نہ کہو کہ تم اتنے دانشور ہو گئے کہ تم نے تمام کائنات کے اصول دریافت کر لیے۔ Uncertainty کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کائنات کو بنایا ہے اور ہم اسے کشادہ کر رہے ہیں مگر تم ہم سے یہ تصرف نہیں چھین سکتے کیوں کہ ہم اصولوں سے ماوراء ہیں۔ ان اللہ یفعل مایشآء (الحج ۲۲ آیت ۱۸) بے شک تیرا پروردگار جو چاہے کر سکتا ہے وہ اصولوں سے ماوراء ہے۔ وہ غیر منقسم ہے۔ تم اس کی قوت کا ادراک اپنی چھوٹی مثالوں سے نہیں کر سکتے۔ انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ زمین پر اپنے آپ کو تنہا سمجھتا ہے مگر خدا یہ نہیں کہتا۔ آپ کیسے تنہا ہو۔ آج Western کیا حماقت کر رہا ہے۔ Narcissist وجود کی محبت میں مبتلا ہے۔ وہ سمجھتا ہے صرف میں ہوں۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے Computers میں کتنی ترقی کر گئے ہیں۔ Super Computers بن گئے ہیں۔ ہوائیں مسخر ہو رہی ہیں۔ اجرام فلکی میں تسخیر ہو رہی ہے۔ کائنات زیر پاؤں لگتی ہے۔ مگر یہ بہت بڑا فساد ہے حقیقت تو ان دانشوروں سے پوچھیے کہ جو جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خدا کو سمجھنے کی تگ و دو کر رہے ہیں۔ خدا کے رسول کو بہتر پتا ہے کہ انسان کا علم کتنا ہے۔ فرمایا اگر ساتوں سمندروں کا پانی ملا لو اور پھر اے بندگان خدا! اس میں انگلی ڈبو لو تو جو پانی تمہاری انگلی پر لگے گا تمہارا علم خدا کے علم کے مقابلے میں اس سے بھی کم ہے۔ And look at Almighty Allah آپ کی زمین کا Package seal کر بیٹھا ہے۔ وہ پچاس ہزار سال پہلے زمین کو بنانے کے بعد ہر انسان کی قسمت کا حال، تعداد، مقدار، ان کی زندگیاں، ان کے عروج و زوال کی داستانیں سب Seal کر بیٹھا ہے۔ ایک چیز دعا کھلی چھوڑ دی ہے۔ کسی Individual کی دعا لوح محفوظ کے حروف پر پانی پھیر دیتی ہے۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسھانات بخیر منھا او مثلھا (البقرۃ ۲ آیت ۱۰۶) ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے مگر یہ کہ اس سے بہتر دے دیں اور دعا رزق بڑھا دے۔ جبر میں Exceptions دعا کی ہے۔ ایک مکمل جبر ہو، گنبد بے در ہو اور کوئی دروازہ، دریچہ اور روزن نہ ہو لیکن پھر بھی ایک بے بس انسان کی چیخ خدا تک رسائی پا سکتی ہے۔

ع حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد

اور پھر خدا جبر مطلق کی زنجیریں بھی توڑ دے، عمر بڑھا دے، رزق کشادہ کر دے، عافیت بخش دے اور زمین کو سکون دے دے، حتیٰ کہ زمین کی اور انسانوں کی عمر بڑھا دے۔ حضورؐ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ خدا زمین کی عمر ایک دن اور بڑھا دے۔ پوچھا گیا یارسول اللہ! ایک دن سے آپؐ کی کیا مراد ہے۔ فرمایا ایک ہزار سال، اگر زمین اپنے مقاصد پورے کرے۔ یہ تو ایک Laboratory ہے، اس کا Test ہم اور آپ قطعاً نہیں ہیں۔ اس کا امتحان صوفی اور خدا کا

Marfat.com

بندہ ہے۔ یہ پیر تسمہ پا نہیں جو جگہ جگہ بیٹھ کے دعویٰ تکبرات میں مریدوں کو جکڑے ہوئے ہے۔ اس زمین کا انجام اس ایک شخص پر ہے کہ جس کے بارے میں پوچھا گیا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی۔ فرمایا جب زمین پر ایک بھی اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ اس وقت قیامت آئے گی۔ آپ نے غور کیا کہ پوری Laboratory، یہ تجربہ گاہِ حیات، ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین (البقرۃ ۲ آیت ۳۶)۔ یہ ایک Camp ہے جس میں کچھ ٹھہراؤ ہو سکتا ہے، یہاں آپ مستقل تسخیر کائنات کیلئے نہیں آئے ہو۔ یہ زندگی لکھی جا چکی ہے۔ اس کا انجام حیات لکھا جا چکا ہے۔ اب جو کام سرانجام دینا ہے، لکھا جا چکا ہے۔ Galaxy کا انجام لکھا جا چکا ہے۔ پوری کائنات کا انجام لکھا جا چکا ہے کہیں اللہ نے موت اور کہیں فنا کا ذکر کیا۔ کل من علیہا فان (الرحمن ۵۵ آیت ۲۶) ہر چیز کو فنا ہے۔ بھلا اس میں آپ نے ترقی کیا کرنی ہے۔ آپ کونسا علم حاصل کر کے مریخ پر بستیاں بساؤ گے اور زحل اور چاند پر آپ کی نشست گاہ ہو گی۔ But how long? آپ اپنے Pattern سے ہٹ رہے ہیں اور آپ کے زندگی گزارنے کے Sources ختم ہو رہے ہیں۔ زمین پر آبادی کا فساد اس قدر بڑھ گیا ہے کہ Maintenance ختم ہو رہی ہے۔ Life ختم ہو رہی ہے۔ آپ غور کیجئے Reaction اور Action یہ کیا ہو رہا ہے؟ It is a Battle of Resources پٹرول ختم ہو رہا ہے۔ دانۂ گندم کی بہتات نہیں ہے۔ اور دیگر خوراک کے ذخائر ختم ہو رہے ہیں۔ ہر قوم ان کا حصول چاہتی ہے۔ Cotton پر قبضہ چاہتی ہے۔ خوراک پہ قبضہ چاہتی ہے۔ ذرائع مواصلات پر قبضہ چاہتی ہے۔ یہ غریب و فقیر قوموں پر ظلم و ستم صرف Battle of Resources کی وجہ سے ہے۔ یہ Christianity اور اسلام کا قطعاً جھگڑا نہیں ہے۔ یہ محض Battle of Resources ہے۔ کیونکہ باخبر لوگ جانتے ہیں ذرائع تیزی سے ختم ہو رہے ہیں۔ ایک ہندو Minister نے بیان دیا ہے کہ We can only afford, our resources can only afford 60 crore people. اس نے کہا کہ آپ تو ایک ارب ہیں تو اس نے کہا چالیس کروڑ They will die or destroy whatever they do, we are not concerned. We can only support 60 crore اور ہر جگہ آبادیاں، یا جوج ماجوج نکلیں گے تو کیوں نکلیں گے؟ یہ تو ہر قوم ہے۔ اربوں انسان بھوکے مریں گے۔ آپ نے وہ حدیث نہیں پڑھی ہے جسکے اشارات تو مکمل ہیں کہ یہ کیڑے مکوڑے، کتے اور بلیاں کھا جائیں گے۔ یہ زمین پر کھانے والی ہر چیز چٹ کر جائیں گے۔ پانی کا ہر تالاب پی جائیں گے۔ But the reources are Exhausting. Why? The sources are exhausting. اس لیے کہ ذرائع ختم ہو رہے ہیں۔ ذرائع اس لیے ختم ہو رہے ہیں کہ اللہ کا مقررہ وقت قریب آ رہا ہے۔ May be you don't see it. May be I don't see it. مگر بلاشبہ وہ مقرر وقت قریب ہے، حضورؐ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب ہے؟ فرمایا میں اور قیامت آپس میں اتنے قریب ہیں جیسے دو انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔ میرے بعد قیامت ہی تو ہے۔ سچی بات ہے کہ اگر Romantically دیکھا جائے تو یہ قیامت ہی تو ہے۔ حضور کی وفات کے بعد سب سے خوبصورت بات حضرت عائشہؓ نے کہی، فرمایا رسول اللہؐ گزر گئے۔ اب اور کیا غم ہو گا۔ اب اور کون سا غم ہمیں چھوئے گا کہ جب آپؐ جیسی ہستی گزر

گئی۔ اتنے خوبصورت انسان گزر گئے۔ غرض وغایت انسانیت گزر گئی۔ اخلاق اور محبت دانش کی معراج گزر گئی۔ اللہ کا رسولؐ گزر گیا۔ رحمت اللعالمین گزر گئے۔ اب کتنا بڑا ابھی غم ہو ہم سہہ لیں گے اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس رسول کی محبت کو ہمارے دلوں سے چھیننے کیلئے اب کتنی کوششیں ہو رہی ہیں کہ۔

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

رسول اللہؐ سے دور کرنے کی کتنی کوششیں ہو رہی ہے۔ حضورؐ نے درست فرمایا تھا کہ دجال کے پیچھے عورتوں اور نوجوان لڑکوں کی کثرت ہوگی۔ آپ ٹی وی دیکھتے ہو، جہاں بھی چلے جاؤ ہر جگہ نوجواں لڑکوں کی آفت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ آخری وقت میں دین نوجواں لڑکوں کے ہاتھ میں آجائے گا۔ ع

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے

تصوف کے Field میں Particularly یہ حادثہ ہو رہا ہے کہ آپ مجبور ہو کر کسی نہ کسی کو صوفی کہہ بیٹھتے ہو۔ آپ کا دل سارے تجسس استعمال کرنے کے بعد آپ کو کہتا ہے کہ میں کوئی Cynic تو نہیں ہوں۔ میں کوئی پاگل تو نہیں ہوں۔ میں کسی صوفی کو صوفی نہیں مانتا اور مریدانِ باصفا کی لائن لگی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ تشہیر ہو رہی ہے۔ اگر کوئی صوفی ہے تو اس کو پندرہ سولہ القابات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ القابات سے بچنا اور القابات سے گریز کرنا ہی تو Sufism ہے، اپنی حیثیت بتانا اور اس سے گریز کرنا ہی تو Sufism ہے۔ لیکن وہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ لکھتے ہیں۔ مرید کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔ ان کا کیا مقصد کیا ہے؟ آپ کو پتا ہے کہ کیا مقصد ہے؟ تاکہ بھولے بھالے اور سیدھے سادے لوگ یہ سمجھ لیں کہ مرشد گرامی نے کوئی فرار کا رستہ نہیں چھوڑا۔ مرشد ہر طرف بیٹھا ہوا ہے۔ مرید قادری ہے تو وہ بھی قادری ہے، اگر وہ چشتی ہے تو وہ بھی چشتی، اور اگر وہ سہروردی ہے تو وہ بھی سہروردی۔ موصوف اتنے مکار ہیں کہ حضرت نے کسی سادہ دل مرید کے بھاگنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے۔ اس کے بعد خدانخواستہ آپ قائل نہیں ہوئے تو پیر صاحب آپ کے گھر پہنچ جائیں گے۔ آپ کی بیوی کو سر درد ہوا۔ انہوں نے کہا میرا تعویذ لے لیں۔ کہیں بچے کو کوئی پیٹ کی شکایت ہوگئی۔ دیکھا نا ہم نہ کہتے تھے۔ ہم نے کہا تمہارے گھر پر سخت مقام آئیں گے۔ میرے مرید ہو کے بھاگتے ہو۔ ہم سے گریزاں ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اب ہم کچھ نہ کچھ تمہارے ساتھ کرتے رہیں گے۔ جب تک آپ پورے کے پورے ہماری طرف نہیں آجاتے ہو۔

ابھی ہے دل کو مقام سپردگی سے گریز چلو اک اور سہی زلف عنبریں میں شکن

یہ دام، یہ مکر و فریب کے سلسلے اور پھر آپ کی مجبوریاں، خدا کا سراغ کہاں سے ملے گا۔ بڑے دنوں کی بات ہے، اس صحرائے تشنگی اور سراب تلاش میں میری ایک عادت بڑی عجیب تھی۔ میرا اندازہ تھا اگر آپ تھوڑا سا شعور رکھتے ہو تو ایک اصول ہے کہ جزکل پر غالب نہیں آسکتا ہے۔ اگر آپ اپنے استاد کی ہر قسم کی Information اپنے سے بھی ناقص پاؤ۔ اگر آپ کا علم اپنے مرشد کے علم سے زیادہ ہو تو صرف آسیب کی وجہ سے اس کو کیسے استاد مان سکتے ہو۔ لازماً آپ جو تلاش علم کر رہے ہو۔ آپ جو شناخت ڈھونڈ رہے ہو تو یہ کونسا شخص ہے جو آپ کو اپنی ذات کے بارے میں ایک لفظ نہیں بتا

رہا ہے۔خوف، ڈراؤ، دھمکاؤ اور کرامات بتائی جارہی ہیں۔سلسلہ خواجگانِ چشتیہ بتایا جارہا ہے۔اب تو کیا ہے؟ خواجہ تو خواجہ تھے معین الدین چشتی اجمیریؒ ان پر پہ تو ہمیں کوئی شک نہیں، خواجہ فرید الدینؒ تو فرید الدین تھے مگر ان کی کوئی Approach تھی۔وہ کوئی سبق دیتے تھے۔کوئی Inner Life کا Attitude بتاتے تھے۔خواجہ فرید الدینؒ کے پاس جب مریدین کارش ہوا تو کسی باصفاء مرید نے پوچھا خواجہ کیا تمہیں فکر نہیں ہوتی؟ مخلوق آرہی ہے۔خرچ بہت بڑھ رہا ہے۔ آپ مزے سے بیٹھے رہتے ہو۔آپ کو فکر نہیں ہو رہی ہے، کہا پہلے تو ہوتی تھی اور بندوبست کرنے کے لئے مارے مارے پھرتے تھے مگر جب سے قرآن کی ایک آیت پڑھی ہے تو تمام فکروں سے دل خالی ہو گیا ہے۔صوفی قرآن ذرا اور طرح پڑھتا ہے اور آپ ذرا اور طرح پڑھتے ہیں۔آیت یہ ہے۔

وافوض امری الی الله(المؤمن ۴۰ آیت ۴۴) میں نے تمام امور اللہ کو سونپ دیئے۔

ان الله بصیر بالعباد(المؤمن ۴۰ آیت ۴۴) اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

یہ صوفی کی Approach ہوتی ہے۔اس لئے اللہ نے صوفی کے بڑے نام رکھے ہیں۔قرآن حکیم میں، بہت بلندی سے ذکر کیا۔کسی کو سابقون میں سے کہا۔دیکھو جی اللہ غیر منقسم ہے۔باقی تمام چیزوں میں فضیلت ہے اور تمام چیزوں میں درجات رکھے ہیں۔کوئی ایسی شے اور جنس نہیں جس میں درجات نہ ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے چاہنے والے لوگوں میں درجات رکھے ہیں۔صوفیوں میں درجات رکھے۔جاننے والوں میں درجات رکھے مگر آپ کو درجات کا معیار ضرور Check کرنا پڑے گا۔آپ کبھی غیر صوفی سے دھوکا نہیں کھاؤ گے۔آپ کو اگر پتا لگے کہ صوفی یا کسی اللہ کے ولی کی شناخت کیا ہے؟ اور کیسے Check کیا جا سکتا ہے؟ جانچ پرکھ کے طریقے کیا ہیں؟ غور فرمایئے حدیث کا کیا استدلال ہے؟ آپ کیسے Check کر سکتے ہو؟ اگر آپ کھلی آنکھ رکھو اور حدیث رسولؐ کو Check کرنے کیلئے آپ سلسلہ وظائف اور علم کو Check کرو تو اتنی کڑی پرکھ ہے۔کیا آپ اللہ کے بندے کیلئے کوئی پرکھ نہیں استعمال کرو گے؟ اللہ کے بندوں کی پرکھ بھی قرآن حکیم میں بتائی گئی ہے کہ آپ ان کو کیسے Check کر سکتے ہو؟ پہلی بات یہ کہی کہ ہم نے انسانوں کے درجات ان کی عبادات ظاہرہ میں رکھے۔آپ کو دیکھنا پڑے گا کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں جن کو میں اپنا ولی کہتا ہوں۔جن کو میں مومن اور اصحاب سابقون کہتا ہوں۔جن کو قربت الٰہیہ کا وارث ٹھہراتا ہوں۔ان کی پہلی نشانی یہ ہے کہ

صبغة الله(البقرة ۲ آیت ۱۳۸) یہ اللہ کے رنگ میں ہوتے ہیں۔

ان کی عبادت پر اللہ کا رنگ ہوتا ہے۔یہ اللہ کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں اور چونکہ جان پہچان کا کام بڑا دشوار ہے۔ان کے درجات علوم نفسیہ کی مہارت پر ہیں۔کوئی اپنے آپ کو کتنا پہچانتا ہے اور اللہ کو کتنا پہچانتا ہے اور خدا نے کہا ہے کہ: نرفع درجات من نشاء (الانعام۶ آیت۸۳) میں نے اپنے بندوں میں بھی درجات تخلیق کئے ہیں اور جس کے چاہتا ہوں درجات بلند کرتا ہوں۔وفوق کل ذی علم علیم (یوسف ۱۲ آیت ۷۶) اور درجات کا معیار یہ ہے کہ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہوتا ہے۔علم کے سوا کوئی اور Standard نہیں بتایا کہ: وفوق کل ذی علم علیم (یوسف ۱۲ آیت ۷۶) عجیب بات ہے کہ آپ لوگوں اور اللہ کے معیار جدا ہیں۔اللہ

معیار یہ بتا رہا ہے مگر بہت سارے لوگ سوال کرتے ہیں کونسا علم؟ کوئی علم سُنی اور کوئی علم وہابی کی بات کرتا ہے، اگر ایسے علوم ہوتے تو اصحاب بھی نشاندہی کر جاتے۔ یعنی Basic Motivation اخلاص، علم و معرفت اور ذات کی آگاہی ہے۔ اگر کوئی خاص علوم ہوتے تو ضرور اصحاب رسولؐ اس کی نشاندہی کرتے کیونکہ ہمارے پاس شناخت کا Standard تو ایک ہے۔ اللہ نے کہا۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (البسوط للسرخی جزء ۱۶ صفحہ ۸۳) کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، انہی سے تم رہنمائی پاؤ گے۔ لہٰذا اگر مخصوص علوم ہوتے تو اصحاب رسولؐ ہمیں ضرور اس کی نشاندہی کرتے۔ اصحاب رسولؐ کے علم کی بنیاد دل کی سادگی، صاف ستھری محبت، اپنی شناخت اور اللہ تعالیٰ کا حصول ہے۔

آپ مجھے بتایئے کہ اتنے سارے نشان ہونے کے باوجود اللہ نے اپنے ولی کی ایک بڑی واضح سی پہچان دی ہے۔ اللہ کے ولی کی پہچان یہ ہے کہ اس میں Fears نہیں ہوتے اور Frustrations نہیں ہوتی ہیں۔ No fears No frustrations الا ان اولیآء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (یونس ۱۰ آیت ۶۲) اللہ کے بندوں پر خوف و حزن نہیں ہوتا ہے۔ اگر ان میں خوف ہو تو پھر وہ ولایت الٰہیہ میں سکہ بند نہیں ہوتے ہیں۔ بہت سارے علوم کی Negative Side کا جاننا بہت ضروری ہے۔ آپ اللہ کے ولی بننا چاہتے ہیں تو آپ کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ولی کون نہیں ہوتا ہے۔ آپ کو خطرات سے آگاہی لازم ہے۔ اگر آپ ولی نہ بنیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ مسلمان اور مومن تو ہوں گے۔ اگر آپ خطرات کی شناخت نہیں رکھتے ہو تو آپ جزو سلطنت شیطان ہو جاؤ گے۔ سب سے زیادہ لازم بات یہ ہے کہ ان لوگوں اور ان غیر اخلاقی سکولوں سے آپ کو واقفیت ہو۔ ایک صاحب نے مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب میں نے بارہ سال نیلی روشنیوں کا مراقبہ کیا۔ میں نے کہا تم نے بڑا ٹائم Waste کیا اس کے بجائے اگر تم بارہ سال ایک اللہ کے دھیان میں رہتے تو پتا نہیں کہاں سے کہاں چلے جاتے۔ مجھے وہی مہاتما کی بات یاد آئی کہ بارہ سال تپسیا کے بعد اس نے کہا کہ جسمانی اور Physical اذیت میں خدا نہیں ملتا۔ پھر کہاں سے ملتا؟ بڑ کے درخت کے نیچے؟ اب بڑ میں تو غور و فکر نہیں ہوتا تھا۔ اس بڑ کے درخت کے نیچے بدھا نے غور و فکر کیا، سوچا، سمجھا اور کہا کہ عرفان اعتدال میں ہے۔ انہوں نے ساٹھ اصول دیئے اور بدھ مت کی تعلیم اسلام کے قریب ترین ہے اور بدھا نے ڈر کے مارے خدا کا نام نہیں لیا۔ اس نے اسے نروان کہا۔ آپ سوچتے ہو کیوں نہیں لیا۔ جتنا بیچارہ خطرے سے بچتا رہا اتنی ہی آفت آئی، وہ جو بھی نام لیتا۔ A long dictionary of gods and goddesses was there. اب بیچارہ کیا کہتا، کہ میں براہمہ، اندرا، شیوا اور وشنو کو چاہ رہا ہوں۔ میرا مرکز خیال کیا ہے؟ بہت سی دیویاں بھی موجود تھیں۔ اس نے اس ڈر کے مارے خدا کا نام نہیں لیا کہ اگر میں نے خدا کا نام لے لیا تو وہ نام بھی ہندو کی Dictionary میں ایک اور god بن جائے گا It took only twenty to thirty years. کہ بدھا کے خطرات سچے نکل آئے اور مہاراجہ اشوک نے جو بدھ مت کے بڑے داعی اور نقیب سمجھے جاتے ہیں، شروع ہی سے بدھ مت کی جڑ اکھاڑ دی اور مہایان کے فرقے کی بنیاد رکھی۔ جس میں مہاتما بدھ کی ہی پرستش کی۔ آج بھی بدھ کی مہایان فرقے میں Image worship نہیں ہے مگر دنیا

Marfat.com

پر غالب بدھ مت جو ہے مہایان ہے۔ اسلام آیا تو ہندو پھر اس Culture اور تہذیب کے اصول برباد کرنے اور اللہ کی شناخت کو برباد کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ جب برہمن اور راجپوت کی جنگ ہوئی تو برہمن نے اپنی جنگ ہار دی۔ راجپوت جسم و جان کے ذراسخت تھے۔ انہوں نے برہمن سے جنگ جیت لی لیکن برہمن باز تو نہیں آئے۔ انہوں نے سوچا کہ Practical جنگ تو وہ ہار چکے۔ اب راجپوتوں کو دوبارہ کیسے زیر کیا جائے۔ لہٰذا اب وہ خوف کا حربہ استعمال کر کے راجپوتوں کو مندروں میں گھسیٹ لائے۔ وہاں جا کر بدشکل، بدصورت، خوفناک، کالی سرسوتی، دُرگا کی تصویریں، زبان لٹکی ہوئی، خون لگا ہوا، بارہ بازوؤں والی دنیا جل کے پہاڑ سے اترے ہوئے راکھشش کی دیوی اور جب وہ لوگ یہ سب کچھ دیکھتے تو ڈر جاتے اور بالائی قوتوں کے قائل ہو جاتے۔ دوسری طرف انہوں نے حسن سے لالچ دیا۔ حسن، روشنی، آگاہی، رقص و سرود اور دیوداسیوں کا لالچ دیا۔ راجپوت بیچارہ سادہ تھا مار کھا گیا۔ اسی طرح یہ Technique ہمارے مولوی صاحبان اور پیروں فقیروں نے بھی لی ہے۔ ایک طرف مراتب کے لالچ اور دوسری طرف خوف، قبر میں سانپ کا لپٹنا، آگ میں جلانا، دُرے مارنا، آستینوں کا سمیٹنا، حتیٰ کہ Nail Polish کو نہیں بخشا۔ انہوں نے آنکھوں میں ضرورت کے مطابق Lens لگانے کو نہیں بخشا۔ مولوی صاحبان نے اور سختی سے خوف کی وہ تمام حجتیں مہیا کیں کہ مسلمان قوم کو جو بڑی فراخ، صحرائی اور خدا پر فخر کرنے والے لوگ تھے، خوف کا شکار کر دیا۔ کون اس خوف کے بحران سے نکلتا رہا۔ صوفی لوگوں کو محبت اور انس کی طرف لائے۔ مولوی اور صوفی میں یہ سب سے بڑا Clash ہے کہ صوفی برداشت کرتا ہے۔ اللہ کا ولی لوگوں کی خطاؤں کو برداشت کرتا ہے، سمیٹتا ہے۔ اسکی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ صوفی جانتا ہے کہ اللہ کی رحمت کا منصب انسانوں کے تمام گناہوں سے بڑا ہے۔ و کتب علی نفسه الرحمة (الانعام ٦ آیت ١٢) ہم نے لازم قرار دیا کہ ہم اپنے انسانوں کے لیے رحمت لکھیں گے۔ یہ تو بڑی دور کی بات ہے ہم تو محمد رسول اللہؐ کے رحمت اللعالمین ہونے کا منصب اپنے گناہوں سے نہیں سمیٹ سکتے ہیں۔ ہمارے گناہ کتنے بڑے اور شدید ہوں۔ ہم کتنے خطا کار ہوں، ہم رسول اللہ کی شفاعت سے محروم نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہ عقائد ذرا مختلف ہیں۔ ان عقائد کا تعلق دل سے ہے، مگر ان عقائد کا تعلق حقائق سے ہے کہ قیامت کے دن جب رسول اللہ کو اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو رسولؐ فرماتے ہیں کہ میں اللہ سے شفاعتِ امت طلب کروں گا۔ اللہ کہے گا جاؤ محمدؐ جو تمہیں گناہگار نظر آتے ہیں نکال لو۔ پھر وہ نکال کے لائیں گے۔ فرشتے نکال کے لائیں گے۔ رسول اللہؐ پھر محسوس کریں گے کہ ابھی امت کے دوسرے درجے کے گناہگار موجود ہیں۔ پھر حاضر ہوں گے، کہیں گے اے مالک و کریم! آپ کا وعدہ شفاعت میں کمی کا تو نہ تھا۔ آپ کا وعدہ تو پوری امت کو بخشنے کا تھا۔ میری امت کے کچھ لوگ ابھی جہنم میں باقی ہیں۔ کہا محمدؐ جاؤ ہم تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کریں گے۔ جاؤ جا کے نکال لو۔ آپ پھر گئے اور لوگ لے آئے۔ اب کچھ اور باقی نظر آئے۔ پھر عذر فرمایا۔ پھر حاضر خدمت ہوئے کہ اے مالک و کریم! اب بھی میں محسوس کرتا ہوں کہ میری امت کے کچھ لوگ جہنم میں ہیں۔ کہا محمدؐ جا کے پھر نکال لاؤ۔ جو تمہیں اپنی امت کا نظر آتا ہے نکال لاؤ۔

بڑی حیرت کی بات ہے کہ شب معراج جب حضورؐ آسمانوں میں گئے۔ پچاس نمازیں فرض ہوئیں، پھر کم ہوئیں

پھر اور کم ہوئیں۔ پھر چوتھی مرتبہ حضور حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ بار بار رعایت کیلئے جاتا ہوں تو شرم آتی ہے۔اب میں کمی نماز کے لئے حضور یزداں نہیں جاؤں گا۔ بڑی شرم آتی ہے۔بڑی حیرت کی بات ہے کہ حضور کو نماز کی کمی کیلئے شرم آتی ہے۔شفاعت کیلئے نہیں آتی ہے۔جب امت کا معاملہ بخشش کا ہے،تو حضور نہیں کہتے کہ اب مجھے شرم آتی ہے کہ بار بار شفاعت کیلئے جا رہا ہوں۔یہ عجیب بات ہے کہ نمازوں کی کمی میں حضور کو Natural حیا آئی۔لیکن شفاعت کیلئے نہیں آئی۔کیا درد امت ہے؟ کیا ابلاغ ہے حضور کا؟ کیا حیرت انگیز انسان ہیں؟اور یہ جو صوفی ہے یہ کوئی اور نہیں ہوتا۔ جب چوتھی مرتبہ اللہ کے حضور پہنچے اور کہا ابھی بھی میری امت کے لوگ جہنم میں موجود ہیں تو اللہ کہتا ہے کہ اے محمدؐ! ہمیں اپنی عزت وجلال کی قسم ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اب تیری امت میں سے کوئی جہنم میں نہیں ہے۔اب بھی اگر کوئی جہنم میں ہے تو اس کو کتاب نے روک رکھا ہے۔یعنی اگر کسی نے مجھے سرے سے نہ مانا ہو۔بظاہر تجھے امت کا بندہ نظر آتا ہو مگر یہ کسی Secular نظام کا رسیا ہوگا۔یہ مجھے اللہ نہیں مانتا تھا۔تجھے پیغمبر نہیں مانتا تھا۔ان کا نام مسلمانوں جیسا تھا۔ان کے چمڑے میں کوئی اور چیز تھی۔ان کی کھالوں میں الحاد بھرا ہوا تھا۔رب کعبہ کی قسم ہے کہ یہ شفاعت کا Pattern ہے۔خدا جو بہتر جانتا ہے۔واللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرۃ ۲ آیت ۲۱۶) کہ جہنم میں صرف وہی لوگ رہیں گے جن کو خدا اور اسکے رسول پر اعتقاد نہیں ہوگا۔ورنہ امت محمدؐ کا کوئی شخص بھی حضورؐ کی شفاعت مسلسل کے بعد جہنم کا سزاوار نہیں ٹھہرے گا۔ جب اتنی بخشش عظیم ہو تو وہ کون ہے جو اپنی اُمت کو جہنم کی سزا سناتا ہے۔

کیا خوف سے معاملے حل ہو جاتے ہیں؟ کیا خوف آپ کو استعدادِ کار دیتا ہے؟ کیا ڈرانے سے لوگ ڈر جائیں گے۔ہاں کہتے ہیں۔

Love's labour is sweet.

محبت کی محنت سے کوئی جی نہیں چراتا ہے۔جس سے انس اور محبت ہو۔لوگ اسکا کام کرتے ہیں۔لوگ خوفزدہ ہو کے کوئی کام نہیں کرتے۔یہ Approach غلط تھی۔ ہمارے علماء نے ہنود سے سیکھی۔

تصوف میں بہت سارے ہیں برصغیر میں سید ہجویریؒ کے آنے سے پہلے ملتان اور لاہور پر حشیشین کی حکومت تھی۔ ابوالفتح گیلانی کی حکومت تھی۔ان کے ہوتے ہوئے تصوف میں بہت سارے ایسے Concepts آئے ہیں جو ناقابل برداشت حد تک غلط ہیں۔ان میں سے ایک یہ تصور ہے کہ صوفی یا اللہ کا ولی سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔اسی دعویٰ کے ثبوت کے لیے ایک So-called پیر نے اپنے مرید کو کہا جا اپنی خاتون خانہ سے پوچھ کہ اس کے فلاں جگہ تل ہے کہ نہیں ہے۔وہ گئے اور موصوف نے اپنے مرشد کی یہ صفت بیان کی کہ حضرت کو سب کچھ پتا تھا۔فرمایا میں تو تجھے اس وقت بھی دیکھ رہا تھا جب تو ماں کے پیٹ میں رکھا جا رہا تھا۔پتا نہیں وہ Gynaecologist تھے کہ کیا تھے۔یعنی حیران کن بات یہ ہے کہ بیس بائیس برس کا مرشد پچاس برس کے مرید کو کہہ رہا تھا کہ میں تجھے اس وقت بھی دیکھ رہا تھا جب تو ماں کے پیٹ میں رکھا جا رہا تھا۔یہ غیر معقول ڈرامے سارے حشیشین سے آئے ہیں۔اولیاء کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔آپ بہت بڑے ولی کی Statement سننا چاہتے ہیں۔سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے کہا آپ بندوں کی رہنمائی کس طرح

کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم کسی کی جزا وسزا کے مالک نہیں ہیں۔ ہم تو صرف اتنا کرتے ہیں کہ کسی طالب حق کو اس شاہراہ پر کھڑا کر دیتے ہیں جو اللہ کو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا کوئی کام نہیں ہے۔ قبولیت دعا کی وجہ سے ولایت بڑی مشکوک ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ نے تو اپنے بندوں کی سنی ہے۔ دعائیں قبول ہوں گی مگر دعاؤں کی قبولیت کے وقت مرید کا رخ بدل جاتا ہے۔ مرید غلط سوچوں میں پڑ جاتا ہے۔ دعا کی قبولیت مرشد کو Inherent Right کوئی نہیں دیتی ہے۔ اس کے اندر سے نہیں ہے بلکہ اس کے تعلقات اور محبوبیت کی وجہ سے اللہ اپنے اس بندے کی کوئی بات رد نہیں کرتا ہے۔ وہ تو اللہ اور اس کا تعلق ہے کہ خدا اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات پوری کرتا ہے۔ مگر جس کے حق میں پوری ہوئی وہ استاد کی عزت کرنے کے بجائے اسے الوہیت بخش دیتا ہے۔ اسے خدائی بخش دیتا ہے۔ یہاں تعلیم تصوف کا ایک یہ نقص ہوتا ہے کہ جب آپ پیر و مرشد کی کسی دعا سے کامیابی پا بھی جاتے ہو تو اس کا کوئی استحقاق بندے کو نہیں ہے اور نہ ہی یہ پیر و مرشد کی کوئی قوت ہوتی ہے۔ وہ تو باطن کو خالی کئے بیٹھا ہے۔ قوتوں اور اپنے نفسی لالچ سے گریز کئے بیٹھا ہے۔ نفس تو قوت، ارتکاز اور غلبہ مانگتا ہے اور صوفی تو اس غلبے کے خلاف کوشش کرتا ہے۔ تمام مراقبے، تمام کوشش Telekinesis, Telepathy اور یہ Clairvoyance اور یہ تمام مراقباتی علوم نفس کے حق میں ارتکاز کرتے ہیں نفس کے خلاف نہیں کرتے۔ اس کے برعکس جو اللہ کا دوست ہے وہ اپنے وجود اور اپنے نفس کو اس خیال سے خالی کرنے کی کوشش کر رہا ہے، جو وجاہت اور قوت طلب ہے۔ دونوں کے اصول جدا ہیں۔ صوفی وہ ہے جو اللہ کے حق میں نفس کے خلاف ارتکاز کرتا ہے اور دوسرے وہ ہیں جو نفس کے حق میں خدا کے خلاف ارتکاز کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ Major difference ہے اور کہیں بھی قوتوں کا فریب دے کر تصوف کی بنیاد رکھی نہیں جا سکتی ہے۔ مجھے دورِ حاضر میں Healers اور مکاشفاتی Healer کی کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں نیلی، پیلی، کالی روشنیوں سے علاج کرتا پھروں۔ مجھے کیا ضرورت پڑی کہ میں لوگوں کے ہاتھ پکڑوں اور جیسے ایک اور School of Mysticism ہے کہ آدھی رات کو حضورؐ کے پاس لے جاتے ہیں۔ غالباً حضورؐ کا کوئی اور کام نہیں رہا ہے کہ سوائے وہ ایک School of thought کے مریدوں کی حاضری قبول کریں۔ So-called صوفیا کے منہ سے اتنے خوفناک اور غلط دعویٰ نکلتے ہیں کہ اللہ پناہ دے اور یہ اللہ کے رسولؐ کا کہنا ہے کہ جس نے مجھ پر غلط بات کی۔ من كذب علي فليلج النار (بخاري رقم الحديث ١٠٦) وہ جہنم میں گیا۔

مرید کو دعویٰ میں لذت ملتی ہے۔ مرید اس پیر کو پیر ہی نہیں مانتا جو خرافات کے چار پانچ دعوے نہ کر دے۔ تو قصور کس کا ہوا؟ قصور آپ کا ہے۔ آپ غلط دعوے سے نتائج نکال رہے ہیں۔ آپ کے انتخابات غلط ہیں۔ آپ کی خواہش آپ کی مجبوری بن جاتی ہے۔ آپ کا مسئلہ آپ کی بیماری بن جاتی ہے۔ آپ کو پرواہ نہیں کہ آپ علم کی Judgement کر رہے ہو کہ نہیں۔ آپ کو بس تعویذ اور جادو سے سروکار ہے۔ کمال ہے! آپ پر جادو کیسے ہو سکتا ہے؟ کہیں گے اللہ کے رسولؐ پر ہوا تھا۔ کیسی بات ہے۔ ہر مکر و فریب جادو کے حق میں ایک ہی بات کرتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ پر ہوا تھا مگر کیوں۔ کیا وجہ ہے؟ جادو کیوں ہوا؟ ایک بڑا استاد جیسے تصوف کا کوئی تجربہ قابل بیان نہیں۔ جیسے جو ایک انسان کے باطن پر گزرتی ہے وہ کسی کو بیان نہیں کرتا ہے۔ اگر رسولؐ اللہ سے پوچھا جاتا کہ جادو کیا ہے؟ تو وہ صادق رسولؐ، کیا

Marfat.com

آپ کو غلط بات بتاتے کہ جادو یہ ہے۔ اللہ نے اس استادِ عالی مرتبت کو استادی کی اس صنف میں بھی غیر مکمل نہ رکھا بلکہ اس کے باطن سے جادو گزارا تا کہ پیغمبر دیکھ لے کہ جادو کیا ہے۔ اسکے اثرات کیا ہیں اور لوگوں کو بتا سکے کہ جادو کیا ہے۔ مگر کیا خالی یہاں تک بات رہ گئی۔ اگر انہوں نے آپ کو بتایا ہے کہ جادو کیا ہے؟ ذہن کے اثرات کیا ہیں؟ قلب کیسے بھولتا ہے؟ آپ کو کیا انہوں نے علاج نہیں بتایا؟ کیا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ عرش کے پائے تلے اللہ نے مجھے دو ایسی خوبصورت آیات نورانی عطا فرمائیں کہ جو ابدی دنیا تک جادو کا توڑ ہیں اور وہ الناس اور الفلق ہے۔ آپ پر جادو ہوتا ہے۔ Let me say اگر ہوتا ہے تو الناس اور الفلق پڑھ کے اترتا کیوں نہیں ہے؟ غور کرو کہ اس حماقت کی بنیاد یہ ہے کہ آپ کو اللہ پر اعتبار نہیں ہے۔ آپ اپنے گلی کوچے کے جادوگر کی بات مانتے ہو اللہ کو نہیں مانتے۔ سات مرتبہ الناس اور الفلق پڑھ کے کہہ دیتے Damn with everything. I am not under the spell at all. Nobody can put me under spell. کوئی شخص مجھے جادو کا قیدی نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے اپنے خدا اور رسولؐ کے مطابق عمل کیا ہے۔

آپ کہتے ہو وسوسے بڑے آتے ہیں۔ دماغ ہر وقت آسیب سے بھرا رہتا ہے۔ ناآسودہ خواہشوں کا انبار ہے۔ سیلاب چڑھا ہوا ہے۔ نماز میں کھڑے ہیں۔ وسوسے آ رہے ہیں۔ آپ کو حدیث رسولؐ نے نہیں بتایا کہ جب وساوس بہت بے چین کریں اور اعصاب شکن ہوں تو یہ سیدھی سی بات کھڑے ہو کے کر اور پکار کے کہہ دو کہ اے بدبخت تیری باتوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں۔ میں تیری باتیں نہیں سنتا ہوں۔ مجھے اپنے اللہ اور رسولؐ پر اعتماد ہے۔ جو اللہ اور میرے رسولؐ نے کہا وہ سچ ہے۔

ایسے موقع پر آیات الٰہی کو پلٹنا اخلاص ہے۔ دورِ نبویؐ میں ایک عورت کا بچہ مر گیا تھا اور اس وقت حضورؐ اس عورت کے پاس سے گزرے اور دیکھا کہ وہ چیخ و پکار کر رہی تھی تو فرمایا صبر کر۔ کہا یا رسول اللہؐ! ایسے عالم میں بھی صبر ہوتا ہے۔ تین دن مسلسل شدید رونے دھونے کے بعد جب اس کے آنسوؤں کے صحرا خشک ہو گئے۔ تو وہ عورت بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئی اور کہا رسولؐ اللہ! میں نے صبر کیا۔ فرمایا بھلا اب بھی کوئی صبر ہوتا ہے۔ سارا اسلام فطرت کے عین مطابق ہے۔ آپ سوچتے نہیں ہو کہ یہ لباس آپ پر پورا نہیں اتر رہا ہے۔ یہ مجھ پر Fit نہیں ہے۔ اسلام مجھ پر Fit نہیں ہے۔ اس کے اعمال مجھ پر Fit نہیں ہیں۔ یہ وہ لبادہ ہے جو میرے Size سے بہت چھوٹا یا بہت بڑا ہے۔ مجھ پر صحیح پورا نہیں اتر رہا ہے۔ اگر پورا اترتا تو رب کعبہ کی قسم آپ کو اللہ سے کیوں اور کیسے کوئی گلہ نہیں ہوتا ہے۔

اے محمدؐ وآل محمدؐ! ہم نے تمہیں بزرگ کیا ہے۔ ہم نے تمہیں بزرگی دی۔ و ما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج ۲۲ آیت ۷۸) ہم نے تم پر مذہب میں کوئی سختی نہیں اتاری ہے۔ ہم نے قطعاً تمہارے دین کو تمہارے لیے سخت نہیں رکھا۔ بڑا آسان ہے، اللہ جس چیز کو آسان کہے وہ مشکل کیسے ہو سکتا ہے، یا پھر دورِ حاضر میں شاید اللہ میاں سے اندازے کی غلطی ہو گئی ہے، اور وہ ذرا کم درجے کا Intellectual نکلا ہے اور آج کے American دانشور اس سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ لگتا تو ایسے ہی ہے۔ خیال تو یہ کہتا ہے کہ پروردگارِ عالم آج کی Intellectual Progress سے Impress ہو گیا ہے۔ وہ تو کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہیں بزرگ تر کیا اور میں نے تم پر دین کے حوالے

سے کوئی سختی نہیں رکھی ہے۔ آپ کو دین خانقاہی اور Secular نظام کی وجہ سے مشکل لگتا ہے کہ: ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ (طہ ۲۰ آیت ۲) اے سردار! اے میرے محمدؐ! اے میرے رسولؐ! میں نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا ہے۔ قرآن کو آسانی کیلئے اتارا ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ ہم تک اسلام کا کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے اور اس کا سارا جبر پہنچ رہا ہے۔ ساری شدتیں پہنچ رہی ہیں۔ علماء کا ڈانگ سوٹا پہنچ رہا ہے۔ علماء کی خوف دلانے والی باتیں پہنچ رہی ہیں۔ عذاب وثواب کی داستانیں پہنچ رہی ہیں۔ عذاب قبر پہنچ رہا ہے۔ عذاب برزخ پہنچ رہا ہے، یعنی تمام عذاب پہنچ رہے ہیں، مگر ثواب ایک بھی نہیں پہنچ رہا ہے۔ آسانی ایک بھی نہیں پہنچ رہی ہے۔ مسلمان سانس بھی نہیں لے سکتا۔ مسلمان خاتون سانس بھی نہیں لے سکتی۔ مسلمان مرد کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ ایک طرف سے مولویانہ خوف کا نظام مسلط ہے اور دوسری طرف سے ہندوانہ رسم ورواج اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔ اسلام مسلمان معاشرے میں جلاوطن ہے۔ ہم مسلمان تو ہیں مگر وہ آزاد معاشرہ کہاں گیا۔ وہ طاقتور اور خوبصورت لوگ کہاں گئے۔ ان کی ڈاڑھیاں ان کے حسن اور زینت کا نشان تھیں بدصورتی اور بے ترتیبی کا نہیں تھیں۔ ان کے چہرے اپنے رسولؐ کی طرح چمکتے تھے۔ قتادہؓ نے کہا کہ میرے بال لمبے تھے اور میرے شانوں تک تھے۔ رسولؐ نے مجھے دیکھا اور کہا قتادہؓ اپنے بالوں کی عزت کیا کرو۔ تب سے میں نے اپنے بالوں کی کنگھی دن میں دو دفعہ شروع کر دی۔ آج کے مولوی صاحب کہیں گے کہ بچہ خراب ہو گیا ہے اور بگڑ گیا ہے۔ آج کے دانشور تو کہتے ہیں کہ Michael Jackson کی نقل کر رہا ہے اور Western ہو گیا ہے۔ انہوں نے آپ پر کون سی ایسی بندشیں لگائی ہیں کہ آپ زندگی کو Secularism کی Light میں دیکھنا شروع کر دیتے ہو۔ انہوں نے آپ کی کونسی Liberties curtail کی ہیں؟ مگر مسائل اٹھتے ہیں۔ کیا اللہ میاں نے آپ سے یہ کہا ہے کہ دوسروں کے گلے پڑ جاؤ اور انہیں قتل کر دو یا مقتول ہو جاؤ۔ خدا نے تو نہیں کہا۔ خدا نے کہا ہے کہ اگر دین کی جنگ ہو، تو پھر بھی بہتر اخلاق، بہتر طرز عمل اور بہتر طرز گفتگو اختیار کرو۔ تبلیغ کو بہترین علم سے مشروط کر دیا یعنی اگر تمہارا علم دوسروں سے وسیع اور زیادہ نہ ہو تو تبلیغ نہ کرو لیکن آجکل یہی ہو رہا ہے۔ ہمارا مخاطب Better informed ہے اور ہم سے بہتر علوم کی آگاہی و شناخت رکھتا ہے۔ ہمارے دانشور کہیں گے کہ زمین چپٹی ہے اور ان کا مفکر کہے گا زمین گول ہے۔ ہمیں شرمندگی ہو گی کہ ہمارے بڑے بڑے داناؤں نے غلط بات کی ہے۔ علم چاہیے۔ علم کے بغیر بحث قطعاً نہیں ہو سکتی ہے۔ صرف علم نہیں، اندازِ گفتگو بھی شائستہ اور دل پذیر ہونا چاہیے اور بات دل نشین ہونی چاہیے۔ یہ ایک Additional وصف ہے۔ ادع الی سبیل ربک با لحکمة و الموعظة الحسنة (النحل ۱۶ آیت ۱۲۶) ''و جادلھم بالتی ھی احسن (النحل ۱۶ آیت ۱۲۶) اور خبردار بحث ومباحث میں منافقانہ طرز عمل نہ اختیار کرو۔ تلخی نہ کرو۔ تحمل سے سنو۔ تحمل سے جواب دو۔ عقل کی سنو عقل سے جواب دو۔ دلیل کی سنو دلیل سے جواب دو کیونکہ تمہارے پروردگار کو سب سے اچھی چیز علم وعقل اور دلیل لگتی ہے اور پروردگار نے فرمایا۔ لیھلک من ھلک عن بینة (الانفال ۸ آیت ۴۲) جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا۔ ویحیی من حی عن بینة (الانفال ۸ آیت ۴۲) جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔ اور بے شک اللہ سننے والا ہے، علم والا ہے۔ و ان اللہ لسمیع علیم (الانفال ۸ آیت ۴۲)

Marfat.com

اور اس کو صوفی نہیں مانا جا سکتا ہے جس نے تلاش علم اور تکمیل علم نہ کی ہو اور جو شناخت وجود اور شناخت غیب نہ رکھتا ہو۔ مختصراً میں آپ کو آخری جملہ سیدنا خواجہ مہر علیؒ کا سناتا ہوں جو ہمارے علاقے کے آخری Learned صوفی تھے۔ انہوں نے وجود و شہود پر گفتگو ختم کی اور آخر میں ایک بہت خوبصورت بات کہی کہ یہ سب کچھ بحث لا طائل ہے، اس سے خدا نہیں ملتا۔ ہم یہ اس لیے سیکھتے اور جانتے ہیں کہ کوئی دوسرا ہماری دلیل پر غالب نہ آ جائے کیونکہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو منطق اور فلسفہ لیے پھرتے ہیں اور یہ نہ ہو کہ ہمارا ذہن ان سے مغلوب ہو جائے اور تلاش خداوند میں کمی آ جائے، تو جمع و وحدت کے آخری حصے میں سن رکھ کہ یہ صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔ اصل وہی ہے کہ اخلاص اور توجہ اور جد و جہد علم ہی آخری ہے اور فرمایا کہ اللہ کو اگر جاننا ہو تو تھوڑی بہت تمام علوم سے واقفیت حاصل کر۔ تا کہ تو اللہ کو بہتر جان سکے اور کوئی گوشہ علم مستور نہ رہ جائے۔ سیدنا خواجہ مہر علیؒ سے ایک ہندو وجود و شہود پر گفتگو کرنے آیا۔ ایک طویل گفتگو کے بعد خواجہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجود و شہود کا علم تصوف کے لیے ضروری ہے۔ کہا نہیں قطعاً نہیں۔ یہ تو اس لیے ہے کہ غیر اقوام کے لوگ ہمیں Intellectually کم تر نہ سمجھیں۔ یہ ان کے جواب کے لیے ہے۔

در جواب آں شکاراں در جواب نازک خیالاں

وما علینا الا البلاغ المبین

Marfat.com

سوالات و جوابات

گناہوں سے اجتناب کی تلقین!

سوال: کیا قبر کا وجود نہیں ہے؟ گناہوں پر سزا نہیں ملے گی۔ مولوی حضرات یہی تو کہتے ہیں کہ گناہوں سے بچو کیونکہ ان کی سزا ملے گی۔

جواب: بڑا خوبصورت سوال ہے۔ خوف انسان کی مستحکم شخصیت کو بھی توڑ دیتا ہے۔ اگر آپ نے بہت سے بیمار یا آسیب کے شکار دیکھے ہوں یا So-called جنات کے شکار لوگ دیکھے ہوں جن کی Average ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ بڑھ رہی ہے۔ یہ سارے کرشمے خوف کے ہیں۔ اور کیا یہ مناسب ہے کہ ہم خدا کی طرف سے ان کے درمیان خوف ہی بانٹتے پھریں۔ مناسب یہ ہے کہ خوف نہیں فہمائش کی جائے، فہمائش اور خوف میں بہت فرق ہے۔ اگر ہم انسان کے خمیر میں Guilt بھر دیں گے اور احساسِ گناہ کے علاوہ اور کچھ نہیں بھریں گے تو وہ ایک بہت بڑا آسیب بن جائے گا۔ ایک بہت بڑے ولی اللہ کی وفات ہوگئی۔ وہ خود بھی ڈرتے رہتے تھے اور لوگوں کو بھی ڈراتے رہتے تھے۔ کانپتے کانپتے اللہ کے حضور گئے تو اللہ نے کہا مجھ سے کیا مانگتے ہو۔ جو چیز تم نے میرے بارے میں متصور کی اسی پر رہو۔ اب یہاں بھی ڈرتے رہو۔ بات یہ ہے کہ جو Approach اللہ نے دی ہے۔ وہ Approach آپ کیوں دینے کی کوشش کرتے ہو۔ رسول اللہ نذیر تھے۔ وہ ڈرانے والے تھے مگر کس کو۔ آپ غور کیجئے کہ قرآن کی تمام آیاتِ عذاب کس کے لیے اتری ہیں؟ میں جو بات کرر ہا ہوں ذرا غور سے سنیئے کہ قرآن کی تمام عذاب کی آیات کافروں کے لیے مکہ میں اتری ہیں۔ پھر آپ نے مکہ میں کتنے لوگوں کو عذاب یافتہ دیکھا۔ کتنے لوگوں کی بخشش دیکھی۔ فتح مکہ والے دن ایک ہلکی سی تسلیم ربانی کے بعد آپ نے کتنے لوگوں کو اس عذاب کا شکار پایا۔ وہ آیات الٰہی جو ان کافروں کے لئے اتری تھیں جن میں ان کو جہنم سے ڈرایا گیا تھا اور ان کو اسفل ترین طبقوں کی خبر دی گئی اور ایک پورے شہر کو دی گئی تھی تو کتنے لوگوں نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا مگر ایک دن میں ایک لمحے میں خدا کی رحمت جوش میں آئی اور مکہ کے تمام لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا، ان کی بخشش اور رحمت کا اعلان

Marfat.com

ہو گیا۔سوال یہ ہے کہ ہم تھوڑے سے بہکے اور بگڑے ہوئے ضرور ہیں لیکن مسلمان تو ہیں۔اس لیے کم از کم نجات سے دور نہیں ہیں۔اور وجہ نجات کیا ہے؟ کیا آپ بخاری اور مسلم کی وہ حدیث بھول گئے ہیں جو حضرت ابو ذر غفاریؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کو دل سے اللہ مانا اور لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ کہا اس پر نار دوزخ حرام کر دی گئی۔اس کے بعد بھی اللہ پر ایسا گمان رکھو گے۔آپ اور ان علماء کے گمان سے زیادہ اُس بدو کا گمان زیادہ خوبصورت تھا کہ جو اللہ کے رسولؐ کے یہاں حاضر ہوئے اور کہا یارسولؐ اللہ! قیامت کے دن حساب کون لے گا۔فرمایا اللہ خود۔وہ ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔تو اللہ کے رسولؐ نے کہا بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات تھی۔اس کو واپس بلاؤ۔جب اسے واپس بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تم اس بات سے کیوں ہنسے کہ اللہ قیامت کے دن حساب لے گا، تو کہا یارسول اللہ! ہم نے زمین پر دیکھا ہے کہ جب کوئی عالی ظرف حساب لیتا ہے تو بہت نرمی کرتا ہے پھر اللہ سے بڑا کون عالی ظرف ہے۔رسول اللہؐ نے فرمایا کہ دیکھو اس بدو کا گمان اللہ پر کتنا اچھا ہے۔یعنی آپ ملاحظہ فرمایئے کہ حدیث رسول اللہؐ ہے کہ اللہ پر اچھا گمان رکھو اور اگر زندگی میں نہیں تو کم از کم مرتے ہوئے تو اچھا گمان رکھو۔اگر آپ اللہ پر گمان اچھا نہیں رکھ سکتے تو ایسا بھی نہ رکھیں، آپ کے علماء اس بد سے بھی گئے گزرے ہیں، یعنی خدا سے اتنا ڈرانا کہ خدا سے دوری پیدا کر دے ڈر، خوف اور خشیت کا مطلب جدا ہے۔علماء حضرات خشیت پیدا کرنے کے زعم میں ایک نفسیاتی عارضہ اور خوف پیدا کر دیتے ہیں، جس کی اسلام اور مذہب میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو مسلمان کے دل میں اس وقت ہو کہ اس کے اعمال اُسے اللہ سے دور کر دیں گے۔اس کا مطلب بے جا لرزنا، کانپنا اور دوزخ سے ڈرنا نہیں ہے۔اس ذہن میں تو دوزخ اور جنت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جو اپنے اللہ کو چاہنے والا ہے۔آپ کو ایک اور حدیث سناؤں پھر یہ خوف کہاں جائے گا۔اللہ نے فرمایا جبرائیل سے کہ دیکھ اس شخص نے گناہ کیا ہے۔اس سے پوچھ کہ یہ کیا چاہتا ہے۔جبرائیل نے کہا یا اللہ! اُس نے یہ گناہ کیا ہے اور توبہ کر رہا ہے اور آپ سے بخشش چاہتا ہے۔اللہ نے کہا کہ جبرائیل اسے پتا ہے کہ میں گناہ کے بعد اس کو بخشنے والا ہوں۔تو جبرائیل نے کہا کہ اے پروردگار! اس کو پتا ہے کہ گناہ کو کوئی بخشنے والا ہے۔کہا جبرائیل اسے کہہ دو کہ میں نے اسے معاف کیا۔کچھ عرصے کے بعد اس آدمی نے پھر گناہ کیا اور جبرائیل پھر حاضر ہوئے کہ اے پروردگار! اس نے پھر گناہ کیا ہے اور پھر توبہ کر رہا ہے۔اللہ نے کہا اس کو تو پکا پتا ہے۔اس نے پھر گناہ کیا پھر مجھ سے بخشش مانگ رہا ہے۔اس کو پتا ہے کہ میں بخشنے والا ہوں۔اس کو تو اچھی طرح پتا ہے۔اس سے کہو کہ میں نے اسے معاف کیا۔جب اس نے تیسری دفعہ گناہ کیا تو جبرائیل بھی چڑ گئے اور کہا پروردگار! یہ تو پھر گناہ کر رہا ہے اور پھر توبہ کر رہا ہے۔جبرائیل اس کو تو بڑا پکا پتا ہے کہ میں ہی بخشنے والا ہوں۔اس کو کہو جو مرضی کرے میں نے اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ گناہ کرنے کی Sanction ہے۔یہ گناہ کرنے کی Sanction نہیں ہے۔یہ Return ہے۔

There is no point of return for a Muslim.No! there is no dead end.

مسلمان کیلئے کوئی Blind Alley نہیں ہے، جسے اللہ پر سچے دل سے اعتبار ہے۔جس نے دل سے ایک مرتبہ ''لا الہ

Marfat.com

الاالله محمد رسول الله'' کہا اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی۔ مگر میں نے آپ سے پہلے کہا تھا کہ جس دل میں ذرا سا اخلاص موجود ہے اس کو تصرفات ضرور ہوں گے۔ اس کو ندامت ضرور ہو گی مگر ہر آدمی اپنے گناہ پر فوری طور پر قابو نہیں پا سکتا۔

حضرت امام زین العابدینؒ کا قول ہے کہ توبہ آسان ہے اور ترک گناہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ یہ بار بار سرزد ہونے والی جبلت ہے۔ جبلتیں اتنی طاقتور ہوتی ہیں کہ یہ ندامت اور غصے کے باوجود وہی حرکت دوبارہ کر بیٹھتی ہیں۔ یہ Scientific اصول ہے کہ جب بار بار تصرفات آئیں گے تو آپ کی Resistance مضبوط ہو گی اور پندرہ بیس گناہ کے بعد آپ کا دل یہ کہے گا کہ بس بھئی اب میں اور گناہ نہیں کرنا چاہتا اور اللہ کے فضل و کرم سے آپ اپنی اس خطا پہ قابو پائیں گے۔ ظاہری اعتبار سے تو شرع ان Witnesses کے لیے ہے۔ اگر آپ پردہ پوش ہو۔ اللہ نے کہا اے شخص تو نے گناہ کیا اور چھپایا۔ میں نے بھی چھپا دیا۔ تو نے فلاں جگہ گناہ کیا اور چھپایا۔ میں نے بھی اسے چھپا دیا۔ میں اس گناہ کا کیا کروں جس کا تو نے اشتہار خود لگایا۔ جس کو تم نے خود دس ہزار لوگوں میں بیان کر دیا۔ تو وہ شرع کی حدود میں آ گیا۔ جو چیز Witnesses کی حدود میں آ گئی اس کی سزا ضرور دی جائے گی۔ مگر کیا شرع سزا دے کر آپ کو مطلق مجرم قرار دیتی ہے۔ قطعاً نہیں۔ جب ایک سنگسار کردہ شخص کی اصحابؓ نے بدتعریفی کی تو اللہ کے رسولؐ نے سختی سے منع کیا اور کہا یہ اللہ کے حضور پاک باز ہو کے پہنچا ہے۔ اس نے اپنی سزا پالی ہے اور اس کے گناہ دھل گئے ہیں اور یہ بخش دیا گیا ہے۔

میرا یہ اعتراض ہے Academic لوگوں پر کہ آپ وہی اصول اپنے اوپر کیوں لاگو نہیں کرتے جو لوگوں پر کرتے ہیں۔ جو عذاب آپ لوگوں کو سناتے ہیں اپنے لیے کیوں نہیں سمجھتے۔ علماء کی اس جماعت سے ایک سوال پوچھوں گا۔ تمام علمائے حاضر نے امریکہ کو ظالم، سرکش اور دجال کہا اور ہمارے محترم صدر دجال کا ساتھ دے رہے ہیں اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ سارا پاکستان اس بات پر Convinced ہے کہ امریکہ جس کو علماء دجال کہتے ہیں ہم اس کے سب سے بڑے اتحادی ہیں اور ہمارے صدر کے سب سے بڑے حمایتی MMA والے ہیں۔ بدقسمتی سے MMA جسے خود دجال کہہ رہی ہے، اسی کی ساتھی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی ترجیحات کیا ہیں۔ علمائے مذہب کبھی ایک نہیں ہوئے، سیاست اور اقتدار پر ضرور جمع ہو جاتے ہیں۔ مذہب کے نام پر کبھی اکٹھے نہیں ہوتے ہیں۔ ان کی Priorities کیا ہیں؟ مذہب کا مقصد کیا ہے؟ آپ ہمیشہ تقسیم ہوئے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو بانٹا اور تقسیم کیا لیکن جب سیاست و اقتدار میں کسی آمر یا بادشاہ کی حمایت اور حکومت اختیار کرنے کا وقت آیا تو آپ اکٹھے ہو گئے۔ کیا علماء سے اس قسم کی Priorities کی توقع ہو سکتی ہے؟ کیا اسلام کی تبلیغ کا یہی سلیقہ ہے؟ کیا یہی تاثرات ہیں جو لوگوں تک پہنچتے ہیں کہ یہ لوگ اتنے سچے ہیں، Honest ہیں تو یہ سوال ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اس طرح آپ اپنے نفاق سے نہیں بچ سکتے۔ اگر آپ اپنے جنون سے نہیں بچ سکتے تو غریب لوگوں کو کیوں عذاب دیتے پھرتے ہو۔ ہم پر 19 فرشتے جہنم کے آپ نے لگا رکھے ہیں۔ ہم پر کوئی رحمت کا فرشتہ ہی نظر آتا، کوئی کرم گستری اور کوئی نوازش ربانی ہی ہوتی، تو پھر آپ مجھے بتائیں کہ آپ کیسے کسی کو جہنم سے ڈرا سکتے ہیں۔ یہ تو صرف اللہ کے رسولؐ کا کام تھا۔ ان کے بارے میں کسی کو شبہ نہیں کہ وہ اعلیٰ ترین

Marfat.com

خلائق پروردگار میں سے تھے۔آپ اگر مجھے کہیں کہ میں جہنمی ہوں یا جنتی ہوں تو ان کو تو پتا ہے۔ان کو خدا کے حضور سے علم ہے مگر مجھے کیا پتا، میں کیسے کسی کو جہنم سے ڈرا سکتا ہوں کہ مجھے خود پتا نہیں ہے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔جب تک کہ مجھ پر اپنی زندگی کی حد ختم نہیں ہوتی، میں اپنے آپ کو کیسے جنتی Declare کر سکتا ہوں۔میں اپنے آپ کو کیسے نجات دہندہ Declare کر سکتا ہوں۔یہ تو آج کی بات ہے۔اس شخص کو دیکھئے کہ خیبر میں جس کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے کہا کہ آج میں علم اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کو اللہ اور رسولؐ سے محبت ہے اور جس سے اللہ اور رسولؐ کو بھی محبت ہے۔جناب علی مرتضیٰؓ کی جب شہادت کا وقت آیا، جب خنجر لگا تو آپ نے کہا خدا کی قسم آج میں کامیاب ہوا۔کیا اس سے پہلے وہ نجات یافتہ نہیں تھے مگر انہوں نے تو کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ہمارے ہاں تو یہ عالم ہے کہ لوگ چھوٹی چھوٹی مساجد کے ملا بھی نجات یافتہ سمجھتے ہیں مگر یہ صحابی، کبیر جو عشرۂ مبشرہ میں سے تھے اور اللہ کے رسولؐ سے جن کو بے حد محبت ہے اور جن کے بارے میں اللہ کے رسول فرماتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان سے از حد محبت ہے۔وہ بھی اپنے آخری دم میں یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا کی قسم میں آج کامیاب ہوا۔جب یہ قرآن کی آیت اتری کہ و اعبد ربک حتی یا تیک الیقین (الحجر ۱۵ آیت ۹۹) عبادت کئے جاحتیٰ کہ تو یقین تک پہنچے۔تو تمام اصحاب نے یقین کا ترجمہ موت ہی کیا کہ اس وقت تک کوئی بندہ یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں کامیاب ہوں، میں جنتی ہوں جب تک کہ اس کا لمحۂ آخر نہ آجائے اور کیا خوبصورت دعا ہے۔اللہ کے رسولؐ نے مرتے ہوئے بندوں کو عطا کی کہ جب موت کے قریب پہنچو تو دعا مانگو اور اس لیے ہم کہتے ہیں کہ آپ کا کام ڈرانا نہیں ہے۔لوگوں کو محبت، شفقت اور اُنس سے اللہ کی طرف بلاؤ۔اپنی مثال سے تاکہ لوگ آپ کو دیکھیں اور سمجھیں کہ واقعی خدا اور رسول اللہؐ کے بندوں، مفکروں، مفسروں اور محدثوں کا یہ کردار ہوتا ہے۔پھر آپ کو لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے!

سوال: دعا کیسے تقدیر کو تبدیل کر سکتی ہے؟ یہ بات بے شمار لوگوں کے درمیان الجھن اور پریشانی کا سبب ہے۔

جواب: میں حال ہی میں جہلم اس موضوع پر تقریر کر کے پلٹا ہوں۔میں نے جیسے آپ سے کہا ہے کہ ہر چیز میں اللہ نے Exception رکھی ہے۔نماز سب سے لازم ہے۔نماز میں 32 قوانین میں استثنا ہیں۔بیمار، مسافر اور زخمی کو استثنا ہے، نماز میں اور تمام شرعی قوانین میں استثنا موجود ہیں۔قتل میں استثنا موجود ہے، دنیا کا کوئی قانون قاتل کو معاف نہیں کرتا مگر اس میں بھی خدا نے رعایت اور معافی کی استثنا رکھ دی ہے۔مگر دعا سب سے بڑی Exception ہے۔دعا مطلق جبر کی Condition میں اور لوح محفوظ کے Master plan میں ایک Exception ہے۔اور دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مؤثر اور بڑا ہتھیار ہے۔دعا اجل کو روکتی اور اسے نرم کرتی ہے، دعا زندگی اور رزق بڑھاتی ہے۔اس کا ایک Total اور Firm pattern ہے۔خدا دعا کے بارے میں اپنے Exceptional اختیارات استعمال کرتا ہے۔خدا نے پوری کائنات کو جبر مطلق کا قیدی کرنے کے بعد اس پر بھی ایک گنجائش رکھ دی جو دعا ہے کہ میں جب اور جس وقت چاہوں

Marfat.com

تمہارے مقدر میں تبدیلی کر سکتا ہوں۔ دیکھئے حضرت زکریاؑ ساڑھے تین سو برس کی عمر میں دعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ مجھے وارث آلِ داؤد عطا کر۔ اللہ نے کہا: ''هنالک دعا زكريا ربه قال رب هب لي من لدنك ذرية طيبة انك سميع الدعآء ☆ فنادته الملئكة و هو قائم يصلي في المحراب (آل عمران ۳ آیت ۳۸،۳۹) جب وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے تو جبریل امین آئے کہ خدا نے آپ کی دعا سن لی۔ آپ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ کہا کیسے، انی یکون لی غلٰم اب دیکھئے جواب بھی مانگ رہے ہیں، کہا کیسے، و قد بلغني الكبر و امراتي عاقر۔ میں بہت بوڑھا اور ضعیف ہوں اور میری بیوی مجھ سے بھی گئی گزری اور اس کے تمام آثار پیدائش ختم ہیں۔ Menopause ہو گیا، مدتیں گزر گئیں، .She cannot create a child تو کیسے؟ تو اللہ نے کیا کمال کی بات کی ہے کہ اِدھر دعا کی جارہی ہے کہ بیٹا دو۔ اُدھر پوچھا جارہا ہے کہ کیسے؟ قال كذلك الله يفعل ما يشاء (آل عمران ۳ آیت ۴۰) ''اے مرے پیغمبر! تُو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔ تیری دعا کے جواب میں ہم نے Exception Create کر دی ہے۔ ہم نے قبول کیا اور یحیٰی کی صورت میں تجھے بیٹا دیا۔ ایسا بیٹا جس کا نام بھی پہلے کسی نے نہ رکھا ہو۔ یقین جانیے کہ دعا سے محرومی انسان کی سب سے بڑی محرومی ہے اور اللہ کا قول ہے کہ جو شخص دعا نہیں مانگتا خدا اس کو متکبر سمجھتا ہے اور خدا غصے کا اظہار کرتا ہے۔ ہم نے بڑے بڑے متکبر دیکھے ہیں کہ ہم تو کبھی دعا نہیں کرتے۔ بھلا کیوں جی آپ رئیس ہو۔ ایک فقیر کا کام دعا مانگنے کے سوا کیا ہے۔ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے مانگنے والا Declare نہیں کیا۔ ہمیں اللہ نے فقیر کہا ہوا ہے اور وہ غنی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں، میں مال و اسباب والا ہوں۔ یا يها الناس انتم الفقرآء الى الله، والله هو الغني الحميد (فاطر ۳۵ آیت ۱۵) تم سب فقیر ہو۔ غریب بھک منگے۔ کیا آپ کو اللہ کے حضور اپنے آپ کو فقیر سمجھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیا فقیر کا کام صدا دینا نہیں ہے۔ کیا فقیر پکار کے نہیں مانگتا۔ ہمارا تو کام پکار کے مانگنا ہے۔ تم اس سے غیرت کرو گے، تو پھر تمہیں کون دے گا؟ اس لیے اللہ کے حضور Proper frame of work میں دعا مانگنا ہے۔ چاہے آپ کسی Professional فقیر کی طرح مانگو۔ دیکھو آپ بھی تھوڑے سے Professional فقیر کی طرح بنو۔ ہمارے مولوی تو بڑے عرصے سے Professional ہیں۔ اتنی لمبی لمبی اور اتنی عجیب و غریب دعائیں، مرنے پر دعائیں، جینے پر دعائیں اور ان دعاؤں کے نتائج مشکوک ہو جاتے ہیں۔ میں تبلیغ والوں کو کہتا ہوں اتنی رقت آمیز دعائیں! ایسی Professional کہ بیس لاکھ زائرین دعا مانگ رہے ہیں۔ رو رہے ہیں، پیٹ رہے ہیں اور کتنے سچے ہیں یہ کہ جب سے دعا مانگنی شروع کی ہے پاکستان کا حال اور خراب ہو گیا ہے۔ ان سے پوچھنا چاہیے کہ خدا کے بندو ایک آدمی کی دعا سے کائنات کا رخ بدل جاتا ہے۔ ایک آدمی کی دعا سے حالات بدل جاتے ہیں۔ ایک آدمی کی دعا سے بارش برس پڑتی ہے۔ اللہ نے فرمایا وہ جو مجھے صبح و شام یاد کرنے والا ہے، میں اس کی حرکات اور نظر بن جاتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر خدا اس بندے کی دعا سے بارش برساتا ہے۔ رزق کی افراط ہو جاتی ہے۔ ادھر بیس لاکھ میں ایک یا نصف بھی ایسا نہیں۔ یہی Academic کا المیہ ہے۔ تمام تعلیم اخلاص سے ہی خالی ہے۔ وہ اخلاص کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کہا کہ ٹھیک ہے تو میرے بندوں کو گمراہ کرے گا، بہکائے گا، بھٹکائے گا مگر اتنا یاد رکھ الا

Marfat.com

عباد الله المخلصين (الصفت ۳۷ آیت ۴۰) کہ تیرا ان لوگوں پر بس نہیں چلے گا جن کے دل میں میرے لیے ذرہ برابر بھی اخلاص موجود ہے۔

مسلک کی نشاندہی ضروری ہے

سوال: آپ کا مسلک کیا ہے؟ آپ سُنّی، شیعہ، حنفی یا مالکی ہیں؟

جواب: میں مسلمان ہوں اور کوشش کر رہا ہوں کہ درجہ ایمان تک پہنچوں۔ جب سے میں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی ہے کہ ان الذين فرقوا دينهم (الانعام ۶ آیت ۱۵۹) جن لوگوں نے اپنے دین میں فرق کیا وکانوا شيعاً (الانعام ۶ آیت ۱۵۹) وہ گروہ بن گئے شیطان کے۔ لست منهم (الانعام ۶ آیت ۱۵۹) اے پیغمبر! تو ان میں سے نہیں ہے۔ اس کے بعد مجھے گروہوں میں جانے کی ہمت ہی نہیں ہوئی ہے۔ صرف اللہ اور اس کے رسول کو ماننے اور اسکے دوستوں سے محبت کرنے والا ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ میرے بارے میں جو بھی کوئی پرسش کرے تو میں یہ کہہ سکوں کہ میں مسلمان پیدا ہوا ہوں اور مسلمان مروں۔ That's all۔

روح کی اقسام کا جائزہ!

سوال: روح کی کتنی قسمیں ہیں؟ از راہ کرم ان کی وضاحت کریں۔

جواب: روح اقسام میں نہیں بلکہ نوعیت میں بانٹی جاتی ہے اور اللہ نے باقی ذی حیات کے بارے میں روح کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اگرچہ وحی کا لفظ استعمال کیا جیسے شہد کی مکھی کو وحی اور پتھروں اور چٹانوں سے بات کی، پتھروں اور چٹانوں میں کسی خفیف قلب کی نشاندہی بھی کی ہے۔ جیسے اللہ نے قرآن پاک میں کہا کہ کچھ پتھر ایسے ہیں جو خشیت الٰہی سے رو پڑتے ہیں اور کچھ پتھر ایسے ہیں کہ جن کے دل پھٹ جاتے ہیں۔ و ان من الحجارة لما يتفجر منه الانهر وان منها لما يشقق فيخرج منه المآء ان منها لما يهبط من خشية الله (البقرة ۲ آیت ۷۴) مگر انکے بارے میں روح کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ روح کا لفظ صرف انسانوں کے بارے میں استعمال کیا ہے اور انسانوں کے بارے میں روح کا لفظ کثرت سے استعمال کیا اور ملائکہ میں صرف ایک ملک کو خطاب روح دیا اور وہ حضرت جبرائیل امین ہیں، شب قدر کو انکا نزول اور روح الامین انکا خطاب ہے۔ یہ بہت بڑا کائناتی اور افلاکی Department ہے۔ جس میں باقاعدہ ارواح ترتیب پاتی ہیں۔ ان کی Arrangements ہوتی ہیں اور اس کو کسی بدن میں رکھا جاتا ہے اور کسی سے نکالی جاتی ہیں۔ اس پورے Department کے Incharge جبرائیل امین ہیں۔ اس کی قسمیں اس سے نہیں کی جاسکتیں، کیونکہ بتانا مشکل ہو جاتا ہے کہ جانوروں میں روح اسفل ہے۔ اور انسانوں میں افضل ہے یا پتھروں میں روح جامد ہے۔ روح کو چونکہ غور و فکر سے ممیز کیا اور روح ہی میں عقل کا وجود رکھا، اس لئے یہ Chip بڑی مخصوص ہے اور صرف انسان میں ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

آرزوؤں کی تکمیل کے لیے تسبیح!

سوال: اگر انسان کو کوئی انسان پسند آجائے اور وہ اسے اپنانا چاہے اور نیت بھی نیک ہو تو اسے کیا پڑھنا چاہیے؟

جواب: اس کے دو پہلو ہیں۔ میرا جواب مرد اور عورت کے لیے تھوڑا سا جدا ہے۔ اس لیے کہ عورت کو اللہ نے انتخابِ حق دیا ہے اور ولی کو Advice کی گئی ہے کہ آپ انکے انتخاب میں حائل نہ ہوں۔ میں آپ سے جیسے کہہ رہا تھا کہ ہمیں اسلام کے Disadvantage بہت پہنچے اور Advantage کوئی نہیں پہنچا ہے۔ اگر کوئی خاتون انتخاب کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہم تو اس خاتون کے ساتھ ہوتے ہیں۔ دعا بھی دیتے ہیں اور یا ولی یا والی کی تسبیح بھی دیتے ہیں تا کہ یہاں جو کچھ بھی ہو، وہ جائز اور حلال طریقے سے اپنے مقاصد تک پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا کہ عقل اور عالی ظرفی سے کام لیں اور اس میں کوئی رکاوٹ آئے گی تو اس کو حریفِ خداوند سمجھا جائے گا۔ تو قانون اللہ نے یہ بنایا: و عسٰی ان تکر ھوا شیأ وھو خیر لکم (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) کہ جس چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اس میں خیر ہوتی ہے۔ و عسٰی ان تحبو شیأ وھو شر لکم (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) اور جس چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے۔ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرة ۲ آیت ۲۱۶) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ لہٰذا مردوں کے لئے Advice ہے کہ وہ Commit نہ کیا کریں اور اگر کسی خاتون کے ساتھ Commit کریں تو پھر اس کو نبھائیں کیونکہ Commit کرنے کے بعد کسی کا ساتھ چھوڑ دینا انتہائی ناقص بات ہے۔ آج کل ہوتا یہ ہے کہ توجہات کے ساتھ، پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے معاملے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر مرد بڑی آسانی سے اماں کا یا ابا کا بہانہ بنا کر یا معاشرتی Excuse کر کے اس Insecure عورت کو رستے میں چھوڑ کے بھاگ جاتے ہیں۔ میں اس معاشرے میں مرد پر زیادہ Responsibility رکھتا ہوں کہ اس کو سوچ سمجھ کے یہ قدم اٹھانا چاہیے اور اس کمزور مخلوق کے ساتھ جو بھی Commit کرو پھر اسے ہر قیمت پر نبھاؤ۔ ان کو میں کچھ اور Suggest نہیں کرتا۔ میں ان کو صرف یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے جو عہد کیا ہے اسے پورا کریں۔ یا ایھا الذین امنوا او فوا بالعقود (المائدہ ۵ آیت ۱) اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو اور کسی معصوم کو دھوکا دو اور خود بھی اپنے آپ کو عقیدت والدین کا بہانہ بنا کے دھوکا نہ دو۔ یا تو پہلے ہی یہ کام نہ کرنا تھا اگر کرتے ہو تو پورا کرو۔

عید میلاد النبیؐ منانے کا شرعی جواز!

سوال: عید میلاد النبیؐ منائی جاتی ہے۔ اس کی تاریخی اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: جب دو گروپ آپس میں ضد کرتے ہیں، لڑتے ہیں اور جھگڑتے ہیں تو تمام معاملے فسق و فجور کی نذر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً میں نے اپنے شہر میں دیکھا کہ جب عید میلاد النبی کا جلوس گزر رہا تھا تو دیوبندی کی مسجد سے مسلسل ایک ٹیپ چل رہی تھی۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم میں نے غور کیا، کوئی بھی دیوبندی نظر نہیں آ رہا مگر Tape چل رہی تھی۔ بات یہ ہے کہ سال منانے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر عید میلاد منانے پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو بڑا احمق ہے کیونکہ دورِ حاضر میں جیسے لوگ سال گرہ مناتے ہیں ایسے ہی اس Function کے بارے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ آپ

کی پیدائش مبارک سے بڑی کیا خوشی ہوگی۔ میں نے آپ کو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا قول بتایا ہے کہ فرمایا جب سے رسول اللہؐ گزر گئے ہیں کوئی غم غم ہی نہیں لگتا ہے اور جب ہم پھر رسول اللہؐ کے آنے کا سوچتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ کوئی اور ایسی خوشی نہیں ہے جیسے کہ ہمارے پیغمبر کے آنے کی خوشی ہے۔ سب سے بڑی خوشی تو شکر گزاری کی ہے کہ اگر آج رسولؐ نہ آتے تو ہم خدا سے کتنے دور، کتنے مایوس اور کتنے جاہلانہ Pattern میں ہوتے۔ لہٰذا جو شخص اس شکر گزاری کا حامل نہیں ہے۔ اور اللہ کے رسول کی پیدائش پر خوشی کا اظہار نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ناشکر گزار ہے اور مسلمان ہونے کا حقدار نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پیدائش مبارک کا یہ دن بارہ ربیع الاوّل مسلمانوں کے بجائے Christians نے مرتب کیا ہے۔ آج عالم اسلام میں Christians کی دی ہوئی تاریخ پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ سو ہمیں جب پتا ہی لگ گیا کہ یہ یوم میلاد رسولؐ ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ اس پر اللہ کا شکر بجالانا اور رسولؐ کی مدح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب چونکہ زمانہ ایسا ہو گیا ہے کہ آپ ہر روز میلاد منا نہیں سکتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ آپ ساری عمر اس شکر میں گزار دو تو بھی کم ہے کہ اللہ کے رسول آئے اور ہمیں نجات بخشی۔ مگر آپ دیکھو کہ لوگ کتنے چھوٹے چھوٹے Questions اس وقت بناتے تھے کہ مدینہ میں پہلے رسولؐ تشریف لائے اور مدینہ کی لڑکیوں نے پہاڑی پر چڑھ کر رستے میں استقبالیہ پھول برسائے، دف بجائے، گیت گائے۔ یہ پیدائش کا نہیں، آمد رسولؐ کا جشن ہے یعنی مدینے میں داخل ہوئے تو مدینہ کی لڑکیوں نے گیت گائے۔ استقبال کیا۔ دفیں بجائیں کہ

طلع البدر علینا من ثنیة الوادع

وجب الشکر علین مادعا لله داعی

ہم پر اللہ کے رسولؐ کے آنے کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگتے رہیں کہ پہاڑ کی گھاٹیوں سے آپ کا چہرہ مبارک آفتاب کی طرح طلوع ہوا۔ چاند کی طرح طلوع ہوا، پورے چاند کی طرح اور ہم پر لازم ہے کہ حضورؐ کی آمد پر ہم جشن منائیں۔ گیت گائیں۔ خدا کا شکر ادا کریں کہ دف منسوخ نہ ہوئی۔ گیت کا برا نہیں منایا گیا۔ اللہ کو پسند ہوا۔ رسول اللہؐ کو پسند ہوا۔ تو اگر مدینے کی بالیاں، بچے، بوڑھے آمد رسولؐ کا جشن گا کے منا سکتے ہیں تو آج بھی یہ امتِ مسلمہ کا حق ہے۔ دیکھئے Christians نے اپنے پیغمبر کی ایک ایک چیز محفوظ رکھی ہے۔ یوم پیدائش، Easter آپ انکے اگر تہوار دیکھیں تو اللہ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں سارے کے سارے تہوار جناب حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

All the main events of Christianity are related to their prophet.

اور ہمارا یہ خیال ہے کہ ہمیں اس بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ آپ خوشی منائیے مگر مسلمان کا انداز فرحت ذرا جدا ہے۔ تھوڑا سا جدا ہے۔ اگر مسلمان کو رسولؐ سے محبت ہے تو کسی غریب کا پیٹ بھرے، کسی کا سر ڈھانپے، کسی کی تعلیم پوری کرنے میں مدد دے اور یہ وہ سلسلہ ہے کہ اگر آپ کو واقعی اللہ کی شکر گزاری مقصود ہے اور رسول اللہ کی پیدائش کی خوشی ہے۔ تو پھر وہ کام کرو جس کیلئے رسول آئے تھے۔ وہ کام کرو جس کی وجہ سے انکی Identification ہو، رستے صاف کرو،

Marfat.com

پانی پلاؤ، حسنِ اخلاق برتو۔ کیا عجیب بات ہے کہ عید میلاد پر مسلمانوں کا اخلاق سب سے Lower Limit کو پہنچ جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو گالیاں دی جارہی ہیں۔ سب وشتم ہو رہا ہے۔ کیا یہ شکر کا مقام ہے کہ ایک دوسرے کو طنز و تشنیع کا فسق و فجور ہو رہا ہے۔ یہ تو کوئی میلاد نہ ہوا۔ پھر یقین کیجئے کہ تمام رسومات میں فسق و فجور شامل ہو جاتا ہے۔ فلمی گانے ہو رہے ہیں Dance ہو رہے ہیں۔ اچھل کود ہو رہی ہے۔ خدانخواستہ ایسا لگتا ہے کہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کسی بندروں کی نسل پر اترے تھے۔ یہ کیا حرکتیں ہیں جو ہم میلاد کے دن کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھئے ایک طبقہ کی مسجد میں قوالی شروع ہے، یہ مقام مسجد ہے۔ مسجد کو آپ نے کیا سمجھا ہوا ہے؟ کہ قوال گا رہے ہیں اور نوٹ اڑ رہے ہیں۔ کیا یہ طریقہ محمد رسول کا ہے؟ انہوں نے زندگی بھر کوئی غیر مناسب حرکت نہ کی۔ حق یہ بنتا ہے کہ اس دن مسلمان مل جل کے ایک عظیم تر زندگی کے مقصد سے آشنا ہوں اور بہتر اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ حسنِ طعام کا مظاہرہ کریں اور آپس میں محبت اور اُنس رکھیں اور Revive کریں اپنے اندر Pattern of the Prophet کو، تب عید میلاد کا مزہ ہے۔

مجذوبیت بھی تصوف کا ایک درجہ ہے۔

سوال: کیا مجذوبیت بھی تصوف کا کوئی اعلیٰ یا ادنیٰ درجہ ہے؟

جواب: مجذوبیت تصوف کا Failure ہے کہ بہت سارے لوگ تصوف کے عمل و علم کو اور فکر کو آگے بڑھا رہے ہیں جبکہ کچھ لوگ ان میں سے معذوری کے عالم میں چلے جاتے ہیں یا جن کے اذہان ان کا عقلی ساتھ نہیں دیتے اور وہ معرفت تو پا جاتے ہیں مگر وہ اس کے بیان اور وضاحتوں سے رک جاتے ہیں اور کسی مظاہرہ فطرت میں گم ہو جاتے ہیں۔ ان کی Special perception بہت Waste ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ ان پر سے قلم اٹھا لیتا ہے، مگر اس مجذوب کا عذر اس کا ہوش و حواس میں نہ رہنا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے اُس پر سے قلم اٹھا لیا جو بچہ اور مجنوں ہے۔ مجذوب مجنوں کے معنوں میں آتا ہے، اگر وہ ہوش و حواس میں اپنے اطوار و عادات کو Maintain کرے گا تو اس کو مجذوب نہیں کہا جائے گا۔ ہاں جو خدا کے رستے میں گم ہوا، اللہ جانے اور وہ جانے۔

کاروبارِ حکومت دیندار لوگوں کے ہاتھ میں کیسے ہو؟

سوال: انفرادی طور پر اسلام پر عمل ایک خاص حد تک ہو سکتا ہے۔ اجتماعی زندگی درست سمت چلانے کے لیے کاروبار حکومت دیندار لوگوں کے ہاتھ میں ہونا ضروری ہے۔ سیرت نبویؐ کی روشنی میں بتائیں کہ کاروبار زندگی کس طرح دیندار اور اچھے لوگوں کے ہاتھوں میں آئے؟

جواب: آپ کے پاس طریقہ موجود ہے، چناؤ سے، آپ اپنے چناؤ میں انتہائی نالائق لوگوں کو چن لیتے ہو، اگر میرا بڑا بھائی اچھا نہیں تو میں اس کو چن لیتا ہوں۔ میں چھوٹے بھائی اور کزن کو چن لیتا ہوں۔ آپ امانت دیکھتے ہو نہ دیانت دیکھتے

Marfat.com

ہو، نہ اصول دیکھتے ہو۔ جب آپ برادری، ذاتی Interest اور Local خاندان برادری دیکھو گے۔ آپ اس وقت تک برأت نہیں پا سکتے، جب تک آپ ان بندشوں سے نکل کر کسی صاف ستھرے فرد کو نہ دیکھو گے۔ چلو ہر چیز کا ایک خاصہ ہے۔ سیاستدان کے لیے بہت متقی ہونا لازم نہیں، مگر امانتدار اور دیانتدار ہونا تو لازم ہے۔ آپ اپنے حقوق اس کو سونپ رہے ہو۔ آپ چاہتے ہو کہ کوئی خدائی نظام آئے تو تھوڑا بہت اسکے خدائی نظام پر عمل کرنا چاہیے۔ آپ چاہتے ہو کہ وہ آپ کا مال نہ کھائے تو پھر آپ لٹیروں کو کیوں ووٹ دیتے ہو؟ آپ جانتے ہو کہ معاشرے میں کون اچھا اور کون بُرا ہے۔ پھر جان بوجھ کر کیوں بُرے کو ووٹ دیتے ہو۔ یہ آپ کا اپنا قصور ہے۔

قرآن وحدیث میں صوفی کی اصطلاح نہیں!

سوال: جب قرآن وحدیث میں صوفی کی اصطلاح نہیں تو پھر کیوں لوگ اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں؟ بہتر نہیں کہ مومن کی اصطلاح استعمال کی جائے۔

جواب: میں نے پہلے بھی یہ واضح کیا کہ قرآن وحدیث میں یہ اصطلاح دوسرے ہم معانی لفظوں میں استعمال ہوئی ہے، جیسے مومن اور ولی کی اصطلاح ہے اور چونکہ زبانوں کے اختلاف کے ساتھ یہ لفظ بھی موجود ہے۔ کچھ سے اصحاب صفہ سے اور کچھ اسے لباس صوف سے مشتق قرار دیتے ہیں، آپ ہر ڈاڑھی والے کو آسانی سے صوفی صاحب کہہ دیتے ہو۔ اس لفظ کے پیچھے Weight نہیں ہوتا، مگر آپ کسی کو جناب مومن تشریف لائیے نہیں کہہ سکتے، یہ طنز ہو جائے گا۔ یہ اصلی لفظ نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ مومن کا لفظ اصطلاح میں وزنی ہے اور وہ اس طرح Freely استعمال نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کو حضرت ولی صاحب کہا جائے تو مخاطب سمجھے گا کہ اُسے ولی شیطان کہا جا رہا ہے اور وہ آپ کے گلے پڑ جائے گا اور اُس کو مذاق سمجھے گا تو یہ لفظ عام طور پر گفتگو میں استعمال نہیں کئے جاتے۔ قرآنی الفاظ اتنے وزنی ہیں کہ ان کے استعمال میں بڑی احتیاط برتی جاتی ہے اور ہم ہر انسان کو ولی نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس Judgement ہی نہیں ہے، اسی طرح ہم ہر انسان کو مومن نہیں کہہ سکتے ہیں اسلئے کہ ہمارے پاس Judgement نہیں ہے۔ ہمارا کسی شخص کے بارے میں اگر گمان ہے کہ یہ ولی یا مومن ہے تو ہم اس سے زیادہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت میں آپ کو سابقون میں سے سمجھتا ہوں۔ It's so impossible so difficult, so we have only one way out. کہ Light لفظ استعمال کریں، جس کے عمومی استعمال میں ہمیں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور وہ لفظ صوفی ہے۔ کوئی پوچھے کہ آپ مجھے صوفی کیوں کہہ رہے ہو تو میں کہہ سکتا ہوں یار تیرا لباس صوفیوں والا ہے۔ یار تیری عادتیں صوفیوں والی ہیں۔ یار تم نے ڈاڑھی رکھی ہوئی ہے، اس لئے صوفی کہہ رہا ہوں لہٰذا یہ لفظ Common ہو گیا ہے۔ ہم بزرگ ترین افراد کیلئے اس کے استعمال میں دریغ نہیں سمجھتے۔ یہ روزمرہ محاورے میں آ گیا ہے۔ اس لیے اس لفظ کے استعمال میں کوئی ایسی بات بھی نہیں ہے۔ ہم عربی لوگ نہیں ہیں، آپ کو سمجھنا چاہیے ہم عربی Language سے نا آشنا ہیں، میں ایمانداری سے آپ کو خود کہتا ہوں کہ بعض اوقات میں بھی غلط بول جاتا ہوں۔ تھکا ہوتا ہوں یا تیز بول رہا ہوتا ہوں تو مجھے عربی کی زیر، زبر

حضرت بلالؓ کی طرح سمجھ میں نہیں آتی یا میں غلط بول جاتا ہوں تو ہم عربی زبان یا عربی دانی کا دعویٰ نہیں کر سکتے اور یہ بھی لازم نہیں کہ کوئی بہت بڑا عربی دان ہو تو اس کا فہم مذہب اسی طرح کا ہو۔ ہم نے بڑے بڑے عربی دان دیکھے ہیں جو مذہب سے ماشاءاللہ گریزاں ہیں۔ ہماری قوم کا یہ عالم ہے کہ کوئی بازار کی چیز خریدنے کیلئے عربی بولے تو ہم اسے قرآن سمجھتے ہیں۔ Naturally دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے Culture اور معاشرے میں ہم نے وہ مترادفات ڈھونڈنے ہیں جو قرآنی مطالب کے قریب پہنچ جائیں۔ فرض کیجئے لوگ خدا خدا کہتے ہیں، تو ایک حضرت اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اللہ اللہ کہو، خدا نہ کہو، مگر خدا ہمارے محاورے میں Language کا سب سے قریب ترین لفظ ہے۔ ہم بھی اس سے مراد اللہ لیتے ہیں تو اس سے کوئی بڑائی سرزد نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم کسی کو صوفی کہنے کے بجائے ولی یا مومن کہنے سے گھبراتے ہیں کیونکہ اس سے بدگمانی ہو سکتی ہے۔

کیا غافل شخص کو ذکر کا ثواب ملے گا؟

سوال: ایک شخص اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ کرتا ہے لیکن نماز کی ادائیگی میں سستی کرتا ہے، کیا اس کو ذکر کا ثواب یا اللہ کا قرب حاصل ہو سکے گا؟

جواب: فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره (الزلزال ۹۹ آیت ۷) و من یعمل مثقال ذرة شرا یره (الزلزال ۹۹ آیت ۸) خیر کا ذرہ ذرہ اور شر کا ذرہ ذرہ اکٹھا کیا جاتا ہے، دیکھئے اگر کوئی تسبیح کر رہا ہے اور شیطان کی سستی اس کے بدن میں حائل ہو گئی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ اسکے ذکر کا ثواب چلا جائے گا۔ قطعاً نہیں، فرض کیجئے کہ آپ بہت برائیاں کر چکے ہیں اور اب خدا کیا آپ سے کہے گا کہ تم اچھائیاں نہ کرو۔ ان الحسنات یذهبن السیات (هود ۱۱ آیت ۱۱۴) اصولی بات یہ ہے کہ تمہاری اچھائیاں اور نیکیاں تمہاری برائیاں لے جائیں گی۔ فرض کرو ایک شخص برائیاں کر رہا ہے، اسکو شیطان کہتا ہے یار تو تو بہت برا ہے، تجھے نیکی سے کیا کام تو وہ اسے Total disappointment میں ڈال دیتا ہے۔ تو یہ سب سے بڑی شکست ہے کہ آپ برائی کی خاطر اچھائی معطل کر دیں تو Virtually جب بھی دیکھا گیا، یہی دیکھا گیا کہ اچھائی معطل ہو جاتی ہے۔ برائی جاری رہتی ہے۔ کسی سے پوچھا آپ نماز پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نماز کیا پڑھیں، جب بھی پڑھتے ہیں وسوسے آتے ہیں۔ غلط فکریں طاری ہو جاتی ہیں۔ میں تو اس وقت نماز پڑھوں گا جب میرا دل صاف ہو گا۔ یعنی نہ دل صاف ہو گا نہ نماز پڑھیں گے۔ اسی لیے اللہ نے نماز کے لئے اقامت کا لفظ استعمال کیا ہے کہ اسے قائم رکھو۔ چاہے کتنے وساوس ہوں۔ چاہے کتنی بے یقینی دل میں آئے۔ باب ایمان میں بخاری نے درج کیا ہے کہ اصحاب رسولؐ نے کہا یا رسول اللہؐ! ہمیں نماز میں وساوس بڑے آتے ہیں، فرمایا عین ایمان ہے، یہی تو ایمان کی نشانی ہے۔ بھلا شیطان کہاں آپ کو تنگ کرے گا۔ بازار میں قطعاً نہیں، آپ اسکے ساتھ گلی کوچے میں وہ آپ کے ساتھ صحبتوں کے لطائف جاری ہو رہے ہوتے ہیں۔ وہ تو اس وقت آپ کو تنگ کرے گا کہ جب آپ غلطی سے نماز کو چلے جاؤ گے۔ تو کہے گا کہ اچھا بھلا میرا بندہ تھا، میرا ساتھی، میرا ہم مسلک یہ ادھر کدھر نالائق جا نکلا، تو وہ زیادہ تر آپ کو نماز میں آ کر تنگ کرے

Marfat.com

گا۔ اب آپ کو نماز میں وسوسے آ رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں یار اس نماز کا کیا فائدہ، اس لیے قرآن حکیم میں بار بار اللہ نے کہا کہ نماز کا قیام ہی نماز ہے، چاہے وساوس ہوں یا نہ ہوں، کیونکہ یہ اس قیام کو ترک کرواتا ہے اور آپ کی ضد یہ ہونی چاہیے کہ کچھ بھی ہو میں نے نماز پوری کرنی ہے اور قائم رکھنی ہے۔ یہ پھر آپ کے بدن سے تساہل کو ہٹا دیتا ہے، Similarly in all other conditions. آپ نیکی کا کام جو کچھ کر رہے ہو اسے قطعاً نہیں چھوڑنا چاہیے۔ چاہے ایک پتھر ہٹانے کا کیوں نہ ہو۔ چاہے ایک غریب کو کھانا کھلانا کیوں نہ ہو، چاہے پانی پلانا کیوں نہ ہو کیونکہ قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (الزلزال ۹۹ آیت ۷) و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (الزلزال ۹۹ آیت ۸) کہ قیامت کے دن خیر کا ذرہ ذرہ شر کا ذرہ ذرہ جمع کیا جائے تو آپ کوشش کرو کہ آپ کے خیر کے ذرے اتنے تو ہو جائیں کہ Balance کر دیں، اگر دن میں ایک مرتبہ بھی آپ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کریں تو یہ اتنا وزنی کلمہ ہے کہ حدیث رسولؐ ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کے گناہ تولیں جائیں گے اور اس کا گناہوں کا پلڑا زمین تک جا رہا ہوگا اور اسکا نیکیوں کا پلڑا آسمان کو چھو رہا ہوگا اور کوئی نجات کی امید نہیں ہوگی، ایک بھی عمل خیر نہیں ہوگا تو پھر پروردگار فرشتوں کو کہیں گے کہ یہ کاغذ کا ٹکڑا اس کے خالی پلڑے میں ڈال دو۔ پھر کاغذ کا ٹکڑا اس خالی پلڑے میں ڈالا جائے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ کاغذ کا ٹکڑا زمین کو جا چھوئے گا اور گناہ آسمان کو اٹھ جائیں گے اور اس کاغذ کے ٹکڑے پر ایک جملہ ہوگا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس ذکر کو آپ کیسے ترک کر سکتے ہو، اُس ذکر کے ساتھ اُس نماز کیلئے دعا مانگو کہ اللہ آپ کو نماز کے قیام کی بھی ہمت بخشے۔

مراتب کی میزان ــــــ علم یا تقویٰ؟

سوال: کیا بندوں کی باہم فوقیت درجات علم سے ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم میں سے سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

جواب: تقویٰ تو حصول علم سے۔ ایک ولی تھے متقی تھے۔ سردیوں کے دن تھے۔ وضو کرنے بیٹھے تو ستر مرتبہ وضو کیا، شبے میں پڑ گئے، تنگ آ کے پکار اُٹھے اے پروردگار! سکون کس میں ہے، تو آواز آئی کہ سکون تو علم میں ہے۔ تقویٰ کا مطلب سوچنا، سمجھنا اور اعتدال کی راہ پر گامزن ہونا ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہے، ہر اس کام سے احتیاط کرنا جو خدا سے دوری دے اور اس کام کو اختیار کرنا جو خدا کے قرب سے نوازے۔ تقویٰ علم سے ہے اور علم تقوی سے ہے اور ان میں کوئی ایسی غیریت نہیں ہے کہ اس پر بحث ہو سکے۔

مردِ کوہستانی کی زندگی کے اعلیٰ مقاصد!

سوال: وہ کون سے فطرت کے مقاصد ہیں جن کی نمائندگی علامہ اقبال کے نزدیک مردِ کوہستانی اور بندہ صحرائی کرتے ہیں؟

جواب: آپ اس شعر کی طرف میرا خیال ہے نشاندہی کر رہے ہیں کہ

Marfat.com

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کوہستانی

فطرت کا سب سے بڑا مقصد وحدانیت ہے۔ اگر آپ پرانی Civilization میں جائیں تو ہم اس کو Pasteurized Societies کہتے ہیں جیسے آرین ہیں۔ آرین جب تک صحرائی تھے خدا پرست تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کسی قوت و طاقت کو مانتے ہو۔ کہا ہاں صرف ایک آسمانوں پر قوت ہے کہ جب Seal کے شکار کو نکلتے ہیں تو اس سے دعا مانگتے ہیں اور ہمیں یقین ہوتا ہے جب ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں Seal کا شکار بہت ملے گا۔ کسی مرد کوہستان اور مرد صحرا کی زندگی کا سب سے عظیم عنصر اس کا Nostalgia ہوتا ہے۔ یعنی ایسی انتہا جس میں کوئی شریک نہیں ہوتا ہے۔ اسباب موجود نہیں ہوتے۔ کہیں قریب Cafeteria اور Takeaways نہیں ہوتے۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو حُسن صحرا کو Pollute کر سکے، صاحب کا ایک خوبصورت شعر ہے جو آپ کی نذر کر رہا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

ہمہ بہتر کہ لیلا در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تابِ حسن صحرائی

وہ صحراؤں سے نکل کر مدنیت پر چھا گئی ہیں۔ جیسے زور آور تا تار تیموری اور عثمانی ترک قومیں تھیں۔

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے

کیا جائز کاموں کے لیے رشوت جائز ہے؟

سوال: رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں۔ آجکل ہمارے جائز کام بھی رشوت دیئے بغیر نہیں ہوتے ہیں۔ تو کیا ہم رشوت دے کر گنہگار ہو جاتے ہیں؟

جواب: رشوت اضطراب کا نتیجہ ہے صبر کا نہیں۔ لوگوں کو کام فوراً چاہیے۔ جب آپ مغلوب ہوتے ہیں ہر حال میں کام چاہتے ہو۔ کام پر آپکا بڑا Risk لگا ہوتا ہے تو آپ رشوت دیتے ہو۔ طریقہ کار یہی ہے۔ ایک طریقہ اپنی طرف سے آپ کو بتاتا ہوں۔ میں نے نوکری چھوڑ دی۔ کالج واپس نہیں گیا۔ یہ صرف رشوت کے ضمن میں ہے۔ اس سے اور کوئی چیز مراد نہ لی جائے جو میں یہ واقعہ سنا رہا ہوں۔ کچھ پیسے Provident fund کے باقی تھے۔ مجھے چار سال کے بعد ایک نوٹس آف Termination دیا۔ مجھے ایک لحاظ سے خوشی ہوئی کہ چلو اب Provident fund نکل آئے گا لیکن میں اے جی آفس میں گیا اور میں نے ایک کاغذ سا بھرا اور کلرک نے کہا کہ سو روپے لگیں گے۔ اب تو میرا بہت مصلحت آمیز رویہ ہے تب میں بڑا تلخ ہوا کرتا تھا۔ میں نے اس کلرک سے کہا کہ میں رشوت نہیں دوں گا۔ تو اس نے کہا کہ پھر کام بھی نہیں ہوگا۔ میں نے غصب ناک ہو کر کہا کہ تو میرا رازق ہے؟ یہ پیسے میرا رزق ہیں؟ کیا خدا مجھے ان کے بغیر زندہ نہیں رکھے گا؟ میں نے کہا اے سیم خور ولعنت زدہ انسان میں تجھے ایک پیسہ نہیں دوں گا۔ I came back اور میں نے یہ دل سے بھلا دیا کہ وہ کیا پیسے تھے۔ میں گھر آ گیا۔ پانچ سال گزر گئے اور وہاں سید عثمان علی شاہ صاحب محتسب آئے۔ وہ بڑے مختلف بندے تھے۔ مجھے

ملنے آئے۔ میں سوچتا رہتا ہوں کہ میں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی۔ میں نے کہا آپ شاہ صاحب آلِ رسولؐ ہیں۔ ہم آپ کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اس اُلجھن ہی سے نکل جاؤ۔ ان سے کرپشن کی باتیں ہو رہی تھیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے احتساب بڑا اچھا کیا ہے تو میں نے کہا کرپشن اتنی گہری ہے کہ اسے احتساب آپ کا دور نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ پانچ سال ہو گئے۔ میں نے اپنا پیسہ مانگا۔ اُنہوں نے نہیں دیا جو کہ اصولاً اُنہیں از خود دینا چاہیے تھا۔ اُنہوں نے پوچھا آپ نے کہاں پڑھایا ہے۔ میں نے کہا MAO کالج اور بات ختم ہوگئی۔ ایک ہفتے کے بعد ایک افسر میرے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ کا اس طرح کا کوئی اکاؤنٹ ہے، تو انہوں نے کہا ہمارے پاس لاہور آئیں۔ میں نے انکار کر دیا۔ وہ بلاتے رہے میں نہیں گیا اور صبر سے کام لیں تو رشوت نہیں دینی پڑتی۔ یہی اضطراب حائل ہوتا ہے۔ اور ایک دن DY CMA میرے پاس چیک لے کر یہاں آ گئے اور اس طرح وہ معاملہ ختم ہوا۔

روشن خیال اعتدال پسندی کا نعرہ!

سوال: امریکہ مسلمانوں کے تیل پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں پر Proxy وار کر رہا ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں سے انکا جذبہ حریت ختم نہیں کر سکا۔ اب روشن خیال اعتدال پسندی کا نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں۔؟

جواب: مجھے OIC واہیات ترین لگتا ہے۔ OIC کے سیکرٹری جنرل مجھ سے ملنے آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ لوگ یہ کیا کرتے پھرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ سارے کے سارے CIA مانیٹرڈ ہیں۔ عالم اسلام کے دانش ور ڈاکٹر جاوید اقبال، ہود بھائی سب کے سب اللہ کے فضل وکرم سے ان لوگوں ہی سے ہدایات لیتے ہیں۔ بنجمن ڈزرائیلی ان کو ایک اصول دے گا .Every dog has its price سو زیادہ تر مسلمانوں پر یہ راست آتی ہے Every Muslim has its price. کبھی بھی کابل پر قبضہ نہ ہوتا اگر ملاؤں کے قریب ترین رشتہ دار بھی اپنا حصہ اسی کروڑ ڈالر میں سے نہ لے گئے ہوتے۔ کبھی بھی عراق پر قبضہ نہ ہوتا اگر چہ بہت لڑائیاں ہوئیں لیکن امریکن جنرل کی Statement آئی کہ ہم نے عراقی جنرلز کو رشوت دی اور اُنہوں نے از راہ اللہ قبول کی اور پھر بھی ہم ڈر رہے تھے کہ وہ ڈالرز یا صدام حسین کس کے وفادار رہیں گے اللہ کا شکر ہے کہ وہ ڈالرز کے وفادار نکلے۔ یہ مسلمانوں کی صورت حال ہے جب ہم امریکی ڈالرز اور یورو سے نکلیں گے تو پھر ان شاء اللہ ہم دنیا کے فاتح اور غالب ہو سکیں گے۔ رسولؐ کی مجلس کا ذکر ہے کہ فرمایا کہ زمانہ آخر میں نیلی آنکھوں والوں کو غلبہ ہوگا۔ کہا مسلمان اس وقت بہت کم ہوں گے کہا نہیں مور و ملخ کی طرح ہونگے فرمایا پھر بھی مسلمان مغلوب ہونگے فرمایا ان پر وہم غالب ہوگا۔ وہم ہم پر غالب ہے۔ ہمیں اقرار کرنا چاہیے کہ لفظاً، معناً، اخلاقاً، نیتاً ہم ایک نفاق کا شکار ہیں۔ بات سے بات ضرور نکل رہی ہے Practically لیکن مشرف اور آپ میں ایک فرق ہے کہ مشرف امریکہ کے آگے اپنے اسلام کو بیچ چکے ہیں اور بتا بھی رہے ہیں اور آپ بھی بیچ چکے ہیں لیکن زبان سے اقرار نہیں کر رہے ہیں اور ہم پر اصول نفاق ہے اور ان پر ان لوگوں کا اطلاق ہے کہ حدیث رسولؐ ہے کہ میرے امت کے سردار زمانہ آخر میں ان کے بدترین لوگ ہی ہونگے۔ میری امت کا ایک حصہ دجال کا ساتھ دے گا اور ایک حصہ اس سے لڑے گا ہم اور آپ یہ دعا کر سکتے ہیں کہ ہم لوگ تیسرے حصے میں آئیں جو دجالِ عصر سے لڑیں گے اور اس پر غلبہ پانے والے ہونگے۔

اسلام میں تصورِ دعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

جو لوگ دعا سے اجتناب کرتے ہیں، دراصل وہ خدا کو سرے سے مانتے ہی نہیں۔

خواتین وحضرات! دعا انسان کے پہلے سفر کا باعث ہے۔ وہ خطائے انسان...... جس کے عوض انسان کو صفحہء کائنات سے معدوم ہو جانا چاہیے تھا، دعائے انسان...... نے وہ مصیبت، وہ بلا، ہم سے ٹال دی۔ کہاں وہ المیہ! کہ آدم کی خطا نے اربوں انسانوں کا مستقبل...... زمین پر قیام مخدوش...... اور دارِ جنت سے مہرِ خروج...... یہ سارے واقعات ہم کر چکے تھے، تب دعا نے مداخلت کی...... تب اللہ نے مداخلت کی...... آپ کی کیفیات کو رنگ دیا، لفظ دیئے، خیال دیا۔ آدم کے دل کو سمجھایا کہ میرا، تیرا ایک رشتہ اور ہے جو کسی اور کے نصیب میں نہیں۔ میری تیرے ساتھ ایک نسبت ہے اور اس نسبت سے اگر تو ایسے دعا کرے...... اگر تو ایسے مانگے...... اور یقین رکھے کہ میرے سوا اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں تو میں یقیناً تجھے معاف کر سکتا ہوں...... اور دیکھئے عجیب بات کہ پہلی دعا آدم نے خود نہیں مانگی۔

پہلی دعا کے کلمات اللہ نے آدم کے دل پر القاء کیے، خود بتائے...... طریقِ دعا سکھایا، طرزِ انکسار بتائی، محبت کے اصول سکھائے، توبہ کو دعا کا طریق کار بتایا:

"رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ"

(الاعراف ۷ آیت ۲۳)

اے پروردگارِ عالم! اے ربِ کریم! اے ذوالجلال ولاکرام! اگر تو مجھے اس مصیبت سے رہا نہ فرمائے گا تو وہ انسان کیا کرے گا، اس کی نسلیں کیا کریں گی، جس کا انجام اس کے سفر کے آغاز میں ہی کھٹائی میں پڑ گیا ہو اور بلی نے جیسے پہلے قدم پر ہی رستہ کاٹ لیا۔ شیطانِ رجیم انسان کا رستہ کاٹ چکا تھا۔ Hope سے Hopeless کو لے گیا تھا۔ مگر اُس نسبتِ عالیہ سے...... اُس دعائے محبت سے اللہ نے اپنے بندے کو سرفراز فرمایا اور اس وقت تو اور کوئی نہ تھا۔ آدمؑ کے سوا کوئی اور نہ

تھا۔ آدم ہی مسجودِ ملائک ہونے کے باوجود یہ خطا کر گیا تھا...... اللہ کو سامنے دیکھنے کے باوجود خطا کر گیا تھا مگر خداوند کریم نے اس خطا کو معاف کیا۔

خواتین و حضرات! کرسچین کے نزدیک ہم تمام انسان بخشش کی توقع رکھے بغیر گناہ گار ہیں۔ We are all sinners.....eternal sinners. کرسچین فلاسفی انسان کو eternal sinner کہتی ہے۔ کسی قسم کی فلاح اس میں موجود نہیں ہے، مگر پھر ان کے فلسفہ، خیال کے بقول اللہ نے آدمؑ کی خطا بخشنے کیلئے ایک انسان کے روپ میں اپنا بیٹا اتارا۔ (معاذ اللہ، استغفر اللہ) پھر اس بیٹے کو صلیب پر چڑھایا، اس کو قربان کیا گیا، تو اس معزز اور مکرم ہستی کے خون کے عوض میں اللہ نے انسانوں کے گناہ معاف کیے اور یہ کہ جو یسوع مسیح کے خون میں نہا گیا وہ پاک ہو گیا۔

مگر خواتین و حضرات! حقائق کا اس دوراز کار اور تاریخِ انسان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ تمام لوگ جو کسی نہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارے لیے محترم ہیں پروردگار نے ارشاد فرمایا:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: ۲ آیت ۲۵۶)

تو پھر مسلمان کیلئے کسی اور کے مذہب پر اعتراض جائز نہیں رہا۔ خداوندِ کریم نے فرمایا کہ ہم نے بہت لوگ پیدا کیے۔ ہم اگر چاہتے تو سب لوگوں کو ایک دین پر رکھتے، مگر ہم نے ایسا چاہا نہیں تھا۔ سو آج کوئی کرسچین، بدھسٹ، کافر اور مسلم، جو جس خیال پر، جو جس یقین پر ہے، وہ چاہے ویسے رہے یا نہ رہے۔

خواتین و حضرات! ایک عجیب سی بات آپ کو بتا رہا ہوں کہ آج کے دور میں جب حریتِ فکر اور آزادیءِ خیال کا نام بلند ہو رہا ہے اور Western nations اس لیے مشرق سے نبرد آزما ہیں کہ ہم Prejudice ہیں، مگر اتفاق یہ دیکھئے کہ دنیا کے بدترین Fundamentalists وہ لوگ نکل رہے ہیں جو آزادی اور حریت پر بڑا یقین رکھتے ہیں، وہ Democracy پر یقین نہ رکھنے والوں کو جینے کا حق نہیں دیتے۔ ان کی طرح کی Democracy، ان کی طرح کی آزادیاں رکھنے کا وہ آپ کو حق نہیں دیتے، Seculars آپ کو حق نہیں دیتے، یہ لادین آپ کو اسلام پر رہنے کا حق نہیں دیتے، Democrat آپ کو مسلمان رہنے کا حق نہیں دیتا۔ دورِ حاضر کے یہ لوگ اپنے آپ کو حریتِ فکر کے Champion کہتے ہیں مگر یہ عقل و معرفت کی ناقص ترین اقسام، زمین پر پیدا ہو گئی ہیں۔

اُدھر اللہ کو دیکھئے! بڑا پرانا مذہب...... ہزاروں سال پرانا...... بڑی مدت ہوئی رسول گزرے تھے۔ اب انکی داستانیں رہ گئی ہیں۔ لوگ اُن کو اب ''اساطیر الاولین'' کہتے ہیں مگر پروردگارِ عالم کو دیکھئے! آج سے پندرہ سو برس پہلے کیا قانون بنا دیا ہے! لا اکراہ فی الدین دین پر کوئی جبر نہیں۔ جو چاہو اختیار کرو۔ نہ صرف دین پر بلکہ حریتِ فکر کا یہ عالم ہے کہ اپنے آپ کو مرکز بنا کر، اپنے آپ کو ہر خیال کا موجد سمجھتے ہوئے، اپنے آپ زندگی کی غایت اولیٰ سمجھتے ہوئے، اپنے آپ کو ربوبیت کا مظہر قرار دیتے ہوئے، جس کا چاہے رزق بند کر سکتا ہے اور جس کا چاہے کھول سکتا ہے، جس کو چاہے زندگی دے سکتا ہے، جس کی چاہے چھین سکتا ہے، جس کو چاہے مرض دے، جس کو چاہے شفا دے اور انتہا یہ ہے کہ:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (التکویر ۸۱ آیت ۲۹)

Marfat.com

(تم سوچ بھی نہیں سکتے اگر اللہ نہ چاہے)

اتنی Complete کمان، اتنا زبردست کنٹرول کہ ایک پتھر سے، ایک Asteroid سے اس دنیائے رنگ و نور کو فنا کرسکتا ہے۔ فضاؤں میں گھومتا ہوا کسی بڑے سیارے کا ایک تودہ زمین پر ہمیشہ کے لیے سیلاب مرگ لاسکتا ہے۔ اتنی بڑی عزت......! اتنی بڑی حکومت اور اس قدر آزادی......! کہ:

إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّإِمَّا كَفُوْرًا (الدھر ۷۶ آیت ۳)

(میں نے تمہیں راستہ دکھایا، عقل دی، چاہے اقرار کرو، چاہے انکار کرو۔)

یہ Concept of liberty کسی مذہب، کسی حکومت اور کسی بھی خیال میں Exist نہیں کرتا اور مسلمان سے زیادہ Natural liberator اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ کسی اور قوم کے کسی فرد میں Natural Liberty کا اتنا بڑا Concept نہیں ہے جتنا مسلمان کے شعور میں ہے۔

جیسے میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ اللہ کے ہاں نجات کا تصور کرسچین Concept کی طرح نہیں ہے۔ شاید اسی لیے خدا نے کہا کہ جب مجھے غلط سمجھا جائے گا، جب میرے احکامات کی غلط تاویل کی جائے گی تو اے اہل اسلام! تم گواہ رہنا:

جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ ۲ آیت ۱۴۳)

ہم تمہیں گواہ بنائیں گے اس تصور پر جو ہم نے پیش کیا، جو ہم نے تمہیں عطا کیا اور تم گواہ رہنا کہ ہم نے کبھی عیسیٰؑ کو پھانسی نہیں چڑھنے دیا، ہم نے کبھی اس کو مصلوب نہیں ہونے دیا:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ (النساء ۴ آیت ۱۵۷)

(یعنی یہ گمان نہ کر بیٹھنا کہ وہ قتل ہوگئے۔)

ہم یہ سزا بندوں کے ہاتھوں اپنے پیغمبروں کو کبھی نہیں دیتے اور نہ ہم نے دی۔

یہاں آ کر تصورِ نجات اور دعا میں بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ اللہ نے انسان کے وجود کو زمین پر سزا کے طور پر نہیں بھیجا۔ قرآنِ حکیم کا واضح ارشاد ہے کہ جاؤ! خطا تم سے ہوئی، تمہیں معاف کردیا گیا:

فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرہ ۲ آیت ۳۷)

(ہم نے القاء کیے آدمی کے سینے میں توبہ کے کلمات، پھر ہم نے اسے معاف کردیا۔)

جب آدم نے وہ کلمات پکارے تو وہ معاف کردیا گیا اور اس کے بعد زمین پر اس کا قیام نہ لعنت ہے، نہ ذلت ہے۔ فرمایا:

مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ (البقرہ36:2)

(جاؤ! تھوڑے سے عرصے کے لئے تمہارا اس میں فائدہ ہے۔)

نقصان نہیں ہے، قطع نظر اس تصور کے جو عیسائیت میں پیش کیا گیا یعنی Redemption کا تصور......

مسلمان کا تصور یہ ہے کہ زمین وجہء نجات ہے۔ اس میں ہمارا کچھ فائدہ ہے۔ ہم نے اس خطا کے عوض کچھ پابندیء حالات کرنی ہے، پابندیء اوصاف کرنی ہے، پابندیء احکامات کرنی ہے اور اس کے بعد ہماری دوبارہ اس قدیم

Marfat.com

گھر کور جنت ہے جس کے بارے میں اقبال نے ذرا طنزاً کہا:

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

شاعر ہیں کچھ گستاخی کر سکتے ہیں، اور:

جلتا ہر شب ہے آسماں پہ چراغ
جام یزداں ہے منتظر کس کا

خواتین وحضرات! یہ محبت اور جدائی کا سفر ہے۔ اللہ کی محبوب ترین مخلوق انسان جسے اس نے بڑے پیار سے بنایا اور پھر اسے خلافتِ ارضی بخشی ہے اور تھوڑی سی جدائی کچھ اس لیے بھی ضروری تھی کہ دُعا کفر و شرک اور اسلام میں واحد تفریق کرنے والی ہے۔ خواتین وحضرات! اس لیے کہ دعا سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں کی جاسکتی۔ مرکزیت اس میں عطا و بخشش کرنے والے کو ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور سے دعا مانگنا قابلِ مواخذہ اور شرک ہے، حتیٰ کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو اپنی امت کیلئے دعا کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور اپنے رسول ﷺ کو ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء 64:4)

(اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول بھی ان کیلئے معافی مانگے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

دیکھئے یہ کیا خوبصورت انداز ہے! وضاحت کر دی اللہ نے کہ دعا کس سے مانگی جانی چاہیے، دعا کس سے کرائی جانی چاہیے ......رسول کی دعا اپنی امت کی بخشش کیلئے بے حد ضروری ہے۔ فرمایا: "استغفرلھم "اگر لوگ مجھ سے دعا مانگیں اور تیری دعا بھی ان کی دعا میں شامل ہو جائے تو پھر ہم ان کو بخشنے والے ہیں۔ حدیث بخاری ہے کہ:

وَاللهُ مُعْطِىْ وَاَنَا قَاسِمٌ (بخاری)

(اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔)

تو بانٹنے والے کی استدعا بھی اللہ سے ہوگی، آپ کی استدعا بھی اللہ سے ہوگی اور اگر کوئی شیوا، وشنو، سرسوتی، پاروتی، گنیش و گھنشام اندر، وروناپا مترا سے مانگے گا تو اس پر شرک کا اطلاق ہوگا کیونکہ اللہ کے سوا دعا کسی اور سے نہیں مانگی جاسکتی۔

خواتین وحضرات! بڑا Common سا سوال کہ کیا بزرگوں کے مزار پر دعا کرنی چاہیے؟ ضرور جایئے...... مانگیے...... مگر اس طرح، جس انداز میں قرآن نے بتایا، اپنے پیغمبر کے بارے میں کہا۔ یعنی اے سید ہجویر! ہم اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں، اگر آپ بھی ہماری دعا میں شریک ہو جائیں تو اللہ بخشنے والا اور عطا کرنے والا ہے۔ اے شیخ عبدالقادر جیلانی! اے حضرتِ اعلیٰ! ہم آپ کے حضور حاضر ہیں۔ ہم فاتحہ پڑھ چکے ہیں، اخلاص پڑھ چکے ہیں اور سنت رسول ﷺ یہ ہے کہ ہم اللہ سے دعا مانگنے آئے ہیں۔ اگر آپ بھی شریکِ دعا ہو جائیں تو یقیناً اللہ ہمیں عطا کرنے والا ہے۔ مگر

Marfat.com

انسانوں سے عطا کی دعا نہیں ہو سکتی۔ عطا و بخشش صرف اللہ کے پاس ہے اور اس کے بے شمار وسائل ہیں۔ کوئی بھی محبوب خدا ہو سکتا ہے۔ کسی بھی بندے پر اللہ کا ہاتھ ہو سکتا ہے اور وہ دعا میں آپ کی شرکت کو نہ صرف یقینی بنا دیتا ہے بلکہ اس کی قبولیت کی سند بھی بن سکتا ہے۔

مالک و کریم قرآن میں یہود کو طعنہ دیتا ہے کہ اے اہل یہود! اے بدبختو! اور سرکشو! تمہیں یاد ہے کہ ابھی میرا رسول پیدا بھی نہیں ہوا تھا اور تم اسکے وسیلے اور توسط سے ہم سے دعا مانگا کرتے تھے اور ہم قبول کیا کرتے تھے۔ خواتین و حضرات! یہود کو اللہ کا یہ طعنہ بڑا Important ہے۔ دیکھئے! عجیب سی بات ہے کہ ایک آدمی کے آنے سے پہلے بھی اس کے توسط اور وسیلے کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور ایک آدمی کے وجود میں آنے کے ہزاروں سال بعد بھی اس کی دعا کو قبولیت ہو سکتی ہے۔ جب ابراہیمؑ نے دعا مانگی کہ اے مالک و کریم! میری ایک عرض ہے کہ تو ان میں سے انہیں جیسا ایک پیغمبر مقرر فرما:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ (البقرہ2:129)

(اے رب تو انہی میں سے ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور سکھائے ان کو کتاب اور حکمت اور انہیں پاک صاف کر دے۔)

تو حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔

خواتین و حضرات! حضور ﷺ کی پیدائش سے بہت پہلے جب یہود مدینہ کو آئے اور ان پر جب کوئی مشکل پڑتی تو وہ ناز کیا کرتے اور وہاں کے لوگوں سے کہتے کہ تم کیسے دعا مانگ سکتے ہو؟...... ہمارے پاس تو نبیء آخر الزماں کی نوید ہے، اسکا توسط ہے۔ ہم تو ان کے توسط سے دعا مانگ سکتے ہیں اور اس کے قبول نہ ہونے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، تو اللہ قرآنِ حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے اہل یہود! تمہیں یاد نہیں کہ تم اس پیغمبر کی وجہ سے مجھ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور میں تم کو عطا کر دیا کرتا تھا اور اب جبکہ یہ تشریف لا چکے ہیں تو تم ان کی مخالفت کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ یہود کو قرآن میں طعنہ دیتا ہے:

وَكَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ (البقرہ2:89)

(وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر تو جب تشریف لے آیا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے۔)

خواتین و حضرات! دعا ایک اور طرح سے بڑی Important ہو جاتی ہے، نہ صرف یہ کہ دعا عطا و بخشش کرنے والے میں اور وسائل میں تفریق کرتی ہے بلکہ مرکزی خیال میں اور سائل میں بھی تفریق کرتی ہے۔ کوئی بھی Creation اپنے Creator کے مقام کو استعمال نہیں کرتی اور Creator کے مقام کو کسی قیمت پر بھی استعمال نہیں ہونا چاہئے، اسی لیے صفتِ ربوبیت کے بعد اللہ کا سب سے بڑا نام "صمد" ہے۔ ایسی بے نیازی کہ جو آپ کے ہر عمل سے بے نیاز ہے، آپکی ہر اچھائی، برائی سے بے نیاز ہے، آپ کی ہر خوبی سے بے نیاز ہے، آپ کے ہر شر سے بے نیاز ہے، حتیٰ کہ اگر آپ اس کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دیں تو بھی خدا کہتا ہے کہ مجھ تک تمہاری جانوں اور تمہارے مرنے اور

Marfat.com

جینے کا کوئی ثواب نہیں پہنچتا، نہ مجھ پر اثر ہوتا ہے۔ کیوں؟ کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (العنکبوت 6:29)

(کہ میں دو عالم سے غنی ہوں)

میں بے نیاز ہوں۔ اگر میں مخلوق کو ایک دم فنا کرنا چاہوں تو مجھے اس بات پر کوئی پریشانی نہ ہوگی، تم اگر سارے کے سارے نیک ہو جاؤ تو مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا، تم اگر سارے کے سارے شیطان کے پیروکار بن جاؤ تو میں قطعاً متاثر نہ ہوں گا۔ اس لیے کہ خدا کی اس بے نیازی سے صرف دعا ہی آپ کو نکالنے کا سبب بن سکتی ہے، صرف دعا آپ کو اللہ کی اس بے نیازی کے حصار میں داخل کر سکتی ہے۔ جب رسولِ کریم ﷺ ایک بستی کے پاس سے گزرے اور اس بستی کو افلاس میں دیکھا، بیماریوں میں دیکھا، تباہی میں دیکھا تو کہا کہ کیا اس بستی میں خدا سے دعا کرنے والا کوئی نہیں۔ کیا یہاں اللہ سے دعا کرنے والے لوگ نہیں بستے ہیں کہ اس بستی کا اتنا برا حال ہے......

خواتین و حضرات! ملک کا کتنا برا حال ہے! کتنی پسماندگی، کتنی آزردگی ہے......! دلوں میں کتنے بوجھ ہیں......! مملکت کے کتنے وساوس ہیں......! کیا ہم لوگ اس بستی کے رہنے والے نہیں ہیں؟ کیا ہمیں اس بستی کیلئے خدا سے دعا نہیں کرنے چاہیے؟ کیا حکمرانوں کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے رہنا اور اس کے عوض دعا بھی نہ کرنا...... یہ ہماری ذلت کا اصل سبب ہے کہ ہم دعا کرنے والے نہیں رہے۔ اگر امتِ مسلمہ خدا سے دعا کرے...... اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس کرے کہ ہم اس ملک، اس معاشرے کیلئے دعا خداوندِ قدوس کے حضور پیش کریں، تو نہ برے حکمران رہیں گے اور نہ برے حالات اور انشاء اللہ تعالیٰ ملک و ملت عزت و آبرو اور ترقی و کامیابی سے آشنا ہوگی۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا:

اَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (النمل 62:27)

کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی صدا سنتا ہے؟ کون ہے......؟ خدا اس مقام پر اکیلا ہے اور آپ کو دعوت دے رہا ہے اور بار بار پکارتا ہے کہ اے میرے مانگنے والو! تمہارا حال اس لیے برا ہے کہ تم اضطراب میں میری طرف رجوع نہیں کرتے۔ تم اضطراب میں مغرب کو جاتے ہو...... مشرق کو جاتے ہو...... بش اور بلیئر کو جاتے ہو...... زمینی حقائق کو جا رہے ہو مگر میں جو اضطراب کو دور کرنے والا ہوں، تم میری طرف نہیں آتے ہو:

اَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط (النمل 62:27)

میں برائی کی گرہیں کھولتا ہوں۔ میں تنگی و عسرت اور افلاس کے دروازے بند کرتا ہوں۔ میں تمہیں شائستگی اور شرافت سے روشناس کرانے والا ہوں۔ میری طرف کیوں نہیں آتے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ عزت طلب کرنے کہاں جا رہے ہو؟ زمین و آسمان میں کوئی عزت عطا کرنے والا نہیں ہے۔ یاد رکھو......!

فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا (النساء 139:4)

(بے شک تمام عزت صرف اللہ کیلئے ہے)

وہی دینے والا اور وہی چھیننے والا ہے۔

Marfat.com

تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (العمران26:3)

(جس کو چاہتا ہے ملک بخش دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت)

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ (العمران26:3)

(اے اللہ اے مالک تمام ملکوں کے۔)

وہ بڑے Clean اور Clear طریقے سے اپنی حاکمیت کا اعلان کرتا ہے اور ان مقامات کی نشان دہی کرتا ہے جو کسی سبب سے حاصل نہیں ہو سکتے، اسی لیے اس کا کہنا یہ ہے کہ تم سب فقیر ہو، تم میں کوئی بڑا نہیں ہے، نہ بش...... نہ بلیئر...... نہ پرویز مشرف...... نہ بے نظیر...... نہ نواز شریف...... یہ سب مانگنے والے ہیں۔ اللہ کہتا ہے: اے بھکاریو! میرے پاس آؤ!

وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد38:47)

(اور اللہ غنی ہے اور تم فقیر (محتاج) ہو۔)

مانگنے والا بغیر مانگے فقیر کیسا؟...... جب تک وہ صدا نہیں دے گا، پکارے گا نہیں، وہ فقیر نہیں کہلائے گا۔ افسوس! کہ ہم اچھے بھکاری نہیں ہیں۔ ہم Professional نہیں ہیں۔ مسلمانوں کو تو اللہ کے حضور Professional مانگنے والا ہونا چاہیے۔ ہمیں تو دوسری اقوام سے بہتر مانگنے کا طریقہ آنا چاہیے۔ بڑا پرانا محاورہ ہے: If ambitions were horses, beggars would ride them.... اگر خواہشات گھوڑے ہوتے تو فقیران پر سواری کرتے...... ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ایسے بھکاری ہیں کہ جن کو سواری کے لیے الفاظ کے گدھے بھی نہیں ملتے۔

خواتین و حضرات! It is very obvious کہ ہم اللہ کے حضور دعا کے مقام پر پورے نہیں اتر رہے۔ ہمارے انداز مانگنے والے نہیں ہیں۔ ہمارے تکبرات اسباب میں اٹکے ہوئے ہیں۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ

(کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی دعا سنتا ہے۔)

وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ

کون ہے جو برائی کی گرہیں کھولتا ہے کون ہے جو غربت کی، عسرت کی، گرہیں کھولتا ہے۔ بیماریوں میں شفا عطا کرتا ہے۔

وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ

(اور زمین پر خلیفہ مقرر کرتا ہے، بادشاہ مقرر کرتا ہے۔)

دیکھیے! چھوٹی سی آیت ہے اور اللہ کا انداز دیکھیے کہ انسان کی باطنی کیفیات سے لے کر خارجی زندگی کے تمام پہلوؤں کو تین الفاظ میں سمیٹ دیا ہے: اضطراب، برائی اور خلافت...... اس سے زیادہ خوبصورت آیت اور مستحکم انداز کیا ہو سکتا ہے کہ انسان کا کوئی مسئلہ ہو، انفرادی، Practical یا اجتماعی، سارے کے سارے ان تینوں الفاظ میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے کہ کون مضطرب کی پکار کو سنتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے۔

اگر وہ آپ کو نہ بتائے کہ دعا میں مرکزیت کیسے ہونی چاہیے، دعا کس سے ہونی چاہیے، تو آپ گلی کوچے بھیک

مانگتے پھریں، غیروں سے...... کنجوسوں سے...... بخیلوں سے۔لیکن آپ نے اس صاحب سخاوت کو نہیں پہچانا، اس شاہِ تقدیرِ عالم کو نہیں پہچانا۔جس کے پاس اصل اقتدار، اصل قوت، اصل مال ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (فاطر 13:35)

(یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے۔)

نجات دینے والا، برائی کی گرہیں کھولنے والا، زمین پر عزت وخلافت دینے والا اللہ ہی تو ہے...... مگر افسوس کہ تمہارے دل اس کی یاد سے خالی ہیں۔افسوس کہ تم اس کو جانتے، پہچانتے ہوئے بھی اس سے گریز کرتے ہو۔افسوس کہ جس شاندار لہجے سے تم اس زمانے کی، اس کے امراء ورؤساء کی تعریف کرتے ہو، اللہ کے حضور تم بولنے سے ہی گریزاں ہو اس لیے کہ حقیقت میں آپ کا اللہ کی ذات پر وہ اعتبار ہی قائم نہیں ہے۔کیا وجہ ہے خواتین وحضرات! کہ اللہ نے جب یہ کہہ دیا کہ جادو، سحر، تعویذ، گنڈہ جو کچھ مرضی ہوا ہو، چاہے شیاطین مشرق ومغرب سے آ کر آپ پر سنگ باری کر رہے ہوں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے عرش کے نیچے سے دو ایسی چمکدار اور خوبصورت آیات عطا فرمائی ہیں کہ تم پر کسی جادو اور ٹونے کا اثر نہیں ہو سکتا تو پھر آپ کا سحر اور جادو کیوں نہیں ٹھیک ہو جاتا۔ذرا غور فرمایئے کہ جب آپ کے پاس "والناس"، "فلق" اور "اخلاص" موجود ہو، "قل یا ایھا الکفرون" موجود ہو اور آپ سات سات دفعہ انہیں پڑھتے ہوں تو پھر بھی کیا جادو، ٹونا اور ٹونا کارہ جائے گا؟ پھر بھی آپ کے ذہن سے وسوسہ اور ابہام نہ جائے تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

خواتین وحضرات! اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کو قرآن پر، رسولؐ پر، اور اللہ پر یقین نہیں ہے یا کم ہے اور کاہنوں پر، سحر پر، لوگوں پر اور دوسرے خیالوں پر یقین زیادہ ہے۔اس سے بڑا شرک اور کیا ہوگا کہ اللہ کے وعدوں پر اعتبار نہ ہو اور سارے زمانے کی باتوں پر اعتبار ہو، گلی کوچے میں بیٹھے ہوئے کاہنوں پر اعتبار ہو اور اللہ سے دعا مانگنے کے باوجود آپ خسارے میں رہیں۔یہی تو وہ خسارہ ہے جو عزازیلِ لعین نے مکروفریب کی صورت میں آدمؑ کو پہنچایا اور آدمؑ نے کہا کہ عزازیل لعین نے مجھے اور میری اولاد کو خسارے میں ڈال دیا ہے۔اس خسارے کو کون پورا کرتا ہے؟ وہی، خواتین و حضرات! جس نے آدمؑ کے دل پر پہلے القاء کیا تھا:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ

(ہم نے القاء کئے آدم کے دل پر توبہ کے کلمات، پھر آدم نے وہ سیکھے۔)

اور پہلی دعا ہم سے کی:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

خواتین وحضرات! دعا میں سب سے بڑی بات یہی ہے جو میں نے آپ کو Explain کی کہ You must believe in Allah, جیسے اس پر یقین کرنے کا حق ہے۔اگر آپ کے ذہن میں یہ Confusion ہے کہ اللہ کے سوا بھی کوئی دعا قبول کرنے والا ہے تو آپ کی دعا کبھی قبول نہیں ہوگی۔

کچھ نکات ایسے ہیں جن پر اللہ کبھی بھی مصالحت نہیں کرتا۔اللہ اس کائنات کی Top priority ہے۔اس کے

سوا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ باقی سب تخلیق ہیں۔ وہی ایک خالق ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء 22:21)

(اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔)

ایک ہی خدا ہے، مرکزِ عطا ایک ہے، کل صفاتِ عالیہ کا مالک ایک ہے۔ خدا کو بانٹنے کی کوئی بھی کوشش اللہ تعالیٰ کسی صورت قبول نہیں کرتا، حاکمیت کے کسی مقام پر وہ سودا نہیں کرتا، اسی لیے اگر آپ کی دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کی کوئی واضح وجہ ہوتی ہے۔ ایک دوسری بڑی وجہ ہے دعا کے قبول نہ ہونے کی اور وہ علمی ہے۔ The difference in knowledgeability میرا یہ علم وقتی ہے، محدود ہے، اور تھوڑے سے عرصے کیلئے ہے، میں موجود پر سوچتا ہوں، مجھے برائی آئے تو مایوس ہو جاتا ہوں، چاہتا ہوں کہ فوراً برائی ہٹ جائے۔ اچھائی محسوس ہو تو مراتب ذات میں چلا جاتا ہوں۔ مجھے اجتماعی علم حاصل نہیں ہے، میری معلومات ناقص ہیں۔ مجھے Past کا پتہ ہے، Future کا پتہ نہیں ہے۔ میں جب دعا مانگتا ہوں تو ایک محدود علمیت سے مانگتا ہوں۔ اُس محدود علمیت کا المیہ یہ ہے کہ میں خدا کے خلاف کھڑا ہو جاتا ہوں کہ اللہ میاں! بہت دعا مانگی...... بہت چاہا کہ یہ مل جائے مگر اللہ میاں!، تو سنتا ہی نہیں۔ تو یہ تمام محدود علمیت کی مثال ہے۔ بھلا وہ صاحبِ علم...... وہ تخلیق کارِ وجودِ انسان...... وہ عالمِ کُل کا شہنشاہ...... اس کے لیے حال، مستقبل اور ماضی ایک وجود ہیں، علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ حال میرے لئے ہے، ماضی میرے لئے ہے، مستقبل میرے لیے ہے، اللہ کیلئے تقسیم اوقات کوئی معانی نہیں رکھتی۔ اس نے انسان کے پورے شیڈول میں Scheming کر دی ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود 6:11)

(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے کہ جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔)

" وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا "(ھود 6:11)

(اور جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہوگا۔)

تمام انسانوں کے رزق، زندگیاں، مقام، اٹھنا، بیٹھنا لکھ کر وہ فارغ ہو چکا ہے: كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کتابِ مبین میں سب کچھ درج کر کے وہ فارغ ہو گیا۔ حضورِ گرامی مرتبت کی ایک بڑی خوبصورت حدیث ہے:

''دعا قضاء وقدر کا حصہ ہے۔''

اور یہ حصہ کیوں ہے؟ جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ تمام موجودات میں استثناء رکھی گئی ہے۔ قضاء وقدر میں جو استثناء رکھی گئی، وہ دعا ہے، اگر لوحِ محفوظ میں تبدیلی کی خواہش ہے تو وہ دعا سے ہو سکتی ہے...... مگر کیوں؟ This is very important: Why.....? کیوں یہ تبدیلی ہو؟ کیوں دعا سے قضا بدل جاتی ہے؟ خواتین وحضرات! اس لیے کہ اللہ بالکل نہیں چاہتا کہ اس کے سوا کوئی دوسری کتاب ہو۔ چاہے وہ لوحِ محفوظ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بالکل نہیں چاہتا کہ اس کی قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے کوئی چیز یہ دعویٰ کرے کہ میں بدل نہیں سکتی اسی لیے جب حضرت زکریاؑ نے دعا کی کہ اے مالک وکریم! مجھے آلِ داؤد کا وارث عطا کر، تو حضرت زکریاؑ کو بشارت دی گئی کہ اے زکریا! ہم نے تیری دعا

قبول کرلی، تو زکریا نے کہا: کیسے؟...... میں بوڑھا...... میں گیا گزرا...... میری بیوی، سو سال ہوئے Menopause میں پڑی ہوئی ہے۔ نہ اس کے پاس گنجائش ہے، نہ Natural process اب کیسے بچہ ہوگا؟ اللہ نے کہا کہ اِدھر کہتے جا رہے ہو کہ یا اللہ بچہ دے...... اور اُدھر کہہ رہے ہو کہ ہم تو گئے گزرے ہیں...... بھلا اس کی کیا ضرورت ہے...... نہ مانگتے نا...... اگر تمہیں پتا تھا کہ میرا بچہ نہیں ہو سکتا، میری بیوی کا بچہ نہیں ہو سکتا تو پھر خاموش رہو، اوپر سے دعا مانگے جا رہے ہو کہ اے میرے مالک! مجھے آلِ داؤد کا وارث عطا کر۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔ "پیغمبر خطا نہیں کرتے": بڑی خوبصورت حدیث ہے۔

تو اے اہلِ اسلام! اے اہلِ علم! اس بات کو بڑی اچھی طرح یاد رکھیے جو میں اب کہہ رہا ہوں: بڑے بڑے احمق اور بے وقوف، بزعم خود دعویٔ علمیت رکھنے والو! پیغمبروں کے ساتھ بڑی خطائیں منسوب ہیں...... مگر یہ بتائیے کہ اگر کسی استاد کو کسی طالب علم کی ذہانت کا ٹیسٹ لینا ہو اور وہ ایک جملہ لکھ کر اس میں کوئی غلطی چھوڑ دے اور کہے کہ Find out the mistake, تو کیا یہ طریقۂ علم نہ ہوگا کہ استاد Deliberately خود غلطی چھوڑ دے اور طالب علموں کی ذہانت چیک کرنے کیلئے کہے کہ آ ؤ ذرا اس جملے کو سیدھا کرو، اس میں کیا غلطی ہے اور یہ طریقہ ہے، رائج الوقت ہے۔ تمام علمی طریقوں میں بہترین ذہانتوں کی پرکھ سیدھا جملہ لکھنے میں نہیں ہے، Negative effects میں ہے، غلطیوں کی نشان دہی میں ہے۔ ایک صحیح سالم مشین یا چیز کو چلا لینا حکمت نہیں ہے بلکہ اس کی خامی کو درست کرنا علمیت اور حکمت ہے۔

ایک دفعہ بہزاد نے ایک بڑی خوبصورت تصویر بنائی، بے مثل...... بے خطا...... اسے بازار میں لٹکا دیا اور کہا کہ اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو اس کی نشان دہی کر دیں۔ دنیا کا سب سے بڑا مصور جب شام کو وہاں سے گزرا تو تصویر لکیر لکیر تھی، نقطہ نقطہ تھی۔ اصل تصویر ہی کھو گئی تھی۔ اس بیچارے کو بڑا صدمہ ہوا۔ اگلے دن پھر وہی تصویر بنائی اور اس پر لکھا کہ اس میں کوئی غلطی ہو تو درست کر دیں۔ شام تک تصویر سلامت تھی اس لیے کہ درستگی کی اہلیت کسی میں نہ تھی۔ خطا کو Point out کرنا اور بات ہے اور خطا کو Point out کر کے درست کرنا بہت مختلف بات ہے۔ یہ علمیت کے مصدقہ اور مستند اصولوں میں سے ہے۔ تو اللہ کے رسول بارہا ایسی غلطیاں بظاہر کرتے ہیں جن سے ان کی امتوں کو بہت بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں، بہت بڑے فوائد......

خواتین و حضرات! دیکھیے تو سہی! یہ واقعہ بھی ہوا، یونس بن متی سے غلطی ہوئی، کیا مبارک غلطی تھی...... کیا خوبصورت غلطی تھی...... ایک غلطی ہوئی...... گئے...... سمندر میں گئے...... مچھلی کے پیٹ میں گئے اور وہاں سے ایک خوبصورت التجا کی:

اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء 87:21)

(جب وہ چل دیا غضبناک ہو کر اور یہ خیال کیا کہ ہم اُسے گھیریں گے نہیں۔ پھر اس نے اندھیروں سے پکارا: بے شک تُو پاک ہے اور میں ہی قصوروار ہوں۔)

کیا خوبصورت انداز ہے! کوئی لفاظی نہیں، سادہ سی دعا ہے کہ اے میرے مالک و کریم! تُو خطا سے پاک ہے۔ میں نے

Marfat.com

جو گمان کیا کہ تو نے میرا ساتھ نہ دیا، یہ میری خطا تھی۔ میں خطا سے پاک نہیں ہوں۔ مجھ میں کچھ نہ کچھ خطا Inherently رکھی گئی ہے۔ خود تو نے قرآن میں لکھا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْ نَ کَبٰٓئِرَ الْاِ ثْمِ وَالْفَوَا حِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ط (النجم32)

اِنْ تَجْتَنِبُوْ اکَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ (النساء4:31)

یعنی اگر تم بڑے گناہوں سے بچو تو چھوٹوں پر تو رکو گے ہی۔ مگر خیال رکھنا چاہیے...... ہو سکتا ہے کہ آپ غیبت کو چھوٹا گناہ سمجھ رہے ہوں مگر ایسا نہیں ہے۔ ظاہری گناہ ٹھہرتے نہیں ہیں، بہت برے ہوئے تو کچھ وقت کیلئے ہوں گے مگر غیبت ایک اتنا بڑا مستقل گناہ ہے کہ وہ آپ کے باطن میں ہمیشہ ٹھہرتا ہے جو پیدائش سے لے کر قبر تک ساتھ چلتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ بڑے گناہوں کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ جو مستقل ہوں۔ جو گناہ عارضی ہیں وہ بڑے نہیں ہیں۔ جس چیز پر آپ کا نفس اصرار کرتا ہے وہ بڑا گناہ ہے، جو بار بار Repeat کیا جاتا ہے وہ بڑا گناہ ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بڑے گناہ بھی معاف ہو سکتے ہیں، یہ اللہ جانتا ہے۔ مگر خواتین و حضرات! خداوند کریم نے اسی آیتِ کریمہ میں ایک چھوٹا سا جملہ لکھا، وہ کیا احمق مسلمان ہو گا جو اسے پڑھنا پسند نہ کرے گا، کہا: یونس بن متی نے ہم سے جس طرح دعا کی، جس طرح اس نے ہم سے نجات مانگی، ہم نے دی۔ اس کے علاوہ ایک وعدہ اور بھی کیا: اگر کوئی یونسؑ کا سا دل رکھے گا، اس جیسی سادگی رکھے گا، اس جیسی معافی مانگے گا، جو کہے گا:

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ " فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (الانبیاء21:88)

(اسی طرح ہم ہر مومن کو نجات دیں گے)

کیا عجیب فیصلہ دے دیا، تو پھر بھی ہے کوئی مسلمان جو آیتِ کریمہ کا وِرد نہ کرے، مگر ہمارے ہاں دیکھیے! دس بیس عورتیں جمع کیں...... سو پچاس مرد اکٹھے کیے...... ایک لاکھ پڑھ کر چل دیئے...... خواتین و حضرات! اللہ کو بڑی مکروہ بات لگتی ہے جو اچھی ہو، اختیار کی جائے پھر اس کو ترک کر دیا جائے۔ مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث ہے: پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کون سا کام بہت اچھا لگتا تھا۔ فرمایا: "تھوڑا مگر متواتر"۔

بھئی عذر کیا ہے آپ کو؟ کچھ سمجھ نہیں آتی فلسفہ اسلام کی اور مسلمان کی...... بھئی برائی شعار ہے...... برا ہوں میں...... ٹھیک ہے...... کتنا اشتہار بنوں گا برائی کا، کتنی غلطیاں کرتا پھروں گا، کتنی حماقتیں سرانجام دوں گا۔ کیا مجھ میں تھوڑی سی اچھائی کی بھی قدرت نہ ہو گی۔ اُدھر شیطان کا وار دیکھیے کہ اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوں تو کہتا ہے: کیا فائدہ تیری نماز کا، کیا فائدہ ہے تیری تسبیح کا، کیا ملے گا تجھے اللہ سے...... کیوں بھئی اللہ سے کچھ اور کیا ملنا ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ط وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ (الزلزال99:7'8)

(بھئی اگر ہم برائی کا ذرہ ذرہ تمہارے نام جمع کر رہے ہیں تو ظاہر ہے ہم اچھائی کا ذرہ ذرہ بھی تمہارے نام جمع کریں گے۔)

تو کیا برائی اتنی مسخ کر دینے والی چیز ہے کہ ہم سے تھوڑی سی اچھائی کا حق بھی چھین لے، تھوڑی سے مروت اور محبت چھین

لے، تھوڑی سی یادِ خدا بھی چھین لے، ایک آدھ وقت کی نماز بھی ہم سے چھین لے اور سب سے بڑھ کر، کسی لفظ کی ادائے دُعا بھی چھین لے کہ ہم خدا سے دعا کرنا بھی بھول جائیں۔ کیسا غلبہ ہے برائی کا!...... شک...... وسوسے ہیں...... اور یاسیت ہے...... دعا کے رستے میں سب سے بدترین چیز یاس ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔

مگر خواتین وحضرات! اگر میرا علم کم ہے، اگر میں ایک چیز کو غلط سمجھوں اور پھر کسی بڑے عالم کے پاس جاؤں، اس سے وضاحت چاہوں، وہ مجھے وضاحت کر دے، مجھے میری غلطی کی نشان دہی کر دے تو کیا میرا پھر اس غلطی پر اصرار جائز ہوگا۔ میں اس کا شکریہ ادا نہ کروں گا کہ شکر ہے آپ نے میرا Sentence ٹھیک کر دیا، میرا سوال حل کر دیا ورنہ میں اس غلطی پر ہمیشہ قائم رہتا۔ تو دعا کا ایک کام ایسا ہے جو میرے اور آپ کے درمیان حدِ فاصل ہے اور وہ علمِ انسان اور عالمیتِ حق ہے اور اس کو سمجھنا بڑا سادہ اور آسان ہے:

وَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

(کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو، اس سے بچنے کی دعا کرتے ہو، مجھ سے اصرار کرتے ہو اور اس میں خیر ہوتی ہے اور میں وہ تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں۔)

وَعَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (البقرہ 216:2)

(اور کسی چیز سے تمہیں بڑی محبت ہوتی ہے۔ تم بڑے اصرار سے مانگتے ہو اور اُس میں شر ہوتا ہے اور میں تمہیں بچانا چاہتا ہوں، میں تمہیں دینا نہیں چاہتا۔) تم مجھ سے اس لیے ناراض ہوتے ہو کہ بہت سی چیزوں سے تمہیں محبت ہوتی ہے، تم مجھ سے مانگتے ہو، تم اصرار کرتے ہو، میں نہیں دینا چاہتا، کیوں نہیں دینا چاہتا؟ جبراً...... قہراً...... طاقتاً...... نہیں، بلکہ:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ 216:2)

(اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

اللہ کا جو علم ہے، اس میں یہ چیز تمہاری خطا کا باعث ہے اور جو چیز تمہارے علم میں نہیں ہے، اس کو تم نہیں جانتے مگر وہ تمہارے بال بچوں، تمہاری آئندہ نسلوں تک کیلئے عذاب کا حصہ بن رہے گی، وہ تمہیں اب ٹھیک لگ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے پرہیز کرو۔

خواتین وحضرات! مختصراً میں دعا پر چند ایک احادیث کے حوالے سے اپنا لیکچر ختم کروں گا کہ اللہ سے جو دعا نہیں مانگتا، اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کہ میں اللہ سے جو مانگوں گا اللہ اسے قبول کرلے گا۔ دعا ہر صورت میں تحفظات کے طور پر قبول ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا مانگنے میں عاجز نہ بنو یعنی اگر باقی چیزوں میں عجز آ گیا ہے، چلنے پھرنے میں، کھانا کھانے میں تو کم از کم اے میری امت کے لوگو! دعا مانگنے میں عاجز نہ بنو، سستی نہ کرو، تمہاری زبان ہر وقت دعا سے تر رہنی چاہیے۔ اور کیا خوبصورت، قول مبارک ہے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور آسمان وزمین کا نور ہے اور دعا وہ واحد استثناء ہے جو اللہ کے حضور پہنچتی ہے اور اس میں نہ کوئی شرع حائل ہے، نہ دین حائل ہے، نہ کسی طرح کی کوئی Approach حائل ہے اور

Marfat.com

خواتین وحضرات! اگر اللہ فوری طور پر دعا قبول نہیں کرتا تو کچھ چیزوں کو وہ ہمارے لیے سنبھالتا ہے اور دعا زمین وآسمان کے درمیان میں ہمیشہ آپ کی خاطر کرب وبلا سے جنگ کرتی ہے اور ان کو ہم تک پہنچنے سے روکے رکھتی ہے اور قیامت تک روکے رکھتی ہے جب تک آپ کا وجود اس دنیا میں قائم ہو۔

و ما علینا الا البلاغ المبین

Marfat.com

سوالات وجوابات

اولاد کے لیے ماں اور باپ کی دعا کی قبولیت!

سوال: اولاد کے حق میں ماں کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے یا باپ کی؟

جواب: لگتا تو یہ ہے کہ ماں کی دعا زیادہ تر قبول کی جاتی ہے مگر حدیثِ رسول ﷺ ذرا مختلف ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ گھر اور اولاد کے حق میں زیادہ دعا باپ کی قبول ہوتی ہے، اس کی وجہ ایک اور حدیث بھی ہے اور وہ حدیث بڑی Important ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوتا ہے یعنی شرعِ اسلامیہ کے نقطۂ نظر سے بچہ باپ کا ہوتا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ اس وقت جب یہ حدیثِ مبارک آئی، وہ احادیث کا وقت دیکھئے اور آج کی Researches دیکھئے تو عجیب سا احساس ہوتا ہے کہ ہمارے پیغمبر اس زمانے سے کہیں زیادہ Modern تھے کہ جن کو اچھی طرح علم تھا کہ بچی اور بچے کا ہونا باپ کا مقدر ہوتا ہے، ماں کا نہیں۔ ایکس کروموسومز ہوں یا وائے، یہ باپ کے ہوتے ہیں جو بچہ اور بچی کا باعث بنتے ہیں اور ماں کا زیادہ اثر Container کی حیثیت میں ہوتا ہے اور ایک ایسے انسان کی حیثیت میں ہوتا ہے جسے خداوندِ کریم نے ایک خصوصی مقام عطا فرمایا ہے پالنے کیلئے...... تو والدہ کی مشقتیں بہت زیادہ ہیں بچے کو پالنے کیلئے مگر قرآنِ حکیم میں اللہ کا فیصلہ یہی ہے کہ مرد کی دعا بچوں کے حق میں زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ اور اگر آپ غور کریں تمام بڑے بڑے پیغمبروں نے اپنی اولاد کے حق میں جو دعائیں مانگیں وہی قبول یا نا قبول تک پہنچیں، جیسے حضرت نوحؑ نے کنعان کیلئے مانگی تو اس کو رد کیا گیا اور وجہ بھی بتائی گئی اور جو دعا حضرت ابراہیمؑ نے مانگی وہ قبول کی گئی اور عطا کی گئی۔ اسی طرح جو بڑی دعا ہے بچوں کیلئے، وہ ماں اور باپ دونوں مانگ سکتے ہیں:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان 25:74)

(اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں نیک لوگوں کا امام بنا۔)

اس میں ایک لفظ بڑا قابلِ غور ہے: "مِنْ اَزْوَاجِنَا" ہوسکتا ہے کہ یہ گمان کیا گیا ہے کہ یہ دعا مرد کو خصوصاً عطا کی گئی ہے کہ

Marfat.com

اس میں ایک زوج کی بجائے "ازواجنا" کا ذکر ہے۔ یہ دونوں طرف بھی استعمال ہوسکتا ہے کیونکہ زوج کا لفظ دونوں طرف جاتا ہے۔But the most probably ایک مرد اگر دو یا چار بھی شادیاں کرے جیسے یہ ہوتا بھی رہا ہے، تو یہ دعا باپ کو عطا کی گئی کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے حق میں مانگے اور دعا کیلئے خاص طور پر ایک خوبصورت لفظ عطا کیا گیا: '' قرۃ العین'' یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اب دیکھئے! کہ کتنی بیویاں ہیں جو اپنے خاوندوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، یہ ذرا غور وفکر کا مقام ہے۔

دعا اور ذکر کا موازنہ!

سوال: دعا اور ذکر میں کیا فرق ہے؟

جواب: دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ذکر ایک شغل ہے، اسے شغلِ نورانی بھی کہتے ہیں اور اس میں طلب کے الفاظ نہیں ہوتے۔ یہ تعریفِ خداوند ہے۔ یہ تمام تر تعریفِ خداوند ہے اور اس میں اپنی حیثیت کو داخل کرنا دعا ہے۔ اذکار کے عوض سے چیز طلب کرنا دعا ہے چونکہ ایک واضح فرق یہ ہے کہ ذکر ہم اس لیے کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہو، تاکہ اللہ ہماری یاد سے راضی ہو، تو ذکر محبت کی نشانی ہے، انس اور خلوص کی نشانی ہے۔ یہ بڑی Important بات میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ فراقِ یار میں ذکر محبوب کی یاد ہے جیسے اقبال نے کہا:

تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد ز وصل

شاید تجھے معلوم نہیں کہ وصال سے شوق مر جاتا ہے۔

چیست حیاتِ دوام سو ختنِ نا تمام

کہ ہمیشہ جلتا رہنا ہی حیاتِ دوام ہے۔ تو ذکر کو ہم ان معنوں میں لیتے ہیں کہ خدا کے حضور تقرب کیلئے ہر وقت آرزو کرنا، جستجو کرنا، طلب کرنا ذکر ہے اور اس لمحہ فراق کو یا وصال کو زندہ رکھنا ذکر ہے۔ اور جب دعا اس میں شامل ہو جاتی ہے تو ہم Divert کرتے ہیں۔ سب سے بڑی دعا ذکر کے عوض تو ہم یہی کر سکتے ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ (حصن حصین)

(اے اللہ! ہمیں اپنے اذکار پر سلامت رکھ۔)

اور جیسے رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی اور یہ بہت بڑی دعا ہے:

" اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ " (حصن حصین)

(اے اللہ! ہمیں اپنے دین پر سلامت رکھ۔)

اور دوسری دعا جو بڑی ہی خوبصورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جو اللہ سے عافیت اور بخشش نہیں مانگتے، تو یہ سب سے بڑی دعا ہے جو انسان کے نصیب میں ہو سکتی ہے: کہ تین مرتبہ حضرتِ عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے دعا کیلئے حاضر ہوئے اور استدعا فرمائی کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی اچھی دعا عطا فرمائیے تو حضرتِ عباسؓ

Marfat.com

کافی حد تک دنیا کی طرف راغب بھی تھے اور مال کی بڑی خواہش رکھتے تھے تو خیال کیا جاتا ہے کہ شاید وہ اس لیے حضور ﷺ کے پاس آتے ہوں کہ وہ مال کی طلب اور جستجو رکھتے ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اے میرے چچا! آج تک انسان نے اپنے اللہ سے عافیت و بخشش سے بہتر کوئی چیز نہیں مانگی اور ایک چھوٹی سی دعا عطا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَالُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ (حصن حصین)

(اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور صحت و عافیت طلب کرتا ہوں۔)

دعا کی قبولیت کے لیے حلال و حرام کی تمیز!

سوال: دعا میں لقمہ حلال و حرام کے کیا اثرات ہیں؟

جواب: بعض اوقات ہم ان مراحل میں ہوتے ہیں کہ لقمہ حلال و حرام کی شاید تخصیص ہی نہیں ہو سکتی خاص طور پر آجکل کے دنوں میں جبکہ ہمارے تمام Systems سود پر چل رہے ہوں اور حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ایک زمانہء آخر ایسا بھی آئے گا کہ اگر سود نہیں تو اسکا دھواں ہر فرد اور ہر گھر تک پہنچے گا اور یہی وہ زمانہ ہے اور سود سے بڑھ کر حرام چیز اور کیا ہو سکتی ہے مگر جب جبرِ معیشت ہو اور سٹائل ہمارے ایسے ہوں اور ہماری زندگیاں ایسی ہوں تو بظاہر یہ دعا اور یہ تحدث اور یہ نصیحت پھر اس بات پر جائے گی کہ آپ واضح حرام سے بچیں اور کوشش کریں کہ حلال کی رسم زندہ رہے اور ایمان کی رسم زندہ رہے تو آپ کی دعا ضرور قبول ہوگی۔

رزق کیا ـــــ ہم جو کھاتے یا کماتے ہیں؟

سوال: رزق کیا ہے؟ جو ہم کھاتے ہیں یا جو ہم کماتے ہیں؟

جواب: نہ کھاتے ہوئے...... نہ کماتے ہوئے...... یہ رزق نہیں ہے بلکہ رزق ایک اضافی حیثیت رکھتا ہے جو تمام زندگیوں کیلئے ہے خواہ وہ زندگی کی اقسام کسی بھی قسم کی ہوں اور ان کی Necessary life کیلئے یا ان کو زندہ رکھنے کیلئے جو چیز بھی ان کو چاہیے وہ رزق کی تحصیل میں آئے گی۔

ربوبیتِ عالم صرف ایک شخص، ایک فرد یا ایک قوم یا ایک حیثیت کے اجناسِ غذائیہ پر نہیں ہے بلکہ اگر سورج کو اپنی زندگی کیلئے اٹھارہ ہزار ایٹم فی سیکنڈ چاہئیں تبھی اس کی حرارت قائم رہتی ہے تو سورج کا رزق ان دھماکوں اور حادثوں میں ہوگا، اس مسلسل ایٹمی Reaction میں ہوگا جو سورج کو زندگی دیتا ہے۔ اسی طرح چاند کا رزق اگر اس کو سورج کی روشنی مستعار نہ ملے اور اس کے وجود کو منور نہ کرے تو چاند کا وجود ختم ہو جاتا ہے، اس لیے چاند کی روشنی وہ انعطاف ہے جو سورج کی حیثیت سے اسے ملتا ہے۔ اسی طرح درختوں کی زندگی کاربن ڈائی آکسائیڈ میں ہے۔ ہماری زندگی آکسیجن میں ہے، تو رزق اتنا متنوع، اتنا عجیب و غریب ہے کہ کسی بھی چیز پر جب آپکا Survival ہوگا، کسی بھی چیز پر جب کسی بھی چیز کا وجود ہوگا تو اس کو ہم رزق کہیں گے، اس لیے خالی کھانا پینا جو ہماری صف میں ہے، اس کو رزق نہیں کہتے۔ رزق بہت

Marfat.com

وسیع لفظ ہے اور ربوبیتِ عالم کا ایک بہت بڑا Choice ہے اور اس کو Differentiate کرنا مشکل ہوتا ہے۔

کیا دعا مردے کو فائدہ پہنچاتی ہے؟

سوال: نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا دعا مردے کو فائدہ پہنچاتی ہے؟

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ دعا زندہ و مردہ ہر حال میں فائدہ پہنچاتی ہے۔ بہت سے غلط مسائل جو ہمارے اندر پیدا ہو گئے ہیں ان میں سے بعض مسائل تو احمقانہ سے لگتے ہیں مثلاً مرنے سے پہلے...... مرنے کے بعد...... دفن ہونے سے پہلے دعا نہیں ہو سکتی اور مرنے کے بعد دعا ہو سکتی ہے یا اس طرح دعا ہو سکتی ہے یا اُس طرح دُعا ہو سکتی ہے...... تو دعا کے بارے میں ایسی کوئی تخصیص موجود نہیں ہے کہ مرنے سے پہلے نہیں ہو سکتی...... مرنے پر نہیں ہو سکتی...... مرنے کے بعد نہیں ہو سکتی...... مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے اچھے بھلے عالم ان فضول مسائل میں کیوں الجھے ہوئے ہیں۔

دعا تو وہ چیز ہے جو شاید زندگی اور موت اور پھر موت کے بعد بھی حتیٰ کہ جنت اور جہنم میں بھی مداخلت کرتی ہے۔ جہنم سے بچانے والی دعا ہے، جنت میں مراتب بڑھانے والی دعا ہے اور تمام احادیث اس پر متفق ہیں کہ مرنے کے بعد مردے کو فوائد پہنچانے والی دعا ہے۔ صدقہ بہت ساری چیزوں پر محیط ہے اور سب سے خوبصورت صدقہ دعا ہے۔ کسی کیلئے دعا کرنا احسن ترین صدقات میں سے ہے۔ جب حضرتِ سعدؓ کی والدہ وفات پا گئیں اور بخاری و مسلم کی یہ مصدقہ حدیث ہے اور خواتین و حضرات! یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ جب ایک عالم کو بخاری و مسلم کی کوئی حدیث Suit کرتی ہوئی لگتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ صحیح ہے اور جو ذرا اُس کے ذاتی مسلک کے خلاف جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ بخاری کی یہ حدیث متفق علیہ نہیں ہے، یہ کمزور ہے۔ حالانکہ یہ Decision ہو چکا ہے کہ بخاری اصح الصحیحین ہے۔ اگر بخاری غلط ہے تو تمام احادیث کا اجماع غلط ہو جاتا ہے اور اس کے مختلف Status غلط ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھئے! کہ آج کے دور کا کوئی بندہ یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ اُس وقت کی کسی حدیث میں کوئی نقص نکال سکے۔ آپ قبول کریں یا نہ کریں، یہ آپ کی بات ہے، مگر اسماء الرجال دس لاکھ انسانوں کا علم ہے جن سے احادیث Collect کی گئیں اور آج کا کوئی بھی انسان اسماء الرجال کی گرفت نہیں لے سکتا، اس لیے یہ بڑا احمقانہ سا فعل ہوگا کہ آج پندرہ سو برس بعد میں یہ کہوں کہ یہ کذاب ہے یا صحیح ہے۔ اس وقت کے Specialists نے یا اس وقت کے محدثین نے جو رائے دے دی ہے، ہم اس کو نہ صرف فائنل قبول کریں گے بلکہ امام مسلم بن حجاج جو ایک Specialist ہیں، انہوں نے بخاری کے بارے میں ایک جملہ کہا کہ خدا کی قسم! یہ ''پیغمبر فی الحدیث ہیں'' کہ اگر حدیث میں پیغمبر ہوتے تو وہ بخاری ہوتے، پھر ان کی نیات دیکھنی پڑتی ہیں، پھر ہمیں تصدیق کرنی پڑتی ہے کہ یہ دونوں کتابیں صحیحین ہیں اور پھر اصح الصحیحین بخاری ہے۔ اس کے بعد کسی حدیث کا سمجھ میں نہ آنا کوئی اور بات ہے، کسی حدیث کے مفہوم کو نہ پانا کوئی اور بات ہے۔ میں آپ کو صرف اپنی ذاتی تحقیق کی وضاحت کر دوں کہ بخاری، مسلم اور ابی داؤد میں میں نے کوئی حدیث غلط نہیں پائی اور جو بھی ان پر اعتراضات ہیں مجھے کم علمی کے باعث لگے، ناقص لگے، اس لیے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت سعدؓ کی وہ

Marfat.com

حدیث فائن ہے اور جب وہ صحیح ہے تو پھر کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مردے کو ثواب پہنچتا ہے کہ نہیں، زندے کو پہنچتا ہے کہ نہیں......

کہ جب حضرتِ سعدؓ پیش ہوئے حضور گرامی مرتبت کے حضور...... فرمایا: "یارسول اللہ ﷺ! میں باہر تھا، میری والدہ فوت ہو گئیں، ان کو دفنا دیا گیا، اب اگر میں ان کیلئے کوئی کارِ خیر کروں تو ان کو ثواب پہنچے گا کہ نہیں"...... فرمایا آپ ﷺ نے: "نَعَمْ" (ہاں)...... خواتین و حضرات! بڑی عجیب سی بات ہے کہ جیسے پیغمبر کی آنکھ ان تمام فتنہ، سوال کو دیکھ رہی تھی جو پندرہ سو برس بعد آنے تھے، تو اُس جواب میں ایک لفظ بھی نہیں Add کیا گیا، فرمایا: "نَعَمْ" (ہاں) کوئی اشتباہ نہیں چھوڑا گیا، سیدھا جواب دیا گیا۔ حضرتِ سعدؓ نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! گواہ رہیے کہ میں نے اپنا فلاں باغ اپنی والدہ کیلئے صدقہ کیا"۔ یہ احادیث موجود ہیں پھر مجھے کوئی ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ میں کسی اور عالم کے پاس جا کر سوال کروں، البتہ اس سے زیادہ ایک خوبصورت حدیث ہے:

ایک شخص آیا اور کہا: "یارسول اللہ ﷺ میری ماں نے حج کی نیت کی اور وہ فوت ہو گئی، اب اگر میں اس کیلئے حج کروں تو کیا اس کو ثواب پہنچے گا؟" تو حضور ﷺ نے ایک جواب دیا جو آپ کو بڑا اچھا لگے گا، پوچھا: "اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا اور وہ مر جاتا، پھر تو اس کے مرنے کے بعد اس کو ادا کرتا تو وہ ادا ہوتا کہ نہ ہوتا"۔ اب ذرا اپنی عقل سے جواب دیں کہ اگر وہ ادا ہو جاتا ہے تو پھر ثواب بھی اس کو پہنچے گا۔

خواتین و حضرات! ایک تیسری اتنی مستند حدیث نہیں، مگر بڑی خوبصورت حدیث ہے کہ جنت میں ایک Low grade مکان میں رہنے والے ایک شخص کو بلایا گیا۔ جنت میں مکانات تھوڑے تھوڑے مختلف ہیں مگر ہیں سارے خوبصورت...... دنیا سے تو بہر حال بہتر ہیں یعنی اسکا کم ترین مکان بھی آپ کے Windsor palace سے بہتر ہے۔ تو ایک Low grade house میں رہنے والے ایک شخص سے کہا گیا کہ چل بھئی! تیری پروموشن ہو گئی ہے، تیرا Grade بھی بہتر ہو گیا ہے اور تیرا گھر بھی تجھے نیا الاٹ ہو گیا ہے، تو اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی ایسا کام نہیں کیا، کوئی اچھی بات نہ کی، پھر یہ کیسے ہوا ہے، تو کہا گیا کہ تو نے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا تھا، اس نے تیرے لیے بہت خیرات کی، بہت قرآن پڑھا، اور تیرے لیے بہت دعا کی ہے اور تجھے اس کا ثواب پہنچایا ہے، اللہ نے قبول کیا ہے اور جنت میں تیرا ایک درجہ بڑھا دیا ہے۔

خواتین و حضرات! ایک آخری بات...... کچھ محبتوں میں پشیمان لوگ جنت میں بھی اداس ہوں گے...... روز فکر مند...... باپ جہنم میں...... اماں جان وہاں سڑ رہی ہیں، بیٹے نے جنت لے کر کیا کرنی ہے یا بیٹے آگ میں پڑے ہیں...... بھلا کیا خاک خوشی نصیب ہوگی...... تانک جھانک تو چلتی رہتی ہے، جنت والے اُدھر بھی جھانک لیتے ہیں، جہنم والے جنت کو دیکھتے رہتے ہیں اور جنت والے ذرا خوف زدہ ہو کر دیکھتے ہیں کہ اگر اچھے کام نہ کرتے تو ہم بھی اُدھر ہوتے۔

تانکنا جھانکنا کبھو نہ گیا
دل سے شوقِ رخِ نکو نہ گیا

اس تانک جھانک میں کچھ لوگ غم زدہ ہو جاتے ہیں۔ کچھ بیویاں اچھی لگتی ہیں اور بہت سی بیویاں اُدھر ہوتی ہیں:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ O وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (واقعہ 40,39:56)

(تھوڑے اگلوں میں اور تھوڑے پچھلوں میں سے۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ" زمانہء آخر میں دجال کے ساتھ زیادہ جوان لڑکے اور عورتیں ہوں گی" کیونکہ دونوں فیشن کے نقال ہوتے ہیں اور جو نقل زیادہ کرتا ہے وہ اصول سے انحراف کرتا ہے، اس میں پائیداری اور استقلال نہیں رہتا۔ Psychologically speaking یہ جو ڈانس، رومانس اور یہ جو الجھنیں ہیں، یہ دجال کی روایات کو زیادہ مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے ہیں۔ اسی طرح خواتین کے بارے میں سنیئے! میرے ایک بڑے اچھے دوست ہیں، اہلِ حدیث کے استاد ہیں، حضرتِ علامہ ساجد میر صاحب میرے بڑے دوست ہیں، میرا بڑا انس ہے انکے ساتھ۔ میں نے ایک مرتبہ کہا کہ تم نے اتنی عمر جدو جہد کی، علامہ صاحب! لیکن لوگوں کے پائنچے نہ اٹھا سکے لیکن ایک فیشن آیا اور سب عورتوں نے بھی پائنچے اٹھا لیئے...... تو بہتر یہ ہے کہ تم فیشن ایبل طریق سے کوئی حدیث Issue کیا کرو۔ تو خواتین وحضرات! اسی طرح ناخنوں کے مسائل کہ ناخن پر یہ لگا ہو وہ نہ لگا ہو...... ہماری فقہ بجائے کچھ اچھے اور اعلیٰ مسائل حل کرنے کے فضول اور احمقانہ مسائل میں الجھ گئی ہے اور علماء کے رزق اس پر قائم ہیں کہ لوگوں کی توجہات کو پست ترین مسائل کی طرف لے جاؤ اور انکو اسلام کے بلندتر فضائل کو حاصل نہ کرنے دو۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے مگر علماء کو اس سے بہتر کوئی کام آتا ہی نہیں ہے اور اقبال نے درست کہا تھا:

ع دینِ ملاّ فی سبیل اللہ فساد

کالے علم کے مقابلے میں دعا کا اثر!

سوال: کالے علم کے سامنے دعا کی تاثیر کیا حیثیت رکھتی ہے؟

جواب: کالے علم کا بھی ایک اصول ہے جو قرآن میں درج ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ' (الزخرف 36:43)

(جب اللہ کے ذکر سے لوگ غافل ہوتے ہیں تو اللہ ان پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔)

پھر اللہ کہتا ہے کہ مجھے اس کی کیا پرواہ جو میرے ذکر سے غافل ہوا۔ اگر تمہیں شیطان ہی چاہیے تو پھر شیطان کے حوالے۔ پھر جب وہ حوالہء شیطان ہوا تو ایک شیطان اس کے بڑا قریب رہتا ہے:

فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ'

اور جادو ہے کیا؟ کالا علم کیا ہے اور پیلا کیا ہے......؟ تمام علوم جو انسان کی توجہ خدائے واحد سے ہٹاتے ہیں، علم حقیقت سے ہٹاتے ہیں، توجہ کو اغوا کرتے ہیں۔ قرآنِ حکیم نے لفظ اغوا استعمال کیا ہے۔ شیطان نے کہا کہ میں ان کے اوپر سے آؤں گا، نیچے سے آؤں گا، دائیں سے آؤں گا، بائیں سے آؤں گا، میں ان کی ہر سمت سے آؤں گا۔ کروں گا کیا؟ فَاَغْوِيَنَّهُم (ان کو اغوا کروں گا۔) راہِ راست سے بھٹکا دوں گا۔ ہلکی ہلکی لغزشیں...... پکی سڑک سے پگڈنڈیوں پر ڈال

Marfat.com

دوں گا بڑے بڑے اچھے نظارے دکھا کر...... پھر اللہ نے کیا کہا؟ ہاں! تو ضرور ایسا کرے گا۔ تیرا حق بھی لکھ دیا میں نے جہنم میں تیرے ساتھیوں کا بھی مگر ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ میرے ان بندوں پر تیرا کچھ اثر نہ ہوگا:

اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ

کہ جن کے دل میں میرے لئے ذرہ برابر بھی اخلاص ہے، تو ان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔

تو خواتین و حضرات! بہت وسوسے آئیں، بہت شبے پڑیں تو ایک دعا یاد رکھنی چاہیئے کہ:

"اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ"

(میں تو اپنے اللہ پر اور اپنے رسول پر ایمان لایا۔)

اے شیطانِ رجیم! اے پڑوسن! جو دستک دے کر بات کرتی ہے اور اے جادوگر! جو تعویذ تو نے دبائے ہوئے ہیں نا میری گلی میں...... تو میرا کچھ بھی نہیں کر سکتا کہ میں اپنے اللہ اور رسول پر ایمان لایا اور تمام جادو تعویذ قطعاً اثر نہیں رکھتے مگر یہ کہ یہ آپ کے ایمان کی آزمائش ہیں:

وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (البقرہ2:102)

(ہم نے نہیں اتارے ہاروت و ماروت اس لیے کہ تمہیں جادو سکھائیں۔)

نہیں، بلکہ ہم نے اس لیے کیا کہ جادو کے ذریعے تمہارا ایمان آزمائیں۔ ہم دیکھیں کہ تمہاری رغبتیں اتنی کمزور اور کمتر ہیں کہ تم ان گلی کوچے کے وسوسہ سازوں کی گرفت میں آجاتے ہو یا ہم پر اور ہمارے رسول پر یقین رکھتے ہو۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (البقرہ2:102)

جادوگر اور وہ ہاروت و ماروت، فرشتہ ہائے خداوند، انسانوں کو پہلے سے کہتے تھے کہ دیکھو! ہم پر یقین نہ کرنا۔ کیا عجیب بات ہے...... کیا عجیب بات ہے کہ جو اصول بتایا گیا ہے جادو کا کہ دیکھو ہم پر یقین نہ کرنا، ہم کفر ہیں...... ہم تمہاری آزمائش ہیں......

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

ہم فتنہ ہیں، ہم آزمائش ہیں، تمہارے یقین و ایمان کی آزمائش ہیں " فَلَا تَكْفُرْ " پس کفر نہ کرنا، ہم پر اعتبار نہ کرنا۔ بول بول کر فرشتے پکار رہے تھے۔ اے لوگو: ہم جادو ضرور رکھتے ہیں، سکھاتے ضرور ہیں مگر ہم پر اعتبار نہ کرنا، اگر ہم پر یقین کرو گے تو برباد ہو جاؤ گے، سب سے بڑی بات کہ خدا جائے گا...... خدا ہاتھ سے جائے گا...... جب خدا ہاتھ سے جائے گا، تو زندگی بھر کیلئے شیطان مسلط ہو جائے گا، اس کا کوئی چیلا چانٹا تمہارے خون میں شریک ہو جائے گا۔ خبردار رہنا...... ان کا کوئی بڑا کام نہیں ہے...... ان کا کام بڑا سادہ سا ہے، جادوگروں کا کام بڑا سادہ ہے۔ ٹونے ٹوٹکے، تعویذوں سے ان منکرینِ خدا کا صرف ایک کام ہے...... کہ میاں بیوی کے درمیان فرق ڈال دینا، گھروں کو خراب کرنا، ہر ایک کو اپنے تشخص کی خبر دینی...... آزادیاں...... انا اور تکبرات کے میلے......

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران3:185)

Marfat.com

یہ غرور ہے، آسیب جاہلیت پیدا کرتا ہے، جنوں اور انا پیدا کرتا ہے، مرد عورت کو کہے گا کہ تم میرے حق کتاب کے مطابق ادا نہیں کرتی اور خود اس کے حق پورے نہیں کرے گا۔ عورت مرد کو کہے گی کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہوا ہے میرے بارے میں...... یہ غفلتیں...... یہ تمام تجاہل...... یہ تمام تغافل اللہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ آپ کی کم فہمی کی وجہ سے ہے، اس لیے ملائکہ فرمایا کرتے تھے کہ مت ہمارے قریب آؤ ہم تمہاری آزمائش ہیں اور ہم کسی کو علم نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ لیں کہ اس کا فائدہ ہے یا اس میں نقصان ہے۔ اللہ نے ایک فیصل آیت میں یہ بتا دیا۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (البقرہ102:2)

(اور وہ سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان دینے والی ہے اور جو نفع نہیں دے گی۔)

کہ تم کیوں اس بات کو سیکھتے ہو جس کا کوئی نفع نہیں ہے اور اگر اسے مانو گے تو اس کا نقصان ہی نقصان ہے۔

کیا اللہ کے سوا استعانت شرک ہے؟

سوال: اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور نبی پاک ﷺ بانٹتے ہیں تو کیا ہم حضور ﷺ سے مانگ سکتے ہیں؟ بعض لوگ کام شروع کرنے سے قبل یا علی مدد اور یا غوثِ اعظم مدد وغیرہ کے الفاظ پکارتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے یا شرک ہے؟

جواب: اگر تو محبت سے پکارتے ہیں تو جائز ہے اور اگر مانگنے کیلئے پکارتے ہیں تو پھر ناجائز ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ ایک بہت بڑی جنگ لڑی ہی اس بات پر گئی تھی کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کو پکارا تھا۔ رجنالڈ، وائی کرک نے ایک مسلمان قافلے پر حملہ کیا۔ اس میں صلاح الدین ایوبی کی بہن بھی تھی، اس کی بیٹیاں بھی تھیں۔ جب اس قافلے کو چھیڑا تو اس کی بہن نے کہا: "وائے محمداہ" کہ اے محمد! کہاں ہو، ہماری مدد کو آؤ تو رجنالڈ نے کہا کہ آج محمد تو کیا اس کا اللہ بھی تمہیں میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا، جب صلاح الدین کو خبر پہنچی تو بہن کا برا نہیں منایا، اس گستاخ پر اس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے قسم کھائی کہ باقیوں کو ماروں نہ ماروں، اس گستاخِ رسول ﷺ کو اپنے ہاتھ سے ماروں گا۔ پھر اللہ نے اسے وادیٔ Hittin کی فتح دی تو اس نے رجنالڈ کو اپنے ہاتھوں سے واصل بالنار کیا۔

پکارنا تو کوئی پرابلم نہیں مگر عقل تو فرق کرنے کے قابل ہے۔ عقل کو پتہ ہونا چاہیے کہ ہم نے کس سے کیا چاہنا ہے۔ یہ حیثیت تو آپ کے اذہان کی ہے کہ دینے والا تو اللہ ہے اور اگر رسول ﷺ سے یہ کہو اور غوث سے یہ کہو کہ اے غوث! ہمارے لئے دعا کرنا کہ اللہ ہمیں یہ عطا کر دے تو فقرہ ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب آپ یہ کہو کہ اللہ چاہے نہ چاہے، غوث! تو مجھے عطا کر دے تو فقرہ غلط ہو جاتا ہے۔ یہ لفظ کی ادائیگی کا انداز ہے۔ ایک ہی لفظ ہے جو جہالت کی تعبیر ہے اور ایک ہی لفظ ہے جو دستارِ فضیلت باندھ دیتا ہے۔

کیا غیر اللہ کی نیاز دینا درست نہیں ہے؟

سوال: کیا غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام ہے مثلاً گیارہویں شریف اور پیروں فقیروں کے نام کی نذر و نیاز دینا حرام ہے؟

Marfat.com

جواب: Basically تمام نذر و نیاز ایصالِ ثواب ہے، جیسے غالب نے کہا کہ اگر میں حج پر گیا تو اس کا تمام ثواب حضور ﷺ کی نذر کروں گا۔ بلکہ حکم ہوا کہ اگر آپ کے پاس کچھ نہ ہو تو رات کے کھانے پر بھی فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو بھیج سکتے ہو۔ بخاری میں نے آپ کو Quote کر دی، مسلم اور ابی داؤد میں بھی ثواب پہنچانے کا عمل میں نے آپ کو Quote کر دیا ہے، اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ باقی اگر آپ ایصالِ ثواب کی نیت نہیں رکھتے تو پھر کیا نیت رکھتے ہو؟ اسکا مجھے پتہ نہیں لگتا...... فرض کرو اگر کوئی بکرا ذبح کر رہا ہو اور کہتا ہو کہ اللہ کے نام پر بکرا ذبح کرتا ہوں اور نیت یہ ہے کہ اسکے گوشت کا ثواب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پہنچے تو کون سا ایسا محدث ہے جو اسے غلط قرار دے؟ کون شخص اسے غلط کہتا ہے؟ اور کیسے؟ غیر اللہ کہاں سے ہوا؟ بکرا تو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے مگر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ! یہ بکرا تیرے نام پر ذبح کرتا ہوں، تُو اپنا ثواب خود ہی اپنی نذر کر لے۔ کیا فضول سا Sentence ہے! تو جب تک آپ کا لفظ درست نہ ہوگا، جب تک لفظ خیال کا ساتھ نہ دے گا تب تک عمل درست نہ ہو گا۔ آج حج میں جو بکرے ذبح ہو رہے ہیں تو تمام تر ثواب سنتِ ابراہیمؑ کو جا رہا ہے یا حضرتِ ابراہیمؑ کو جا رہا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ غیر اللہ کی ٹرم اسی وقت استعمال ہوگی جب کوئی چیز وشنو کے نام پر ذبح ہوگی، جب کسی مسلمان کے نام پر ذبح ہوگی یا غیر مسلم کے نام پر ذبح ہوگی۔

جامعہ ازہر اور سعودی علماء نے ایک فتویٰ Issue کیا ہے کہ اگر غیر اللہ کی ذبح کی ہوئی چیز آپ کے سامنے آ جائے...... غیر اللہ تو کیا...... وہ تو نام ہی نہیں لیتے کسی کا...... انہوں نے تو بلیڈ مارا اور چیر دیا They are not interested in reading the neeyatt. اگر آپ کے ہاتھ میں ایسا کوئی گردن کٹا آ گیا ہے تو آپ اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لو اور کھا جاؤ...... اب یہ فتاویٰ Issue ہو گئے ہیں، بہر حال یہ تو اہلِ فقہ کی ہمت ہے اور ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ ان فتاویٰ کو علم کا درجہ مل سکتا ہے یا نہیں مل سکتا لیکن Normally جیسا میں نے آپ سے پہلے عرض کیا کہ صرف آپ کا جملہ فرق ڈالے گا کہ یہ غیر اللہ کے نام ہے یا اللہ کے نام پر...... "بسم ربک العظیم"۔

کیا روزہ ہر حال میں فرض ہے؟

سوال: ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ سخت گرمیوں میں جو لوگ روزہ رکھنا چاہیں وہ رکھیں اور جو نہ رکھنا چاہیں وہ نہ رکھیں۔ کیا یہ معاملہ آپ نے صرف سفر کیلئے فرمایا تھا کہ عام زندگی کیلئے بھی؟

جواب: عام زندگی کیلئے تو یہ استطاعت پر ہے۔ روزہ استطاعت پر ہے، جسمانی استطاعت پر ہے۔ فرض کیجئے کہ ہمارے بہت سارے لوگوں کو درد گردہ ہے۔ They have a medical advice, اور بظاہر وہ ٹھیک بھی ہیں۔ But cant keep fast. ویسے بھی اگر کسی موسم میں حدت بڑھ جائے تو Local تصرفات فقہ کے کہتے ہیں...... جیسے جمعہ کا دن تھا، بادل تھے اور کیچڑ تھا مدینہ میں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مسجد ہی سے اعلان کروایا کہ لوگو! آج جمعہ کے لیے مسجد نبوی میں مت آنا، اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو...... کیونکہ ظاہر ہے اس مسجد کا کیا حشر ہوگا، جب سب کیچڑ لیکر اس میں آئیں گے اور میرے خیال میں نماز سے زیادہ کپڑے جھاڑنے میں وقت گزاریں گے۔ اسی طرح ابھی پچھلے دنوں

Marfat.com

شاید آپ کی توجہ سے یہ بات گزری ہوگی کہ الجزائر اور مراکش میں بڑی سخت گرمی پڑی تو I appreciate that scholar of religion. کہ اس نے اعلان کیا کہ اتنی سخت گرمی ہے کہ Survival مشکل ہے تو اے مسلمانو! روزہ نہ رکھو۔ اس سے پیشتر بھی سخت حالات میں جیسے معرکہ عینِ جالوت میں جنگ ہونے والی تھی تو امام ابنِ تیمیہ نے فتویٰ دیا کہ اے لوگو! آج مشقت کا دن ہے، تلوار چلانے کا دن ہے، تو بھوکے ایسا نہ ہو کہ تم غش کھا جاؤ تو آج روزہ نہ رکھو...... اسلئے .In exceptional conditions decisions can be made مگر ایک اور بات بھی ہے، اس پر غور کیجئے، وہ ہے روزے کا فدیہ، یعنی کیا آسان سا اس میں ذکر ہے، جو اللہ نے کہا کہ:

" فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ " (البقرہ184:2)

یعنی اگر آپ روزہ نہیں رکھ سکتے ہو تو ایک مسکین کو کھانا کھلا دو۔ اگر آپ بھوکے نہیں رہ سکتے ہو تو ایک بھوکے کو کھانا کھلا دو۔ .This is a very handsome treatment یہ بڑا ہی خوبصورت صلہ ہے، مگر ایک بات کا مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے کہ سخت گرمیوں کے مہینے میں جب رمضان کے دن ہوں اور میں سڑکوں سے گزرتا ہوں تو کراچی سے لے کر پشاور تک سارے ہوٹل بند...... یہ میں اپنے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تو گذشتہ ساٹھ برس سے روزے رکھتا چلا آ رہا ہوں اور میری یادداشت میں کوئی روزہ ایسا نہیں ہے جو کہ نہیں ہے...... روزہ ہی ہے، مگر مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کراچی سے پشاور تک سارے ہوٹل بند ہیں اور عنوان لگا ہوا ہے کہ "احترامِ رمضان" بھئی کیا یہ فضول سا احترامِ رمضان خدا کی اس آیت پر بھاری ہے کہ جس میں اللہ نے کہا:

"فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضاً اَوْعَلٰى سَفَرٍ " (البقرہ184:2)

کیا عجیب بات ہے کہ منہ دکھاوے کی خاطر، ایک دوسرے کی Respectability قائم رکھنے کی خاطر ایسا کیا جاتا ہے۔ اس سے مذہب کو کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر کوئی مسافر جا رہا ہو اور کوئی روزہ دار اس کو پانی پلا دے تو میرا خیال یہ ہے کہ روزے دار کو زیادہ ثواب ہوگا بہ نسبت اس کے کہ پانی پیتے ہوئے وہ بے روزہ دار کو اینٹ نکال کر مار دے......

خواتین و حضرات! ایک حدیث رسول ﷺ ہے اور غور کیجئے کہ کیا آج کل کے مقدس عالم اس بات کی اجازت دیں گے کہ جب ایک غزوہ پر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو روزہ دار تھے اور وہ اصحاب بھی جو روزہ دار نہ تھے۔ ان لوگوں نے یہ نہ سوچا کہ ہم رسولؐ کے ساتھ جا رہے ہیں، ہمیں تو بڑا اپا کباز ہونا چاہیے، چھ مرتبہ وضو کرنا چاہیے، صائم الدھر ہونا چاہیے، روزے رکھنے چاہئیں مگر ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے رخصت لی ہوئی تھی۔ جب لشکر نے پڑاؤ کیا تو بے روز پہلے اٹھ گئے، وہ فریش تھے، انہوں نے خیمے لگائے، بستر بچھائے، پانی چھڑکا اور اس پر مسندیں لگائیں اور آواز دی کہ اے ہمارے روزہ دار بھائیو! آؤ اور آرام کرو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج تو روزہ نہ رکھنے والے روزہ داروں پر بازی لے گئے۔ یہ تو ہے دین......

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج78:22)

(اور نہیں رکھی تم پر دین میں کوئی تنگی۔)

Marfat.com

ہم نے تو کوئی تختی نہیں رکھی ہوئی۔ "مولوی نور دین" نے تختی رکھنی ہے تو رکھ لے...... یہ کیا مذہب ہے جو پیش کیا جا رہا ہے؟
میں آپ سے قسمیہ کہتا ہوں I have found the religion is the most easy way to follow, easiest path to walk on. اس لیے کہ مجھے اللہ کا یقین ہے، اس لیے کہ جب اللہ یہ فرماتے ہیں:

طٰهٰ - مَآ اَنۡزَلۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰى (طٰہٰ 2:20)

(ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔)

تو وہ آپ کا بوجھ کیسے بن سکتا ہے؟ وہ آپ کے کسی بھی کام کیلئے مصیبت کیسے بن سکتا ہے؟

میں نے آپ سے عرض کیا کہ اسلام کے ہر قانون میں استثناء ہے۔ قتل میں استثناء ہے۔ قتل سے بڑا کیا جرم ہو سکتا ہے مگر وہاں دیت کی صورت میں استثناء ہے، وہاں بھی اگر وارث آمادہ ہو جائیں تو چند پیسے لیکر اور خدا کے واسطے بھی قتل کو معاف کر سکتے ہیں تو کیا روزہ نہ رکھنا قتل سے بڑا جرم ہے؟ یہ بڑے جرم ہیں؟ پھر اگر ایک عام بندہ قتل سے بڑے جرم کو معاف کر سکتا ہے تو اللہ کیا اتنا چھوٹا ہے کہ آپ کی چھوٹی خطائیں بھی معاف نہیں کر سکتا۔ یہ کون بدگمان ہیں جو اللہ پر اتنی بری نظر رکھتے ہیں؟ اُس بدو سے بھی اتنے کمتر کہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! "قیامت میں حساب کون لے گا؟" فرمایا: "اللہ خود" وہ ہنسا اور ہنس کر چل دیا۔ فرمایا: "بلاؤ! اس میں ہنسنے کی کیا بات تھی۔" وہ لوٹا، پوچھا: "میاں! تو ہنسا کیوں؟" کہا: "یا رسول اللہؐ! دیکھا ہے کہ زمین پر جب عالی ظرف حساب لیتے ہیں تو آسان لیتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا؟......"

غور فرمایئے کہ دین کو سمجھنے والے کیسے دین سمجھتے ہیں......اور "ملا نظام الدین" کیسے سمجھتے ہیں......آپ کا دین کتنا آسان، کتنا آزاد، کتنا مشقتوں سے آپ کو بچانے والا ہے اور دین کے Followers دیکھئے کہ کیسے آپ سے سلوک کر رہے ہیں۔ I don't blame them at all. مگر ان کو اپنی علمیت واضح کرنی چاہیے اور ان کو کشادہ طبیعتوں سے دین کو پیش کرنا چاہیے۔

مرے ہوئے شخص کی دعا میں شمولیت!

سوال: ایک فوت شدہ شخصیت کیسے دعا میں شامل ہو سکتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو نبی کریم ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کیا صحابہ کرامؓ انکو اپنی دعاؤں میں شامل کیا کرتے تھے؟ اگر ایسا ہے تو کوئی حوالہ دیجئے۔

جواب: کمال ہے! آپ ذرا غور کیجئے کہ جو درود رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرمایا، وہ تو قیامت تک ان کی آل واولاد کے لیے بھی اسی طرح جاری وساری ہے۔ جب آپ کہتے ہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

ان میں سے تو اب تک ہزاروں فوت ہو چکے ہیں تو پھر "فوت" کیا ہوا؟ کوئی بھی نہیں مرتا۔ کافر بھی نہیں مرتا۔ مسلمان کیسے مرے گا؟ پھر موت کے حالات ہیں۔ بڑے لوگ کہتے ہیں کہ "لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى" اور یہ نہیں غور کرتے کہ قرآن کی

Marfat.com

آیت لاگو کن پر ہوئی، فرمایا: اے رسول! ان زندوں کو کیا سبق سمجھاتا ہے، ان اہلِ کفر مکہ کو کیا پڑھاتا ہے۔ "لا تَسْمَعُ الْمَوْتٰی" (مردے بھی کہیں سنتے ہیں۔) تو خواتین وحضرات! بڑا پرابلم یہ ہے کہ لوگ سوچتے نہیں کہ آیت کا اطلاق کس پر ہے۔ "لا تَسْمَعُ الْمَوْتٰی" کا اطلاق زندوں پر ہے، یعنی خدا زندوں کو مردہ کہہ رہا ہے کہ اے پیغمبر! اے میرے رسول! تو ان کو کیا سبق دیتا ہے، یہ تو مرے ہوئے لوگ ہیں اور مرے ہوئے بھی کبھی سنتے ہیں...... یعنی خدا نے جو مثال دی ہے وہ Common انسان کے حوالے سے دی ہے۔ اللہ کو پتہ ہے کہ مردے سنتے ہیں...... مجھے پتہ ہے کہ نہیں سنتے...... اللہ تو ان پر عذابِ قبر دے رہا ہے، اللہ تو ان کو دوزخ اور جنت کے رستے دے رہا ہے، اللہ کے علم میں تو مردے بھی سنتے ہیں، میرے علم میں نہیں سنتے، تو خدا نے میرے علم کے مطابق آواز دی ہے کہ "لا تَسْمَعُ الْمَوْتٰی" کہ اے پیغمبر! جیسے رسمِ رواجِ دنیا ہے کہ بھلا مردے بھی کوئی سنتے ہیں اور یہ لوگ جو اللہ کو ماننے والے نہیں ہیں، یہ مردہ ہیں...... تُو ان کو کیا سنائے گا، یہ تو مرے ہوئے لوگ ہیں۔

خواتین وحضرات! میں اپنی طرف سے کوئی فلسفہ نہیں دے رہا، جب شیبہ مر گیا، عتبہ بن ربیعہ مر گیا، جب عمر بن ہشام ابوجہل مر گیا تو کفار کے سردار ایک گڑھے میں ڈالے گئے...... یہ بخاری ہے، مسلم ہے، ابی داؤد ہے، صحاح ستہ کی حدیث ہے...... تو حضور ﷺ اس گڑھے پر پہنچے، کہا: "اے عتبہ......! اے شیبہ......! اے عمر بن ہشام......! جو اللہ نے ہم سے وعدے کئے وہ پورے ہوئے"؟ یہ بتاؤ جو تم سے وعدے ہوئے، کیا پورے ہوئے؟ اُس وقت کا سب سے بڑا Sceptic philosopher ہر بات میں تجسس کرنے والا، عمر بن خطاب کھڑا ہوا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے پوچھا: "یا رسول اللہ ﷺ! کن سے باتیں کر رہے ہو؟ یہ کیا باتیں آپ کر رہے ہیں؟ آپ ان کو آواز دے کر خطاب کر رہے ہیں؟ یا رسول اللہ! مردے بھی کبھی سنتے ہیں؟" فرمایا: "تم سے بہتر سنتے ہیں، مگر جواب نہیں دے سکتے"۔

اس کے بعد خواتین وحضرات! اتنی بڑی شہادتیں...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں مشہور ہے کہ گھنٹوں قبرستان میں کھڑے رہتے تھے...... گھنٹوں...... اور بڑی لمبی لمبی باتیں کرتے تھے۔ ایک بات اور میں آپ کو بتاؤں کہ مسائل میں منافقت نہیں ہونی چاہیے۔ یہاں ہمارے بہت سارے ایسے مقدسین موجود ہیں جو "سمع موتی" کے تو خلاف ہیں مگر آپ کو حیرت ہوگی کہ کشفِ قبور کے بڑے قائل ہیں۔ وہ یہ تو آپ کو بتا دیں گے کہ قبر میں فرشتے جنابِ مردہ کے ساتھ مار پیٹ کر رہے ہیں، انکو جوتے لگا رہے ہیں...... یہ کھڑے ہو کر ان کو پتہ لگ جاتا ہے، بڑے بڑے متقی اہلِ حدیث اور بڑے بڑے متقی اہلِ دیوبند اور بڑے بڑے متقی بریلوی، ان کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں، تمام کشفِ قبور کے بڑے قائل ہیں کیونکہ وہ انکے ذاتی ترفع کی اور تقدس کی ایک علامت بن جاتا ہے۔ "مردے نہیں سنتے"...... مگر قبر میں عذابِ قبر یہ سن لیتے ہیں۔ یہ ہے ان کی علمی منافقت کی ایک زندہ مثال......

مردہ کوئی بھی نہیں ہوتا۔ یہ حقیقت یاد رکھیں کہ انسان ازلی نہیں ہے، ابدی ضرور ہے۔ یہ ازل سے نہیں ہے مگر ابدیت تک اس نے جانا ہے اور رستے میں اسے کوئی موت نہیں ہے۔ ٹھہراؤ ہے...... سکوت ہے......

مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (البقرہ 36:2)

Marfat.com

(زمین پر کچھ عرصہ ٹھہرو، استقرار پکڑو، اس میں تھوڑا فائدہ ہے۔)

اللہ کو چاہیے تھا کہ انسان کو کہتا کہ تمہیں ہم نے مرنے کیلئے زمین پر بھیجا ہے۔ وہاں ٹھہرو......! اور......مرو......! یہی کہنا تھا نا اس نے...... مگر اللہ نے یہ نہیں کہا۔ اللہ نے کہا: مستقر ہے، مقام ہے اور ہم جانتے ہیں:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود 6:11)

ہمیں پتہ ہے کہ کس کا رزق کتنا ہے، اسے کہاں ٹھہرنا ہے، کہاں سونپا جانا ہے:

كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (ھود 6:11)

(ہم نے اسے پہلے سے لکھ رکھا ہے۔)

؎ موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

یہ دم لینے کا وقفہ ہے۔ موت آپ غلط معنوں میں لیتے ہو۔ سب سے خوبصورت بات، موت پر، جو میں نے سنی، قطب الاقطاب، غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ہے کہ جب ان کے بیٹے نے ان سے پوچھا کہ "یا شیخ! سکرات کا کیا عالم ہے؟" اس وقت وہ سکرات میں تھے اور ہوش میں تھے۔ فرمایا: "موت نہیں، میں خدا کے علم میں حالت بدل رہا ہوں۔" ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ۔

اللہ کا علم نامکمل نہیں ہے!

سوال: آپ نے کہا کہ دعا سے لوحِ محفوظ تبدیل ہو جاتی ہے۔ عمر طویل ہو جاتی ہے تو کیا اللہ کا علم مکمل نہیں ہے جو اسے لوحِ محفوظ میں تبدیلی کرنی پڑے؟

جواب: سبحان اللہ! یہ بات کہاں سے لازم قرار آئی...... میں آپ کو حضرتِ زکریاؑ کی مثال دے رہا تھا کہ علمی طور پر یہ Impossible ہے کہ بیچ میں تقریر کا وقت ختم ہو گیا تو اللہ نے اپنے بندے سے یہ کہا کہ اگر Impossible تھا تو تم دعا کیوں مانگ رہے تھے کہ اللہ بچہ دے...... بچہ دے...... بچہ دے اور اب اگر میں نے تجھے بچے کی خبر دے دی ہے تو یہ کیوں کہتا ہے کہ کیسے ہوگا۔ تم اپنے اللہ کو کیوں Limit کر رہے ہو! یہ کیوں نہیں کہتے کہ تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ اس ہستیء اعلیٰ و ارفع کے (ابوالاعلیٰ کے نہیں) اس مقدس کے، اس محترم کے، اس خالقِ ازل، مالکِ ابد کے اختیارات کو، یہ اختیار اللہ کا کوئی بھی نہیں چھین سکتا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (الحج 18:22)

(بے شک اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔)

تو لوحِ محفوظ کیا چیز ہے جی......!

دعا سے ظلم اور ظالم مر سکتا ہے؟

سوال: Fatality پر یقین رکھتے ہوئے ہر شے کیلئے دعا ٹھیک ہے، اگر ہاں تو پھر ہمارے اختیار کا فائدہ؟ کمیونسٹ یہ کہتے ہیں کہ دعا صرف اور صرف Containment ہے کہ لوگ Rebel نہ ہو جائیں۔ کیا دعا سے ظلم اور ظالم ختم ہو جائے گا یا دوا سے......؟

جواب: بات یہ ہے کہ جو یہ رائے دینے والے تھے، وہی ختم ہو گئے ہیں۔ کمیونزم، بالشوازم، لیونٹراٹسکی سے لے کر...... یہ اس سے پہلے بھی آیا تھا۔ .Manichaeans were the first communists of the world دو اڑھائی ہزار سال پہلے...... تقسیم حال، تقسیم زندگی، تقسیم مواقع، بلکہ Manichaeans کے ہاں ہر چیز قابلِ تقسیم اور Equal property تھی، اس میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ یعنی ابھی جو بے حجابی شروع ہے، پہلے بھی آئی تھی اور مزدک (Mazdak) کی بدقسمتی کا یہ عالم ہوا کہ اس نے نوشیروان کی بہن کو بھی اپنے گروپ میں شامل کر لیا اور پھر ظاہر ہے کہ بادشاہ کی غیرت کا وہ سامنا نہ کر سکے۔ بادشاہ نے ایک باغ کھدوایا، چھوٹا سا تنگ دروازہ رکھا۔ ایک آدمی اس میں داخل ہوتا تھا اور دوسری طرف سے اس سے نکلنا ہوتا تھا تو اس طرف سے داخل ہوتے سب کو دیکھا گیا، نکلتے ہوئے کسی کو نہ دیکھا گیا۔ اندر بڑے بڑے گڑھے کھدوائے گئے تھے اور جب وہ لوگ اس گڑھے میں گرتے تو ان کو مار دیا جاتا، تو Manichaeans اس طرح ختم ہوئے۔ یہ کمیونسٹ حضرات اب ختم ہوئے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دعا کا تعلق غربت اور امارت کسی شے سے نہیں ہے۔ بڑی خوبصورت ایک حدیثِ رسول ﷺ ہے، "جب تم افلاس میں، عاجزی میں دعا مانگتے ہو تو زیادہ خوشحالی میں بھی مانگا کرو۔" کہ جو شخص خوشحالی میں دعا مانگتا ہے، اللہ اس کی مصیبت اور غربت میں زیادہ قبول کرتا ہے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ کیا دعا حالات بدل دیتی ہے تو اس کا جواب، اتفاق دیکھئے کہ اللہ نے خود دیا ہے کہ اہلِ کفر کے مقابلے میں بظاہر ہم جیسے یا ہم سے بدتر مسلمان تھے تو اہلِ کفر مسلمانوں کو طعنہ دیتے تھے کہ ہمارے پاس مال ہے...... اسباب ہیں...... F-16 اور 18 ہیں...... 23 ہزار ایٹم بم ہیں...... تمہارے پاس کیا ہے؟ تو دعا مانگنے والے کہتے تھے:

لَا مَوْلٰی لَھُمْ (محمد 11:47)

(تمہارا اللہ تو نہیں ہے نا!)

ہمارے پاس اللہ ہے...... ہمارے پاس کوئی ہے، جس سے ہم دعا مانگتے ہیں۔ ہمارا اللہ ساری چیزیں بدل سکتا ہے۔ ہر شے کی نوعیت بدل سکتا ہے۔ فطرت بدل سکتا ہے۔ تخلیق کے باعث بدل سکتا ہے اور اس نے پہلے کئے ہیں۔ تین سو برس کی سلطنت فوج کے ہاتھ سے نہیں اجڑی، مجاہدینِ اسلام کے ہاتھ سے نہیں اجڑی، Communist revolution سے نہیں اجڑی۔ فراعنہء مصر کی تین سو برس کی حکومت ایک فردِ واحد کی دعا سے اجڑ گئی اور عبدالمطلب کے تو اسلام کا بھی پتہ نہیں تھا، مگر جب وہ اپنے اونٹوں کیلئے گئے تو ابرہہ اشرم نے کہا: "اے عبدالمطلب! میں سوچتا تھا کہ تُو استدعا لے کر آئے

Marfat.com

گا، تو میرے حضور یہ دعا لے کر آئے گا کہ کعبہ کی جان بخشی کر اور تُو اپنے اونٹوں کیلئے آیا ہے۔" تو عبدالمطلب نے کہا کہ دیکھو اونٹ میری ملکیت ہیں، یہ میرا مال ہے، میں اُس مال کیلئے آیا ہوں جس پر میرا حق ہے۔ کعبہ اُس کا مال ہے۔ حفاظت کرنی ہوئی تو کر لے گا، تُو فکر نہ کر اور پھر اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ...... اور آپ غور سے دیکھئے! بہت بڑے بڑے حادثے، بہت بڑی بڑی حکومتوں کا پلٹنا وُدعا سے ہوا۔

حصن حصین کے مصنف شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الجزری اُس وقت دمشق میں تھے اور ڈیڑھ لاکھ منگولوں کا لشکر دمشق کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ اندر عورتیں تھیں، بوڑھے تھے، بچے تھے، پلک جھپکنے کی بات تھی...... رات گزرنے کی بات تھی اور صبح تمام دمشق اسی طرح قتل و غارت کا شکار ہوتا جیسے پہلے بغداد ہوا تھا۔ شیخ نے اللہ کے حضور دعا مانگی اور تحفہ پیش کیا، حصن حصین کا تحفہ پیش کیا، حضور ﷺ کی ساری دعاؤں کو مختلف احادیث سے جمع کر کے نئی کتاب تخلیق کی تاکہ مسلمانوں کو اپنے رسول کی دعاؤں کو پڑھنے میں آسانی رہے۔ اس کا نام حصنِ حصین رکھا، یعنی "سب سے مضبوط ترین قلعہ" کہ سب سے مضبوط حفاظت دعا کے ہے" قلعوں کا قلعہ" پھر فرمایا: رات رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور ﷺ نے شفقت فرمائی، کتاب قبول کی ___ یہ بہت بڑی بات ہے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اس کتاب کو اللہ کے رسولؐ نے قبول کیا، اپنی دعاؤں کی اس Collection کو اللہ کے رسولؐ نے قبول کیا۔ کوئی گھر اس سے خالی نہیں ہونا چاہیے ___ شیخ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب کو قبول کیا۔ اور مجھے بائیں ہاتھ لیا...... تو شیخ جزری جو کہ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث ہیں فرماتے ہیں کہ اہلِ عرب اسے بائیں بغل لیتے ہیں جس کی حفاظت مقصود ہو اور فرمایا: "فکر نہ کر۔ یہ اندیشہ و آلام دور ہوں گے۔"...... اور...... تاریخ کو آج تک پتہ نہیں چل سکا...... یقین جانیے کہ This is called the most decisive moments in the history of Islam. کہ اس رات منگول لشکر محاصرہ اٹھا کر کیوں چلا گیا تھا۔ آج تک پتہ نہیں چل سکا...... مگر ہمیں پتہ ہے۔ اس کتاب کا پتہ ہے۔ اس کے مصنف کا پتہ ہے۔ اُس کی دعا کا پتہ ہے۔

اگلے برس وہ پھر آیا، جان بخشی نہیں کی اس نے، جس رات دعا مانگی گئی، اس رات وہ چلا گیا، اگلے سال قزلبوغہ پھر آیا، ڈیڑھ لاکھ سے بڑا لشکر لے کر...... مگر اب عالمِ اسلام کے تین بڑے مجاہد اس کا سامنا کرنے کیلئے تیار تھے: سلطان علاؤالدین، سلطان رکن الدین بار بروسا جو عالمِ اسلام کا سب سے بڑا صلیبی جرنیل تھا اور ابنِ تیمیہ جو اپنے وقت کا سب سے بڑا مستند امام زمانہ تھا۔ تینوں اس کو Face کرنے کیلئے تیار تھے اور معرکہ عینِ جالوت شروع ہوا۔ عین اسی میدان میں حضرت داؤدؑ کا جالوت سے مقابلہ ہوا تھا۔ پھر ایک دفعہ تاریخ دہرائی گئی اور ایک مکمل فتح مسلمانوں کے نصیب میں آئی، اتنی مکمل فتح کہ Which is recorded in the history as the most decisive event. کیونکہ اس کے بعد منگولوں کے تمام حملے عالمِ اسلام پر رک گئے اور بغداد کی تباہی سے شروع ہونے والا قافلہ دمشق سے ٹکرا کر پسپا ہو گیا پھر یہ منگول اور یہ ترکمان جو چڑھ کر آئے تھے، یہ عالمِ اسلام کے خدمت گزار بنے اور اسلام کی فوجوں کو نیا خون ملا، انہی کے اوپر اقبال نے پھر وہ مشہور شعر لکھا کہ:

Marfat.com

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

محرم کے بغیر حج اور عمرہ کی ادائیگی!

سوال: آج کل خواتین میں محرم کے بغیر عمرہ اور حج پر جانے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ میں بذاتِ خود ایک ایسی خاتون کو جانتی ہوں جن کے خاوند موجود ہیں مگر وہ اپنی دوست اور اس کے خاوند کے ساتھ عمرے پر گئیں۔ اس کی مذہبی حیثیت کیا ہے؟ کیا محرم کے بغیر حج، عمرہ ہو سکتا ہے؟ یا صرف سعودی حکومت کی جانب سے قانون بنایا گیا ہے؟

جواب: محرم کے قوانین تو ہمیشہ سے ہی تھے۔ یہ آج کا نیا قانون نہیں ہے مگر اگر کسی جانب سے ایسی Facility مل جاتی ہے حج کرنے والے کو اور اس کی استطاعت ہے تو یہ ایک فقہی گنجائش ہے جو بہت بڑا مسئلہ نہیں بن سکتی اور بہت ساری ایسی خواتین ہیں جن کے خاوند ویسے ہی ساتھ نہیں جا سکتے تو کوئی عذرِ شرعی اگر موجود ہو تو ہم اس کو Face saving element کہتے ہیں لیکن خاوند یا محرم کی اجازت تو بہر حال ہونی چاہیے اور بسا اوقات عورتوں کا جذبہء حج مردوں سے بہت زیادہ شدید ہوتا ہے اور کوئی بہانہ، اگر شرع اس کو Cover کرنے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں البتہ جوان عورتوں پر یہ قانون لاگو نہ ہوگا کیونکہ وہ مردوں کی Necessity بھی ہوتی ہے اور اگر مرد ان کو خوشی سے اجازت دیں تو ان کے ساتھ ہی جانا مناسب ہوگا۔

منت مانگنے کا اسلامی جواز کیا ہے؟

سوال: منت مانگنے اور اس کو پورا کرنے کی اسلامی حیثیت کیا ہے؟ ایک عورت نے منت مانی کہ اگر اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گا تو سخی شہباز قلندر کے مزار پر چادر چڑھانے جائیں گی لیکن مصروفیت کی وجہ سے سندھ جانے میں انہیں دیر ہوگئی اور اب ان کا بیٹا تین سال کا ہونے کے باوجود بولنے سے قاصر ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ چادر چڑھانے میں دیر ہوگئی ہے اس لیے بیٹا بولنے سے قاصر ہے۔

جواب: اگر اس خاتون کی مثال میں آپ کو دوں تو نہ ان کا پہلا طرزِ عمل درست تھا نہ دوسرا......اور یہ جو بچہ گونگا پیدا ہوا ہے، اس کی وجہ Obsessional thought ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں تھا تو ماں پر انتہائی دباؤ تھا خوف اور حسرت کا اور ایک Abnormal condition کی وجہ سے بچے نے وہ ساری Perception قبول کی ہے اور اس کے Brain neurons میں فرق ہوا ہے۔ اس لیے اس کا کوئی تعلق، یا واسطہ اس سوال سے نہیں ہے۔ بذاتہ چادر چڑھانا مجھے بڑا غیر معقول سا فعل لگتا ہے۔ ویسے تو اللہ کہتا ہے: اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کہ جو تم عہد کرو ان کو نبھاؤ۔ مگر بہتر یہ تھا کہ اتنا مال وہ خدا کی راہ میں صدقہ کر دیتیں اور غرباء کو کھانا کھلا دیتیں تو اس بزرگ کو بھی ثواب چلا جاتا اور ان خاتون کو بھی......

مگر اس کا تعلق بچے سے اس لیے نہیں ہے کہ ایک معمولی سی حماقت کی سزا اتنی دور نہیں جا سکتی۔ اصل حماقت یہ

Marfat.com

ہے کہ شروع سے ہی اس خاتون کا ایمان متزلزل اور تعویذ و جادو پر اتنا مکمل تھا کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں تھا تو تب بھی وہ اسی Obsession سے گزر رہی تھیں اور اس کی Concentration نے بچے کے Brain کے Neurons کو Damage کیا۔

تسبیح کے اثرات پر یقین کیسے ہو؟

سوال: بعض لوگ تسبیح کے اثرات پر یقین نہیں رکھتے۔ براہِ کرم اس کے Function کو تفصیل سے بتایئے۔

جواب: تسبیح کا Function تب طے ہوتا ہے جب آپ اس کے ساتھ کوئی مقاصد یا نیتیں وابستہ کر لیں، حضورِ گرامی مرتبتؐ کی حدیثِ مبارک ہے کہ جب تمہیں کسی چیز کے بارے میں کوئی شک یا شبہ ہو تو اسے اپنے دل پر رکھو اور اس سے یہ پوچھو کہ یہ میں کیوں کر رہا ہوں؟ اگر تو آپ تسبیح اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ اللہ کی یاد ہے اور آپ اس یاد کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو کسی قسم کا کوئی پرابلم نہیں ہو گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور مقصد ہے تو شاید کبھی آپ کو تسبیح وہ مقاصد پورے کرتی نظر نہ آئے، تو تسبیح کا مقصد وہی ہے جو اللہ نے قرآن میں لکھا ہے:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرہ 200:2)

(مجھے اس طرح یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو کرتے ہو مگر تھوڑا زیادہ۔)

ذکر بنیادی طور پر محبت اور بندگی کا ایک ایسا تسلسل ہے اور صاحبِ ذکر کی بندگی ایک ایسی بندگی ہے کہ:

متاعِ بے بہا ہے سوز و سازِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

صاحبِ ذکر کو جو لطف اپنے محبوب کو یاد کرنے میں آتا ہے وہ زندگی کی کسی اور Activity میں نہیں آتا اور ذکر، فراقِ یار کی Continuity ہے، آپ کو پتہ ہے کہ بندے اور اللہ کے نزدیک محبت کا صرف ایک امتحان ہے اور وہ امتحان یہ ہے کہ اگر آپ کو دیکھنا ہو کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت اور کس سے کم ہے تو تنہائی میں جو زیادہ یاد آئے، اسی سے زیادہ محبت ہو گی اور اگر آپ کو خدا زیادہ یاد آتا ہے تو پھر آپ کی محبت اللہ سے Confirmed ہے اور ذکر کا اصل معنی آپ میں جاری و ساری ہے۔

اسلام میں غلام اور لونڈی کا تصور!

سوال: اسلام میں غلام اور لونڈی کا کیا تصور ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! اس سوال کا جواب طویل ہے۔ یہ Academic سوال ہے۔ چونکہ یہ ایک پورے مقدمے کا ایک حصہ ہے جو اسلام کے حق میں ہے۔ اس کا بڑا معقول جواب ہمارے پاس موجود ہے اور اس کا بھی جواب، انسان کی عقل کے ساتھ وابستہ ہے۔ چونکہ انسان کے اعتراضات Local ہوتے ہیں، وقتی ہوتے ہیں اور محدود ہوتے ہیں اور زمانے کی Understanding پر مبنی ہوتے ہیں، میں مختصراً آپ کو بتاؤں کہ اللہ نے ایک صدی یا ایک سال کیلئے

Marfat.com

قانون نہیں بنائے بلکہ اللہ نے قوانین پوری انسانیت کیلئے، رہتی صدیوں کیلئے، قیامت تک کیلئے بنائے ہیں، اس لیے جو قانون بھی قرآن میں درج ہوگا وہ وقتی نہیں ہوگا یا Local نہیں ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ نے غلامی منع کیوں نہیں کی؟ دو وجہ سے...... ایک تو اس علم کی وجہ سے جو اس کا مستقبل پر محیط ہے جس کا ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے۔ چونکہ پچھلی تمام صدیوں میں اور اگلی آنے والی دس یا بیس صدیوں میں، جتنی صدیاں بھی ہیں، اللہ سارے زمانے کو ایک نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اب اس میں ایک وقفہ آ گیا ہے۔ Modern nations میں، ابراہم لنکن کے بعد جب غلامی کو ختم کیا گیا اور اس کو انسانیت کی فتح سمجھا گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام نے اس کی کوئی Inherent مخالفت کی ہے؟ غور کیجئے! یہ بڑا علمی سوال ہے، اس کی بڑی لمبی Academic discussion ہو سکتی ہے۔ جو میں کہہ رہا ہوں، اس پر تھوڑا غور کریں......

سوال یہ ہے کہ کیا انسان کی کسی ایسی Effort کو جو غلامی ختم کرنے کیلئے تھی، اللہ نے برا منایا ہے:

"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ...... ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ" (البقرہ2:177)

کہ مال کا بہترین استعمال یہ ہے کہ غربا، یتامیٰ اور مساکین کے علاوہ غلام کو آزاد کرنا، یہ بہترین استعمال ہے...... اللہ کے لئے اگر مال خرچ کرنا ہے تو اس میں ایک استعمال یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرو مگر اس کے باوجود غلامی ممنوع نہیں فرمائی۔ مسئلہ صرف یہ رہتا ہے کہ اللہ کو ابراہم لنکن سے یا اس کے بعد کے مستند ترین Humanists سے کوئی فرق نہیں ہے یا کوئی Difference نہیں ہے۔

پندرہ سو برس پہلے اگر کسی مذہب نے قانوناً غلام کو آزاد کرنا Virtue سمجھا ہے تو وہ اسلام ہے۔ پندرہ سو برس کے بعد اگر لوگوں نے غلامی کو لعنت سمجھا ہے تو کارِ انسان بڑا Late ہے۔ بہت دیر کے بعد ان کو عقل آئی ہے اور غلامی کو بند کر دیا گیا، مگر اللہ نے غلامی کو منقطع نہیں کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیوں؟ میں جو آپ کو جواب دے رہا ہوں، ذرا غور سے سنئے گا! سوال یہ ہے کہ غلامی ممنوع کیوں نہ ہوئی؟ یہ اللہ کے عذاب وثواب کا حصہ ہے۔ اللہ کی طرف سے جب کسی قوم کو سزا دی جاتی ہے تو اس کو غلام بنا دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کے عذاب وثواب کا حصہ ہے۔ خدا نے بنو اسرائیل کو سزا دی تو قرآن نے کہا...... یہ اللہ نے آج نہیں کہا، یہ پندرہ سو برس پہلے بلکہ 3000 سال پہلے کہا کہ تم اتنے گستاخ ہو گئے ہو...... اس نے اسقائیل نبی کو کہا کہ چل میرے ساتھ، میں تجھے دکھاتا ہوں کہ انہوں نے میرے گھر کے ساتھ کیا کیا ہوا ہے۔ پھر وہ انہیں لے کر بیت المقدس میں آیا اور اسقائیل نبی نے دیکھا کہ یہود کے بڑے بڑے دانش ور، امراء ہیکلِ سلیمانی میں کھڑے ہوئے جگہوں کا تعین کر رہے تھے، جہاں انہوں نے بت رکھنے تھے، تو خدا نے کہا: اسقائیل دیکھ! یہ میری طہارت کی جگہ کو، شہروں کی اس دلہن کو، بتوں کے استھان بنا رہے ہیں اور اسے پلیدی سے آشنا کر رہے ہیں۔ میں ان کو سزا دوں گا۔ زور آور لوگ ان پر چڑھا کر لاؤں گا جوان کو غلام بنائیں گے، ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے: "ویستحیون نساء کم" اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے اور ان کو ہر روز بے عزتی سے آشنا کریں گے تو غلامی خدا کے عذاب وثواب کا حصہ ہے۔ اس طرح وہ قوموں کو ان کے جرائم کی سزا دیتا ہے۔ یہ اختیار کسی اور کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اس نے غلامی ختم

Marfat.com

نہیں کی۔

دوسری بات، چونکہ اگلا وقت اللہ کے علم میں ہے اور یہ تمدن، یہ ترقی جو انسان کر رہا ہے، صرف اٹھارہ منٹ کی ایک ایٹمی جنگ سے ختم ہو جائے گی۔ اٹھارہ منٹ کی ایٹمی جنگ کے بعد اس دنیا پر نہ کوئی تمدن رہے گا، نہ کوئی تہذیب رہے گی۔ بڑا سائنسی جائزہ یہ ہے کہ کروڑوں کے حساب سے لوگ مر جائیں گے......اور جو قتل ہونے سے بچ جائیں گے وہ اعصاب زدہ لوگ ہوں گے۔.Dead people, they will walk like dead people ان کا شعور ختم ہو جائے گا، مختل الحواس لوگ ہوں گے کیونکہ جو ایٹمی برسات ہوگی، جسے Atomic shell shock کہتے ہیں، اس کا سب سے بڑا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمام اعصاب مفلوج ہو جائیں گے......تمام ذہن سو جائیں گے......اور لوگ ایسے چلیں گے جیسے قرآن کہتا ہے کہ یہ عالمِ سکرات میں چل رہے ہیں۔ اس "عالمِ نوم" میں کسی کسی انسان کا ذہن بچ جائے گا، وہ جو ذہین انسان ہے، جس کا ذہن سلامت ہے، وہ باقی تمام انسانوں کو غلاموں کی طرح Treat کرے گا۔ Because there will be no way out. وہ نہ اپنا کھا سکیں گے، نہ کما سکیں گے، وہی ایک ذہین آدمی ان کو کوڑے بھی مارے گا، ان کی روٹی کا بھی بندوبست کرے گا اور غلامی کا دوبارہ اجراء کیا جائے گا اور چونکہ اللہ کے علم میں یہ تمام باتیں ہیں اس لیے اس نے غلامی کو منقطع نہیں کیا......اور پوری Western nations کے دل میں یہ بات ہے اور انہوں نے ایک اچھی فلم اس پر بنائی ہے، اگر آپ کو مل جائے تو ضرور دیکھیے۔ اس فلم کا نام ہے: ...Day after اس میں ایٹمی جنگ کے اثرات Discuss ہوئے ہیں۔ صاف ستھری فلم ہے، ایسی کوئی فضول بات اس میں نہیں ہے۔ انہوں نے ایک Thesis discuss کیا ہے کہ ایٹمی جنگ کے بعد کیا ہو سکتا ہے اور کس قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے، ان کی عقلیں کیا ہوں گی اور ان کے نتائج کیا ہوں گے۔

دعا صرف الفاظ سے مانگی جا سکتی ہے؟

سوال: پروفیسر صاحب! دعا کیا صرف الفاظ سے مانگی جا سکتی ہے یا اس کی کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے؟

جواب: مانگنا تو زبان سے ہی ہوتا ہے لیکن اگر آپ اللہ کے بہت Favourite ہو تو دل سے بھی مانگ سکتے ہو مگر ایسا ہوتا نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ کی بہت خوبصورت دعائیں ہیں، ایک سے ایک دعا جامع کلمات ہیں اور اگر دل میں دعا مانگنا کافی ہوتا تو پھر حضور ﷺ سب کو دل میں دعا مانگنے کی تلقین کرتے مگر حسنِ الفاظ بڑا ضروری ہے۔ دعا کے لفظ مانگنے والے کے درجات میں بھی فرق ڈالتے ہیں۔ کوئی کس انداز سے مانگتا ہے، اس کا ثواب کہاں لکھا جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک اعرابی آ گیا، حضور ﷺ کے اصحاب جمع تھے تو اس نے دور سے کلمہ تمجید پڑھا اور کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارِكًا فِيْهِ ...... جب یہ کلمہ پڑھا تو حضور ﷺ نے تعجب سے دیکھا اور کہا کہ فرشتے ٹوٹے پڑ رہے ہیں اور حیران و سراسیمہ ہیں کہ اس خوبصورت کلمے کا ثواب کیا لکھیں......تو لفظ تو لفظ ہے۔ اللہ کلام کو پسند کرنے والا ہے، خود بھی بڑی خوبصورت باتیں کرتا ہے، خوبصورت باتیں پسند بھی کرتا ہے، اندازِ بیان پر بھی مرتا ہے، ندرتِ خیال پر تو بہت ہی عاشق

ہے اور اس کو بھی پسند ہے کہ اس کے بندے خوبصورت الفاظ میں دعا مانگیں اور رسول اللہ ﷺ کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اتنے خوبصورت انداز میں دنیا میں کسی اور انسان نے اتنی اچھی دعائیں نہیں مانگیں۔ میں ان میں سے چند ایک دعائیں آپ کی نذر کروں گا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا (حصن حصین)

(الٰہی! تو مجھے صبر کرنے والا بنا دے اور شکر کرنے والا بنا دے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا کر دے۔ لیکن لوگوں کی نظر میں بڑا کر دے۔)

ایک دعا ایسی ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس دعا کے حسن کو ہم کہاں کہاں لے جائیں۔ کہنے کو تو یہ لفظ ہیں مگر ایسی دعا صرف وہ کر سکتا ہے جس کا Intellectual calibre کمال کا ہو۔ دیکھو نا! انسان کی گفتگو سے اس کے Intellectual calibre کا بھی تو پتہ چلتا ہے۔ ذرا اپنے رسول ﷺ کا Intellectual calibre تو دیکھو......!

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ

(اے اللہ! میں اس علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے۔)

وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ

(اور اس دل سے جس میں عجز و انکساری نہ ہو۔)

وَمِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ

(اور اس نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو۔)

وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا یُسْمَعُ (حصن حصین)

(اور اس دعا سے جو تیری بارگاہ میں سنی نہ جائے۔)

اس سے زیادہ آپ نے اور کیا چیز مانگنی ہے اور اس سے زیادہ جامع دعا اور کیا ہو سکتی ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ (حصن حصین)

(الٰہی! تو ہمارے ہر کام کا انجام ہمارے حق میں اچھا کر دے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا۔)

یہ مکمل دعا ہے اور جیسے میں نے پہلے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا مانگ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَءُ لُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ (حصن حصین)

کہ زمین پر کسی انسان نے اللہ سے بخشش اور عافیت سے بہتر دعا نہیں مانگی، مگر یہی نہیں...... دیکھئے! جنگِ خندق میں مسلمان سراسیمہ اور پریشان تھے، پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے خدا کے رسول ﷺ کے حضور آئے کہ یا رسول اللہ ﷺ اب تو کلیجے حلق کو آ گئے ہیں۔ کہا: "اچھا اتنی گھبراہٹ بڑھ گئی ہے! لو یہ دعا مانگو!" چھوٹی سی دعا......

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا (حصن حصین)

(اے اللہ! تو ہماری کمزوریوں کو چھپا لے اور ہمارے ڈر اور خوف کو امن و امان دے دے۔)

Marfat.com

دعا کا تعلق نہ لڑائی سے ہے، نہ جنگ سے ہے، نہ بھوک سے ہے، نہ افلاس سے ہے، یہ عجیب و غریب ہے۔اسی رات سیلاب آیا، آندھیاں آئیں، اہلِ کفر کے خیمے الٹ گئے اور مسلمانوں کے سر سے آفت ٹل گئی۔

ایک سوال کسی نے پوچھا تھا کہ کس کی دعا بہت جلد اور سب سے بڑھ کر قبول ہوتی ہے؟ تو خواتین وحضرات! امت کیلئے اس کے پیغمبر کی دعا ہمیشہ، ہر چیز سے بڑھ کر اور پہلے قبول ہوتی ہے اور پیغمبر سے زیادہ کوئی شخص صاحب قبولیتِ دعا نہیں ہوتا اور اس قسم کے گمان بھی نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ حضور ﷺ کی بابت تو یہ ہے کہ جب سارے پیغمبروں کا سلسلہ، دعا بھی منقطع ہو جائے گا، اس وقت بھی سرکار رسالت مآب ﷺ کو ایک خصوصی مقام بخشا گیا ہے، مقامِ اجابتِ دعا بخشا گیا ہے، مقامِ وسیلہ بخشا گیا ہے، مقامِ محمود بخشا گیا ہے اور خواتین وحضرات مقام محمود سے مراد یہ ہے کہ جب کسی کی دعا نہیں سنی جائے گی تو آپ کے رسول ﷺ کی ضرور سنی جائے گی......

مسلمان کب بیدار ہوں گے؟

سوال: آپ نے جہلم کے ایک لیکچر کے دوران مغرب کی اذان کے وقت یہ الفاظ کہے تھے کہ اس اذانِ مقدس کی قسم ہے کہ یہ قوم ایک بار پھر اٹھے گی......How much time will it take.

جواب: مجھے تو اپنی کسی بات پر اعتبار نہیں ہے، نہ میں یہ کہتا ہوں۔ مجھے تو اللہ کی بات پر اعتبار ہے کہ اللہ نے کہا کہ میں اپنے دین کو ہر حال میں غالب کروں گا۔ مجھے تو میرے رسولؐ کی بات پر اعتبار ہے کہ ہر حال میں مسلمان دجال پر غالب آئیں گے اور امریکہ سے زیادہ خوبصورت دجال تو کوئی نظر ہی نہیں آرہا ہے۔ یہ کانا بھی ہے...... طاقتور بھی ہے...... دعویٰ خدائی بھی رکھتا ہے...... اب کانے کی مثال آپ پوچھیں گے...... تو خواتین وحضرات! دو آنکھوں کی مثال دین و دنیا ہوتے ہیں۔ دو آنکھوں سے مراد Spiritual, psyche اور Physical بہت Progressive ہوتے ہیں۔ اس کی مثال تھوڑی سی آپ کو دوں کہ حضور ﷺ نے امہات المومنین سے فرمایا کہ تم میں سب سے پہلے میرے پاس وہ پہنچے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ اب اگلے دن خواتین نے "فیتے" سنبھال لیے...... ہر کوئی ہاتھوں کی لمبائی ماپ رہا ہے...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں اور کس کے چھوٹے ہیں...... پھر سیدہ زینبؓ فوت ہو گئیں تو ام المومنینؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: اب ہمیں پتہ لگا کہ حضور ﷺ کی مراد کیا تھی کہ لمبے ہاتھوں سے مراد سب سے زیادہ صدقات دینے والی اور خیرات دینے والی عورت ہے اور ہم میں زینبؓ ہی ایسی تھیں اور پھر وہ سب سے پہلے رخصت ہوئیں۔

تو جو حدیث کی تلمیح ہے، اس پر غور کرنا بڑا لازم ہے۔ پڑھنا اور چیز ہے، ترجمے کے ساتھ پڑھنا اور چیز ہے اور فہم بڑی مختلف چیز ہے۔ فہم کا تو اللہ نے پیغمبروں میں مقابلہ کر دیا۔ حضرت داؤدؑ نے جب ایک Case میں سزا سنائی اور غیر مطمئن ہو گئے، اوپر سے اللہ میاں کی سرزنش آ گئی اور لوگ سلیمانؑ کے پاس گئے، پھر حضرت سلیمانؑ نے مناسب فیصلہ سنایا۔ پھر کسی نشست میں آپ کو پورا واقعہ سناؤں گا...... وہاں قرآن نے ایک لفظ Add کیا ہے۔

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ (الانبیاء 79:21)

Marfat.com

(ہم نے سلیمان کو فہم دیا تھا۔)

دیکھئے! حضرت داؤدؑ باپ ہیں پیغمبر ہیں اور حضرت سلیمانؑ بیٹے ہیں مگر اللہ نے جو فرق فرمایا کہ داؤدؑ نے غلط فیصلہ دیا تھا اور سلیمانؑ نے صحیح فیصلہ دیا۔ وجہ؟ "فَفَهَّمْنٰهَا" کہ ہم نے سلیمان کو فہم خصوصی دیا تھا۔

کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ سنا ہے، کچھ قرآن تم لوگوں کے پاس زائد ہے، یعنی اہلِ بیت کے پاس کچھ قرآن زائد ہے، فرمایا: "ربّ کعبہ کی قسم ہے، زیر، زبر وہی ہے جو تم پڑھتے ہو۔ ایک ایک آیت وہی ہے جو تم پڑھتے ہو۔ ہمارے پاس کوئی زائد نہیں ہے، نہ کوئی کم ہے...... مگر یہ کہ اللہ نے ہمیں فہم بہتر بخشا ہے اور یہی بات صحیح ہے کہ چونکہ وہ اللہ کے رسولؐ کے گھر کے لوگ تھے اور قریبی لوگ تھے اور بڑی پتے کی بات ہے کہ اللہ نے ان پر جزا و سزا زیادہ رکھی۔

اہلِ بریلی تو کہتے ہیں کہ سید بخشے جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن کچھ مختلف ہی کہتا ہے...... اور تمام سادات بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ بخشے جائیں گے اور اسی نشے میں ساری غلطیاں ہو رہی ہیں کہ ہمیں تو کسی نے کچھ کہنا ہی نہیں ہے مگر قرآن کچھ اور کہہ رہا ہے کہ اے اہلِ بیت! تمہارے گھروں میں آیات اتری ہیں، تم سے بہتر کس کو تصدیق ہے کہ اللہ کیا ہے......؟ قرآن کیا ہے......؟ رسول کیا ہیں......؟ تم پر قبولیت کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، تم غلطی کرو گے تو عذاب دگنا ہوگا، سادات کو کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہم تو گئے گزرے لوگ ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم تو سادات کی باتوں پر اعتبار کر کے مسلمان ہوئے ہیں...... تو خدا کہتا ہے کہ اے اہلِ بیت! خبردار رہنا، اگر تم نے کوئی بے اعتباری اور خطا کی تو عذاب ہم دگنا دیں گے۔ آج کل سادات کا بڑا برا حال دیکھتا ہوں میں...... کچھ دعوے دار تو بالکل ہی اسلام سے گئے گزرے لگتے ہیں۔

خواتین و حضرات! بہرحال مجھے پورا یقین ہے کہ It is not far off. Historians پر یا Social philosophers پر یقین رکھتے ہوں تو They had all prophecies with one voice کہ امریکن اور Western civilizations زوال پذیر ہیں اور بہت جلد اپنے انجام پر پہنچ جائیں گی اور Western societies کا یہ حال ہے کہ جیسے وہ پرانی مثال طاقت ور اور کمزور کی دیتے تھے کہ اوپر چڑھا ہوا اور کمزور کو مارتے ہوئے بھی خوف سے چلا رہا ہے کہ یہ اٹھے گا تو مجھے مارے گا......

بات یہ ہے کہ یورپ کا سب سے بڑا Psychological اور Historical خوف East ہے۔ آپ کو یاد نہیں کہ دو مرتبہ یورپ مکمل طور پر اجڑ گیا تھا Eastern لوگوں کے ہاتھوں سے...... جب Attilla the Hund چڑھا اور اس نے مکمل یورپ کو برباد کر دیا۔ پھر Ottomans, Turks گئے اور وہ ہنگری اور Budapest اور یوگوسلاویہ تک چلے گئے۔ پھر امیر تیمور لنگ چڑھا اور جب اس کی دھمک یورپ میں سنائی دی تو چھوٹے چھوٹے شہزادگان جیسے الیگزنڈر ولیم نے اپنی بیٹی دے کر اس سے جان چھڑائی اور اسے خراج دینا منظور کیا۔ بلکہ آپ کے علم میں نہیں ہوگا کہ Middle Ages میں مائیں اپنے بچوں کو بھیڑیوں اور کتوں اور بلیوں سے نہیں ڈراتی تھیں بلکہ کہتی تھیں: Hush! the Turks are coming.... خبردار! چپ کر جاؤ! ورنہ ترک آ رہے ہیں۔ اتنا بڑا خوف......! This is the collective fear in the psyche of West that again some day the East is

Marfat.com

going to demolish. اور ایک اور مصیبت سنو: Historically West کی مملکت کی تاریخیں محدود ہوتی ہیں، ان کے اقتدار کے عرصے محدود ہوتے ہیں۔ East رول کرنے پر آتا ہے تو ایک ایک ہزار سال تک Rule کرتا ہے اور ان کی بادشاہت بڑی دور تک جاتی ہے۔ اس بات سے بھی مغرب بہت خوف زدہ ہے۔

اس سے آپ انگلینڈ کی مثال نہ لیجئے گا۔ انگلینڈ ملک ہی نہیں تھا۔ بے نام ونشان...... مادر پدر آزاد...... چھوٹا سا قصبہ...... جس کی طرف فاتحین کی کبھی نظر ہی نہ گئی تھی، فاتحینِ اسلام کی ان کی طرف بالکل کبھی نظر نہ گئی تھی بلکہ انگلینڈ کی سفارت جب جلال الدین محمد اکبر کے سامنے آئی تو اس نے بڑی بڑی تعریفیں کیں...... ملکہ، بحر و بر...... شہنشاہِ فلاں، فلاں...... تو جلال الدین اکبر نے ابوالفضل اور فیضی سے پوچھا: "ایں جزیرہ نما چراست" او! یہ ہے کہاں؟ یہ جس کی اتنی بڑی تعریف ہو رہی ہے، یہ ملکۂ بحر و بر ہے کون؟ جگہ کون سی ہے؟ یعنی آپ اندازہ کریں کہ پندرہویں اور سولہویں صدی کے آغاز میں انگلینڈ بے نام ونشان ملک تھا۔ It only found its recognition in the 15th century, because of the single character, جسے آپ رچرڈ شیر دل Richard of the Lion Hearted کہتے ہیں، وہ بھی مسلمانوں کی وجہ سے کیونکہ وہ Middle East میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں Kinghts of hospitalars کی فوجوں کی قیادت کر رہا تھا۔ اس فوج میں Templars کے دوسرے کئی Knights بھی شامل تھے اس لئے Somehow England came to be known as a country in the East. ویسے بھی شاہ نعمت اللہ ولی نے اپنی کتاب میں ایک خوبصورت Comment دیا ہے کہ "اُمّ الخبائث" انگلینڈ ہے۔ دنیا کے تمام جاہلیت کے فلسفے اسی ملک سے نکلے ہیں، تمام بے سر و پا آزادیاں اسی ملک سے نکلی ہیں، تو کہا جاتا ہے کہ خدا نے اس کی سزا یہ رکھی ہے کہ یہ سرے سے نیست و نابود ہو جائے گا۔ بہت سارے لوگ انگلینڈ میں رہتے ہیں۔ میں سنانا نہیں چاہتا تھا......

کیا نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے؟

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز بذاتِ خود ایک دعا ہے اور اس کے بعد دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: نماز دعا تو ہے مگر اندازِ دعا ہے۔ نماز دعا تو ضرور ہے مگر یہ ایک مخصوص اندازِ دعا ہے۔ نماز بحیثیتِ خود ایک خاص مقصد رکھتی ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ 14:20)

(اور نماز میری یاد کیلئے قائم کر۔)

تو یاد مقصد ہوا اور نماز ذریعہ ہوا...... چونکہ یاد مقصد ہے تو یاد کے دو اور طریقے ہیں: قرآن پڑھنا، نماز پڑھنا اور عمومی ذکر کرنا...... تو اللہ نے سب کو ایک جگہ Mention کیا ہے کہ:

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ط اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (العنکبوت 45:29)

اور صبح تو بہت قرآن پڑھ:

اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡهُوۡدًا (بنی اسرائیل 78:17)

(بے شک صبح کا قرآن حاضر کیا جاتا ہے۔)

فرشتے جب ڈیوٹی چھوڑ کر جانے لگتے ہیں، رات کی اور صبح کے اتر رہے ہوتے ہیں تو آپ کا آخری کام جو ریکارڈ کیا جاتا ہے، وہ قرآن پڑھنا ہے۔ اترنے والے بھی جو پہلا کام ریکارڈ کرتے ہیں وہ قرآن پڑھنا ہے۔ دونوں رستے ہی بند کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہا گیا:

اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡهُوۡدًا

خواتین و حضرات! ساڑھے دس بجے صبح نہیں ہوتی، ذرا پہلے ہوتی ہے......اور قرآن کا مقصد کیا ہوا؟ قرآن کس لیے پڑھا جائے گا:

نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر 9:15)

ہم نے اس کو یاد کے طور پر نازل کیا تاکہ لوگ ہمیں یاد رکھیں۔ یہ ذکر ہے اور اس کی حفاظت ہمارے ذمے ہے، تمہارے ذمے تو اس کو پڑھنا ہے، سوچنا اور سمجھنا ہے۔ یہ بھی ذکر ہوا۔ پھر نماز کا کہا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکۡرِیۡ (طٰہٰ 14:20)

(نماز بھی ہماری یاد کیلئے قائم کرو۔)

تو خواتین و حضرات! قرآن بھی یاد ہوا، نماز بھی یاد ہوئی، یادش بخیر......آپ ہمیں یاد آ گئے۔ پانچ وقت اللہ میاں کو یاد کرو، پھر بھی راضی نہیں ہوتا...... پھر ایک آیت میں تینوں کو اکٹھا کر دیا: " اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ " جو قرآن میں ہم نے تمہیں وحی کیا ہے، قرآن دیا ہے، ذکر دیا ہے، اس کو پڑھو اور جو دوسرا ذکر دیا ہے:" وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ " کہ نماز قائم کرو:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (العنکبوت 45:29)

پانچ وقت یاد کرو گے، ہماری طرف پلٹو گے تو امید ہے کہ بیچ کے اوقات میں فحش و منکر سے بچ جاؤ گے:

وَلَذِکۡرُ اللّٰهِ اَکۡبَرُ (العنکبوت 45:29)

مگر تیسری یاد......بہت بڑی ہے......

کیونکہ قرآن Manners سے پڑھا جاتا ہے، وضو سے پڑھا جاتا ہے، بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے، طریقے سے پڑھا جاتا ہے، Holding process ہے، اس سارے کام میں آپ فری نہیں ہوتے۔ نماز Procedure ہے۔ اندازِ یاد ہے،......کھڑے ہو کر پڑھو......غلاموں کی طرح پڑھو......! دست بستہ پڑھو......! گھٹنوں کے بل جھک کر پڑھو......ایک طریقہ ہے۔ مگر یہ جو آخری طریقہ ہے نا، یاد کا......یہ تو بالکل بے طریقہ ہے:

فَاذۡکُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ (النساء 103:4)

کھڑے ہوئے پڑھو......لیٹے ہوئے پڑھو......کروٹوں کے بل پڑھو......مچھلی کے پیٹ کی غلاظت میں پڑھو......پہاڑوں کی چوٹیوں پر داؤد کی طرح پڑھو......صحراؤں کی تنہائیوں میں پڑھو......گل و لالہ و شبنم کی صحبتوں میں پڑھو......جہاں چاہو پڑھو۔ خدا کی یاد کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی جگہ نہیں، جہاں اللہ کی تسبیح آپ نہ سن سکتے ہوں، نہ کر سکتے ہوں۔ ہر آدمی، ہر جگہ، جس وقت چاہے، جس انداز سے چاہے تسبیح کر سکتا ہے، اس لیے اگرچہ قرآن ذکر ہے، نماز اندازِ یاد

ہے مگر تسبیح تو بہر حال افضل الذکر ہے۔ اللہ کی یاد مقصودِ زندگی ہے، مقصودِ خیال ہے...... انتہائے جذبہ، وصال ہے...... فراقِ یار کی تمہید ہے...... محبت ہے...... اخوت ہے...... انس ہے...... اللہ کا انسان سے انسیت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ تسبیح وہ ہے کہ جو اس کے کرنے والے ہیں، آپس میں بھی خصوصی محبت ومؤدت اور انسیت Develop کرتے ہیں:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ (البقرہ 165:2)

اہل ایمان آپس میں خصوصی محبت Develop کرتے ہیں۔ تسبیح ظاہر و باطن کا امتزاج ہے، نماز صرف ظاہر پر ہے، اعمالِ ظاہرہ باطن کی سوچ کی مدد نہیں لیتے، آپ کو ترتیب دے دیتے ہیں مگر ذکرِ الٰہیہ باطنی فکریں مہیا کرتا ہے۔ اس میں بھی کئی فریب ہیں۔ اس میں بھی کئی اشکال ہیں۔ اس پر پھر کبھی بحث کروں گا۔

صرف دعا سے حالات سدھر سکتے ہیں؟

سوال: آج پاکستان کے جو حالات ہو چکے ہیں، ان میں تقریباً زندگی کا ہر شعبہ مسخ ہو چکا ہے، تو کیا صرف دعائیں مانگنے سے پاکستان کے حالات بہتر ہو جائیں گے؟

جواب: صرف دعاؤں سے نہیں بلکہ دعاؤں کے نتیجے میں جو آپ کے حالات میں تغیر ہوگا، اس سے حالات بہتر ہو جائیں گے۔ دعائیں تو یار! کبھی بے نتیجہ نہیں ہوتیں نا...... اگر میں کہتا ہوں کہ اے میرے مالک! عالمِ اسلام کو اس زبوں حالی سے اٹھا، معزز کر، محترم کر، دنیا کی مقتدر قوموں کی صفوں میں داخل کر، اپنی بہتر عبادت کے اوصاف عطا فرما، مقابلہ دے،

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ

(اے کتاب کے نازل کرنے والے، اے قرآن کے نازل کرنیوالے)

"وَ مُجْرِيَ السَّحَابِ"

(اے اللہ بادلوں کو چلانے والے)

وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ

(اے اللہ! فوجوں کو ہزیمت دینے والے تو ہماری طرف سے فوجوں کو شکست دے دے اور دشمن کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔)

تو کیا ہوتا ہے کہ کچھ آپ کھڑے ہوتے ہو اور کچھ دعا کام کرتی ہے۔ میں نے زندگی میں اتنی خوبصورت حدیث نہیں پڑھی، کہ "جب لوگ اللہ کے رستے میں لڑنے کیلئے نکلتے ہیں تو اللہ ان کی جنگ اٹھا لیتا ہے"۔ جب واقعی آپ خدا کیلئے لڑنے کو نکلو گے، بے دست و پا...... Old models بندوقوں کے ساتھ...... آپ کے میزائلوں کی سند کمزور...... آپ کے ایٹم بم کمزور...... بہت کمزور، جیسے پہلے لوگوں کے تھے، جیسے! ابوموسیٰ اشعری جہاد کیلئے نکل رہے تھے تو فرماتے ہیں کہ ایک اونٹ تھا، سات آدمی تھے۔ باری باری سواری کرتے تھے۔ میدانِ جنگ میں پہنچنے سے پہلے ہی ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے اور خون آلودہ ہو گئے۔ ہم اپنے گریبان پھاڑ کر ان پر لپیٹتے۔ زمینی حقائق کا تو یہ عالم تھا۔ دو نیزے...... بانسوں پر چڑھی ہوئی چھریاں...... یہ تو حال تھا، مگر اللہ نے ان کی جنگ اٹھالی، منظور فرمایا کہ ان کمزوروں کے پسِ پردہ ہم لڑیں گے، خدا نے قرآن میں کہا کہ ہم نے بدر میں تمہیں پانچ ہزار ملائکہ سے مدد دی، ہم چاہتے تو اشارہء ابرو سے بھی میدانِ جنگ کو پلٹ سکتے تھے، بادشاہِ عالم تھے، میدانِ جنگ کو منجمد کر دیتے، ہم ہزار کفار پر Heart attack ڈال دیتے، زمین میں دھنسا دیتے جیسے قارون

Marfat.com

کو کیا تھا مگر ہم نے تمہیں واضح، Physical، نفسیاتی اور آنکھوں سے دیکھی ہوئی فتح دینی چاہی تو ہم نے تمہیں پانچ ہزار ملائکہ سے مدد دی اور پھر ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے تلوار کھینچی اور میں نے چاہا کہ اپنے سے آگے جاتے ہوئے ایک کافر کو قتل کر دوں، میں نے تلوار اٹھائی نہ تھی کہ اس کا سر قلم دیکھا۔ پھر ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں دشمن کے نرغے میں آیا، میں نے تلوار کھینچی کہ مجھے آواز آئی: حیزوم آگے بڑھ اور ان کا دفاع توڑ دے! رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ حیزوم جبرائیلؑ کے گھوڑے کا نام ہے۔

خواتین و حضرات! اعتبار کی بات ہے...... نہ مانو، لیکن اگر نہیں ماننا تو مسلمان نہ بنو۔ کم از کم اس منافقت سے جان چھڑاؤ۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کو ماننا بھی...... رسولؐ کو ماننا بھی...... اور یہ فضولیات کا تصرف بھی...... نہ مانو...... مجھے یقین ہے اللہ آپ کو آسانی دے گا۔ مجھے لندن سے ایک لڑکے نے کہا کہ سور کھانا کیسا ہے؟ میں نے کہا: "کھاؤ عیش کرو۔" کہنے لگا: "سر! میں نے آپ سے مسئلہ پوچھا ہے۔" میں نے کہا: "میاں کھاؤ! اس میں کیا ہرج ہے۔" کہنے لگا: "اللہ نے حرام نہیں قرار دیا ہوا"۔ میں نے کہا: "یار! اگر اللہ سے محبت ہے تو نہ کھاؤ"...... مسئلہ تو خدا کا ہے۔ Priority کا ہے۔ اللہ کا ہے۔ اگر آپ اس سے محبت نہیں رکھتے، شعورِ ذاتِ پروردگار نہیں ہے، اگر آپ کی فطرت میں اس کیلئے انس نہیں ہے تو اس کے احکامات کیسے مانیں گے؟

لوگ مذہب تلاش کرتے ہیں۔ اللہ نہیں تلاش کرتے۔ یہ سب سے بڑی بدقسمتی ہے، ہر آدمی مذہب تلاش کر رہا ہے۔ دیوبند، بریلوی، اہلِ حدیث، سب، آپ بھی نہیں...... ساری دنیا مذہب تلاش کر رہی ہے۔ بدھستو اوترا تلاش کر رہی ہے، جینا وترا تلاش کر رہی ہے، کالکی وترا تلاش کر رہی ہے، یوگا تلاش کر رہی ہے۔ تبت کے لاما، افریقہ کے شمن، سب مذہب تلاش کر رہے ہیں۔ اللہ کو کوئی نہیں تلاش کر رہا ہے۔ منزل اللہ ہے۔ جس نے خدا کی آرزو کی، قدم بڑھایا...... اللہ نے اس کو راہِ راست عطا فرمائی یعنی اسلام عطا فرمایا اور وہ اللہ تک ضرور پہنچا۔ مگر یہ مجبوری ہے، مذہب مجبوری ہے، اگر اللہ نے تمام اقوام سے اپنی قبولیت رکھی ہوتی، تمام مذاہب میں اپنا رسوخ رکھا ہوتا، تو ربِّ کعبہ کی قسم ہے! مجھے کیا پڑی تھی کہ مسلمان ہوتا...... ایک مجبوری ہے اسلام......

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللہِ الاِسلَام

کہ اُس محبوبِ کائنات نے، اُس مولائے قدرت نے، اس پروردگارِ عالم نے Ban لگا دیا کہ پروفیسر صاحب......! رفیق صاحب......! خاتونِ محترم......! اگر اللہ کو پانا ہے، تو کسی اور مذہب سے نہیں پاؤ گے:

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللہِ الاِسلَام

اب اللہ کے نزدیک دین چلنے کا رستہ ہے، مذہب رسائی کا طریقہ کار ہے، جو صرف اسلام ہے۔ اگر عیسائیت سے خدا ملتا تو پھر مسلمان ہونے کی کیا خاصیت تھی۔ اور اللہ نے تخصیص فرمائی اور تنگی پیدا کر دی، جانے کا رستہ نہیں رہا۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ (ال عمران 85:3)

خالی یہ نہیں کہا کہ میرا دین صرف اسلام ہے بلکہ فرمایا کہ اگر کسی بھی اور رستے پر چل کر آئے تو میں قبول نہیں کروں گا۔ اسلام مجبوری ہے۔ جس نے اللہ کو حاصل کرنا ہے، اُسے مسلمان ہونا ہے، اگر کوئی خدا شناس نہیں ہے ایک ارب مسلمانوں میں تو ٹھیک...... مگر ایک بھی ہو گا، تو وہ صرف مسلمان ہو گا......

Marfat.com

حضور ﷺ کی پسندیدہ دعا!

سوال: حضور اکرم ﷺ کی سب سے پسندیدہ دعا کیا ہے؟

جواب: اللہ کے رسول ﷺ کی تین پسندیدہ دعائیں جو انہوں نے مختلف مواقع پر عطا فرمائیں، وہ تینوں دعائیں اٹھا کر میں نے پیڈ پر رکھ دی ہیں......

حضرت معاذ بن جبلؓ سے فرمایا کہ تمہیں میں ایک بہت اچھی دعا نہ دوں۔ حضرتِ معاذؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ عطا فرمایئے، فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (حصن حصین)

(اے اللہ! اعانت فرما اپنے ذکر پر، شکر پر اور حسنِ عبادت پر۔)

یہ خوبصورت ترین دعا ہے، قلبی توجہات کیلئے اور تمام معاملاتِ زندگی کے فوائد کیلئے:

اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ (حصن حصین)

(اے اللہ! ہمارے تمام کاموں کا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا۔)

اگر دیکھا جائے تو تمام معاملاتِ دین و دنیا پر محیط یہ دعا مکمل اور جامع ہے۔

اور تیسری دعا حضرتِ عباسؓ کو عطا فرمائی اور کہا کہ اے میرے چچا! انسان نے اپنے اللہ سے عافیت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ (حصن حصین)

(اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور صحت و عافیت طلب کرتا ہوں۔)

اے پروردگارِ عالم! اس تمام سماعت میں جس کا شرف آپ نے مجھے عطا فرمایا اور اس تمام کلام کا جو آپ کے اور آپ کے رسول ﷺ کے توسط سے میں نے لوگوں تک پہنچایا، قبولیت عطا فرما، بخشش و عافیت عطا فرما! صبر و استقامت عطا فرما! ہماری طلب کو زیادہ کر! ہماری استقامت کو وسعت بخش! ہمارے نفس میں کشادگی دے اور ہمارے انجام کو بہتر فرما! اور برے حکمرانوں سے نجات دے جیسے تو برے ہمسائیوں سے نجات دیتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ (حصن حصین)

برے ہمسائے سے نجات لازم ہے، برے حکمران سے اس سے بھی زیادہ نجات لازم ہے۔

اور اس علم کیلئے ہمیں معاف فرما جو ہم نہ رکھتے ہوں، اور اس دانش کیلئے جو ہمارے علم میں ہے، ہماری بخشش فرما۔ اور اے مالک و کریم! ہمیں تحفظات عطا فرما! ہمارے مستقبل کو محفوظ فرما! اور ہمیں امتِ مسلمہ کے اس حصے سے فرما جو دجّال پر غالب آئے، جو عجز اور بخل اور کسل پر غالب آئے اور ہماری آخری دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ (حصن حصین)

اے پروردگار! جب مرنے کا وقت آئے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ (حصن حصین)

Marfat.com

تو سکراتِ موت اور غمراتِ موت پر ہماری مدد فرما! ہمیں دین پر عزت عطا فرما! قبر تک مستقل مزاج بنا!

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (الفرقان74:25)

(اے اللہ! ہمارے بیوی بچوں میں ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ!)

رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلاً مُّبٰرَكاً وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (المومنون29:23)

اے اللہ! ہمیں جہاں، جس شہر، جس جگہ اور جس مقام پر پہنچا، اس کی برکات عطا فرما! اور اے میرے پروردگار! حضرت موسیٰ کی دعا کی طرح ہماری دعا کو بھی قبولیت بخش:

رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (القصص24:28)

کہ ہم غریب اور نادار لوگ ہیں۔ ہمیں جو بھی اپنے حضور سے عطا فرما، ہمیں اسمیں خوشی ہے اور یا کریم و یا رحیم! ہمیں حضرتِ ایوبؑ کی اس دعا سے فوائد بخش کہ:

اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (الانبیآء83:21)

کہ اس قوم کو مختلف بیماریوں کے عذاب نے چھو لیا ہے، ہمیں اس سے نجات بخش! اور اے مولائے کائنات! حضرتِ نوحؑ (سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ) کی اُس دعا کا ثواب بخش کہ "اِنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" میں مغلوب ہوں......ہم مغلوب ہیں اور ہمیں فتح عطا فرما اور سب سے بڑھ کر ہمیں رسول اللہ ﷺ کے حضور میں اتنا فخر اور اتنی نظر بخش دے کہ قیامت کے روز ان سے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں:

تو غنی از ہر دو عالم مَن فقیر
روزِ محشر عذر ہائے مَن پذیر
گر حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفٰے پنہاں بگیر

اللهم صل على محمد و على ال محمد كما صليت على ابراهيم وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد. اللهم بارك على محمد و على ال محمد كما باركت على ابراهيم و على ال ابراهيم انك حميد مجيد.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذّٰكِرُوْنَ وَ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ وَسَلِّمُوْ تَسْلِيْماً كَثِيْراً (اَللّٰهُمَّ اٰمِيْن)

و ما علينا الا البلاغ المبين

Marfat.com

اَحسَن تقوِیم

قرآن زمان ومکاں کے تناظر میں

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

خواتین وحضرات! سال کے سال آپ کی آمد ہمارے دل کی آبادی کا باعث ہے۔ جومحبت آپ کوعلم سے، شعور کی پذیرائی سے، شناخت سے، خود آگہی سے، خدا آگہی سے ہے، اُس کیلئے بحیثیت ایک معمولی سے ٹیچر کے میں آپ کومبارک باد بھی پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جس سنگلاخ سرزمین سے ایسے شگوفے پھوٹتے ہوں، اللہ کے فضل سے وہ ملک، وہ زمین، وہ امت اور وہ قوم ہمیشہ سرفراز رہے گی، سدا بہار رہے گی۔ خواتین وحضرات! آج کے موضوع کے بارے میں ذرا سی کچھ غلط فہمی ہوئی۔ میں نے اُس کا عنوان چُنا تھا: قرآن زمان ومکاں کے تناظر میں۔ نظریہء زمان و مکاں پر یہ کوئی جداگانہ مکالمہ یا بات چیت نہیں ہے بلکہ آج کچھ ایسی باتیں ہیں جو شاید ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ زمان ومکاں میں قرآنی تعلیمات کے ساتھ ہم نے کتنا انصاف کیا ہے؟ اور کیا ہے یا نہیں کیا ہے؟ اور کیا اب ہم نے وہ روش بدل لی ہے؟ کیا ہم نے اندازِ فہمِ قرآن بدل لیا ہے؟ کیا ہم نے اللہ کی آیات کو ان کے اصلی پیش منظر میں، معانی میں اور جو پروردگار کو منظور ہوا، کیا اُن معنوں میں سمجھنے کی کوشش کی ہے......؟

خواتین وحضرات! قرآن کے بارے میں جو بڑے بڑے اعتراضات ہمیں نظر آتے ہیں، جو بڑے بڑے فلاسفہء مغرب کے اعتراضات ہیں اور جو مشرق کے secularists کے اعتراضات ہیں، اگر میں ان کا خلاصہ کروں تو اللہ کے بارے میں اور قرآن کے بارے میں ایک مختصر بات وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کوئی data زمین پر موجود نہیں ہے۔ وہ اس بات کو سوچنے کی کوشش نہیں کرتے کہ اگر کسی کتاب کا دعویٰ یہ ہو کہ میں اللہ کی کتاب ہوں تو اس کتاب کو reject کرنے کے بعد، اس کو غلط ثابت کرنے کے بعد، کتنا آسان ہو جائے گا کہ ہم خدا سے بھی نجات پا لیں گے۔ اُن دانشوروں کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ قرآن سے رہائی دراصل اس کائنات کے خالق و مالک سے رہائی ہے اور اگر خدا نہ ہو تو بندہ آزاد ہے جو چاہے کرے۔ پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں شاید secular فلاسفی سے بہت آگے نکل جاؤں، میں دانشورانِ مغرب سے بھی آگے نکل جاؤں، میں آزادی کی وہ صورتیں اختیار کروں جو شاید ہر فرد و بشر کو شرما دیں۔ مگر مسئلہ

Marfat.com

یہ ہے کہ اللہ کے دو datas زمین پر ہر وقت موجود رہے ہیں۔ پندرہ سو برس سے ہم ان datas سے بخوبی واقف ہیں۔ ایک قرآنِ معظم ہے اور دوسرا قرآنِ مجسم ہے۔ آج کی بات قرآن معظم تک محدود ہے۔ اگرچہ قرآن معظم کا ذکر قرآنِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر ہو نہیں سکتا مگر کوشش میں یہ کر رہا ہوں کہ آج ایک academic لیکچر میں آپ کو یہ بتانے کی کوشش کروں کہ ہم اللہ کے ساتھ کیسے behave کرتے رہے ہیں اور اعلیٰ ترین کتابِ علم کے ساتھ ہمارا رویہ صدیوں سے کیسا ہے؟

خواتین و حضرات! سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ قرآن اپنی سب سے اولین حیثیت کیا قرار دیتا ہے؟ وہ اپنے اندر کس چیز کو اہمیت دیتا ہے؟ اور اگر مخلوق کو وہ پکارتا ہے اور ہدایت کی خبر دیتا ہے تو اُن کی کس چیز کو وہ سب سے پہلے پکارتا ہے؟ قرآنِ حکیم میں اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ قرآن جو عربی میں اُتارا، یہ تمہارے غور و فکر کیلئے، تدبر کیلئے، علم و دانش کیلئے اُتارا تا کہ تم میری آیات پر غور کرو، سوچو اور سمجھو اور فرض کیجئے کہ ہم اُس غور و فکر کے قابل نہ ہوں، فرض کریں کہ ہم تعلیم سے آشنا نہ ہوں، فرض کیجئے کہ ہم قرآن کو بغیر سوچے سمجھے پڑھیں، فرض کریں کہ ہم جزدان سے نکال کر، چوم کر اور پڑھ کر دوبارہ اسے جزدان میں رکھ دیں اور ایک لمحے کیلئے بھی ہمارے علم میں، ہمارے وجدان میں، ہمارے خیال میں، نہ قرآن کی عظمت کا خیال آئے، نہ اُس کے مضمون کا خیال آئے، نہ اُس کے خالق کا خیال آئے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اللہ کی رائے آپ کے بارے میں کیا ہو گی؟ ایک ہی آیت میں مختصراً اللہ نے بتایا کہ:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللهِ الصُّمُّ البُکمُ الَّذِینَ لَا یَعقِلُونَ (الانفال 22:8)

(یعنی اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ ہیں جو گونگے اور بہرے ہیں، جو سوچتے سمجھتے نہیں ہیں۔)

یہاں پروردگارِ عالم نے اُن انسانوں کو جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا جو بغیر غور و فکر کے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ایک اور آیت میں اللہ نے قرآن کی، اپنی کتاب کی، اپنے اقوال کی definition دی، فرمایا:

وَلَقَد جِئنٰھُم بِکِتٰبٍ فَصَّلنٰہُ عَلٰی عِلمٍ (اعراف 52:7)

(اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مفصل کیا۔)

ہم نے جو یہ کتاب آپ کو عطا کی ہے اس کی تفصیل علم کے ساتھ ہے۔ یہ بغیر علم آپ کو سمجھ میں نہیں آئے گی۔ یہ کتاب جو ہم نے آپ پر اتاری ہے، یہ آپ کی سوچ اور سمجھ کیلئے اُتاری ہے! اور بدقسمتی یہ ہے کہ جو بغیر علم اس کی طرف آئے گا وہ اس کی تفصیلات پا نہیں سکے گا۔ بغیر غور و فکر کئے آپ اللہ کے رمز و کنایہ اور اسرار کو سمجھ نہیں پائیں گے، پھر ربِّ کریم نے دوبارہ کہا:

''قَد فَصَّلنَا الاٰیٰتِ لِقَومٍ یَّعلَمُونَ '' (الانعام 97:6)

فرمایا کہ میں نے یہ تفصیل اس لیے دی کہ سوچنے سمجھنے والے اس کو سمجھیں، پڑھیں، دیکھیں کہ یہ کتاب محض رسم و رواج کی نہیں، ظاہرہ عبادات کی نہیں، یہ taloo, totem کی کتاب نہیں بلکہ کائناتِ اوّل سے لے کر آخر تک یہ پروردگارِ عالم کا صحیفۂ علم ہے، دانش وروں کی متاع ہے، زندگی، انسان کا سب سے بڑا خزانہ ہے مگر کیا واقعی ہم اس کو اُسی طرح پڑھتے ہیں، جیسے اسے پڑھنے کا حق ہے۔

خواتین وحضرات! کسی بھی چیز کو پڑھنے سے پہلے، کسی بھی خیال کو اخذ کرنے سے پہلے، کسی کتاب کو لکھنے سے پہلے، کسی مقالے پر وضاحت کرنے سے پہلے، اُس پر research کرنے سے پہلے، ایک جنرل سا قانون ہوتا ہے کہ تمام لوگ اپنا اپنا ایک تحقیقی synopsis بناتے ہیں۔ اگر قرآن میں ایک موضوع ہے۔ تو پڑھنے والا یہ جاننے کی کوشش کرے گا کہ کیا یہ موضوع پہلی بار قرآن میں آیا ہے؟ کیا یہ جو مذہب کی پکار ہے، یہ قرآن میں پہلی مرتبہ آئی ہے؟ کیا یہ خدا anthropology کی بات کرتا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ (البقرة 179:2)

(اے اہلِ عقل! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔)

کیا یہ بات پہلی مرتبہ قرآن ہی نے کہی ہے؟ کیا اس سے پہلے کوئی علم موجود نہیں تھا؟ کیا اس سے پہلے کوئی شناختِ انسان موجود نہ تھی؟ آخر ہزار ہا سال پہلے انسان جو وقت سے گزر کر آیا ہے، کیا قرآن نے اُن سے copy کیا ہے؟ قرآن نے اُن سے اخذ کیا ہے؟ کیا اپنے زمانے میں قرآن نے علومِ حاضرہ سے اخذ کیا ہے؟ کیا جو دوسرے لوگوں کی رائے تھی، جو مروجہ رائے تھی، کیا قرآن نے اپنے صفحات میں وہ مروجہ رائے لکھ دی ہے؟ جیسے بہت سے ایسے احباب ہیں، جن کا خیال یہ ہے کہ قرآن نے اپنے گردوپیش سے معلومات اکٹھی کیں اور ذرا بہتر طریقے سے لکھ دیا۔ کیا ہمارا یہ فرض نہیں بنتا کہ ہم اُن معلومات کو، اُس خبر کو، اُس اندازِ تحقیق کو غور وفکر سے پڑھیں۔ بار بار جو پروردگارِ عالم آپ کو غور وفکر کیلئے کہہ رہا ہے، تو کیا وہ اپنے آپ کو توازن میں نہیں ڈال دیتا؟ کیا وہ اپنے آپ کو تنقید کے پلڑے میں نہیں ڈال دیتا؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اگر اُس کی کوئی بات غلط ہے، اگر اُس کی کوئی بات تحقیق شدہ نہیں ہے، اگر اُس کی کسی بات میں وزن نہیں ہے، اگر وہ دورِ حاضر یا دورِ قدیم میں کسی ایسی تحقیق کے خلاف جو فائنل ہو چکی ہے، تو یقیناً آپ کا حق بنتا ہے کہ آپ کہیں کہ اے پروردگار! تیرے بندوں نے تھوڑا سا علم تجھ سے زیادہ حاصل کر لیا ہے۔

مگر خواتین وحضرات! بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو کوئی عزت و وقعت نہیں دی۔ ہم نے اُسے چوما بہت، چاٹا بہت، جزدان نئے نئے بہت بنائے، ہم نے اُسے بہت ہی عزت و وقار سے، جیسے آباؤاجداد کی تصویریں سجاتے ہیں، ہم نے اُس پر ہار بھی ڈالے مگر ہم نے اُس کے موضوعات پر کوئی تحقیق نہیں کی۔ یہ ایک بڑی بدقسمتی کی بات ہے اور اگر کی ہوتی تو ہمیں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوتا کہ قرآن نے زمانہء قدیم سے اپنے وقت سے اور آنے والے وقت کے بارے میں ساری statements دی ہیں اور زمانے نے ثابت کیا، وقت نے یہ ثابت کیا کہ اہلِ قدیم کے دانشور بھی غلط تھے، سائنس دان بھی غلط تھے، صرف اور صرف اللہ ہی سچا تھا اور اس سے بہتر کسی کی خبر نہیں۔ اُس سے زیادہ سچائی کی خبر کسی کی نہیں ہو سکتی۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ قرآن کتابِ تخلیق ہے اور سائنس کتابِ تحقیق ہے۔ ان دونوں میں یہ بہت بڑا فرق ہے جو ہمیں ہر صورت ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے اور اگر تخلیق اور بنیادی خالق کی کوئی information غلط ہو گی۔ تو پھر ہم اس خالق کو مان نہیں سکتے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ انسان ہزار مرتبہ خطا کرے انسان رہتا ہے۔ اس کی جنس، اُس کا حلیہ، اُس کی location، اس کی recognition، اُس کا نام نہیں بدلتا۔ ہزار خطاؤں کے باوجود بھی انسان،

انسان رہتا ہے، اگر اللہ ایک خطا بھی کرے تو اللہ نہیں رہتا، دیکھئے کیا جبر ہے خدا پر کہ اگر اللہ ایک بھی خطا کرے تو خدا نہیں رہتا، تو پھر آپ کے پاس کتنی بڑی وسیع زمین ہے۔ قرآن اتنی بڑی کتاب ہے، کتنی بے شمار اُس میں معلومات ہیں۔ کیا آپ جرأت نہ کرو گے......؟ ایک جرأت بھی نہ کرو گے......؟ کہ اُس information کو اُس تعلیم کو، اُس ساری بات چیت کو جو آپ قرآن میں پڑھ رہے ہو اگر آپ اُس کو properly چیک کرو۔ تو آپ کو قرآن سے بھی نجات ہو جائے گی، خدا سے بھی نجات ہو جائے گی۔

حضراتِ گرامی! خواتین محترمات! میں نے یہ بڑی سنجیدگی سے کوشش کی تھی کہ کسی طریقے سے، جدید ترین researches کے ذریعے اعلیٰ ترین خیالات کی تعلیم کے ذریعے، دانشورانِ عصر کی مدد سے کسی نہ کسی طریقے سے میں قرآن کی کوئی بات غلط کر دوں مگر افسوس کہ یہ ممکن نہ ہوا...... مگر ایک سوال میں آپ سے بہت seriously کرنا چاہتا ہوں جو شاید پہلے آپ سے نہ کیا گیا ہو۔ یہ سوال آپ سے ہے، سوال یہ ہے کہ تیرہ سو برس سے ہمارے علمائے دین نے چاہے وہ کسی بھی خیال سے تعلق رکھتے ہوں، کسی بھی مذہب کے مسلک سے تعلق رکھتے ہوں، قرآن پر اعتبار کیوں نہیں کیا۔ میں ابھی آپ کو یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ کیا المیہ تھا، یہ کیا حادثہ تھا کہ ہمارے علماء نے، ہمارے صاحبِ فضیلت لوگوں نے، تاریخ میں مرقوم بڑے بڑے ناموں نے، وہ بڑے نام جن کو بڑی عقیدت و محبت سے چومتے ہیں آخر انہوں نے اللہ پر اعتبار کیوں نہیں کیا؟ اگر کر لیتے تو آج پندرہ سو برس بعد آپ بھی تاریخِ عالم میں اُستادِ علوم ہوتے۔ ایک چھوٹی سی بات کہ جب اللہ پندرہ سو برس پہلے یہ کہہ رہا تھا:

اَوَلَم يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ كَانَتَا رَتقًا فَفَتَقنٰهُمَا (الانبیاء 30:21)

(کہ تم میرا انکار کیسے کر سکتے ہو۔ یہ زمین و آسمان پہلے ایک وجود تھا، یہ بٹا ہوا وجود نہیں تھا۔ یہ پہلے ایک وجود تھا پھر ہم نے اس کو پھاڑ کر جدا کر دیا۔)

وَجَعَلنَا مِنَ المَآءِ كُلَّ شَیءٍ حَیٍّ (الانبیاء 30:21)

(اے لوگو! سن لو کہ میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔)

خواتین و حضرات! اگر یہ statement مسلمانوں کے اعتبار میں ہوتی، اگر علمائے دین نے یہ بات مان لی ہوتی، اس پر یقین کر لیا ہوتا، تو Sir James Jeans سے تیرہ سو برس پہلے آپ کا نام، اسلام کا نام، قرآن کا نام Muslim Scientists کا نام اس وقت سرِ فہرستِ تحقیق ہوتا اور یہ credit جو بیسویں صدی کے سائنس دانوں کو گیا ہے، یہ بیسویں صدی کے سائنسدانوں کو نہ جاتا۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ قرآن پر لوگوں کو اتنی بے اعتباری تھی کہ اتنی بڑی statement کو کسی chronicle نے بھی mention نہ کیا، اگر علماء اپنے عقائد کا اظہار کرتے اور کتاب ہائے علم میں اس approach کو درج کرتے اور بار بار اس کو ہر زمانے میں repeat کرتے تو غیر کیسے اس discovery کو اپنے نام لے لیتے...... یہ کبھی ممکن نہ ہوتا۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے دانشوروں نے، مفسرین نے، ہمارے محدثین نے، تمام علماء نے، قرآن کی اس آیت کو اُس طرح نہیں لیا، جس طرح اس کو لینا چاہیئے تھا۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! کچھ mentions میں آپ کو سناؤں گا۔ ایک gynae کی بات ہے، بچے کی پیدائش کی بات تھی اور بڑی دیر کے بعد sonography آئی، بڑی تحقیق ہوئی، بڑی جدوجہد ہوئی مگر اُس کے باوجود پندرہ سو برس پہلے کسی دوربین، کسی خُردبین کے بغیر کسی سونوگرافی کے بغیر پروردگارِ عالم بچے کی پیدائش کی کچھ stages گنا رہا تھا:

فَإِنَّا خَلَقْنٰكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

(پھر بے شک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا تھا، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کے ٹکڑے سے......)

خواتین وحضرات! اب ذرا خود تو سوچو، جب نہ آنکھ تھی، نہ باریکیوں کے پرکھنے والی کوئی جگہ تھی، تب قرآنِ حکیم نے یہ statements دیں۔ Gynecologist اگر ان باتوں کو مان لیتے اور ان باتوں پر ذرا سی تحقیق کرتے Romans نے جو پہلی Anatomy دی...... Greeks کے پاس یہ علم نہیں تھا۔ قرآن حکیم نے ان میں سے کسی بات کو follow نہیں کیا۔ اللہ نے ان سب کو انکل پچو اور خناس کہا اور اپنی تخلیق کے مراحل کا خود ذکر کیا۔ میں اس پر آپ کو ایک internationally renowned top embryologist Keith Moor کی وضاحت بتاتا ہوں:

His comments are recorded in which he said that I have no doubt in my mind that Mohammad, Jesus and Moses come from the same school. اس آیت کو پڑھنے کے بعد کم از کم اگر اُس نے اور کوئی credit دیا ہو یا نہ دیا ہو لیکن ایک credit ضرور دیا رسول ﷺ کو کہ یہ معلومات اتنی سچی ہیں، اتنی غیر معمولی ہیں کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ محمد ﷺ اور عیسیٰ اور موسیٰ ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں یعنی یہ پیغمبر ہیں، یہ سچے ہیں، یہ خدا کی طرف سے آپ کو تعلیم دیتے ہیں: They speak truth and only truth.

خواتین وحضرات! بڑی عجیب وغریب کچھ آیات ہیں......اور embryology میں نسلِ انسان کی جو progresses زمانوں میں ہوئی ہیں، پروردگار نے ان کے بارے میں فرمایا:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (الدھر 1:76)

(بے شک آدمی پر ایک وقت گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔)

بلاشبہ زمانے میں انسان کوئی ایسی شے نہ تھا کہ اُس کا ذکر ہوتا، نہ قابلِ ذکر تھا، نہ اُس کا وجود قابلِ ذکر تھا، نہ اس کی کوئی ایسی حیثیت قابلِ ذکر تھی، نہ وہ اپنے مقام میں کسی ترقی میں تھا، وہ اتنا حقیر تھا، اتنا پست تھا......لوگ کہتے ہیں کہ شاید کائی کی ایک شکل تھا یا شاید وہ الجی کی ایک صورت تھا۔ پھر اللہ نے اُسے progress دی۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (الدھر 2:76)

(بے شک ہم نے انسان کو دہرے نطفے سے پیدا کیا۔)

یعنی پھر ہم نے single cell سے اسے مخلوط کر دیا، اب اُس میں male اور female پیدا کئے، single centre کو توڑ دیا، پھر اُس سے آگے ہم نے اُس کے بقایا system اُسے دینے شروع کئے۔ نَبتَلِیهِ (تاکہ اسے جانچیں) اب ہم

Marfat.com

نے چاہا کہ اس مخلوق کو اور آگے بڑھائیں:

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًام بَصِيْرًا (الدھر 2:76)

(پس ہم نے اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔)

ہم نے اس کو سماعت کے system دیئے، اس کو بصارت کے system دیئے، مگر یہ ابھی اس قابل کہاں ہوا تھا کہ ہمیں پہچان سکتا۔ پھر پروردگارِ عالم نے فرمایا:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ (الدھر 3:76)

(بے شک ہم نے اسے راہ دکھائی۔)

اب ہم نے اس کو عقل و شعور بخشا، ہدایت بخشی۔ اب یہ اس قابل تھا کہ علم وصول کر سکے، اب یہ اس قابل تھا کہ ہدایات پا سکے اور کس لیے......؟

اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (الدھر 3:76)

(یا حق مانتا یا انکار کرتا۔)

آپ کو پتہ ہے کافر کس کو کہتے مگر یہاں کافر کا مطلب یہ ہے کہ جو عقل و معرفت کا بیج ہی قبول نہیں کرتا۔ کافر وہ ہے جو عقل و دانش کا، شعور کا بیج ہی اپنے اندر نہیں ڈال رہا۔ اگر وہ بیج ڈال دے وہ اُگنا شروع ہو جائے، تو تحقیق و جستجو اور علم کا معیارِ آخری یہ ہے کہ وہ ضرور اللہ کی تلاش کرے اور اللہ کو پا جائے۔ بدقسمتی سے آپ کا تمام علم و تحقیق، تمام جستجو تمام کوشش اگر اللہ تک نہیں پہنچ رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ approach ناقص ہے، تعلیمی انداز ناقص ہے......تو آپ کو واپس آنا چاہیے، آپ کو fault discover کرنا چاہیئے اور غور کرنا چاہیے کہ ہماری کس کم علمی کی وجہ سے ہم خدا کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں۔

خواتین و حضرات! اللہ تعالیٰ کی یہ بات بہت مدتوں بعد سائنس دانوں نے discover کی، نہ یہ قدیمی سائنس دانوں کے پاس تھی، نہ یہ قرآن کے زمانے میں کسی سائنس دان کے پاس موجود تھی۔ آجکل کے زمانے میں بالآخر سائنس دان اس بات پر متفق ہوئے اور دو اصول قائم کئے کہ تمام حیات واقعی پانی سے پیدا ہوئی ہے اور پھر یہ بھی کہا کہ انسان آغازِ حیات میں محض ایک نفسِ واحد تھا اور حیات تمام ایک سنگل cell سے شروع ہوئی۔ ان باتوں کا سمجھنا اگرچہ تھوڑا مشکل تھا مگر جو سوال میں نے آپ سے کیا تھا کہ عالمِ اسلام میں کیوں پہلے کسی نے علم کی کتابوں میں قرآن کے thesis نہ لکھے۔ معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، جو Greek philosophy سے اتنے متاثر تھے۔ جو لوگ Romans سے متاثر تھے، اُن کو اُس وقت کیوں خیال نہ آیا کہ قرآنِ حکیم بنیادی حقائق کی جو بات کر رہا ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں۔

خواتین و حضرات! آگے بڑھتے ہیں......ایک عجیب و غریب بات جو اللہ نے فرمائی کہ ہم تجربے کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہم نے جاندار بنائے مگر اُن کو مختص نہیں کر دیا، ہم نے اُن کو fix نہیں کر دیا، ہم اُن کی تخلیق کو اپنے مقصد کیلئے متواتر بدلتے چلے آئے ہیں۔ اُن میں changes آتی رہی ہیں، اُن میں mutations ہوتی رہی ہیں۔ اگر آپ یہ

Marfat.com

کیونکہ Darwin سچا تھا تو Darwin صرف partially سچا تھا اس لیے کہ Darwin نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اُس نے تو اللہ کی زمین پر اللہ کیلئے نہ سہی کم از کم اپنی تحقیق و جستجو میں کسی معیار کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کے بعد بہت تبدیلیاں ہوئیں، Darwin متروک ہوا اور یہ اسی لیے ہوا کہ بعض changes ایسی تھیں جو اُس کے نظریہ پر پوری نہیں اُترتی تھیں مگر خدا اس سے بہت پہلے آپ کو کہہ رہا تھا۔

نَحنُ خَلَقنٰهُم وَشَدَدنَا اَسرَهُم وَ اِذَا شِئنَا بَدَّلنَا اَمثَالَهُم تَبدِيلاً (الدھر 28:76)

(ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں۔)

یعنی کہ ہم کہیں نہ کہیں D.N.A. میں، embryo میں changes کرتے رہتے ہیں تا کہ وہ اپنے حالات کے مطابق آگے بڑھنا سیکھیں تا کہ ہم جو مقصد اس سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ حاصل کریں اور حتیٰ کہ:

لَقَد خَلَقنَا الاِنسَانَ فِی اَحسَنِ تَقوِیمٍ (التین 4:95)

تا کہ وہ ایک ایسے توازن میں پہنچے جو ہمارا منشائے کائنات ہے، جو ہمارا مطلب ہے۔ اس وجودِ انسان سے وہ ایسا علم پائے جو ہمیں جاننے کیلئے ضروری ہے تا کہ بالآخر ہم اس پر وہ چوتھا قانون لاگو کر سکیں: اِنَّا هَدَينٰهُ السَّبِيلَ ...... بعض لوگ اعتراضات کرتے ہیں کہ کیا fixity میں انسان بنایا گیا؟ کیا اُسے مختص اور fix کر دیا گیا؟ کیا اللہ نے اُس کے gene کو ابتدائی شکل میں ہی ایک مکمل انسان کی صورت میں فعال کیا؟ اگرچہ مطلب تو انسان ہی بنانا تھا، انسان ہی کو develop کرنا تھا مگر اُس کے اندر سے کوئی ایسی چیز نکالی نہیں تھی، کوئی ڈالی نہیں تھی۔ پروردگار نے تمام مخلوقات کے بارے میں ایک اصول دیا اور فرمایا:

اَلحَمدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ جَاعِلِ المَلٰئِكَةِ رُسُلاً اُولِی اَجنِحَةٍ مَّثنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيدُ فِی الخَلقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیءٍ قَدِيرٌ (فاطر 1:35)

(سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا، فرشتوں کو رسول کرنے والا جن کے دو دو، تین تین، چار چار، پر ہیں۔ بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

جو چیز چاہتا ہے بناتا ہے، اس نے مخلوق کی ابتدا کی، دو پاؤں والے بنائے، چار پاؤں والے بنائے، زیادہ پاؤں والے بنائے، مگر وہ یہ پاؤں بنا کر ختم نہیں کر بیٹھا بلکہ اس نے جس کے genes میں چاہا، بہتری پیدا کی جس میں چاہا، mutation create کیں، embryo میں changes پیدا کیں، اسنے جو چاہا کیا......

خواتین و حضرات! میں آپ سے سوال کر رہا ہوں کہ اتنی technical scientific گفتگو جو اللہ قرآن میں کرتا رہا، ہمارے تیرہ سو برس کے علماء میں سے کسی نے اُسے آگے بڑھایا؟ کس نے خدا پر اعتبار کیا؟ آج ہم ایک گھڑی بھر میں یورپ اور مغرب سے آئی ہوئی کسی بھی تحقیق کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اُن مسلمان عالموں نے اتنا بڑا chapter قرآن حکیم میں سے کیسے چھوڑ دیا؟ کیا یہ تو نہیں ہوا کہ وہ غور و فکر کی بجائے رسم و رواج کے قرآن کو قبول کر کے اُس کے دروازے بند کر بیٹھے؟

Marfat.com

خواتین وحضرات! میں ابھی جو آپ کو مثال دوں گا وہ حیران کن ہے۔ بہت پہلے تین ہزار برس پہلے Ptolemy of Greece نے جدولِ شمسی دیا۔ Ptolemy کی جدول شمسی مانی گئی حتیٰ کہ اُن لوگوں نے بھی مانی جو قرآن پڑھ رہے تھے، جو قرآن پڑھا رہے تھے۔ Ptolemy نے کہا کہ زمین ساقط ہے اور باقی سیار ہیں اور اس کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ Ptolemy گیا، قرآن آیا، قرآن کی بعض progress sciences کرتی رہیں، Copernicus کا زمانہ آیا، Galileo کا زمانہ آیا مگر progress of thought نہیں ہوئی بلکہ سارا شفٹ ہو گیا۔ کاپرنکس نے 1542ء میں کہا کہ سورج ساقط ہے زمین نہیں...... In fact they were fighting about this simple fact کہ کوئی نہ کوئی چیز ساقط ہے، کوئی نہ کوئی چیز سیار ہے۔ جو ثابت ہیں وہ سیار ہیں مگر دیکھئے تو سہی بیچ میں قرآن کیا کہہ رہا تھا۔ یہ حیران کن بات ہے کہ عصر گزرے، سال ہا سال گزرے، صدیاں گزریں، کسی مسلمان نے اللہ کی بات پر اعتبار نہ کیا بلکہ حیران کن بات یہ ہے کہ انیسویں صدی میں اسلام کے خلاف یہ بات ہوئی کہ Islam is not a religion of science. کیونکہ اس کے علماء نے انیسویں صدی تک یہ فتویٰ دیا کہ اگر کوئی شخص کہے گا کہ زمین گول ہے یا زمین متحرک ہے تو ہم اُس کی گردن ماریں گے کیونکہ بطلیموس نے یہ نہیں کہا اور حیران کن بات ہے خواتین وحضرات! کہ قرآن ایک دن کے لئے بھی اُن سے چھپا نہیں تھا اور مسلسل پروردگارِ عالم ایک ہی بات کہہ رہے تھے:

وَسَخَّرَ الشَّمسَ وَالقَمَرَ كُلٌّ يَّجرِي اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ...... (لقمن 29:31)

(اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا۔ ہر ایک ایک مقرر معیار تک چلتا ہے۔)

سورج کیا، چاند کیا اور ستارے کیا، سارے کے سارے چل رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی ساقط نہیں ہے، ان میں سے کوئی کھڑا نہیں ہے۔ نہ Ptolemy درست، نہ Copernicus درست، نہ Galileo درست...... بات وہ، جو اللہ نے بڑے کھرے انداز میں کہی...... کیا سوال نہیں پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے مفکرین، دانشور اور اسلام کے فلاسفر، جن کی باتیں ہم آج کتنے عزت واحترام سے پڑھتے ہیں مگر اس chapter میں ایک statement بھی کسی مسلم سائنس دان کی نہیں ملتی کہ تمام سیار ہیں اس میں ثابت کوئی نہیں ہے...... کائنات ایک سمندر کی طرح ہے اور اس میں سب چل رہے ہیں، نہ صرف یہ کہ چل رہے ہیں، بلکہ سورۃ یٰسین میں پروردگار نے مزید بڑی عجیب وغریب بات کہہ دی:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسبَحُونَ (یٰسین 40:36)

(اور ہر ایک اپنے اپنے فلک میں تیر رہا ہے۔)

مگر کسی مسلمان مفکر کو توفیق حاصل نہیں ہوئی کہ وہ اس پہلو پر غور کرتا۔ اقبال نے کیا خوبصورت بات کہی:

از یٰسین او آساں بمیری

throughout پندرہ سو برس ہم نے سورۃ یٰسین سے ایک سبق سیکھا ہے کہ مرنے والا تکلیف میں ہو، سانس اٹکی ہو، سکرات کا عالم ہو تو یٰسین پڑھ دو اور وہ چھٹی کر دے گا...... خوف کے مارے ہی چھٹی کر دے گا......

آج ہم cosmology میں مغرب سے ایک ہزار سال آگے ہوتے...... جب کوئی Sir James

Jeans کہتا کہ Everything is moving in the universe تو ہم اُسے یہ کہتے کہ ہمیں یہ پہلے ہی پتہ ہے...... مگر ہم نے قرآن کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ ہم نے اس کے اُن علوم کی معرفت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، ہم نے اپنی توجہات ان مسائل کی طرف لگائے رکھی۔ ہم نے اپنی اپنی گروہی positions کی خاطر قرآن کی آیات پڑھیں، اُنہیں اپنے اپنے حق میں استعمال کرتے رہے۔ سارے قرآن میں اُن کو ایک ہی آیت یاد رہی۔

فَرِيقٌ مِّنْهُم

کہ تم میں سے ایک فریق ہے، جو سارے مسلمانوں کو نجات دلائے گا۔ ہر روز ایک نیا فریق پیدا ہو کر قرآن کی یہی آیت quote کر رہا تھا کہ دیکھو اللہ نے کہا کہ تم میں سے ایک فریق ہوگا جو ناجی ہوگا، جو تمہیں نجات دلائے گا اور وہ ہم ہیں......

خواتین وحضرات! علم کی اتنی بڑی رسوائی اور اتنے بڑے زمانوں میں، اتنی صدیوں میں پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی اور اللہ کو جتنا offend ہم کر سکتے تھے، ہم نے کیا۔ ہم نے غیروں کی باتوں پر اعتبار کیا، ہم نے فلسفے پر اعتبار کیا، اس لئے کیا کہ ہم ذہنی تحقیر کے عادی تھے۔ جیسے آج ہم بمقابلہ یورپ اپنی ذہنی حقارتوں کے قائل ہیں۔ ہم میں یہ شعور ہی نہیں پیدا ہو رہا۔ Eastern hemisphere کا brain quantity میں اُس سے کہیں بہتر ہے۔ مگر ہم اُن کی طرف سے آئی ہوئی ہر ایجاد کو حیرت، اچنبھے اور دہشت سے دیکھتے ہیں۔ ان کی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کی ایجاد ہم پر اُن کا رعب بڑھا دیتی ہے، خوف بڑھا دیتی ہے۔

خواتین وحضرات! یہ بات زمان ومکاں کے بارے میں ہے۔ میں بڑی اُداسی سے یہ آیت پڑھتا ہوں، اس لئے کہ جن لوگوں نے بھی مجھ سے پہلے یہ آیت پڑھی انہوں نے اس کے سادہ سے مطلب کو پورا نہ ہوتا دیکھ کر اس کو کوئی نہ کوئی تاویل کا معنی دے دیا۔ آیت بہت سادہ تھی، بہت ہی سادہ تھی، آئن سٹائن سے پہلے لکھی گئی quantum اور relativity سے بہت بہت پہلے لکھی گئی:

وَالسَّمَآءِ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ

(اور آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔)

ہم نے آسمانوں کو اپنی قوتوں سے بنایا، اپنے دست سے، اپنے ہاتھوں سے بنایا، خصوصی توجہ سے بنایا، خصوصی اصول پر بنایا:

وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذریت 47:51)

(اور بے شک ہم اسے وسعت دے رہے ہیں۔)

خواتین وحضرات! ''لَمُوْسِعُوْن'' کا پہلا، سادہ اور لفظی ترجمہ ہے، وسیع تر کرنا...... حیران کن بات دیکھیے کہ کسی مسلمان مفکر نے اس کو ''لَمُوْسِعُوْن'' کے سادہ مطالب میں نہیں لکھا بلکہ انہوں نے جب دیکھا اور اُن کو نظر نہ آیا تو اُن کا خدا سے اعتبار اُٹھ گیا۔ انہوں نے اللہ پر اعتبار نہیں کیا کہ اللہ جو کہہ رہا ہے کہ ہم اسے وسیع تر کر رہے ہیں۔۔۔ اُس کی بجائے انہوں نے ترجمہ یہ کیا کہ اس میں خلافت رکھ دی، اس میں قوت رکھ دی، اس میں دست و بازو رکھ دیئے اور سادہ سا ترجمہ انہوں نے مسخ کر دیا اور یہ نصیب پھر آئن سٹائن کا تھا۔ جس نے موجوداتِ خداوند میں تحقیق کی،

جس نے روشنی کی رفتار کی تحقیق کی، جس نے relativity کا نظریہ تخلیق کیا اور بڑے سادہ سے انداز میں......

میں نے اُس کی برسی پر اُس کی بڑی تصویر دیکھی۔ اس کے اوپر لکھا ہوا تھا: The expanding universe of Einstein خواتین وحضرات! Do you believe so? دیکھئے! پندرہ سو برس پہلے جو بات اللہ نے ختم کردی تھی، ہم نے اس پر کبھی اعتبار نہیں کیا مگر جب آئن سٹائن نے کہا کہ universe 'expand ہو رہی ہے، جب cosmologist نے یہ کہا کہ universe پھیل رہی ہے تو ہم نے فوراً اعتبار کرلیا۔ یہ کہاں کا ایمان تھا؟ یہ کہاں کا رتبہ، عالیہ فکر تھا مسلمانوں کا اور ان بڑے بڑے ناموں کا جو آپ سے پہلے گزر گئے......تو مجھے بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ The calibre throughout the centuries of the knowledgeability, Islam was absolutely negligible. ان کی تمام تر توجہات school of thoughts کو رہیں، رسم ورواج کو رہیں، نماز کی اقسام میں رہیں، روزے کی اقدار میں رہیں......

Which were very simple problems یہ بہت سادہ مسائل تھے۔ آپ نماز کیسے پڑھتے ہو؟ It is not the headache of God اگر نماز اللہ کی پڑھتے ہو یا اللہ کے بغیر سرسوتی اور درگا کی پڑھتے ہو تو یہ اللہ کا concern ہو سکتا ہے۔ اللہ کا concern پانچوں سے نہیں تھا......

مذہب بنتے بگڑتے چلے گئے، رسم ورواج add ہوتے گئے اور وہ جو پروردگار نے کہا تھا کہ میں نے اس قرآن کی ہر آیت کی تفصیل علم سے دی ہے، وہ علم ہمیں صدیوں میں نظر نہیں آیا۔ اگر نظر آتا، وہ بنیادی اصول نظر آتے تو آپ یقین جانو کہ آج تک، اس وقت تک sciences نے cosmology میں، anthropology میں سوشیالوجی میں اور بے شمار ایسے اصولوں میں آج تک کوئی ایسی ترقی نہیں کی سوائے اس کے کہ انہوں نے تاریخ کے گمشدہ اوراق سے، سوائے اس کے کہ انہوں نے کہیں سے عقل کی سنی سنائی باتوں کو چنا اور خصوصی طور پر ایسا لگتا ہے کہ اہلِ مغرب اُس وقت تک ترقی کرتے ہیں جب تک وہ قرآن کی کسی آیت کے مطابق نہیں آجاتے مگر کیا قرآن نے بات ختم کردی؟ قرآن نے آج تک یہ باتیں ختم نہیں کیں۔ ایک بڑی Important بات جو زمان ومکاں کے بارے میں تھی، قرآن اس سے آج بھی differ کر رہا ہے۔ قرآن نہ سائنس دانوں سے agree کرتا ہے، نہ فلاسفہ سے agree کرتا ہے، وہ اپنی جگہ پر ایک بڑی solid statement دہراتا ہے کہ یہ کائنات، یہ زمین، یہ آسمان، یہ زندگی، انسان......

کُلٌّ '' یَّجرِی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (لقمن 29:31)

(تمام اپنے وقتِ مقرر تک چل رہے ہیں۔)

خواتین وحضرات ذرا غور کیجئے کہ کیا مقررہ وقت بھی infinite ہو سکتا ہے؟ غور کیجئے گا کہ کیا کوئی وقتِ مقرر بھی infinite ہو سکتا ہے؟ قرآنِ حکیم کے بقول زمانہ infinite نہیں ہے، زمانہ finite ہے۔ اشیاء کے خدا تک پہنچنے تک کے وقت کو ٹائم کہتے ہیں اور کیا کسی مردے کو بھی وقت گننا آتا ہے......؟ .Can deads count time یہ زندگی کے ساتھ ایک قدر وابستہ ہے۔ نہ یہ اتنی ہولناک تھی جتنا اسے مغرب کے فلاسفر نے بنالیا، نہ یہ اتنی عجیب وغریب تھی کہ اس

Marfat.com

پر کسی کی دسترس نہ ہوتی۔ اشیاء کے اپنے انجام تک پہنچنے کے process کو وقت کہتے تھے۔ اگر انسان نہ ہوتا، وقت بھی نہ ہوتا۔ اگر احساسِ زیاں نہ ہوتا تو وقت نہ ہوتا۔ اگر جلدی نہ ہوتی تو وقت نہ ہوتا۔ ایک چوک میں جب آپ کھڑے ہوں تو آپ کو پتہ ہے۔ کہ jumble کیوں ہو جاتا ہے؟ اس لیے کہ space نہیں رہتی اور جو ٹائم space کو چاہیے، وہ اسے نہیں ملتا جیسے space قائم رہے تو آپ کو کوئی problem پیش نہیں آتی۔ مگر جب space نہ رہے تو آپ کا ٹائم ضائع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ٹائم کا ایک تصور یہ بھی ہے It's a space in space جب جگہ نہ رہے گی......

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ (الاعراف 187:7)

(قیامت کو پوچھتے ہیں۔)

قیامت تو تبھی آئے گی ناں، جب جگہ نہ رہے گی۔ قیامت تب آئے گی جب اشیاء کے تصرف کو ان کا مقام نہیں ملے گا، اس لئے پرانے عرب لوگ کہا کرتے تھے کہ:

اَلْوَقْتُ سَیفٌ قَاطِعٌ

(وقت کاٹتی ہوئی تلوار ہے۔)

وقت چیزوں کی تقسیم ہے، حیات کی تقسیم ہے، یہ اپنی ذات میں کوئی independent شے نہیں ہے۔ ایک غلطی کی وضاحت کرتا چلوں...... جناب علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے برگساں کو جب یہ حدیث سنائی:

"لَا تَسُبُّوا الدَّھرَ اَنَا دَھر"

(زمانے کو برا نہ کہو میں زمانہ ہوں۔)

تو وہ اپاہج تھا، اپنی کرسی سے اچھل کر زمین پر گر پڑا، کہنے لگا:...I swear Mohammad is the prophet کیونکہ prophet کے بغیر تو کوئی یہ بات کہہ ہی نہیں سکتا۔

خواتین و حضرات! اگر آپ غور کرو۔ تو یہ وقت کی تعریف نہیں ہے۔ وقت کی تعریف میں یہ جملہ نہیں کہا گیا۔ میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کرتا ہوں۔ اس کو غلطی سے زمان و مکاں پر منطبق کیا گیا۔ ایسا نہیں تھا، بلکہ یہ مقدر تھا، اللہ کی دین تھی۔ اللہ کی عطا کردہ چیز پر اعتراض کرنے کی وجہ سے یہ حدیثِ قدسی اتری تھی، اس لیے کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ آج اچھا نہیں گزرا۔ آج برا دن تھا، تو دراصل میں دن کو برا نہیں کہہ رہا ہوتا، میں اس کے خالق کو بُرا کہہ رہا ہوتا ہوں۔ تمام تخلیقات کا رُخ اللہ کی طرف مُڑتا ہے، ہر چیز اللہ نے پیدا کی ہے، گردشِ روز و شب اللہ نے پیدا کیے ہیں، صبح و شام جو حوادث ہیں سب اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ جو برکات ہیں اللہ نے دیئے ہیں جو فیوض ہیں اللہ نے دیئے ہیں، جو حادثات ہیں اللہ نے دیئے ہیں۔ اب اگر میں اپنی زندگی پر اعتراض کروں اور یہ کہوں کہ زمانہ کچھ ٹھیک نہیں ہے، اوقات اچھے نہیں ہیں، دن اچھا نہیں ہے تو زمانے کی کیا حیثیت ہے اس کا کونسا وجود ہے جو آپ اس پر اعتراض کر رہے ہو۔ دن کیا شے ہے؟

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ ط قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (البقرۃ 189:2)

یہ تو آپ کے اوقات ہیں، ان کا تو کوئی وجود نہیں ہے کہ جس پر لعنت بھیجو...... نعوذ باللہ اَستغفرُ اللہ...... ان کی کوئی حیثیت

Marfat.com

بھی نہیں ہے کہ جن سے آپ جھگڑ و اور آدھی شاعری زمانے کو برا بھلا کہتے ہوئے گزر گئی۔ اس کی کیا حیثیت ہے مگر زمانے کو برا کہنا دراصل زمانے کو نہیں، اللہ کو اُس کی تخلیق میں کمی کا طعنہ دینا ہے۔ اللہ کو بتاتا ہے کہ آج کا دن آپ نے ٹھیک نہیں بنایا، بابا......! کم از کم میرے لئے ٹھیک نہیں بنایا اور اللہ میاں کہتا ہے کہ تم نے آج ہی کا دن دیکھا ہے، ناں، اگر کل کا دن دیکھ لیتے تو کہتے کہ شکر ہے اللہ نے پہلا دن ٹھیک نہیں بنایا تھا۔ اس لیے کہ:

وَعَسی اَن تَکرَھُو شَیاءً وَّھُوَ خَیرُ لَّکُم وَعَسٰی اَن تُحِبُّو شَیاءً وَّ ھُوَ شَرُّ لَّکُم ط واللّٰہُ یَعلَمُ وَاَنتُم لَا تَعلَمُونَ (البقرۃ 216:2)

(کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اُس میں خیر ہوتی ہے۔ اور کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اُس میں شر ہوتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

مگر خواتین و حضرات! کچھ ایسی باتیں ہیں، جو زمانے کی سمجھ میں نہیں آئیں۔ اللہ کا تصورِ زمان و مکاں کچھ عجیب و غریب سا ہے۔ اتنا advance اتنا حیران کن ہے، اتنا پریشان کن ہے کہ زمانہ بحیثیت ایک وجود کے ختم ہو جاتا ہے اور صرف ایک چیز اُبھرتی ہے اور وہ اللہ کی خواہش، اللہ کا ارادہ، اللہ کا حکم ہے۔ آیئے ذرا عزیرؑ کے واقعہ پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ برباد بستیوں سے گزرتے ہوئے، پیغمبر نے اوندھے پڑے ہوئے گھڑوں کو دیکھا، سوکھے ہوئے کنوؤں کو دیکھا، ان کو الٹا پڑا ہوا دیکھا، چھتوں پر اوندھے پڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا تو بہت پریشان ہوا، پیغمبر حیران کن استعجاب میں چلا گیا۔ جب ان برباد زمینوں کو دیکھا تو پروردگار سے سوال کیا:

اَو کَالَّذِی مَرَّ عَلٰی قَریَۃٍ (البقرۃ 259:2)

(یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر۔)

وَّھِیَ خَاوِیَۃُ عَلٰی عُرُوشِھَا (البقرۃ 259:2)

(اور وہ مسمار ہوئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر۔)

تو اس نے کہا کہ دکھا تو سہی اے مالک! تو مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے......؟ دیکھئے! پیغمبر مشاہدے کی آرزو کر رہا ہے۔ ابراہیمؑ نے بھی کہا تھا: ''رَبِّ اَرِنِی کَیفَ تُحیِ المَوتٰی'' (اے رب مجھے دکھا کہ تو مردہ کیسے زندہ کرے گا......) تو پیغمبر علیہ السلام کو اللہ نے فرمایا: ''قَالَ اَوَلَم تُؤمِنُ'' اے ابراہیم میں نے اتنی عقل دی آپ کو، اتنا شعور بخشا، priory method آپ کو بخشا، apriory method بخشا، میں نے آپ کو جدلیاتِ عقل سے سرخرو نکالا، آپ حقانیت پر پہنچے، اس کے باوجود آپ کو شبہ ہے۔

قَالَ بَلٰی وَلٰکِن لِّیَطمَئِنَّ قَلبِی (البقرۃ 260:2) (''کہا: کیوں نہیں اور لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے''۔) کہ باوجود ہزار دلیل کے دل مشاہدہ مانگتا ہے، دل نظر مانگتا ہے۔ باوجود ultimate convincing, جب تک آپ personal نظر کسی چیز پر نہیں ڈال لیتے، شاید آپ تھوڑے تھوڑے بے اطمینان رہتے ہو۔ اب آپ اپنی طرف غور کیجئے...... تسبیح الٰہی ہے...... ذکرِ پروردگار ہے اور قرآن میں اللہ نے فرمایا: فَاذکُرُونِی اَذکُرکُم

Marfat.com

(البقرۃ 152:2) (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔) اب جب آپ اُس کو یاد کر رہے ہو اور اگر قرآن سچا ہے۔ تو اللہ بھی آپ کو یاد کر رہا ہے، پھر بھی آپ کو کیوں نہیں یقین آتا؟ آپ نظر سے دیکھنا چاہتے ہو، آپ کو نظری، بصری شہادت چاہیے...... یہاں بھی پیغمبر request کر رہا ہے:

قَالَ اَنّیٰ یُحۡیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِھَا (البقرۃ 259:2)

(بولا اسے کیسے زندہ کرے گا اللہ اس کی موت کے بعد)

اللہ نے کہا: ٹھیک ہے demonstration دے دیتے ہیں، سو برس کیلئے مار دیا...... پھر جگا دیا......

فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ (البقرۃ 259:2)

(تو پھر اللہ نے اُسے سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر اسے جگا دیا۔)

قَالَ کَمۡ لَبِثۡتَ

(کہا کتنی دیر ٹھہرا......)

اللہ نے پوچھا: اے عزیر! کتنی دیر سوئے رہے ہو؟

"قَالَ لَبِثۡتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ"

(کہا: دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا پھر کچھ کم۔)

یہ بڑی important آیت ہے۔ One of the most impossible mention جس آیت کا ہوتا ہے، وہ یہ آیت ہے...... اللہ نے پوچھا: "کتنی دیر سوئے رہے، اے عزیر"......! کہا: "اے اللہ ایک دن یا آدھا دن سویا رہا ہوں"۔ اللہ نے تبسم فرمایا اور کہا:

قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمۡ یَتَسَنَّہۡ

(کہا: نہیں تجھے سو برس گذر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ جواب تک بُو نہ لایا۔)

ذرا دیکھ تو شراب کو، پانی تو دیکھ، ویسے ہی پڑا ہے اس کو یعنی پانی کو کسی نے چھوا تک نہیں، وہ ویسے ہی پڑا ہے اور سو برس کی گردش نے کھانے کو چھوا تک بھی نہیں۔

وَانۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِکَ

(ذرا گدھے کو تو دیکھ، اس پہ سو برس پورے گذر گئے۔)

خواتین و حضرات! اللہ کی قدرت کے علاوہ جو سب سے عجیب و غریب بات اس پوری آیت میں ہے، وہ یہ کہ ایک چھوٹے سے span میں تین وقت گزر گئے، ایک چھوٹی سی زمین پر...... Perhaps nobody can find such a statement about relative time. ایک چھوٹی سی space میں تین وقت گذرے، ایک دن اور رات گذری، ایک لمحہ بھی نہ گذرا...... لَمۡ یَتَسَنَّہۡ کسی نے اسے چھوا تک نہیں اور یہ یاد رکھئے گا کہ جب کھانے کا ذکر ہوا تو کھانا بظاہر خراب ہونے سے نہیں رُک سکتا۔ کھانے کی کچھ جزئیات ہیں۔ کچھ maggots ہیں، کچھ اس کے

Marfat.com

اندر جراثیم ہیں، جن کو ہر صورت اپنی مدتِ حیات پوری کرنی ہوتی ہے۔اڑتالیس گھنٹے میں کھانے کو خراب ہونا ہوتا ہے۔ پانی کو، باہر سے آمیزش ملنی ہوتی ہے، مگر وہاں زندگی کا یہ تمام procedure رک گیا۔ وقت سرے سے اس کھانے پر گذرا ہی نہیں۔ وقت اس badger پر بھی نہیں گذرا۔ وقت اس جرثومے پر بھی نہیں گذرا جو پانی کے اندر تھا، وقت اُس کھانے میں، اُس خوراک کے اندر کسی جرثومے پر نہیں گذرا...... حیران کن بات ہے کہ سو برس میں زندگی کی minutest اور most important تمام صورتیں وہاں solidify ہو گئیں۔ نہ وہاں بارش تھی، نہ سردی تھی، نہ آگ تھی، پھر وہ کیا قوت تھی جس نے صرف حکم دیا تھا کہ وقت نہ گذرے تو وقت نہیں گذرا...... چیزیں اپنی مدت تک نہ پہنچیں، چیزیں اپنی مدت تک نہیں پہنچیں۔ پھر اس نے کہا کہ دیکھو، ذرا گدھے کو دیکھو...... سو برس گذر گئے، ہڈیاں پڑی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پوچھا تو کتنی دیر رہا......؟ کہا...... دن یا آدھا دن یا ڈیڑھ دن۔

خواتین وحضرات! اس سے عجیب وغریب زمان ومکاں کی کوئی صورت سامنے نہیں آتی کہ چھوٹے سے span of time میں ایک جگہ سرے سے وقت نہیں گذرا، دوسری جگہ وقت کو squeeze کیا گیا، وقت کو ضبط کیا گیا، وقت کو، سو برس کو، سمیٹ کر ایک آدھے دن میں ڈھال لیا گیا۔ حیران کن صورت جو اس میں آئی ہے کہ پھر اللہ نے اُسے ہڈیوں پر گوشت چڑھا کر دکھایا......

وَانظُرِ اِلَی العِظَامِ کَیفَ نُنشِزُ ھَا ثُمَّ نَکسُوھَا لحمًا

فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعلَمُ اَنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ (البقرۃ 259:2)

(اور اپنے گدھے کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اکٹھا کرتے ہیں، پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں، جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔)

کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا دانشور اور فلاسفر اس حقیقت کا انکار کرے گا جو وہاں گزری...... سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کر جائے، سوائے اس کے کہ وہ اس واقعے کا انکار کر جائے، سوائے اس کے کہ وہ اس authority کا انکار کر جائے، جو اس واقعے کا موجب بنی، اس واقعے سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وقت بذاتہٖ کوئی شے نہیں۔ اگر وہ کوئی شے ہوتا، کوئی اصول ہوتے، کوئی اُس کے انداز ہوتے، تو وہ ایک طرح سے گذرتا۔ ایک چھوٹے سے span میں، ایک چھوٹی سی space میں اُس کے ساتھ وہ حشر کیا گیا کہ کہیں اُسے ایک لمحہ نہ گذرنے دیا گیا، کہیں اُسے نچوڑ کر دن اور رات میں قید کیا گیا، اور کہیں immensity کو سو برس میں گزار دیا گیا۔ یہ concept کسی مسلمان سکالر کو excite نہیں کر سکا ورنہ وہ بہت پہلے relative understanding کا مالک ہو جاتا۔ بہت پہلے وہ "اِنَّا لَمُو سِعُون" کی جہت دریافت کر لیتا......

خواتین وحضرات! اب کی بات نہیں، کچھ آگے کی باتیں بھی اللہ نے کی ہیں۔ سائنس دانوں سے بہت آگے کی باتیں...... ہبل کے vision سے بہت آگے کی باتیں...... اب کہیں کہیں ہبل کو ان باتوں کا سراغ مل رہا ہے۔ فرض کیجئے کہ کوئی مسلم سائنسدان جیسے ڈاکٹر ہود بھائی کو ہی لے لیجئے۔ وہ حضرت کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں میں تو سائنس دان ہو

Marfat.com

ہی نہیں سکتا۔ بھئی! آپ تو ہو۔۔۔ کہ آپ بھی نہیں ہو...... یعنی خود اپنی نفی فرما رہے ہیں کہ سائنس دان تو اسلام میں کوئی ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ اسلام سائنس کو promote نہیں کرتا۔ خود relativity کے پروفیسر ہیں...... تو کسی نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ آپ نے قرآن کتنا پڑھا ہے...... کہا کہ بس تھوڑا تھوڑا سا پڑھا ہے...... یعنی وہ لوگ جو ایک چھوٹی سی، ایک ادنیٰ سی، تکمیلِ علم کیلئے تیس تیس سال بسر کرتے ہیں، قرآن کو آدھا دن دینا بھی ان کیلئے مشکل ہوتا ہے، ایک گھنٹہ بھی دینا مشکل ہوتا ہے، وہ بھلا قرآن کو کیا سمجھ سکیں گے؟ وہ کیسے قرآن کی understanding حاصل کریں گے......؟

Because it is the law of knowledge, it's a rule and principle of knowledge.

اگر ایک معمولی سے جزو تعلیم کی تحصیل کیلئے آپ کے بیس بائیس برس گذر جاتے ہیں، تو کائنات کی سب سے بڑی کتابِ علم کیلئے، اگر آپ کی پوری زندگی بھی ہو تو اس کے اشارات کے لئے کم ہے، مگر آپ قرآن کو کیا وقت دیتے ہو؟ یہ دوسرا بڑا ستم ہے ایک وہ ستم ہوا کہ جس میں ہمارے پرانے فلاسفر اور دانشوروں نے قرآن پر اعتبار نہیں کیا۔ انہوں نے Ptolemy پر کیا...... Copernicus پر کیا...... آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں مگر انہوں نے اللہ کی آیات پر یقین نہیں کیا۔ اگر یقین کرتے تو کوئی تحقیق کرتے اور پھر اس تحقیق کا رستہ اللہ آسان کرتا۔ اگر قرآن پر اعتبار کرتے تو دنیا کے cosmologists میں اُن کا بھی بڑا نام ہوتا۔ چندر شیکھر کا نام ہے تو کسی مسلمان ہود بھائی کا بھی نام ہوتا مگر افسوس کہ اُن کو قرآن پر کوئی اعتبار نہیں۔

خواتین و حضرات! اللہ نے بہت آگے کی بات کی، ابھی double universes کے concepts نہیں آئے تھے۔ ابھی لوگوں نے کسی دوسری جہت کے بارے میں سوچا نہیں تھا۔ ہم تو ابھی کائناتِ اوّل کی دہلیز سے پار نہیں ہوئے تھے ہمیں کیا پتہ تھا کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے؟ مگر اگر یقین رکھتے تو سوچتے اور تحقیق کرتے کہ اللہ کیا کہتا ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ سَبعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الاَرضِ مِثلَھُنَّ (طلاق 12:65)

(اللہ تو وہ ہے جس نے سات آسمان تخلیق کئے اور اسی طرح کی سات زمینیں۔)

اس آیت پر غور کرنے والے مسلمان، دانشوروں نے آسمان کی تعریف ہی کبھی نہیں کی۔ مختصراً کسی نے آسمان کی تعریف constellation سے کی، کسی نے galaxy سے کی...... میں ایک چھوٹی سی آیت آپ کو اس کے ساتھ جوڑ کر بتاتا ہوں:

"وَلَقَد زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنیَا بِمَصَابِیحَ" (ملک 5:67)

(ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے سجایا۔)

خواتین و حضرات! جہاں جہاں تک آپ کی نظر جاتی ہے۔ جہاں جہاں تک آپ کو جلتے ہوئے چراغ نظر آتے ہیں، وہ آسمانِ دنیا ہے۔ ایک universe ہے، چاہے اُس میں دو ارب سورج ہوں، چاہے اُس میں seven billion sun ہوں، چاہے اس میں trillions of stars ہوں مگر جہاں جہاں آپ کی نظر روشنی کو جاتی ہے یہ آسمانِ دنیا ہے اور اس آسمان دنیا کو خداوند کریم ایک آسمان کہہ رہا ہے اور اللہ تو وہ ہے جس نے سات اسی طرح کی کائناتیں تخلیق کی ہیں، وہ کائناتیں کیا بندوں سے خالی ہیں؟ کیا life belt سے خالی ہیں؟ کیا زندگی اُن میں موجود نہیں ہے؟ کیا قرآن نہیں

Marfat.com

اُترتا؟ کیا احکامِ الٰہی اُس کو زینت نہیں بخشتے؟ فرمایا نہیں......

يَتَنَزَّلُ الأَمْرُ بَيْنَهُنَّ (طلاق 12:65)

(ان تمام زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے۔)

ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں...... میں آپکو ایک بات تخصیص سے کہہ دوں کہ اصحاب نے کوئی غلطی نہیں کی۔ تابعین نے کوئی غلطی نہیں کی۔ تبع تابعین میں سے بھی کچھ بڑے سچے علم کے متلاشی رہے۔ اس کے بعد یہ بحران آیا جو تیرہ سو برس سے چل رہا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا...... کہ اگر میں تم پر سات آسمانوں کی حقیقت کھول دوں...... جیسے تم یہاں ہو، وہاں بھی لوگ ہیں۔ جیسے یہاں کام ہے، وہاں بھی کام ہیں۔ جیسے ہم یہاں پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں، وہاں بھی لوگ پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔ شاید میں وہاں بھی ہوں اور میں یہاں بھی ہوں اور کہا کہ اگر اس کی حقیقت کو میں آشکار کردوں تو شاید تم کافر ہو جاؤ۔ کیونکہ اُس وقت ان چیزوں کو سمجھنے کیلئے اتنی عقل و معرفت نہیں تھی۔

خواتین و حضرات! پھر اتنی بڑی باتوں کے بعد بھی خداوندِ کریم کس چیز کا دعویٰ کرتا ہے......؟ قدرت کا......؟ کہتے ہیں کہ نہیں......

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِهِ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً (الطلاق 12:65)

(علم کی معرفت سے میں نے اس زمین و آسمان کو گھیرا ہوا ہے۔)

ایک اور بڑے مزے کی بات میں آپ کو بتاؤں۔ بڑی عجیب و غریب بات ہے اور دیکھیں اُس کا ترجمہ کیسے کیا گیا۔ اللہ نے کہا:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً (النمل 88:27)

(اور تم خیال کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں۔)

یہ تو اُڑتے ہوئے بادلوں کی طرح چل رہے ہیں۔ کیا کبھی Islamic sciences میں بھی یہ statement آپ نے سنی ہے......؟ اللہ کہتا ہے کہ تمہارا تو یہی خیال ہے کہ پہاڑ کھڑے ہیں لیکن دنیا اب twentieth century میں آپ کو confirm کرتی ہے کہ پہاڑوں کے بارے میں یہ جو نظریہ ہے کہ یہ کھڑے ہیں، یہ غلط ہے۔ یہ زمین کے ساتھ اُسی تیزی و تندی کے ساتھ بھاگ رہے ہیں جس تیزی و تندی سے زمین بھاگ رہی ہے۔ اگر وہ اڑتالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ رہی ہے تو یہ اڑتالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ رہے ہیں مگر جاننے والوں نے، سمجھنے والوں نے، دانشوروں نے جو اس کا ترجمہ کیا وہ بڑا عجیب تھا: کہا کہ یہ اُس وقت کی بات ہے جب قیامت میں پہاڑ چلائے جائیں گے۔ خواتین و حضرات! آپ اگر اس آیت کو پڑھیں تو اس کا کوئی تعلق قیامت کے ساتھ نہیں ہے اللہ تو ایک general visual faith کی بات کر رہا ہے کہ ہمیں سارے پہاڑ کھڑے نظر آتے ہیں مگر خدا کہتا ہے کہ یہ پہاڑ کھڑے نہیں ہیں:

وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابُ (النمل 88:27)

(اور یہ تو چلتے ہیں بادل کی چال۔)

جب پہلا astronaut خلا میں گیا تو اس نے بڑی خوبصورت statement دی، بلکہ قرآن کو repeat کیا کہ I am seeing clouds running along the earth. رنگ برنگے بادل......اور یہ سب سے خوبصورت منظر ہے، جو خلا سے ہمیں زمین پر نظر آتا ہے۔

خواتین وحضرات! کتنی عجیب بات ہے ہمارے بعد اسلام کے اتنے اتنے بڑے مفکروں نے، دانشوروں نے، کسی نے ان statements کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی اور اگر پڑھا تو ان کی اتنی غلط تاویلیں کیں۔ It is a tragic fact that they did not believe words of God, they more believed in all those opinions which were current in those times. جیسے Ptolemy تھا، جیسے ارسطو تھا، افلاطون تھا، سقراط تھا...... سب لوگ اُن کی باتوں پر اعتبار کر رہے تھے۔ یہ اللہ کی بات پر اعتبار نہیں کر رہے تھے اور یہ بحران علم وعقل بالآخر آج کی غلامی میں نکلا ہے۔ ایک آخری بات جو اسی ضمن میں میں کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ میاں نے پہاڑوں کے بارے میں بڑی عجیب statement دی ہے فرمایا: کہ میں نے پہاڑ زمینوں میں ڈالے، یہ میخوں کی طرح گڑے ہیں۔ پہاڑ زمین میں میخوں کی طرح گڑے ہیں۔ ایک حیرت انگیز واسطہ یہ پڑتا ہے کہ پہاڑ تو اوپر کھڑے ہیں میخ تو نیچے گڑتی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر میخ کو گاڑا جائے، تو میخ زیادہ تو غائب ہوتی ہے، اُس کا تھوڑا سا سرا باہر ہوتا ہے اور یہ کس کے تصور میں پندرہ سو برس پہلے تھا؟ کون جانتا تھا اس بات کو کہ پہاڑ واقعی میخوں کی طرح گڑے ہیں؟ اگر اُوپر ایک میل ہیں تو centre of the earth میں، metallic سمندر میں، یہ کم از کم بیس میل تک گڑے ہوتے ہیں۔ پانچ میل سے لے کر، دس میل سے لے کر یہ تیس میل تک crust of the earth سے نیچے گڑے ہوتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اوپر سے ٹوٹنے نہیں پاتے اور tectonic plates کی رگڑ کی وجہ سے پہاڑ اوپر اُٹھتے ہیں اور اُن کی material کی thickness پر آپ غور کریں کہ پہاڑ آپ کو کتنے سخت نظر آتے ہیں، مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کی thickness اُس سمندر سے بہت کم ہے، جو زمین کے اندر چل رہا ہے۔ ان پہاڑوں کی thickness 2.7 ہے اور زمین کے اندر جو دھاتوں کا سمندر چل رہا ہے اس کی کثافت 3.5 ہے۔ یہ حیران کن واقعہ ہے۔ perhaps یا جیسے میں نے آپ سے کہا کہ قرآن کتاب تخلیق ہے اور سائنس کتاب تحقیق ہے خالی یہ نہیں، خواتین وحضرات! اگر کسی نے psychology پڑھی ہوتی ہے، کسی نے anthropology پڑھی ہوتی ہے، تو یہ ضروری نہیں کہ اللہ تمام قوانین کی وضاحت کردے، اللہ تو بنیادی اصول کی وضاحت کرتا ہے۔ وہ تو انسان پر چھوڑ دیتا ہے کہ آگے بڑھو۔ جاننے کی کوشش کرو، پرکھنے کی کوشش کرو اور سمجھو۔

خواتین وحضرات! یہ تمام آیات متشابہات کے ضمن میں تھیں اور یہ سمجھا گیا تھا کہ اللہ نے اس پر قید لگا دی کہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ ہر آدمی کو شاید ان کی غور وفکر میں دسترس حاصل نہ ہو۔ تم میں جو محقق ہیں، جو دانش ور ہیں، جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، کیا عجیب بات ہے کہ متشابہات کے ضمن میں اللہ یہ بات کہہ رہا ہے:

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا (آلِ عمرٰن 3:7)

(اور علم میں راسخ لوگ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔)

Marfat.com

جوعلم میں راسخ ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ جو information خدا دے رہا ہے، جو creator دے رہا ہے، جو ایک ultimate truth authority دے رہا ہے، وہ اصل علم ہے اور باقی اُس کی explanation ہے، یا جزئیات میں ہے۔ تو جن لوگوں نے خدا کے علم پر حتمی یقین کیا اور اُس کی وضاحتیں چاہیں، انہی لوگوں کو اللہ نے راسخون فی العلم کہا۔

خواتین و حضرات! ایک بڑا فتنہ آج کے دنوں میں اٹھا کہ لوگوں نے کہا کہ کچھ آیات local ہیں اور کچھ آیات پڑھنے والی ہیں۔ لوکل آیات میں quote کیا گیا کہ جیسے ازواجِ مطہرات کا جو ذکر ہے اور یہ کہ چار شادیوں کے بعد اُن کی شادیوں کو maintain کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات لوکل آیات بھی ہیں، جو بعد میں apply نہیں کی گئیں۔

خواتین و حضرات! بات یہ ہے کہ یہ ایک تعلیمی بحران ہے کہ لوگ کسی بات کو سمجھنے میں کسی تردد سے کام نہیں لیتے۔ قصہ صرف اتنا تھا کہ اس حکم سے پہلے پروردگارِ عالم نے اُن عورتوں پر تھوڑی سی کشیدگی فرمائی۔ اُمہات المومنین پر کشیدگی فرمائی۔ اُن کو ایک choice دی: چاہتی ہو تو مال و اسباب لو، دُنیا لو، مالِ غنیمت لو۔ اور رسول ﷺ کو چھوڑ جاؤ۔ اللہ اگر چاہے گا تو اپنے رسول ﷺ کو بہتر خواتین کی معیت دے دے گا۔ مگر تمام عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کو چنا۔ یہ پہلا credit تھا۔ بہت بڑا credit تھا کہ کسی بھی عورت کے، کسی بھی اُمُ المومنین کے ایمان میں کمی نہیں آئی They all chose God and they all chose Prophet

پھر اُن سے کہا گیا کہ خواہ تم نوجوان ہو یا بوڑھی ہو، Prophet کے بعد تم کسی سے شادی نہیں کر سکتی۔ اللہ نے اُس کو lock کر دیا کہ دیکھو یہ دو رسک تم کو لینے پڑیں گے۔ ایک تو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ عسرت و غربت اور فقر و فاقہ کی یہی زندگی قبول کرو گی تو تب ان کے ساتھ رہو گی تو انہوں نے کہا کہ رہیں گی۔ پھر اللہ نے کہا: اے رسول ﷺ کی بیویو! تم ان کے بعد کسی سے شادی نہیں کر سکتی ہو کیونکہ تم ان کی مائیں ہو۔ انہوں نے یہ بھی قبول کیا۔ اب آپ انصاف فرمائیں کہ جب چار کا حکم آیا تو کیا اللہ اور رسول ﷺ اتنے بے انصاف تھے؟ کیا اللہ اور رسول ﷺ اُن عورتوں پر یہ بوجھ ڈال سکتے تھے، یہ مشقت ڈال سکتے تھے، اُن کو یہ سزا دے سکتے تھے۔ کہ وہ رسول ﷺ کی معیت سے محروم کر دی جائیں تو اُس پورے قانون میں ایک exception create کی گئی اور وہ exception یہ تھی کہ اُن عورتوں کے اُس درجہء ایمان کی بدولت اللہ نے اُن کے لئے اس پورے قانون میں ایک exception قرار دی۔ یہ رسول ﷺ کے لئے exception نہیں تھی۔ اگر آپ غور فرمائیں تو اس قانون کی exception رسول اللہ ﷺ کے لئے نہیں تھی۔ اس قانون کی exception اس وجہ سے create کی گئی کہ اُن عورتوں کے ایمان، اُن کی وفا کی وجہ سے، اُن کی محبتِ خدا اور رسول ﷺ کی وجہ سے اُن کو advantage دِیا گیا تھا کہ اللہ کا رسول ﷺ تمہیں اپنی ذات سے جدا نہیں فرمائے گا۔

خواتین و حضرات! اب میں major part کو آتا ہوں کہ تبدیلی کیوں واقع ہوئی، local law کیوں واقع ہوا۔ اگر جس چیز پر لوکل law اُترا ہو اور چیز بدل جائے تو law بھی بدل جاتا ہے مگر آج تک کسی دانشور نے غور کیا کہ قرآن کس چیز پر اترا ہے۔

Marfat.com

خواتین و حضرات! قرآن فطرتِ انسان پر اترا ہے۔ وہ فطرتِ انسان جو آج سے بائیس ہزار سال پہلے بھی ایسی تھی، جو Homosapiens میں بھی ویسی تھی۔ جو پہلی آبادانسانیت میں بھی ویسی ہی تھی، جو Periclese کی democracy میں بھی ویسی ہی تھی، Sparta کے قانون میں بھی وہی فطرتِ انسان تھی اور اب، آج بھی وہی فطرتِ انسان ہے۔ اس میں قطعاً کسی قسم کا کوئی فرق نہیں آیا تا نکہ اسے خود خدا بدل دے۔ اور یہ آپ دیکھ لیجئے کہ آج سے تین ہزار سال پہلے جو قوانین خرابی کے، فاشی کے، بد باطنی کے، انسان بناتا تھا، آج بھی وہی قانون تخلیق کر رہا ہے۔ یورپ کا مہذب ترین انسان وہی قانون تخلیق کر رہا ہے جو lesbass میں lesbians کا تھا یا جو یورپ نے ہم جنسی کے قوانین پاس کئے ہیں وہ کوئی نئے قوانین نہیں ہیں۔ نہ فطرت بدلی ہے، نہ انسان بدلا ہے اور قرآن کی کوئی آیت اپنے مطالب میں نہیں بدلی ہے کیونکہ انسان وہی ہے، قرآن وہی ہے......

خواتین و حضرات! لوگ کہتے ہیں کہ situations بدل گئی ہوں گی مگر لوگوں کو غلط فہمی ہے۔ اللہ نے آیاتِ قرآنی کی وضاحت کے لئے بدر و احد و حنین تخلیق کئے۔ باہر وہ situations موجود نہ تھیں مگر قرآن اتر رہا تھا، کتاب کی وضاحت ہو رہی تھی۔ اللہ نے باہر وہ create' situations کیں جن کی وجہ سے کتاب کی آیات کی وضاحت ہوگئی۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ حنین میں کیا کہتا ہے؟ کہ مسلمان جب ذرا ناز میں آئے اور کہا کہ پہلے ہم قلیل التعداد ہوتے تھے، تب بھی جیتتے تھے، آج تو ہم بہت زیادہ ہیں تو اللہ نے کہا: اچھا! اب تم خدا کے توکل سے ہٹ گئے، اب تمہیں خدا پر اعتبار نہیں رہا۔ پہلے تم قلیل التعداد ہونے کے باوجود اللہ پر شکست و فتح کے لئے اعتبار کرتے تھے مگر اب تمہیں اپنی تعداد پر فخر ہوا، اب تم اپنی تعداد پر جیتو گے۔ جاؤ ذرا جیت کر دکھاؤ......تو وہ شکست، وہ ہلکی پھلکی سی سرزنش جو اللہ نے حنین میں دی، وہ کتاب کی اُس آیت کیلئے create کی گئی جہاں اللہ مسلمانوں کو warn کر رہا ہے۔

تمام کائناتی situations ایک ہیں۔ اگر آپ غور کرو تو یہ کسی علمی اصول کی تحقیق میں ہوتی ہیں۔ آج اگر Uranium ہے، آج اگر Plotonium ہے تو اس کی بنیاد رکھنے والا انسان نہیں ہے۔ دوارب سال پہلے جس اللہ نے زمین میں اس قوت کو رکھا جو آگے جا کر کسی انسان کے کام آنی تھی اور قرآن میں اس بات کا ذکر فرمایا:

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ۞ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ ۞ ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ (حم السجدہ 10:41)

(جب ہم بلند ہوئے، ہم نے دو دن لگائے زمین کے بنانے میں اور دو دن لگائے اس میں اسبابِ ضرورتِ انسان رکھنے میں۔)

اور دیکھئے کبھی تو ضرورتِ انسان فوری طور پر وجود میں آتی ہے اور کبھی ضرورتِ انسان دوارب سال کے بعد پیش آتی ہے۔ قرآن کے بارے میں یہ یاد رکھئے کہ بہت سے لوگ یہ متعدد مرتبہ کہتے ہیں کہ "کُن فَيَكُون" شاید ایک دھماکہ تھا، ایک روشنی تھی، ایک جھما کا تھا شاید ایک پل میں پوری کائنات وجود میں آئی، شاید ایک پل میں زمین و آسمان تخلیق ہوئے۔

خواتین و حضرات! اللہ ایسے نہیں کرتا، نہ ایسے کرتا ہے، نہ کہتا ہے۔ اللہ نے خاص طور پر کہا:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا (ھود 6:11)

Marfat.com

(اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو اور وہ جانتا ہے کہ کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہوگا۔)
مگر یہ ہے کہاں......؟ یہ صرف اللہ کے دماغ میں نہیں...... کُلٌّ فِی کِتٰبٍ مُّبِین یہ سارے کا سارا......ایک بہت بڑا ٹیبل ہے جس پر ایک master plan رکھی ہے، ایک total master plan۔۔۔ اسی سے قرآن اتارا گیا، اسی سے زندگی کے واقعات اتارے گئے مگر جب پلان بنا چکے تو پھر اس نے کہا Now I am perfectly satisfied with my design with my creative faculty تو اس نے کہا:

هُوَ اللهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر 24:59)

میں تصویر کش ہوں، میں نے دُنیا میں جتنے لوگ پیدا ہونے تھے اُن کی تصویریں بنالی ہیں، تمام sources کو میں نے پیدا کر دیا ہے، میں "یُعِدُّ" اور یُعِیدُ کے تحت پیدا کرنے والا ہوں، لوٹانے والا ہوں۔ میں نے اُن کی شکل بنالی ہے۔ میں نے پہاڑوں کو شکل دے دی ہے۔ پانی پیدا کر لیا ہے۔ اب "کُن فَیَکُون" اب یہ سکیم چل پڑی ہے۔ Now start up اگر آپ نے کرکٹ میچ دیکھا ہو تو شروع کرنے سے پہلے ایمپائر کہتا ہے کہ Now let's start up پہلے سب کچھ بن چکا ہوتا ہے، ٹیمیں بن چکی ہوتی ہیں، پروگرام بن چکے ہوتے ہیں، میچ ہمارا "کُن فَیَکُون" سے شروع ہوا۔ جب اللہ نے یہ کہا کہ Now according to all this master plan things should start working, they started working. زمین پیدا ہونی شروع ہوگئی۔ آسمان ڈھلنا شروع ہو گیا......

خواتین وحضرات! اگر آپ قرآن کا مطالعہ تھوڑا سا شوق سے کرلیں، توجہ اور محبت سے کرلیں، تو آپ کی راہ میں صرف ایک رکاوٹ آئے گی۔ یہ وہ وضاحتیں ہیں جو آپ اس سے پہلے سُن چکے ہو، وہ وضاحتیں جو بارہویں، تیرہویں اور سولہویں صدی کے منکرین نے دی ہیں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اُن لوگوں نے قرآن کو غیر فطری علوم کی معرفت سے کیوں اُجاگر کرنا چاہا؟ اُن لوگوں نے قرآن کے سادہ سے مطالب آلودہ کیے، اُن لوگوں نے دور از کار تاویلوں کے ذریعے direct معنی کو خراب کیا۔ تاویل کا حق اُسی کو ہے جس کے بارے میں اللہ نے کہا ہے: وَالرّٰسِخُونَ فِی العِلمِ یَقُولُونَ اٰمَنَّا یقیناً اسی وجہ سے یہ علم، یہ تمام دانش اور برہان کسی نہ کسی تعلیم، اُستاد اور مشاورت سے چلتی ہے۔ یہ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بے پناہ system of education اسی لیے چل رہا ہے کہ on his own ایک نوزائیدہ بچہ یہ تمام چیزیں از خود حاصل نہیں کرسکتا، علم، اُستاد، تعلیم اس کے لیے ضروری ہیں مگر اگر آپ ان علوم سے آگے گزریں گے، جب آپ دنیاوی علوم سے آگے گزریں گے، جب آپ کے دنیاوی مقاصد پورے ہو جائیں گے اور کبھی آرزوئے خداوند ہوگی تو پھر آپ کو اُس علم کی خواہش ہوگی، جو آپ کو اللہ تک پہنچا سکتا ہے، پھر اُس دلیل کی خواہش ہوگی، جس کے بارے میں آپ کو حتمی یقین ہو، جس کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہ رہے، تو مجھے پورا پورا یقین ہے کہ پھر آپ کے پاس قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں ہے۔

خواتین وحضرات! قرآن یقیناً گلہ گزار ہے، اس کا معیار وہ لوگ تھے جو صبح وشام اللہ کی یاد میں گزارتے اور خشیت ومحبت کے آنسوؤں سے غسل کرتے تھے۔ اللہ کے رنگ میں سرتاپا رنگے ہوتے، دنیا وکائنات کی کسی شے کو باطل

Marfat.com

نہ سمجھتے تھے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا بَاطِلاً (ص 27:38)

(اورنہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ۔)

اُن کو قرآن کی اس آیت پر یقین تھا کہ اللہ نے کوئی چیز مفروضے میں پیدا نہیں کی۔ ہر چیز کسی مقصد کے لیے ہے، کسی کارگزاری کیلئے ہے۔ وہ غور وفکر کی صلاحیتوں کو استعمال کرتے، تخلیقِ کائنات، ساواتِ شب و روز کے اختلافات کے اصول ڈھونڈتے، تصریفِ ریاح کرتے، تسخیرِ سحاب کرتے، تحفۂ زمین کی نگہداشت کرتے، صرف ایک آیت اگر قرآن کی آپ دیکھ لو تو حیران کن ہے۔ تمام آٹھ اصولِ تخلیق صرف اُس آیت میں ہیں:

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ہ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ الْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (البقرۃ 164,163:2)

(اور تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے، بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کی گردش میں اور کشتیاں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہیں اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا پابند ہے ان سب میں عقلمندوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں۔)

خواتین و حضرات! ایک آخری تھوڑا سا حصہ اس لیکچر کا حروفِ مقطعات پر ہے جس کے بارے میں مدتوں یہی کہا گیا کہ یہ اسرارِ ربانی ہے۔ یقیناً اسرارِ ربانی ہے...... یقیناً یہ راز ہائے سربستہ ہیں مگر اگر یہ حروفِ مقطعات میرے اور آپ کے لیے نہیں ہیں تو خدا سے بعید ہے کہ وہ آپ سے بے معنی مشقت کروائے۔ اگر ہم نے روز یہ پڑھنے ہیں تو پھر خدا کا یہ کہنا کہ غور وفکر اور تدبر کے بغیر تو میں انسان کو جانور سمجھتا ہوں۔ تو حروفِ مقطعات سے دراصل ہم نے ہاتھ اٹھا لئے۔ ہم نے ہتھیار پھینک دیئے کہ ہمیں انکا مطلب نہیں آتا۔ ہم نے صرف ان کی تلاوت سے حظ حاصل کیا یا ان کی تلاوت کو ہی کافی سمجھا، بہت سارے علماء نے دعوے بھی بہت کئے اور بہت سارے لوگوں نے کہا کہ ہمیں حروفِ مقطعات کا علم دیا گیا مگر ان کی practical demonstration کبھی سامنے نہیں آئی۔ دعوے ضرور سامنے آئے مگر اُس عصر میں، نہ اس عصر سے پہلے، اُس دعوے کے بارے میں کوئی ایسی حقیقت سامنے نہیں آئی۔

خواتین و حضرات! میں بھی ایک چھوٹا سا طالب علم ہوں۔ crazy, curious اور mad یہ تین لفظ پوری طرح میرے رجحان کی نشاندہی کرتے ہیں تو خواتین و حضرات! میں نے اللہ سے گلہ کیا، آرزو کی کہ اگر یہ حروف ہمارے سمجھنے کیلئے نہیں ہیں تو ہم پھر ان کو کیوں پڑھتے ہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ قرآن میں اور بھی بڑی آیات ہوں گی جو میرے پڑھنے کیلئے ہیں مگر سمجھنے کیلئے نہیں ہیں تو پھر لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ قرآن کی صرف تلاوت ہی کافی ہے۔ آپ نے پھر بار

Marfat.com

بار یہ کیوں کہا ہے کہ قرآن غور وفکر سے پڑھو، سوچ سمجھ سے پڑھو تو کچھ نہ کچھ قرآن کو بغیر سوچے سمجھے بھی پڑھنا چاہیئے۔
خواتین وحضرات! میں نے آرزو کی...... میں نے یہ نہیں کہا کہ جو مطلق اس کا حل ہے، وہ مجھے عطا کر، میں نے آرزو کی کہ اس کی placeable definition مجھے عطا فرما، acceptable explanation عطا فرما۔ میں نے بس اتنی آرزو کی...... میری آرزو سے......'' بے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' ادھر اُدھر گھومتے ہوئے چلے، بہت ڈھونڈا، دماغ سے یہ خیال گیا نہیں کہ حروفِ مقطعات کا کوئی مطلب ہے، کوئی معنی ہے مگر سراغ کوئی نہیں ملا۔ اتفاق یہ دیکھئے، بعض اوقات کوئی اشارہ مل جاتا ہے۔ سیب گرا تو Newton کو اشارہ ملا۔ اتفاق دیکھئے کہ مجھے ایک لفظ اشارہ دے گیا۔ میں محی الدین ابن العربی پر Louis Massignon کی کتاب پڑھ رہا تھا، تو اُس نے ایک لفظ استعمال کیا: ''basic categories''

خواتین وحضرات! جونہی میں نے وہ لفظ ''basic categories'' سنا تو میرے ذہن میں ایک شعلہ لپکا کہ Perhaps when the language started, when the humans started, when the life started there must be some basic categories. اور وہ basic categories اسی طرح ہوں گی جیسے کسی فائل کی categories ہوتی ہیں۔ فرض کیجئے کہ حضرت انسان کی فائل مرتب ہوئی، اُس میں A, B, C,D,E کر کے جو اجزائے حیات بنائے گئے، یہ اُس کی basic category ہے...... but how to apply and how to give... یہ اگلے دو کام تھے۔

خواتین وحضرات! مسند امام اہل بیت میں مجھے ایک حدیث نظر آئی۔ وہ بڑی عجیب وغریب حدیث تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ یا علی! یہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ بڑے عبادت گزار ہوتے ہیں مگر ہمارے دل اُن کو نہیں چاہتے اور کچھ لوگ اتنے بڑے عبادت گزار نہیں ہوتے۔ بالکل گئے گذرے ہوتے ہیں لیکن ہمارا دل ان سے دوستی کو چاہتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: امیر المومنین! یہ مجھ پر بھی ایک سوال اُٹھا تھا۔ میں نے پھر اسے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جب ارواح کے لشکر تخلیق کئے تو ان میں سے کچھ کی کچھ سے موانست ٹھہرا دی اور کچھ کا کچھ سے اختلاف ٹھہرا دیا۔ اب جو وہاں موانست اور اختلاف ٹھہرا، وہ زمین پر آ کر بھی ویسے ہی ہوگا چاہے آپ جو مرضی کر لیں۔ پھر مجھے تھوڑا سا سراغ اور ملا۔ مجھے جو سب سے بڑا سراغ ملا کہ الفاظ کے جو groups ہیں اور جب ان کی مخالفت کا زمانہ آتا ہے تو پھر آپ ان اسماء کے متقابل ایسی value ڈھونڈو گے جس کی وجہ سے ''ا، ل، م'' ''حم'' کے خلاف جائے گا، ''ع س ق'' کے خلاف جائے گا تو ایک اصول جو اس میں سے نکلا وہ یہ کہ اسماء اگر پورے پورے نہیں تو جو مقطعات ہیں یہ پوری کی پوری range of determine' relationship کرتے ہیں، range of relationship develop' کرتے ہیں، نہ صرف انسانوں میں بلکہ اشیاء میں، جگہوں میں، درختوں میں اور چھوٹے چھوٹے پودوں میں......

اب آپ کو آخری اور بڑے مقطعات کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ جب ہم اسے

demonstrate کرتے ہیں تو سوال کرنے والے کہتے ہیں کہ آپ ان کو value کیسے دیتے ہیں؟ فرض کرو میں ایک demonstration دیتا ہوں جیسے ایک صاحب میرے پاس آئے۔ وہ ماشاللہ بڑے اچھے وکیل تھے، تو میں نے کہا کہ آپ نے کبھی heart check کروایا، کہنے لگے: نہیں...... تو میں نے کہا مجھے لگتا ہے کہ آپ کے معدے کے enzymes ٹھیک نہیں ہیں اور وہیں سے ہارٹ اٹیک نہ ہو جائے تو انہوں نے کہا کہ مجھے آج تک دل کی تکلیف ہی نہیں ہوئی، تو میں نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے، ہمارا کام تو بال ٹھیک کرنا ہے جب وہ واپس لاہور گئے تو اُن کی arteries بند نکلیں اور ان کے enzymes کی average بہت ہی بگڑی ہوئی نکلی، بڑے پریشان ہو کر وہ پھر واپس آئے اور کہنے لگے: ''جی ابھی تک چونکہ کوئی حادثہ ایسا نہیں بیتا تھا تو آپ کو یہ کیسے پتہ چلا۔'' خواتین وحضرات! It's a very shocking knowledge sometimes کہ کیسے پتہ لگا۔ کسی چیز کو value دینا...... خاص کر کسی ایسی چیز کو value دینا جس کی کوئی مثال ہمارے سامنے موجود نہ ہو، سب سے مشکل کام ہوتا ہے۔ اس کیلئے پوری زندگی انسان کا ،اشیاء کا، کسی بھی چیز کا مطالعہ چاہیے۔ اب آپ دیکھئے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے پاس سے گزرے تو چیونٹیوں کی سردار نے ان سے کہا: ''اے چیونٹیو! بل میں چلی جاؤ...... ! ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ کا لشکر تمہیں روند ڈالے۔'' اس کی بات سُن کر سلیمانؑ متبسم ہوئے کہ کتنی سیانی ہے جس نے یہ بات کہی......

خواتین وحضرات! اہلِ یورپ نے قرآن کی اس بات پر اعتراض کیا...... قرآن حکیم میں ایک بڑی خوبصورت آیت ہے...... اس سے پہلے میں آپ کو ایک بہت بڑے صاحب قدر حکیم کا حروفِ مقطعات کے بارے میں ایک جملہ سنا دوں۔ مجھے وہ جملہ بڑا پسند ہے۔ بات وہی ہے جو قرآن نے کہی ہے مگر شاید انہوں نے اسماء کا حق ادا کیا ہے:

لِحَکِیمٍ سِرٌ نَصَّهُ قِطعَه

کہ یہ ایک ایسے حکیم کا راز ہے جو جسے چاہتا ہے بتاتا ہے یہ ایسے ربِ کریم کا اسرار ہے، یہ ایسی بڑی حکمت کی نص ہے کہ جسے وہ چاہتا ہے، بتاتا ہے...... میں آپ کو سلیمانؑ کا واقعہ سنا رہا تھا...... تو بہت سارے محققین نے جو اس وقت وہاں موجود تھے، انتظار نہیں کر سکے اور انہوں نے کہا کہ قرآن غلط ہے کیونکہ ہماری تحقیق میں چیونٹی بولتی نہیں ہے، آواز نہیں سنتی ہے، اُس کا اندازِ گفتگو کچھ اور ہے، بہر حال زبان نہیں ہے۔ She does not have any kind of communication in language. میں تھوڑی سی وضاحت اس لیے آپ کو بتا رہا ہوں کہ بہت سے لوگ قرآن کے ساتھ تھوڑا سا عجلت سے کام لیتے ہیں۔ یہ ایک معمولی سی Information میں آپ کو پہنچا رہا ہوں: The sound heard by ants are in audible range frequency of one kilo hertz... Ants communicate with each other through air using near field sound. The near field is in which the characteristics of the transition zone surrounding a small source, the size of any sound change abruptly before it can propagate fully in the far field. اس کی تفصیل بعد میں آپ ڈاکٹر صاحب سے ضرور پوچھئے

Marfat.com

گا.....قرانِ حکیم کی بہت ساری باتیں آپ کو ایسی نظر آئیں گی جو بظاہر آپ کے خیال کی جدت، آپ کے دورِ حاضر کے نتائج سے مطابقت نہیں رکھیں گی مگر آپ یقین جانیے کہ قرآن آخرِ زمانہ کا انجام دے چکا ہے، وہ بتا چکا ہے:

اِذَا الشَّمسُ کُوِّرَت ہ وَاِذَ النُّجُومُ انکَدَرَت

(جب سورج بجھ جائے جب تارے جھڑ پڑیں۔)

وہ بتا چکا ہے: " وَخَسَفَ القَمَر " (اور جب چاند گہنائے گا۔)" وجُمِعَ الشَّمسَ وَالقَمَرَ " (اور سورج اور چاند کو جمع کر دیں گے۔) (القیٰمه 9,8:75) جب پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے:

اَلقَارِعَۃُ . مَاالقَارِعَۃُ . وَمَا اَدرَاکَ مَا القَارِعَۃ . یَومَ یَکُونُ النَّاسُ کَالفَرَاشِ المَبثُوثِ . وَتَکُونُ الجِبَالُ کَالعِہنِ المَنفُوشِ (القارعة 101:1-5)

یہ سب کچھ وہ بتا چکا ہے۔ اگر کسی چیز کے بارے میں آپ موجودہ information لیں اور قرآن میں کوئی تفاوت آ جائے تو قرآن یہ کہتا ہے کہ ہم نے ہر آیت کو سوچ سمجھ کر رکھا ہے، ماپ تول کر رکھا ہے، ہر زمانے کیلئے رکھا ہے، ہر زمین کیلئے رکھا ہے اور اگر آپ کو کوئی شبہ پڑ جائے، کوئی غلط سمجھ آ جائے تو تھوڑا سا توقف کرنا، تھوڑا سا ٹھہر جانا۔ جب تک کہ خدا کی بات سچی نہ ہو جائے۔ یہ اصول تعلیم قرآن ہے۔

خواتین و حضرات! قرآن میں جلدی کرنے والا کبھی علوم قران تک نہیں پہنچتا۔ جیسے میں کہہ رہا تھا آیات کے تجسس میں جو لوگ مصروف رہتے ہیں، شکر گزارِ حکمتِ کتاب ہوتے ہیں، عبادتِ الٰہی میں مصروف، حقِ بندگیءِ صاحبِ کائنات کرتے ہیں۔ یہ ادیب، یہ سائنسدان، یہ مفکر، یہ متجسس روحیں ہیں جن کے علم کی پیاس سوائے قرآن کے کسی کتاب سے نہیں بجھتی، جو اسے پڑھ کر کبھی سیر نہیں ہوتے، وہ لوگ ہم میں سے اٹھ گئے ہیں......

اَلَّذِینَ یَذکُرُونَ اللہَ قِیَامًا وَّقُعُوداً وَّعَلٰی جُنُوبِہِم وَیَتَفَکَّرُونَ (آل عمران 191:3)

(وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں اور غور و فکر کرتے ہیں۔)

''اولیائی تحتَ قَبَائِی "اللہ کے لبادے میں سمٹے ہوئے:

''اِنَّمَا یَخشَی اللہِ مِن عِبَادِہِ العُلَمٰئُوا'' (فاطر 28:35)

(بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے اسکے عالم ہی ڈرتے ہیں۔)

یہ مسلم اور مومن اللہ کو اتنے عزیز تو ضرور ہوتے ہیں کہ ان پر مخفی علوم کی راہیں کشادہ کی جاتی ہیں۔ وہ عالم کتاب ہوتے ہیں، جو آصف بن برخیہ کی طرح fusion اور difusion پر قدرت رکھتے ہیں۔

خواتین و حضرات! fusion اور difusion کے جس مسئلے پر سائنس دان چونکہ جنرل movement میں بیکار ہو گئے تھے۔ ابھی وہ کوشش کر رہے ہیں کہ ionized atoms کے ذرات یعنی plasma کے ذرات کے ذریعے gain' fusion کر سکیں۔ اب وہ اس قابل ہو رہے ہیں کہ fusion کریں۔ اس process میں چونکہ اتنی heat پیدا ہوتی ہے کہ سب کچھ جل جاتا تھا، اس لئے اب آج کے سائنس دانوں نے plasma میں

Marfat.com

movement کر کے fusion کو gain کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ آپ دیکھ لیجئے گا کہ قرآن میں ہر بات جو آسانی سے پوری ہوئی سائنس دان اسے بڑی مشکل سے پوری کریں گے، دکھ اٹھائیں گے...... یہی فرق ہے خدا کے بندوں میں اور سائنس کے بندوں میں...... سائنس کے بندوں کو محنت کرنی پڑتی ہے، جدوجہد کرنی پڑتی ہے، تخلیق کے قوانین دریافت کرنے پڑتے ہیں۔ بڑا زور چاہیے سائنس کیلئے...... مگر خدا کے بندوں میں پندرہ سو بلکہ تین ہزار برس پہلے...... اللہ کہتا ہے کہ وہ جسے ہم نے کتاب کا علم دیا تھا۔'' یعنی حضرت آصف بن برخیہ جسے ہم نے قرآن کا علم دیا تھا۔ وہ کیا علم ہوگا جو کتاب اللہ میں موجود ہے۔ جس پر آپ کی نظر نہیں جارہی اور کیسے کیسے علوم ہوں گے قرآن میں جس کی طرف آپ کی نظر نہیں جارہی، اگر اخلاص سے اُس میں غور وفکر کریں...... اور یہ کتاب وہ واحد کتاب ہے جو دنیا کی سب سے آسان کتاب ہے۔ اسے ان پڑھ پڑھ لیتا ہے، پڑھا لکھا پڑھ لیتا ہے، دانش ور پڑھ لیتا ہے، فلسفی پڑھ لیتا ہے۔ مگر overall اس کتاب کے مطالب تک پہنچنا سب کیلئے انتہائی آسان ہے، یہ اللہ نے آپ کو سوغات بخشی ہے، یہ نعمت آپ کو بخشی ہے کہ جملہ مسلمان اگر غور وفکر سے، اس کتاب سے، اپنی زندگی کے حقائق کیلئے اصولِ زندگی اگر اخذ کرنا چاہتے ہیں تو ہر قسم کا اصول اس میں موجود ہے۔

یہ وہ عالم کتاب ہیں کہ ان کے انگشتہائے مبارک سے شمعیں فروزاں ہوتی تھیں۔ یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا: آندھی اور جھکڑ چل رہے تھے، دو اصحاب رسول ﷺ مدینہ میں مسجد نبوی ﷺ کیلئے نکلے تو سخت اندھیرا تھا تو دیکھا کہ دو شمعیں ان کے آگے فروزاں ہوگئی ہیں اور اُن کو لے کر وہ مسجد کے دروازے تک پہنچے۔ یہ معجزات نہیں ہیں۔ یقین جانیے، یہ معجزات نہیں ہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ کیا ہے؟ یہ اعتبار کی وہ نعمت ہے جو آپ حاصل کررہے ہوتے ہو۔ آپ کو کتنا scientific اعتبار حاصل ہے؟ آپ کو پتہ ہے کہ یہ بٹن دبائیں گے تو یہ مشین، یہ function کرے گی...... ربّ کعبہ کی قسم ہے اگر آپ کو خدا پر اتنا ہی اعتبار ہو، جتنا ہمیں scientific informations پر ہے تو یہ کام اتنی آسانی سے آپ کے رستے میں ہو کہ آپ حیران ہو جاؤ۔ بہر حال ''اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ'' ملائکہ اور جنات بنی آدم کی سعادت میں سر جھکاتے ہیں:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرۃ 30:2)

(اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔)

آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آدم میں صلاحیت اور طاقت وقوت نہ ہوتو وہ جن اور ملک کو کیسے قابو کرسکتا ہے۔۔۔؟ دو صورتوں سے قوت قائم ہوتی ہے یا میں ملائکہ اور جنات کی قوت اپنے تصرف میں لاؤں اور وہ میرے لیے اُسے استعمال کریں یا میں اُن سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، اسی لیے اللہ نے اُن کو میرے سامنے جھکایا ہے۔ میں مسجودِ ملائک اس لیے ہوں کہ یا میں مَلک سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں یا یہ کہ میں اُن کی طاقت اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرسکتا ہوں۔

خواتین وحضرات! پہلا حصہ صحیح ہے کہ جب انسان کا دل خالی ہو جائے...... شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ ملکہ سباء نے جیسے اپنے سرداروں کو کہا کہ جب بڑے بادشاہ کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اُس میں چھوٹے امراء کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں داخل ہوتا ہے تو چھوٹی موٹی آرزو وخواہش کو ختم کر

Marfat.com

دیتا ہے اور اُس ویرانے میں صرف ایک چراغ جلتا ہے۔ اللہ کی یاد کا چراغ...... اور پھر آپ کو قرآن کی رہنمائی نصیب ہوتی ہے۔ یہ خواب وخیال کی باتیں نہیں۔ خواتین وحضرات! یہ مسلمانوں کی باتیں ہیں، یہ اللہ کے بندوں کی باتیں ہیں۔ یہ کتاب کے وارثوں کی باتیں ہیں۔ خلیفۃ اللہ فی الارض کی باتیں ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کی باتیں ہیں۔ قرآن کے طالب علموں کی باتیں ہیں۔ باقی تو وہ سب کچھ نہیں رہا۔ اب تو بڑا خلا ہے، بڑا بحران ہے، بڑی ویرانیاں ہیں، سیراب چشمے، سرابِ صحرا میں بدل گئے۔ مقدس راستوں پر دھول اُڑتی ہے۔ اجتماعیت تفرقہ سازی کی نذر ہو رہی ہے، ہو چکی ہے۔ امتِ مسلمہ پر دشمن غالب ہے، دولتِ دنیا غالب ہے، دولتِ امریکہ اور انگلینڈ غالب ہے، اثر ورسوخ غالب ہے، غیر کے منت پذیر ہیں اس لئے اب ان میں وہ کردار واخلاق قائم نہیں رہا۔ اخلاق وایمان اب قصہ پارینہ ہے۔ متاعِ اہلِ ایمان تماشائے بازار ہو چکی ہے۔ اللہ پر یقین ریش دراز کی لمبائی اور necklace کے ٹیکے تک محدود ہو گیا ہے مگر کیا رجعت ممکن ہے؟ کیا آپ کے خیال میں ممکن ہے؟ کیا میرے خیال میں ممکن ہے؟ وہ غلبہ واقتدار جو ہمارے آباؤ اجداد کو اور اصحاب رسول ﷺ کو حاصل تھا، کیا ہم بھی وہ حاصل کر سکتے ہیں؟ ہاں instrument موجود ہے۔ اُس اقتدار کا، غلبے کا instrument موجود ہے۔ سب کچھ گنوانے کے باوجود ایک چیز محفوظ ہے، ایک خزانہ تو ہے جسے کوئی نقب نہیں لگا سکتا۔ ہم اُسے بھی خراب کر دیتے، ہم اُسے بھی برباد کر دیتے، اتفاق یہ ہے کہ اُس کی حفاظت ہمارے ذمہ نہ تھی۔

نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ (الحجر 15:9)

(ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔)

ایک کتاب تو آج تک کبھی آلودہ تحریف نہیں ہوئی ورنہ اس کے پیچھے سے اللہ کی سند ہٹ جاتی۔

اللہ کا کلام، اللہ کی دلیلِ غالب، سلطانِ نصیر، احساسِ علم وحکمت، شرفِ مسلم واسلام، فلسفۂ ذات وکائنات، تحریکِ فکر، ترجیحات، کلیدِ محبتِ خدا اور رسولؐ، طلسم کشائے چیستان، لذتِ زبان، انکسارِ خیال، رفعتِ فکر، انتہائے تخلیقِ انسان...... جب آپ اسکی طرف پلٹو گے، تو فاصلے سکڑ جائیں گے، حوادث کے رُخ پلٹ جائیں گے، آسمان کے بالاخانوں سے رحمت کی پھوار پڑے گی، آفتاب رُخِ محروم کی تاریکیاں نوچ لے گا، گردشِ افلاک شرمسار ومنفعل ہو گی اور زمین وآسمان پابندِ خلیفۃ اللہ فی الارض......

وَمَا عَلَینَا اِلَّا البَلَاغ

لیکچر کے خاتمے تک چند ایک بہت اہم باتیں تھیں جو اس ضمن میں کرنی تھیں۔ ہمارا اصول تھا، پہلے فاتحہ پڑھنا۔ وہ اس لیے نہ ہو سکا کہ اس عرصے میں اتنا بڑا حادثہ گزر گیا۔ مظفر آباد کا حادثہ...... ہمارے پاس اس وقت بھی بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اپنے عزیز واقارب اس حادثے میں گنوائے، اس زلزلے میں گنوائے۔ زلزلے کے بارے میں جو technical رائے تھی، وہ تو میں پہلے دے چکا ہوں۔ ایک speech میں کہہ چکا ہوں تو میرا خیال یہ ہے کہ ایک اور مسئلے پر تھوڑی سی گفتگو کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ ہم فاتحہ پڑھیں گے۔ مرنے والوں کیلئے دعا کریں گے۔ ایک دوسری بات جو آج کل کے زمانے میں بڑی شدت سے جاری ہے، ابھی بھی جاری ہے، ڈنمارک کے کارٹونسٹ کی توہینِ رسالت پر بہت

Marfat.com

سے لوگوں نے فون پر مجھ سے میری رائے پوچھی......

خواتین و حضرات! میرا یقین کریں کہ دشمن سے رعایت مانگنی نہیں چاہیے۔ اگر آپ دشمن کو رعایت دو گے تو وہ آپ کو اُسی نقطے پر بار بار تنگ کرے گا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ہستی مبارکہ ہمارے ایمان کا معتبر حصہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثِ مبارکہ ہے: فرمایا: ''ایمان کی حلاوت اگر کسی نے چکھنی ہو تو تین چیزوں میں ہے۔ ایمان کی حلاوت اللہ کو ''وحدہٗ لاشریک'' ماننے اور پھر اس میں کسی کو شریک نہ کرنے میں ہے اور ایمان کی حلاوت رسول اللہ ﷺ کو اپنے جان و مال، اولاد ہر چیز سے بڑھ کر چاہنے میں ہے اور ایمان کی حلاوت اسلام سے کفر کو واپس جانے میں کراہت کو کہتے ہیں''۔

خواتین و حضرات! میں سمجھتا ہوں آج ہی نہیں، پہلے بھی بہت ایسے واقعات گزرے ہیں کہ جب رجنالڈ، کرک کے والی نے سلطان صلاح الدین ایوبی کی ایک عزیزہ جو حاجیوں کے گروہ کے ساتھ جا رہی تھی، اُن پر حملہ کیا، تو اُس خاتون نے آواز دی: ''وا محمداہ'' (اے محمد ﷺ میری مدد کریں) یہ آواز عجیب و غریب تھی...... وہاں، اس وقت اس زمانے میں یہ آواز دینا بُرا نہیں سمجھا جاتا تھا...... تو اُس عورت نے کہا: ''وا محمداہ'' رجنالڈ نے یہ سن کر کہا: ''آج محمد ﷺ تو کیا تیرا خدا بھی تجھے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا''۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی کو یہ بات پہنچی تو اس نے قسم کھائی کہ اس مردود کا سر میں خود اپنے ہاتھوں سے قلم کروں گا۔ وادیء Hittin کی جنگ کے بعد Twenty-five princes of Europe قید ہوئے، گرفتار ہوئے، صلاح الدین کے سامنے لائے گئے...... جنگِ Hittin دراصل پیاس کی جنگ ہے، جہاں یورپی سپاہی زرہ بکتر پہنے ہوئے تشنگی کے باعث ہی مر گئے تھے بلکہ اتنی پیاس کی جنگ تھی کہ جب اُن کو قتل کرنے کیلئے کوئی سلجوق یا کوئی ترکمان پہنچتا تو وہ کہتے کہ سر اتار لے مگر ایک گھونٹ پانی پلا دے۔ جب اس عالم میں اُن کو پانی دینے لگے تو صلاح الدین نے کہا کہ اسے پانی نہیں پلانا...... تو سلطان صلاح الدین اٹھا، اُس نے اسے تلوار کا ہاتھ مارا اور فنافی النار کیا...... تمام بادشاہ بہت ڈر گئے تو صلاح الدین نے بڑی مشہور بات کہی: Kings don't kill the kings ''بادشاہ بادشاہوں کا قتل نہیں کرتے'' مگر اس کی گستاخی بہت دور کی تھی جو اس نے ہمارے پیغمبر کی شان میں کی تھی۔

تو خواتین و حضرات!

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

آپ ان کا ہاتھ نہیں روک سکتے ہو، انہوں نے آپ کو مفلوج کر رکھا ہے۔ آپ اُن کے غلبے کے اسیر ہو۔ آپ محکوم ہو۔ حکمران نہیں ہو۔ زیادہ سے زیادہ آپ اُن سے نفرت کر سکتے ہو۔ اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہو مگر جب اُن کو آپ کی کمزوری ہاتھ آ گئی تو بار بار وہی حرکتِ نازیبا کریں گے......

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

یہ روحِ محمد ﷺ کبھی اپنے لوگ بھی نکالتے ہیں، کچھ غیر بھی ایسا کرتے ہیں تو میری خواہش یہ ہے کہ اپنی کمزوری آپ expose نہ کرو۔ سب سے بڑی جو محکم بات ہے، وہ یہ کہ اگر ہم پر اُن کا کسی چیز کا احسان ہے تو ہم لوٹا دیں۔

Marfat.com

اگر ڈنمارک کی کوئی چیزیں ہمارے استعمال میں ہیں تو ہم اُن سے پرہیز کر سکتے ہیں۔ہم احتجاج سے دنیا کو آگاہ تو کر سکتے ہیں، مگر ان بدبختوں کو دوبارہ ایسی حرکتیں کرنے سے روک نہیں سکتے۔میرا تو ویسے بھی یقین ہے کہ Third world war has started کوئی نہ کوئی عذر اور بہانہ تو ایک مکمل جنگ کو لگتا ہے تو emotional تو آپ ضرور ہو جایئے۔ اللہ کی محبت، رسول ﷺ کی محبت، emotionally ہی حاصل ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ علم، وہ عقل و دانش، وہ reason، وہ جو بنیادی طاقت ہے، اُس کو مت بھولیے۔

ہم اُن کو صرف ایک جواب دے سکتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے رسول ﷺ کی تضحیک کرنا چاہیں تو ہم اپنے رسول ﷺ کو زیادہ پیار کر سکتے ہیں، اُن کی زیادہ بات مانیں، اُن کے کہے ہوئے پر زیادہ چلیں، ہم اُن کو ہر جگہ پر quote کر سکتے ہیں۔وہ ہماری آنکھوں میں بس سکتے ہیں۔ہماری زبان میں رچ سکتے ہیں۔ہمارے دل میں قیام پذیر ہو سکتے ہیں، یہی اُس کا سب سے بڑا جواب ہے۔ذہنی سطح پر، intellectual سطح پر، قلبی سطح پر، عقلی سطح پر، ہم اپنے آقا کو اُس سے کہیں بڑھ کر چاہیں گے۔وہ اُن کی عبا کو آلودہ نہیں کر سکتے۔دنیا کی کوئی طاقت بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی عبا پر کوئی چھینٹ نہیں دے سکتی۔اللہ اُن کی حفاظت پر قادر ہے مگر وہ وقت ضرور قریب آ رہا ہے، جناب طاہر القادری کے سات سو ساٹھ برس نہیں ہیں......کیا عجیب بات ہے کہ ہمارے علماء وہ دعویٰ کرتے ہیں جو کسی کی زندگی میں بھی پورا judge نہ ہو سکے۔اب آپ سات سو ساٹھ برس جیو گے تو مہدی دیکھو گے مگر سوال یہ ہے کہ ہم آج سے یہ تیاری کیوں نہ کریں۔

دشمن سے بھیک نہیں مانگی جا سکتی۔دشمن سے کسی courtesy کی توقع رکھنا بہت بڑی حماقت ہے۔وہ ہم پر رحم کیوں کریں گے؟ ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنے آپ پر رحم کریں۔ہمیں چاہیئے کہ ہم خدا اور رسول ﷺ کے طریقوں پر چلیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم honesty اختیار کریں۔ایک مضبوط تر نسل بن جائیں۔ایک اعلیٰ اقدار کی نسل بن جائیں پھر دیکھیں گے کہ کون جرأت کرتا ہے؟ انشاء اللہ وہ وقت آئے گا جب آپ ان سے اس تضحیک کا پورا حساب لیں گے۔پورا بدلہ لیں گے۔میزان تولی جائے گی......

"یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِین یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِین ۔ یَا ذَالجَلَالِ وَالاِکرَام یَاذَالجَلَالِ وَالاِکرَام یَا ذَالجَلَالِ والاِکرَام ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّاانتَ سُبحٰنَکَ اِنِّی کُنتُ مِنَ الظّٰلِمِین ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ بِاَنَّکَ انتَ اللهُ لَااِلٰهَ اِلَّا الصَّمَدُ الَّذِی لَم یَلِد وَلَم یُولَد وَلَم یَکُن لَّهُ کُفُوًا اَحَد ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا اَسئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ حَمدُکَ لَا اِلٰهَ اِلَّا انتَ وَحدُکَ لَا شَرِیکَ لَکَ حَنَّانُ مَنَّانُ بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ یَا ذَالجَلَالِ وَالاِکرَام ۔ وَاِلٰهُکُم اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحمٰنُ الرَّحِیم اَللهُ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الحَیُّ القَیُّوم ۔ الٓمٓ . اَللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الحَیُّ القَیُّوم "

اے پروردگارِ عالم! اتنے بڑے حادثے میں جو ہمارے عزیز و اقارب، ہمارے دوستوں کے عزیز و اقارب، جنکے گھر برباد ہوئے، ان کے نقصان پورے فرما! جن کی زندگیاں گئیں وہ اگر دنیا میں نہیں آ سکتے تو ان کو دوسرے گھروں میں امن و سکون کی زندگی عطا فرما! اے مالک و کریم ان کے جو بچے یتیم ہو گئے ان کی حفاظت فرما! اور ان کو اپنی منزل پر پوری

Marfat.com

حفاظت سے پہنچا! اے مالک و کریم! ان بچوں کی بھلائی ہو اور ہمارے گھروں میں امن رکھ، سکون رکھ، جو نئے تازہ پیدا ہوئے ان کی زندگیاں ہمارے ہاں امانت کی طرح ہیں، ہمیں ان کی مدد اور اعانت اور پرورش پر مدد فرما تا کہ ہم ان کو تیرے اچھے بندے بنانے کی توفیق دے سکیں۔ اے مالک و کریم! ہمیں اپنی ترجیحات کا سبق اچھی طرح پڑھا دے! اے مالک و کریم! ہمارا فسق و فجور دور فرما دے اور اے مالک و کریم! اپنے بندوں پر اپنے بندوں کی طرح رحم فرما! ہم کوشش کر رہے ہیں کہ تجھے ماننے کا حق ادا کریں۔ خطا و نسیان کو فراموش فرما! گناہ و کبر و جبر کو فراموش فرما اور زندگی اپنی خدمت میں اور اپنی غلامی میں بسر کرنے کی استطاعت فرما! اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم

سوال: اسمائے نزاع اور اسمائے موافق کون کون سے ہیں؟ اسماء کے انفرادی خواص وضاحت سے بیان کریں اور ح، م سے مل کر کیا اثرات مرتب کرے گی اور ا، ن سے مل کر کیا اثرات مرتب کرے گا؟

جواب: خواتین و حضرات! welcome back السلام علیکم ورحمۃ اللہ! پہلا سوال مغرب تک جانے والا ہے، بہت طویل ہے۔ مختصراً میں کچھ آپ کو اس کا جواب دوں گا۔ جیسے میں نے پہلے کہا تھا، کہ اسمائے التفات یا مناسبت وہ ہیں جو قرآن میں درج ہیں جیسے الم، حم، عسق، کھیعص، حمعسق۔ یہ second combination ہیں جو دو اسماء کے combinations سے آگے بڑھ کر بنتے ہیں۔ اب آپ اپنی زندگیوں میں غور کیجئے گا کہ بہت سارے اسماء speed زمانے اور خواہش کے لحاظ سے ایک دوسرے سے different ہو جاتے ہیں۔ جیسے سب سے پہلی جو حم ہے، اُسے ہم حیات و موت کہتے ہیں۔ حیات متحرک ہے اور موت ساکن ہے۔ اب اسی چیز کو جب آپ آگے بڑھاتے ہیں۔ تو کسی بھی خاتون کا نام اگر ح سے شروع ہوگا۔ تو وہ یقیناً، movement، agitation tension اور constant غضب کی علامات رکھے گی۔ اب فرض کرو، اگر اُسی temper کا آپ اُس کو رشتہ دے دو تو یہ movement آپس میں ٹکرا کر ختم ہونے کے درپے ہو جاتی ہے مگر اگر ح کا تعلق میم سے ہو جائے۔ تو میم اُسے سمیٹ لیتی ہے۔ وہ اتنا پُرسکون aspect آگے لیتی ہے۔ اسی لئے پہلی حم جو ہے وہ حیات و موت کی ہے اور دوسری حم جو ہے حوت اور ماء کی ہے۔

یہ دیکھ لیجئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سات ح اور میم عطا کی گئیں۔ اُن میں سے دوسری حم جو ہے، حوت اور ماء کی ہے، یعنی مچھلی...... آپ نے غور کیا ہو تو ماء کو مآءُ البحر یعنی سمندر کا پانی کہتے ہیں۔ دریا اور ہے۔ ماءُ البحر اور ہے۔ اگر میم کا رنگ سفید ہو تو وہ تیز رفتار اچھلنے، کودنے والی شخصیت۔ projective ہو گی۔ اور اگر میم کا رنگ سانولا ہے تو وہ depth اور گہرائی رکھے گی اور اگر اُس وقت اُس کی شادی ''ح'' سے ہو جائے تو ''ح'' جو مرضی کرلے میم اسے سمیٹے رکھے گی اور اگر نہیں ہو گی، تو یہ تعلق بدقسمتی سے ختم ہو جائے گا۔ اب اگر دیکھئے تو یہ combinations ہیں جیسے ہم میدانوں میں، جنگ میں، ہم اگر جرنیلوں میں بھی دیکھ لیں تو یہ چیز نظر آتی ہے۔

یہ اسمائے موافقت ہیں جو قرآنِ حکیم میں درج ہیں۔ یہ اسمائے تناظر نہیں ہیں۔ مگر جب اسمائے تناظر کی باری آتی ہے تو وہ ہمیں خود discover کرنے پڑتے ہیں۔ کوئی بھی اسماء کی ایک list، ایک وقت میں آپس میں محبت رکھتی

Marfat.com

ہے اور دوسرے وقت میں ایک دوسرے کی مخالف ہو جاتی ہے۔ اُس کی ایک خاص وجہ ہوتی ہے کہ first combination اور ہوتے ہیں۔ second combination اور ہوتے ہیں اور third combination اور ہوتے ہیں۔ اب فرض کرو کہ ایک شخص third combination میں جا رہا ہے تو وہ چلتا تو رہے گا مگر اُن میں اُتنا اُنس نہیں ہوگا۔ فرض کرو اُس شخص کی ملاقات first combination سے ہو گئی تو first combination جو ہے اُس کے third combination کو تباہ کر دے گی۔ اس لیے اکثر جو شادیاں ٹوٹتی ہیں یا کسی دوسرے تعلقات کی مداخلت ہوتی ہے تو ہم یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کہیں خدانخواستہ کوئی affair، کوئی تعلق، اپنے combination میں اتنا تو نہیں بڑھ گیا کہ third combination یا second combination کے لئے باعث خطرہ بن گیا ہے۔

خواتین وحضرات! آپ ایک لائبریری میں جاتے ہو۔ اگر کوئی sign نہ ہو، کوئی نشان نہ ہو، اور آپ کو کہا جائے کہ لٹریچر پر فلاں author کی کتاب آپ ڈھونڈو تو میرا خیال ہے کہ ایک بڑی لائبریری میں آپ کو ایک ہفتہ بھی لگ جائے تو وہ کتاب نہیں ملے گی...... ہوتا کیا ہے؟ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ لائبریری کی بجائے کسی کچن میں داخل ہو کر کتاب ڈھونڈیں Obviously you have to get the first name یعنی آپکو لائبریری میں جانا ہے then you have to go where there will be major division...... کہ یہ ناول ہے، یہ تاریخ ہے، یہ افسانہ ہے، یہ فلاں ہے، اُس کے بعد آپ کو وہ section ڈھونڈنے میں جہاں وہ ناول یا افسانہ ہے، آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ کو guide کیا جاتا ہے کہ یہ وہ section ہے۔ پھر آگے ایک author's list بنی ہوتی ہے۔ وہ author's list دیکھ کر آپ اس کتاب کے اُس particular rack میں سے تھوڑی سی کوشش کے ساتھ آدھے، پونے گھنٹے میں اصل کتاب ڈھونڈ لیتے ہیں۔

جب خداوند کریم نے لوگوں کو پیدا کیا تو ان کی basic categories تخلیق کیں۔ basic categories کو وہ حروف rule کرتے ہیں جن کو آپ حروفِ مقطعات کہتے ہیں اور اس category کے بعد secondary categories وہ نام ہوتے ہیں جو اُن ناموں کے ساتھ آکر ملتے ہیں۔ ان کے features، ان کے relationships، ان میں عادات basically مشترک ہوتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ بہت سے دانشور یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ایک ہی نام دس آدمیوں کا ہے تو وہ مختلف کیوں ہوتے ہیں۔ اُس کی وجہ خواتین وحضرات! اُن کے genetic differences ہوتے ہیں۔ نام تو وہی رکھا جاتا ہے مگر اگر مجھے یہ جاننا ہو کہ یہ کس کلاس میں ہے تو مجھے لائبریری کی جگہ ذرا پیچھے جانا پڑتا ہے۔ اور پیچھے جا کر میں دیکھتا ہوں کہ genetically جس ماں باپ کے گھر پیدا ہوا ہے اُس میں affinity تھی یا مشکل تھی۔ پھر اگر فرض کرو کہ کسی کا نام الف سے شروع ہوا اور اُس کے گھر نون سے بیٹا پیدا ہو جائے تو اُن کی آپس میں سخت مخالفت رہے گی اگرچہ نون بڑا obedient رہے گا۔ مگر mentally they would be lot apart

میں الف اور نون کی آپ کو دو بڑی مخالفتیں بتا سکتا ہوں۔ اُس کی وجہ اگر آپ سوچو تو بڑی واضح ہے کہ اللہ نے

Marfat.com

فرمایا۔حدیثِ قدسی ہے۔کہ خدا نے نفسِ انسان میں اپنا سب سے بڑا دشمن پیدا کیا ہے۔اگر آپ غور کرو تو الف اگر اللہ کے basic اسم کو ہم کہتے ہیں تو اُس نے اپنی مخالفت خود ہی نون میں رکھی ہے۔اب آپ کو تھوڑا سا ایک عنصر بتاؤں کہ جب الفاظ ،الفاظ سے ملتے ہیں تو اُنکے ایک جیسے اثرات نہیں ہوتے۔اگر دس اسماء مشترک ہیں اور اُن کی موانست ہے تو دس اسماء کا تعلق جو ہے وہ نتیجے علیحدہ علیحدہ دے گا۔یہ نہیں ہوسکتا کہ الف اگر میم سے ملے تو وہی نتیجہ نکلے جو الف اور شین کے ملنے میں ہوتا ہے۔الف اور شین کے ملنے میں جسمانی possessions ہوتی ہیں۔دونوں چونکہ بخیل ہیں۔الف بھی بخیل ہے،شین بھی بخیل ہے تو دونوں میں possessive attitudes پیدا ہو جائیں گے۔الف اگر میم سے ملیں گے۔تو الف کو چونکہ میم سے شدید محبت ہوتی ہے اور یہ محبت چونکہ اللہ اور رسول محمد ﷺ سے شروع ہوتی ہے۔اس لیے اس کا normal life' effect پر بھی پڑے گا۔اگر چہ میم ،کسی نہ کسی وقت تنہائی حاصل کرنے کی ،علیحدگی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔

الف کے ساتھ اس کو جب ہم آگے بڑھاتے ہیں تو ہمیں پتہ لگتا ہے کہ الف اور میم کی یہ روایت الم میں آئی ہے۔اسی لیے جب یہودیوں نے question کیا تھا رسول اللہ سے کہ آپ کو کون کون سا وقت عطا کیا گیا۔جب انہوں نے حضور ﷺ سے 'المر' سنا تو وہ پریشان ہو کر چلے گئے کہ یہ تو قیامت تک جائیں گے حضور ﷺ چونکہ فراستِ علمیہ میں ایک مکمل اُستاد کی طرح تھے۔انہوں نے ایک جھلک اس علم الاسماء کی اس وقت دکھائی جو معنی کے لحاظ سے تھی ،جب وہ مدینہ کے قریب پہنچ رہے تھے تو ایک اسلحہ بند شخص اُن کے پاس آیا۔حضرت ابوبکرؓ ذرا ڈرے کہ یہ حضور ﷺ پر حملہ نہ کر دے تو حضور ﷺ نے اُس کا نام پوچھا۔اس نے کہا:''میرا نام اَسلم ہے''۔کہا:''اس میں ہمارے لئے سلامتی ہے''۔کہا: ''کس قبیلے سے ہو''۔کہا:''میں بنو سلیم سے ہوں''۔کہا:''الحمدُ للہ اس میں بھی ہمارے لئے اچھائی اور بہتری ہے''۔تو بہتر طریقہء کار یہ ہوتا ہے کہ اگر اچھی تعلیم ،اچھے مسلک اور اچھے مذہب پر انسان قائم ہو تو اسم اُسی طرح حرکت کرتا ہے۔جیسے اچھائی کو حرکت کرنی چاہیے۔مگر جب یہ بات نہیں ہوتی جیسے آج کا زمانہ ہے تو ہم اسم کو اُس کی بھلائی سے نہیں پہچانتے بلکہ اس کی بُرائی سے پہچانتے ہیں۔اس لیے بہت سارے اسماء آج کل اپنے مقام سے گر جاتے ہیں اور جیسے حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ پوچھیں گے،اور لوگ mention کریں گے۔کہ فلاں شہر میں،فلاں محلے میں، فلاں گلی میں ایک شخص ہے جو ایماندار ہے یعنی ایمان اتنا کم ہو جائے گا کہ لوگ ڈھونڈیں گے، search کریں گے، پوچھیں گے اور اُس شخص کا بڑا نام ہوگا جو ایماندار ہوگا کیونکہ وہ اکیلا ہوگا۔اور کہیں آپ کو ایمانداری نظر نہیں آئے گی۔

ایک تیسرا سوال جو اٹھتا ہے، جس کے لئے میں آپ کو یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس معاملے میں، اسماء کی recognition دینے والا، میں اس وقت صرف اکیلا اُستاد ہوں، چونکہ اس کی تعلیمات کا قطعاً کوئی record دُنیا میں موجود نہیں تھا اس لئے مجھے اسماء کی تحقیق میں، ان کو صفات دینے میں، جن چیزوں نے مدد کی ہے: سب سے پہلے قرآن حکیم مدد کرتے ہیں۔اللہ اور اُس کی کتاب کے بعد، ہمیں اپنی psychological (observations), اور anthropological اور sociological کو ملا کر اگر حقیقتاً اس علم کو بیان کیا جائے تو آپ کسی شخص کو دیکھ کر اُس کے

Marfat.com

origin کا بھی سراغ لگا لیتے ہو، جس ترتیب سے اس نے دنیا سے گزرنا ہے وہ بھی visible ہو جاتا ہے اور جس انجام تک پہنچنا ہے۔ وہ بھی visible ہو جاتا ہے۔ اس کے intellectual status کو دیکھنا جاننا بھی آسان ہو جاتا ہے مگر پھر یہ وہ دعوے ہیں جن کی تصدیق اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

محمد توفیق عمر: شکریہ پروفیسر صاحب! خواتین و حضرات! ڈاکٹر عبدالجلیل خان صاحب اور سید بلال قطب یہاں موجود ہیں تو ہم کو اچھا لگا ہے ان سے بھی رجوع کرتے رہیں گے۔

پروفیسر احمد رفیق: میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ماشاء اللہ سید بلال قطب بہت پائے کے لاہور کے نیشنل کالج آف آرٹس کے استاد ہیں مگر نہ صرف وہاں کے استاد ہیں بلکہ بہت ساری اور چیزوں کے بھی استاد ہیں۔ گویا استاد ہیں۔ تو ڈاکٹر عبدالجلیل خواجہ ماشاء اللہ بہت پرانے میرے نوجوان دوستوں میں شامل ہیں young کہنا تو خیر ایک فضول بات ہے جس نے سوچنا شروع کیا، وہ بوڑھا ہو گیا...... حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا حالانکہ آپ ﷺ کے آخری وقت تک کے تہتر بال سفید تھے۔ تو جب خیالات کا بوجھ آتا ہے...... اس زمانے میں اتنی tensions, اتنی گھبراہٹیں ہیں...... اتنی پریشانیاں اور اتنی اداسیاں باطن میں جمع ہو جاتی ہیں کہ ساری دنیا کی خوشیاں بھی مل کر اس اندرونی باطنی اداسی کو دور نہیں کر سکتیں تو یہ میرے ماشاء اللہ بہت ذہین طالب علموں میں سے ہیں اور میں نے ان کو سکھایا ہے کہ چونکہ استاد بھی غلطی کر سکتا ہے...... تم بھی غلطی کر سکتے ہو۔ میرے نزدیک علم کا نشان ہی یہی ہے کہ آپ کہیں کہ آپ غلطی کر سکتے ہیں تو کوئی opinion فائنل نہیں ہے ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو بہتر سے بہتر information دے سکیں۔

سوال:۔ پروفیسر صاحب آپ نے time and space پر گفتگو کی تھی تو کھانے کے دوران time and space کا آج جو مسئلہ پیدا ہوا، اس پر کچھ روشنی ڈالیں؟

جواب:۔ خواتین و حضرات! میں تو تھکن کی وجہ سے اوپر چلا گیا تھا۔ میرا خیال ہے جو لوگ وہاں حاضر تھے وہ ضرور اس مسئلے پر گفتگو کریں گے۔ ہم جب کارڈ issue کرتے ہیں تو آپ کی اطلاع کے لئے میں عرض کروں کہ جب ہم اُنیس سو یا دو ہزار کارڈ issue کرتے ہیں تو ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم پانچ سو تعداد زیادہ رکھیں گے تو شروع شروع میں یہ تھا کہ ہم تمام لوگوں سے جو مقررہ رقم لیتے تھے، وہ ہمارے تمام کھانوں کو بھی پوری ہو جاتی تھی اور اس سارے بندوبست کو بھی پوری ہو جاتی تھی۔ اب اللہ کے فضل سے میرے کچھ دوستوں نے بڑی مروت فرمائی، بڑی عنایت فرمائی تو میں نے تھوڑا area کھول دیا۔ میں نے کہا: چلو یار آپ کے علاقے میں اگر ایک شخص نے بھی ہماری اعانت کی ہے اور ہمیں support کیا ہے تو باقی حضرات اپنی خوشی سے آ سکتے ہیں۔ تا کہ ہمارے نوجوان دوست کوئی burden feel نہ کریں۔ مجھے بھی لگتا ہے کہ پیسے زیادہ ہیں مگر اگر آپ یقین رکھو تو یہ پیسے لینے کے لیے نہیں ہیں بلکہ تعداد روکنے کے لیے ہیں کہ ہمارے پاس جگہ کم ہے۔ ہم جب تک کسی بڑے کھلے میدان میں نہیں جاتے، ہم manage نہیں کر سکتے۔ اب امید ہے انشاءاللہ تعالیٰ اگلے برس تک ہم open کریں گے۔ پھر آپ یہاں ہزاروں لوگ دیکھیں گے۔

Marfat.com

آپ تو شاید یہاں کی تعداد دیکھتے ہو مگر مجھے افسوس یہ ہوتا ہے کہ ہمارے ہزاروں دوست جو آنے کے لیے بڑے بے چین ہوتے ہیں۔ وہ اس لیے نہیں آ سکتے کہ شاید اُن کے پاس مالی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس دفعہ سڑکوں پر، گلی کوچوں میں، ٹرانسپورٹ بند ہونے سے، رش کی وجہ سے جو واقعہ پیش آ رہا تھا تو ہمارا خیال یہ تھا کہ ہم equivalent level پر تیاری کریں گے مگر ماشاء اللہ تعالیٰ العزیز آپ لوگوں نے اتنی ہمت دکھائی ہے کہ آپ نے ہمارے کھانے کے space and time میں فرق ڈال دیا۔ میں روز پنڈی جایا کرتا تھا اور صدمہ کے ساتھ واپس آتا تھا...... ڈرائیونگ کرتے ہوئے، سڑکوں پر جاتے ہوئے اگر ایک لمحہ توقف کر کے دوسرے سے کہیں کہ تم نکل جاؤ تو کسی قسم کا بحران پیدا نہیں ہوتا مگر ہم اتنی عجلت کرتے ہیں،...... مجھے یقین ہے کہ جب تک آپ صبر نہیں کریں گے، جب تک آپ اس عجلت پر قابو نہیں پائیں گے، ہم کبھی بھی ایک بہتر اور اچھی قوم نہیں بن سکتے۔ شاید میں بھی پہلے پہلے ایسا ہی کرتا تھا۔ میں بھی آپ سے زیادہ عجیل تھا، پھر جب اللہ نے تھوڑا سا صبر و سکون بخشا، جب مجھے خیال آیا کہ ہم اللہ کے ماننے والے ہیں، اللہ بھی کوئی discipline مانگتا ہے، ایسا discipline جس کا centre باہر نہ ہو، جس کا centre اندر ہو، کچھ رکاوٹ نہیں پڑتی اگر میں ذرا سا رک کر اپنے بھائی کو اشارہ کر دوں اور سارے لوگ اگر ایسا کریں، وہ رُک جائیں اور کہیں کہ چل تُو اور تیرا منہ میری گاڑی سے آگے ہے، تُو پہلے نکل جا مگر ہم لوگ اتنے عجلت پسند ہیں کہ اگلی گاڑی والے کو ہر صورت تباہ و برباد کر کے آگے نکلنا چاہتے ہیں۔ خواتین و حضرات! آپ یقین کیجیے کہ ہمارا کھانا کبھی کم نہیں ہوا۔ میرے ساتھ جو لوگ co-operate کرتے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے اچھا کھانا بناتے ہیں اور ہماری یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ آپ تک پہنچے، مگر کبھی کبھار عجلت ایک بھرے پرے نظام کو برباد کر دیتی ہے۔ میں آپ سے یہی درخواست کروں گا کہ ہم سے کوتاہی ہوئی تو ہمیں معاف کریں، اگر آپ سے ہوئی تو اصلاح فرمائیں۔

سوال:۔ خدا کائنات کی مجموعی طاقتوں کا نام ہے۔ اگر نہیں تو پھر خدا کیا ہے؟

جواب:۔ لَو كَانَ فِيهِمَا الِهَةٌ اِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء 22:21)

(اگر کائنات میں ایک خدا کے سوا خدا ہوتے تو کائنات میں فساد ہو جاتا۔)

اللہ کی دلیل بڑی سادہ سی ہوتی ہے۔ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ یہ قوتیں نہیں ہیں...... کائنات میں کوئی قوتیں نہیں ہیں...... اشیاء قدرتِ خداوندی کی پابند ہیں، ان کی اپنی کوئی جزأت حرکت نہیں ہے، کوئی جرأتِ مزاج نہیں ہے، اُن کی کوئی تخلیقی قوت نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں جو اللہ نے ڈالیں انسان کے باطن میں ڈالیں، اشیاء کے باطن میں ڈالیں، جو پتھروں میں ڈالیں، جو حجر اور شجر میں ڈالیں، اس کے لیے ہمارے پاس sciences کے پاس، فلسفہ کے پاس، ایک بھی دلیل نہیں ہے کہ پہلے بادام کا درخت بادام کا کیوں ہوا؟ اخروٹ کا کیوں نہ ہوا؟ یہ فرق کیسے ہوئے؟ یہ پتھروں کے رنگ کیسے different ہوئے؟ اب ہم ان کی reason discover کر کے خدا کو داد دیتے ہیں مگر پہلے بھی صرف اور صرف اللہ کی ذات نے خصوصیات مقرر کیں......

ایک معمولی سا، ایک چھوٹا سا اُستاد ہونے کی حیثیت سے میں ابھی آپ کو بتا رہا تھا کہ اسماء کے لیے میں آپ کو

Marfat.com

کسی بڑی authority کے طور پر refer نہیں کرسکتا۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ research اور تخلیق کے بعد اسماء کو میں نے صفات از خود بخشی ہیں۔ مطالعے کے بعد آپ مجھ سے اختلاف کر سکتے ہو۔ اسماء کی صفات میں اختلاف کرسکتے ہو، مگر یہی حال جو ہے کائناتِ بالا میں اُس ربِ کریم کا ہے، اُس خلاق کا ہے، ''هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِیءُ الْمُصَوِّرُ'' کا ہے کہ اُسی نے اشیاء کو قدرتیں بخشی ہیں۔ اگر کوئی آندھی تیز ہے، اگر کوئی سورج چمکتا ہوا ہے، اگر چاند دستِ نگر ہے تو یہ سب اللہ کی وجہ سے ہے، جس نے اشیا کو بنایا اور اُن میں اپنا اپنا حکم ڈال دیا۔

یہی اللہ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں کہ ہم نے تمام اشیاء میں اپنا اپنا حکم ڈال دیا۔ پوری کائنات میں کوئی division of force نہیں ہے، کوئی تخلیق میں division نہیں ہے، کوئی mastership نہیں ہے، وہی معبود ہے۔ وہی خالق ہے وہی الباری ہے، وہی منتقم ہے، وہی جبار ہے، وہی قہار ہے، وہی عزیز ہے، وہی حکیم ہے۔ جب دنیا ختم ہونے کو آئے گی تو وہ اپنے اس دعوے کے ساتھ آپکے سامنے آئیں گے مگر آپ اندازہ کیجئے کہ جب اللہ کا نور چمکے گا۔ تو اُس وقت positive language استعمال ہوئی ہے کہ:

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر 69:39)

(جب زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا جائے گی۔)

قیامت کے دن ساقِ سیمیں دکھائی جائے گی اور پروردگار کے نور سے زمین چمک جائے گی۔۔۔ مگر اُترنے والے اتنی نرمی سے نہیں اتریں گے۔ ملکیتوں کے دعوؤں کو توڑتے ہوئے نکلیں گے۔ بادشاہوں کی کلاہیں اُتارتے ہوئے نکلیں گے۔ بش اور بلیئر کو ملیامیٹ کرتے ہوئے اتریں گے اور فرمائیں گے: اے قوتوں کے مالکو!...... اے بادشاہو......! اے فرعون وہامان وشداد......! آج مجھے بتاؤ...... آج حقائق کو face کرو...... زمینی حقائق نہیں آسمانی حقائق کو face کرو......

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوم (المومن 16:40)

کس کی ہے یہ دنیا......؟ کس کی ہے یہ مملکت......؟ کس کا ہے یہ زمانہ......؟ کس کی ہے زندگی......؟ اور پھر وہ خود ہی کہے گا......

وَلِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار (المومن 16:40)

(اور اسی واحد و قہار کا ہے۔)

یہی آپ کے سوال کا جواب ہے۔

سوال: واقعہ کربلا کے تناظر میں پتہ چلتا ہے کہ کثیر تعداد میں صحابہ اکرام نے بھی یزید کی بطورِ خلیفہ بیعت کی تھی۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: خواتین وحضرات! یزید نے بیعت مانگی نہ اصحاب نے کی...... اصحابِ رسول ﷺ کو کبھی بھی یہ طعنہ نہیں دیا جا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مومن کمزور ہوسکتا ہے، منافق نہیں ہوسکتا، مگر ہم نے اگلی جنگوں میں بھی دیکھا، معاملات میں بھی دیکھا، کہ پوری امت کو جب اس قسم کے فساد پیش آئے تو اُس میں جملہ دس سے پندرہ اصحاب کی شرکت ہمیں نظر آتی

Marfat.com

ہے، جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ عمار بنؓ یاسر نظر آتے ہیں اور دوسری طرف اگر آپ دیکھو تو ام المومنین حضرت عائشہؓ یا طلحہؓ یا زبیرؓ نظر آتے ہیں۔ جب بعد میں اُن کے اندر آپس کی develop' understanding ہوئی تو حضرت علیؓ نے اُن کو اللہ کے رسول ﷺ کا واسطہ دیا اور عرض کی کہ میں اپنے لیے کسی صحابی کا خون بہانا جائز نہیں سمجھتا اور آپ نے اُن اصحاب کو جنھوں نے روما اور یونان کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا، وہی اصحاب جو اُس وقت تھے تو آپ نے اُن سے منت کی بلکہ اُن کو قسم دی رسول اللہ ﷺ کی کہ اگر تم میں سے کوئی میرے لیے لڑے گا تو اُسے رسول ﷺ کی قسم ہے تو اصحاب پلٹ گئے اور وہ لڑنے والے فسادیوں سے نہ لڑ سکے وہ اپنے گھروں میں بند ہو گئے۔ اُن کو حدیث یاد آتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے اصحاب! ایک وقت آئے گا فتنہ فساد کا...... اگر ایسا وقت آئے تو تم اپنے گھروں کے دروازے بند کر لینا اور اپنے مقام پر ہی نماز ادا کرنا۔

خواتین وحضرات! اُس کے بعد ہم نے اصحاب کو نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ کچھ دیر کے بعد اصحاب نے یہ مناسب سمجھتے ہوئے کہ اگر یہ لوگ حکومت کیلئے لڑتے مرتے ہیں تو ہم اللہ کے لئے دین کی تبلیغ کے لیے دور دراز نکل جانا بہتر سمجھتے ہیں مگر اس طرح تبلیغ کیلئے نہیں جیسے آج کل...... بلکہ اُن کے اپنے انداز تھے۔ وہ فتنہ وفساد سے کہیں دور جا کر بس جاتے تھے، اللہ ان سے لوگوں کو متاثر کروا دیتا تھا اور اس طرح ہمارے بڑے بڑے علاقوں میں ہمارے اصحاب کے ہونے کی وجہ سے تبلیغ بھی ہوئی۔ اللہ کے لوگوں کو اُن سے خلوص ومحبت اور پیار بھی ملا اور حضور ﷺ کی حدیث بھی پوری ہوئی:

اَصحَابِکَ النُّجُوم

(میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔)

اس لیے ہمیں کوئی اتنا ثبوت نہیں ملتا...... میں نے بہت تاریخیں دیکھی ہیں، مگر پانچ، سات کے علاوہ مجھے اس دور میں اصحاب کے نشان نہیں ملتے۔ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ اتنا ''بھرا پُرا'' وقت گزارنے کے بعد ہمیں اس زمانے میں اصحابِ رسول ﷺ بالکل active نہیں نظر آتے اور اُس کی وجہ وہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ دورِ فتن میں اپنے گھروں میں بیٹھ جانا اور اپنے دروازے بند کر لینا......

سوال: پروفیسر صاحب! یہ بہت دلچسپ سوال ہے۔ ایک دوست پوچھتے ہیں کہ خدا نے آپ کو پردے کے پیچھے دیکھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ آپ بتایئے کہ آج کا میچ پاکستان جیتے گا یا بھارت؟

جواب: خواتین وحضرات! یہ انہوں نے بالکل غیر مناسب بات کی۔۔۔ میں پردوں کے پیچھے نہیں جھانکتا ہوں، ہاں! اگر پردے کے پیچھے سے کوئی چیز نکل آئے، تو اُس کو میں دیکھتا ہوں۔ مجھے حدیثِ رسول ﷺ یاد ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کے دروازے پر بغیر دستک کے آواز دی اور اُس کے بعد پردہ ہٹایا تو حضور ﷺ کے ہاتھ میں نیزہ تھا، کہا کہ اگر ذرا بھی تو اور ٹھہرتا تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ تو بھائی صاحب! میں پردوں کے پیچھے نہیں جھانکتا۔

توفیق عمر: میچ وہیں کا وہیں ہے......

پروفیسر احمد رفیق: اچھا، یہ میں بتا سکتا ہوں، مگر پردے کے پیچھے جھانک کر نہیں، اپنی فراست سے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ

سب کو بھی دی ہے، میرے پاس بھی ہے...... تو میں بتا سکتا ہوں مگر میں بتاؤں گا نہیں۔ اس سے میری عزت کم ہونے کا خطرہ ہے......

سوال: ایک دوست کا بہت خوبصورت سوال ہے کہ انسان کی زندگی میں خدا پہلے آتا ہے یا اعتدال؟

پروفیسر احمد رفیق: بلال قطب جواب دیں گے۔

بلال قطب: میرے خیال میں خدا پہلے آتا ہے اور اعتدال بعد میں...... کیونکہ خدا کا آنا ہی اعتدال ہے اور باقی اگر اور کسی religion میں دیکھیں، جن کو کہ میں نے بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ comparative religion کو میں کافی عمر سے study کر رہا ہوں۔ کسی بھی religion میں آپ کو اعتدال نظر نہیں آتا۔ میں اس کو عموماً دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، آپ سے بھی یہ عرض کر رہا ہوں۔ ہماری لوگوں کے بارے میں جو normal judgement ہوتی ہے، وہ ان کے mannerism پر، اخلاقیات پر ہوتی ہے۔ یہ ایک learned trait ہے جس سے کہ ہم لوگوں کو judge کر لیتے ہیں اور ہم عموماً اسی اخلاق کو اعتدال بھی سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اگر تھوڑا سا deeper aspect میں دیکھا جائے تو ایک دوسرا aspect جس کو کہ میں character کہتا ہوں جو کہ آپ کا inner self ہے، آپ کی personality ہے، آپ کے genetics ہیں، آپ کی بہت سی ایسی decisions ہیں جو کہ آپ کے مزاج کے تو خلاف ہے لیکن ایمان کے ساتھ ہیں۔ انکو balance کرنے کیلئے جب تک زندگی میں خدا شامل نہیں ہوگا، آپ کی زندگی میں اعتدال نہیں آ سکتا۔ ایک apparent mannerism ضرور ہو سکتی ہے۔

سوال: انتظار کی خوبصورت ترین صورت کیا ہوگی؟

جواب:

تو نہ می داند ہنوز شوق بہ میرد زے وصل
چیست حیاتِ دوام سوختنِ نا تمام

(تجھے تو ابھی پتہ ہی نہیں کہ وصال موت ہے۔ وصال میں زندگی نہیں ہے بلکہ زندگی تو ہر وقت جلنے میں ہے۔) بہت پہلے میں نے ایک شعر لکھا تھا انتظار پر...... شاید کسی شیطان کو وہ شعر یاد ہو...... وہ انتظار کی اس کیفیت کو بڑے اچھے طریقے سے ادا کرتا ہے کہ

بڑا کرم ہے کہ وعدے پہ وہ نہیں آئے
بڑے مزے میں شبِ انتظار گزری ہے

یہ ایک پرانا شعر ہے۔ اس میں انتظار کی کیفیت عیاں ہوتی ہے۔

سوال: ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ ہماری زندگی میں خدا کا تصور حقیقت ہے یا محض راہِ فرار؟

جواب: یہ دراصل آپ ایک ایسی statement دے رہے ہو جس کے پیچھے کم از کم پانچ نقطہ ہائے نظر ہیں اور بعض اوقات انکار کی اور ماننے کی بنیادی اساس ایک ہی ہوتی ہے اور وہ ہے جہالت...... جس نے انکار کیا، اُس نے بھی جہالت

Marfat.com

میں انکار کیا اور جس نے مانا اُس نے بھی جہالت سے مانا...... تو اس صورت میں جس قوت کو قوت مان رہے ہو اُس کا کوئی اثر آپ کی زندگی پر نہیں ہوتا۔ اس بات کے بارے میں اللہ بار بار قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں کہ تم لوگ آباؤ اجداد کے دین پر قائم ہوئے، اہلِ کفر بھی آباؤ اجداد کے دین پر قائم تھے اور ہم جو مسلمان ہیں دورِ حاضر میں، ہم بھی اپنے آباؤ اجداد کے دین کی وجہ سے مسلمان ہیں۔ تو دونوں صورتیں ایک ہیں۔ اگر آپ غور کرو تو اگر کسی کافر کو یہ طعنہ دیا سکتا ہے کہ تم اللہ کو اس لیے نہیں جانتے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قائم ہو تو کسی مسلمان کیلئے بھی یہی طعنہ ہوگا کہ تم اللہ کو صرف اس لیے مانتے ہو کہ یہ تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ دین کی اور اللہ کو جاننے کی ادنیٰ ترین صورت ہے، جس میں اگر کوئی benefit ہے اور اگر آپ بخشے گئے تو آپ یہ بالکل نہیں کہہ سکتے کہ میں اپنے غور وفکر کی وجہ سے بخشا گیا۔ بلکہ آپ یہ کہو گے کہ میں اپنے آباؤ اجداد کی وجہ سے بخشا گیا۔

اگر غور کیجئے تو ہمارے دل کو یقین اُس وقت آتا ہے، ہم اُس وقت خدا کو مانتے ہیں جب ہمارے شکوک و شبہات، ہمارے اللہ پر اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں۔ ہم اُس وقت اللہ کو حقیقی مانتے ہیں۔ اگر اعتراض مضبوط ہیں تو خدا کا وجود تحلیل ہو جاتا ہے۔ ہم اُسے مانتے تو رہتے ہیں خوفِ خلق کی وجہ سے...... مگر دراصل ہم اُسے مانتے نہیں ہیں۔ ایک تجاہلِ عارفانہ ہے...... ساری کتابیں اللہ کے نام سے بھری ہیں، سارے میگزین اللہ کے نام سے بھرے ہیں جس جگہ جاؤ اللہ کی باتیں ہیں، پھر اُس سوسائٹی کو اس طرح سے نہیں ہونا چاہئیے، جس طرح کہ وہ ہے اس طرح کا تو نہیں ہونا چاہیے کہ قدم قدم پر ہر جگہ ہر معمول کی بات میں جھوٹ، فریب، مکر...... اس لئے کہ ہم accountable نہیں ہیں اللہ کے بارے میں...... ہمارا دین جو ہے اتنا بازاری ہے کہ ہم اللہ کو کہیں بھی جواب دہ نہیں سمجھتے۔ جب تک آپ باطنی طور پر بغیر کسی خارجی تنبیہ کے، اللہ کو اپنی جواب دہی کا مرکز نہیں مان لیتے، آپ کا اللہ کبھی حقیقی نہیں ہوتا......

توفیق عمر: معزز خواتین و حضرات! مجھے خوشی ہو رہی ہے آپ کو یہ بتاتے ہوئے کہ سٹیج پر ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب موجود ہیں۔ انہوں نے الازہر یونیورسٹی سے اسلامی علوم میں پی ایچ۔ ڈی کیا ہے۔ آپ کا جو خاص موضوع ہے وہ Islamic theology ہے۔ سو ہم ان سے ابھی استفادہ کریں گے۔ ایک سوال ہے ڈاکٹر جلیل صاحب! خاص طور پر آپ کیلئے اور بہت دلچسپ سوال ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ نوجوان نسل کا ایک نمائندہ سوال ہے۔ نوجوان پوچھتے ہیں کہ آج کل کے پروفیشنل دور میں profession زیادہ توانائیاں اور توجہ مانگتا ہے، ایسے میں کیونکر ممکن ہے کہ ہم تمام وقت تفکر، جستجو اور آرزوئے خدا میں گزار دیں۔ اگر ایسا کریں گے تو ہمارے رزق کا کیا ہوگا؟ ہمارے پاس وقت کہاں بچے گا؟ ساتھ ہی پوچھتے ہیں کہ اگر رزق کا وعدہ اللہ نے کیا ہے تو پھر professionalism میں اتنا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

ڈاکٹر عبدالجلیل: اس سوال کو محترم استاد بڑے موقعوں پر بڑی مختلف dimensions سے handle کر چکے ہیں۔ اس سوال سے جو ضمناً سوال بنتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان اپنا profession کیسے choose کرتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ اس کا جواب دے چکے ہیں کہ اللہ نے جس بندے سے جو کام لینا ہوتا ہے وہ اُس کے دل میں ڈال دیتا

Marfat.com

ہے یعنی professional choice عام طور پر determined ہوتی ہے، preferences genetically determined ہوتی ہیں پھر exhibit ہوتی ہیں depending upon the things around you۔ اس کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ جب profession کی جستجو کی جائے تو تفکر کیسے کیا جائے تو اس کا جواب بھی دیا جا چکا ہے پچھلی نشستوں میں کہ کوئی علم ایسا نہیں کہ جب وہ اپنے کمال کو پہنچے، تو حقیقتِ اولیٰ کا ادراک نصیب نہ ہو۔ کوئی بھی علم جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو خدا کے وجود کی شناخت کا اشارہ ضرور دیتا ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر رزق کی جستجو میں لگے رہیں تو اللہ تک کیسے پہنچیں گے؟ یقیناً رزق مقدر ہو چکا اور جو رزق آپ کیلئے لکھا جا چکا ہے وہ آپ کو ضرور ملے گا۔ آپ نہ بھی چاہیں تب بھی آپ تک پہنچے گا لیکن اس ساری جدوجہد میں اگر آپ آنکھیں کھلی رکھیں تو جستجوئے رزق میں بھی ایسے مقام آتے ہیں، جہاں آپ کے عرفان میں، فہم میں، فراست میں، مختلف ڈائریکشن سے اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ میں میڈیسن سے متعلق ہوں۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی کسی قسم کے غیر نصابی مطالعے نے کوئی hinderance create کی ہو بلکہ وہ زیادہ excitement زیادہ understanding create کرتا ہے......

سوال: پروفیسر صاحب آپ سے سوال ہے کہ What is the status of women in Islam? Why are other religions more tolerant towards women than Islam?

جواب: میرے خیال میں پروفیسر سید بلال قطب نے اس پر خاصا کام کیا ہوا ہے، کچھ مقالے بھی پڑھے ہیں، یہ اس سوال کا ابتدائی جواب دیں گے اور جو آخری relationship ہے towards Islam میں اس کو ضرور پورا کر دوں گا۔

سید بلال قطب: جواب سوچنے سے پہلے آپ کو ایک بات عرض کر دوں کہ اگر کسی شخص کو شک ہے کہ پروفیسر صاحب کے پاس بیٹھنا اور پھر بات کرنا کوئی آسان کام ہے تو وہ اپنا شک دور کر لے...... میں پروفیسر صاحب کو 1991ء میں پہلی دفعہ ملا تھا۔ اللہ جنت نصیب کرے ہمارے ایک بڑے اچھے دوست تھے کیانی صاحب۔۔ ان کا پچھلے سال انتقال ہو گیا۔ انہوں نے ملوایا، تب سے لے کر اب تک کوئی ایسا وقت نہیں آیا کہ استاد کے پاس بیٹھے ہوں اور ٹانگیں نہ کانپ رہی ہوں کیونکہ میں اس وقت تک دنیا میں کافی زیادہ گھوم پھر چکا تھا تو میں نے پروفیسر صاحب سے ایک بڑے تکبرانہ کہہ لیں یا ایک بڑے چالاک بننے کے سلسلے میں، پوچھا کہ پروفیسر صاحب مجھے کیا پڑھنا چاہیے، تو انہوں نے کہا کہ تم کوڑے پر سے بھی کاغذ اٹھا کر پڑھا کرو۔ تو وہ دن اور آج کا دن...... کوڑا ہی کوڑا ہو رہا ہے انسان اور کچھ بھی نہیں......

میرے خیال میں ہماری جتنی بھی informations ہیں وہ بہت زیادہ میڈیا پر focused ہیں۔ میں اپنے طالب علموں سے عموماً اگر پوچھوں، اگر viva کے دوران بھی کسی informaton کے بارے میں پوچھوں کہ reference کیا ہے؟ تو زیادہ تر مجھے کہتے ہیں کہ ہم نے net پر دیکھی ہے تو مجھے یہ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ کتاب کو کوئی refer نہیں کر پاتا۔ اسی طرح religion کے اوپر جب ہم سوال اٹھاتے ہیں، تو کتنی عجیب بات ہے کہ ہم اپنے religion کو بھی بالکل نہیں جانتے اور اگر ابھی میں آپ سے کہوں کہ مسجد جو ہے وہ کیسی ہوتی ہے؟ اور اگر کسی نے نہ

Marfat.com

دیکھی ہو اور میں صرف یہ کہوں کہ اُس میں ایک ہال ہوتا ہے، جس میں نماز پڑھتے ہیں۔ پھر اُس کے باہر ایک courtyard ہوتا ہے اور اُس courtyard کے دونوں اطراف میں وضو کی جگہ ہو سکتی ہے تو بڑی سیدھی سی، صاف سی بات ہے۔ کچھ جگہ ایسی ہے، جو سائے میں سہولت دے گی۔ کچھ جگہ ایسی ہے جو کہ کھلے آسمان تلے سہولت دے گی اور اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ مندر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ مندر کیسی چیز ہوتی ہے؟ تو وہ بھی بالکل ایسے ہی سمجھئے کہ ایک کمرہ ہوتا ہے، جس میں زیادہ تر کوئی کھڑکی ہوتی ہی نہیں ہے۔ اگر ہو بھی تو بہت باریک slit window ہو گی اور اس کا چھوٹا سا دروازہ ہو گا اور دروازہ بھی بہت دور کر کے ہو گا اور اس مندر میں symbolical ایک خدا بیٹھا ہوا ہے۔ اب اس architecture کا اس structure کو بنانے کا کوئی مقصد ہو گا، جس طرح مسجد کا مقصد ہے، اسی طرح مندر کا بھی کوئی مقصد ہو گا۔ اس میں بنیادی طور پر آپ نے خدا کو ایک کمرے میں بند کیا ہوا ہے کیونکہ اگر خدا کہیں باہر نکل جائے گا تو اُس کی حفاظت کیلئے باہر چوکیدار کو بٹھایا ہوا ہے جو کہ برہمن ہے۔

اب یہ دونوں اشخاص وہاں کبھی بور بھی ہو جائیں گے تو ان کی دلچسپی کیلئے بھی انتظام کیا گیا ہے وہ ہے داسی کا اور پھر اس داسی کے ساتھ entertainment programme کے ساتھ آگے بہت لمبی بات جب چلتی ہے تو اُن کے ہاں، پورا ایک آرٹ develop ہوتا ہے جن میں کاماسترا بھی آتا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں بھی، جو انتہائی واہیات طریقے سے کی ہوئی ہوتی ہیں۔ دوسری طرف اگر آپ دیکھو تو Christianity میں New Testament میں chapter sixteen میں ہے۔ Most probably the verse is 36 or 37 میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ چونکہ حوا نے آدم کو original sin پر convince کیا تھا کہ تم یہ sin کر لو، کچھ نہیں ہو گا تو حوا کے کہنے پر آدم نے یہ sin کیا...... تو اس کے لیے ایک سزا خدا نے متعین کر دی، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قیامت تک کیلئے اور وہ سزا یہ ہے کہ جب بھی عورت labour pain میں جائے گی، اُس کو یاد دلانے کیلئے یہ labour pain اس کو دی گئی ہے کہ اُس نے یہ original sin کیا تھا۔

اب دوسری صورت اگر آپ دیکھو تو معاملہ بالکل اور ہے۔ اگر میرے خیال میں مسلمان عورت یہ کہے کہ equality چاہیئے تو میرے خیال میں سب کو مل کر دے دینی چاہیے۔ اور رات کو مسجدوں میں چراغاں کرنا چاہیے کیونکہ صورت ایسی ہے کہ ایک صحابی گئے رسول اللہ ﷺ کے پاس اور انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ جو حسنِ اخلاص ہے اس میں سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: ''تیری ماں کا''...... اور یہ بات ذہن میں رکھئے گا کہ یہ ایک بدو سے بات ہو رہی ہے۔ اس نے کہا: ''پھر اُس کے بعد''؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تیری ماں کا''...... کہا: یارسول اللہ ﷺ! ''پھر کس کا''؟ فرمایا: ''پھر تیری ماں کا''...... چوتھی دفعہ جب اُس نے پوچھا: ''اب کس کا''......؟ تو نبی پاک ﷺ نے کہا! ''اب تیرے باپ کا''،...... اب آپ غور کریں تو equality کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں پر تو گولڈ میڈل عورت کے پاس، silver medal عورت کے پاس، brass medal عورت کے پاس...... آدمی کو تو ایک appreciation certificate ملا ہے اور چوتھے درجے پر اس کی حیثیت ہے۔ ایک طرف آپ دیکھتے ہو کہ عورت کو labour pain

Marfat.com

کے ذریعے یاد دلایا جا رہا ہے اس کا ذلت کا مقام...... دوسری طرف جب وہ ماں بنتی ہے تو اللہ کا جو highest order ہے جنت...... وہ symbolically اُس کے پاؤں تلے رکھ دیا گیا کہ جنت تیری ماں کے قدموں تلے ہے۔ اب یہ تصورات اتنے مختلف ہیں کہ میرے خیال میں ایک مسلمان کو یہ بالکل بھی نہیں سجتا کہ وہ اس طرح کی بات کہے کہ اسلام میں عورت کا مقام equal کیوں نہیں ہے۔ پیچھے کیوں رہ گئی؟ بالکل equal نہیں ہے، definitely بہت بہتر اور بلند ہے۔

اس میں جو دو تین typical قسم کے سوال ہوتے ہیں، وہ گواہی کے ہیں کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر کیوں ہے؟ کل ہی ایک جگہ سیمینار تھا تو میں نے اُن سے بھی درخواست کی کہ جب مختاراں مائی نے جو کیس کیا اُس میں گواہی کتنی عورتوں کی تھی۔ ایک عورت کی گواہی تھی...... اگر تھوڑا سا depth میں دیکھیں تو دو گواہوں کا معاملہ صرف اُس وقت آتا ہے جب کوئی economical issue ہو کیونکہ عورت کو economics handle کرنے کے لئے کہا نہیں گیا۔ اُس کے لئے options ضرور ہیں لیکن اُس کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ کمائے یا economically چیزوں کو handle کرے کیونکہ یہ بنیادی طور پر اُس کا فرض نہیں رکھا گیا اس لیے یہاں پر اُس کی جو رائے ہے وہ بھی تھوڑی سی محتاط طریقے سے لی گئی ہے۔ otherwise میرے خیال میں جو عورت کا مقام اسلام میں ہے اور کوئی ایسا religion نہیں ہے جو عورت کو اس status پر رکھتا ہے جہاں پر کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کہا......

اب اس حدیث پر غور کریں...... کتنی عجیب بات ہے کہ بی بی فاطمہؓ جب آتی ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے ہیں اور آپ ﷺ انہیں اپنی جگہ بیٹھنے کے لئے دیتے ہیں اور جو آپ کی رضاعی ماں ہے، اُن کے لیے آپ ﷺ اپنی چادر بچھا دیتے ہیں۔ In my mind this is an unfair question کہ عورت اسلام میں کسی بھی طرح سے کم ہے۔ میرے خیال میں شاید باقی لوگ جو ہیں وہ اپنا exposure دینا ہی نہیں چاہتے کہ اُن کے religion میں عورت کا جو مقام ہے، وہ کیا ہے......؟

پروفیسر احمد رفیق: اسکے علاوہ خواتین و حضرات! ساری شاعری، ساری فلمیں آپ ہی پر تو ہیں۔ ہمیں تو کوئی بھی اچھا نہیں کہتا...... (قہقہہ)

سوال: Why have Muslims failed as a civilization?

جواب: This is very unauthenticated question, in fact Muslims are the only civilization which have lasted over fifteen hundred years. اگر آپ غور کرو تو تمام civilizations جنہوں نے دنیا میں وقت گزارا ہے، اُن کی مدتِ زندگی پندرہ سال سے لے کر ڈیڑھ سو سال، دو سو سال اور زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین سو سال رہی ہے۔ ساڑھے تین سو سال سے آگے کوئی تہذیب نہیں ہے......

perhaps آپ کو یہ دیکھنا پڑے گا کہ بہت سارے لوگوں نے مل کر کس تہذیب کو قبول کیا اور اگرچہ اسلام Christianity کے چھ سو برس کے بعد آیا اور یہ کہ Christianity کو already advantage حاصل ہو چکا تھا

Marfat.com

پھیلاؤ کا، اس کے باوجود اسلام نے آنِ واحد میں Christianity کو تعداد میں پچھاڑ کر رکھ دیا۔ لوگوں کو اسلامی تہذیبی اقدار پسند آئیں۔ البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ اس civilization کی ایک ایک قدر پر اللہ کی چھاپ تھی اور اس کے ایک ایک معمولات پر رسول اللہ ﷺ کے کردار کی جھلک تھی۔ Islamic civilization کی ایک مختصر سی بات سُنیے کہ حمص میں جب ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے حملہ کیا تو اُس حملے میں پوری civilization کی پچھلی اقدار بدل گئیں اور آپ نے اُن سے جزیہ لیا۔ اُن کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد جب یرموک کی جنگ آ گئی تو حضرت ابوعبیدہؓ کو بھی حکم ملا کہ آپ یہ فوجی چھاؤنی چھوڑ کر یرموک میں آ جائیں۔ جب آپ جانے لگے: It has never never happened in the history of civilization کیوں......؟ اس لیے کہ پہلے civilized attitudes ہی نہیں تھے۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے حمص کے لوگوں کو بلایا اور بلانے کے بعد اُن کے پیسے اُنھیں واپس کیے جو جزیہ کے لیے تھے اور کہا کہ ہم نے تمہاری حفاظت کے عوض یہ پیسے لیے تھے۔ اب چونکہ ہم جا رہے ہیں، تمہاری حفاظت نہیں کر رہے تو یہ اپنی امانت واپس لے لو۔ جو Christian پادری اس وقت آئے اور جو اس قوم کے بڑے آئے، انھوں نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی کہ اے اللہ! ہمارے ہم قوموں سے تو یہ مسلمان infidel ہمیں بہتر ہیں......

اُس civilization میں بڑی بات یہ ہوتی تھی کہ اقتدار کا مالک زمین کا کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ اقتدار کا مالک صرف اور صرف اللہ تھا۔ اُس civilization میں کردار کی وجاہت، محبت کا مرکز، صرف اللہ کا رسول ﷺ تھا اور اس civilization میں انصاف کسی فردِ واحد سے issue نہیں ہوتا تھا بلکہ اللہ کی وجہ سے issue ہوتا تھا۔ اُس civilization میں ایک غریب ترین بھکاری بھی Court of justice میں بادشاہ کی مسابقت رکھتا تھا۔ اُس civilization میں کوئی شخص بھوک اور افلاس سے نہیں مر سکتا تھا Double security system کی وجہ سے، زکوٰۃ کی وجہ سے، اور صدقات کی وجہ سے......

خواتین و حضرات! آج یورپ کی اعلیٰ ترین civilization صرف اپنے security system کی وجہ سے لوگوں میں popular ہے۔ جس دن وہ ختم ہوگا، وہ civilization خاک و خاکستر میں بدل جائے گی۔ It's very very difficult to say that Islam is the only civilization جو اپنے وجود میں آنے کے بعد قائم نہ رہ سکی...... اگرچہ اس کی حیثیت میں اقتدار کے سینٹر بدلتے رہے ہیں مگر مسلسل پندرہ سو سال کے بعد آج ہم تک بھی اُس civilization کے بچے کھچے آثار پہنچے ہیں۔

بلال قطب:۔ میں اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک چیز ہوتی ہے جسے anthropology کہتے ہیں اور ایک چیز ہوتی ہے history جب history کو جاننا ہو، تو anthropology اُس میں مدد کرتی ہے۔ anthropology ہے پرانی چیزوں کو کھود کر نکالنا تاکہ انسان کو پرانے زمانے کے حقائق کا اندازہ ہو سکے۔ ابھی آپ ایک لمحے کے لئے فرض کریں کہ اگر آج سے ایک ہزار سال بعد ان ساری civilizations کو کھودا جائے، اُن میں پاکستان بھی کھودا جائے، یورپ بھی کھودا جائے، امریکہ کو بھی کھودا جائے، تو جو اس وقت کے anthropologists ہوں

Marfat.com

گے وہ کس بات پر یہ judgement دیں گے کہ یہ civilization کامیاب civilization تھی اور یہ civilization کامیاب civilization نہیں تھی۔ چار factors ہیں جن پر آپ اس بات کو base کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے west نے جو ہمیں بتایا ہے کہ ہر چیز میں success کا ratio دولت کے ساتھ associate کرتا ہے تو ہم اُس چیز پہ راضی ہو گئے۔ ہم اگر اس بات کو چیلنج کر دیں کہ ہم wealth سے success کو associate نہیں کرتے تو civilization کو آپ کیسے judge کرو گے؟

Archaeology میں چار طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ اس civilization میں تصور خدا کی کیا صورت تھی؟ کیا طریقہ کار تھا؟ یہ اس civilization میں کیسے رائج تھا اور لوگ اس پر کس طرح گامزن تھے؟ دوسری جو بات یہ دیکھی جائے گی کہ اس civilization میں matter کو energy میں کیسے convert کیا گیا۔ یہ وہ پہلو ہو گا جو کہ scientific ہو گا۔ تیسرا پہلو یہ ہو گا کہ وہاں کے لوگوں کا رہن سہن دیکھنا، human rights کو دیکھنا، اور اس طرح کی چیزوں کو دیکھنا۔ چوتھی چیز جو ہے وہ اُس civilization میں concept or sense of aesthetic ہے یعنی اس civilization کی حسِ جمالیات کو دیکھنا۔ ان چار بنیادوں پر ایک ہزار سال کے بعد یہ فیصلہ ہو گا کہ کون سی civilization ترقی یافتہ تھی، اچھی تھی، کونسی civilization اچھی نہیں تھی، اگر آپ ذہن میں یہ merit رکھیں تو میرے خیال میں ہم seventy five percent سے easily پاس ہو سکتے ہیں۔

سوال:۔ تمام دُنیا کے مسلمانوں کی بے ربط حالت کے پیشِ نظر کیا احیائے اسلام ممکن ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو عملی طور پر کیسے؟

جواب:۔ خواتین و حضرات! کچھ باتیں ہمیں اپنے simple زمینی estimate سے آگے جا کر دیکھنا ہوتی ہیں۔ احیائے امتِ اسلامیہ ایک تاریخی حقیقت بھی ہے اور ایک افسانوی حقیقت بھی ہے۔ افسانوی میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جب سلطنتِ غرناطہ کا زوال ہوا تو ایک بہت جنگجو جرنیل حضرت موسیٰ زہیری جنہیں موسیٰ بن ابی غستان بھی کہتے تھے۔ وہ وادی الکبیر کے کنارے سرنا ٹیک سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو مدتوں غرناطہ میں یہ صدا، یہ شہرہ رہا کہ موسیٰ الجزائر گئے ہیں اور وہاں سے پلٹ کر آئیں گے اور ہمیں پھر فتح دلائیں گے۔

ایک قوم کے خمیر میں ایک خواب، ایک امید، ہر حال میں زندہ ہوتی ہے۔ over the time جو ملتِ اسلامیہ کو leaders ملے ہیں وہ قریباً قریباً ایسا لگتا تھا کہ مغربی تعلیم کے زیرِ اثر ہیں جیسے اب بھی ہو رہا ہے کہ اس secular tendency کے لیے، یا مغرب سے آئی ہوئی اُس تہذیبی قدر کے لئے ہم اپنے مذہب کو یا تو اس کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں یا ہم اُس مذہب کو ختم کرنے کے بعد we like to be like them میں بھی سمجھتا ہوں کہ اگر اُن سوسائٹیوں میں کوئی قابلِ قدر اشیاء ہیں تو ہمیں ضرور لینی چاہئیں مگر احساسِ کمتری کے ساتھ نہیں۔ ہم نے بھی انہیں دیا ہے، ہم نے تیرہ سو برس انہیں اقدار بخشی ہیں، ذہانتیں بخشی ہیں، تعلیم بخشی ہے، ابنِ رُشد بخشا ہے، غزالی بخشا ہے، تو جس دستور کے تحت مغربی دُنیا آج powerful ہوئی ہے، اُسی دستور کے تحت اسلامی دُنیا کل مغرب سے بہت آگے نکل

Marfat.com

جائے گی۔

مغرب زوال سے بہت خوفزدہ ہے۔ یہ پہلی مرتبہ اُس کا عروج نہیں ہے، پہلے بھی عروج ہوا، جب سلطنتِ روما بہت زیادہ مراتب تک پہنچ گئی تو Germanic tribes نے اسے تہ و بالا کر دیا۔ پھر ایک دفعہ جب روما کی سلطنت بہت پھیلاؤ میں آئی تو مشرق سے اٹھے ہوئے Attilla the Hund نے اُسے ختم کر دیا۔ پھر تیسری مرتبہ جب سلطنت بڑے عروج پر آئی تو مسلمانوں نے Eastern ایمپائر کو ختم کر دیا اور اس لیے انہیں latest زیادہ یاد ہے۔ اُن کو زیادہ یاد یہ ہے کہ ہماری قیادتِ مشرق کو اگر کسی نے چیلنج کیا اور برباد کیا تو وہ مسلمان ہے۔ مسلمانوں کا خوف خواہ سلطان امیر تیمور کی شکل میں ہو، خواہ وہ سلطان صلاح الدین کی شکل میں ہو، خواہ وہ امیر سلطانِ اعظم کی شکل میں ہو، اُن کو یہ احساس دلاتا رہتا ہے کہ ہمارا یہ اقتدار بھی کبھی چھن جائے گا۔

حضراتِ گرامی! چوبیس ہزار ایٹم بم سے قیادت نہیں بنتی۔ اس لیے کہ کسی ملک کے پاس دُنیا میں چوبیس ہزار شہر نہیں ہیں اور نہ بڑی جنگوں میں یا کسی بڑی ایٹمی جنگ میں اتنے ایٹم بم کی ضرورت پڑتی ہے...... امریکہ کے بھی باون ہی شہر ہوں گے جن کو باون ایٹم بم چاہئیں...... زیادہ کر لو تو سو بم چاہیے ہوں گے اور امریکہ بھی ایک ہی شہر پر چوبیس ہزار بم نہیں گرا سکتا۔

خواتین و حضرات! ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی سرعت سے، بڑی تیزی سے خیالات بدل رہے ہیں۔ ہم اپنے ملک کو دیکھتے ہیں اور Turkey کو دیکھتے ہیں، پاکستان جو مذہب کے نام پر بنا تھا، Turkey جو شروع ہی سے secular ہو گیا تھا، تو secular ہونے کے باوجود اُسے وہ ترقی حاصل نہیں ہوئی جیسے آج ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ سیکولرازم میں ترقی ہے۔ آزاد خیالی اور روشن خیالی میں ترقی ہے...... اگر ایسے ہوتا تو مملکت ترکی آپ سے بہت آگے ہوتی...... عزت میں، برکت میں، ترقی میں، اسلحہ سازی میں بہت آگے ہوتی...... مگر Secular Turkey آج بھی یورپ کے دروازے پر کھڑا ہوا اُن سے شرکتِ مملکت کی بھیک مانگ رہا ہے اور اُس کے برعکس وہ مسلمان، وہ پاکستان، جس کے بارے میں یہ کہا گیا، جس کے بارے میں کتابوں میں لکھا گیا کہ جب پاکستان بنا، اس کی پوری سیکرٹریٹ میں ایک کرسی تھی اور ایک آدھ ورق والی کاپی تھی اور پنسل سرے سے تھی ہی نہیں......

خواتین و حضرات! اللہ کے نام پر بنا ہوا یہ ملک اس وقت خالی اسلام ہی نہیں بلکہ ٹیکنالوجی میں، جدت میں، ایٹم میں، میزائلز میں، دُنیا کے انتہائی leading ملکوں میں سے ہے اور اسی وجہ سے یہ مغرب کی نظر میں کھٹک رہا ہے۔ جسے یہ خوف ہے کہ کوئی نہ کوئی ان میں سے اٹھ کر حملہ آور ہوگا۔ اُس کی دوسری وجہ خواتین و حضرات! یہ ہے کہ وہ ٹائم نہیں دینا چاہتے۔ صرف تین سال کے اندر I have a firm faith. Technically speaking کہ مشرقی ممالک یورپ کی supremacy بھی توڑ دیں گے جو F.16 اور F.15 کی شکل میں ہے۔ صرف تین سال بعد اور اگر یورپ نے تین سال کے اندر جنگ کرنی ہے تو ہو سکتا ہے کہ initial خسارہ مسلمان کو ہو۔ مگر ایک اور حقیقت یہ ہے کہ یورپ کو یا امریکہ کو زندگی سے پیار ہے، اُنس ہے، محبت ہے، وہ کہتے ہیں we only live once and even not like

Marfat.com

to die in this one life مگر مسلمان......اس کے برعکس اُس کی زندگی کا قرینہ یہی ہے کہ یہ عارضی اور فضول سی زندگی ہے۔

مُستَقَرٌ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِین (البقرۃ 36:2)

(ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے۔)

چند لمحوں کے لیے ہم یہاں ہیں۔ اصل زندگی تو آگے شروع ہونی ہے۔ یہ اتنا بڑا نظری اختلاف ہے۔ اتنا بڑا pusher ہے مسلمان کا کہ وہ زندگی میں جدوجہد سے کبھی غافل نہیں ہوتا اور آج بھی میرا خیال ہے کہ یورپ کے یا امریکہ کے ایوان اگر لرز رہے ہیں تو وہ مسلمان کی اسی عادت سے کہ وہ مرنے سے نہیں ڈرتا اور خودکش حملوں کی آپ کتنی بھی مذمت کرلو مگر یورپیوں کے نزدیک اتنا desperate act کرنے والا کوئی یورپی نہیں ہوسکتا۔

میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ دوسری خبریں اس سے بھی زیادہ طاقتور ہیں جو ہمیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ دے گئے کہ کچھ ہی عرصے بعد ہونے والے ہنگامہ کبریٰ کی یہ بنیاد ہے اور یہ جنگ آزمائی...... یہ مشرق و مغرب میں بھی ہونی ہے، عیسائیت اور اسلام میں بھی ہونی ہے...... پھر جو بچ گیا...... سو بچ گیا۔ اٹھارہ منٹ میں maximum ایٹمی ہتھیار تو ختم ہو جانے ہیں اس کے بعد جو بچ گیا سو بچے گا اور پھر میرا تو خیال یہ ہے کہ ایشیا میں بچ جانے کیلئے یورپ سے زیادہ جگہیں موجود ہیں تو فائنل prospects جو ایشیاء کے ساتھ ہیں مشرق کے ساتھ ہیں، مسلمانوں کے ساتھ ہیں مسلسل بمباری کے باوجود آپ دیکھ لیں...... اُسامہ ابھی تک زندہ ہے۔ چانس ہمارے زیادہ ہیں...... انشاء اللہ

سوال: یہ خواتین کی طرف سے سوال آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر حکمران بنایا ہے یعنی مرد اور خاوند جو مرضی چاہے کرسکتا ہے۔ عورت ہر بات برداشت کرے صرف اس لئے کہ وہ ایک بیوی ہے۔ اس کی جائز، ناجائز بات ماننے پر، اس کی فرمانبرداری ہی اسے جنت میں لے جائے گی۔ کیا یہ سچ ہے؟

جواب:۔ ایسا تو بالکل نہیں ہے۔ ایسا تو قطعاً نہیں ہے۔ اس سوال کا کچھ جواب سید قطب دے چکے ہیں مگر میں practically اس کا جواب دے رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر practical حقائق موجود ہیں کہ خدا نے جب یہ رُتبہ دِیا مرد کو......

وَلِلرِّجَالِ عَلَيهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرۃ 228)

(ہم نے ایک درجہ مرد کو عورت سے زیادہ دِیا۔)

تو یہ General conditions کی وجہ سے دیا ہے۔ General conditions کا مطلب ہی عمومیت میں یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کی اس بڑی دُنیا میں چھ ارب مردوں اور عورتوں کو اگر تین ارب میں بانٹ دیا جائے تو تین ارب میں اگر working ladies کی تعداد متعین کر دی جائے تو وہ پانچ، چھ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے۔ عمومی دستور یہ ہے کہ مرد عورت کو اس کے گھر کو، بال بچوں کو، عزیز و اقارب کو پالتا ہے۔ خواہ وہ یورپ میں ہو، پاکستان میں ہو، ایشیائے کوچک میں ہو یا صحرائے گوبی میں ہو۔ ہر جگہ صورت حال کچھ اس قسم کی ہے کہ عورت اگر اپنی construction کے لحاظ سے دیکھے،

اگر اپنی make کے لحاظ سے دیکھیے تو اسے کچھ نہ کچھ عرصہ inability میں ضرور گزارنا ہوتا ہے اور اس inability کی dependence جو ہے، وہ مرد پر ہوتی ہے۔ مرد چونکہ محنت کرتا ہے، خرچتا ہے..... تو اللہ نے بڑی مہربانی کی کہ اُسے ایک ظاہری نیک درجہ دے دیا..... ورنہ اکثر مردوں کے باطنی دس درجے کم ہوتے ہیں..... (قہقہہ) اور آج کے زمانے میں آپ یقین جانئے جو مسائل میں سُن رہا ہوں..... ڈیڑھ سو میں سے سو مرد جو ہیں، صرف یہ کہنے آتے ہیں کہ پروفیسر صاحب کوئی ایسی دُعا..... کہ جس سے میری بیوی مجھ پر مہربان ہو جائے۔ باقی کچھ ہوں گی exceptions......

میں آپ کو یہ ایک اصول بتا سکتا ہوں..... کہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ کو عورتوں نے کمال مہارت کے ساتھ اچھالا ہوا ہے۔ اُن کو پتہ ہے کہ ہم حکمران ہیں۔ بعض اوقات تفننِ طبع کے تحت..... بعض اوقات یوں ہوتا ہے...... کہ جیسے امریکہ کے، یہودیوں کے کہنے پر مسلسل پروپیگنڈہ نے جرمنی کو submissive رکھا ہے، بالکل اسی طرح خواتین ہر مرتبہ یہ کہہ کر کہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ کہ کیوں رتبہ ملا ہے اور مرد کہتا ہے کہ..... خدا کے لیے دس اوپر لے لو..... میری جان چھوڑ دو..... مگر ہوتا یہ ہے کہ دونوں طرف ایک چیز یکساں ہے۔ exceptions دونوں طرف ہیں، کچھ مرد ضرور انا اور اپنے تمرد کی وجہ سے کچھ معصوم، شریف اور اچھی عورتوں پر ظلم کرتے ہیں مگر اس ملک کی روایت ہے کہ کمزور عورت ایک مغلوب الغضب مرد کے سامنے کچھ عرصہ صبر کرتی ہے۔ پھر جب ماشاءاللہ اُس کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں، وہ اپنے آپ کو طاقتور feel کرتی ہے اور وہی سلوک اُس مرد کے ساتھ کرتی ہے بڑھاپے میں، جو وہ اُس کے ساتھ کر چکا تھا۔ This is such an often repeated history in our country

اصل میں اگر سچ پوچھیے تو یہ دو نظاموں کی جنگ ہے جسے ہم Matriarchal یا مادرانہ نظام اور Patriarchal یا پدرانہ نظام کہتے ہیں۔ چونکہ ہندوستان پہلے سے مادرانہ نظام کی زد میں تھا، پھر Aryans پدرانہ نظام لے کر آئے اور اُن میں مرد Family کا محور تھا اور یہاں عورت family کی محور تھی۔ آیئے اب ذرا ایک جائزہ لیجئے ساری تاریخ کا کہ اس معاشرے میں، ہندو معاشرے میں کس کو غلبہ حاصل ہے تو Hundred percent you be sure کہ عورتوں کو غلبہ حاصل ہے یعنی طویل عرصے کی اس جنگ میں عورتوں نے مردوں کے اس درجے کو مکمل طور پر مسمار کر کے رکھ دیا۔ ہم مسلمان ذرا تھوڑا اور رجسٹر کریں گے دس پندرہ سال اور..... پھر غلبہ اُدھر ہی چلا جانا ہے۔

سوال:۔ آپ نے گذشتہ علماء پر اعتراض کیا کہ انہوں نے قرآن پر غور نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو تیرہویں صدی میں وہ ساری ایجادیں اور دریافتیں کر سکتے تھے جو آج ہو رہی ہیں۔ قول عباس کے مطابق ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر ہے۔ علماء کے لیے اس زمانی عرصے کو پاٹنا کس طرح ممکن تھا؟ اور کیا آپ کے لیے قرآن میں کوئی متشابہ آیت ہے؟ کیونکہ آپ اگر یہ بتا دیں کہ پانچ سو سال بعد وہ اعتراض جو آپ کر رہے ہیں، آپ پر اس دور کے علماء نہیں کریں گے؟

جواب:۔ مجھے یقین ہے کہ وہ نہیں کریں گے..... اُس کی آپ وجہ پوچھتے ہو......؟ پانچ سو سال ابھی رہے نہیں ہیں۔ نہ کوئی آئے گا، نہ مجھ پہ اعتراض کرے گا...... ہیں جی...... دوسری بات یہ ہے کہ میں نے کسی پر اعتراض نہیں کیا۔ میں نے آپ کو ایک بات بتائی ہے اور انصاف میں آپ سب پر چھوڑ دیتا ہوں..... آج مجھے Sir James Jeans کہتا ہے کہ

Marfat.com

تمام کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے۔ آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن بڑے سادہ اور واضح لفظوں میں کہتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے تو میں اس غلطی کا ذمہ دار کیسے ٹھہراؤں؟ اُن لوگوں کو جن لوگوں نے اُس وقت قرآن پڑھا۔ اُن عالموں نے اسے پڑھا، مگر اُنہوں نے کیوں نہیں اسے مانا؟ کیوں نہیں اسے درست مانا؟ کیوں انھوں نے Ptolemy کی بات مان لی کہ زمین کھڑی ہے اور باقی سیارگان اُس کے گرد چل رہے ہیں......

Do you have any answer to this question. I don't think so میرے پاس تو اس کا کوئی جواب نہیں۔ آپ کے پاس کوئی جواب ہے......؟ کہ اتنی خوبصورت آیاتِ قرآن، اتنی واضح، بغیر کسی شک وشبے کے اللہ نے جب آپ کو دیں اور آج میں انہی آیات کی وجہ سے زمانے کا انجام بھی دیکھ سکتا ہوں، میں اپنا انجام بھی دیکھ سکتا ہوں، میں اپنے علم کو آخری حد تک لے جانے کی حدود بھی دیکھ سکتا ہوں، مجھے یہ سمجھایئے کہ تیرہ سو برس تک یہ عالم ہمارے لے کیا سوغات لے کر آتے رہے؟ آیئے دیکھئے کہ یہ عالم کیا لاتے ہیں؟ میں ایک مثال دوں گا۔ پہلے میں اس پر تقریر کر چکا ہوں۔ آپ کسی بھی قرآن کو اٹھا کر دیکھ لیجئے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (الانبیآء 30:21)

(اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے۔)

قرآن کہتا ہے اور سادہ لفظی ترجمہ ''وَجَعَلْنَا'' پیدا کیا ''مِنَ الْمَاءِ'' پانی میں سے ''کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ'' تمام حیات میں سے۔ ایک دفعہ نہیں کہا، دو دفعہ نہیں کہا، دس مرتبہ کہا اور تمام دفعہ سر اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ اُس کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا گیا ہے کہ اللہ نے تمام حیات کو نطفے سے پیدا کیا ہے۔

حضراتِ گرامی! یہ کیا مذاق تھا......؟ یہ کس قدر غلط interpretation تھی۔ ایک بالکل واضح Statement کو کیوں confuse کیا گیا......؟ وہ اُس وجہ سے کہ ابھی تک کسی یونانی، کسی Roman کسی دوسری Mesopotamian civilization کے عالم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم نے حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ، دانش ور، جو نئے معتزلہ ہوئے، نئے نئے دانشور ہوئے، اشاعرہ جو دانش ور ہوئے، ماتریدیہ جو دانشور ہوئے، ان کو احساس یہ تھا کہ قرآن کے سادہ الفاظ میں تاویل کئے بغیر ہم قرآن کو سچا نہیں ثابت کر سکتے۔ قرآن پہلے بھی سچا تھا، اب بھی سچا ہے، قیامت کے دن تک سچا رہے گا۔ میں اُن کو الزام نہیں دے رہا تھا۔ میں صرف انہیں عالم سمجھنے سے انکار کر رہا تھا......

ڈاکٹر عبدالجلیل:۔ میں اس میں دو باتیں add کر دوں کہ پروفیسر صاحب آپ کو اس میں دو اصولوں کی تلقین کر رہے ہیں......وہ اصول یہ ہیں کہ اگر قرآن کی یا کسی حدیث کی کوئی بات ہماری سمجھ میں نہ آئے تو کہیں بہتر ہے کہ ہم یہ کہہ کر خاموش ہو جائیں کہ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی اور ہم مزید علم کا انتظار کریں گے اُس کی دو مثالیں میں آپ کو دے رہا ہوں: ایک وہ ہے جو استاد نے دی:

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (ذریات 47:51)

Marfat.com

(اور آسمان کو بنایا اپنے ہاتھوں سے، ہم اس کو وسعت دے رہے ہیں۔)

اس کا سادہ ترجمہ کوئی بھی عربی جاننے والا کر سکتا ہے۔

more or less اسی مفہوم کے ساتھ..... اب دوسری آیت ہے اسی سے ملتی جلتی ہے۔ اُس میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں: کہ ہم نے زمین کو بنایا، ہم اسے کناروں سے سکیڑتے جا رہے ہیں۔ اب ان کی تفاسیر میں آپ کو سنانے لگا ہوں جو کہ پرانی تفاسیر ہیں۔ کسی مفسر کا نام نہیں لے رہا..... ایک مفسر یہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مسلمان جو ہیں، وہ فتوحات کرتے جا رہے ہیں، تو اُن کی جو سلطنت ہے، وہ پھیلتی جا رہی ہے اور اس طرف اللہ نے اشارہ کیا ہے اور دوسری تاویل اس کی آپ نے اُستاد سے سنی، کسی اور مفسر کی، کہ اللہ نے اُس میں اپنی قوتیں رکھیں، قوتِ بازو رکھی، وغیرہ وغیرہ...... جو بالکل کسی معنی میں فٹ نہیں بیٹھتی تھیں اور یہ جو دوسری آیت میں نے آپ کو بتائی ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ (میں زمین کو کناروں سے سکیڑتا جا رہا ہوں) تو اس کی تفسیر ایک عالم نے یوں کی کہ مسلمانوں کی فتوحات سے کفار کی زمین اور سلطنت سکڑتی جا رہی ہے۔ تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ کتنی local interpretation تھی۔ اگر وہ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ اللہ یہ فرما رہا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے یہ آسمان تخلیق کئے اور میں انھیں وسعت دیتا جا رہا ہوں اور آگے لکھ دیتے: واللہُ اَعلَم بالصَّواب حتیٰ کہ علم اپنے کمال کو پہنچتا اور ہم تک خبر پہنچتی۔ اسی طرح استادِ محترم نے آپ کو وَجَعَلنَا مِنَ المَآءِ کُلَّ شَیءٍ حَیٍّ کی مثال دی۔ ایک مفسر نے اس کی تفسیر میں لکھا کہ ہم نے انسان کو مادہ منی سے پیدا کیا۔ اُن کے نزدیک ماء کا کوئی اور ترجمہ ممکن نہ تھا، تخلیق کے reference سے...... حتیٰ کہ بائیالوجی کی کتابوں نے یہ انکشاف کیا اور قرآن کی اس آیت کا literal ترجمہ بیالوجی کی books میں اس طرح آیا کہ... All life has been created from water.

اسی طرح حدیث میں بھی ہے جس کی مثال بارہا مختلف sessions میں دی جا چکی ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا گیا، حضور ﷺ نے پوچھا کہ ابوذرؓ! تجھے پتا ہے کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ ابوذرؓ نے آپ سے کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ یہ عرش کی طرف جاتا ہے اور اسے لوٹایا جاتا ہے کہ وہیں سے نکل اور ایک دن آئے گا کہ اسے نہیں لوٹایا جائے گا۔ اس پر غلام احمد پرویز نے اعتراض کیا کہ sun کی یہ movement تو ہے ہی نہیں لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ان کی وفات کے کچھ ہی عرصے کے بعد یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ سورج کی حرکات اس نوعیت کی بھی ہیں کہ یہ حدیث انہیں explain کرتی ہے تو بجائے اس کے کہ تھوڑے علم پر تفاخر اور حمیت کا اظہار کرتے ہوئے کسی آیتِ قرآنی یا حدیثِ رسول ﷺ کی حقانیت پہ اعتراض کیا جائے، کہیں بہتر ہوتا کہ وہ علماء انتظار کر لیتے اور آج بھی یہی بہتر ہوگا کہ کچھ ایسی آیات جو آج کا علم explain نہیں کر پاتا اُس پہ تحمل سے انتظار کیا جائے، وہ جو سوال کرنے والے نے اشارہ دیا۔

حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہ قول ہے کہ ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرتا ہے اور ابن عباسؓ نے ایک صاحب سے یہ کہا کہ یہ آیت تمہارے لیے نہیں ہے۔ جب انہوں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ اللہ جانتا ہے کہ زمین میں کیا

Marfat.com

اتر تا ہے اور آسمانوں کو کیا چڑھتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت تمہارے لیے نہیں اور آج ہم جانتے ہیں satellite کی مدد سے کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ تو ہر آیت اپنے زمانے کے ساتھ کھلتی ہے اور اُس وقت تک اُس کا literal translation ہی رکھا جائے اور انتظار کیا جائے اُن لوگوں کا جن لوگوں کیلئے وہ آیت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر رحمت اللہ: علمائے الازہر نے لکھا ہے کہ مِنَ الْمَآءِ کا مطلب ہوتا ہے، protoplasm disintegration of protoplasm

سوال: پروفیسر صاحب! یہ سوال بہت سے دوستوں کی جانب سے آیا ہے، جو آج کل زمینی حقائق ہیں اس کے متعلق ہے۔ نائن الیون کے واقعات کے اثرات کے بعد آج نبی کریم ﷺ سے متعلق خاکوں کے خلاف مسلمانوں کے زبردست غم و غصے اور احتجاج کے مابعد اثرات کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں: Why are people making cartoons of our Prophet?

جواب: بعض اوقات قوموں کے اپنے انداز ہوتے ہیں۔ اگر میرے رسول ﷺ زندہ ہوتے تو اُن کو اپنی زندگی میں بھی اُس قومِ جہلاء سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ ہر حال میں انہیں اذیت دینا چاہتے تھے۔ جب crusades شروع ہوئیں اور مسلمانوں میں سخت جنگیں شروع ہوئیں تو ایک priest لامینس نے ایک پوری کتاب لکھ ماری۔ اس نے کہا کہ مسلمان ایک بت کی پرستش کرتے ہیں جسے مہیت کہتے ہیں یعنی اسمِ گرامی محمد ﷺ کو بھی مسخ کیا گیا۔ آپ پندرہ یا بیس کروڑ لوگ ہیں لیکن آپ اُن کے ہاتھ اور زبانیں پکڑ نہیں سکتے۔ اگر آپ ان کو مفتوح بھی کر لیں تو وہ کوئی نہ کوئی آپ کے خلاف چھیڑ چھاڑ کر ہی دیں گے۔ جیسے آپ کے اپنے ملک میں قرآن کی تحقیر کی جاتی ہے یا بعض اوقات اس قسم کے slogans لکھے جاتے ہیں مگر بنیادی وجہ جو زوال کی ہے کہ پہلے وقتوں میں مسلمان بادشاہ جب کوئی پکار سنتے تھے، کوئی ایسی بات سنتے تھے تو وہ اس قابل تھے کہ دوسرے ملکوں کو میدانِ جہاد میں گھسیٹ لاتے تھے اور حرمتِ رسول ﷺ کی زورِ بازو سے defend کرتے تھے۔

اب آپ کا عجیب حال ہے کہ حکومتیں کاسہ لیس ہیں اور شاید اسمِ گرامی کی cost پر بھی اُن کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتے۔ جو آپ کے حکمران ہیں، جو باقی مسلمانوں کے حکمران ہیں اگر اُن کے پاس choice ہو تو وہ اس cost پر بھی اُن سے تعلقات رکھیں گے۔ رہ گئے وہ سادہ لوگ، غریب لوگ، وہ دل کے اچھے لوگ، وہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے لوگ، تو اُن کیلئے یہ اذیت کا باعث بنتا رہے گا۔ مگر جیسے میں نے آپ سے کہا کہ اس حیثیت کو، ignore کر کے، صبر سے، استقامت سے مارا جا سکتا ہے اگر آپ انہیں چھیڑیں گے تو وہ آپ کو چڑائیں گے۔ اُن کو اگر پتہ ہے کہ مسلمان اس چیز سے دکھ اٹھاتے ہیں تو وہ آپ کو اور دکھ دیں گے۔ جب تک ہم میں زور نہیں بڑھتا، جب تک ہم اس فتنہ کی practically سرکوبی نہیں کر سکتے اُس وقت تک ہم نے، ہماری غیرتِ اسلام نے، ہمارے عزتِ محمد ﷺ کے تصور نے اگر کوئی نقصان اٹھانا ہے تو ہمیں اس کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ ہمیں دُعا مانگنی چاہیے، ہمیں اپنے دل کے اندر یہ دعا رکھنی چاہیئے اور مانگنی چاہیے کہ اے مالک! ہمیں اس قابل بنا کہ ہم عزتِ رسول ﷺ کے محافظ نکلیں۔ ہم اس قابل ہوں کہ ہم

Marfat.com

دشمن کی ان باتوں کو روک سکیں۔ آپ کو یاد ہے کہ یہ کتنا نازک مسئلہ ہے کہ وہ جو رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرتا تھا، فتح مکہ کے دن، کعبہ کے اندر قتل کیا گیا۔ کعبہ کے اندر بھی اگر کسی کا قتل حلال کیا گیا تو وہ شخص ہے جس نے ہجو رسول ﷺ کی ہو اور یہ سزا رسول اللہ ﷺ نے کبھی نہیں دی۔ رسول اللہ ﷺ تو ہر قسم کی بری بات سُن کر چپ رہتے تھے۔ وہ تو اللہ کی رحمت تھی۔ خلق اور انکسار کا عالم عجیب تھا۔ وہ تو بدترین دشمنوں سے بھی بات سنتے تھے اور صبر کا ہی دامن تھامے رکھتے تھے مگر یہ سزا اللہ نے دی ہے، اُن لوگوں کو جو ہجو رسول ﷺ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کیساتھ شاید ہم کچھ نہیں کر سکتے، دور ہیں...... سمندر حائل ہیں، کمزور ہیں...... ہتھیار کند ہیں...... نیامیں ٹوٹی پڑی ہیں مگر اگر آپ اعتبار رکھو تو آپ یقین جانو کہ اللہ یہ بدلہ ضرور لے گا۔ وہ اپنے دوست کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دے گا۔

سوال: شکریہ پروفیسر صاحب! مومنین کیلئے خوشخبری ہے کہ جنت میں حوریں ہوں گی، کیا وہ حوریں مومنات ہوں گی، پھر ستر کی تعداد کیسے پوری ہوگی؟

جواب: خواتین وحضرات! جس نے بھی سوال بھیجا، اُس کو پتہ ہونا چاہیے کہ خواتین کیلئے بھی جنت ہے اور اگر غلطی سے اُن کے یہاں کسی خاتون بیگم سے اچھے تعلقات ہیں تو وہ وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑیں گی اور اس کی حفاظت کرنے کیلئے کیا میں یہ کہوں کہ لازم ہے کہ آپ یہاں اپنی بیویوں سے لڑتے رہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُن کے پاس بھی ایک اختیار ہے۔ مجھے ایک کمزور روائت پہنچی ہے جنابِ علی کرم اللہ وجہہ سے کہ جنت میں ایک دوکان ہے، ایک مارکیٹ ہے جہاں کوئی بھی جا کر شکل وصورت اور جنسی آگہی بدل سکتا ہے اور اگر اچھی عورتوں نے چاہا کہ وہ وہاں مرد بن جائیں تو بڑی آسانی سے بن جائیں گی۔ یہ جو جنسی تقسیم ہے، صرف اس دنیا کیلئے ہے اور فرض کرو کہ اگر اس قسم کے genetic pattern پر انسان کو جنت میں کنٹرول حاصل ہو تو یہ دونوں طرف جائے گا، عورتوں کو بھی یہ اختیار حاصل ہوگا کہ جب چاہے مرد بن جائیں، جب چاہیں خواتین بن جائیں اس لئے خالی آپ ہی کو فائدہ نہیں ہے اُن کی طرف بھی ہے......

سوال: مرد کا غیر عورت سے دوستی کرنا جائز ہے، اگر عورت کسی غیر مرد سے دوستی کرے تو وہ ناجائز ہے۔ کیا اسلام میں یہی ہے؟

جواب: قطعاً نہیں، بلکہ دوستی کا کوئی concept مذہب میں نہیں ہے۔ مذہب سمجھتا ہے کہ دوستی جتنی مرضی بھی کراو، اُس کے پس پردہ کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی، کوئی نہ کوئی، جبلی محرکات زندہ ہو جاتے ہیں اور تمام دوستی کے افسانے ہوا ہو جاتے ہیں یا کسی ایسی غلطیوں کا جبلت شکار ہو جاتی ہے کہ جہاں یہ ممکن نہیں رہتا۔

آج تک مشرق میں یہ تصور پیدا ہی نہیں ہوا۔ مگر مغرب میں جہاں مرد اور عورت کی دوستی کا تصور موجود ہے، اُس کی وجہ اخلاق نہیں ہے۔ آج میں آپ کو خصوصی طور پر یہ بتا دوں، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مغرب اخلاق میں بہت اچھا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ تصورِ زن کی وجہ سے mental impotense create ہو گئی ہے۔ ان میں، عورت مردوں پر وہ تاثر نہیں چھوڑتی جو، ہمارے ہاں چھوڑتی ہے اور جو وہاں کے حالات ہیں، وہاں مرد اتنا imaginatively impotent ہو چکا ہے کہ وہ عورت کی جگہ Boy friend کو اپیل کرتا ہے، جہاں یہ صورتِ حال ہو، وہاں ہم عورت

Marfat.com

سے اس قسم کے سلوک کو اچھائی نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ friendship سرے سے ہے ہی نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ ایک خاتون کے ساتھ کوئی شخص ہو اور وہی شخص عورت کے ساتھ دوستی کا شوق رکھتا ہو۔ وہ دوستی تو عورت سے کرے مگر جنسیت کا اظہار مرد سے کرے۔ اس لئے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یورپ میں یہ کوئی اخلاقی ترفع نہیں ہے بلکہ ذہنی مجبوری ہے، یہ disculture ہے۔ ہمارے ہاں شاید ابھی جبلی تقاضات موجود ہیں، رکاوٹوں کی وجہ سے، پردوں کی وجہ سے، اختلاف کی وجہ سے، فری نہ ملنے کی وجہ سے، ہمارے ہاں imaginative skill موجود ہے۔ یاد رکھئے کہ جنسیت کے basic محرکات desire اور imagination ہوتے ہیں اگر آپ imagine ہی نہیں کر رہے، کسی عورت کو عورت کی طرح تو پھر آپ کسی قسم کے جنسی محرکات سے آشنا نہیں ہوں گے اس لیے بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ West کی طرح عورتوں سے دوستی ہوسکتی ہے۔ میرا خیال ہے نہیں ہوسکتی۔ ایک شرط پر ہوسکتی ہے کہ عورت اپنی جنس سے فارغ ہو اور مرد اپنی جنس سے فارغ ہو یعنی مخنثین کی ہوسکتی ہے۔

سوال: کیا بات ہے کہ آج کوئی غازی علم دین پیدا نہیں ہو رہا؟

جواب: ...... بہت ہیں...... یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ نہیں ہوا...... میرا خیال ہے کہ یہ زمانہ زیادہ سرعت پذیر emotions رکھتا ہے اور ایک آدھ دن کے فرق سے آپ یہ کہہ بھی نہیں سکتے کہ اُسے سزا نہیں ملے گی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جنرل ڈائر کو ایک ہندوستانی نے پارلیمنٹ میں گھس کر مارا تھا تو آپ کو تھوڑا سا وقت لگتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ آپ ہفتے، دو ہفتے بعد سنیں کہ وہ Danish ایڈیٹر کسی نے قتل کر دیا۔ پہلے ایک یہی واقعہ ہو چکا ہے کہ مووی بنانے والے، فلم ڈائریکٹر کو قتل کر دیا گیا تھا...... ہماری تہذیب ہمارا مذہب یہ کہتا ہے کہ ہمارے ایمان کا اعلیٰ ترین وصف اللہ کو لا شریک لہٗ ماننا ہے اور دوسرا سب سے بڑا وصف اللہ کے رسول ﷺ کو جان و مال، اور اولاد سے بڑھ کر محبت کرنا ہے اور یہ افسانہ نہیں ہے۔ حضرتِ حمزہؓ کے وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب ایک غزوہ میں اُن کے ایک، دو، تین، چار بیٹے شہید ہوئے تو انہوں نے پوچھا کہ کوئی بات نہیں کہ میرے بیٹے شہید ہوئے، مجھے رسول اللہ ﷺ کی خبر سناؤ۔ بتایا گیا کہ وہ اللہ کے فضل سے زندہ ہیں تو پھر فرمایا کہ اب مجھے اپنے بیٹوں کی شہادت کا کوئی غم نہیں ہے۔

ہماری تو محبتیں رسول ﷺ سے ایسی ہیں...... میں imagine کرتا ہوں آپ یقین کریں کہ کبھی ترس بھی آتا ہے کہ اس خود غرض اور نا خود شناس قوم کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ سے کتنی محبت کرتا ہے، کیونکہ وہ اپنے Christ سے محبت نہیں کرتے۔ اُن کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ ہم کیوں نہیں حضرت عیسیٰؑ سے اتنی محبت کرتے۔ میں اُن کی مجبوری بھی سمجھتا ہوں۔ It is lack of understanding... میں سمجھتا ہوں۔ It is a very big gap of comprehension between these two religions. یعنی ہم حضرت عیسیٰؑ کے دامن پاک میں خراش ڈالنے سے بھی خوفزدہ ہیں، ہمیں اُن سے اتنی محبت ہے، اتنا اُنس ہے مگر وہ اپنے نبی کو بھی جا و بے جا رسوا کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے بھی cartoon چھاپتے رہتے ہیں، اُن کے بارے میں بھی ایسی ایسی واہیات باتیں کرتے رہتے ہیں کہ مسلمان کا دل دُکھ جاتا ہے مگر Christians کا نہیں دکھتا۔ I think اُن کو religion کی وہ value ہی نہیں پتہ،

اس لیے میں تو نہیں سمجھتا کہ اس کو زیادہ زیر بحث لانا چاہیے......

سوال: اسی سے متعلقہ سوال ہے کہ جن لوگوں کے پاس ڈنمارک کی مصنوعات ہیں اور یہ مصنوعات توہینِ رسالت کے واقعہ سے پہلے خریدی گئی تھیں۔ اب ان کو زیرِ استعمال رکھا جائے یا نہیں۔؟

جواب: پیسے دیئے ہوئے ہیں، Danish نے آپ پر کوئی احسان تو نہیں کیا ہوا۔ آپ کی ملکیت ہیں۔ جو چیزیں آپ کی ہیں...... وہ Danish کی نہیں رہی ہیں...... انہوں نے بیچ دی ہیں۔ آپ پر احسان نہیں کیا...... وہ آپ کی ہیں...... چاہو تو استعمال کرو۔ چاہو تو Danish Government کو آدھے ریٹ پر واپس کر دو......

سوال: اس سوال کا جواب بلال قطب دیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ In this time of multimedia, pictures and paintings are prohibited in Islam. How will Islam progress in technology...?

جواب: بلال قطب:۔ پروفیسر صاحب نے جیسے ابھی کہا کہ ان کو ادراک نہیں ہے کہ مسلمان کتنی محبت رکھتے ہیں اپنے خدا اور اس کے رسول ﷺ سے...... تو یہ بات تشبیہاً کسی زمرے میں نہیں ہے، یہ بات اتنی ہی سچ ہے...... کیونکہ ایک بات ذہن میں رکھیئے کہ اگر آپ کو intellectuat بات کرنی ہو، socio-eonomical, political, gender کی بات کرنی ہو، کسی بھی موضوع پر آپ کو بات کرنی ہو تو آپ اسلام کو اپنا حوالہ بنا کر بات کر سکتے ہیں۔ ہندو اگر ان موضوعات پر بات کرنا چاہے گا تو اُس کے پاس religion میں اتنی depth نہیں ہے کہ وہ اس موضوع پر بات کر سکے۔ Christianity میں اتنی depth نہیں ہے کہ وہ ان موضوعات پر، metaphysical issues پر، time and space پر، اپنے religion کے حوالے سے بات کر سکیں اس لئے وہ کرتے ہی نہیں ہیں۔ اس لیے ان کا کوئی ایسا intellect develop ہوا بھی نہیں ہے، مجھے اپنے تجربے سے یہی لگتا ہے۔ سو اگر ان کو کوئی ایسی بات بتائی جائے تو اُن کی سمجھ میں آتی بھی نہیں ہے۔

جہاں تک معاملہ ہے تصویر بنانے کا، ایک تو ہم اس بات کو منسوب کر سکتے ہیں رسول پاک ﷺ کی حدیث سے لیکن میرا یہ اپنا خیال ہے کہ اس بات کو صرف یہاں تک نہیں دیکھنا چاہیے کہ تصویر کشی جو ہے وہ چونکہ رسول پاک ﷺ نے کہا کہ پردہ یہاں سے ہٹا دو تو ہم کہیں کہ تصویر کا concept بس یہاں تک محدود ہے۔ میرے خیال میں یہ سارا معاملہ فلسفۂ جمالیات کا ہے، Philosophy of aesthetic کا ہے۔ اس کو اس حوالے سے دیکھنا چاہیے۔ اگر آپ Greeks کا زمانہ دیکھیں تو اُن کے ہاں جو فلسفہ تھا حسنِ جمالیات کا، اُس میں جو elite کلاس تھی، جو بادشاہوں کی کلاس تھی، اُس میں ہر اُس چیز کو aesthetical یا جمال سمجھا جاتا تھا جو اُن کے نفس کو تسکین دے...... ہر وہ شے حسین ہے جو تسکینِ نفس دے رہی ہے...... ان کے ہاں یہ فلاسفی ہے کہ جو چیز آپ کی desire کو satisfy کرتی ہے۔ وہ aesthetical ہے، وہ خوبصورت ہے اسی لیے elite میں یا جو kings کے cultures ہیں اُن میں incest relationships جو ہیں، باپ کا بیٹی سے، بیٹے کا ماں سے، جائز قرار پاتے تھے۔ وہ اس لیے کہ ایک بادشاہ کو اگر اپنی

Marfat.com

بھن میں اپنی جبلت کی تسکین نظر آتی تھی تو اُس کو اِسی میں حُسن نظر آتا تھا اور وہ اُسی کو حسین سمجھتا تھا۔ یہ ایک کلاس تھی جن کے ہاں یہ فلسفہ تھا...... دوسری جو کلاس اُس وقت available تھی، وہ تھی Hebrew کی جو کہ حضرتِ موسیٰ کے followers وغیرہ ہیں۔ یہ جو کلاس تھی، جس طرح آج ہم کہتے ہیں، یہ economically غربت کی لائن سے بھی نیچے والے لوگ تھے۔ ان کے ہاں اس زمانے میں جو aesthetic کا یا جو خوبصورتی کا تصور تھا، وہ یہ تھا کہ خوبصورتی اور حسن یہ اُس شے کو مانتے تھے جو اُن کے اور اُنکے تخلیق کرنے والے یعنی creator اور creation کے درمیان جو communication ہے، جو رابطہ ہے، وہ اس کو حُسن مانتے تھے۔ اس لئے اُن کے ہاں جو بھی معاملات aesthetical ہوئے وہ communication between the creator and the creation ہوئے۔

اب آپ ایک سیکنڈ کے لیے ذرا غور کیجئے کہ اگر میں Greeks کی elite class میں سے ہوں جن میں آگسٹائن ہے، Saint Basel ہے، Saint Basu ہے، اگر میں ان لوگوں میں سے ہوں۔ تو میرا حسن کا اور جمالیات کا جو expression بنے گا، میں اپنے جذبات کا جو اظہار کروں گا۔ وہ ایک تصویر سے زیادہ، ایک مرد، عورت یا گھوڑے بلی کی تصویر سے زیادہ اور کیا ہوگا کیونکہ میری تسکین نفس جبلت میں ہے اور انہی چیزوں ہی کی میں تصویر کشی کروں گا۔ اب دوسری طرف جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ جو میری aesthetics ہیں یا جمالیات ہیں، وہ creator اور میرے درمیان کی communication ہے، ہمارے درمیان کا رابطہ ہے۔ اب اس کو آپ تصویر میں کیسے لیکر آئیں گے؟ اس کی تصویر نہیں بن سکتی۔ اسی لیے قرآن میں، میرے خیال میں یہ ذکر نہیں ہے کہ تصویر نہ بناؤ......! لیکن زبور میں آٹھ جگہ ذکر ہے کہ تصویر نہیں بنانی۔ یہ اس وقت کی بات ہے...... اب Hebrews نے بعد کے وقتوں میں، اپنے اُن جذبات کے اظہار کے لئے expression develop کیا، اس میں تو انہوں نے جیومیٹری کو adopt کیا...... جیومیٹری mathematics کی ایک صنف ہے، اس لیے ان کا جمالیات کا تصور تصویروں میں نہیں آیا، وہ proportions کے اندر آیا، جومیٹری کے اندر آیا۔ اسی لیے اگر آپ مسلمانوں میں دیکھو تو، جومیٹری کی proportions کے ساتھ جو sciences بنیں یا جو architecture بنا یا آرٹ بنا، وہ کمال کو پہنچا...... اسی لیے آج بھی اگر آپ غور کرو تو آرٹ کی اپنی کوئی morality نہیں ہے لیکن جب ایک مسلمان اپنا expression دینا چاہتا ہے آج بھی، تو آپ مسجدوں کو دیکھو! بادشاہی مسجد کو دیکھو! اس میں جومیٹری میں golden mean کا ایک اصول استعمال کیا گیا ہے جو کہ انہوں نے تخلیق کیا کیونکہ وہ اس پر کام کر رہے تھے...... وہ figurative ڈرائنگ میں نہیں گئے کیونکہ اس میں expression نہیں تھا۔

مسلمانوں نے golden mean کی جو proportion نکالی وہ ایک اعشاریہ چھ کی تھی...... اگر آپ بادشاہی مسجد کا total area دیکھو تو یہ اتنا بڑا نہیں ہے جتنی بڑی مسجد نظر آتی ہے...... سو انہوں نے جیومٹری کی مدد سے اپنے aesthetic کی تسکین کی۔ انھوں نے جیومٹری کے علم کو استعمال کرتے ہوئے اپنے اس expression کو اتنا perfect کیا کہ یہ باقاعدہ illusion بھی create کرسکتا ہے کہ وہ جگہ اتنی ہے نہیں لیکن لگتی بہت بڑی ہے...... سو

Marfat.com

بنیادی مسئلہ جو ہے، وہ تصویر کا نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ وہ معاملہ ہے کہ آپ کس aesthetical group میں belong کرتے ہیں؟ آپ گروپ A میں belong کرتے ہیں یا گروپ B میں belong کرتے ہیں؟ اگر آپ گروپ B میں belong کرتے ہیں تو آپ کی جو aesthetics ہے وہ، خیالات کی جنگ ہے۔ وہ آپ کی intellectual battle ہے۔ اس کا expression کسی عورت یا مرد کا figure نہیں ہو سکتا۔ اس کا expression اس سے کہیں زیادہ demand کرتا ہے۔ اس لیے ہمارے ہاں culture میں، جو روایت اور جو قدر آئی وہ... geometrical formation تھی...... rather than figurative formation

پروفیسر احمد رفیق: excellent بلال قطب......!

سوال:۔ شکریہ بلال قطب صاحب...... پروفیسر صاحب آپ سے سوال ہے کہ آج کل کے عالموں اور مولویوں سے کیسے بچا جائے اور ساتھ ہی وہ پوچھتے ہیں کہ آج کل تبلیغی جماعت میں عورتوں کی تبلیغی جماعتیں بھی منظم کی جا رہی ہیں۔ قرآن وحدیث کی رو سے کیا عورت گھر سے باہر تبلیغ کے لیے جا سکتی ہے؟

جواب: پہلا تو بڑا سادہ سا طریقہ ہے کہ آپ مولویوں سے ایک ہی حال میں بچ سکتے ہو کہ اُن کی جماعتوں میں جا کر نہ بیٹھو اور تو مجھے کوئی طریقہ نظر نہیں آتا۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو اس صورت میں چُپ کر جائیں کہ آپ تبلیغی ہو جائیں، کوئی اور ہو جائیں، جماعت اسلامی کے ہو جائیں، یعنی آپ کو دن میں پندرہ بیس پارٹیاں بدلنی پڑیں گی مگر میرا خیال ہے کہ یہی ایک طریقہ ہے اُن سے بچنے کا......

دوسری آپ نے عورتوں کی بات کی ہے۔ یہ میں نے بھی دیکھا ہے اور مجھے افسوس ہوتا ہے کہ پہلے یہ جنون، یہ تکلیف، یہ برڈ فلو صرف مردوں تک تھا۔ اب عورتوں تک بھی پہنچ گیا ہے اور باقی یہ کہ عورتیں مردوں کے تقریباً برابر ہیں۔ اگر ابتدائے اسلام میں عورتیں جنگوں میں جا سکتی تھیں، خولہ بنتِ ازور دشمنوں کے لشکر پر حملہ کر سکتی تھیں، ہندہ بنتِ ابو سفیان چوب اکھاڑ کر رومن لشکر کو persue کر سکتی تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سیدہ فاطمہ الزہرہؓ جنگ میں Flourence Nightingale سے بہت پہلے اگر services سرانجام دے سکتی تھیں تو میرا خیال ہے کہ اگر کوئی تبلیغ جائز اور سچی ہو اور عورتیں well-committed ہوں تو اُن کے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اُن کی اپنی fields موجود ہیں، اُن کے اپنے areas موجود ہیں اور زمانے میں بھی مشہور تھا کہ اگر دین سیکھنا ہو تو مدینے کی بوڑھی عورتوں سے سیکھو۔ یہ ضرور میں کہوں گا کہ شاید وہ وقت جب عورتوں کی ذمہ داریوں کا ہوتا ہے، بال بچوں کا، خاوند کا، وہ بچوں کو neglect کر کے نہیں جا سکتی ہیں Perhaps these are those women who don't have any belongings تو اُن کے جانے میں تو کوئی حرج نہیں ہے......

سوال: گوجر خان کے دوست آپ سے پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ آپ گوجر خان کے لوگوں کو خاص وقت نہیں دیتے اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے۔

جواب: اتفاق یہ دیکھئے کہ کل ہی کی بات ہے، کہ میرے ایک دوست آئے، وہ ابھی یہاں پر تشریف فرما بھی ہوں گے تو وہ

Marfat.com

مجھے کسی دوسرے شہر کا کوئی واقعہ سنا رہے تھے۔ وہاں گوجر خان کے کچھ احباب بھی گئے ہوئے تھے تو کسی نے میرے ان دوست سے پوچھا کہ پروفیسر صاحب اُدھر ہیں اور وہ ہمارے اُستاد ہیں۔ اُنھوں نے کہا: ''اچھا وہ تو جادوگر ہیں''...... خواتین و حضرات! اگر میرا شہر مجھ سے یہ کرے گا۔ تو میں بھی اُن سے یہی کروں گا......

سوال: اسلام کا عرب پس منظر background کیا ہے کیونکہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن میں صرف یہودیت یا عیسائیت کا ذکر ہے جو کہ عرب کے پڑوسی مذاہب تھے لیکن بدھ مت اور ہندو مت جو نہایت پرانے مذاہب تھے ان کی مثال نہیں دی گئی اور ہندو کلچر، کا بھی ہمیں کہیں ذکر نہیں ملتا۔

جواب: میرا تو خیال یہ نہیں ہے۔ چونکہ ہر قوم کا area ہوتا ہے۔ اُس کی working details ہوتی ہیں۔ اُس کی جان پہچان کے ذرائع ہیں۔ جن areas میں اسلام آیا، جن areas میں یہ message گیا زیادہ تر وہ لوگ تاجر تھے۔ بلکہ دو، چار احادیث ایسی بھی ہیں جن میں اصحابِ رسول ﷺ نے ہندوستان کے واقعات بھی سنائے ہیں بلکہ اسی میں جاسوسہ کی بھی حدیث موجود ہے، جو سراندیپ سے پرے، کسی ساحل کی ہے، تو ایسی cultural mix-ups کی بہت سی باتیں ہوتی ہوں گی۔ مگر شاید رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قرآن حکیم کو اس سختی سے یا اس احتیاط سے پڑھایا جارہا تھا کہ اُن میں فالتو باتوں کی گنجائش بہت کم تھی، اس لئے اس کو عرب culture تو نہیں کہنا چاہیے اگرچہ قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ زبان جس میں ہم نے قرآن کو اتارا ہے، یہ most sophisticated زبان ہے۔ ''عربی مبین'' ہے، واضح ہے۔ اس میں مطالب کا کوئی confusion نہیں ہے۔ اس کے باوجود میرا خیال یہ ہے کہ language میں بھی دوسرے الفاظ کی کچھ آمیزش موجود ہے، واقعات میں بھی احادیث میں بھی تھوڑی بہت آمیزش موجود ہے، مگر اتنی کثرت سے نہیں ہے، مسافرت کے انداز جدا ہوتے تھے اور وصالِ امت اتنا زیادہ نہیں تھا کہ مختلف علاقوں کے لوگ اتنی کثرت سے ملا کرتے......

اس سے آگے جا کر شاید مصر میں، چونکہ وہ تجارت کا ایک گھر تھا یا بحرین میں، یا یونان کے اُن علاقوں میں جہاں بحریہ تھا جیسے ایلیا تھا جسے آپ Troy کے نام سے جانتے ہو...... یہ بڑے بڑے بحری مراکز تھے جہاں businesses ہوتے تھے وہاں اس قسم کا mixture تو possible تھا مگر اتنا پیچھے ہٹ کر جیسے مکہ اور مدینہ تھا civilization was almost be raft of every unnatural fact of the other nations اس لیے وہ effect نہیں آیا مگر ایک بات آپ کو وضاحت سے بتا دوں کہ وہ عرب culture جو ہُبل لایا ہے وہ Apollo کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔ عربوں کا اپنا کوئی دیوتا نہیں تھا۔ جس خدا کو یہ پوجتے تھے وہ Apollo ہے۔ ہُبل Apollo ہے...... جو Crete کے ذریعے عرب تک آیا ہے۔ اسی طرح Astharthe ہے جسے عرب میں اشطار کہتے ہیں جو ملکہء سبا کی پروردگار دیوی ہے، جس کو Divine image کہتے ہیں اور جو زرخیزی کی goddess ہے، پیدائش کی goddess ہے۔ اُس کا بھی ذکر آیا ہے۔ پھر خدا نے خود قرآن میں اُن قوموں کا، اُن بتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس عرب سوسائٹی میں موجود تھے تو عرب سوسائٹی کے جتنے دیوی، دیوتا تھے، یہ روم و یونان سے چل کر آئے ہوئے تھے اور اس لحاظ سے ان میں ایک پوری علاقائی

Marfat.com

وحدت کا نشان تو موجود تھا البتہ ہندوستان میں شاید دوری حائل تھی یا وہاں سے تجارت بہت کم تھی تو اس کا mention کبھی کبھی ہوتا ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ farthest limit جو اسلام میں تھی وہ چین کی تھی، اسی لئے حضور ﷺ نے حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ علم حاصل کرو خواہ چین ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ صحرائے گوبی، دور دراز کا علاقہ، پانچ ہزار میل لمبا صحرا Manchu dynasty اور Mongol dynasty جو اس پر rule کر رہی تھی، اس کا ذکر ہمیں وہاں عربی تاریخ میں بھی ملتا ہے مگر کثرت سے نہیں ملتا مگر قرآن میں ایک آیت یہ ہے کہ ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا، ایک پیغام دینے والا بھیجا اور اسی قوم کی زبان میں بھیجا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (ابراھیم 4:14)

ہم نے کسی قوم کو تباہ نہیں کیا جب تک ان میں ایک پیغمبر نہیں بھیج دیا اور اُس پیغمبر کی خوبی یہ تھی کہ وہ اُسی قوم کی زبان میں تھا......تو ظاہر ہے کہ مہاتما سدھارتھا اور بُدھا ہوں یا جینا ہوں یا کرشنا ہوں...... بلکہ اگر آپ یقین جانیے تو راما چندرا اور کرشنا کی لائف ہسٹری میں سے اگر ہندووانہ روش نکال دی جائے جو بعد میں add ہوئی تو اُن کی زندگیوں کے خاکے پیغمبرانہ ہیں۔ خاص طور پر "رام چندر" جو ہیں، وہ قریباً قریباً ایک پیغمبرانہ خصائل کے مالک ہیں جن کو بعد میں ہندووانہ طرائق نے خراب کر دیا اور وہ اتنی جلدی خراب کر دیتے ہیں کہ مہاتما بُدھ کے آٹھ اعتدال کے rules ہیں جیسے ہمارے رسول ﷺ نے آٹھ اعتدال کی احادیث دی ہیں مگر اگر آپ غور کیجئے تو چندر گپت موریہ کے زمانے سے لے کر اتنا وقت نہیں بنا مگر جونہی سمندر گپت کے بیٹے اشوکا نے کالنگا کی فتح کے بعد بدھ مت کو قبول کیا، تو اس کا سب سے پہلا کام بدھ مت کو corrupt کرنا تھا۔

بدھ مت میں خدا کا کوئی واضح تصور نہیں تھا۔ بُدھا نے کبھی اس ڈر کے مارے اللہ کا نام نہیں لیا کہ وہ جو نام بھی لیتا، وہ ہندوؤں کی ڈکشنری میں کسی god کا نام ہوتا تھا He did not mention the name of God بلکہ اُسے ایک تصور کی طرح پوجتا رہا مگر جونہی مہاتما بُدھ کو اشوکا نے اپنایا، سب سے پہلے دو گروپ بدھ مت میں بن گئے وہ ہنایان اور مہایان تھے۔ بدھ مت میں تو حید پرستی تھی اور کوئی بت کی پرستش نہیں کرتا تھا مگر اشوکا کی قبولیت کے ساتھ ہی بدھ مت corrupt ہو گیا اور مہایان فرقے نے بتوں کی عبادت قبول کی اور ہندوؤں نے بدھا کو اپنے پیغمبر کے طور پر قبول کر لیا اور ایک دور کا نام بھی بدستور اوتار رکھ دیا۔ اب یہ وہ صورتحال ہے جو باقی مذاہب میں بہت جلدی جلدی پیدا ہوئی مگر عرب اگرچہ موحد تھے اور بڑے متقی اور سخت قسم کے مواحد تھے، اسرائیلی موحد تھے مگر ان میں ایک المیہ تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اب اللہ اتنا بڑا بھی تو نہیں ہے کہ سارے کام اکیلا ہی کرے۔ تو دو چار add کر لینے ٹھیک ہیں...... یہ اُن کا concept ہے۔

سوال:۔ یا علی مدد، مولیٰ علی مشکل کشا، یا رسول اللہ کیا یہ باتیں شرک کے زُمرے میں آتی ہیں؟ قرآن اور حدیث کے حوالے سے اس پر روشنی ڈالیے۔ ساتھ ہی پوچھتے ہیں کہ آج کل جو پیروں، فقیروں اور اللہ کے ولیوں سے مدد مانگتے ہیں اور مختلف جگہوں سے بیعت ہوتے ہیں کیا یہ جائز ہے اگر یہ جائز ہے؟ تو آپ اپنے مریدوں کو کیوں بیعت نہیں کرتے؟

جواب:۔کوئی میرا مرید ہوگا تو بیعت کروں گا...... اور دوسری بات یہ ہے صاحب......! کہ پکارنا بذلتہٖ کسی قسم کا کوئی crime نہیں ہے......پکارنا......تاریخ میں اس کو ہم dramatics میں کہتے ہیں کہ کسی پُرانے character کو اگر بُلانا ہو تو ہم اُسے پکار کہتے ہیں...... بعض اوقات dramatics میں یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی بڑی قریبی ہستی کو جب ڈرامائی انداز میں پیش کرتے ہیں تو اسے ایک بالکل straight لہجے میں پکارتے ہیں۔اب پکارنے میں تو کوئی حرج نہیں۔باقی رہا کہ وہ مدد کرتے ہیں، جواب دیتے ہیں، وہ کیا کرتے ہیں؟ سچ بات آپ کو بتادوں کہ مجھے تو اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔

بعض اوقات یہ ساری چیخ و پکار ایک wasteful activity لگتی ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ یہ پکار تب جائز ہے، اگر اد پر والا آپ کی پکار نہ سنے۔اگر اللہ نہ سنے اور اُس کا رسول ﷺ آپ کی آواز نہ سُنے۔میں نے آپ کو مثال دی تھی کہ سلطان صلاح الدین نے جو قتل کیا، وہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے نام کے reference کی وجہ سے کیا تھا کہ اس خاتون نے پکارا تھا:''واحمداہ''......! کہ یا محمد ﷺ آپ کہاں ہو......؟ ہماری خبر گیری کرو......تو crusades کے سارے واقعے میں بڑے بڑے علماء نے یہ واقعہ لکھا مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ یہ''واحمداہ'' پکارنا غلط تھا۔یہ کسی نے نہیں لکھا، بلکہ مصیبت میں، کرب میں، تکلیف میں، اپنے کسی بڑے عزیز کو پکارنا بڑا natural لگتا ہے۔اب اگلا جواب دے گا کہ نہیں دے گا، یہ اس کی مرضی ہے......تو میرا خیال یہ ہے کہ اپنی different tendency ہوتی ہے، مجھے تو امید ہے کہ اللہ سے جواب مل جاتا ہے، اپنے رسول کی شفاعت نصیب ہو جاتی ہے اس لئے اگر اس level پر آنا ہو تو ٹھیک ہے، نہ آنا ہو تو بہر حال ان کو شرک کی باتیں نہیں کہا جاسکتا......

اگر اس شخص سے جو یا علیؓ مدد کہہ رہا ہے، پوچھو کہ اللہ کون ہے؟ کتنے ہیں؟ تو وہ کہے گا: ایک......اُس سے پوچھو کہ کیا علیؓ اللہ ہے، وہ کہے گا نہیں......تو پھر اُس کے بعد اُس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا مگر مانگنا، صدا دینا حدیثِ قدسی سے ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے فضاؤں میں معمولات میں موجود ہوتے ہیں۔اُن کو رجالِ غیب کہتے ہیں اور جب کوئی شخص گم ہو جائے، اس کو رستہ نہ ملے یا کسی کو مدد نہ ملے تو یہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ وہ پکار کے کہے:

''اَعِینُونِی یَا عِبَادَ اللہِ''

(اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔)

تو کوئی نہ کوئی پہنچ جاتا ہے اور مدد ہو جاتی ہے یہ حدیث نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے نقل کی جو کٹر اہلِ حدیث ہیں اور اس کی تصدیق یہ کی کہ دریائے نربدا میں میری بہلی پھنس گئی اور ہمارے پاس کوئی رستہ نہیں تھا اُس بہلی کو نکالنے کا، تو میں ساحل پر جا کر کھڑا ہو گیا اور پیچھے مڑے بغیر اونچی آواز میں یہ کہا: اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ پیچھے پلٹ کر دیکھا تو میرا سارا چھکڑا جو تھا، وہ ریت پر کھڑا تھا اور دریا سے نکل آیا تھا۔یہ چونکہ نواب صدیق حسن خان کی شہادت ہے، جو اہل حدیث کے منبع و مرکز ہیں پاکستان میں......اسی لیے آپ اُن سے تصدیق کروا سکتے ہیں۔

سوال: اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھنے میں کیا چیز رکاوٹ بنتی ہے؟

Marfat.com

جواب: میرے اپنے شک وشبہات، میری اپنی بے یقینی...... میں تو اللہ کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں

وہ کچھ اس طرح سے آئے مجھے اس طرح سے دیکھا

میری آرزو سے کمتر، میری تاب سے زیادہ

میں تو یہ جانتا ہوں کہ اللہ ہم سے پہلے ہمیں تلاش کرتا ہے جیسے بایزید بُسطامی نے کہا: ''جب میں نے اسے تلاش کرلیا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھ سے پہلے میری تلاش میں تھا''۔

خداوندِ کریم کو اس زمین پر کسی چیز کی تلاش تو ہے، ناں، ''مُستَقَرٌ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِین'' تو ہے، ناں۔ یہاں ٹھہرو، کچھ فائدہ ہے۔ کچھ اللہ کا مقصد تو ہے، ناں، اس زمین پر...... کچھ لوگوں کو تخلیق تو کیا ہے، کچھ لوگوں کو تعلیم بھی دی ہے۔ اگر پوری تخلیقات سے ایک ہی مقصد مراد ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر 3:76)

(بے شک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا یا ناشکری کرتا۔)

کہ تمہیں سارا عقل وشعور ہی اسی لیے بخشا ہے چاہو تو ہمیں مانو، چاہو تو انکار کردو...... تو خواتین وحضرات! جس نے voluntarily، محبت وخوشی سے اللہ کو چاہا، اللہ کو پیار کیا، اللہ سے محبت کی...... کیسے......؟

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرۃ 200:2)

(تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ......)

ایسے جیسے آباؤ اجداد کو یاد کیا...... جیسے اپنے پیاروں کو یاد کیا...... اپنے اہلِ محبت کو یاد کیا...... اگر کسی نے ایسے یاد کیا تو خدا اُس کو بھی تو محبت ہی لوٹا دیں گے۔ خدا اُس سے کیسے نفرت کرسکتا ہے جو شبِ درازِ تہجد میں اُس کے لئے آنسو بہا رہا ہے، خدا اُس سے کیسے پیچھے ہٹ سکتا ہے......؟

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرۃ 152:2)

(تو میری یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔)

اللہ پر کسی قسم کے عُجب کا، کسی قسم کے اجتناب کا گمان کرنا غیر انسانی ہے، غیر الٰہیاتی ہے۔ جب بھی اُسے چاہو گے میرا خیال ہے کسی اور کو تو یہ مصرعہ سوٹ نہیں کرتا لیکن اللہ کو تو ضرور کرتا ہے۔

میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

مجھے پکار کر تو دیکھو...... ورنہ اتنی زیادہ توبہ کی گنجائش نہ رکھتا۔ اگر اُسے آپ کی چاہت عزیز نہ ہوتی، آپ سے اُنس اور محبت نہ ہوتی، آپ کیلئے اس کا دامانِ رحمت کشادہ نہ ہوتا تو دو یا تین دفعہ سے بڑھ کر توبہ کا چانس نہ ملتا مگر یہ لا انتہا توبہ کے chances جو آپ کو ملے ہوئے ہیں، سکرات تک اللہ کے حضور توبہ کرسکتا ہے تو کیا اللہ اُس سے نفرت کرسکتا ہے؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ اللہ سے بدگمانی ہے اور کم از کم میری خواہش ہے کہ میرے احباب اس بدگمانی سے بچے رہیں۔ اپنا وجود، اپنا self کسی کو بیچ دیں کسی چیز کے عوض:

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اَلھِمْنِی رُشدِی وَاَعِذنِی مِن شَرِّ نَفسِی

(اے اللہ ہمیں الہام کر خیر اور ہمیں نفس کے شر سے بچا۔)

جب میں کسی کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں تو میری آرزو ہوتی ہے کہ میرا یہ اُستاد مجھے الہامِ خیر دے اور میرے نفس کے شر سے بچنے کی کوئی technology دے دے اور اس تمام سلسلے کے عوض کی میں اپنی آزادی، اپنے تمام کام کاج، اپنے مرشد کے ہاتھ بیچتا ہوں۔ اہلِ چشت کہا کرتے تھے کہ ہم بیعت کیلئے ضرور آپ کا سر منڈوائیں گے۔ پھر اُن سے پوچھا گیا کیوں سر منڈواؤ گے تو کہا کرتے تھے کہ یہ قربانی کا اصول نہیں ہے کیا:

وَلَا تَحلِقُو رُءُوسَکُم حتّٰی یَبلُغَ الھَدیُ مَحِلّہٗ (البقرۃ 196:2)

اب ان کے پاس اچھا بھلا handsome بالوں والا نوجوان جاتا اور ٹُنڈ مُنڈ ہو کر واپس آجاتا تھا...... ظاہر ہے کہ اب ایسا کوئی جوان نہیں ہے۔ جس کو میں بیعت کرنے کے ساتھ اہلِ چشت کا اصول روا رکھوں۔ کوئی بھی آدمی بال اتروانا نہیں پسند کرے گا...... بلکہ الٹا میں تو ڈاکٹر ڈھونڈ رہا ہوں...... کہ کچھ گنجے سروں کو بال لگوا دوں......

میرے نزدیک بیعت مشورہ ہے...... اچھا مشورہ...... قرآن میں اللہ نے کہا ہے کہ جس نے اچھا مشورہ دیا وہ ثواب میں شریک ہے، جس نے غلط مشورہ دیا، وہ اُس کی خطا میں شریک ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیعت کا مقصد بھی یہی تھا۔ لوگوں کو آزاد چھوڑنا چاہیے، اُن کو خود سوچنا چاہیے...... میں انگلینڈ میں تھا تو ایک انگریز پروفیسر نے کہا کہ پروفیسر! Do you want me to convert آپ چاہتے ہو کہ میں دین بدل لوں؟ میں نے کہا...... No میرے پاس تو بڑے مسلمان ہیں...... تم آؤ! تم انہیں convert کر کے لے جاؤ۔ کچھ آبادی کم ہو گی، ناں...... میں تو نہیں چاہتا کہ تم convert ہو۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم سوچو، تم غور کرو۔ آپ یقین جانیے، کہ یہ کوشش جو ہم کرتے ہیں، سال کے سال کرتے ہیں، شب و روز کرتے ہیں۔ یہ اُس اُکساہٹ کے لئے ہے، جو آپ کے ذہن میں پیدا ہو...... دین کے بارے میں جو تساہل ہے وہ ہٹ جائے اور آپ سوچو۔ اپنی زندگی کے مقاصد سوچو، فلسفہ، ترجیحات پر سوچو۔ ہم کیوں آئے......؟ کدھر جائیں گے......؟ کتنا عرصہ یہاں ہے......؟ کتنا وہاں ہے......؟ سوچو......! میں سمجھتا ہوں کہ جس نے آپ کو بہتر سوچ دے دی وہ آپ کے ثواب میں شریک ہے۔ اپنے تجربے کی بناء پر، اپنے خیال کی بناء پر جس نے آپ کو راہ راست کی سوچ دے دی وہ ایک بہتر اُستاد ہے نسبتاً اُس کے جس کی آپ نے بیعت کی اور اُس نے زندگی بھر اپنے آپ کو بھی جاہل رکھا اور آپکو بھی مجہول رکھا......!

سوال: آپ نے اپنی کتاب ''پسِ حجاب'' میں لکھا ہے کہ دورِ حاضر کے کچھ معروف علمائے دین کی کوششیں لاحاصل ہیں تو پھر انہیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں؟ اس بارے میں ذہن میں بہت اُلجھن ہے۔

جواب: اُن کو صرف مذہب پر ترس کھانا چاہئے، اور بہت activities ہیں۔ اُن کو M.B.A کر لینا چاہیے۔ بینک میں نوکری کر سکتے ہیں۔ بڑے کام ہیں کرنے کو...... وہ مجھے بھی یہ مشورہ دے سکتے ہیں، کہ افادیت کے لحاظ سے یہ فیصلہ ہو گیا ناں، کہ کون کس شعبے کو سوٹ کرتا ہے۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ ان میں سے ایک کو میں نے اسی محرم کے زمانے میں دس پرت

Marfat.com

بدلتے دیکھا ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ He is a good actor . I think he should apply for Hollywood.

سوال: قرآن کے حوالے سے ولایت کی کیا حقیقت ہے؟ برائے کرم مجدد کے بارے میں کچھ فرمائیں۔کیا آپ کے خیال میں دورِ حاضر میں مسلم اُمہ کو ایک مجدد کی ضرورت ہے۔؟

جواب: جی ہاں۔میرے خیال میں نہ صرف مجدد کی ضرورت ہے بلکہ شاید میرا گمان ہے، یقین بھی ہے کہ چونکہ وقت اس طرح کا ہے جیسے رسول اکرم ﷺ نے بتایا تھا کہ ہر صدی کے اوائل میں اور اواخر میں ایک اُمت کے مجدد کا ظہور ضرور ہوگا جو تعلیم دین کو از سرِ نو revive کرے گا۔اُس کو ابلاغ سے اور بہت ساری غلطیوں سے پاک کرے گا اور دین کے دونوں حصوں یعنی باطنی اور ظاہری کی وضاحت کرے گا......تو مجدد کا تو کوئی وقت بھی ہوسکتا ہے اور کسی امت کے لحاظ سے......مگر آجکل کے زمانے میں بڑا problem یہ پڑ گیا ہے کہ ابھی لوگ مجدد کو تلاش نہیں کر رہے۔لوگ مہدی ءِ آخرِ زمان کو تلاش کر رہے ہیں اور ابھی مسلمانوں میں ایک انتقام کا احساس پیدا ہو رہا ہے مگر وہ اس احساس کو لڑنا چاہتے ہیں......میرے feelings یہ ہیں کہ مسلمان باوجود ہر کمزوری کے لڑنا چاہتا ہے مگر اُس کو سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہمیں لڑانے والا کون ہو گا......obviously یورپ میں بھی اور مسلمانوں میں بھی......! یورپ تو ایک Anti-Christ کی خبر رکھتا ہے اور مسلمان ایک مہدی ءِ منتظر کی تلاش میں ہیں......اور جو مہدی ءِ منتظر ہوگا اُس میں ایک نہیں تین offices جمع ہو جائیں گے کہ ولایت بھی شامل ہو جائے گی، وہ قطب الاقطاب بھی ہوگا، غوثِ زمانہ بھی ہوگا اور مجددِ وقت بھی ہوگا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب ہوگا......؟ بقول قادری صاحب سات سو ساٹھ سال کے بعد ہوگا......نہ وہ زندہ رہیں گے، نہ ہم زندہ رہیں گے......

سوال: پروفیسر صاحب شورش کاشمیری صاحب کا شعر ہے:

دشمن تو کئی ایک ہیں شہر میں شورش
احباب کے خنجر کا مزہ اور ہی کچھ ہے

یہ احباب کا خنجر ہے۔ہارون رشید صاحب کا سوال ہے......آپ نے گذشتہ صدیوں میں دانشوروں کے کارناموں کا انکار کیا ہے۔تخلیقِ انسان کے حوالے سے ابنِ مسکویہ کا تذکرہ ہم بہت سنتے ہیں جن کو علامہ اقبال نے بھی اپنے لیکچر میں quote کیا ہے۔اس طرح اور بھی بہت سارے نام ہوں گے۔ہم کس طرح ان کے کارناموں سے انکار کر سکتے ہیں؟

جواب: خواتین وحضرات! سوال تو بہت اچھا ہے مگر میں جو سوال کر رہا تھا وہ، وہ سوال نہیں ہے......ابنِ حیان نے کیمسٹری میں بڑا کام کیا۔یوسف الخوارزمی نے الجبرا کو دریافت کیا، اُسی کے نام سے الجبرا مشہور ہے۔ہمارے پاس سائنسدان ہیں......میں وہ بات نہیں کر رہا تھا۔جناب ہارون رشید صاحب سے التماس ہے کہ وہ میری اس بات پر غور کریں کہ میں مسلمانوں کی scientific inventions پر غور نہیں کر رہا تھا۔میں تعلیماتِ قرآن کے ایک بحران کی بات کر رہا تھا، کہ وہ باتیں جو انیسویں اور بیسویں صدی میں اعدائے اسلام نے دریافت کیں، وہ تو قرآن پندرہ سو برس

Marfat.com

پہلے کہہ چکا تھا۔ مجھے شکایت ابنِ حیان سے نہیں ہے۔ جابر بن جابر سے نہیں ہے بلکہ مجھے تو اُن علمائے اسلام سے، دانش ورانِ اسلام سے، اُن اولیائے اسلام سے ہے جو قرآن کو پڑھتے رہے، مدتوں پڑھاتے رہے مگر انہوں نے قرآن کی آیات پر اعتبار نہیں کیا۔ اُس کے برعکس انھوں نے اعتبار کیا بطلیموس پر...... فیثاغورث پر...... انھوں نے اُن لوگوں پر اعتبار کیا۔ اگر وہ اُس وقت قرآن کی وضاحت کرتے ہوئے دُنیا کو بتا جاتے کہ دیکھو ٹولیمی یہ کہہ رہا ہے مگر میرا اللہ اور میرا رسول ﷺ یہ کہہ رہے ہیں، تو آج آپ کے نام سے وہ دریافتیں منسوب ہوتیں......

سوال: قرآن، توریت اور زبور آسمانی خدائی کتب ہیں پھر توریت زبور وغیرہ کیسے change ہوگئیں، اگر توریت وغیرہ تبدیل ہو چکی ہیں تو پھر علمی بحث میں ان آیات کو بطور reference کیونکر پیش کر سکتے ہیں؟

جواب: یہ بڑی معمولی سی بات ہے کہ ہم دیکھتے یہ ہیں کہ کتاب کے standard of judgement کیا ہیں؟ کتاب کیسے check کرتے ہیں؟ کیسے ہم اس کو پرکھیں گے؟ قرآن کا جوراوی ہے وہ خود اللہ ہے، زبانِ رسول اللہ ﷺ سے قرآن کا نزول ہوا ہے اور لفظ اللہ کے ہیں، اُن کی صداقت کا خود اللہ گواہ ہے، انسان گواہ ہے، زمانہ گواہ ہے اور آج تک اُس کی صداقت کی گواہی چلی آرہی ہے۔ اگر بائبل کو دیکھیں تو بائبل میں ایک لفظ بھی directly طلوع نہیں ہو رہا بلکہ حضرت عیسیٰؑ کی جو تمام باتیں ہیں وہ حواریون نے نقل کی ہیں۔ پطرس، یوحنا، مرقس، متی لوقا...... یہ باتیں بتا رہے ہیں۔ باتیں بتانے اور carry کرنے میں ستر برس کا عرصہ لگا ہے۔ یہ first hand informations نہیں ہیں۔ اس کے standardization میں ہمیں questions ہوتے ہیں۔ اسی لئے خداوندِ کریم کہتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ زمان ومکاں کے ساتھ ساتھ memory collapse کے ساتھ ساتھ بدلنے شروع ہوئے اور خدا خود الزام دیتا ہے:

ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن ، بَعدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُم يَعلَمُونَ ، (البقرة 2:75)

(پھر بدل دیتے تھے اسے خوب سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر۔)

کہ انہوں نے تحریف کر دی، مطالب بدل دیئے، نوعیت change ہوگئی، اس لیے ہم اُن پر اعتبار نہیں کرتے۔

سوال: یہ بہت ہی خوبصورت سوال ہے۔ سیدِ ہجویرؒ کا کیفیتِ اضطراب میں سماع سننا اور ان کے اُستاد کا یہ فرمانا کہ اگر تو نے اضطراب میں سماع ڈھونڈا تو تُو اگلی منزلِ فکر تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگلی منزل تک پہنچنے کے لئے کیفیاتِ اضطراب میں کیا کیا جائے؟

جواب: حضراتِ گرامی! تمام علمی حرکت میں ایک pattern of mind سے دوسرے pattern of mind کو جانے کا نام تصوف ہے۔ مگر جیسے ہم ایک درجہء علم سے دوسرے درجہء علم کو جاتے ہیں، دنیاوی فراستوں میں جاتے ہیں، یونیورسٹیوں میں، کالجوں میں جاتے ہیں تو جب یہ تعلیم ختم ہو جاتی ہے تو حصولِ خداوند کیلئے یا محبتِ الٰہیہ کیلئے، جب ہم ایک Mental stage جسے توقع یا مراد کہہ لو یا بے چینی یا اضطراب کہہ لو، جب ہم اُس stage سے آگے نکل جاتے ہیں تو پہلی stage کو conquest سمجھا جاتا ہے، فتح سمجھا جاتا ہے، اس پر رسوخ سمجھا جاتا ہے۔ اگر ہم وہ نہ حاصل کر سکیں تو ہم اُسی stage پر stuck up ہو جاتے ہیں۔ سیدِ ہجویرؒ کا کہنا ہے کہ اگر خدا کی تلاش میں دنیاوی آلات کا آسرا لو گے تو پھر

انہی مقامات پر قید ہو جاؤ گے اور اپنے حالات وقلوب سے آگے نہیں بڑھ سکو گے۔ اس لیے کہ تصوف ہر اس اگلی منزلِ عقل کا نام ہے جو آپ کو اللہ سے، عقل سے اور الہام ذات سے قریب کر دیتی ہے اور یہ بڑے اُستادوں کی صفات رہی ہیں، ماشآ ءَ اللہُ لا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللہِ تصوف میں تمام مقاماتِ درجات مقاماتِ علیہ ہیں اس لئے کہ قرآنِ حکیم میں بھی اللہ نے علم پر درجات رکھے ہیں:

نَرفَعُ دَرَجٰتٍ مَّن نَّشَآ ءُ وَفَوقَ کُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیمٌ (یوسف 76:12)

(کہ جسے چاہتے ہیں بزرگ و برتر کرتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔)

سوال: سات زمینوں اور آسمانوں کے حوالے سے ابنِ عباسؓ کے الفاظ کے مطابق میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی ہوں یعنی دوسری زمین پر بھی...... سوال یہ ہے کہ ایک ہی انسان مختلف جگہوں پر کیونکر ہوگا؟ کیا بنیادی جبلتوں کا فرق رکھا گیا ہے یا مختلف judgement of capacities کی بات ہے......

جواب: ڈاکٹر عبدالجلیل، استاد کی اجازت سے میں عرض کروں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ بالکل ایسے جیسے یہ سات آسمان ہیں ویسی ہی سات زمینیں ہیں اور اُن پر اللہ کا امر اُترتا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہاں پر زندگی ہے، وہاں پر رسالت ہے، وہاں پر ساری accountabilities ایسے ہی ہیں جیسے یہاں ہیں...... اور آگے جو اُن کے الفاظ ہیں، تفسیرِ عبداللہ بن عباسؓ کے عربی addition میں کہ اگر میں تمہیں وہ سب کچھ بتا دوں تو تم ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ جو اُستاد نے بات کی، یہ اصل میں اشارہ ہے کہ شاید میں وہاں بھی موجود ہوں، یہاں بھی موجود ہوں......

Theoretical Physics میں یہ بات Without any dispute agreed ہو چکی ہے اور اس پر ماہرینِ Physics کا اتفاق موجود ہے کہ parallel universes موجود ہیں...... میں کہاں تک آپ کو explain کر سکوں گا I really don't know لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ parallel universes موجود ہیں اور دو parallel universes تک کوئی اختلاف نہیں ہے۔ Third parallel universe پر کچھ لوگ agree کرتے ہیں، کچھ نہیں کرتے۔ اس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ جس طرح ہم یہاں بیٹھے ہیں، جیسے میں یہاں بیٹھا آپ سے بات کر رہا ہوں، ایسے ہی ممکن ہے کہ کسی اور dimension میں میرے ہی جیسا ایک آدمی بیٹھا...... ایسے ہی بات کر رہا ہو...... ممکن ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ مزید بات نہ کروں اور خاموش ہو جائے اور میں بات کرتا چلا جاؤں۔ اس کو explain کرنا، الفاظ میں لانا، phraseology میں لانا خاصا مشکل ہوگا۔ یہ terminology ایک special سائنس کی ہے۔ آپ اُس کو اس طرح یاد رکھ لیں کہ کائنات میں مختلف جہتوں میں اس ایک کائنات کی مزید مثالیں بھی موجود ہیں اور علامہ اقبال نے رحمۃ اللعالمین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بھی یہ اشارہ کیا کہ اگر کہیں کسی سیارے پر کوئی مخلوق ہوئی اور وہاں پر رسالت ہوئی تو خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آقا ہی کی ذات وہاں پر رحمۃ اللعالمین اور خاتم النبیین ہو گی۔ تو parallel universes بنیادی طور پر کائنات کی مثالی کائنات کچھ ایسی

میں ہے، جو ہمارے فہم اور ادراک میں آنا ذرا مشکل ہے۔ dimensions

سوال: امریکہ میں ایک خاتون نے نماز کی امامت کرائی۔ اس حوالے سے کچھ بتائیے؟

جواب: ہم نے ویسے اصولاً دیکھا ہے کہ ہماری تو ساری زندگی عورتیں ہی امامت کراتی ہیں مگر امامت میں فرق ہوتا ہے۔ ایک ظاہری امامت، ایک باطنی امامت...... میرا خیال ہے کہ باطنی امامت تو اب بھی عورت کے ہاتھ میں ہے۔ ظاہراً کبھی کبھی گڑبڑ ہو جاتی ہے......! اصل میں عورت کی امامت میں مجھے تو کوئی خاص فرق نہیں لگتا، بہر حال مرد اور عورت میں کوئی اس قسم کے اظہارات نہیں ہیں کہ کوئی عورت اتنی junior ہے کہ امامت نہیں کرا سکتی مگر ایک دو باتیں ضرور ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے مرد اور عورت میں ہیں کہ عورت اپنی امامت پر مستقیم نہیں رہ سکتی اور وہ کسی بھی طور پر ایک مستقل امام کا حق نہیں رکھتی تا آنکہ وہ اس عمر کو نہ پہنچ جائے جہاں اُس کی ظاہری کیفیات ختم نہیں ہو جاتیں، اس لیے اگر وہ اپنے جیسی عورتوں کی قیادت کرے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے اور مردوں پر لازم بھی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بہت سارے مرد ایک عورت کی قیادت قبول نہ کریں مگر پاکستان میں جب سے پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور مرد جس طرح محترمہ بینظیر کی قیادت میں جان و تن لٹائے ہوئے ہیں۔ اس سے تو لگتا ہے کہ یہ اُن کی امامت بھی قبول کر لیں گے اور ایسا اس قسم کا کوئی barrier ہمارے اندر نہیں ہے سوائے physical conditions کے کہ ایک عورت مستقل امام نہیں ہو سکتی۔

سوال: پاکستان کے روشن مستقبل کے حوالے سے لوگ بہت اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں لیکن آپ سے سوال ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں پاکستان کے مستقبل کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ پاکستان کا مستقبل ظاہراً تو بہت مخدوش ہے، چینی بہت مہنگی ہے اور ہر اچھی چیز جس پر خدانخواستہ ہمارا دل آ جائے ملک سے غائب بھی ہو جاتی ہے اور اگر آپ نے لیڈر بھی کوئی پسندیدہ چُن لیا ہو تو وہ بھی ملک سے غائب ہو جاتا ہے...... تو حالات ایسے ہیں مگر ملک میں سخت جانی بہت ہے، صبر بہت ہے، ہر قسم کے جبر و استبداد سہنے کے باوجود ملک قائم بھی ہے۔ ہر قسم کے حریف رکھنے کے باوجود ملک قائم ہے، دونوں طرف دشمنانِ اسلام کی کثرت بھی ہے اور ملک محفوظ بھی ہے۔ تمام اندازِ مغرب اس کے خلاف ہیں، پھر بھی یہ محفوظ ہے۔ جب بھی تباہی کے قریب آتا ہے، اللہ میاں اِدھر اُدھر سے کوئی مددگار بھی ڈھونڈ لیتا ہے۔ جب بھی بھوکا، ننگا ہوتا ہے، اللہ میاں امریکہ کو ایک مصیبت ڈال دیتا ہے...... تو لگتا تو ایسے ہی ہے کہ ہر مصیبت کے باوجود پاکستان ملائے اعلیٰ میں کسی کا لاڈلا ضرور ہے اس لئے بچ بھی جاتا ہے اور بچ بھی جائے گا...... اور خواتین و حضرات! یہ بھی ممکن ہے کہ خدا کی مشیت میں یہ کسی کا عذاب بھی ہو، کیونکہ جو میرے علم میں ہے، جو میری معلومات میں ہے کہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کا عذاب بنا کر سمیٹا ہوا ہے، محفوظ کیا ہوا ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے فرمایا نعیم بن حماد نے اُسے quote کیا۔ کتابِ حمادی کی حدیث ہے کہ اہلِ ہند کے مسلمان سب سے پہلے اہلِ کفرِ ہند پر غلبہ پائیں گے اور ان کے روساء اور امراء کو گرفتار کریں گے۔ پھر شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ یہ ہے آپ کا مقدر......

سوال: ایران کے حوالے سے جو موجودہ حالات ہیں تو کیا آپ کے خیال میں اسرائیل یا امریکہ ایران پر حملہ آور ہوگا اور

Marfat.com

حماس کے مستقبل کو آپ کیسا دیکھتے ہیں؟

جواب: دیکھئے حماس پر تو ہر مسلمان کو توقع ہے جو اُن بدبختوں کی ذلتیں، جھڑکیاں سہہ سہہ کے امریکہ سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور توقع تو ہے کہ شاید حماس غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرے، کچھ stand لے مگر میں زیادہ hopeful نہیں ہوں۔ Frankly I tell you, I am not hopeful to Hammas کیونکہ بہرحال حماس وہ پورا ملک اور ساری قیادت امریکی گداگری تھی اور انہی کے مال پر چل رہے تھے۔ الفتح کو پہلے امریکہ سے مال مل رہا تھا۔ اب بھی میں نے دیکھا کہ One or two billion dollars have been paid by America to Alfatah or Hammas اور وہ انکار کر رہے ہیں تو اگر حماس غیرت مند ہے یا اپنی اہلیتوں پر گزارا کر سکتی ہے، تو ابھی تو وقت باقی ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ وہ کیا کرے گی؟

اسرائیل کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ اُس کا تو مقدر ہماری ساری کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ پھر میں آپ سے وہی سوال کروں گا کہ آپ کتنا قرآن کو مانتے ہو اور کتنا رسول کو مانتے ہو اور کتنا بش کو مانتے ہو اور کتنا بلیئر کو مانتے ہو؟ یہ آپ پر depend کرتا ہے۔ But I know for sure, hundred percent I am sure that the day of Israel is close, very close...

سوال: اگر کسی کو السلام علیکم کیا جائے اور وہ جواب نہ دے۔ تو دوسری مرتبہ پھر السلام علیکم کہا جائے وہ پھر بھی جواب نہ دے تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا...... دو مرتبہ اگر کوئی جواب نہ دے السلام علیکم کا تو......؟ اُس کے بعد کیا کیا جائے؟

جواب: کچھ بھی نہیں...... میرا خیال ہے کہ آپ تیسری مرتبہ اُسے سلام ہی نہ کرو اور کیا کرنا چاہیے......؟ بدقسمتی سے میں خود کئی دفعہ ایسی سوچوں میں گزرتا ہوں، یہ میرا Permanent guilt conscious ہے۔ سوچتا ہوا گزرتا ہوں۔ رستے میں کوئی آدمی سلام کرے تو دھیان نہیں جاتا، تو میں پھر اسی رستے سے سات دفعہ گزرتا ہوں کہ کاش مجھے وہ آدمی ملے اور اُس کے سلام کا جواب دوں، تو بعض اوقات آج کل جو مسائل لوگوں کو درپیش ہیں، جو فکریں لوگوں کو لگی ہوئی ہیں، جو اُداسیاں لوگوں کو لگی ہوئی ہیں لوگ اپنے خیالوں میں کھوئے کھوئے نکل جاتے ہیں۔ شہرِ نا پرساں ہیں، جیسے کسی جادوگر نے سحر کیا ہو اور اُن کو نہ اِدھر کی ہوش نہ اُدھر کی۔ آپ ایک دو چھوڑ ہزار سلام کرو، اگلے کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہوا اور کیا نہیں اس لئے میرا خیال ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ سلام کیا جائے...... جواب نہ آئے تو خاموشی سے کنارہ کر لیا جائے۔

سوال: آپ کے ارشاد کے مطابق دو ہزار سال پہلے کے انسان اور آج کے انسان کے تہذیب و قوانین یکساں ہیں تو پھر تکمیلِ قرآن کیلئے کس شعورِ انسانی کی بلوغت کا انتظار تھا؟

جواب: آپ نے بہت اچھا سوال کیا مگر میں نے فطرت کی بات کی تھی کہ وہ فطرت جو مہذب ہوئی، اعلیٰ ترین انسان بننے کے قابل ہوئی، وہ تو آج بھی موجود ہے اور وہ فطرت جو پہلے مسخ ہوئی، اب بھی اُسی طرح مسخ ہو رہی ہے۔ قرآن دونوں قسم کی فطرتوں کو خطاب کرتا ہے...... ایک طرف اچھی فطرت کو اشارہ اور کنایہ کیلئے اُس کے پاس احکامات ہیں۔ دوسری طرف

Marfat.com

کسی بُری فطرت کو ڈرانے اور دھمکانے کیلئے اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ قرآن basically مخاطب ہی فطرت انسان کو کرتا ہے اور اُس کو تلقین کرتا ہے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ دو ہزار سال پہلے کی بات ہو یا آج کی بات ہو۔ کسی چیز میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

سوال: کیا زمانہ امن کا یہ آخری سال ہے اور آپ خود کیوں کوئی ادارہ علم و تحقیق کا نہیں کھول لیتے؟

جواب: دونوں باتوں میں مجھے جواب ٹھیک سے نہیں آتے کیونکہ دونوں باتوں کے جواب future ہیں اور اللہ ان باتوں کو بہتر جانتا ہے۔ ادارے کی مجھے فکر تھی، کچھ عرصہ پہلے میں چاہتا تھا کہ ایک School of Religion & Sciences کی بنیاد رکھوں۔ میرے بہت ہی عزیز مہربان بریگیڈیئر ڈاکٹر صاحبان ہیں، انہوں نے مجھے آفر بھی دی کہ آپ اگر زمین لیں تو ہم یہاں پر اپنا میڈیکل کالج کھولتے ہیں اور خیال تھا کہ اگر اللہ نے ہمیں موقع دیا اور احباب نے ساتھ دیا تو ہم city of knowledge قائم کرلیں گے مگر شاید مجھے بہتر مانگنا نہیں آتا، لوگوں کو اچھا دینا نہیں آتا، اس لئے حساب برابر...... اسی لئے میں یہاں ہوں......

سوال: اَلَستُ بِرَبِّکُم کس طرح ہوا؟ کیا کوئی میدان تھا جس میں سب روحیں اکٹھی کی گئیں اور کیا سب روحوں نے خدا کا وجود دیکھا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! انسان کی formation پر بڑے اعتراض رہے اور ایک مستقل جنگ جو Darwinian concept میں، Biological concept میں، creativity میں اور انسان کی special creation میں مسلسل جاری رہی کہ ہم Darwinian مخلوق نہیں ہیں یا یہ concept کہ انسان بندر کی ایک بہتر تربیت یافتہ شکل ہے بلکہ آپ کو یاد ہوگا کہ اکبر الہ آبادی نے فرمایا کہ:

؎ کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولا بوزنا ہوں میں
سن کے کہنے لگے میرے اک دوست
فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست

ادھر ہمارے علمائے اسلام نے اپنے آپ کو بندر سے مشابہت دینا بڑی توہین کا باعث سمجھا اور انہوں نے special creativity کی theory پر بڑا زور دیا۔ مگر خواتین و حضرات! دونوں theories میں اتنا تضاد نہیں تھا۔ جب خدا قرآن حکیم میں ارشاد فرما رہا تھا:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأرضِ
(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے۔)
وَلاَ طَٰٓئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيهِ"
(اور فضائے آسمان میں کوئی ایسا پرندہ نہیں اُڑتا۔)

Marfat.com

"اِلّاَ اُمَمٌ اَمثَالُکُم.
(مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔)

وہ تمہاری طرح اُمتیں ہیں، اُن کے خاندان ہیں۔ اُن کے origins ہیں۔ اُن کی ابتدا ہے، جیسے تمہاری pedigrees ہیں، جیسے تمہاری posterity ہے، جیسے تمہارا ماضی ہے، جیسے تمہارا مستقبل ہے اسی طرح ان جانوروں کا حیات کے ہر pattern میں ایک processing ہے، ایک ترتیب ہے، عروج وزوال کی ایک داستان ہے۔ تبدیل وتغیر کی ایک داستان ہے، اللہ نے جہاں چاہا، تصرف فرمایا۔ جب دیکھا کہ کسی gene میں صلاحیت نہیں ہے ایک ماحول کو نپٹنے کی تو اُس میں صلاحیت پیدا کر دی اور اس مسلسل experimentation کے بعد حضرتِ انسان کو تخلیق فرمایا:

لَقَد خَلَقنَا الاِنسَانَ فِی اَحسَنِ تَقوِیمٍ (التین 95:4)
(بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت میں پیدا کیا۔)

یہ زمین پر حضرتِ انسان کا وہ قافلہءِ زندگی ہے جو ایک single cell سے چلتا ہوا ایک perfect مخلوق تک پہنچا۔ Homo Habilus تک پہنچا۔ Erectus تک پہنچا۔ Homosapiens sapiens تک پہنچا مگر ڈارون ایک جملہ لکھ گیا تھا اپنی کتاب میں کہ اگر missing links نہ دریافت ہوئے تو یہ سمجھنا کہ میری theory غلط ہے۔ جو میں کہہ رہا ہوں، اگر اس کی تحقیق fossil سے کی گئی اور اگر fossils میں وہ missing links نہ نکلے، جن کی وجہ سے میں یہ build thesis کر رہا ہوں تو یہ سمجھنا کہ میری theory غلط ہے۔ اُس بچارے نے خود اعتراف کیا...... مگر اصل مسئلہ یہ نہیں تھا۔ اصل مسئلہ تھا مطابقت پیدا کرنا اُس حضرتِ انسان میں جو آدم کہلایا اور اُس انسان میں جسے آپ جانوروں کی بہتر شکل قرار دیتے تھے...... کہاں آ کے یہ وصال ہوا۔ یہ دونوں انسان کہاں ملے اور جسے آدمؑ کہتے ہیں، جو صاحبِ دماغ ہے، صاحبِ شعور ہے، جس نے آنکھ کھلتے ہی "الحمدُ لِلّٰہ" پڑھا، یہ کون صاحب ہیں؟ یہ اچانک کیسے وجود میں آ گئے؟ special creativity کہاں سے آئی؟

خواتین وحضرات! ایک بہت بڑا missing link جو ان دونوں انسانوں میں ہے وہ مختصر سا ہے اور وہ link یہ ہے کہ انسان کا دماغ ایک دم کیسے بڑھ گیا؟ جب اس کے چچا زاد کا total دماغ تین سو پچاس سی سی تھا، تو بھائی صاحب کا دماغ اچانک کیسے بڑھ گیا۔ اگر primate سے چلتی ہوئی، ابتدائے حیات سے چلتی ہوئی یہ مخلوق جو اکٹھی آ رہی تھی اور مختلف درجاتِ تخلیق سے گذرتے ہوئے ایک چمپینزی تک پہنچ گئی تھی پھر یہ کیا حادثہ ہوا کہ ایک دم قبلہ حضرت انسان کا دماغ دو ہزار سی سی کو چلا گیا، انیس سو سی سی کو چلا گیا؟

خواتین وحضرات! اب بھی بعض لوگوں کے دماغ واپس چمپینزی کے سائز کو چلے جاتے ہیں تو اس میں دو thesis آئے۔ ایک اللہ کے کسی ولی کا تھا اور دوسرا کسی ذہین آدمی کا تھا، یوں سمجھئے ایک top intellectual of the time تھا، دوسرا top scientific thinker of the time تھا۔ تو وہی اللہ نے کہا کہ انسان کو بنا کر اللہ اسے

پچاس ہزار سال دیکھتا رہا یعنی اُس Homo Habilus کو بنا کر، اُس انسان کو تخلیق کر کے خدا پچاس ہزار سال اسے دیکھتا رہا پھر ناگہاں اس پر تجلی فرمائی اور یہ حضرت انسان سوچنے والا ہو گیا۔ یہ اُس اللہ کے ولی نے کہا۔ زمانوں کی ترقی سے گزرتے ہوئے W. Durant نے بالآخر اس missing link کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ شاید ایسے لگتا ہے کہ انسان بڑی مدت ایک dormant stage میں پڑا رہا، پھر Somewhere from the outer skies, some where from above a very heavy electric charge came in his mind and it increased in weight اس کا سائز بڑھ گیا. جونہی اس کے دماغ کا سائز بڑھ گیا، یہ انسان سے آدم ہو گیا، یہ Homosapien ہو گیا۔ بستیاں بسائیں، بچوں کی حفاظت کی، ترقی کرتا ہوا آج کے انسان کے مراتب تک پہنچا۔

خواتین و حضرات! یہ electric charge جو کچھ بھی تھا، ایک حدیث یہ واضح کرتی ہے کہ یہ کس form میں تھا۔ جب اس سے خطاب کیا گیا...... یہ حدیث بہت ہی اعلیٰ پائے کی ایک عقلی حدیث ہے۔ جس کی طرف بہت کم لوگوں کا دھیان جاتا ہے کہ حضرتِ آدمؑ کو اللہ نے اُن کی ذرّیت اُن کی ہتھیلی پر دکھائی اور یہ چمکدار ذروں کی شکل میں تھی۔ ان میں کچھ ذرے سیاہ تھے اور کچھ ذرے سفید اور چمکدار تھے، پھر حضرتِ آدمؑ نے سوال کیا...... بتایا گیا کہ یہ تیری نسل سے وہ لوگ ہیں، یہ خاکستر ذرے، یہ تاریک ذرے، جو جہنم میں جائیں گے اور یہ ذرے وہ ہیں جو جنتی ہیں جو خدا کو ماننے والے ہیں۔ اس سے ہمارا ذہن ایک نئی جہت لیتا ہے۔ اک نیا رُخ لیتا ہے کہ جب اللہ نے total انسانی مخلوقات پیدا کیں تو ان کو As a finest micro chip کی صورت میں رکھا گیا جیسے وہ ریت کے ذرے ہوں اور اُن میں inherent ایک سوال کا جواب ودیعت فرما دیا۔ اُس chip میں ایک سوال رکھا اور اُس کا جواب ودیعت فرما دیا۔ اُس chip کے record پر آیا کہ Whenever somebody will ask the question about God... تو اسے اس کا پتہ ہو کیونکہ اللہ یہ سوال پوچھ چکا تھا۔ وہ جواب دے چکے تھے کہ:

اَلَستُ بِرَبِّکُم ط قَالُو بَلٰی ...... (الاعراف 172:7)

(کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب بولے کیوں نہیں......)

اب اُس chip میں ڈال کر اللہ نے اُسے آدم کے وجود میں رکھ دیا۔ یہ ہی وہ عقل تھی، وہی ذہانت تھی، یہی وہ کائناتِ انسان تھی...... آپ کو معلوم ہے کہ chip ایسی چیز ہے کہ اُس کے وجود پر دس ہزار وجود بھی ڈال دو تو وہ micro-processive chip وہی رہتی ہے اور ویسے ہی function کرے گی جیسے اُسے کرنا چاہیے صرف وجود بدلنے سے اُس chip کی کارکردگی نہیں بدلتی۔ اب یہی chip جو اس وقت میرے وجود میں ہے، جو اَلَستُ بِرَبِّکُم کا جواب دے بیٹھی ہے...... مصروفیاتِ دنیا کی وجہ سے، شہواتِ ارضیہ کی وجہ سے، involvement کی وجہ سے، outgrowth نہ ہونے کی وجہ سے مسلسل ایک خطرے سے دوچار ہے کہ اس chip کی memory سے کہیں وہ غائب نہ ہو جائے، eliminate نہ ہو جائے، وہ memory delete نہ ہو جائے جو اس میں دفن ہے۔

Marfat.com

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جوانی میں، pressure میں، وہ delete' memory ہو جاتی ہے، مگر جب عمر بڑھتی ہے، چالیس برس کے ہوتے ہیں، جب بڑھاپا شروع ہونے کو ہوتا ہے، جب دانت گرنے لگتے ہیں، کان ختم ہو جاتے ہیں تب بابا جی کو وہ chip یاد آ جاتی ہے اور پھر وہ اَلَستُ بِرَبِّکُم کے جواب میں دوبارہ ارشاد فرماتے ہیں: قَالُوا بَلٰی ......

میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے خواتین و حضرات! کہ ہمارے اندر یہ باریک ترین chip جو حدیث کے مطابق پتہ نہیں ایک ذرہ ریت سے بھی کتنی باریک ہے۔ ایک latest ایجاد کے مطابق computer موجودہ سائز سے ایک billion سائز چھوٹا ہو سکتا ہے، تو آپ غور کر سکتے ہو کہ اللہ کی یہ تخلیق کتنی delicate، کتنی باریک اور کتنی well-processed ہوگی!!!

سوال: آپ نے تحفظ ناموس رسالت کے تحت تمام Danish اور یورپین اشیاء کا بائیکاٹ کرنے کی تلقین فرمائی مگر اپنے تمام مہمانان کو Nestle کا پانی پینے کو دیا۔ ایسا کیوں؟

جواب: ڈاکٹر عبدالجلیل، Nestle اوّل تو سوئٹزرلینڈ کا پانی ہے، ناروے اور ڈنمارک کا نہیں ہے اور دوسرا پروفیسر صاحب کا کہنا یہ تھا کہ کوشش ہمیں یہ کرنی چاہیے کہ اگر ہم اس situation میں بجائے کسی تشدد کے اگر عقل سے اور ایک تعمیری سوچ سے، اس کا جواب دے سکیں تو اسکا بہتر جواب جو یورپ اب سمجھتا ہے وہ صرف economics ہے۔ اگر economics میں اُن کیساتھ ہم compete کریں اور اگر اُن کو یہ احساس دلائیں کہ ہم لوگ ایک زندہ اور سوچنے والی قوم ہیں اور اگر ہمارے رسول ﷺ کے بارے میں آپ کوئی ایسی بات کرو گے۔ جس پر آپ معذرت خواہ نہیں ہو نگے تو یہ ہمارا حق ہے کہ ہم آپکی چیزیں لیں یا نہ لیں۔ پروفیسر صاحب کے مطابق جو ہمیں بالکل کرنا چاہیے کہ ایک قوم کی حیثیت سے ہمیں یہ حق ہمیشہ رہنا چاہیے کہ ہم کبھی بھی کسی چیز پر compromise نہ کریں اور خاص طور پر اُس وقت جب کہ economic war کی situation میں امریکہ، یورپ، برطانیہ ہر کوئی ہمارے ان natural resources پر قبضہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس لئے ہم سب لوگوں کو as a nation اسلام کے نام پر اکٹھا ہو کر ان لوگوں کو وہی چیز جوان کی سمجھ میں زیادہ آتی ہے، اُسی کے مطابق ان سے بات کرنی چاہیے۔

سوال: موجودہ عہد میں اطمینان قلب نہیں ہے یہ دوست اس کو یوں پوچھ رہے ہیں کہ حدیث مبارک ہے: کہ اسلام وہ ہے جس پر دل اطمینان پکڑے۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ مگر اطمینان نہیں ہے ہم نے کیا کھو دیا ہے۔ اطمینان یا اسلام ...... بعض اوقات دل بہت آزردہ ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ سوال ایک individual کا ہے جو شاید اپنی حالت بیان کر رہا ہو۔ میرا خیال ہے کہ پچھلے چالیس برسوں سے میں نے کوئی دو دن اُداسی کے نہیں کاٹے، اُداسی سے مراد...... یہ میں نہیں کہتا کہ میں خوش رہا یا I always kept jumping with joy ایسی کوئی صورتحال نہیں ہوئی، مگر میں نے غالباً depression نہیں دیکھی، اُداسی نہیں دیکھی اور اُس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میرے اندر اُس خیال کو کوئی مٹا نہیں سکا اور دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس کو نہیں مٹا سکیں جو میں نے اپنے اندر محبت و انس کی ایک فضا اللہ کیلئے پیدا کی تھی یا خدا کی شناخت کیلئے جو جدوجہد کی

Marfat.com

تھی وہ کبھی خطرے میں نہیں پڑی۔ مجھے یہ یقین نہیں آتا کہ ایمان اتنا کمزور بھی ہوسکتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر آپ نے تھوڑی سی محنت کی ہو اللہ کو جاننے میں سوچنے میں سمجھنے میں اُس کی دوستی ومحبت میں...... تو مدتوں کی دریافت کے بعد یہ تین اصول ہیں جو دل کی دنیا کیلئے میں نے مرتب کئے تھے کہ سب سے پہلے مرحلے میں آپ نے اپنے آپ کو یہ سبق دینا ہوتا ہے...... یہ ہوسکتا ہے کہ میں کمزور پڑ جاؤں، آپ کمزور پڑ جائیں، ہوسکتا ہے کہ متعدد مرتبہ ہماری یہ ترجیح خراب ہو، ہم اس قابل نہ رہیں کہ اپنی ترجیح کو solidly تھام سکیں مگر آپ یقین جانئے کہ جس دن آپ اپنے دل کو یہ کہہ دو گے کہ اللہ میری ترجیح اوّل ہے تو زمانے کی، خدا کی، اُس کے معاملات کی، اس کی تخلیقات کی جنگ آپ سے ختم ہو جائے گی۔ جب آپ یہ کہہ دو گے: اے پروردگار! میں وعدہ کرتا ہوں، میں وعدہ کرتی ہوں کہ آج کے بعد جہاں تک میری استطاعت ہے میں آپ کو ترجیح اوّل سمجھوں گا یا سمجھوں گی۔ میں کوشش کروں گی کہ اپنی استعداد کے مطابق تیرے احکامات کے مطابق وقت گذاروں تو آپ یقین کیجئے کہ اللہ کی طرف سے ہر قسم کی جبر وتشدد کی روایت ختم ہو جائے گی، حالات کے تشدد کی روایت ختم ہو جائے گی، واقعات کا تنزل ختم ہو جائے گا اور یہ اس لئے ہوگا کہ صرف یہی چیز اللہ کو آپ سے چاہیے کہ عقل و شعور اور معرفت سے آپ خدا کو قائل کر دو کہ اے میرے مالک وکریم! میں نے آپ کی دی ہوئی عقل کا حق ادا کر دیا اور اس عقل کے نور میں، اس روشنی میں، میں نے یہ جانا ہے، سوچا ہے، سمجھا ہے کہ تو ہی ترجیح اوّل ہے اور تیرے بغیر کوئی موجودِ کائنات نہیں، تیرے بغیر کوئی معبودِ کائنات نہیں، تیرے بغیر کوئی مقصودِ کائنات نہیں۔

جب ذہنی طور پر آپ یہ مسئلہ حل کر لیتے ہو تو خدا کو آپ سے چڑ نہیں آتی۔ خدا کو آپ سے گریز نہیں ہوتا اور دوسری بات خواتین وحضرات! اس ترجیح کو قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے جیسے پہلے بھی میں نے شعر میں کہا تھا کہ آپ کو خدا کو بتانا ہے کہ اے مالک وکریم!!!

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اس غفلتِ خیال کو روکنے کیلئے ہمیں لازم ہے کہ اپنے ان مضبوط معمولات میں جو ہم کرتے ہیں اور اُس طریقہ کار میں جو ہمارا ہے، ہمیں کچھ add کرنا ہوگا۔ وہ یہ کہ اے اللہ! جیسے میں صبح وشام دوسرے مشاغل کو اختیار کرتا ہوں یا کرتی ہوں، جیسے میں اپنی جبلت کی خوشنمائی کیلئے انداز اختیار کرتا ہوں کرتی ہوں، جیسے میں اپنے وجود کی آسائش کیلئے انداز اختیار کرتا ہوں، اے میرے پروردگار! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ شب وروز میں آپ کی یاد کو کبھی نہیں بھلاؤں گا۔

خواتین وحضرات! تسبیح چھوڑنا آپ آسان سمجھتے ہو، اللہ کے ذکر کو آسان سمجھتے ہو، جب آپ ذکر کرتے ہوئے ذکر چھوڑتے ہو تو اللہ سوال کرتا ہے اپنے بندے سے کہ میرے بندے آج مجھ سے کیا چیز عزیز تر ہوئی کہ تو مجھے یاد کرنا بھول گیا۔ خدا یہ سوال کرتا ہے اپنے بندے سے کہ کھانا تو تُو نے اُسی طرح کھایا، لباس تو اُسی طرح پہنا، اندازِ معاشرت تو اُسی طرح رہے، اندازِ معیشت بھی اُسی طرح رہے لیکن آج کیا قیامت تجھ پر آ گئی کہ تُو اپنی top priority ہی بھول گیا، تُو مجھے ہی بھول گیا، جس کا یہ سب کچھ تھا۔ یہ عقلی طور پر سب سے بڑا حادثہ ہے جو عقلِ انسان پر

Marfat.com

گزرتا ہے۔ جب ہم اپنی ترجیحات کو غیر مرتب پاتے ہیں، جب ہم اپنی ترجیحات میں غلاموں کو آقا پر فضیلت دیتے ہیں۔

خواتین وحضرات! دیو جانس کلبی دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا Elexander the Great اُس کے پاس سے گزرا تو دیو جانس سے اُس نے کہا کہ اے درویش! تیری شہرت بڑی سنی ہے، تو تُو کیا مانگتا ہے۔ Diogenes نے کہا کہ میں اپنے غلام کے غلام سے کیا مانگوں، تو سکندرِ اعظم نے کہا کہ یہ تُو نے کیا کہا ہے، میں بادشاہِ وقت، فاتح عالم.....تُو مجھے کہتا ہے کہ تُو میرے غلام کا غلام ہے......اُس نے کہا: ''اے بادشاہ! میں نے اپنے اللہ کے لئے اپنے خدا کیلئے اپنے نفس کو اپنا غلام کیا اور تو نے اپنے وجود کیلئے اپنے نفس کو اپنا آقا کیا......تو میرے غلام کا غلام ہے، میں تجھ سے کیا مانگوں''؟ تو بادشاہ اتنا متاثر ہوا اور کہا: ''درویش حکم کر میں تیری کیسے خدمت کروں!'' اُس نے کہا: ''اے بادشاہ! اس وقت سردی ہے اور میں اللہ کی بھیجی ہوئی ایک نعمت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، کیا کرم ہو جو تو دھوپ سے پرے ہٹ جائے''......

خواتین وحضرات! یہ وہ ترجیحات ہیں کہ جب آپ اُسے maintain کرتے ہو اللہ کے ساتھ تو وہ آپ کو ایک چیز لوٹا دیتا ہے......وہ چیز جو میرے اور آپ کے بس میں نہیں ہے، وہ آپکو اعتدال لوٹا دیتا ہے۔ جب وہ آپ کا اعتدال لوٹا دے گا تو نہ fears ہوں گے، نہ frustration ہوگی۔ خدا کا وعدہ ہے کہ جب آپ اُسے یاد کرتے ہو تو آپ اُس کے دوست ہو۔ جب آپ اُسے یاد کرتے ہو تو آپ اُس کی محبت کے طلبگار ہو۔ جب آپ اُس کی یاد کرتے ہو تو وہ بھی آپکو یاد کرتا ہے اور جب یہ رشتہ قائم ہو جائے تو پھر خدا کا آپ کو عذاب کرنا......؟

مَا یَفعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُم

(ہمیں کیا پڑی ہے آپ کو عذاب کریں۔)

اِن شکر تم وَاٰمَنتُم

(اگر تم ہمیں یاد کرنے والے ہو۔ ہم پر صاف ستھرا ایمان رکھتے ہو۔)

یہ خوبصورت انداز جو آپ سے تخاطب کا اللہ نے اختیار کیا کہ بھئی! ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم تمہیں عذاب کریں۔ وہ تکلیف و عذاب کو دور کرنے کا اصول بتا رہا ہے اور وہ اصول یہ ہے:

اِن شکر تم وَاٰمَنتُم وَکَانَ اللّٰہ شَا کِرًا عَلِیمًا (النساء 147:4)

اللہ تو ہر حال میں شکر قبول کرنے والا ہے، وہ علم والا ہے، وہ نیات کا پرکھنے والا ہے، وہ ظاہر و باطن کا دیکھنے والا ہے۔ جب آپ اُسے اخلاص سے ترجیحِ اوّل قرار دو گے، اُسے اللہ مانو گے تو وہ اُس کے جواب میں آپ کو سکینت لوٹا دے گا، سکونت لوٹا دے گا، اعتدال لوٹا دے گا، محبت و کرم لوٹا دے گا......مسائل پھر بھی آئیں گے، کچھ نہ کچھ مصیبت آتی ہے۔ مگر وہ آپکے باطن کو ہلا کر نہیں گزرے گی، آپ پر زلزلے نہیں برپا کرے گی، آپ کو شوگر میں نہیں مبتلا کرے گی، گردے نہیں فیل کرے گی بلکہ خداوندِ کریم کے فضل و کرم سے ٹل جائے گی، بالکل نکل جائے گی۔ اعتدال کا دوسرا مطلب قرآن کی وہ آیت ہے جس میں اللہ نے اپنے دوستوں کو مخاطب کر کے کہا:

اَلَآ اِنَّ اَولِیَآ ءَ اللّٰہِ لَاخَوفٌ عَلَیھِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ (یونس 62:10)

Marfat.com

(بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ خوف ہوتا ہے اور نہ حزن۔)

خبردار سن لو! ہم کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں، ہمارے دوست بھی ایسے ویسے نہیں ہیں، میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ ہمارے دوست وہ ہیں جو psychologically اور mentally اتنے positive ہیں کہ خوف اور غم اُن کے کبھی قریب نہیں جاتا اور یہی منزل مراد ہے۔

سوال: ایک فرد اپنے جمالیاتی شعور کو، ذوق کو اتنا بلند کس طرح کر سکتا ہے کہ وہ اللہ کی خوبصورتی کو کسی بھی درجے میں سمجھ سکے؟

جواب: خواتین وحضرات! بہت سارے مصرعوں میں، بہت سارے اشعار میں، ایک انائے پسندیدگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کبھی میں نے بھی ایک شعر لکھا تھا، جگر کا بھی ایک شعر آپ کو سناتا ہوں۔ ہر انسان کے اندر ایک خود پسندی کا، انائے ذات کا ایک طنطنہ ہے، اُس کا ایک ذوق ہے، حتیٰ کہ ہم شائستگی کی دنیا میں بھی mannerism کے classics رکھتے ہیں تو جگر مرادآبادی نے کہا کہ:

کوئی حسیں حسین ٹھہرتا نہیں جگر
تنگ آگئے بلندیٔ ذوقِ نظر سے ہم

جب ہم اپنی انائے عالیہ اور انائے ذات کو دیکھتے ہیں...... تو بہت شروع میں میں نے ایک شعر لکھا ہے۔ اُس حالت کی عکاسی کیلئے بیان کرتا ہوں، اپنے آپ کو شاعر نہیں بیان کر رہا......

میں خود پرست کسی پر نثار ہو نہ سکا
میری نظر میرے دل ہی میں آ کے ڈوب گئی

خواتین وحضرات! جب آپ ذہنی ترفع کو جا رہے ہوتے ہیں، تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک اچھے ذہن والا انسان اتنا ناز کر رہا ہوتا ہے...... ایک شاعر جس کو دو چار مصرعے ٹھیک لکھنے آتے ہیں، اُس کے طنطنے کا یہ عالم ہے کہ وہ مخلوق میں سے اِدھر اُدھر دیکھے بغیر گزرتا ہے...... تو ذوقِ نظر بہت ساری چیزوں سے نکلتا ہے: خوشبو سے، لباس سے، نظر سے، وجود سے نکلتا ہے...... پھر اس کے معیار مقرر ہوتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ عقل ذوقِ نظر میں چناؤ اور انتخاب کی بنیاد بن جاتی ہے اور وہ جتنی refined ہوتی ہے intellectual capacity سے اُس کا ذوق نفیس تر ہوتا جاتا ہے۔

خواتین وحضرات! پھر ایک وقت آتا ہے کہ تخلیقاتِ دنیا میں عقل کو کوئی چیز پسند ہی نہیں رہتی...... وہی بے چینی، وہی اضطراب، وہی بے قراری...... کسی چیز کو ڈھونڈ رہا ہوتا ہے انسان...... صحرا میں جیسے تنہا مسافر کھڑا ہو، جہاں رستوں کے نشان بھی نہیں ہوتے، عجب اُداسی سی محسوس کرتا ہے، خوف و خطرہ والی اُداسی ...... اسی طرح جب انسان intellectually تنہا ہوتا ہے تو کسی معیت کی، کسی دوستی کی تلاش میں اُس کے ذوقِ نظر میں کچھ اور تلخی اور بلندی آجاتی ہے۔ یہ وقت وہ ہوتا ہے جب اللہ اُس کی طلب کے خلا کو پُر کرتا ہے اور یہاں سے بندہ اپنے خدا کی تلاش میں شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد تمام واقعات وصال و فراق کا واقعہ ہیں۔

سوال: تصوف کے تمام معیارات عقلی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو صرف بہترین عقل سے پہچانا جا سکتا ہے۔ عقل کیا ہے؟ وہ کیا نسخہ کیمیا ہے کہ عقل بڑھتی ہوئی بہترین عقل بن جائے اور ہم خدا کو پہچاننے کے قابل ہو جائیں۔

جواب: خون کے رگوں میں چلنے کا شعار کیا ہے؟ یہ زندگی بخش کیوں ہے؟ اس کی جگہ دودھ کیوں نہ ڈال دیا؟ ادھر سے کچی ڈالتے دودھ کی سارا دن چلتا رہتا...... کسی بھی چیز کا آخری سوال "کیوں" ہے۔ "کیوں" کا سوال یہ ہے کہ تمام مراتب صلاحیت اس میں اپنے آپ نہیں پیدا ہوئے، کسی نے ڈالے ہیں۔ اس کو انداز کسی نے سکھائے ہیں۔ یہ سوال کبھی حل نہیں ہوسکتا کہ فلاں چیز کیوں ہے، بادام، بادام کیوں ہے؟ یہ ذائقہ کس نے سوچا تھا؟ کس نے اس کو چکھا تھا؟ کس نے اس کو دیا تھا؟ زندگی میں اور زندگی کے بعد تمام لاینحل سوالوں کا جواب صرف ایک ہے اور وہ اللہ ہے...... curiosity کے بڑے بڑے gap دور کرنے والی صرف ایک ذات ہے، صرف ایک نام ہے اور وہ اللہ ہے:

اَمَّن یُّجِیبُ الْمُضطَرَّ اِذَا دَعَاهُ

(کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی دعا سنتا ہے۔) وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ تمہارے اٹکے ہوئے مسائل اور تمہاری گھری ہوئی مشکلات کو آسان کون کرتا ہے؟ تمہاری کشاد کون کرتا ہے؟ تمہاری بستگی کون وا کرتا ہے؟

وَیَجعَلُکُم خُلَفَآءَ الاَرضِ

اور زمین پر تمہیں عزت کے مقام کون دیتا ہے؟ خلیفۃ اللہ کون بناتا ہے؟ تمہیں کون باقی جانوروں سے اُوپر اُٹھاتا ہے......

"ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللہِ" اللہ ہی تو ہے۔ قَلِیلاً مَّا تَذَکَّرُونَ (النمل 62:27) مگر تم اُس کو یاد بہت کم کرتے ہو، تم نصیحت بڑی کم پکڑتے ہو، تم اُس بات کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے...... اس فلسفہ خیال کو...... اس کی طرف جاتے ہی نہیں ہو، نتیجہ یہ ہے کہ بہت سارے انسان، بہت سارے مرد، بہت ساری عورتیں، خود شناسی سے بھی محروم رہ جاتی ہیں اور خدا شناسی سے بھی محروم رہ جاتی ہیں۔

سوال: ہم سات، آٹھ سال کی عمر کے بچے کو قرآن حفظ کرنے کیلئے مدرسے میں داخل کر دیتے ہیں، تو اُس کا اتنا شعور نہیں ہوتا کہ وہ اُس وقت قرآن کو سمجھ سکے اور آپ کا بھی کہنا ہے کہ قرآن عبادت کے طور پر پڑھنے سے زیادہ سمجھنا چاہیے۔ یہ عمر جس میں ہم بچے کو مدرسے میں پڑھنے کیلئے بھیج دیتے ہیں، کیا یہ مناسب ہے؟

جواب: مناسب ہے مگر اس کا تعلق علم سے نہیں ہے۔ اصول تو وہی ہے جو اللہ کریم نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سلسلے میں دیا...... آج تک لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ام المومنین کو صدیق اکبرؓ نے خلوص سے، محبت سے دے دیا، مگر دراصل اُس کے پس منظر میں بھی کوئی بات تھی...... ایک حضور ﷺ کی زندگی تھی، تین چوتھائی زندگی تھی، ایک عائلی زندگی تھی، مسائلی زندگی تھی، خواتین کو سبق دینا تھا، مردوں کو دینا تھا، ازدواج کو سبق دینا تھا، بہت ساری معلومات رسول اللہ ﷺ کی زندگیوں کی محفوظ کرنی تھیں اور وہ خواتین جو بڑی تھیں، اُن کی memory losses ہو چکے تھے، وہ اپنے اپنے خیالات میں پختہ ہو چکی تھیں۔ اللہ کو ضرورت پڑی ایک چھوٹی لڑکی کی...... تازہ memory والی، شناخت والی، مکمل یادداشت والی، husband سے proper committment کرنے والی...... اس لیے اُم المومنین حضرت عائشہؓ

Marfat.com

کو چنا گیا۔

خواتین وحضرات! وجہ یہ ہے کہ memory پر جب زیادہ pressure نہ ہو تو وہ خدا کے کلام کو بڑی آسانی سے حفظ کر لیتے ہیں۔ حفظ کرانے سے مراد اُس کو عالمِ دین بنانا نہیں ہوتا۔ حفظ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ آج اگر میں کوشش کروں، قرآن کو یاد کرنے کی اور میرا دل بھی چاہے اور میں کوشش بھی کروں تو آج میرے لئے قرآن یاد کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا اس لئے کہ صبح وشام کی مصروفیات، بہت سارے معمولات میں میرا دخل، بہت ساری میرے ذہن کی پیچیدگیاں اس یادداشت میں حائل ہو جائیں گی۔ میری memory suffer' کرے گی اور ایک چھوٹا لڑکا، صاف ستھرے ذہن کے ساتھ ایک مہینے میں بھی قرآن یاد کر سکتا ہے۔ میں شاید ایک سال میں ایک سپارہ نہ یاد کر سکوں تو اُس لحاظ سے مسلمانوں کا اپنے بچوں کو حفظ کروانا کوئی بُری بات نہیں ہے مگر آج کل کے زمانے کی شدتیں دیکھتا ہوا میں یہ ضرور کہوں گا کہ بچوں کو ایسے ماحول میں جن کی شہرت corruption کی ہو اور ایسے لوگوں کے پاس جو تقدس کے لباس میں بھیڑیئے ہوں اور بچوں کی شخصیتیں خراب کرنے والے ہوں، اپنے بچوں کو احتیاط اور غور وخوض کے بغیر حفظ کیلئے نہیں بھیجنا چاہیے اور بہت سارے بچوں کے ساتھ یہ معاملات میں نے دیکھے ہیں کہ اُن کے اساتذہ اتنے جبلی قسم کے جانور نکلے ہیں کہ انہوں نے بچوں کے ساتھ زیادتیاں بھی کی ہیں تو حفظ کروانا بڑی ہی نیک بات ہے اور اگر بچے اُس پر آمادگی ظاہر کریں تو اس سے بڑا خدا کا فضل کوئی نہیں ہو سکتا مگر ایسے قرآن یاد کرانے کا کیا فائدہ جو دس سال کی عمر میں یاد ہو اور چودہ سال کی عمر میں بھلا دیا جائے۔

زیادہ تر برصغیر میں یہ دیکھا گیا ہے کہ guilt کے تحت قرآن یاد کیا جاتا ہے۔ والد صاحب کی خواہش کبھی بھی نہیں تھی قرآن یاد کرنے کی مگر اپنے آپ کو معزز کرنے کے لیے اپنے guilt wash کرنے کیلئے وہ چاہتے ہیں کہ بچہ قرآن حفظ کرے۔ یہ کوئی طریقہ نہ ہوا...... اور بچہ جب قرآن حفظ کر لیتا ہے، اپنے ماحول پر نگاہ ڈالتا ہے، اپنی پیچیدگیوں پر تو باوجود حفظ کرنے کے دو چار سال میں بھلا کر فارغ ہو جاتا ہے۔ قرآن حفظ کروانا قطعاً بری بات نہیں، اللہ کی رحمت ہے، کرم ہے بلکہ بڑی خواہش ہوتی ہے کہ بچے کیا...... دل تو چاہتا ہے کہ اُن کے باپ بھی قرآن حفظ کریں مگر دراصل incompetency راہ میں حائل ہوتی ہے اور چھوٹی عمر میں memory تازہ fresh اور growing ہوتی ہے اس لیے قرآن آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔

سوال: قرآنِ حکیم ایک scientific کتاب بھی ہے لیکن اس میں جنات پر ایک پورا chapter ہے، آپ اس کو سائنس کے لحاظ سے کس طرح دیکھتے ہیں اور اس پر حدیث کے علاوہ کوئی اور data ہے؟

جواب: دیکھئے بات یہ ہے کہ سائنس کے لحاظ سے میں اسے کیوں دیکھوں؟ سائنس تو ابھی اس مقام کارکردگی تک نہیں پہنچی۔ ابھی پندرہ یا بیس سال پہلے Russia کا ایک سائنس دان خیالات کے psychosis پر research کر رہا تھا تو Finally he came out with this result کہ وہ تصورِ جنات تک پہنچ گیا۔ اُس نے کہا کہ جب کوئی psychosis کا مریض بے انتہا شدت، غور اور concentration سے کسی خیال پر اتنے زیادہ charge دیتا ہے،

That idea becomes capable of hurting him in دیتا ہے کہ mental charge اور اس نے کہا کہ اس سے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ جن تخلیق ہو جاتا ہے اور یہ یاد رکھیئے کہ اُس وقت Russia جو return تھا، وہ خدا یا جن یا ملائکہ کو ماننے والا نہیں تھا بلکہ communist تھا......

میرا خیال یہ ہے کہ اللہ کی بے شمار مخلوقات میں سے جنہیں ہم جانتے ہیں اور وہ جن کو ہم نہیں جانتے ہیں، اگر زمین پر صرف مخلوقات کی اقسام کی طرز گنی جائیں، تو ہمیں پتہ لگتا ہے کہ ایک ارب کے قریب مختلف genes کی مخلوقات موجود ہیں۔ اب اگر زمین پر انسان سے نیچے ایک بلین کے قریب مخلوقات کے patterns موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ اللہ نے صرف زمین نہیں بنائی، آسمان کے اوپر بھی درجہ بہ درجہ ہزاروں بلکہ لاکھوں میں مخلوقات ہوں گی جنہیں اللہ کے لشکر بھی کہا جاتا ہے، جنہیں جنود و ارواح بھی کہا جاتا ہے اور اُس میں ایک جن بھی ہے مگر جن کی creation کا rule اللہ نے بتایا ہے کہ یہ سلگتے ہوئے شعلوں، نیلے شعلوں کی آگ سے بنا ہے۔ high volatile جب کسی gases volume کو ملتی ہے اور اس کا نیلا شعلہ نکلتا ہے، جن اس شعلے کی پیداوار ہے اور جن اُسی طرح کی مخلوقات ہیں جیسے بندے کے اندر اُس کی روح مخلوق ہے۔ ہاں' جن انڈے دیتے ہیں...... بچے نہیں پیدا کرتے۔

خواتین و حضرات! جن بچے نہیں پیدا کر سکتے، انڈے دیتے ہیں...... حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ میں نے دیکھا کہ شیطان کی بیوی نے انڈہ دیا، پھر اُس سے بچہ نکلا، پھر اُس سے شیطان نکلے، پھر دنیا شیاطین سے بھر گئی...... چونکہ یہ حدیث موجود ہے اس لئے ہمیں حتمی طور پر پتہ ہے کہ جن بچے نہیں دیتے انڈے دیتے ہیں۔ جن کو بچے پیدا کرنے کیلئے وجود کی ضرورت پڑتی ہے حالانکہ انسان کو وہ وجود شکل میں مل گیا ہے مگر ان کو جاری ہونے کیلئے، اولاد کیلئے وجود کی ضرورت پڑتی ہے اور کسی نہ کسی جانور کے پیکر میں ڈھل کر یا گاہے گاہے صدیوں سے کسی انسان کے پیکر میں ڈھل کر یہ اپنے بچوں کو پیدا کرتے ہیں۔

سوال: حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے جب حضرت بابا فریدؒ نے کہا کہ جاؤ تمہیں دین بھی دیا اور دنیا بھی تو حضرت نظام الدین اولیاءؒ رو پڑے تھے۔ کیوں؟

جواب: کیوں؟ اس پر بھی کیوں ہو سکتا ہے؟ وہ اصل میں زاہد مرتاض تھے۔ خواجہ نظامؒ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو negate کرنے والے تھے، یعنی آخری چیز جو سینۂ انسان سے نکلتی ہے، حجۃ الاسلام محمد بن الغزالی نے کہا کہ وہ حبِ جاہ ہے، تو خواجہ نظامؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پبلک سے بڑی گریز کرتے تھے۔ اتنا گریز کرتے تھے کہ جب دلی کے قریب بس رہے تھے تو اُن کا خیال تھا کہ لوگ بڑھ گئے ہیں تو میں دلی سے بھاگ جاؤں...... اس تذبذب میں تھے، ہنڈیا چڑھی ہوئی تھی، ایک درویش نے آواز دی۔ آپ نے دروازہ کھولا۔ اُس نے کہا: ''کچھ کھانے کو ہے''، خواجہ نظامؒ نے کہا: ''ابھی پکا نہیں'' اس نے کہا: ''ہم پکا لیں گے''، تو وہ آگے بڑھے، ہنڈیا میں ہاتھ ڈال دیا...... جب اُس ابلتی ہوئی ہنڈیا میں درویش نے ہاتھ ڈالا تو خواجہ نظامؒ کھٹکے کہ: ''ایں چیزے دیگر ست'' کہ یہ تو کسی اور ہی قسم کا لگتا ہے۔ بہر حال جب وہ کھا چکے تو الجھے ہوئے تھے اس سوال میں کہ دلی رہیں، نہ رہیں، تو درویش نے بڑی خوبصورت بات کہی جو کتابوں

میں درج ہے کہ:

''اے نظامؒ! جب تو چاند ہوا تھا تو تیرا خیال کیا تھا کہ لوگ تجھے دیکھیں گے نہیں.....''

تو خواجہ نظامؒ نے اس اشارے کو سمجھا اور پھر دلی میں نظام دہلی کی طرح قائم ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ درویش دنیا کو اپنے لئے موت سمجھتا ہے۔ یہ extremity چشتیہ درویشوں میں آئی تھی۔ بڑے درویشوں میں شاید اس کا اسطرح کا احساس شدت سے نہیں آیا مگر ظاہر ہے کہ درویش ہمیشہ ہی دنیا سے ڈرتے رہے ہیں۔ جب یہ دعا دی تو آپ اس خوف سے روئے کہ کہیں دنیا کی عطا مجھے میرے مراتب سے معزول نہ کر دے۔

سوال: علماء کرام سے یہی سنتے آئے ہیں کہ قرآن کا ہر لفظ پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں جبکہ آپ کا کہنا ہے کہ قرآن کو پڑھنے سے زیادہ سمجھنا ضروری ہے۔ اب یہ بتایئے کہ عام آدمی قرآن کا فہم کس طرح حاصل کرے۔ کیا ترجمہ پڑھنا کافی ہے اور ویسے عربی reading چھوڑ دینی چاہیے۔ اگر نہیں تو reading کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب: معاف کیجئے گا۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ قرآن پڑھنے پر ثواب نہیں ملتا۔ جس شخص کو پتہ ہو میں اور میری حیثیت کا...... جب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ الم پر ثواب ہے بلکہ الف پر ثواب ہے، لام پر ثواب ہے، میم پر ثواب ہے تو ہم ایسے گستاخ کہاں کہ اس حقیقت سے انکار کریں۔ میرا کہنے کا مطلب کچھ اور ہے کہ education کے گریڈز ہیں، جس کو پڑھنا ہو خدا واسطے پڑے، آگے بڑھ کر پڑھے، تحقیق کی طرح پڑھے۔ .Ph.D., B.A., M.A کی طرح پڑھے، کیونکہ ہمارے جتنے اُستاد، ہمارے جتنے عالم، اس وقت مذہب کے عالم ہیں بذاتہ اگر انہیں کسی دوسری طرف بھیج دیا جائے اور کسی دوسرے علم کی تحصیل کیلئے بھیج دیا جائے تو وہ میٹرک بھی qualify نہیں کرتے، چہ جائیکہ وہ قرآن کی اعلیٰ ترین آیات کے مطالب کو غور و فکر سے سمجھ سکیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ کچھ لوگ تو ضرور ایسے ہوں گے جو اُس معیار تک نہیں پہنچیں گے کچھ کو ناظرہ کا ثواب ہوگا، کچھ کو سمجھے اور پڑھے ہوئے مطالب کا ثواب ہوگا کچھ کو اس سے آگے بڑھ کر غور و فکر کرنے والوں کا ثواب ہوگا اور سب سے اُوپر اُن شناسائے فطرت کا ثواب ہوگا جو صبح و شام تخلیقِ کائنات پر اللہ کے reference سے غور کرتے ہیں۔ ''وَالرّٰسِخُونَ فِی العِلمِ یَقُولُونَ اٰمَنّا بِہٖ".... کچھ ایسے لوگ بھی تو ہوں گے جن کو خدا خطاب کر کے کہتا ہے کہ یہ علم میں راسخ لوگ ہیں۔

سوال: حروفِ مقطعات کی تعداد تو چودہ ہے، باقی حروفِ تہجی کے خواص کیا ہیں اور یہ حروفِ مقطعات کیساتھ مل کر کس طرح کام کرتے ہیں؟

جواب: یہ لیڈر اسماء ہیں، اُس میں کچھ vowels ہیں، کچھ ملانے والے ہیں، کچھ synonyms ہیں، کچھ antonyms ہیں، جیسے ایک نیا بچہ پیدا ہوتا ہے تو آپ دیکھیں کہ آج بھی اُس پر دو لفظ بڑے آسان ہیں: ماما، ابا آسان ہیں۔ الم کے دائرے اُس پر آسان ہیں۔ language کی ترتیب بھی انہی اسماء سے ہوتی ہے۔ انسان نے ان ہی اسماء کو آگے بڑھاتے ہوئے پوری alphabet ترتیب دی ہے۔ گرائمر ترتیب دی ہے، زبان کے رنگ ڈھنگ تخلیق کئے ہیں تو اُن سے اُن کی اہمیت میں فرق نہیں پڑتا مگر جو ابتدائی filing ہوئی ہے وہ یہی چودہ اسماء تھے۔

Marfat.com

سوال: موسیقی اچھی چیز بھی ہے اور بہت بُری بھی۔ اب تو نعت بھی موسیقی کے ساتھ پڑھی جارہی ہے۔ کیا قرآن موسیقی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے؟

جواب: خواتین وحضرات! بات یہ ہے کہ as such تمام اُن چیزوں کے بارے میں جو انسان کو لذتِ خیال دیتی ہیں، اُس میں شطرنج ہے، چوسر ہے، اُس میں تاش ہے، اُس میں موسیقی ہے، اُس میں غزل ہے، شعر ہے، ادب ہے، اُس میں تفریحات ہیں، اُن میں وہ جائز تفریحات بھی ہیں جس میں آپ outing کیلئے گئے ہو، ساحلِ سمندر کی بھی سیر ہے اور کسی پہاڑ کی چڑھائی بھی ہے اور ہمالہ کی ترائی بھی ہے مری کی برف زاری بھی ہے، یہ تمام چیزیں جائز ہوں یا ناجائز ہوں، جب آپکے حقوق اللہ پر ضرب نہیں مارتے تو جائز ہیں۔ جب آپ کا کھیل، تماشہ آپ کو فرائضِ خداوندی سے غفلت نہیں دیتا تو جائز ہے......

آپ کو یاد ہے کہ بنو قریظہ کی طرف جاتے ہوئے جب نمازِ عصر قضا ہوئی اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہود پہ لعنت فرمائی کہ ان کی وجہ سے ہماری عصر قضا ہوگئی۔ اب آپ کو مطلب یہ سمجھنا چاہیے کہ اُس موسیقی سننے میں کیا حرج ہے۔ جو دو نمازوں کے مابین ایک ایسے وقفے میں ہو، جہاں آپ اللہ کی آواز سنیں اور وہ تمام چیز cancel کر کے اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ اُس وقت شہواتِ دنیا آپکو فریب نہیں دے سکتیں، نہ خدا کے رستے میں آ سکتی ہیں۔ یہ تمام لذاتِ دنیا ہیں۔ اب دیکھیے خدا خود mention کرتا ہے۔ کیا شہواتِ دنیا میں ان چیزوں کو mention کرتا ہے یا وہ جائز چیزوں کو mention کرتا ہے۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ ہم نے انسان کو شہوات کی محبت دی ہے مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ عورتیں، اولاد ساز و سامان...... مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ سونا چاندی وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ گھوڑے گاڑیاں وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ کیا چیز ان میں جائز نہیں ہے؟ کیا گھوڑے گاڑیاں جائز نہیں ہیں؟ کیا اولاد جائز نہیں ہے؟ کیا عورتیں جائز نہیں ہیں؟ کیا سونا چاندی کا حصول جائز نہیں ہے؟ یہ ساری جائز چیزیں ہی ہیں...... مگر اللہ نے کہا جب تمہیں وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (العمران 14:3) کہ یہ متاعِ دنیا ہے اور جب بھی آپ خدا کو پلٹو گے اور یہ رستہ روکیں گی تو یہ شہوات بن جائیں گی، حجاب بن جائیں گی اور سلیمانؑ کا خطرہ بن جائیں گی جب وہ اچھے گھوڑے دیکھتے دیکھتے عصر کی نماز سے غافل ہو گئے......

اس لیے ان تمام چیزوں کا حکم ایک ہی جیسا ہے، چاہے وہ کوئی خوبصورت شعر ہی کیوں نہ ہو، جو آپ کو خدا کی یاد سے غافل کر دے۔ اب اگر آپ Q TV کی قوالیاں سنتے سنتے بے ہوش ہو جائیں تو بھی وہی حال ہے...... میں اکثر جب ٹی وی کھولتا ہوں تو وہاں ایک ہی قوالی والا مسلسل، خوفناک انداز میں قوالی کر رہا ہوتا ہے۔ تو میں خدا سے دعا مانگ رہا ہوتا ہوں کہ کوئی ہے جو تعریف اُس ذاتِ بابرکت کی کرے کہ جس سے محبت ہمارے ایمان کا خلاصہ ہے۔ مگر اس سے جان نہیں چھڑا سکتا۔ وہ اتنا کوئی فضول قسم کا موسیقار اور قوال لگا ہوتا ہے اور دوسرا اُسی پر ایک استخارے والا بیٹھا ہوتا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ مزاحیہ استخارہ کوئی نہیں دیکھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر اہلِ مغرب ہمیں اور کسی چیز کا طعنہ نہ دیں تو یہ استخارہ ہی کافی ہے ہمیں ذلیل کرنے کیلئے......

Marfat.com

خواتین و حضرات! ایک نقطے کی بات آپ سے عرض کروں کہ انسان بے چین ہے، مضطرب ہے، بے بس ہے، نحیف و نزار ہے، گردشِ خیال میں ہے، افکار کی غربت میں ہے اور مجبور ہے، اس کو مسائل کا حل نہیں مل رہا ہے۔ کبھی ایک دوست کے پاس جاتا ہے، کبھی دوسرے کے پاس جاتا ہے، مسجد کے ملا کے پاس جاتا ہے، یونیورسٹی کے پروفیسر کے پاس جاتا ہے، مسئلے کا حل نہیں ملتا، تنگ آ کر اُس کی بے چینی اور اضطراب اس درجے کو پہنچتی ہے کہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگا! اب تُو میری اس کیفیت کو دیکھ!!! میری اس حسرت و آرزو کو دیکھ!!! مجھے اس سوال کی بندش سے رہائی بخش اور مجھے استخارے میں جواب بخش دے!!! خواتین و حضرات! پھر چونکہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اَمَّن یُّجِیبُ المُضطَرَّ ...... جب تُو اتنا مضطرب ہے اے انسان! اور اس اضطراب میں مجھ سے رجوع کر رہا ہے تو مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے، میں تجھے تیرے اضطراب کا جواب ضرور دوں گا...... یہ استخارہ ہے......

خواتین و حضرات! جب ہم لوگ استخارہ کروانے جاتے ہیں تو مجھے یاد کر کے بتائیے کہ کیا ہم اس بے چینی کو اُس میں منتقل کر سکتے ہیں؟ ہم اپنے دل کی اُس کیفیت کو کسی دوسرے انسان میں منتقل کر سکتے ہیں؟ جس حالتِ اضطراب میں خدا نے ہمیں جواب دینا ہوتا ہے، کیا اس مولوی کو بھی جواب دے دے گا؟ کیا اُس کمپیوٹر کو جواب دے گا جو فوراً کارڈ نکال دیتا ہے کہ جادو ہے، سحر ہے یا ٹونا ہے، آج تک اُس کمپیوٹر سے کوئی اچھی بات نہیں نکلی۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ اس استخارے کی جگہ Q TV کے اُس چھوٹے سے کمپیوٹر میں شیطانِ رجیم بند ہے کیونکہ وہ بندوں کو کوئی اچھا جواب نہیں دیتا ورنہ خدا نے تو کہا ہے کہ جس نے میری طرف رجوع کیا اور مجھے سوال کیا۔ اپنی بے چینی میں مجھے یاد کیا، میں اُسے کسی صورت ناکام نہیں بھیجوں گا...... مگر خواتین و حضرات! خیال رکھئے گا کہ آج کل استخارہ جو ہے، یہ مکر و فریب کا سہارا بن گیا ہے۔ لوگ شادی کرتے ہیں، رشتے ناطے دیتے ہیں، اگلے دن کوئی بہتر رشتہ آ جاتا ہے۔ اب اُس سے جان چھڑانی ہے، خود جان نہیں چھڑا سکتے، مولوی کو بیچ میں ڈال دیتے ہیں۔ استخارہ کیا...... ٹھیک نہیں آیا...... وعدہ توڑو...... چلتے بنو...... اتنی شادیاں ٹوٹتی ہیں۔ غضب ہے کہ لوگ اس طرح منہ پھیرتے ہیں حقیقت سے، سچائی سے، وعدے سے...... اور سب کا عذر ایک ہی ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا استخارہ ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ یہ ایک ناقص طریق فکر ہے جس سے آپ کو خبردار رہنا چاہیے۔

محمد توفیق عمر: خواتین و حضرات! بہت دیر سے پروفیسر صاحب مسلسل بولے جا رہے ہیں اور ہمیں اس کا احساس ہے۔ بڑی بھرپور اننگ انہوں نے کھیلی ہے اب میچ ختم ہونے میں پندرہ منٹ باقی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ not out جائیں...... اسی اثناء میں......

پروفیسر رفیق احمد: خواتین و حضرات یہ بڑے سخت بے ایمان ایمپائر ہیں......

(قہقہہ)

پروفیسر احمد رفیق: ہر مرتبہ جب میں نے اچھی بال کی، انہوں نے وائڈ قرار دے دی اور دوبارہ پھر انہوں نے سوال دے دیا۔ خواتین و حضرات! آپ کو شاید توفیق صاحب کا پورا تعارف نہیں ہے...... چونکہ یہ ہم میں سے ہیں، بڑے عظیم دوست

Marfat.com

ہیں...... یہ پاکستان کے بہترین sports مبصر ہیں۔ یہ وہ توفیق احمد ہیں جو سالہا سال 'نوائے وقت' میں sports کا کالم لکھتے رہے ہیں اوران کواس مرتبہ بھی special request کی گئی مگر چونکہ sports کے کالم لکھتے لکھتے اپنے کسی جرنیل کی مخالفت کر بیٹھے تھے، تب سے ان پر writing بند پڑی ہے۔ اب یہ back foot پر کھیلتے ہیں...... میرا استیاناس کرتے ہیں......

محمد توفیق: بلال صاحب! سوال آپ سے ہے کہ What is meditation? Is it a mystic way?

بلال قطب: ایک ضمنی بات میں پہلے عرض کردوں کہ ابھی توفیق جتنے بھی سوالات پڑھ رہے تھے ان میں سے زیادہ تر سوالات میرے خیال میں سیدھے سادے نہیں تھے، کوئی فلسفیانہ تھے، کوئی metaphysical تھے اور کچھ سوال تو میری سمجھ سے ہی باہر تھے کہ اس سوال کا جواب ہو ہی کیا سکتا ہے؟ اتنے مشکل زاویوں سے سوالات کو آسان بنا کران کا جواب دینا اللہ کی رحمت کے سوا ممکن ہی نہیں ہے......

جواب: جہاں تک meditation کا تعلق ہے تو اس کو دو طرح سے دیکھئے ...... پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ جب comparative religions کی تاریخ پڑھتے ہیں، religions کو comparison میں دیکھتے ہیں، تو الہامی مذہب اور غیر الہامی مذہب non divine religion کو bifurcate کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اور دو تو سب سے زیادہ common طریقے ہیں: ایک ہے linear religion اور دوسرا ہے cyclic religion......

cyclic religion وہ religion ہوتے ہیں جن میں موت کے بعد کے جو سفر ہیں ان کا علم نہیں ہوتا۔ پیدائش سے پہلے کے حالات کا بھی علم نہیں ہوتا اس لیے cyclic کا مطلب ہے circle ایک گول دائرہ...... اس لیے یہ پیدائش سے شروع ہوتے ہیں اور پھر آواگون...... کے تصور سے پیدا ہوتے ہوئے یہ دوبارہ پیدائش پر آ جاتے ہیں۔ یہ آپ کے اعمال یا کرما پر base کرتا ہے کہ آپ واپس انسان کی شکل میں آئیں گے یا جانور کی شکل میں آئیں گے، مرد آئیں گے یا عورت آئے گی۔ دوسرے مذاہب جو کہ linear ہیں، یہ divine religion سمجھے جاتے ہیں۔ linear سے مراد ہے سیدھی لائن...... ان مذاہب میں ابتدا اور انتہا تمام چیزیں جو ہیں، وہ بتا دی جاتی ہیں مثلاً پیدائش سے پہلے حالات کیا تھے اور مرنے کے بعد کیا معاملات ہوں گے، یہ تمام چیزیں رکھ دی جاتی ہیں۔ یہ divine طریقے سے بتائی جاتی ہیں۔ ان میں کچھ elements ہیں مثلاً linear religion میں جو کہ الہامی religion ہیں، ان میں ٹیکسٹ کا ہونا، کتاب کا ہونا ایک پیغمبر کا ہونا، کچھ روایتیں جیسے بلوغت سے پہلے آپ کے اوپر کچھ چیزیں لاگو ہوتی ہیں، بلوغت کے بعد وہ بدل دی جاتی ہیں۔ شادی سے پہلے کچھ چیزیں ہیں، شادی ہونے کے بعد کچھ چیزیں ہیں، یہ cultural چیزیں ہیں، مرنے کے بعد کی چیزیں ہیں، اگر بچہ پیدا ہوگا تو اذان دینی ہے، انسان جب مر جائے گا تو اُس کو غسل دینا ہے وغیرہ وغیرہ...... یہ تمام مسائل دو طرح سے religion کو divide کرتے ہیں۔

بدھ ازم میں چونکہ خدا موجود نہیں ہے...... بدھا جب اپنی meditation سے اٹھا، وہ درخت جو مشہور ہے،

وہاں سے وہ اٹھے تو اُس کے بعد انہوں نے چالیس سال سے کچھ زیادہ تک تبلیغ کی لیکن اپنی کسی بھی تبلیغ میں بدھا نے خدا کا ذکر نہیں کیا۔ اس لیے اُس کا سارا مذہب recreation کے سارے concept پر based ہے کہ آپ دوبارہ اس کائنات میں واپس نہ آ سکیں۔ یہ تپسیا، یہ محنت کی جائے کہ آپ واپس دنیا میں کسی طریقے سے نہ آئیں اور اگر آپ نے یہ معاملہ achieve کر لیا کہ آپ واپس نہ آئیں گے تو یہ آپ کی مکتی ہے، یہ مکتی آپ نے ultimate achieve کیا ہے کہ آپ واپس اس دنیا میں نہ آئیں۔ اس طرح جو cycle تھا وہ آپ نے توڑ دیا......

اب سارا مسئلہ مکتی کا تھا کہ مکتی کیسے حاصل کی جائے؟ یہیں سے meditation کا سارا سلسلہ اور ساری history شروع ہوتی ہے بدھسٹ meditation کرتے نہیں تھے، ان کے ہاں جو مکتی کا سارا تصور تھا، وہ جس monk سے منسوب تھا، اُن میں چند چیزیں ضروری سمجھی جاتی تھیں: ایک یہ کہ typical قسم کا لباس پہنیں، وہ مانگ کر کھائیں، وہ جنگلوں میں نکل جائے، تنہائی میں رہے تو پھر اس کو مکتی ملے گی ورنہ نہیں مل سکتی۔

اب meditation کا سارا سلسلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب یہ بدھسٹ sub- continent میں آئے، یہاں اس جگہ پر برہمن پہلے سے موجود تھا...... ان کے ہاں یہ عقیدہ تھا کہ خدا نے اتنی بڑی کائنات کو پیدا کرنے کے عوض سوچا کہ کوئی چیز sacrifice کی جائے تو اتنی بڑی شے تخلیق کرنے کے parallel اُس کے against کوئی ایسی چیز خدا کو کائنات میں نظر نہ آئی جو اس کا صدقہ ہو سکے اس لئے خدا نے اپنی قربانی خود دے دی۔ He sacrificed himself creating the universes... اس لیے خدا کی روح کائنات میں گھومنے لگ گئی۔ اب یہاں سے تصور شروع ہوا meditation کرنے کا کہ لوگ اس روح کو جو کائنات میں پھر رہی ہے اس کو capture کرنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے یہ روح میرے اندر داخل ہو جائے۔ اب دو طرح کے لوگ پھر develop ہو گئے۔ ایک وہ لوگ جو meditation کرتے ہیں جیسے آج کل کرتے ہیں، جیسے Transitional meditation جسے T.M کا نام بھی دیتے ہیں جو کہ آپ صرف relaxe کرنے کیلئے کرتے ہیں، اس میں آپ بیس منٹ کی meditation میں آٹھ گھنٹے کا rest achieve کر سکتے ہیں لیکن یہ trained programme ہے، اس کا religion سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو دوسری قسم کی meditation ہے، اس میں آپ consciously یا subconsciously خدا کی بھٹکی ہوئی روح کو capture کرنے کیلئے اپنے اوپر کوئی ایسا معاملہ وارد کرتے ہیں جس سے دیکھنے والے کو اور آپ کو یہ اندازہ ہو کہ آپ اس وقت جس حالت میں ہیں وہ ایک غیر حالت ہے اور اس وقت جو خیال آپ پر وارد ہو رہا ہے وہ تقریباً الہامی سا ہے...... اس طرح یہ condition قائم کر لی religious لوگوں نے اور جو exercise اور relaxation meditation تھی، وہ قائم کر لی اُن لوگوں نے جو کہ religious نہیں تھے۔

اب بھی اگر اس زمانے میں دیکھا جائے تو سوئٹزر لینڈ میں مہاریش یوگی کا ایک بہت بڑا institution ہے جسے پہلے تو Maharish International University کہتے تھے، اب Maharish International University of Managerial Sciences کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اگر آپ website پر بھی دیکھیں تو

Marfat.com

آپ کو حیرت ہوگی کہ meditation کرنے سے جو ساری biology جو pathology ہے وہ بڑی change ہو جاتی ہے۔ relaxation میں آپ جاتے ہیں تو شاید آپ کو oxygen کی ضرورت کم ہوتی ہے اس لئے اگر آپ meditation کی حالت میں ہیں تو آپ شاید بہت دیر بعد سانس لیں۔ آپ کے دل کی دھڑکن بھی کم ہو جائے گی۔ کیونکہ آپ کی physical requirement بدل جاتی ہے لیکن اُن کا religion سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ہم جو meditation یہاں پر contemporary کرتے ہیں، اس کو ہم خداداد خیالات اور خدا کی دی ہوئی طاقتوں کے ساتھ associate کرتے ہیں اور اس لیے ہم اس کو anticipation کیلئے اور اگلے معاملات یا پچھلے گزرے ہوئے معاملات کے اوپر فیصلہ لینے کیلئے use کرتے ہیں۔

سوال: ایک غیر مسلم قرآن کو مانتا ہی نہیں تو ہم غیر مسلم کو قرآن کی حکمت کیسے بتا اور سمجھا سکتے ہیں؟

جواب: خواتین وحضرات! سوال بہت اچھا ہے مگر ہم اُسے کیوں اس بات کا قائل کریں کہ یہ قرآن ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ ہم کیوں اسے اس بات کا قائل کریں؟ سوال یہ ہے کہ ہم اُسے مسلمان کیوں کریں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ مسلمان کرنے کیلئے یا تو اس پر جبر و تشدد کیا جائے یا اُسے مارا پیٹا جائے کہ اسلام قبول کرلے اور اگر ہم نے عقلی طور پر اُس سے بات چیت کر کے، اُس کو سمجھانا ہے، سوچنا ہے، تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے اُس کا طریقہ بتایا ہوا ہے کہ

اُدعُ اِلٰی سَبِیلِ رَبِّکَ بِالحِکمَةِ وَالمَوعِظَةِ الحَسَنَةِ

(اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی نصیحت سے۔)

کہ اُسے اللہ کی طرف بُلاؤ حکمت و دانش سے اور اچھے کلام کے ساتھ اور آخر میں کہا:

وَجَادِلهُم بِالَّتِی هِیَ اَحسَن (النحل 125:16)

(اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔)

اُس سے اچھی طرح بحث کرو۔ ہوسکتا ہے کہ بحث کے انجام میں وہ آپ سے درخواست کرے کہ آپ اپنی مذہبی کتاب جسے قرآن کہتے ہیں، مجھے سمجھاؤ، یا مجھے پڑھنے کا موقع دو، میں دوبارہ بحث کروں گا...... تو بحث کے طریقے میں یہ تو کہیں بھی نہیں ہوتا کہ آپ قرآن کو اٹھا کر لے جاؤ اور کسی دوسرے مذہب والے سے کہو کہ تُو اسے مانتا ہے کہ نہیں مانتا...... اس جبر و تشدد کو نہ اللہ پسند کرتا ہے، نہ اسکی اجازت دیتا ہے:

لَا اِکرَاہَ فِی الدِّینَ (البقرة 256:2)

اور بلکہ کسی دوسرے مقام پر بھی خداوند کریم کہتا ہے کہ اے لوگو تم کافروں کے بتوں کو گالیاں نہ دو، اُن کے جھوٹے خداؤں کو بُرا مت کہو، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سچے خدا کو بُرا کہیں اور تمہیں تکلیف زیادہ ہو۔

ابھی جیسے آپ دیکھ لو کہ ہمارے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہیں، ہم حضرتِ عیسیٰؑ کی شان میں گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کوئی ہمارے ہمسائے میں تو ڈنمارک بستا نہیں کہ جا کر اُس پر چڑھائی کر دیں یا چند سر پھرے جا کر اُس مردود

Marfat.com

کو قتل کر دیں یا مار دیں...... obviously یہ سارے طریقے ہمیں پہلے سے پتہ ہونا چاہیے تھے کہ دشمن سے رعایت مانگی نہیں جاتی۔ وہ آپ کو تنگ کرے گا اُسے آپ کا weak point مل گیا ہے، وہ اُچھلے گا، کودے گا، بوزنے ہیں آخر۔

وَلَقَد عَلِمتُمُ الَّذِینَ اعتَدَو امِنکُم فِی السَّبتِ فَقُلنَا لَهُم کُونُو قِرَدَةً خٰسِئِینَ (البقرۃ 65:2)

(اور بے شک تمہیں معلوم ہے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔)

یہ بندر نما مخلوق ہے۔ ایک کے بعد دوسرا اسی کی copy کرتا ہے۔ ان کو کیا غرض ہے انسانیت کے مراتب کے ساتھ...... مگر آپ جو اشتعال اور جو چیز show کر رہے ہو، اگر غور کیا جائے تو اُن کو پسند آ رہا ہے۔ آپ کا چڑنا، آپ کا غم کرنا انہیں پسند آ رہا ہے...... یہ ایسی مردود قوم ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کسی کمزور پر کبھی ترس نہیں کھاتا۔ ان کو ہماری روایات کا کبھی احترام نہیں ہوگا۔ اُن کو کبھی بھی ہمارا رسول ﷺ اچھا نہیں لگے گا۔

اگر خالی رسول ﷺ کی بات ہوتی تو یہ کارلائل کی کتاب پڑھ کے نہ سوچ لیتے کہ واقعی محمد ﷺ کوئی بہت بڑے انسان ہیں! کارلائل جس نے Heroes and Hero- Worship میں اپنے نبی کو چھوڑ کر ہمارے نبی کو انسانیت کا hero کہا ہے، اگر یہ سمجھدار اور دانشور ہوتے اور عقل رکھتے تو کیا یہ پھر اُس کتاب کو دیکھ کر متاثر نہ ہوتے کہ جس میں سو بڑے آدمیوں کا تذکرہ ہوا اور انہوں نے ہی کیا اور پھر محمد ﷺ کو وہ پہلا آدمی قرار دیا کہ جس نے زندگی اور انسان کو سب سے زیادہ متاثر کیا تھا...... اگر ان میں عقل ہوتی تو یہ ضرور مان لیتے۔ مگر ان میں وہ چیز ہے ہی نہیں۔ یہ تو ہمیں ایک ناجائز اشتعال دے کر، چبھن دے کر، کسک دے کر، دُکھ دے کر ہمارے پیغمبر کے بارے میں ہمیں مشتعل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر ایسی باتوں سے...... بھلا کتے کے بھونکنے سے بھی چاند کو کوئی فرق پڑتا ہے...... ہمیں intellectually اس کو ignore کرنا چاہیے، جب آپ جواب دیں گے تو یہ آپ کو مزید تنگ کریں گے، یہ میری بات یاد رکھیے...... آج ایک نے کارٹون چھاپا' کل دوسرے نے اور پرسوں تیسرا چھاپے گا مگر کس کا کارٹون......؟ اگر کوئی مفروضہ کارٹون چھاپ دے اور اس کے اوپر اگر کوئی خدانخواستہ اس قسم کا نام لکھ دے۔ تو ہمارے لیے کاہے کو تسلیم کے قابل ہے؟ کس کے پاس ہے تصویر ﷺ......؟ ہمارے دلوں میں تو ہو سکتی ہے مگر practically تو حضرتِ گرامی ﷺ کی کوئی تصویر دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے تو جس کی مرضی لگاتے پھریں، ہمیں اُس سے کیا؟ مگر یہ احتجاج صرف ایک لحاظ سے درست ہے۔ آپ یقین جانیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی برکتِ اسمِ گرامی رسول ﷺ ہے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ عالمِ اسلام مردہ ہے لیکن ہر ملک میں ہر جگہ مسلمانوں نے جو حبِ رسول ﷺ کا مظاہرہ کیا ہے، الحمد للہ یہ شرفِ انسانیت و اسلام ہے کہ ہم ابھی زندہ ہیں......

توفیق عمر: محترم خواتین و حضرات! ابھی پروفیسر سید مجتبیٰ ترمذی صاحب تشریف لائے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ bad light ہو گئی ہے، میچ روکا جائے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ مصنوعی روشنیوں میں دو بال کھیلے جا سکتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ زیادہ سے زیادہ دوستوں کو مطمئن کیا جا سکے۔

Marfat.com

سوال: ایک سوال ہے کہ جبلت جنگل کی آگ کی طرح ہوتی ہے، فوری متحرک اور اشتعال کا مظاہرہ کرتی ہے، ٹھہرنے کا وقفہ ہی نہیں دیتی۔ جبلت جب متحرک ہو تو اسے ٹھہرایا کیسے جائے؟

جواب: صرف ایک چیز جبلت کو روکتی ہے اور وہ عقل ہے۔ وہ عقل جسے خدا سے مس ہو اور تو کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک division tank attack کرے ناں، تو کوئی دنیا کا ایسا جرنیل نہیں جو اُسے وہیں روک دے...... بائیس تیئس میل تو tank ٹہلتے ہوئے آجاتے ہیں۔ وہ اتنا بڑا division tank کا attack ہوتا ہے کہ اُس کو اس کی جگہ پر روکا نہیں جا سکتا۔ تین سو ٹینک چڑھ رہے ہوتے ہیں، چڑھتے چڑھتے، چلتے چلتے space بناتے بناتے، بائیس تیئس میل نکل ہی آتے ہیں، پھر اُن کو توڑا جاتا ہے، ایک ایک کر کے توڑا جاتا ہے حتیٰ کہ اُن کی formation ٹوٹتی ہیں۔ بیس تیس میل کے بعد آپ ایک division کو اتنا loss پہنچا دیتے ہو کہ مزید advance tactically غیر مناسب ہوتا ہے تو یہی strategy آپ کی جبلت کے ساتھ ہونی چاہئیے۔

جبلت جب بھرپور attack کرے، تو کوئی غریب مسکین ابنِ آدم اُسے روک نہیں سکتا، پھر اُس کو پیچھے ہٹنا پڑتا ہے، جگہ بنانی پڑتی ہے، spacing بنانی پڑتی ہے۔ اب دیکھئے اُسکا مطلب کیا ہوتا ہے؟ اچانک فرض کرو کہ کسی کی temptation جاگی ہے اور اُس میں ایک مجبوری کا عنصر پیدا ہوا ہے۔ ضرورت اُس کو اتنے خوفناک انجام پر لے جارہی ہے And he must and must steal, he must and must go for a bad relationship تو اب وہ اتنی زبردست چڑھی ہوئی ہے...... بلکہ باقی جبلتیں تو controlable ہیں physical sexual جبلت least controlable ہے۔ اگر اس کو اللہ یاد ہے تو وہ اُس حکم کو فائنل کر دے گی، دفاع کی اس منزل کو فائنل کر دے گا کہ میں سوچ تو سکتا ہوں، میں imagine تو کر سکتا ہوں، میں اپنے موقف سے پیچھے ہٹ سکتا ہوں، میں اُس کی کہانیاں پڑھ سکتا ہوں، میں planning کر سکتا ہوں But he will stop, he will not steal. یہ بیچ میں جو وقفہ پڑے گا اس کی سوچوں کا، وہ اس کو اس کی آخری منزل تک پہنچنے سے روک دے گا۔

اسی طرح فرض کرو۔ If he is involved and two people are involved وہ باتیں تو کر سکتے ہیں، ٹیلی فون کی تاریں توڑ سکتے ہیں۔ گفتگو کر کر کے...... وہ مزید ملاقات کے وقت قائم کر سکتے ہیں، وہ چھو سکتے ہیں، جیسے حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ ہر چیز خطا کاری کرتی ہے مگر اگر آپ ادھر کھڑے ہوتے ہو کہ I might do all these things, but I will never surrender to do this basic fact. تو آپ مصیبت سے بچ جاتے ہو، جبلت کو روکنے کے لئے اتنے قدم پیچھے ہٹنا پڑتا ہے جو safety والے قدم ہوتے ہیں، پھر کہیں کھڑے ہو کر آپ اس کے خلاف resist کر سکتے ہیں۔

توفیق عمر: شکریہ پروفیسر صاحب! خواتین وحضرات! ہم تعلیمی سیشن 2006ء کے اختتامی لمحات میں ہیں......

سوال: ہمارے ایک دوست نزولِ مہدی اور عیسیٰؑ کے حوالے سے جاننا چاہتے ہیں ان کا سوال بڑا دلچسپ ہے کہ دجال اگر

Marfat.com

اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے تو قرآن حکیم میں اس کا ذکر کیوں نہیں؟

جواب: یہ بڑی اچھی بات ہے مگر فتنہء دجال جو ہے اس کا ذکر بہت جگہ دوسرے طریقوں سے قرآنِ حکیم میں ہے، اس طرح براہِ راست لفظ دجال سے ذکر نہیں ہے مگر دیکھئے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باطل بجھنے والا ہے، باطل کا حق ہی یہی ہے کہ وہ ختم ہو جائے اور یہ کہ خدا نے یہ کہا کہ زمانہء آخر میں تُو برا منائے چاہے اچھا منائے:

هُوَ الَّذِیٓ اَرسَلَ رَسُولَهٗ بِالهُدٰی وَدِینِ الحَقِّ لِیُظهِرَهٗ عَلَی الدِّینِ كُلِّهٖ وَلَو كَرِهَ المُشرِكُونَ (الصف 9:37)

(وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے چاہے بُرا مانیں مشرک۔)

قرآن نے نام نہیں دیئے، situations دیں، قرآن شاید افراد کی سطح تک ذکر کر بھی نہیں سکتا تھا، وہ پیغمبر کی سطح تک ذکر کر سکتا تھا اور اُس نے کیا ہے۔ قرآن نے فتنہء آخرالزماں کا ذکر کیا ہے، قیامت صغریٰ کا ذکر کیا ہے، قرآن نے اُس جنگ کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہونی ہے۔

اصل میں آپ لوگوں کیلئے جو چیز بڑی ہے وہ خدا کیلئے بہت چھوٹی ہے۔ دجال اللہ کا حریف نہیں ہے۔ دجال تو انسان کا سب سے بڑا خطرہ ہے۔ وہ اللہ کو damage نہیں کرتا۔ خدا نے انسان کی مدد کیلئے جو اُس کا علاج ڈھونڈا ہے وہ وردِ عیسیٰؑ میں ہے کہ وہ جو بڑے آرام واطمینان سے آسمانوں پر بٹھائے گئے ہیں تو وہ اسی ساعت کیلئے نیچے اتریں گے اور دجال کے اس دعوے کو کہ وہ کائناتی اور ملکوتی اور عالمِ بالا کی صفات کا مالک ہے کہ وہ خدا کی جگہ کام کر سکتا ہے اور آلات میں اور مشین میں وہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ مرتبہ خدا کو بھی challenge کر سکتا ہے، اُس کے جواب میں اللہ بحیثیت ایک دلیل کے طور پر حضرت عیسیٰؑ کو بھیجے گا۔ کہا: تیری تمام ترقی، تیری تمام جدتیں، تیری ریاضتیں جو تُو کر بیٹھا ہے، میرے تو ایک سائنس دان کے برابر بھی نہیں ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ میں کوئی ایک instrument دے دے گا، ایک شعاعی ہتھیار دے دے گا، جیسے رسولِ اکرام ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ میں چالیس گز لمبی تلوار ہوگی۔ اُدھر سورج کی طرح چمکتی ہوئی شعاعوں کے حصار میں اُتریں گے اور شعاعوں کی وجہ سے ساری دنیا میں سارے دجال کے لشکر میں کوئی چیز move نہیں کرے گی۔ سکتہ سا توپوں پر بھی، مزائلوں پر بھی طاری ہو جائے گا۔ آرام سے نیچے اُتر کر اسے مار پیٹ کر لیں گے Who can fight God...???

لَو كَانَ فِیهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء 22:21)

(اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔)

اقبال نے کہا:

چہ عجب اگر دو سلطان بہ ولایتے نہ گنجند

تم تو اس بات پر حیرت کر رہے ہو کہ دو بادشاہ ایک ولایت میں نہیں سمٹ سکتے۔

جب ایں کہ بی نہ گنجند بہ دو عالمے فقیرے

میں تو اس بات پر حیرت کر رہا ہوں کہ ایک اللہ کا فقیر دو عالم میں نہیں سماتا......

سوال: روح اور نفس میں کیا فرق ہے؟

جواب: جیسے میں نے آپ سے کہا کہ روح اور نفس دو علیحدہ حقیقتیں ہیں اور روح کی حقیقت یہ ہے کہ اَلَستُ بِرَبِّکُم جب اس کو بنایا تو اس میں ایک positive اقرار رکھ دیا۔ جب نفس کو بنایا تو اس میں انکار رکھ دیا اور حدیث یہ کہتی ہے کہ نفسِ انسان میں اللہ نے اپنا سب سے بڑا دشمن تخلیق کیا۔ اُدھر جبلتوں کا ارتکاز کر دیا، اِدھر عقل و معرفت کا شعور بخش دیا...... یہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ دونوں دشمنوں کو ایک مکان میں رکھا، جسے وجودِ انسان کہتے ہیں۔ ساری عمر کی جنگ ہے، کون جیتے، کون ہارے......؟

وَمَا عَلَینَا اِلاَّ البَلاَغ

Marfat.com

سید علی بن عثمان ہجویریؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

خواتین وحضرات! موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے میں آپ کو دو چار بہت اہم باتیں بتاتا چلوں کہ ذہن جب اپنے ارتقائی اعمال سے گزرتا ہے، سوچ جب بلند تر ہوتی ہے اور اس میں نفاستِ تخلیق آتی ہے، ادب آتا ہے، عُجب آتی ہے، inquiry آتی ہے، تو لامحالہ ذہن میں ایک بہت بڑا المیہ جو پیدا ہوتا ہے اس کو Narcism کہتے ہیں یعنی یہ نرگسیتِ ذہانت ہے اور ہر ذہین آدمی بذاتِ خود اپنے عُجب کو، غرور کو اور تمکنتِ ذہن کو اس بلند و بالا مقام پر لے جاتا ہے، خواہ وہ آرٹسٹ ہو، خواہ ادیب ہو، خواہ کوئی بھی ہو، کسی بھی اور عظیم تر صورت کو ماننے سے پہلے ہزار ہا شکوک و شبہات سے گذرتا ہے۔ یہی حال بہت سے ان ذہین لوگوں کا ہوا جنہوں نے اپنے مطالعاتی سلسلے میں اور تمدن کے علوم کی ترقی میں اتنی قدر و منزلت پائی اور اتنے نام آور ہوئے کہ انہوں نے تصوف کے خلاف بہت باتیں کیں۔ بہت خوبصورت بات خواجہ ابوالحسن نوریؒ نے ارشاد فرمائی کہ "پہلے نام نہیں تھا مگر تصوف حقیقت تھا۔ اب نام ہے مگر تصوف میں حقیقت نہیں ہے"۔

خواتین وحضرات! یہ اوصافِ حمیدہ کا ایک ذکر تھا، مصاحبتِ کردارِ رسول ﷺ تھی اور سب سے بڑھ کر اللہ کی شدید ترین محبت کا نام تصوف تھا۔ اتفاق یہ ہوا کہ جو لوگ اس تجربہءانس و محبت سے نہیں گذرے، جو لوگ انائے ذات کے شکار ہوئے، جن لوگوں نے علمیت اور ادبیت کو ہی حرفِ آخر سمجھ لیا، وہ ان تمام تجربات کے منکر ہو گئے جن کا ذکر صوفیاء نے کیا تھا اس لیے کہ تصوف ایک ایسا دربار ہے، ایک ایسا علم ہے، جس میں ناشناس کو کوئی رستہ نہیں ملتا، جس میں صرف صاحبِ اخلاص ہی درک رکھتے ہیں۔ ان چلمنوں کے پار کھڑے ہوئے لوگ۔ ان کے بارے میں بہت بدگمانیاں رکھتے ہیں۔ بہت اوٹ پٹانگ تصوررکھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ شاید فلسفہء یونان سے مشتق ہے، کوئی کہے گا کہ اس میں صرف مروجہ علوم کا کمال ہے اور کچھ بھی نہیں ہے، مگر تصوف میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک سادہ ترین جدوجہد کا آغاز ہے، ایک ایسا آغاز جس میں انسان اُس صحرانشین کی طرح ہوتا ہے جسے صحرا میں کوئی نشان نہیں ملتا اور گہرے تاریک آسمان تلے جب اسے کوئی رستہ نہیں ملتا تو اسے کسی رہنما کی تلاش ہوتی ہے۔ کسی ایسے بزرگ و برتر ساتھی کی تلاش ہوتی ہے جو اسے اس ویرانے سے نکال کر کسی متمدن بستی تک پہنچا دے۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! اپنے ذاتی واقعے میں سید ہجویرؒ کے حوالے سے میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ جب تلاشِ خدا کی ایک ذرا سے تڑپ میرے دل میں پیدا ہوئی، اس سے پہلے بڑا ضروری ہے کہ میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ یہ تڑپ کیوں پیدا ہوئی؟ اپنے مطالعاتی دور میں مشرق و مغرب کے تمام علوم کو دیکھتے ہوئے ممکنہ حد تک ان کے مطالب سے جب میں نے اچھی طرح رسوخ حاصل کرلیا تو میرے ذہن میں ایک فطری سا سوال پیدا ہوا۔ سوال یہ تھا کہ سُنا جاتا ہے، کہا جاتا ہے، معلوم ہے کہ علم سکون عطا کرتا ہے...... اتنا کچھ پڑھنے اور جاننے کے باوجود، ہزار ہا اوراقِ علم کھولنے کے باوجود میرا دل سکون سے کیوں خالی ہے؟ یہ سوچنا پڑتا تھا کہ ہیگل اور کانٹ اور برگساں کیوں مجھے سکون نہیں دیتے؟ کیا یہ تفاخر کافی ہے کہ کسی بڑے عالم کو پڑھ کر، اُسے quote کرلینا سکون کا باعث ہے؟ ایسا تو نہیں تھا، ایسا تو کوئی عالم دُنیا میں نہیں تھا کہ جس کی تعلیمات کے بعد میں ایمانداری سے یہ اعلان کرتا کہ لوگو! میں نے سکون پالیا، امن پالیا، جستجوئے خیال پالی، اس نے میرے صحرانشین دل کو تمدن کا ایک گھروندہ دے دیا، ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ خدا ہے ہی نہیں...... اس لیے کہ خدا رسیدہ لوگوں کو دیکھا۔ ایسے بندوں کو بہت دیکھا جو دعویٰ شناسائی ربّ کریم رکھتے تھے، ان لوگوں کو بہت دیکھا، مگر کسی میں ایسا سُراغِ حقیقت نہیں ملا۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو جانتے بھی نہ تھے، وہ تو ایک general psychology of the self کے بھی شناسا نہ تھے، وہ Psychology of the self جو مغربی علماء نے متعارف کروائی تھی۔ وہ اِس psychology کے general standard پر بھی پورے نہ اُترتے تھے۔ ان کو ہم کیا خدا شناس سمجھتے؟ سنا گیا ہے کہ خدا کی شناخت، شناختِ ذات سے بہت آگے کی بات ہے۔ سُنا گیا ہے کہ جہاں زوالِ علمِ نفسیات شروع ہوتا ہے وہیں سے شناختِ خداوند کا علم شروع ہوتا ہے کیونکہ نفسیات اللہ کے لیے نہیں پڑھی جاتی۔ Self کا یہ علم Self ہی کے عروج اور بہتری کیلئے ہے۔ دُنیا کا بڑے سے بڑا نفسیات دان اپنا یہ claim نہیں رکھتا کہ:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

(جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔)

نفسیات کے کسی عالم کا خیال، شعور اور منزل تلاشِ خداوند نہیں ہوتی بلکہ وہ تلاشِ خداوند کو بھی آسیب سمجھتے ہیں۔ ایک ایسا نظریہ جو شاید کسی وہم اور وسوسے کی پیداوار ہے، شاید کسی psychotic brain کی تخلیق ہے، شاید وجود کے اندر کسی جناتی وجود کی پیداوار ہے۔ ایسا مرحلہ جب کہیں پیش آیا تو خواتین وحضرات! اس تلاش میں، میں بہت عرصہ سرگرداں رہا کہ کوئی ایک ایسا فاضل، دانش ور، کوئی ایسا اللہ کا بندہ تو ہو جو مجھے خدا کے رستے سے آشنا کردے۔

خواتین وحضرات! اس تلاش میں، میں ایک مرتبہ آستانہ ہجویرؒ پر حاضر ہوا، بڑا گلہ کیا۔ میں نے ان سے کہا: تم لوگ لفاظ ہو، بے کار کی بحثوں میں تم نے لوگوں کو اُلجھائے رکھا، جمع و وحدت میں الجھائے رکھا، صدق وصفا میں الجھائے رکھا۔ بھلا اگر تم ایسے لوگ تھے اور تمہارے پیچھے آنے والے بھی تھے اور اگر آپ کہتے ہو کہ زمین اقطاب سے خالی نہیں ہوتی، نقیبوں اور نجیبوں سے خالی نہیں ہوتی تو ایک متلاشی کو کون سراغ دے گا؟ کہاں سے لاؤں گا وہ رہبر، کہاں سے

Marfat.com

لاؤں گا وہ دانش ور، جو حجاب ذات سے مجھے آشنا کر دے؟ کوئی ایسا سُراغ تو ہوگا آپ کے پاس؟ مگر کیا افسوس کی بات ہے کہ زمانے کی ہر گلی اور کوچہ گھوما پھرا ہوں، معاشرے کے ہر فرد و بشر کو دیکھا ہے، تمکنت نظر آتی ہے، دعویٰ نظر آتا ہے، وعدے نظر آتے ہیں، مگر یہ خالی خولی لوگ کسی کو خدا کے رستے پر پہنچانا تو بہت دُور کی بات ہے، یہ تو خدا کی یاد کے رستے بھی لوگوں پر مسدود کر دیتے ہیں......

جواب کیا ملنا تھا۔ جواب تو کچھ بھی نہ ملا سو میں غصّے، افسوس اور رنج سے واپس پلٹا۔ اتفاق یہ دیکھئے کہ میز پر ''کشف المحجوب'' کھلی پڑی تھی۔ اتفاقاً، کچھ غصّے سے، میں نے اس کتاب کے اس صفحے پر نظر ڈالی جو کھلا ہوا تھا، تو میری توجہ حضرت ابوسعیدؒ کے اس سوال پر گئی کہ سید ہجویرؒ اسے مخاطب کر کے کہہ رہے تھے کہ اے ابوسعید! ایک وقت تھا کہ ہم زمین پر خدا کی تلاش کیلئے نکلے تھے۔ ہمیں بے شمار رہبر ملے، بے شمار اللہ کے ولی ملے، بے شمار دوست ملے، ہم نے سینکڑوں لوگوں سے کسبِ فیض کیا، کسی سے حال لیا، کسی سے مقام لیا، کسی سے غیبت لی، کسی سے حضور لیا، کسی سے صدق و صفا لیا، مگر اے طالب اللہ ایک وقت آئے گا کہ تیری بے چارگی پر ہمیں افسوس ہوا کہ تُو کوچہ کوچہ، گلی گلی پھرے گا، تجھے ایسا کوئی شخص نظر نہ آئے گا، جو تجھے رشد و ہدایت کے کسی سلسلے تک پہنچائے، مجھے ایک بات بتا کہ پھر کیا تُو خدا کی تلاش چھوڑ دے گا؟ یہ جملہ مجھے بڑا اچنبھا لگا کہ سیدؒ نے کہا کہ پھر کیا تُو خدا کی تلاش چھوڑ دے گا؟ تو میری اتنی بات ضرور یاد رکھنا کہ وہ ہے......وہ موجود ہے......وہ خلق کی رضا سے بہت بالا ہے، وہ شکوک و شبہات سے بہت بلند ہے اور جو اسے تلاش کرے گا، چاہے کسی زمانے میں بھی کرے، چاہے کسی وقت میں بھی کرے، وہ اسے ہر حال میں اپنے رسوخ تک، اپنی ملاقات تک، شناسائی تک، مصاحبت تک، ہمسائیگی تک ضرور پہنچائے گا۔

خواتین و حضرات! یہ میرے سوال کا جواب تھا اور اس کے ساتھ ہی یہ اس سوال کا جواب بھی تھا کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ تعالیٰ نے، بڑے بڑے ماہرینِ تعقل نے، بڑے بڑے متجسس حضرات نے شیخ کے بارے میں یہ کیوں لکھا کہ:

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

یہ کتاب ''کشف المحجوب''، جس مقصد سے لکھی گئی، اصل میں اس کتاب کے پیچھے جو خواہش تھی وہ آج بھی اسی طرح زندہ ہے۔ اس سے زمانوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا، اوقات اس کے رستے میں حائل نہیں ہوتے، آج بھی جسے خدائے بزرگ و برتر کی تلاش ہے، جسے محبت کی تلاش ہے، اللہ کے قرب اور ہمسائیگی کی تلاش ہے، آج بھی اسے ''کشف المحجوب'' بھرپور رہنمائی دیتی ہے۔ جیسے ان کے اپنے زمانے میں لوگوں کو رہنمائی میسر تھی۔

خواتین و حضرات! تصوف کی عمومی دنیا پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو بہت اولیا ہیں جو بڑے قابلِ قدر ہیں، انکے بڑے خوبصورت اور قیمتی اقوال ہیں، ان کا ہر قول عمل میں جانے کے بعد اپنی خاصیت دکھاتا ہے۔ سید ہجویرؒ فرماتے ہیں کہ ''متصوف بھی بہت ہیں، متصرف بھی بہت ہیں لیکن صوفی بہت کم ہیں۔'' Intellectual heights پر جا کر تلذذِ گفتگو صوفیانہ بھی ہوتی ہے۔ شعر میں بھی ہم کسی شاعر میں تصوف کا پہلو نکال لیتے ہیں۔ تصوف نکالنا بڑا آسان ہے consensual کے کسی بھی pattern سے ہم دراصل خلق کے مباحث میں پڑ جاتے ہیں۔ maturity

Marfat.com

mental اور temporal mysticism کو ہم تصوف سمجھتے ہیں۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔ پینتیس سال کی شاعری کے بعد اگر ایک شاعر اچھا شعر لکھ دے تو وہ شاعری کا تصوف ہو سکتا ہے مگر تصوف نہیں ہوتا۔ ہر چیز ایک مرتبہء کمال تک پہنچتی ہے اور ہر مرتبہ کمال کو تصوف کہا جا سکتا ہے۔ But it is the mysticism of the same thing which we are studying. It is not the mysticism which we call. اللہ کے علم کو ایسا بالکل نہیں کہا جا سکتا، مصیبت یہ ہے کہ intellectual جب اپنی انا میں کسی تجربہء زندگی سے نہیں گزرتا تو وہ ہمیشہ اس علم کو discard کرتا ہے یا اس کو خرافات پر مبنی ایسی سوچ قرار دیتا ہے، جو non-applicable ہے۔ کسی نے کہا کہ صوفی ازم دُنیا سے کنارہ کشی ہے۔ کسی نے کہا کہ صوفی ازم ایک قصہء پارینہ ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تلاش محض ایک فریب اور دھوکا ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ ان لوگوں کو تصوف سے کسی قسم کی کوئی شناسائی حاصل نہ تھی۔

خواتین و حضرات! سیدِ ہجویرؒ نے تصوف میں چند ایک باتیں ایسی کہیں، جیسے میں نے ان سے سمجھا، خلاصۃً آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اتفاق یہ ہوا کہ میرا واسطہ کچھ ایسے لوگوں سے پڑا کہ جو مجھ سے بار بار سوال کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ میں نے پندرہ برس خدا کو تلاش کیا، میں نے کیوں خدا کو نہ پایا، تجھ میں کونسے سُرخاب کے پر لگے ہوئے تھے۔ کسی نے مجھے کہا کہ یہ تصوف کیوں نہیں تسکین قلب کا باعث بنا، کسی نے کہا کہ بغیر رشد و ہدایت تصوف ہو نہیں سکتا، کسی نے کہا کہ بیعت کرنا کتنا لازم ہے، بغیر بیعت کب کوئی صوفی ہو سکتا ہے مگر یقین جانیے کہ تصوف کا ان باتوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا، کسی ایسی rigidity سے، کسی ایسے تخصیصی مراتب سے تصوف کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کوئی بندش ایسی نہیں ہے جو بندے کو خدا تک پہنچنے سے روک سکے مگر صرف ایک ہے کہ وہ خالقِ کُل، وہ صاحبِ کائنات، وہ جو سب سے بڑا ہے، وہ اپنی حیثیت سے کم درجے پر اُترنا پسند نہیں کرتا۔ اگر آپ اپنی ترجیحاتِ زندگی کو اپنا مقصدِ حیات بنائیں اور اگر آپ یہ چاہیں کہ خدا آپ کو نصیب ہو تو آپ کو سب سے پہلے اس ذہنی منافرت کو دور کرنا ہوگا جو آپ کے اور اللہ کے درمیان ہے۔ اللہ کسی بھی قیمت پر، کسی بھی درجہء ثانویہ پر اترنے والا نہیں ہے۔ اگر آپ کو اللہ نہیں مل رہا ہے تو اسکی واحد وجہ یہ ہے کہ بقول سیّد ہجویرؒ خدا کو جاننا، ماننا اور اُسے، اسکے غیر کی نفی کے برابر تسلیم کرنا ضروری ہے۔ مگر جہاں اللہ نے ہمیں اجازت دی، ہر اُس چیز سے فائدہ اٹھانے کی جو اس زندگی کیلئے کارآمد ہے، وہاں ایک قید ضرور لگائی کہ اگر تم دوسری ترجیحات کو مجھ پر ترجیح دو گے تو پھر میں کسی قیمت پر تم سے ملنے والا نہیں ہوں۔ یہ توہینِ مرتبہء عالیہ اُس کو کسی قیمت پر پسند نہیں ہے۔ اگر آپ کی ذہانت، آپ کا علم، آپ کا کوئی چھوٹا سا درجہء respect بھی اللہ کا نہ بتا سکے تو پھر آپ اللہ کے قابل نہیں ہو۔ خالق کبھی مخلوق کے مراتب تک نہیں اترتا۔ وہ تمام دعویٰ علمیہ ناقص ہے، جس میں کسی شے کو، کسی فرد کو، کسی بھی قسم کے علم کو جب آپ خدا کے علم سے برتر جانتے ہو تو پھر اللہ آپ سے بالکل نہیں ملتا مگر میں جانتا ہوں، آپ بھی جانتے ہیں کہ ہم اعمال سے اپنے اس دعویٰ کو پورا نہیں کر سکتے۔

ہمارے اعمال سست رو ہیں، خیال بہت تیز ہے، یہ اشہبِ خیال برق رو ہے اور یہ پتہ نہیں کہاں سے کہاں کی زقند لگاتا ہے، تجلیاتِ فکر آسمان گیر ہیں، یہ زمین سے افلاک سے نکل جاتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بدن زمین سے

باہر نہیں نکل سکتا، وجود ست رو ہے، اس کو خیال تک آتے ہوئے بھی برسوں لگ جاتے ہیں، حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا: " توبہ آسان ہے، ترکِ گناہ مشکل ہے۔" اسی طرح ذہن سے کسی چیز کا انکار کر دینا آسان ہے مگر اس کے مطابق عمل کرنا مدتوں کی بات ہے، برس ہا برس کی بات ہے، مگر خواتین و حضرات! اللہ کو آپ کے اعمال سے اتنی غرض نہیں ہے، اس کو تو اُس دولتِ فکر، اُس امانتِ عالمیہ سے غرض ہے جو اس نے ہر اک سے چھپا کر، ہر اک سے ہٹا کر آپ کو دے دی تھی اور کام صرف اتنا رکھا تھا کہ مجھے پہچانو گے کہ نہیں۔ اُس وقت اس نے یہ بھی کہا کہ:

اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا (الاحزاب 72:33)

(بے شک وہ ظالم ہے، جاہل ہے۔)

تم انصاف نہیں کر سکو گے maintain 'priorities نہیں کر سکو گے لیکن جب ہم ایک دفعہ ذہنی طور پر یہ عہد کر لیتے ہیں، چاہے اس پر عمل کریں یا نہ کریں مگر بڑے خلوص سے جب یہ عہد کر لیتے ہیں کہ اے مالک و کریم! میں اپنی سابقہ غلطیوں سے توبہ کرتا ہوں، میں نے حماقتیں کیں، اب مزید نہیں کروں گا، مجھ سے کچھ کوتاہیاں ہوئیں، اب میں اس سے بڑی کوتاہی نہیں کروں گا، اب تجھ سے بڑھ کر میری کوئی ترجیح نہیں ہوگی۔ تُو میری ترجیح اول ہے، اب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس ترجیح کے ساتھ باقی زندگی گزاروں۔ جب آپ نے یہ mental decision لے لیا تو اللہ کی آپ سے ضد ختم ہو گئی۔ اللہ کا مقصد پورا ہو گیا، باقی رہے افعال و اعمال..... حضور گرامی مرتبت کا ارشادِ گرامی ہے کہ زمین و آسمان بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ نے آپ کے قاعدہ، قانون، ضابطہ اخلاق، کام سب کچھ لکھ کر رکھ دیا ہے، پھر آپ کو وہ اعمال دے دیئے جائیں گے جو آپ کی ترجیح کے مطابق ہوں گے، پریشانیاں اس کے مطابق ہوں گی، sugar اور renal failure اس کے مطابق ہوں گے۔ بے سکون تب ہوں گے، بے چین تب ہوں گے، جب آپ اپنی ترجیحِ اوّل کے تعین میں ناکام ہو جائیں گے۔

خواتین و حضرات! یہ اتنا بڑا سبق ہے جو ہمیں سید ہجویرؒ سے ملتا ہے، سید ہجویرؒ کیوں؟ یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صاحبانِ اہلِ بیعت کے بعد اتنا بڑا عالم مشرق و مغرب میں کوئی نہ گزرا۔ تصوف کے چار بہت بڑے ستون ہیں، سید الطائفہ جنید بغدادؒ، سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ جو قطب عالم بھی ہیں، غوثِ زمانہ بھی ہیں اور امام مغرب خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ، مگر سیّد ہجویرؒ سب پر بازی لے گئے۔ اتنا exactitude ہے، داخلی اور خارجی کیفیتوں میں اتنا توازن ہے اور تحریرات میں اتنی scientific approach ہے کہ بہ حیثیت ایک چھوٹے سے شاگرد کے جب میں نے اپنا thesis ایک انگریز پروفیسر کو سنایا تو اس نے مجھے ایک complement دیا Which looks like a very good compliment to me. اس نے کہا His approach towards God is as we approach quantum and relativity یعنی اتنی scientific approach میں نے سیّد ہجویرؒ کے علاوہ اور کسی صوفی میں نہیں دیکھی۔ انہوں نے ہر کیفیت اور اس کے خطرات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، وطنات کو explain کیا ہے، وہ خطرات جو وطن بن جاتے ہیں، وہ آسیب زدگیاں جو ہمارے ذہن کی

Marfat.com

possessions اور obsessions بن جاتی ہیں، جہاں سے نکلنا ہمارے لئے مشکل ہوتا ہے اور وہ حجابات جو عارضی ہیں اور جن کو اللہ کے نام کے ساتھ دور کیا جاتا ہے۔ سیّد ہجویرؒ اس معاملے میں جب واقعاتِ صوفیاء بیان کرتے ہیں تو ساتھ ساتھ اپنی ایک مکمل رائے بھی دیتے ہیں کہ یہ extremity ہے، اس سے بچ کر رہنا۔ وہ بتاتے ہیں کہ یہ صوفیاء بڑے صوفیاء تھے مگر گریز کرنا ایسے تصوف سے، جس میں extremity تم نبھا نہ سکو۔

سب سے بڑی خوبی جو سیّد ہجویرؒ میں ہے کہ وہ اتنا outspoken اور صاف ستھرا شخص ہے کہ اپنی کمزوری کو بھی علم کیلئے آشکار کر دیتا ہے۔ یہ آج تک کسی صوفی نے نہیں کیا۔ وہ جب علم کی بات کر رہا ہوتا ہے تو اپنی عزت کو بھی ترک کر دیتا ہے۔ اپنی respect کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ سماع کی گفتگو میں آپؒ نے فرمایا: ''خدا معاف کرے ان مجالس سے جن میں ہم جاتے تھے، وہاں چھتوں سے عورتیں لگی ہوتی تھیں اور محافل میں بے ریش لونڈے بیٹھے ہوتے تھے''۔ شیخؒ نے وضاحت سے بتایا کہ ہم ان خطرات سے خالی نہ تھے، بظاہر تو ہم اسی لیے سماع کی محفلوں میں جاتے تھے، مگر دراصل ہماری اندرونی نیتوں میں کتنی خرابی تھی! شیخؒ نے جب خطرات کا ذکر کیا تو فرمایا کہ: ''ایک پری چہرہ کا میں نادیدہ عاشق ہوا اور دو سال میں نے غربتِ حق میں گزارے اور قریب تھا کہ میں اپنا زہد و ایمان کھو بیٹھتا، شناختِ خداوند سے عاری ہو جاتا کہ اللہ نے مجھ پر احسان کیا اور اسکا کرم میرے شاملِ حال ہوا اور میں اس کے قبضہ سے نکلا اور اپنی راہ پر گامزن ہوا۔'' بھلا ایسا frank استاد کہاں سے ملتا؟ یہاں تو تقدس مآب اپنی داستانِ تقدس میں آپ کو ایسا غرق کر دیتے ہیں کہ خوف و دہشت سے آپ الجھ جاتے ہیں مگر ایک کام ہم بھی بڑا اغلاط کرتے ہیں، ہم صوفیاء کو ان کے آفاقی کناروں سے دیکھتے ہیں، ہم صوفیاء کو زمین پر نہیں دیکھتے۔ ہم اس عبدالقادر جیلانیؒ کو نہیں دیکھتے جو زمین پر تصوف کی تلاش میں، اللہ کی تلاش میں نکلا تھا، ہم تو غوثِ زمانہ کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، قطب الاقطاب کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، ہم اس معین الدین شیخ اجمیری کو نہیں دیکھتے جو باغ میں معمولی سی مزدوری کر رہا تھا۔ ہم اُس نظام کو نہیں جانتے جو دو وقت کی روٹی کیلئے بھاگتا پھرتا تھا، ہم تو نظامِ دہلیؒ کو جانتے ہیں۔ یہ سب سے بڑی غلطی ہے، ہمیں ان بزرگوں کے مقامات نہیں دیکھنے چاہئیں۔ ان مقامات کے علو مرتبت نہیں دیکھنے چاہئیں، یہ بعد کی بات ہے، یہ محبت و عزت کی بات ہے۔ ہمیں تو ان لوگوں کا آغاز دیکھنا چاہیے۔ کیا آپ آغاز ان کے ساتھ share نہیں کر سکتے؟ یہی سیّد ہجویرؒ نے فرمایا۔ کیا آپ کو پتہ نہیں کہ سیّد ہجویرؒ نے حضرت فضیل بن عیاضؒ کے ذکر میں لکھا کہ وہ پہلے ڈاکو تھے۔ عبداللہ بن مبارک مروزیؒ کے بیان میں لکھا کہ وہ تمام رات ایک طوائف کے گانے کیلئے اس کے دروازے کے نیچے کھڑے رہے۔ کیا وہ ہم جیسے ہی نہ تھے؟ پھر اُن پر ایک چیز غالب آئی، انہوں نے معاملاتِ زندگی کو سمجھ لیا، عقلِ سلیم نے انہیں تھاما اور پھر وہ خدا کے رستے پر گامزن ہو گئے۔ گناہ و ثواب سے صوفی کو اتنی غرض نہیں ہوتی۔ ان کا گناہ خدا سے غیاب ہے اور ان کا حضور، جس میں ان کا غیاب شامل ہو جائے، ان کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہوتا ہے۔ یہ غیب و حضور کی باتیں فلسفیانہ نہیں ہیں۔ انکا کوئی تعلق فلسفہ اور دانش سے نہیں ہے۔ ان کا تعلق طلب سے ہے، خیال سے ہے، محبت سے ہے۔ بھلا محبت کرنے والا کب صاحبِ محبت سے جدا ہونے میں راضی ہو جائے گا؟

خواتین و حضرات! صوفیاء کے جو اقوال سیّد ہجویرؒ نے quote کیے ہیں وہ اپنے اپنے مقام پر کچھ ایسی

Marfat.com

حقیقتوں کی نشان دہی کرتے ہیں، جن کی طلب آپ کے لئے لازم ہے۔ ذرا غور کریں کہ ہم گردش و بلا سے کتنے حیران اور پریشان ہوتے ہیں، ہم ہر لمحے اس سے آزاد ہونا چاہتے ہیں، مگر صوفی یہ کہتا ہے کہ: ''جو بھی غم سے دور ہے، اس پر آخرت کا عذاب لازم ہے''۔ کیونکہ یہ طریقِ خداوند کے خلاف ہے۔ دُنیا دارالمحن ہے، یہاں اس نے آپ کو آزمائش کیلئے بھیجا ہے۔ تین طریقے ہیں خدا کو پانے کے اور تینوں طریقوں میں بلا ہے، تینوں طریقوں میں پیغمبروں نے ان بلاؤں کی فطرت کو واضح کیا ہے۔ تصوف میں تین بڑی approaches ہیں۔ سیدِ ہجویرؒ میں وہ تینوں approaches مکمل موجود ہیں۔ آج کل کے بہت سے school of thoughts دنیوی تعلیم کو دینی تعلیم سے جدا کرتے ہیں مگر سیدِ ہجویرؒ نے فرمایا کہ ''تمام علوم سے ان کی تحصیل بھی کرو اور اتنا ضرور لے لو، جو کہ خدا کی شناخت کیلئے لازم ہے''، اگر علوم نفس کیلئے psychology ہے، علومِ ہیئت کیلئے cosmology ہے، عمرانیات کیلئے anthropology ہے تو یہ علوم آپ کہاں سے سیکھو گے؟ کہاں سے ان علوم کی معرفت ملے گی؟ بڑا احسان کیا مغرب نے، اگرچہ انہوں نے اپنے آپ پر نہیں کیا، کہ خدا کا رستہ آپ پر آسان کر دیا۔ کیا عجیب بات ہے کہ ہم لوگ ان کو follow کرنے میں خدا کا رستہ بھول جاتے ہیں۔

اگر علمِ نفسیات کمتر نفس سے، بہتر نفس کو لے جاتا ہے تو جہاں نفسیاتِ بالا کی حدود ختم ہوتی ہیں، وہاں خدا کی شناخت شروع ہوتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ نفسیات جہاں اختتام پذیر ہوتی ہے وہاں آپ نفس کو مربی اور محترم جانتے ہیں۔ ... ایک better self کو recognition چاہیئے، اُسے حُبِ جاہ چاہیئے، اسے ہر صورت میں اپنے لئے محبت چاہیے، مگر قرآنِ حکیم میں اللہ نے اس کا قانون بدل دیا، کہ نفس کسی بھی حال میں خدا کا دشمن ہے، خواہ وہ کمتر ہو، خواہ وہ بہتر ہو، خواہ وہ وحشی ہو، خواہ وہ مہذب ہو:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (النّٰزعٰت 40:79)

(اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہش سے روکے۔)

ہم نے ہر حال میں اس کی مخالفت کرنا ہوتی ہے۔ جب علومِ ظاہرہ سے آپ کے علوم نفس کی تکمیل ہوتی ہے تو پھر لازم ہے کہ کسی صوفی سے، کسی طریق سے رہنمائی حاصل کریں اور اگر کوئی نہ ملے تو پھر لازم ہے کہ ''کشف المحجوب'' سے وہ طریق ضرور سیکھے، جو اس آخری درجہ، کدورتِ دل کو آپ سے دور کر دے اور ہر حال میں آپ کو نفس پر غالب کرے۔

خواتین وحضرات! جیسے آج ہم گلہ کرتے ہیں کہ زمانہ خراب ہے، ہم گلہ کرتے ہیں کہ وقت درست نہیں ہے، بُرائیاں بہت بڑھ گئیں، اخلاقیات بہت کم ہو گئے، تو حضرتِ ہجویرؒ اپنے زمانے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''جب فقراء خراب ہوں، کم علم ہوں، کم فہم ہوں تو آدابِ مذہب جاتے رہتے ہیں، جب علماء خراب ہوں تو مذہب کا علم جاتا رہتا ہے، معمولات خراب ہو جاتے ہیں، معمولات اور منقولات کی دُنیا اجڑ جاتی ہے اور تعلیم جہالت کا شکار ہو جاتی ہے'' اور فرمایا کہ ''جب علم خراب ہو جائے تو زمانہ، جاہلیت کے بھی کچھ اخلاق ہوتے ہیں'' جیسے آج یورپ میں ہے، یورپ میں آج بھی جہالت ہے۔ technical progress ان کو عالم ثابت نہیں کرتی، وہاں زندگی کے مقاصد کے تعین میں واحد مقصد کا تعین ہی نہیں ہو رہا۔ آج تک میں نے کسی یورپ کے دانش ور اور فلاسفر کو نہیں دیکھا جس نے زندگی کی ترجیح کو سوال بنایا

Marfat.com

ہو۔ میں تسلیم کی بات نہیں کرتا، جو کہ بہت بعد کی بات ہے مگر کسی مذہبی فکر کے فلاسفر نے، دانشور نے، مغرب میں خدا کی research کو کبھی موضوع نہیں بنایا اور نہ صرف یہ کہ موضوع نہیں بنایا بلکہ آج تک کوئی عالم مغرب میں ایسا نہیں گزرا جس نے پچیس سال تحقیقِ کارِ خداوندی کی ہو اور اس کے بعد کہا ہو کہ اللہ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم اُس کو داد دیتے۔ اگر پچیس یا تیس برسوں کی تحقیق کے بعد کوئی برگساں، کوئی کانٹ، کوئی ہیگل، کوئی وائٹ ہیڈ، کوئی رسل ہمیں یہ بتاتا کہ میں نے بہت جستجو کی، جس چیز کو تم مانتے ہو، جس تصور کو تم خدا سمجھتے ہو، وہ دراصل کوئی نہیں ہے، تو ان کی رائے معتبر ہو سکتی تھی مگر ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں۔ یورپ کے کسی دانشور نے نہ کبھی خدا کی تلاش کی، نہ اُس حقیقتِ عالیہ کو کبھی چاہا۔ انہوں نے اسے ازخود ایک rejected اور تصوراتی subject قرار دیا، اور اس داخلی کیفیت کو در خورِ اعتنا نہیں سمجھا۔

نیوٹن جیسے معمولی سے مغربی مفکر نے بارہ سال کشش ثقل کے اصول کی دریافت میں صرف کیئے۔ Flemming کی پنسلین کی دریافت میں بارہ سال لگ گئے مگر ایسا تو کوئی مفکر اُدھر نہیں گزرا جس نے بارہ سال ہر کام چھوڑ کر صرف خدا کی تلاش کی ہو، اپنی ترجیحِ اوّل کو سنوارنے کی کوشش کی ہو اور پھر ہمیں کہا ہو کہ دیکھو اے لوگو! تم غلط تھے، اللہ کوئی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً وہ خدا کو پالیتا۔

خواتین و حضرات! حضور ﷺ کے ارشاد quote دیتے ہوئے سیّد ہجویرؒ نے فرمایا کہ "بے علم عبادت گزار ایک گدھے کی طرح ہے جسے آٹے کی چکی سے باندھا جاتا ہے اور وہ اسے گھماتا ہے"۔ اس کو کچھ پتہ نہیں، اس کا ذہن متجسس نہیں، اسے ایک routine پر عمل کرایا جاتا ہے۔ یہی حال ان تمام مسلمانوں کا ہے کہ

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ اسلام

ان کو خاندانوں سے، اپنے پُرکھوں سے اسلام کی نعمت تو مل گئی مگر غور و فکر سے عاری۔ جیسے پڑھا، دیکھا، اسی طرح عمل کرتے چلے جاتے ہیں۔ اگر وہ اسلام میں علم کو استعمال کرتے، اگر علم کے ذریعے اسلام کو پاتے اور مجاہدۂ ذات میں جاتے، مجاہدہ فکر میں جاتے تو وہ یقیناً اللہ کی تلاش کے مقصود کو پالیتے اور یہ گلہ قرآن حکیم میں بار بار اللہ نے اہل کفر سے کیا ہے کہ اے اہلِ کفر! اگر تم غور کرتے تو ایسے دلائل و براہین موجود تھے کہ تم مجھے پا جاتے۔ خواتین و حضرات! اللہ بے انصاف نہیں ہے، جو گلہ وہ اہلِ کفر سے کرتا ہے، وہی گلہ وہ آپ سے بھی کرتا ہے کہ میراث میں تو آپ نے اسلام کو پالیا ہے مگر اس کو سمجھنے کی کوئی جدوجہد نہیں کی، اس پر غور و فکر کرنے کی اور اللہ کو جاننے کی کوئی کوشش آپ نے نہیں کی۔ یہ یاد رکھئے کہ خدا ہر شخص کا نصیب ہے، اگر آپ اسے پانے کی کوشش نہیں کر رہے تو آپ بے نصیب ہو۔ اللہ نے ہر سطح پر، ہر level پر، ہر مقام پر، ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ ترین مفکر تک اپنی approaches کے رستے کھول رکھے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد، اسے شعوری فضیلتیں عطا کرنے کے بعد خواہ وہ کسی درجے کی بھی ہوں، وہ اپنی ذات کو ان سے حجاب میں ڈال دے۔ وہ ہر آدمی کو اس کی قدر کے مطابق جواب دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قبر کا سوال بے معنی ہوتا اور ناانصافی ہوتی کہ اللہ جنت اور دوزخ کے criteria میں لے جا کر جسے آپ قبر کہتے ہو، وہاں وہ ہر فرد سے پوچھتا: مَنْ رَبُّکَ' اَن پڑھ سے کیوں پوچھتا؟ بے علم سے کیوں پوچھتا؟ اگر یہ سوال اس نے ہر ایک سے پوچھنا ہے تو دو ہی صورتیں

Marfat.com

واجب ہیں، یا وہ بے انصاف ہے یا کم از کم اس سوال کا جواب دینے کی استطاعت اس نے ہر فرد و بشر میں رکھی ہے۔ ہر فرد و بشر میں یہ استطاعت موجود ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے: " مَنْ رَبُّکَ " تو وہ کہہ سکتا ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اسی لئے حدیث میں آیا ہے:

افضل الذکر لا الہ الا اللہ

اگر آپ اس کلمے کا ورد زمین پر کرو گے تو آسمان پر بھی ہوگا تو پھر یقیناً قبر آپ کو کچھ نہیں کہے گی۔ آپ کو صرف repeat ہی کرنا ہوگا اور یہ وہ نقطہء عالیہ ہے جو ایک کمزور ترین بندے سے لے کر اعلیٰ ترین بندے تک کے لئے یکساں ہے۔

حضرت علی بن بندار صیرفیؒ نے ایک دفعہ کہا:

''قیامت تک لوگ یہی کہتے رہے اور کہتے رہیں گے کہ ہائے دل!۔۔۔ ہائے دل۔۔ مگر مدتیں گزر گئیں، میں نے کوئی ایسا شخص نہ دیکھا جو یہ بتادے کہ یہ دل ہوتا کیا ہے؟ یہ لوگ کس کو 'ہائے دل' کہتے ہیں......؟''

یہ تو کسی anatomy کے specialist ہی کو معلوم ہوگا کہ دل تو چار حصوں Arteries اور Ventricles پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ آپ ہر بات اور فقرے میں جو ذکرِ دل کرتے ہیں اس کے بارے میں علی بن بندارؒ فرماتے ہیں کہ مدتیں گزر گئیں، کسی کو آج تک یہ پتہ نہیں چل سکا اور نہ کبھی کسی نے بتایا کہ دل کیا ہے......؟

ذہن کا ایک لیول ہے، اس لیول سے کوئی بات اسی کے مطابق نکلتی ہے۔ اگر آپ صوفیاء کے صرف اقوال سن لیں تو وہ آپ کو عجیب نظر آتے ہیں کیونکہ ان کا level سارے زمانے سے زیادہ ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے پی ایچ۔ڈی کے حوالے سے علم نہیں پرکھا جا سکتا۔ جو لوگ غور ہی مابعد الطبیعاتی حقیقت پر کر رہے ہوتے ہیں، جو لوگ خدا کی تلاش میں زندگی صرف کر رہے ہوتے ہیں ان کو جس محاورے سے غرض ہوتی ہے وہ بہر حال دنیوی محاوروں سے، دنیوی فکر سے، دنیوی تعلیمات سے کچھ اوپر اٹھ کر ان مقامات کو تلاش کر رہے ہوتے ہیں تو لامحالہ قرآن حکیم میں بھی اللہ نے کہا کہ:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر 28:38)

(بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے اس کے عالم ہی ڈرتے ہیں۔)

اَولِیائی تَحتَ قَبائی (حدیثِ قدسی)

(میرے لوگ میرے لبادے کے تلے ہیں۔)

اور اللہ کے لبادے کے تلے ہونے والا دوسرے بہت سے لوگوں سے بہتر ہونا چاہیے۔ اگر ایک چھوٹی سی civil service بڑے بڑے امتحانات میں سے گزار کر AC, ASP یا DC بناتی ہے تو اللہ کی civil services کے لوگوں کا معیار تو کچھ زیادہ ہی ہونا چاہیے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہم لوگ گلی کوچے میں رال ٹپکتے ہوئے مجذوبوں کو ڈھونڈتے ہیں، کم از کم ''کشف المحجوب'' پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ معیار اللہ کے نہیں ہیں۔ سیّد ہجویرؒ نے شیخ جنید بغدادؒ کا quote دیا کہ کسی نے پوچھا: ''سُکر تو بڑی شے ہے۔ یہ خدا میں فنا کا نام ہے۔'' شیخ جنیدؒ نے فرمایا: ''سُکر تو بچوں

کا کھیل ہے''۔یعنی غور وفکر کرنا، ہر کیفیت کو ضبط کرنا اور مقامات علم وعمل کو طے کرنے کا نام تصوف ہے۔

شیخ آپ کو یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہے کہ کسی لذتِ خیال سے نکلنے کے دو طریقے ہیں جیسے آپ اپنے گھر کی باڑ کو اونچا نہیں ہونے دیتے، جب وہ بے ترتیب ہو جائے تو اسے قینچی سے کاٹ دیتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو لذت میں اتنی آگے بڑھ جائے کہ تصورِ خدا میں حائل ہو جائے اسے کاٹ دو، چاہے وہ لذتِ ادب ہو، چاہے لذتِ فلسفہ ہو، چاہے وہ محبتِ ذات ہو، چاہے وہ محبتِ والدین ہو۔ اگر آپ کا مقصد اللہ اور اس کی شناخت ہے تو نفس کی اشتہاء کو اور تمام معاملاتِ ذات کو جو آگے بڑھ کر آپ کو کسی بھی قسم کے تلذذ میں ڈال سکتے ہیں، ان کو کاٹ دو۔ اس قطع و برید کے بغیر آپ تصوف کی دنیا میں داخل نہیں ہو سکتے۔ تمام تر تصوف outgrowth ہے۔ ایک مقام سے دوسرے مقام تک گزرنے کا نام ہے حتیٰ کہ آپ رضائے الٰہیہ کے مقام تک پہنچ جائیں۔ سن رکھئے! کہ اللہ کے حضور سے اپنے طلب گاروں کو جو سب سے بڑا مقام دیا گیا ہے وہ مقامِ رضا ہے۔ اللہ کی طرف سے کہا گیا کہ ہم آپ سے راضی ہوئے، اصحاب رسول ﷺ سے کہا گیا کہ ہم آپ سے راضی ہوئے...... تمام فنا و بقا اور جمع و وحدت سے گزرنے کے بعد اگر ایک جملہء مبارک اُس صاحبِ کائنات کی زبانِ مبارک سے نکل جائے کہ اے بندے! میں تجھ سے راضی ہوا تو آپ نے بقا پائی فنا پائی، جمع پائی، وحدت پائی، توحید پائی، رسالت کے مطالب پا لیے، محبتِ خداوند پائی اور محبت رسول ﷺ پائی۔

تصوف بہت سے لوگوں کے نزدیک دعاوی پر مشتمل ہے مگر ایک بات اچھی طرح یاد رکھیئے کہ دعویٰ کرنے والا چاہے آسمان سے اُتر آئے، کبھی صوفی نہیں ہو سکتا، جو اپنے درجہء اوصاف میں آپ کو قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہو وہ صوفی نہیں ہے۔ دعویٰ تو بہت دور کی بات ہے، صوفی وعدہ بھی نہیں کر سکتا، جس کو اللہ کا پتہ ہے، جو خداوندِ کریم کو اچھی طرح جانتا ہے، اس کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ وعدہ نہیں کر سکتا۔ وعدہ پورا کرنے والی ذات اللہ کی ہے اور دعوے کو سرکشی اور تمرد سمجھا جاتا ہے۔ آج بھی اگر آپ کو کسی صوفی اور غیر صوفی میں فرق کرنا مشکل لگتا ہو تو ان دونوں چیزوں کو معیار بنا کر آپ یقیناً اس سچی حقیقت تک پہنچ جائیں گے کیونکہ دعویٰ کسی مردِ خدا کو زیب نہیں دیتا۔ یہ اُدھار کا سودا ہے۔ زندگی اُدھار ہے، اکتساب اُدھار ہے، آخرت اُدھار ہے، موت اُدھار ہے، بیوی اُدھار ہے، بچے اُدھار ہیں، خاوند اُدھار ہیں، رشتے ناطے اُدھار ہیں، عزت اُدھار ہے:

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ (العمران 3:26)

(اے اللہ! مالک تمام ملکوں کے! تو بخش دیتا ہے ملک جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلیل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں ہے ساری بھلائی۔)

کیا اُدھار کے سودے پر کوئی ناز کر سکتا ہے؟ کیا اسے کوئی اپنا کہہ سکتا ہے؟ کیا انا کی شکست کے لیے کافی نہیں کہ آپ چیزوں کو خدا کی ملکیت سمجھو اور ان کی ملکیت اپنی طرف منسوب نہ کرو، کیا اس سے زیادہ کوئی بات آپ کو عقلی طور پر تسکین دے سکتی ہے؟ یہ میری.... وہ میری.... آپ کا تو کچھ بھی نہیں ہے....

Marfat.com

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَ الْفِضَّۃِ وَ الْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (العمران 14:3)

(آراستہ کی گئی لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت یعنی عورتیں، بیٹے، جمع کیے ہوئے خزانے، سونا چاندی، نشان زدہ گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی۔ یہ سب دنیوی زندگی کا سامان ہے۔)

یعنی یہ گھٹیا متاعِ حیات ہے یہ تو میں نے تمہیں زمین پر گزر اوقات کیلئے دی ہے۔ ورنہ اللہ کے پاس تو اس سے کہیں بہتر ہے جو اس امتحان گاہ سے گزرنے کے بعد آپ کو ملے گا۔

خواتین و حضرات! تصوف میں صرف تین approaches ہیں، تین سے باہر کوئی approach نہیں۔ تینوں کا ذکر قرآن ہی سے ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور خارجی قوت نے کسی صوفی کو کوئی سبق نہیں دیا۔ پہلی approach بڑی سادہ ہے۔ اللہ نے کہا کہ اے صاحبِ بلا! میں ہر صورت میں تجھے آزماؤں گا، اے بندہ خدا! میں نے تجھے آرام کیلئے اس دنیا میں نہیں بھیجا، میں نے تجھے بلا کیلئے بھیجا ہے۔ میرے کچھ heads ہیں۔ ان heads کے تحت ہر فرد و بشر کو آزماؤں گا۔ کسی کو حکومت دے کر ذلت دے دوں گا، کسی کو مال دے کر نقصان کر دوں گا، کسی کے بچے چھین لوں گا، کسی کی ماں چھین لوں گا۔

وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (البقرة 155:2)

میں ان heads میں سے تمہیں گذاروں گا۔ کہا: بِشَیْءٍ تھوڑا سا...... پورا نہیں...... پورا تو حسینؓ پر ڈال دیا تھا۔ وہاں دس دنوں میں سارے heads پورے کر دیئے تھے۔ وہ بندہ بھی تو بڑا تھا، باقی لوگوں کو وہ اپنا بڑا بندہ نہیں سمجھتا، حسینؓ کو بڑا بندہ سمجھتا تھا، آخری سانس پر استقامت اور صبر کی انتہا تھی، اس لئے سارے heads پانچ دنوں میں اس پر ڈال دیئے۔ مگر بشارت کیا دی؟

وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَ آاَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ (البقرة 155:2)

ساتھ ہی خوشخبری بھی سنادی کہ اس approach کے بعد جو ثابت قدم نکلا، اس کیلئے انعام بہت بڑا ہے، اتنا بڑا کہ جتنا فرشِ زمین والے سوچ بھی نہیں سکتے۔

" قَالُوْ آ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْ نَ (البقرة 156:2)

اگر ان تمام مصائب کے بعد تم ایک سادہ سا جملہ بول گئے، ایک سادہ سی بات کہہ گئے کہ یہ تمام بلا اللہ کی طرف سے آئی ہے، تمام نقصان اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور میرے اللہ ہی کو پلٹ جائیں گے تو اسکا صلہ یہ ہے کہ:

اُوْلٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ (البقرة 157:6)

ان لوگوں پر میری طرف سے درود وسلام اور میری رحمت اور اگر کوئی پڑھے لکھے اور ذہین سمجھے جائیں گے، intellectual سمجھے جائیں گے، تو وہ یہی ہوں گے۔

Marfat.com

دوسری approach اس سے بھی کہیں سادہ ہے۔ غلطی ہوئی ...... خطا ہوئی ...... ظلم ہوا ...... اپنی جانوں کو گنوایا، تو کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف 23:7)

(اے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم نقصان والوں میں ہوئے۔)

یونس بن متیٰ غضب میں بھرا ہوا چلا تو خیال کیا کہ ہم پیغمبر ہونے کی وجہ سے اس کا حساب نہ لیں گے، اس پر آزمائش نہ ڈالیں گے تو ہم نے اسے ظلمات میں گھیرا:

اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ......

(جب غصے میں بھرا ہوا چلا پس گمان کیا کہ ہم اسے پکڑیں گے نہیں۔)

ہم نے اسے اندھیروں میں گھیرا، مچھلی کے پیٹ میں گھیرا، امید کی کوئی کرن نہ چھوڑی۔

جس طرح گنبدِ بے در میں کوئی چیختا چلا تا پھرے تا بہ ابد
کوئی دروازہ دریچہ نہ کہیں روزن ہے

پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اندھیروں میں سے ہمیں پکارا:

فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء 87:21)

(پھر اس نے پکارا تہہ در تہہ اندھیروں میں سے کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے، پاک ہے تو، بے شک میں قصوروار ہوں۔)

تُو پاک ہے، تجھ سے تو خطا ہو نہیں سکتی، لیکن میں غلطی سے مبرّا نہیں ہوں، مجھ سے خطا ہوگئی ہے میں روشنی سے نکل گیا تھا، اندھیروں میں آ گیا تھا۔ خدا نے کہا کہ کیا خوبصورت بات ہے! کیا بہترین بات کی میرے بندے نے! کتنی سادگی سے میرا اعتراف پاکیزگی کیا! اپنا اعترافِ عجز کیا! مجھ سے معافی سادہ سے طریقے سے مانگی، پھر اللہ نے کہا:

وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ

کہ میں نے نہ صرف اسے غم سے نجات دی بلکہ:

كَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ (الانبیاء 88:21)

خدا نے یہ سند لکھ دی کہ ہم ہر مومن کو اسی طرح نجات دیں گے، اگر اس نے مجھ کو خدا جانتے ہوئے، خود کو بندہ سمجھتے ہوئے اسی سادگی سے، اسی محبت سے، اقرارِ وفا کرتے ہوئے، عہدِ غلطی کرتے ہوئے، اسی طرح دعا مانگی تو ہم اسے معاف کر دیں گے۔

تیسرا وہ کلمہ ہے جو متقدمین اور متاخرین کا ہے، صاحبِ ہمت لوگوں کا ہے، جنہوں نے خدا کیلئے قوت و ارادہ کو ترک کیا، اور انہوں نے زندگی کے تمام امور اللہ کو سونپ دیئے:

وَاُفَوِّضُ اَمْرِىْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ (المومن 44:40)

(اور میں اپنے تمام کام اللہ کو سونپتا ہوں بلاشبہ وہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔)

تیسری approach بڑی سادہ ہے:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

نہ میری کوئی قوت، نہ میرا کوئی ارادہ، جو کچھ ہے میرے اللہ کا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اللہ میرے ساتھ بُرا نہیں کر سکتا، میں جانتا ہوں کہ میرا دین میرا سب سے بڑا محافظ ہے اور میں جانتا ہوں کہ اللہ میرا سب سے بڑا دوست ہے، کچھ بھی کر لو میں اپنے تمام اختیارات اپنے اللہ کو سونپتا ہوں، جس نے کتاب میں لکھ دیا ہے:

وَكَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام 12:6)

خواتین و حضرات! اگر چہ یہ تمام اسباق میں جستہ جستہ سیّد ہجویریؒ کے ذکر کے ساتھ mention نہیں کر سکا مگر وہ ایسا مرشد ہے کہ اگر تمام تعلیم، تمام علم ایک طرف چھوڑ دیا جائے اور صرف اور صرف سیّد ہجویریؒ کے analytical processes کو دیکھا جائے تو سب سے بڑا problem اپنی کم تعلیمی بنتی ہے، اسلئے بہت سے لوگ ''کشف المحجوب'' پڑھ کر زیادہ حجابِ علم میں کھو جاتے ہیں۔

شیخ ابن العربیؒ نے کبھی کہا تھا کہ علم حجاب اکبر ہے، اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ کم علمی، Lack of understanding and personal wishful thinking of changing the meaning of text, become our major problems. کیونکہ شیخ ہجویریؒ کی کہی ہوئی باتیں خلافِ نفس ہیں اور چونکہ اللہ کو چاہنا خلافِ نفس ہے، اس لئے ہر حال میں جب ہم استادانِ مکرم کی باتیں سنتے ہیں تو ان کی تاویل میں گنجائشیں نکالتے ہیں مگر کم از کم سید علی ہجویریؒ کے analytical process کے بعد ایسا کوئی امکان موجود نہیں ہے۔

سوال: مسلمانوں کے زوال کی کیا وجوہات ہیں؟

جواب: مسلمانوں کے سارے زوال کا باعث صرف ایک ہے؟ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

وَاِنْ عُدْ تُّمْ عُدْنَا (بنی اسرائیل 8:17)

(تم پلٹ آ ؤ گے تو میں پلٹ آ ؤں گا۔ تم لوٹ آ ؤ گے تو میں لوٹ آ ؤں گا۔)

اگر ہماری ترجیحات بدل جائیں جیسے حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ زمانۂ آخر میں بنو عفرا کو غلبہ ہوگا، تو اصحاب رسول ﷺ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا مسلمان اس وقت تعداد میں بہت کم ہونگے؟ فرمایا کہ نہیں مور و ملخ کی طرح ہوں گے، اصحاب چونکہ تعداد میں بہت تھوڑے تھے اور انہوں نے بڑے بڑے غلبے پائے تھے۔ تو وہ حیران ہوئے اور پوچھا کہ کیا وجہ ہوگی؟ کہا کہ ان پر دنیا کی ہوس غالب ہوگی۔

مسلمان کے ایمان کا سب سے بڑا problem یہ ہے کہ مسلمان کو جس priority کے تحت جینا ہوتا ہے، اُسکا احساس مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اسلام ایک طرزِ جہاد ہے، ایک literal confession ہے، جس کے بعد آدمی مسلمان ہوتا ہے۔ All religion is the movement from literal to the practical. اور جب ہم لفظی اعتبار سے عملی اعتبار کو بڑھتے ہیں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ Pakistani Muslims are one of the most corrupt people... بلکہ ہمیں فخر حاصل ہے کہ کبھی ہمیں پہلا نمبر نصیب ہوتا ہے، کبھی دوسرا نصیب ہوتا ہے

Marfat.com

اور اہلِ یورپ کے جو بہت سے قصیدے پڑھے جاتے ہیں تو انہوں نے اپنے survival systems کو پر مرتب کیا ہے، کسی خدائی خوف پر مرتب نہیں کیا لیکن جب مسلمان خوفِ خدا سے نکل جائے، تو وہ ہر چیز کے خوف سے نکل جاتا ہے۔ اس کے بعد ہمارے پاس کوئی centre of accountability نہیں رہ جاتا، ہم ہر جگہ مسافر ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا پھیلاؤ، ان کا آنا جانا، ان کا مختلف جگہوں پر جانا اگر آپ غور سے دیکھو تو ایسے ہی ہے جیسے طارق بن زیاد نے کہا تھا کہ ہر

زمین اللہ کی زمین ہے اس لئے ہماری مملکت ہے

اس سلسلے میں ہم بہت دور آ گئے:

چو آن مرغے کہ درصحرائے ہر شام
کشاید پر بفکرِ آشیانہ

اس پرندے کی طرح جو گھونسلے سے بہت دور آ گیا ہو، اگر ہم گھونسلے کو پلٹنا چاہیں تو اس میں عافیت ہے، اخلاق ہے، طاقت ہے، قوت ہے۔ جب تک ہم اپنی priorities کو مرتب نہیں کرتے، انہیں change نہیں کرتے، ہمارے حالات بدل نہیں سکتے۔ یہی ''کشف المحجوب'' سکھاتی ہے اور یہی سیّد ہجویرؒ کا یہ کمترین شاگرد آپ کو سکھا رہا ہے غور کرنا چاہیے کہ ہماری accountabilities کا centre کیا ہے؟ وقت ہے، حکومت ہے، معاشرت ہے، قانون ہے کہ اللہ ہے۔ جس نے اللہ کو اپنی accountabilities کا centre جانا، خدا اس کے دل سے خوف و حزن کو دور کر دیتا ہے، کراماتِ الٰہیہ سے اسکی مدد کی جاتی ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہم کرامات ڈھونڈتے ہیں مگر اہلیتِ کرامات سے ناشناسا ہیں۔ یہی وجہ ہے ہمارے زوال کی اور جب آپ اللہ کی طرف پلٹ آؤ گے تو وہ بھی پلٹ آئے گا اور خدا کو نہ فوجیں چاہئیں، نہ میزائل چاہئیں، نہ چوبیس ہزار کی آرمی چاہیے۔ اس نے تو ایک موسیٰؑ کے ذریعے فراعنہ مصر کی اتنی بڑی سلطنت کو پلٹ دیا تھا اور جب موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے پروردگار! اس قومِ عالین کے مقابلے میں میں تنہا ہوں تو کہا: ''کیا تجھے مجھ پر شبہ ہوا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تُو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں تیرے ساتھ ہوں''۔

اگر اللہ ہمارے ساتھ نہیں ہے تو سوچنا پڑے گا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور خدا کہتا ہے:

وَلَا تَهِنُوْ وَلَا تَحْزَنُوْا (آل عمران 139:3)

غم نہ کرنا اور میرے بارے میں سستی نہ کرنا، مجھے میرے مقام سے گرا کر تم عزت حاصل نہیں کر سکتے، غم و بلا تم پر بہت آئیں گے۔ یہ ہمارا طریقہ ہے:

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (یونس 64:10)

(اللہ کا کلام نہیں بدلتا۔)

جب آپ ان طریقوں سے نکل جاؤ گے:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(تو ہمارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب آؤ گے اگر تم ایمان والے ہو۔) اگر ہم غالب نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایمان

Marfat.com

والے نہیں ہیں۔

سوال: How can we judge our set of priorities?

priorities کو judge نہیں کرنا پڑتا۔ اس میں دو تین طریقے ہیں۔ Being a small teacher میں وہی طریقہ آپ کو بتاتا ہوں جس میں ایک تنہا، اکیلے آدمی نے جدوجہد کی، قدر کی شناخت کی۔ یہ بھی میرا دعویٰ نہیں ہے جیسے میں نے کہا کہ کہاں تک میں نے اُسے سوچا، سمجھا، جانا، جتنی مجھے توفیق ہوئی اُتنا مجھے میسر ہوا، مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب آپ mentally decide کر لیں تو اُس کا دوسرا قدم اس priority کو maintain کرنا ہے۔ بہت سے لوگ حقوق العباد ہی کو تسبیح سمجھتے ہیں مگر بڑی خوبصورت بات کسی نے حضرت سعید بن مسیبؒ سے پوچھی اور کہا کہ کیا ایسا حرام ہے جس میں حلال کا کوئی شائبہ نہیں اور کیا ایسا حلال ہے جس میں حرام کا کوئی شائبہ نہیں فرمایا کہ اللہ کا ذکر ایسا حلال ہے جس میں حرام کا کوئی شائبہ نہیں اور غیر اللہ کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں حلال کا کوئی شائبہ نہیں۔ اگر آپ اللہ کو چاہتے ہو اور اسکی priority کو maintain کرنا چاہتے ہو، صبح کھاتے ہو، شام کھاتے ہو، پانی پیتے ہو، تمام تعلقات قائم ہیں تو کم از کم اللہ کو یہ تو کہہ دو کہ:

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اس خیال کی غفلت کو کم از کم minimum bases پر دور کرنا ضروری ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے روائت کردہ حدیث ہے: پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے اچھا کام کون سا لگتا تھا۔ فرمایا: ''تھوڑا مگر متواتر''۔ تو آپ کم از کم خدا کی یاد کو اس کے ذکر کو اپنی زندگی میں اس طرح شامل کر لیجئے کہ وہ کبھی آپ کے ہاتھ سے نہ جائے۔ جب ہاتھ سے جائے گا، جب آپ اللہ کو یاد کرتے ہوئے اسے بھولو گے، تو خدا ضرور پوچھے گا کہ آج کون سا کام تمہیں مجھ سے زیادہ important لگا کہ آج تم میرا ذکر بھول گئے اور خواتین و حضرات یہ ذکر دہ عمل نہیں ہیں جو ہم خیر کے کرتے ہیں، وہ ہمارے صدقات ہیں۔ پروردگارِ عالم نے تمام چیزوں کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا۔ ایک voluntary ذکر ہے جو ہم شوق سے کرتے ہیں۔ یہ خدا کے ساتھ personal relationship ہے۔ نماز اور روزہ اجتماعی relationships ہیں، یہ قاعدہ اور قانون کی بندش کے relationships ہیں۔ نماز کیلئے وضو ہے، کھڑا ہونا پڑتا ہے، مصلےٰ بچھانا پڑتا ہے اور اس کو اللہ نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا:

اُتلُ مَا اُوحِیَ اِلَیکَ مِنَ الکِتَابِ

کہ کتاب کی تلاوت کرو، اوامر ونواہی سے آگاہی پاؤ، دیکھو کہ کیا میں نے جائز لکھا اور کیا ناجائز لکھا اور پھر فرمایا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ

نماز قائم کرو کیونکہ نماز کا قائم کرنا اسکا قاعدہ اور قانون مسلم معاشرے کی بنیاد ہے، اس سے کوئی بری الذمہ نہیں ہے سوائے

Marfat.com

پاگل، نابالغ اور مجنون کے اور سویا ہوا جس پر اللہ کا قلم حرکت نہیں کرتا، نماز کسی کا کوئی مسئلہ نہیں، نہ ہی یہ نزاع کا مسئلہ ہے۔ مگر تیسری بات بہت اہم ہے:

وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ (العنكبوت 45:29)

(اور اللہ کی یاد بہت بڑی بات ہے۔)

یہ personal relationship ہے۔ personal relationship میں اللہ نے فرمایا کہ کوئی قید نہیں ہے:

فَاذْكُرُو اللهَ قِيَا ماً وَّ قُعُوداً وَّ عَلٰى جُنُوْ بِكُمْ (النساء 103:4)

کھڑے، بیٹھے، کروٹوں کے بل جیسے چاہو یاد کرو مگر اک خیال سے کرو:

فَاذْكُرُو اللهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَ كُمْ (البقرة 200:2)

ایسے جیسے محبت سے اپنے ماں باپ کو یاد کرتے ہو۔ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے خوف سے یاد کرو۔ اللہ نے کہا کہ مجھے محبت و انس سے یاد کرو۔

اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرة 200:2)

(ذرا زیادہ یاد کرو......)

مجھے اپنے تعلقات سے، ماں باپ سے، بیوی بچوں سے بھی ذرا زیادہ یاد کرو، تا کہ مجھے پتہ چلے کہ تم ہر ایک سے زیادہ مجھ سے انس رکھتے ہو، مجھ سے پیار کرتے ہو۔

لَنْ تَنَا لُوْ الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (ال عمران 92:3)

اے بندگانِ خدا ! اے میرے عزیز ترین رسول کے اُمتیو ! مجھے تم سے بڑا انس ہے مگر ایک بات یاد رکھنا کہ تم مجھے پا نہیں سکتے، جب تک کہ اپنی تمام محبتوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ذکر واذکار کی توفیق دے۔ اتنا یاد رکھیے کہ لوگ معانی میں بہت غلط فہمی پیدا کرتے ہیں، اہلِ علم نے اور اہلِ کتاب نے اس میں بڑا غلو بھر دیا ہے۔ ہمارے اعمال کسی سے کم نہیں ہیں، نہ ان میں کوئی کمی کو کہہ رہا ہے مگر مقاصد تمام اعمال کے ایک ہی ہیں قرآن پڑھو...... کیوں پڑھو؟ کیونکہ یہ اللہ کی یاد ہے:

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّ كْرَ (الحجر 9:15)

نماز پڑھو...... کیوں پڑھو؟ کیونکہ یہ میری یاد کیلئے ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِی (طٰهٰ 14:20)

وہاں زبردستی کی یاد ہے اور یہ یاد voluntary محبت اور خلوص کی یاد ہے۔

سوال: ''کشف المحجوب'' میں ہے کہ ایسی حدیث، جس پر عمل کرنا فسق و فجور میں مبتلا کر دے تو اس کا ترک کرنا اس کے اختیار کرنے سے بہتر ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: سید ہجویرؒ نے یہ بات لکھی ہے اور اس کے مطالب میں اہلِ دل کیلئے ایک advice ہے۔ قرآن میں حضرت

Marfat.com

عیسیٰ کے دور میں فلسطینی یہودیوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ فلسطینی یہودی اس قدر متقی اور پرہیزگار بنتے تھے اور مذہب پر اتنے سخت تھے کہ ان کی عبادات سے اہلِ اخلاص شرماتے تھے قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم 32:53)

(مت کہو اپنے آپ کو متقی اور پرہیزگار، میں جانتا ہوں تم کتنے پرہیزگار ہو۔)

جب حضرت عیسیٰ نے اُن کا یہ تقویٰ اور طہارتیں دیکھیں، سود دیکھا، ان کی حرام کاری دیکھی۔ مال غصب کرنا اور ٹیکس لینا دیکھا اور جب وہ طوائف کو پتھر مارنے لگے تو حضرت عیسیٰ نے بھی اُن سے کہا کہ ظاہرا عبادات میں تم لوگ جتنے بھی بڑے ہو مگر اس طوائف کو پہلا پتھر وہ مارے جس نے خود اس حرکت کا ارتکاب نہ کیا ہو اور اتنا یاد رکھو:

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (آل عمران 49:3)

(میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ تم گھروں میں کیا کھاتے، کیا پیتے اور کیا چھپاتے ہو اور تم نے کیا ذخیرہ کر کے رکھا ہے۔)

حضرت عیسیٰ کے اس قول کو کسی نے چیلنج نہ کیا اور وہ فلسطینی، یہودی علماء سارے کے سارے غائب ہو گئے اور انھوں نے حضرت عیسیٰ سے مستقل دشمنی پال لی۔ تو حضرات گرامی ہمارے اوپر یہ لازم ہے کہ ہم اخلاص کو شرطِ وفا رکھیں، اسے ہاتھ سے جدا نہ ہونے دیں اور خداوند کریم سے یہودی فلسطینیوں کی طرح محبت نہ کریں، بلکہ اللہ کے بندوں کی ایک واحد value ایسی ہے جس پر شیطان کا کوئی بس نہیں چلتا اور وہ اخلاص ہے۔ جب اُس نے کہا کہ اے میرے خدا! مجھے مہلت دے کہ میں تیرے بندوں کے دائیں اور بائیں سے آؤں گا، آگے پیچھے سے، اوپر تلے سے آؤں گا اور ان کو ضرور گمراہ کروں گا تو اللہ نے کہا کہ تُو ضرور کرے گا اور سب کا حصہ تیرے ساتھ لکھا ہے مگر ایک قسم کے بندوں پر تُو کبھی قابو نہ پا سکے گا:

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (صٰفّٰت 40:37)

(سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔)

اللہ کے اخلاص کے ساتھ ہر عبادت بارآور اور معنی خیز ہوتی ہے اور اس کے بغیر تمام تر ریا و نفاق ہے۔

سوال: اگر اللہ رب العالمین اپنے کسی گناہ گار بندے پر اپنا فضل و کرم کر دے اور اسے رشد و ہدایت عطا کرے تو کیا وہ بندہ اللہ کی اس مہربانی کو چھپا کر رکھے یا اللہ کی اس بڑائی اور فضل کو بیان کرے۔ اپنی کسی خوبی، قابلیت یا صلاحیت کے اظہار کیلئے اللہ کا فضل کسی کے سامنے بیان کرے یا نہ کرے؟

جواب: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ نے کسی کو کوئی اہلیت اور کوئی مقامِ عزت بخشا ہے تو وہ اسے کیوں ظاہر کرے؟ جیسے اللہ نے اپنے ولی چھپا کر رکھے ہیں، اسی طرح اولیاء نے اپنا اللہ چھپا کر رکھا ہے۔ یہ اخفاء اس لیے ہے کہ فقراء کے بہت سے درجات ہیں، جیسے مجدد ہیں، انکو تجدیدِ دین سونپا جاتا ہے، جیسے قطب الاولیاء ہیں، جنہیں اشیاء اور اسماء سونپی جاتی ہیں۔ کسی نے خواجہ مہر علیؒ سے ایک سوال پوچھا تھا کہ یہ جو قرآن میں آیا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرة 152:2)

(تم ہمارا ذکر کرو، ہم تمہارا ذکر کریں گے اور ہمیں مانتے جاؤ اور ہمارا انکار نہ کرو۔)

Marfat.com

تو خدا کیسے کرے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ دیکھتے نہیں کہ اہل اللہ کے درباروں پر کیسی رونقیں ہوتی ہیں۔ صبح و شام قرآن پڑھے جاتے ہیں۔ تسبیحات ہوتی ہیں، دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ یہ اصحاب سکون و تسکین ہوتے ہیں۔ یہی اللہ کی یاد ہے، حضرات گرامی! مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی ولی کیوں اپنے آپ کو ظاہر کرے گا۔ جسے اللہ نے خلق میں عزت دینی ہے اور اپنا خاص بندہ مقرر کرنا ہے اسے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ خلق جس کی تعظیم کرتی ہے وہ اللہ کے فضل سے کرتی ہے، مخلوق جس سے رجوع کرتی ہے، وہ اللہ کے فضل سے کرتی ہے اور یہ حدیث قائم و دائم ہے کہ ''مدحتِ خلق کو خدا کا انعام سمجھو''۔ جسے یہ انعام ملا ہو، اسے اس کا اشتہار دینے کی کیا ضرورت ہے؟

سوال: آپ نے لیکچر کے شروع میں فرمایا تھا کہ اللہ کا ایک معیار ہے اور وہ آپ کے معیار تک نہیں آئے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آپ کی capacity کے مطابق چاہے عالم ہو چاہے جاہل سوال ہوگا کہ تمہارا رب کون ہے؟

جواب: خدا آپ کے معیار پر نہیں آئے گا، اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ ذہنی طور پر خدا کی وہ حیثیت مجروح نہ کریں جو اس کی ہے۔ How would it be when Prime Minister sits on his peon's chair. یہ تفنن تو ہو سکتا ہے مگر کیا seriously کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ صدر مملکت آتے ہوئے خود چپڑاسی کی کرسی پر بیٹھ جائے اور چپڑاسی کو اپنی کرسی پر بٹھائے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ خلاقِ عالم کو، عالم الغیب والشہادۃ کو اور کائناتوں کے خالق کو اس lowest position پر adjust کرو۔ یہ اجتہادی غلطی نہیں ہے، فاحش ترین غلطی اور احمق ترین قدم ہے جو ہم اللہ کیلئے اٹھاتے ہیں۔ آپ کم از کم mentally بالکل clear اور واضح ہو جاؤ کہ اللہ ترجیح اوّل ہے۔ اس کائنات میں اُس کی حیثیت کے مطابق اس کو treat کرنا ہے، اس کی بندگی کا اعلان کرتے ہوئے، اُس سے بڑی کوئی چیز نہیں سمجھنی تو مجھے یقین ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ العزیز اگر آپ ذہناً یہ غلطی دور کر لو گے تو پھر باقی سوال کے بھی اہل ہو جاؤ گے۔

سوال: اللہ نے انسان کو ظلوماً جہولاً کہا ہے اس کی تشریح کریں؟

جواب: ظالم اور جاہل کی تفاسیر تو آپ نے بہت پڑھی ہیں مگر میرے نزدیک ایک بڑی simple سی definition ہے۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَ مَانَۃَ (الاحزاب 72:33)

کہ جب اتنی بڑی امانتِ علم و فکر انسانوں کو دی جا رہی تھی تو اُس سے پہلے باقی مخلوقات کو بھی پیش کی گئی۔ ملائکہ کو بھی دی گئی۔ بتایا گیا کہ میاں یہ تم لے لو، مگر اس کے عوض عذابِ جہنم بھی دکھا دیا گیا کہ یہ بھی مل سکتا ہے۔ اسی طرح پہاڑوں اور پہاڑوں کی مخلوقات کو، آسمانوں اور آسمانوں کی مخلوقات کو، تمام کائنات کی مخلوقات کو یہ دولتِ علم پیش کی گئی مگر کسی نے نہ لیا۔ جہنم سب نے دیکھا اور سنا ہوا تھا۔ وہ حفاظت کے مقام پر تھے، خطرے کے مقام پر جانا نہیں چاہتے تھے۔ انسان کو جب اللہ نے یہ امانت بخشی تو اس نے یہ سوچا کہ یہ تو بڑا آسان کام ہے۔ بھلا اللہ کو پہچاننا بھی کوئی مشکل کام ہے کیا کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اللہ کو نہ پہچان سکے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم زمانے میں اللہ کو ہی جاننے سے انکار کر دیں۔ اللہ کے حضور میں یہ بندہ کسی بھی صورت میں اس قابل نہیں تھا کہ ایک مناسب فیصلہ کرتا مگر عزت بہت بڑی مل رہی تھی، شرفِ تخلیق مل رہا تھا، اعلیٰ ترین اوصافِ زندگی مل رہے تھے، مملکتِ خداوندی کی خلافت مل رہی تھی، اس لیے لپکے اور

Marfat.com

اٹھالیا۔ ظالم اور جاہل کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اپنے job کو underestimate کیااور اپنے آپ کو over-estimate کر گیا۔ یہ خطا اب بھی انسانوں میں موجود ہے۔ چھ ارب انسانوں میں سے پانچ ارب خدا سے بالکل غیر منسلک ہیں۔ بھلا کوئی ان سے پوچھو کہ وہ وعدہ کہاں گیا؟ اگر ان کو بھی تلقینِ ادب ہوتی، ان کو بھی سعادتِ علمیہ سے سرفراز کیا جاتا، رَسل سے پوچھا جاتا، کانٹ سے نطشے اور فشتے سے پوچھا جاتا، برگساں سے پوچھا جاتا کہ بھلا اے دانش ورو، وہ وعدہ کہاں گیا.....؟ تو آپ دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ نے علمی judgement دی ہے کہ: اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلاً He has not been able to come upto the task. آپ کو ایک آدھ انسان جو وقت اور قدر کا مالک ہے، اس کی حیثیت سے نہیں بلکہ بحیثیتِ مجموعی دیکھنا ہے، چھ بلین انسانوں کے reference سے دیکھنا ہے کہ ساڑھے پانچ بلین لوگ خدا سے غافل ہیں، جو تھوڑے بہت خدا سے آگاہ ہیں وہ اس کا نام ضرور جانتے ہیں، مگر حقیقت میں انکا خدا کون ہے، یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔

سوال: آپ لوگوں کو تسبیحات بتاتے ہیں اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: لوگ عموماً یہ جاننا چاہتے ہیں کہ خدا کے رستے پر آغاز کیسے کریں؟ محبت کے سفر کو کیسے شروع کریں؟ حضراتِ گرامی! محبت کا صرف ایک امتحان ہے، وصالِ محبت کا امتحان نہیں ہوتا۔ تو نہ می داند ہنوز شوق بہ میرد زِ وصل وصل میں تو محبت رہتی ہی نہیں، تعلق اور possession رہ جاتی ہے۔ فراق میں محبت ہوتی ہے اور فراق میں پتہ چلتا ہے کہ کون کسے کتنا چاہتا ہے۔ اگر آپ کو جاننا ہو کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے تو ذرا اکیلے ہو جاؤ، جو آپ کو دن رات ستائے گا، ہر گھڑی، صبح و شام یاد آئے گا، جو دیکھتا ہی نہیں ہے کہ بندہ کہاں ہے، بازار میں ہے، گلی کوچے میں ہے، چھت پر ہے، جو ہر جگہ اس بُری طرح یاد آئے گا اُسی سے محبت ہوگی۔ اس لئے جب آپ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور ہر جگہ کرتے ہیں، ہر مقام پر کرتے ہیں، تو جو ball اللہ نے ہماری کورٹ میں پھینکی ہے، ہم نے اٹھا کر اُس کی کورٹ میں پھینک دی۔ ہم اُس سے کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم نے تیری چاہت میں دریغ نہیں کیا، آج کھانا نہیں کھا سکا، تسبیح کی ہے۔ آج بڑا ضروری کام تھا نہیں کر سکا، تسبیح کی ہے..... تیری یاد کو ہم کبھی نہیں بھولے..... اور میرا خیال کہتا ہے کہ جیسے حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ

''اللہ کے حق یہ ہیں کہ اُسے خدائے وحدہٗ لا شریک لہٗ کی طرح مانا جائے اور اس کے بدلے میں بندے کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اُسے عذاب نہ دے'' اور جو اُسے صبح و شام یاد کرتا ہے، اُسے کیا خوف زندگی اور کیا مرحلۂ آخرت.....؟

رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''میری اُمت کے پچاس ہزار لوگ بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جائیں گے۔'' پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون؟ کہا: جو فال نہیں لیں گے، جو گمان نہیں کریں گے اور جو اندازے نہیں لگائیں گے''۔ یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ہر وقت اللہ کو چاہیں گے، اللہ کا ذکر کریں گے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ (الروم 17:30)

(صبح اُس کو یاد کرو۔ شام کو بھی کرو)

Marfat.com

وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ (الروم 18:30)

شام اور ظہر سب یاد کے وقت ہیں۔ تپتی ہوئی دھوپ بھی اللہ کی یاد کا وقت ہے اور کڑا کے کی سردی بھی اللہ ہی کی یاد کا وقت ہے۔ بہار بھی اللہ کی یاد کا وقت ہے۔ اگر خزاں حضور خداوند کے ساتھ ہو تو بہار بن جاتی ہے اور:

بہار نذر تغافل ہوئی خزاں ٹھہری
خزاں شہید تبسم ہوئی بہار ہوئی

سوال: امریکہ ایران پر حملہ کرے گا کہ نہیں؟

جواب: خواتین وحضرات! میرے نزدیک ایران پر حملہ مشکوک ہے۔ میں اس کیلئے ایک سادہ سی reasoning رکھتا ہوں اگر آپ کو معقول لگے تو بتا دیجئے گا۔ افغانستان میں جن لوگوں کی مدد سے امریکہ حکومت کررہا ہے، وہ mostly شیعہ territories ہیں اور ایران کے influence میں ہیں اسی طرح عراق میں، جن لوگوں کی مدد سے وہ حکومت بنانے کی کوشش کررہا ہے وہ بھی اثنا عشری شیعہ tribes ہیں، کُرد بھی شیعہ ہیں اور بش (Bush) ہے تو بڑا احمق...... لیکن شاید حماقت کی ایسی انتہا چھونے سے گریز کرے گا کہ جن لوگوں کی وجہ سے وہ ان دونوں ملکوں میں حکومت کررہا ہے، انہی کو اپنا دشمن بنالے۔ اس کے پاس کوئی جواز ہے ہی نہیں ظاہر ہے کہ ایران پر حملے کی صورت میں افغانستان اور عراق میں اس کے ساتھ ایک بھی شخص نہ رہے گا اور جو تباہی دیر سے آنی ہے وہ بہت پہلے امریکہ پر آجائے گی I can't think Iran will ever be attacked but اصل بات یہ ہے کہ مقدرات اٹل ہیں اور چونکہ اسرائیل کے ساتھ لڑنے والے دونوں ممالک لبنان اور شام کے حزب اللہ اور دروزی شیعہ جن میں سُنی بھی شامل ہیں، Iranian influence کے دو بڑے مضبوط گروپ ہیں، اس لئے اگر کسی وقت اسرائیل کا وجود خطرے میں پڑ گیا تو پھر امریکہ اور ایران کی جنگ ہو جائے گی مگر اس میں ابھی ڈیڑھ دو سال باقی ہیں۔

سوال: آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کیلئے خدا کو ہر خواہش پر ترجیح دیں۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ مقدر ہے۔ کیا بندے کا اختیار ہے کہ وہ ترجیحات طے کرے؟ اس میں مقدر کا کس حد تک عمل دخل ہے؟

جواب: بات یہ ہے کہ جبر و مقدر کے مسئلے کا وہ angle جو فلاسفر لیتے ہیں سراسر غلط ہے۔ میرے نزدیک جبر ایک ایسی Favourable state of mind and heart and universe ہے جسے خدا نے انسان کی بہتری کیلئے رکھا ہوا ہے اور اس میں کسی قسم کے thought process کو دخل نہیں ہے۔ میں صرف جبر ہی کی سب سے پہلے explain کردوں۔ انسان کو چونکہ زمین پر بھیجا جانا تھا، اگر اس کے بندوبست اللہ پہلے سے نہ کرتا، اس کے اندازِ زندگی مرتب نہ کرتا، اس کو محافظت چاہیے، care چاہیے، اس کو پالنے والا چاہیے، ورنہ اس قابل نہیں ہوتا کہ زندگی گزار سکے۔ تو تمام جبر پروٹوکول ہے۔ پروٹوکول اس لیے دیا ہے کہ انسان کو فکری آسانی رہے، تاکہ انسان یہ نہ کہے کہ اے میرے مالک! تو نے مجھے اُجاڑ اور ویرانے میں پھینکا جہاں مجھے کوئی پوچھنے والا نہ تھا، پانی پلانے والا نہ تھا، میری care کرنے والا نہ تھا، مجھے بڑا کرنے والا نہ تھا۔ میں کیسے تجھے یاد کرتا؟ تو یہ سارے پروٹوکول کے arrangements ہیں، جو انسان کیلئے موت تک مقرر کی گئیں۔ آپ دیکھیں کہ سو برس پہلے تک ان پیشوں کا گمان بھی نہ تھا کہ جو اب آپ دیکھتے ہیں۔ ہزار ہا نئے

Marfat.com

کئے گئے ہیں۔اتنی آبادی کیلئے ایک profession کافی نہیں ہوتا۔ یہ سارے کا سارا professions create پروٹوکول pre-arranged ہے۔اس میں آزادی صرف ایک سوال ہے کہ اللہ نے انسان کو بھیجا جیسے آج ہم یہاں سے کسی کو لاہور بھیجیں اور اس کیلئے سارا انتظام پہلے سے کردیں کہ فلاں ہوٹل میں رہنا، پیسے لے لو، کھانا اچھے سے اچھا کھانا، کپڑے بھی ساتھ لے جاؤ، میرا ایک کام کر کے آنا کہ یہ لیٹر deliver کر کے آنا، ہاں! اگر بور ہو جاؤ تو فلم دیکھ لینا، خطرے سے بچنا، تمہارے لئے حفاظت کے مقام ہیں، غنڈوں کے ہاتھ نہ چڑھ جانا، کسی سے پکوڑے لے کر نہ کھانا، دستور اہوتا ہے ان میں...... ان ساری ہدایات کے بعد وہ شخص تین دن لاہور میں گزار کر واپس آتا ہے۔

"And he tells me, I have done every thing. That was a beautiful place, I enjoyed my food, I asked: what about the letter, Oh sorry, I forgot to deliver it. اس سارے پروٹوکول میں صرف اس ایک letter پر آپ کا اختیار ہے، جو آپ نے deliver کرنا ہے، جو زندگی میں آپ لے کر آئے ہو اور قبر کے دھانے جا کر یہ letter deliver کرنا ہوگا یعنی کسی ہندو کو کہے گا: " مَن رَبُّکَ " وہ کہے گا، شاید اندرا، ورونا، متھرا، برہما، شیوا، وشنو، کالی، درگا۔ Immensity of names خدا کہے گا: بے شک میرے بندے نے جھوٹ کہا ہے...... اگر اس نے آپ کو اہلیت دی ہے، تو اُس کو judgement کی آزادی بھی ملی ہے البتہ جب آپ decide کر لیتے ہو تو آپ کی تمام تر نا اہلیت اور بے بسی کے باوجود جو چیز آپ کی شریکِ حال ہوتی ہے وہ توفیق ہے:

وَمَا تَو فِیْقِی اِلَّا بِا اللہِ

(اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے)

پھر آپ کے ہاں توفیق شامل ہو جاتی ہے،

عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْب (ہود 88:11)

(میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی طرف رجوع کرتا ہوں۔)

اور اللہ کی طرف آپ کا رجوع اور آپ کا بھروسہ ہو جاتا ہے۔

سوال: موجودہ زمانے میں وقت، علم اور عمل سے برکت کیوں اٹھ گئی ہے؟ اللہ تنہا، انسان تنہا، تو پھر اللہ نے انسان کو ہجوم میں کیوں گھیر رکھا ہے؟

جواب: اللہ تو تھا ہی اپنے وجود کی سرشاری...... اس کو تو تنہائی نہیں ڈستی، وہ تو اُس نے ہم پر بڑا کرم کیا۔ میں آج سوچتا ہوں کہ اگر ہم Biological creatures ہوتے، جانوروں کی طرح پیدا ہوتے اور پھر مر جاتے، زندگی پوری کرتے...... اسی لیے فلسفہ وجودیت پیدا ہوا، اس absenity of routine کی وجہ سے۔ زندگی کی یہ بے مصرف وجودیت، پیدا ہونا، کھانا پینا، بال بچے پیدا کرنا، اس eliministic روٹین میں اگر کوئی ذہین بھی ہو گیا تو اس نے کیا کمال کر لیا؟ کسی کی دانش وری نے کیا اسے موت کے چنگل سے چھین لیا۔ سیقاشا کین نے موت کو دھوکا دیا اور اسے سزا دی olympic کے خدا نے کہ زمین سے پتھر اٹھاؤ اور چوٹی تک لے جاؤ۔ جب چوٹی تک پہنچتا تو پتھر پھر گر پڑتا تھا۔ پھر

Marfat.com

وہ پتھر اٹھا کر چوٹی تک لے جاتا اور وہ پھر گر پڑتا...... یہ بے مقصد زندگی، یہ بوریت......اس کو آپ تین لفظوں میں بیان کر سکتے ہیں۔ Horror, Boredom and Glory۔ یہ زندگی کا Horror ہے جو ہم پر عائد کیا گیا ہے۔ یہ Boredom of routine ہے جس سے ہم بچ نہیں سکتے اور glory خود فریبی ہے جو ہم اپنے آپ کو ترقی کی صورت میں دیتے رہتے ہیں۔ یہ ایک routine of life ہے But for God "الحمدُ لِلّٰہ" اُس پر یقین رکھنا، انسان کی سب سے بڑی امید ہے۔ سب سے بڑی امید جو سینہء انسان میں زندہ ہوتی ہے، وہ اس کا خوف نہیں، امید ہے۔ وہ ہمیں ایک طویل زندگی کی بشارت دیتا ہے۔ وہ ہمیں زندگی کی عجیب وغریب نعمتوں کی بشارت دیتا ہے اور مانگتا کیا ہے جواب میں......؟ کچھ بھی نہیں......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایک مرتبہ دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا، اس پر نارِ دوزخ ہمیشہ کیلئے حرام کر دی گئی''۔ آپ کو اعتبار کیوں نہیں آتا......؟ کیوں آپ یقین نہیں کرتے......؟ حدیثِ قدسی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل امین ایک غیر مہذب، نالائق، مجرم پیشہ، سخت مجہول العلم شخص کا case لے کر آئے کہ کتابِ گناہ میں اس نے اول وآخر کسی نیکی کو دخل نہ دیا تھا۔ جبرئیل نے کہا: اے اللہ! یہ تجھ سے معافی مانگتا ہے، اللہ نے پوچھا: یہ مجھ سے کیوں معافی مانگ رہا ہے۔ اے جبرئیل'' جبرئیل بولے: یہ جانتا ہے کہ تو معاف کرنے والا ہے۔ اللہ نے کہا کہ اس سے کہو کہ میں نے اس کو معاف کر دیا۔ اس شخص نے دوبارہ گناہ کیا۔ جبرئیل کو بڑا غصہ آیا۔ فرمایا! ''اے پروردگار! تو نے اس کو معاف کیا تھا مگر اس نے دوبارہ وہی گناہ کیا ہے، اللہ نے کہا کہ دوبارہ گناہ کیوں کیا اے جبرئیل! اب کیا چاہتا ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ دوبارہ توبہ کرنا چاہتا ہے، اللہ نے کہا کہ کیا یہ پھر مجھ ہی سے توبہ کرتا ہے؟ کہا: ہاں، آپ ہی سے پھر توبہ کرتا ہے''۔ کہا: ''اس سے کہو کہ میں نے اسے معاف کر دیا'' تھوڑا عرصہ گزرا، پھر جبرئیل اس کو لے کر آئے اور کہا: ''اے اللہ! اب آپ اس کو بخشنے والے نہیں، کیونکہ یہ پھر وہی گناہ کر کے آیا ہے۔ اللہ نے کہا: ''اس کو تو اچھی طرح یہ معلوم ہے کہ میں ہی گناہ بخشنے والا ہوں۔ اس سے کہو کہ میں نے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں''۔ خواتین وحضرات! یہ داستان نہیں ہے۔ یہ پختہ ترین حدیث ہے، یہ مولویانہ حدیث نہیں ہے، اس حدیث سے ایک نقطہ نکلتا ہے۔ اس میں ایک چیز یقینی ہے کہ اس انسان کو حتمی یقین ہے کہ جو خطا میں نے کی، سو کی، لیکن میرے پیچھے کوئی بخشنے والا موجود ہے۔ یہ faith اللہ کو آپ سے چاہیے۔

قُل يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ (زمر 53:39)

ساٹھ ستر برس میں آپ کتنے گناہ کر لو گے؟ کیا trillions and trillions سالوں کی کائناتوں کے رب کو آپ اپنے ساٹھ ستر برس کے گناہوں سے گزند پہنچالو گے؟ آپ غور تو کرو کہ جو شخص یہ کہے کہ میرے گناہ نہیں بخشے جائیں گے، وہ اللہ پر کتنی بڑی گستاخیء ذہن کر رہا ہے۔ اُس بے پناہ وسعت اور رحمت کے مالک کو آپ اپنے گناہ show کر رہے ہو۔ اللہ کہتا ہے کہ سب سے بڑا گناہ نہ کر بیٹھنا:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، کسی کو بخشنے والا سمجھنا، دیکھنا کہ وہ تمہیں معاف کر سکتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا کیا ہے، میرا حق ہے سزا و جزا کا۔ جو مجھے مانے گا، جو مجھ پر یقین رکھے گا، میں اسے ضرور معاف کر دوں گا۔ قرآن کے الفاظ

Marfat.com

سادہ ہیں۔ان میں addition کوئی نہیں ہے:

اِنَّ اللهَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیْعاً (زمر 53:39)

(بے شک تمہارا اللہ وہ ہے جو تمام جملہ گناہوں کو معاف کرتا ہے۔)

اس آیت میں ایک اصول دیا گیا ہے،ایک قانون ہے جَمِیعاً جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی کہ بے شک تمہارا اللہ تمہارے تمام گناہ معاف کر سکتا ہے۔یہ اصول ہے جیسے سائنس کا law ہے،جیسے Avagadro's hypothesis ہے جیسے gases volumes کے law ہیں جیسے زمین کی کششِ ثقل کے قانون ہیں۔یہ قانونِ حیاتِ زندگی ہے،یہ قانون حیات انسان ہے،یہ مغفرت کا ایک بنیادی قانون ہے:

اِنَّ اللهَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیْعاً

کیونکہ اگر میں یہ نہ کروں تو پھر میں " غَفُورُ الرَّحِیم " کیسا؟ تم کیوں میری صفت کو کمزور کرتے ہو؟ اپنے گناہ سے میری رحمت کو قید کرتے ہو۔یہ برہانِ عقل تمہارا ہے۔میری طرف سے کوئی کمی نہیں۔مگر حضراتِ گرامی! محبت نفاق کی قاتل ہے۔محبت محبوب کے کام کے بغیر کچھ اور کرنے نہیں دیتی۔جس کو اللہ سے اُنس ٹھہرے گا،اسے نماز عزیز ہوگی، love's labour is sweet. اور اس کے بغیر سب مشقت ہے۔محبت کی محنت ہی آسان ہے۔شہادت اسی کو کہتے ہیں۔ایک بڑی خوبصورت بات تصوف میں سید ہجویرؒ نے فرمائی کہ "ادیب وہ نہیں جو علم والا ہو۔تصوف میں ادیب اس کو کہتے ہیں جو خدا کے سوا کسی اور کو وہ عزت نہ دے جس کا وہ اہل نہیں۔" مؤدب اس کو کہتے ہیں جو خدا کے عزت و مقام میں کسی کو شریک نہ کرے۔حدیثِ رسول ﷺ ہے: حلاوتِ ایمان اس شخص نے چکھ لی جس نے اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانا اور قدیم میں کسی حادث کو شریک نہ کیا۔شیخ ہجویریؒ نے فرمایا کہ وہ قدیم ہے اور اس قدیم میں کسی حادث کو شریک نہ کرو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے اپنی جان و مال سے بڑھ کر چاہا،اس نے ایمان کی حلاوت چکھ لی۔حدیثِ مسلم ہے کہ ایک بدو آیا اور اس نے پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟" فرمایا: "کیا تو نے اس کیلئے بہت تیاری کی ہے؟ کیا تو نے نمازیں بہت پڑھی ہیں؟" کہا "نہیں،ایسا کچھ بھی نہیں"۔فرمایا: "کیا تو نے روزے بہت رکھے ہیں؟" کہا: "یارسول اللہ ﷺ! نہیں،بس واجبی سے رکھے ہیں" پوچھا: "کیا تو نے صدقہ وخیرات بہت دیا ہے۔" کہا: "یارسول اللہ ﷺ! ایسا کچھ میرے پاس تھا ہی نہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم کس برتے پر قیامت کا پوچھتے ہو؟ کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے محبت بہت ہے"۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "تو پھر قیامت کے دن لوگ انہی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے وہ محبت کرتے ہیں۔تُو میرے ساتھ اٹھایا جائے گا۔"

خواتین وحضرات! یہ حلاوتِ ایمان کا دوسرا سبق ہے اور تیسرا اور آخری سبق یہ ہے کہ جب ایک دفعہ خدائے وحدہٗ لاشریک کا اُنس آپ میں آجائے اور جب محبتِ رسول ﷺ کی طمانیت آپ کے دل میں اتر جائے تو پھر کفر کی طرف واپس پلٹنے کو اتنا ہی برا جانیے جتنا سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے کو آپ بُرا سمجھیں۔

Marfat.com

شریعت اور طریقت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

خواتین وحضرات! آج کا موضوع دراصل اسی لیکچر کی continuity ہے جو میں نے اس سے پہلے خالصتاً طریقت کے موضوع پر راولپنڈی میں دیا ہے۔

ایک مسئلہ جو بار بار لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ شریعت اور طریقت دو جدا چیزیں ہیں اور شاید یہ لگتا ہے کہ صاحب شرع لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ طریقت کے لوگ ذہنی طور پر، اخلاقی طور پر اور عملی طور پر ہم سے کوئی جداگانہ رستے اختیار کرتے ہیں۔ یہ خیال زیادہ تر اس وجہ سے ہے کہ طریقت کو واضح کرنے والے یا اس کے حق میں دلائل دینے والے عموماً کرامات پر زور رکھتے ہیں۔ عجیب وغریب حکایات پر زور رکھتے ہیں اور شاید طریقت کا وہ اصل معنی ان سے جدا ہو جاتا ہے۔ شریعت عرفِ عام میں اللہ کے احکامات کو کہتے ہیں مگر شریعت کا ایک بہت خوبصورت دوسرا مطلب بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کم پر راضی کر کے منزل تک پہنچانا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس اگر بہت کم توشہء سفر ہو تو اس کی ہمت بڑھانا، اس کی ہمت برانگیختہ کرنا اور یہ چاہنا کہ یہ شخص کسی طریقے سے ان معمولی سے اسباب کے ساتھ منزل تک پہنچ جائے۔ اسکا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ برابر ہو جانا۔ یہ دونوں مطالب شرع کے لوگوں کی نظر سے عموماً پوشیدہ رہتے ہیں۔

بَلَغَ الشَّرۡعَ مَحَلُ

کیا شرع وہ چیز ہے جو آپ کو محل تک پہنچاتی ہے؟ یہ کم سے کم وہ چیز ہے، یہ وہ کم سے کم متاعِ زندگی ہے جو سب کے لیے برابر ہے مگر جس کی وجہ سے آپ منزل تک پہنچتے ہیں۔

خواتین وحضرات! شریعت کی منزل جنت بھی ہو سکتی ہے۔ اس کی منزل قبر کا خوف بھی ہو سکتا ہے، عذاب و ثواب کی کیفیات بھی ہو سکتی ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک اعرابی جب حضور ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اللہ کی رضا کے مطابق جنت کے حصول کے لیے کیا کرنا ہوگا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ وقت کی نماز ...... اس نے کہا کہ اس سے ایک بھی زیادہ نہیں پڑھوں گا۔ فرمایا: رمضان کے روزے ...... کہا: ایک بھی زیادہ نہیں رکھوں گا۔ فرمایا: زکوٰۃ ...... کہا: کچھ بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ پھر جب وہ پانچوں رکن پورے کر چکا تو کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ آپ نے ضروری بتایا ہے اس سے زیادہ میں کچھ بھی نہیں کروں گا۔ جب وہ اٹھ کر چلا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے جنت

Marfat.com

پالی...... یہ وہ کم سے کم متاعِ زندگی ہے، وہ کم سے کم معیار ہے جو کسی مسلمان کے لئے اُس کی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے مگر ایسا کیوں ہے؟ آخر تمام شریعتی لوگ، طریقتی لوگ کیوں نہیں ہو جاتے؟ آخر کیا وجہ ہے؟ تو اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ شرع کے عمل کی نیت کا تعین نہیں ہو سکتا۔ آپ چاہے پانچ وقت نماز پڑھیں، چاہے آپ روزے رکھیں، چاہے آپ حج کریں، اللہ تعالیٰ کو آپ کے اعمال سے کوئی غرض نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ بار بار ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہاری اچھائیاں تمہارے لیے ہیں، تمہاری برائیاں تمہارے لیے ہیں۔ قربانی کے گوشت، یہ چمڑی، یہ ہڈیاں، یہ سب تمہارے لیے ہیں اور مجھ تک کیا پہنچتا ہے؟ مجھ تک تمہاری نیت پہنچتی ہے...... خواتین وحضرات! وہ تمام اعمال جو بظاہر ہم زندگی بھر خدا کے لیے کریں، اگر ان کے پسِ پردہ نیات کا عمل درست نہ ہو، ہمارے اغراض و مقاصد درست نہ ہوں تو یہ تمام اعمال نفاق میں چلے جاتے ہیں، اس لیے بہت پہلے میں نے ایک بار کہا تھا کہ طریقت شریعت کی نیت ہوتی ہے۔

خواتین وحضرات! یہ بات بہت غور طلب ہے کہ طریقت شریعت کی نیت ہوتی ہے اور طریقت صرف ایک معیار کی ہے۔ اگر آپ چاہو کہ خدا صرف آپ کے اعمال کے درجات مقرر کرتا تو ایسا نہیں ہے۔ بارہا اللہ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو کچھ خصوصی سے لوگ ہیں، ایسے لوگوں کا ذکر کیا، جو عام مسلمانوں سے جدا لگتے ہیں، ایسے لوگوں کا ذکر کیا جن کا اس نے اولیاء کے نام سے تذکرہ کیا، ایسے لوگوں کا ذکر کیا کہ جیسے اس نے کہا کہ کچھ اصحابِ یمین ہیں، کچھ اصحابِ شمال ہیں، کچھ اصحابِ مشئمہ ہیں اور کچھ بائیں بازو کے لوگ ہیں جنہوں نے کوتاہیاں کرنی ہیں، غلطیاں کرنی ہیں اور باوجود میرے کہنے کے انہوں نے میرے احکامات نہیں ماننے اور کچھ وہ لوگ ہیں جو دائیں بازو کے لوگ ہیں، جنہوں نے بہر حال نیک اعمال کرنے ہیں، جنہوں نے اچھی باتیں کرنی ہیں، جنہوں نے اپنے اعمال میں خلوصِ نیت سے کام کرنا ہے اور یہ بڑے اچھے لوگ ہیں مگر ایک تیسرے لوگ بھی ہیں: " وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ " یہ آگے بڑھنے والے لوگ ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ہ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ہ (الواقعہ 11,10:56)

(اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقربِ بارگاہ ہیں۔)

یہ تو اللہ کے قریب کے لوگ ہیں، اعمال میں جدوجہد کرنے والے لوگ ہیں، نیات میں اخلاص برتنے والے، خدا کی محبت کے سوا ہر شے سے گریز کرنے والے، یہ بہت آگے کے لوگ ہیں۔ یہ مقرب لوگ ہیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ہ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (الواقعہ 14,13:56)

(اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے)

کہ پچھلوں میں ایسے لوگ بہت تھے اور آج ہمارے زمانے میں ایسے لوگ بہت قلیل ہو گئے ہیں۔

خواتین وحضرات! طریقت کا لفظی مطلب بھی تھوڑا سا جدا ہے۔ یہ وہ ستون ہے جس پر سائبان ٹکتا ہے، یہ خیمہ کی وہ چوب ہے جس سے یہ خیمہ ایستادہ ہوتا ہے۔ زندگی کا، اعمال کا یہ وہ خیمہ ہے، یہ وہ ستون ہے جس پر خیمے کا سارا دارومدار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ طریقت کا ایک اور مطلب بھی ہے کہ اپنی قوم کا شریف اور معزز انسان۔۔۔ اگر آپ غور

Marfat.com

فرمایئے تو اس کے لفظی معنی میں آپ کو یہ نظر آئے گا کہ یہ عمومیت کا حامل شخص نہیں ہے۔ جو صاحب طریقت ہے، وہ عمومیت کا حامل شخص نہیں ہے۔ خداوندِ کریم نے جب شریعت دی تو یہ گمان نہ تھا کہ سب خدا تک equal درجہ سے رسائی پائیں گے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ (البقرۃ 253:2)

(یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔)

جب پیغمبروں میں تفضیل ہے تو لوگوں میں تفضیل کیوں نہ ہوگی؟ دل و دماغ میں فرق کیوں نہ ہوگا؟ بندگی اور اعمال کی نیت میں فرق کیوں نہ ہوگا؟

ایک بہت بڑا معاشرہ create کرنے کے لیے اور ایک گراؤنڈ بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شریعت تخلیق کی۔ یہ وہ کیاریاں ہیں کہ جن میں پھول کھلتے ہیں اور بلاشبہ ان میں کبھی کسی سنگلاخ سرزمین سے ایک ایسا پھول بھی کھل جاتا ہے کہ جو بڑے سے بڑے خوبصورت پھولوں کے لئیے قابلِ رشک ہوتا ہے۔ شریعت ایک عمومی گراؤنڈ ہے جہاں بہت سارے لوگ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کام کرتے ہیں جیسے میں نے عرض کی کہ شریعت کا مطلب ہے برابری، وہ اعمال جو سب تک برابر پہنچیں...... کوئی صاحبِ طریقت، شریعت کو اس لیے ignore نہیں کرسکتا کہ یہ وہ survivalist attitude ہے، اللہ کی طرف سے ایک necessary attitude ہے کہ یہ کام تو سب کے لیے برابر ہے۔ شریعت تو سب کے لئے یکساں ہے۔ یہ وہ مختصر سا توشۂ حیات ہے جس کو حاصل کر کے اپنی منزل تک پہنچنا ہے۔ یہ وہ معاشرہ ہے، یہ وہ سوسائٹی ہے، یہ وہ خلقِ خدا ہے، جو اتنے سارے مشترکہ اعمال جب کریں گے تو پھر خدا ان میں سے کسی کو اپنی محبت اور اُنس کی وجہ سے آگے بڑھنے کی توفیق دے گا جیسے پروردگارِ عالم نے کہا کہ مجھے خوف و وحشت سے یاد مت کرو۔ میں ڈرانے والا ضرور ہوں مگر اس دل کو نہیں جس میں میری یاد ہو۔ میں اپنی یاد کرنے والوں کو ڈرانے والا نہیں۔ میں اپنے سے محبت کرنے والوں کو خوف زدہ کرنے والا نہیں:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ

مجھے ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو۔ محبت سے یاد کرو، اُنس سے یاد کرو، اخلاص سے یاد کرو، "اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا" ذرا زیادہ یاد کرو تا کہ مجھے معلوم ہو، اے بندگانِ خدا! کہ تم ہر چیز سے بڑھ کر مجھے یاد کرتے ہو۔ کیا آپ کو اس جملے میں یہ نظر نہیں آتا کہ خدا کی چاہت ہے کہ اسے سب سے زیادہ چاہا جائے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ بندے اسے سب سے بڑھ کر چاہیں اور ان بندوں کا خصوصاً ذکر کرتا ہے جنکے بارے میں پروردگارِ عالم کا ارشاد اپنے رسول ﷺ کو ہے اور یہ عمومی حکم نہیں ہے:

لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الانعام 52:6)

(جو لوگ دن رات اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں، اے رسول ﷺ! ان پر ذرا خصوصی توجہ کرو۔)

حضراتِ گرامی! یہ خصوصی توجہ کچھ لوگوں کے لیے ہوگی۔ اصحابِ صفہ کے لیے ہوگی، وہ جو علم کی تلاش صرف خدا

کے لیے کرتے ہیں، محبت صرف اللہ سے رکھتے ہیں، جنہوں نے زندگی کو ترک کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ طریقت میں یونانی عنصر شامل ہے، یہ کہنا کہ اس کی intellectual اساس کسی معتزلہ سے بنتی ہے یا اشاعرہ اور ماتریدیہ کی مثال دینا...... بہت سے دانش ور، جن کو خدا کی محبت کا شعور نہیں ہے اور اپنے نفسانی اشکال سے نہیں نکل سکتے وہ تصوف کو، طریقت کو، ڈھکوسلہ سمجھتے ہیں۔ نام، آپ کوئی بھی رکھ لو...... شیخ ابوالحسن کو شجیؒ کا ارشاد ہے: پہلے لوگوں کے پاس نام نہیں تھا، لفظِ تصوف نہیں تھا مگر اعمال اور حقیقت موجود تھی اور جب سے اس کا نام لوگوں نے تصوف رکھ دیا ہے اب اعمال اور حقیقت ختم ہو گئے ہیں:

خواتین و حضرات! وہ زمانہ بھی صوفیاء کا تھا، اصفیاء کا تھا، خدا کے وہ بندے، رسول اللہ ﷺ کے وہ ساتھی، اللہ اور اس کے رسول کے قول کے مطابق جب دن رات اللہ کے حضور جدو جہد کرتے تھے اور دن رات اعمال میں مسابقت کی کوشش کرتے تھے، وہ تمام اصفیاء تھے، مگر تب اس کو تصوف کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔ یہ کسی مغربی فکر کا فرستادہ تصور نہیں تھا، نہ کسی intellectual approach کی بات تھی۔ یہ خالصتاً اخلاص و محبت کا وہ شعور تھا جو ایک مسلمان کے دل میں پیدا ہوتا تھا جو صاحب شریعت ہوتا تھا، جو اپنی ابتداء اختیار کر لیتا تھا...... ہزاروں لاکھوں لوگوں میں پھر ایک دل اللہ کیلئے زیادہ تیزی سے دھڑکتا تھا، زیادہ محبت سے دھڑکتا تھا اور یہ وہ شخص تھا جو دوسروں سے زیادہ مسابقت کر کے اللہ کی رضا کے لیے جدو جہد کرتا تھا اور ان کے بارے میں پروردگار عالم نے فرمایا بقولِ عمر بن خطابؓ باقی لوگوں کو خوابوں سے، نیند سے، آدھے شعور ذات سے، جگانے کے لیے، نیند سے چھڑانے کیلئے، اور ان کے تساہل کو ختم کرنے کیلئے جب اذانوں میں 'اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوم کی آواز دیتے تھے مگر کچھ ایسے خاص لوگ بھی تھے جن کا خود خدا ذکر کرتا ہے کہ یہ راتوں کو محبت سے، خوف سے، اور طمع سے مجھے یاد کرتے ہیں۔ طمع کون سی......؟ اللہ کی قربت کی طمع...... خوف کیا......؟ اس سے جدائی کا خوف...... یہ وہ خوف ہے جو اپنے آپ کو ایک لمحے کے لیے بھی خدا کی قربت سے جدا ہونے کو برداشت نہیں کرتا اور طمع یہ ہے کہ مقام رضا تک ان کی پہچان اور شناخت ہو جائے۔۔۔ ان کا ذکر قرآن علیحدگی سے کرتا ہے۔ اگر ہم ایک طرف general مسلمان کو نیم خوابی سے جگانے کے لیے صدا دیتے ہیں اور مؤذن پکارتا ہے کہ: اَلصَّلٰوۃُ خَیرٌ مِّنَ النَّوم تو دوسری طرف یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر خود، خدا کرتا ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوبُهُم عَنِ المَضَاجِعِ یَدعُونَ رَبَّهُم خَوفًا وَّطَمَعًا (السجدہ 16:32)

(دور رہتے ہیں ان کے پہلو بستروں سے پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے)

یہ وہ لوگ ہیں جو voluntarily از خود، محبت سے، اُنس سے، خدائے کریم کی رغبت سے، اپنے بچھونوں سے جدا رہتے ہیں، جو راتوں کو کھڑے ہوتے ہیں، صبحوں کو اللہ کو یاد کرتے ہیں، جنکا کوئی لمحہ، لمحہ غفلت نہیں ہوتا۔

ایک تصادم جو ہمیشہ صاحب طریقت اور صاحب شریعت میں رہا وہ تصادم normally یہی تصادم ہوتا ہے کہ شب بیدار لوگ کیسے غفلت میں جا سکتے ہیں؟ وہ کیسے کم محنت ہو سکتے ہیں؟ ایک شخص رات رات بھر کھڑا ہوا اللہ کو یاد کرتا ہو، کیا وہ کم محنت کرتا ہے؟ کیا اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ زندگی سے گریز کرتا ہے؟ کیا اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ depression کا مارا ہوا ہے؟ وہ جو اللہ کے لیے اتنی محنت کر رہا ہے، اپنے کردار کو سنوارنے کی، جو

قربتِ خداوند کے لیے مرا جا رہا ہے، صبح وشام اس نے اپنی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے، اس کو لوگ کہتے ہیں کہ کم محنت کرتا ہے اور practical life is all important مگر خواتین وحضرات! ذہن کو اللہ نے priorities اور ترجیحات کو مرتب کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ ہم اپنی ترجیحات کو کتنی دیر کے بعد جا کر سیکھتے ہیں۔ ہماری چھوٹی ترجیحات ہیں۔ ایک دن کی ترجیحات ہیں، ایک مہینے کی ہیں، ایک سال کی ہیں۔ ایک پوری زندگی کی ترجیح ہے۔ جب آپ صبح گھر سے نکلتے ہو تو آپ کے ذہن میں ان تمام important کاموں کی لسٹ ہوتی ہے جو آپ نے کرنے ہوتے ہیں اور پھر آپ اسی ترتیب سے کرتے ہو۔ کبھی جب کسی کو محبت ہو جائے تو ساری ترجیحات الٹ جاتی ہیں پھر صبح وشام، دوپہر......:

فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ (الروم 30:17)

(پس اللہ کی تسبیح کرو صبح کے وقت اور شام کو۔)

جیسے اللہ کے بندے اللہ کو صبح وشام یاد کرتے ہیں، اس طرح یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنی اغراض کے لیے صبح وشام بے چین و بے قرار رہتے ہیں۔ ان کی ترجیحات خراب ہو جاتی ہیں اور صوفی اور صاحبِ طریقت اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس نے اپنی ترجیحات کا جائزہ لے لیا۔ اس کو ابتدائے حیات میں ہی یہ معلوم ہو گیا کہ انسانی زندگی کی سب سے بڑی اور آخری ترجیح صرف اور صرف اللہ ہے:

اِنَّا ھَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا

یہ تمام زندگی، یہ تمام عقل وشعور، یہ تمام احساناتِ پروردگار جو مجھ پر ہو رہے ہیں، صرف ایک مقصد کے لیے ہو رہے ہیں کہ میں اپنی ترجیحِ اول کو نہ بھولوں۔ میں اپنی زندگی کے سب سے بڑے مقصد کے لیے جدوجہد کروں اور اسی وجہ سے یہ صاحبِ طریقت اور صوفیاء کہلاتے ہیں۔

خواتین وحضرات! اللہ کے اقوال کے بعد حضور ﷺ نے کچھ قلبی اور نیات کے بارے میں جو احادیث ارشاد فرمائیں شاید ہم میں سے سب وہ پڑھتے ہیں، سب جانتے ہیں مگر جب آپ کسی عالمِ باعمل کے پاس جاتے ہو اور جب آپ اس کو یہ حدیث سناتے ہو تو وہ یا تو اس حدیث کو غلط قرار دے دیتا ہے یا وہ اپنی اس بات پر مُصر ہے کہ اعمال کی اسے ضد پڑی ہوئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی طرح تمام لوگ محنت کرتے ہیں آپ نہ چاہو گے تو بھی محنت کرو گے۔۔۔ کسی نے سرکارِ رسالتمآب ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر اللہ نے سب مقدر لکھ دیئے ہیں تو پھر ہم کام کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: چاہو یا نہ چاہو، تمہیں وہ کام کرنا پڑے گا جو اللہ تم سے چاہتا ہے، اس لیے کہ خدا کا ایک کنٹرول تمام ذہنوں پر مقرر ہے۔ کوئی بچھو نہیں کاٹ سکتا، کوئی سانپ نہیں ڈس سکتا، کوئی بندہ ڈرائیونگ غلط نہیں کر سکتا، کسی کا مقصدِ حیات ایکسیڈنٹ نہیں ہوتا، مگر یہ کہ ان کے اذہان، ان کے دماغ، ان کے کنٹرول اللہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور پروردگارِ عالم نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ:

مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا (ھود 11:56)

(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے جس کو میں نے ماتھے سے نہیں پکڑ رکھا۔)

Marfat.com

اور خواتین و حضرات! آپ جانتے ہو کہ ماتھے کے پیچھے کیا ہوتا ہے؟ fore-brain جو فیصلہ کرنے والا brain ہے۔ اللہ نے ماتھے سے نہیں بلکہ ماتھے کے پیچھے آپ کے دماغ کو پکڑ رکھا ہے۔ skillfully ایک پورا remote control ہے جو آپ کے decision making پر طاری ہوتا ہے اور وہ جو چاہے آپ سے کروا سکتا ہے۔ اس کا drive motive اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ تمام زندگی کے entries اور exits اس ہی remote control کے تحت ہیں۔ کوئی بندہ مرنا نہیں چاہتا، کوئی بندہ کوئی خرابی نہیں کرنا چاہتا، کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ وہ از خود کسی ایکسیڈنٹ کا شکار ہو یا کسی کو کرے مگر یہ کہ اللہ کے پاس اس کے fore-brain کا کنٹرول ہے۔ اللہ نے ان کو دماغ کے اس حصے سے جو سوچتا اور عمل کرتا ہے، کنٹرول میں رکھا ہوا ہے اور دو ہی قسم کے کنٹرول ہوتے ہیں: ایک وہ کنٹرول جو اللہ نے نافذ کر رکھا ہے اور ایک وہ لوگ ہیں جو اس کنٹرول کے لیے خواہش کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے کنٹرول میں جانے کے لیے خواہش کر رہے ہوتے ہیں۔ جب آپ کہتے ہیں:

لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ

تو آپ کیا کر رہے ہوتے ہو؟ یہی اقرار کر رہے ہوتے ہو ناں کہ اے مالک و کریم! میں اپنے قوت و ارادہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ نہ میری کوئی قوت، نہ میرا کوئی ارادہ، اے میرے مالک و کریم: میری قوت کو سنبھال اور میرے ارادے کو تھام لے اور مجھے یقین ہے اور یہ یقین مجھے اس آیہ کریمہ سے ہے کہ اللہ نے انسانوں کے لیے صرف رحمت تخلیق کی ہے:

وَكَتَبَ عَلٰى نَفسِهِ الرَّحمَةَ

(میں نے ہر حال میں ان پر رحم کرنا ہے۔)

اور جب آپ اپنا کنٹرول اللہ کے ہاتھ میں دے دیتے ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت مہربان و رحیم و کریم ہے۔ وہ آپ کے لیے بہتر سوچ تخلیق کرتا ہے آپ کے لیے آپ سے بہتر سوچتا ہے، اس لیے بہت سیانے لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں آپ اہلِ طریقت کہتے ہو کہ وہ forceably ہر حال میں اپنا کنٹرول اللہ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ خدا ان کی یہ اہلیتیں دیکھ کر، ان کا یہ مزاج دیکھ کر، ان کی یہ محبتیں دیکھ کر بالآخر ان پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے۔

حدیثِ مسلم و بخاری ہے کہ پھر لوگ خدا کو اتنا یاد کرتے ہیں،...... اس بے چارگی اور محبت سے، اس بے قراری سے یاد کرتے ہیں کہ ان کا دل ایک پاگل کی طرح ہو جاتا ہے، ایک ویرانے کی طرح ہو جاتا ہے۔ فرمایا: ''اللہ کو اتنا یاد کر کہ لوگ تجھ کو پاگل سمجھنا شروع ہو جائیں''۔ اتنا یاد کر کہ دل ایک ویرانے کی طرح ہو جائے، جس میں صرف ایک چراغ جلتا ہو اور وہ اللہ کی یاد کا چراغ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آپ سے یہ activity نہ ہو سکے، ہو سکتا ہے کہ ہم اسے بڑی بات سمجھیں، ہو سکتا ہے کہ ہم اس کو جنوں سمجھیں......

کبھی زمیں کا کبھی آسماں کا نظارہ
عجیب شے ہے جنوں کا خرامِ آوارہ
خود آگہی نے رگ و پے میں بجلیاں بھر دیں

Marfat.com

رگوں کا سرد لہو بن گیا ہے انگارہ

یہ تو وہ یاد ہے، وہ محبت ہے۔ مگر حضور اکرم ﷺ کی سادہ سی حدیث کے پیچھے ایسی تو خواہشات چھپی ہوتی ہیں۔ جب لوگ دل سے اللہ کو اللہ مانتے ہیں اور غیر اللہ کو ترک کرتے ہیں:

مَن عَلِمَ اَنَّ اللهَ رَبُّهٗ وَاَنِّیْ نَبِیُّ حَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی لَحمَهٗ وَدَمَهٗ عَلَی النَّار (حدیث نبوی ﷺ)

(اگر کسی نے جان لیا کہ اللہ ہی اس کا رب ہے اور یہ کہ میں اس کا نبی ہوں تو اللہ نے اس کے گوشت اور اس کے خون کو آگ پر حرام کر دیا۔)

بڑی سادہ سی بات ہے کہ خدا نے اس شخص پر آگ حرام کر دی، اس کے گوشت اور خون پر آگ حرام کر دی، جس نے یہ جان لیا کہ میرا کوئی اللہ ہے، جس نے یہ جان لیا کہ محمد ﷺ میرے نبی ہیں۔ اور خواتین و حضرات! یہ اندھا دھند تقلید سے نہیں آتی، یہ برابر کا حصہ نہیں ہے، یہ اعمال کی تقسیم نہیں ہے، اس کے لیے کچھ اور چاہیے اور اس کچھ اور کی اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں نشان دہی فرمائی:

تَفَکُّرَ السَّاعَةِ خَیرٌ مِّن عِبَادَةِ سِتِّینَ سَنَةً

(کہ ایک لمحہ دین میں غور و فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔)

خواتین و حضرات! طریقت کی بنیاد ہی غور و فکر پر ہے، commitment پر ہے، سوچ سمجھ پر ہے، فکر پر ہے۔ اعمال کی بنیاد تقلید پر ہے، اعمال عادت ہیں، اعمال سرشت ہیں، اعمال میں غور و فکر کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ خدا نے اعمال کی اس عادت پر طنزیہ فرمایا ہے کہ یہ تو جانور کی بھی عادت ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّ وَآبِّ عِندَاللهِ الصُّمُّ البُکمُ الَّذِینَ لَا یَعقِلُونَ (الانفال 22:8)

(بدترین جانور اللہ کے نزدیک وہ بہرے اور گونگے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔)

خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کہ مسلسل غور و فکر کے بغیر عمل کرنے والے کی حیثیت اس گدھے کی سی ہے کہ جو کنوئیں کے ساتھ بندھا ہے''۔ جو رہٹ کے ساتھ آپ نے بیل باندھا ہوا ہے، وہ تو مسلسل چل رہا ہے۔ اس کے اعمال کی حرکت متوازن اور مسلسل ہے مگر اس کے پیچھے غور و فکر نہیں ہے اور ایک لمحہ کے لیے غور و فکر......

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وہ ایک لمحہ غور و فکر کا، جس میں آپ نے اللہ کو اللہ جانا اور اپنے رسول ﷺ کے ساتھ properly committ ہوئے، اسی ایک لمحے میں دیکھیے کہ آپ نے کیا برأت حاصل کر لی کہ اپنے خون اور گوشت کو آگ سے آزاد کر لیا اور یہ صرف اہلِ طریقت ہیں فرمایا: مگر خدا کو جاننا، بغیر اپنے جاننے کے ممکن نہیں ہے، یہ امکان کم ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک قانون بخشا ہے۔ خدا نے بہتری کا ایک قانون بنایا ہے۔ رسول ﷺ نے اس کی نشان دہی کی ہے، فرمایا: اِذَا اَرَدَ اللهُ بِعَبدِہٖ خَیرًا جب اللہ اپنے کسی بندے کی خیر کا ارادہ کر لیتا ہے، جب اللہ یہ فیصلہ کر لے کہ میں اسے خیرِ کثیر عطا کروں اور

Marfat.com

خیر کثیر حکمت ہے:

یُؤتِی الحِکمَۃَ مَن یَّشَآءُ وَ مَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا (البقرۃ 269:2)

اور سب سے بڑی حکمت کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ نے اس حدیث میں کیا ہے: اِذَا اَرَادَاللہُ بِعَبدٍ خَیرًا جب اللہ نے یہ ارادہ کرلیا کہ بندے کو خیرِ کثیر عطا فرمائے گا، اعلیٰ ترین حکمت عطا فرمائے اَبصَرَہٗ بِعُیُوبِ نَفسِہٖ تو اس کو اپنے نفس کی خرابیوں سے آگاہ کر دیتا ہے، اس کو اپنی غلطیوں سے آشنا کر دیتا ہے، اس کو اپنی کوتاہیوں سے آشنا کر دیتا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو درست سمجھتا ہے، جسے اپنے Self کے ساتھ ہمدردی ہے، جس نے صرف اپنے آپ کو بہترین سمجھا، جس نے صرف دوسروں پر تنقید کی، عیب جوئی کی اور جس نے صرف اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا ہے، اس کیلئے یہ حدیث کارآمد نہ نکلے گی۔ خدا تو خیر اس سے کرتا ہے، محبت اور انس اور کرم اس پر کرتا ہے، جس کو اس کے عیوب سے آگاہی دے دیتا ہے مگر اس میں بھی انکسار و ملامت غلط ہے اور یہ انکسار اچھا نہیں ہوتا کہ میں تو ہوں ہی ایسا، میں تو برا ہوں مگر دل میں خوشی منا رہے ہوتے ہیں کہ اس انکسار کے بدلے میں لوگ مجھے اچھا سمجھ رہے ہیں۔ یہ مکر و فریب ذات ہے مگر جس نے ایمانداری سے، اپنے توکل سے، خیال سے، پوری احتیاط سے یہ جانا کہ میں کبھی بھی بہتر نہیں ہوسکتا، میں کبھی بھی پاک وصاف نہیں ہوسکتا...... ایک صوفی نے فرمایا: ''انسان تو مٹی کا بنا ہے، مٹی سے تو کدورت نہیں جاسکتی، صفا تو اللہ کی طرف سے آتی ہے''۔ جب آپ آگاہ ہو کہ آپ سے کدورت نہیں جاسکتی تو آپ صوفی ہو، جب آپ کو پتہ ہے کہ آپ کی خامی ہر وقت آپ میں موجود رہتی ہے تو آپ اللہ کے نیک بندے ہو، اس لئے کہ خداوندِ کریم کے قول کے مطابق کوئی شخص بھی پاک وصاف نہیں ہوسکتا، ہاں البتہ ایک بہتری اس میں ہے:

اَلَّذِینَ یَجتَنِبُونَ کَبٰئِرَ الاِ ثمِ وَالفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ (النجم 32:53)

(وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا گناہ کے پاس گئے اور رک گئے۔)

خدا کہتا ہے کہ اگر بڑے گناہوں سے پرہیز کرو تو چھوٹے تو تم کرو گے ہی۔ تو انسان کو تیار رہنا چاہیے، یہ خدا کا فیصلہ ہے کہ بڑے گناہوں سے اگر بچو گے تو چھوٹے چھوٹے تو تم میں موجود رہیں گے ہی اور کسی بھی موقع پر میرا تقویٰ اور طہارت اس درجہ بلند نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ایک دعویٰ بن جائے۔

میں نے آپ کو اللہ کی وہ باتیں بتائی ہیں جن میں کچھ خصوصی لوگوں کا ذکر ہے۔ دیکھیے پروردگارِ عالم کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں: ''جِبِلَّۃُ القُلُوبِ ''لوگوں کی یہ جبلت ہے کہ عَلٰی حُبِّ مَن اَحسَنَ اِلَیہِ جو شخص بھی اس کے ساتھ احسان کرتا ہے، اس کے ساتھ اس کو اُنس ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ جب کسی شخص کے ساتھ ہمدردی کی جائے تو دوسرے شخص کو جس کے ساتھ ہمدردی ہو جاتی ہے، وہ اسے پسند کرتا ہے اور اس کے ساتھ محبت کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا عجیب بات ہے، کیا لوگوں کو پتہ نہیں کہ سب محسنوں سے بڑھ کر۔ سب محبت کرنے والوں سے بڑھ کر۔ اللہ، انسان سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ، اسے کیوں نہیں وہ انس لوٹاتا، وہ محبت کیوں نہیں لوٹاتا...... اگر اُس کے علم میں یہ آجائے کہ اللہ سے بڑھ کر انسان سے کوئی محبت نہیں رکھتا تو انسان کی ایک نارمل جبلت اگر یہ کرسکتی ہے

Marfat.com

کہ وہ اپنے محسنوں سے محبت کرتا ہے تو ایک natural بات یہ ہے کہ پھر انسان کو سب محسنوں سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنی چاہیے۔ خدا کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے...... بعض وہ باتیں ہیں جو عام لوگ مانتے ہیں۔ بعض لوگ وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی خاص باتیں مانتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑا قانونِ جبر وقدر نہیں دیکھا جو اللہ کے رسول ﷺ کی اس حدیث میں ہے:

مَن لَّم یَرضَ بِاللهِ بِقَضَائِهٖ شَغَلَ قَلبَهٗ (حدیثِ نبوی)

(جس شخص نے قضا وقدر پر آمادگی کا اظہار نہیں کیا، جو اللہ کی تقدیر سے راضی نہ ہوا، اس نے اپنے بدن اور اپنی روح کو مشقت میں ڈال دیا۔)

خواتین وحضرات! اس کا مطلب یہ ہے اور یہ حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ قضا وقدر کے مالک نے دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے انسانوں کے مقدر لکھ کر کتاب میں محفوظ کر دیے تھے۔ اس نے کہاں پیدا ہونا ہے، کہاں پروان چڑھنا ہے، کہاں رکنا ہے، کیا کھانا ہے......؟

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِی الاَرضِ اِلَّا عَلَی اللهِ رِزقُهَا (هود 6:11)

(اور زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں، جس کا رزق ہمارے ذمہ نہ ہو۔)

اور اسی کے علم میں ہے کہ کہاں اس نے قیام پکڑنا ہے، اور کہاں اس نے واپسی کرنی ہے،

کُلٌّ فِی کِتٰبٍ مُّبِینٍ (هود 6:11)

(ہر چیز کتابِ مبین میں لکھی ہے۔)

جب اللہ کی اس بات کا انسان کو علم ہو، اس کے باوجود وہ اپنی پروگرامنگ کرتا ہے، تو اس کیلئے صرف پریشانی ہے، ایک وہ سکیم ہے جو اللہ نے آپ کے لیے تیار کی ہے، ایک وہ سکیم ہے جو آپ اپنے لیے تیار کرتے ہو، خواتین وحضرات! جتنا ان دونوں schemes میں فرق ہوگا، فاصلہ ہوگا، جتنا بُعد ہوگا، اتنی ہی زیادہ آپ کی زندگی میں پریشانی اور مشقت ہوگی۔ کوشش تو آپ ضرور کرو کیونکہ probabilities کا جہان بڑا وسیع ہے۔ امکانات کی دنیا بڑی وسیع ہے، مگر کبھی بھی اپنی کوششوں کا صلہ اپنی مرضی کے مطابق مت چاہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی بہت زیادہ کوشش کی ہوئی جگہ نامنظور کر دی جائے اور راہ چلتے کہیں آپ کا مقدر اللہ کی رضا کے مطابق ہو جائے تو کوشش ضرور کرنی چاہیے۔ یہ اہلِ صوف کا قاعدہ ہے کہ خدا کی رضا کے حصول میں اپنی مرضی اور قدر کو معطل کر دیتے ہیں اور یہی وہ فرق ہے کہ جو ایک عام مسلمان میں اور ایک خصوصی مسلمان میں ہوتا ہے۔

بہت سے لوگوں کا گمان یہ ہے کہ تصوف کسی غیر اللہ کی تقلید میں نکلی ہے۔ انکا خیال یہ ہے کہ یہ ان کی من گھڑت داستانیں ہیں، ان کی کرامات داستانیں ہیں، ان کے خیالات داستانیں ہیں، یہ نا قابلِ عمل لوگ ہیں مگر دراصل یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے بڑے خلوص اور محبت کے ساتھ خدا اور رسول ﷺ کی بڑی گہری متابعت کا فرض ادا کیا ہے۔ فقر کی بہت سی تعریفیں ہیں مگر میں رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی ایک چھوٹی سی بات آپ کو بتا رہا ہوں:

Marfat.com

اَلفقرُ وَطَنُ الغیب
(فقر غیب کا وطن ہے۔)

اور غیب سے مراد اللہ ہے کہ جب تک آپ دل کو آرزو سے خالی نہ کرو گے، خواہش سے خالی نہ کرو گے، خدا کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم نہ کرو گے، جب تک آپ واقعی فقر اختیار نہ کرو گے آپ کو غیب حاصل نہیں ہوگا اور غیب صرف اللہ ہے۔ باتیں غیب نہیں، تخلیق شدہ امور غیب نہیں ہیں، دراصل اگر جانا جائے، اگر سمجھا جائے تو تمام ایمان بالغیب بالآخر اللہ ہی کو پلٹتا ہے۔ اگر ہم ملائکہ کو غیب سمجھتے ہیں، اگر ہم بہت ساری دوسری چیزوں کو غیب سمجھتے ہیں، تو صرف اس وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ان کا خالق غیب میں ہے اور میرے شیخ حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ ظاہر کیوں نہ ہوگیا تا کہ اہلِ دل کی مصیبت ہی ختم ہو جاتی، فرمایا کہ اگر اللہ ظاہر ہو جاتا تو ایمان جبر ہو جاتا، پھر ایمان میں اختیار نہ رہتا، پھر کسی کو مجالِ انکار نہ ہوتی اور وہ دولتِ عقل و علم جو اللہ نے انسان کو دی تھی، اس کا شرف باقی نہ رہتا۔ اللہ نے تو اس لیے علم و عقل عطا فرمائے کہ آپ غور کرو، سوچو سمجھو اور خدا کو سامنے نہ ہونے کے باوجود پہچانو اور اسے مانو۔ اگر اللہ ظاہر ہو جاتا تو ایمان مجبوری بن جاتا اور مجبوری کے باوجود بھی تو آپ خطا کے حامل ہیں۔ یہی کچھ حضرتِ آدمؑ سے ہوا کہ حضورِ یزداں ہوتے ہوئے بھی خطا ہو سکتی ہے تو پھر اس خطا کو کون معاف کر سکتا ہے؟ جب اللہ کے حضور میں آپ خطا کرتے ہیں، جانتے بوجھتے ہوئے، نظری شہادتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ اللہ کے احکامات کا انکار کرتے تو پھر انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو پوری پوری سزا ملتی۔ جدِ امجد کو تو اللہ نے بخش دیا، ہمارے لئے کوئی صورتِ فرار نہیں نکلتی تھی۔

حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے، میں اس کو confirmed حدیث نہیں کہتا، اس لئے کہ شاید مستند ترین احادیث میں اس کا وجود نہ ہو مگر جب ہمیں کسی موضوع پر اس کی شہادت مل جائے...... حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

مَن سَمِعَ صَوتَ اَهلَ التَّصَوُّفِ فَلایُؤ مِنُو اعَلٰی دُعَاءِ هِم کُتِبَ عِندَ مِنَ الغَافِلِینَ

(جو اہلِ صوف کی دعا سنے، ان کی آواز سنے اور ان کی دعا پر آمین نہ کہے وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں شمار ہوتا ہے۔)

یعنی جس نے اہلِ صوف کی، صفائے قلب والے لوگوں کی آواز سنی اور ان کی دعا سنی اور اس پر آمین نہ کہا کیونکہ وہ غلط دعا تو کر نہیں سکتے، وہ آپ کی بہتری اور اخلاق کیلئے دعا کرتے ہیں اور جس نے بھی یہ دعا سنی اور اس پر آمین نہ کہی تو اللہ نے اس کو غافلوں میں لکھ دیا۔

اب آیئے بڑے کمال صحابہ کی طرف...... سیدنا ابی بکر صدیقؓ نے جب وصالِ رسول ﷺ کے موقع پر خطبہ دیا تو اس میں ایک جملہ بڑا عجیب سا بولا...... حضراتِ گرامی! یہ اس لیے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ عمومی لوگوں کی نظر میں شاید ان فقرات اور جملوں کی وہ اہمیت نہیں ہوتی جو اہلِ دل کے نزدیک ہوتی ہے۔ صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا:

مَن نَظَرَ اِلَی الخَلقِ هَلَکَ

(جس نے مخلوق کی طرف نگاہ کی وہ ہلاک ہوا۔)

وَمَن رَجَعَ اِلَی الحَقِّ مَلَکَ

Marfat.com

(اور جس نے حق کی طرف نظر کی اور مخلوق سے نظر چرائی وہ بادشاہ ہے۔)

وہ ملک ہے، وہ آقا ہے اور یہ تصوف کے بنیادی اصول ہیں کہ خلق کی طرف سے نظر چرانا اور صرف اللہ کی طرف توجہ مرکوز رکھنا، اپنی ذات کے لئے کسی قول کی آگہی کو مخدوش قرار دینا......

اللہ اور رسول ﷺ اور پھر اصحاب کبار اور اب امامِ اہلِ بیت جنابِ محمد بن علی بن امام حسین بن علی مرتضیٰ کا قول آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں:

اَلتَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَیکَ فِی الخُلقِ زَادَ عَلَیکَ فِی التَّصَوُّفِ

تصوف پاکیزہ اخلاق کا نام ہے۔ تصوف غیر معمولی چیز نہیں ہے۔ اللہ کیلئے اپنے بدن، ذہن اور اخلاق کو سنوارنے کا نام ہے۔ جس کے جتنے زیادہ پاکیزہ اخلاق ہوں گے، وہ اتنا ہی زیادہ صوفی ہوگا۔ اب آیئے بڑے اصحابِ تابعین کی طرف...... حضرت سعید بن المسیب ؒ نے بڑی خوبصورت بات کہی۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا حلال بتاؤ، جس میں کوئی حرام نہ ہو اور کوئی ایسا حرام بتاؤ کہ جس میں کوئی حلال نہ ہو، تو فرمایا:

ذِکرُ اللّٰہِ حَلالٌ لَیسَ فِیہِ حَرَامٌ

(اللہ کا ذکر واحد ایسی چیز ہے جس میں حرام کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔)

وَذِکرُ غَیرِہٖ حَرَامٌ لَیسَ فِیہِ حَلَالٌ

(اور غیر کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں حلال کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔)

یعنی اللہ کا ذکر ایسا حلال ہے کہ جس میں کوئی حرام کا شائبہ نہیں اور غیر اللہ کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں کوئی حلال کا شائبہ نہیں۔ یہ بات کسی یونانی فلسفے کے اثر کے تحت تو نہیں کی جا سکتی۔ یہ بات تو وہی لوگ کریں گے کہ جن کو ہر چیز سے بڑھ کر صرف اور صرف خدا سے انس ہوگا۔ حضرت جعفر بن محمد صادقؒ کا ارشاد ہے:

مَن عَرَفَ اللّٰہَ اَعرَضَ عَمَّا سِوَاہُ

(جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ ماسوا سے کنارہ کش ہوگیا۔)

خواتین وحضرات! ایک بات یاد رکھئے کہ اس سے مراد رہبانیت نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھئے گا کہ مسلمان صوفیاء کبھی بھی رہبانیت کو مائل نہیں ہوئے۔ اتنی سخت محنتوں کے باوجود سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ مخلوق کو پلٹے، اتنی شدتوں کے باوجود خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اجمیر کو لوٹے ہیں۔ یہ تمام بزرگانِ اشراف، وہ تمام اشرافِ تصوف، دنیا سے ہٹے نہیں ہیں۔ انہوں نے گریز نہیں کیا بلکہ جب انہوں نے اپنی کوتاہیءِ ذات پر قابو پالیا، جب انہوں نے اپنے آپ کو پاکیزہ اور معطر کر لیا تو خدا کے نزدیک یہ اولیاء میں شامل ہوئے اور جیسے پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ میرے اولیاء کی تعریف یہ ہے کہ اَلَا اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیہِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ جب ان کے دل خوف وحزن سے خالی ہو گئے تو پھر یہ مخلوق میں اُنکا خوف وحزن بانٹنے کو آئے......

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے اپنے دل خوف وحزن سے خالی ہو گئے، اضطراب سے خالی ہو گئے، ماسوا سے

Marfat.com

خالی ہو گئے تو پھران لوگوں نے خدا کی دی ہوئی اس نعمت کو لوگوں کے اندر بانٹا، لوگوں میں سکون بانٹا، طمانیت بانٹی، محبت بانٹی اور شرف ذات بانٹا اور خواتین و حضرات! اگر برصغیر کی آپ تاریخ دیکھئے تو یہاں شاید صرف کچھ ہزار مسلمان آئے تھے۔ آج اگر برصغیر میں آپ کو ان گنت اور کروڑوں مسلمان نظر آ رہے ہیں تو یہ فوجیوں کی وجہ سے نہیں ہیں، یہ غارت گری کی وجہ سے نہیں ہیں، یہ محمود غزنوی یا غوری کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے ان بندوں کی طرف سے ہیں کہ جنہوں نے اتنی محبتوں کا اظہار کیا، لوگوں سے اتنی شفقتیں برتیں کہ ان کو ان کے سوا اور کسی دین میں سچائی نظر نہیں آئی اور یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں اسلام کے عروج میں آپ کو کسی سکہ بند سکول کا عالم نظر نہیں آئے گا۔ جب بھی برصغیر میں اسلام کی تاریخ لکھی جائے گی تو اس کی تبلیغ و رشد و ہدایت میں اولیاء اللہ کے نام آئیں گے، جس کا آغاز سید علی بن عثمان ہجویریؒ سے ہوا اور انجام اللہ بہتر جانتا ہے۔

حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں۔ نوریہ ایک school of thought ہے، جیسے آپ کے باقی schools of thought ہیں، جیسے ہمارے ہاں دیوبند اور بریلی ہیں۔ یہ تو آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں مگر تصوف کے سکول آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں بلکہ کسی ایک کوالٹی کو اپنے اوپر زیادہ محیط کرتے ہیں۔ صوفیاء کے تمام سکول ایک ہیں، جیسے حضور ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے صرف ایک بات بتا دو جو مجھے دین میں کام آئے۔ فرمایا: ''بس جھوٹ مت بولو'' کچھ عرصے کے بعد وہ آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ ایک جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے مجھے تو زندگی کی ہر برائی چھوڑنی پڑ گئی ہے۔ تو صوفیاء کا یہ طریقہ تھا کہ کوئی ایک بات اپنے اوپر لازم قرار دیتے اور پھر اس لازم بات کو ساری زندگی پکڑتے۔ خواجہ ابوالحسن نوریؒ ایثار کو تھامے ہوئے تھے۔ دوسروں کیلئے قربانی کرنے کے قائل تھے۔ جب ایک دفعہ بادشاہِ وقت کے سامنے ان کی شکایت ہوئی اور ان کے قتل کا حکم ہوا، ان کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کے قتل کا بھی حکم ہوا۔ جب ان کے دوسرے ساتھی کو قتل کرنے لگے تو خواجہ نے آواز دی کہ اے بھائی! مرتے وقت ایک احسان مجھ پر کر دو...... چونکہ یہ ساری کارروائی حکمرانِ وقت کے سامنے ہو رہی تھی تو اس نے کہا کہ مرتے وقت تو انسان کی خواہش پوری ہونی چاہیے، تو اس نے پوچھا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ ابوالحسن نوریؒ نے کہا کہ اس بھائی سے پہلے میری گردن کاٹ لو۔ بادشاہ بڑا حیران ہوا، اس نے کہا: مرنا تو تم دونوں نے ہی ہے تو یہ کیا؟ ابوالحسن نوریؒ نے کہا کہ اگر میری زندگی کا ایک لحہ بھی میرے کسی بھائی کے ایک لحہء زندگی کے کام آ جائے تو میری زندگی سنور جائے...... بادشاہ نے جب یہ حال دیکھا تو شکایت کرنے والے سے کہا کہ اتنے ایثار پیشہ لوگوں کے بارے میں تم اتنی غیبت کر رہے تھے تو اُن کی جگہ شکایت کرنے والے کی گردن ماری گئی۔

خواجہ ابوالحسن نوریؒ فرقہ ایثاریہ کے شیخ ہیں۔ تصوف کی تعریف فرماتے ہیں:

اَلتَّصَوُّفُ هُوَا الحُرِّيَةُ وَالفُتُوَّةُ یعنی تصوف آزادی ہے حرص و ہوا سے خواہشات کی غلامی سے، اپنی جذباتی کیفیتوں سے، قبضہء غاصبانہ سے اور یہ مردانگی ہے، جنگ و جدل ہے۔ خدا کیلئے ہر odd سے جنگ کرنے کا نام ہے۔ وَتَرکُ التَّکَلُّفِ وَالسَّخَاءُ وَبَذْلُ الدُّنیَا ہر تکلف کو ترک کرنے اور رسم و رواج سے آزاد ہونے اور دنیا کو

Marfat.com

دوسروں کیلئے چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے۔ اپنے لیے دنیا کو رکھنا صاحب شرع لوگوں کا کام ہے۔ دوسروں کیلئے دنیا کو چھوڑ دینا اہلِ طریقت کا کام ہے۔

ایثار کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث ہے۔ فرمایا: میں اتنا بھوکا تھا کہ جب میں چلتا تھا تو لوگوں نے گمان کیا کہ میں نے نشہ کیا ہوا ہے۔ میں گرتا پڑ رہا تھا۔ رستے میں مجھے عمرؓ ملے، تو میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ عمرؓ بڑے زیرک انسان ہیں، میرے دل کا حال جان جائیں گے۔ عمرؓ نے مجھے دیکھا تو ہنسے اور کہا: ابو ہریرہؓ کیا حال ہے! کدھر جاتے ہو؟ اور میں مایوس ہو گیا کہ ان کو میری بھوک کا علم نہیں ہوا۔ پھر آگے گیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ملے، فرمایا: آج قدم ٹیڑھے پڑ رہے ہیں، خیر تو ہے، مگر یہ نہ پوچھا کہ بھوکے تو نہیں ہو؟ تو میں بمشکل حضور ﷺ کے پاس پہنچا، مجھے دیکھ کر حضور ﷺ ہنسے اور فرمایا کہ اے ابو ہریرہ بہت بھوک لگی ہے؟ میں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ تو حال جانتے ہیں۔ فرمایا: ٹھہرو! اتنے میں ایک شخص آیا، وہ دودھ کا ایک کٹورہ لایا تو میرے دل میں تھا کہ حضور ﷺ کو میرا علم ہے اور یہ دودھ آیا ہی میرے لئے ہے اور یقیناً حضور ﷺ یہ مجھے عطا فرمائیں گے مگر حضور ﷺ نے وہ نہیں دیا بلکہ اسی وقت چار مہمان آ گئے اور حضور ﷺ نے پیالے پر ہاتھ رکھا اور وہ پڑھا جو آپ ﷺ برکت کیلئے پڑھتے تھے، پھر پیالہ ایک مہمان کو دیا۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں سخت مایوس ہو کر کونے میں بیٹھ گیا کہ میری تو گزر اوقات ہی کوئی نہیں رہی۔ یہ کہاں دودھ چھوڑیں گے، پھر دوسرے نے پیا، پھر تیسرے نے اور پھر چوتھے نے پیا۔ جب چاروں مہمان پی چکے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو ہریرہ آ! اور جتنا دل چاہتا ہے پی......! تو ایک جملے میں جو عرب بولتے ہیں......ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اتنا دودھ پیا، اتنا پیا، کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں تک پہنچ گئی اور پھر رسولِ اکرم ﷺ نے مسکرا کر پوچھا کہ ابو ہریرہ پیٹ بھر گیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے اس پیالے کو اپنے ہاتھ میں لیا اور باقی ماندہ دودھ پیا۔۔۔ یہ جود و سخا ہے۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینے کا نام ہے۔ ہم ہمسایوں کے گلی کے رستے بند کر دیتے ہیں، ہم ان کے پانی بند کر دیتے ہیں مگر اُدھر اصحاب کا یہ قولِ مبارک ہے کہ ہمسائیگی کی اتنی شدید اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں تاکید کی کہ ہم ڈرے کہ کہیں یہ ہماری وراثت تک میں نہ داخل کر دیئے جائیں۔ آپ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے والے ہو......

آپ سچ کہتے ہو کہ طریقت سمجھ میں نہیں آتی۔ طریقت تو تب سمجھ میں آئے گی ناں جب خدا کے رسول ﷺ کے الفاظ کو آپ اپنی زندگی میں معانی دو گے، جب ان کی اقدار کو آپ زندگی میں نافذ کرو گے، تو تب طریقت سمجھ میں آئے گی۔ حضرتِ ابو علی قزوینیؒ نے ایک چھوٹے سے جملے میں تصوف کو سمیٹا ہے، فرمایا: اَلتَّصَوُّفُ ھُوَ الْاَخْلَاقُ الرَّضِیَّۃُ کہ پسندیدہ اور اچھے افعال کا نام تصوف ہے۔

خواتین و حضرات! آپ دیکھتے ہو کہ آپ کو کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آ رہی، کوئی حیران کن بات نظر نہیں آ رہی، یعنی تمام بڑے سے لے کر چھوٹے صوفیاء تک صرف ایک بات پر agree کر رہے ہیں کہ اچھے اخلاق کا نام تصوف ہے، اچھے behaviour کا نام، ایثار و قربانی کا نام تصوف ہے، مردانگی اور جرأت کا نام تصوف ہے۔ اپنے وقت

Marfat.com

کے بہت بڑے امام، بہت بڑے عالم، بہت بڑے عارفِ خدا، حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں:

اَحَبُّ الاَعمَالِ الاِخلَاصُ فِی الاَعمَالِ

(مجھے اعمال میں سب سے اچھا عمل اخلاص لگتا ہے۔)

یہ اخلاص وہ ہے کہ شیطان نے رب کریم سے دعویٰ کیا اور کہا کہ اے میرے مالک و کریم! مجھے فرصت دے، میں تیرے بندوں کے دائیں سے آؤں گا، بائیں سے آؤں گا، اوپر سے آؤں گا، نیچے سے آؤں گا۔ میں انہیں ہر طرف سے گمراہ کروں گا۔ خدا نے کہا، بے شک تیرا اور تیرے ساتھیوں کا حصہ عذاب و جہنم میں لکھ دیا ہے مگر اتنی بات یاد رکھنا کہ تو میرے اس بندے کو کبھی گمراہ نہیں کر سکے گا: اِلَّا عِبَادَ اللہِ المُخلَصِین کہ جس کے دل میں میرے لیے ذرہ برابر اخلاص بھی موجود ہے تو کبھی اس کو گمراہ نہیں کر پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک راہب کو دیکھا کہ صبح و شام عبادت میں غرق تھا اور اس کے مجاہدے کی لوگ مثالیں دیتے تھے تو میں نے اس سے پوچھا کہ اے راہب مقدس! یہ تو بتا کہ خدا تک رسائی کی کون سی راہ ہے، تو اس نے کہا، اچھا!

لَو عَرَفتَ اللہُ لَا عَرَفتَ طَرِیقَةَ اِلَیهِ

(اللہ کو جانتے ہو اور اس تک پہنچنے کا رستہ نہیں جانتے۔)

اللہ تک پہنچنے کا رستہ وہی ہے جو خدا کا ہے، اس کے رسول ﷺ کا ہے، ائمہ اہل بیت کا ہے اور وہ رستہ ہے جو اولیاء اللہ تعالیٰ کا ہے، تاکہ آپ لوگ بھی غم و غصہ کی ان کیفیتوں سے جیسے اللہ نے تعریف کی ہے اولیاء اللہ کی کہ میرے بہترین بندے وہ ہیں جن کے دلوں سے میں نے fears اور frustrations اٹھا لیں...... ہاں، بے سکونی اولیاء کو بھی ہوتی ہے مگر یہ بے سکونی ان کی دنیا اور اس کی خواہش کی وجہ سے نہیں ہوتی، یہ بے سکونی اور بے چینی اور اضطراب اس لیے ہے کہ کہیں نہ کہیں سے کوئی ایسی چیز مل جائے، کوئی قدم ایسا اٹھ جائے، کوئی خیال ہمیں ایسا نصیب ہو جائے کہ جو خدا کے قریب تر کر دے، اسی لئے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا:

اَلسُّکُونُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوبِ اَولِیَائِهٖ

(کہ اللہ کے اولیاء پر اللہ کیلئے سکون حرام ہو جاتا ہے۔)

وہ ہر لمحہ اسی سوچ اور فکر میں ہوتے ہیں کہ ہم کوئی نہ کوئی اور ایسا کام کر لیں جو خدا کی محبت اور رضا کے حصول کیلئے اسے قابلِ قبول ہو۔

حضرت جنیدؒ کے استاد حضرت سری سقطیؒ نے بڑی خوبصورت بات ارشاد فرمائی، وہ بہت بڑے ولیءِ زمانہ ہیں، اولیاء اللہ کے استاد ہیں، عجیب سی دعا مانگتے تھے۔ یہ دعا آپ نے کبھی کسی عالم اور دانش ور سے نہ سنی ہوگی۔ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مَهمَا عَذَّبتَنِی بِهٖ مِن شَیءٍ فَلَا تُعَذِّبنِی بِذُلِّ الحِجَابِ

(اے اللہ! مجھے کسی بھی چیز کا عذاب دینا چاہے، تو دینا مگر ایک عذاب نہ دینا، مجھے حجاب کا عذاب نہ دینا۔)

فرمایا کہ مجھے جو مرضی تکلیف دے، مجھے قبول ہے مگر مجھے حجاب کا عذاب نہ دینا، اپنا آپ نہ مجھ سے چھپا کر رکھنا، میری

Marfat.com

ذات نہ مجھ سے چُھپا کر رکھنا۔ مجھے کشادِ نفس ضرور عطا فرمانا اور مجھے اپنی رویت کا حجاب نہ دینا میں تجھ سے حجاب میں نہ چلا جاؤں۔ باقی سارے حجاب مجھے قابلِ قبول ہیں۔

حضرت ابو یزید بُسطامیؒ تصوف کے دس مشہور آئمہ میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے بندگی کی راہ کا آغاز ریاضت اور مجاہدہ سے کیا۔ وہ فرماتے ہیں:

عَمِلْتُ فِی الْمُجَاھِدَةِ ثَلٰثِیْنَ سَنَةً ، فَمَا وَجَدْتُ شَیْئًا اَشَدُّ عَلَیَّ مِنَ الْعِلْمِ وَمُتَابِعَتِهٖ

(میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا مگر مجھے علم اور اس کی پیروی سے زیادہ کوئی چیز مشکل نظر نہیں آئی۔)

یعنی اپنی کہی ہوئی اور اپنی سوچی ہوئی بات پر عمل کرنا سب سے بڑا مشکل کام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدات فضول ہیں، تفکر اور غور و فکر اس وقت تک فضول ہیں جب تک کہ قول و فعل کے تضاد سے گریز نہ ہو۔

لِمَ تَقُوْ لُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (الصفت 2:61)

(تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔)

صوفیاء اور اہلِ طریقت کی جد و جہد اسی اصول کیلئے ہے کہ وہ جو کچھ کہیں اس پر عمل بھی کریں۔ تصوف اور طریقت کی مثالی تعریف ابو سعید فضل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

اَلتَّصَوُّفُ قِیَامُ الْقَلْبِ مَعَ اللّٰہِ بِلَا وَاسْطه

(تصوف دِل کا اللہ کے ساتھ قائم ہونا ہے، بغیر کسی واسطے کے۔)

یعنی تصوف اللہ سے دل لگانے کا نام ہے۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں:

اَلتَّصَوُّ فُ هُوَالْحُرِ یَّةُ وَالْفُتُوَّةُ وَتَرْکُ التَّکَلُّفِ وَالسَّخَآءُ وَبَزْلُ الدُّنْیَا

(تصوف نام ہے نفس اور حرص و ہوا کی غلامی سے آزادی پانے کا، باطن کے مقابلہ میں جرأت و مردانگی دکھانے کا، دنیوی تکلفات کو ترک کر دینے کا، اپنے مال کو دوسروں پر صرف کر دینے کا اور دنیا کو دوسروں کیلئے چھوڑ دینے کا۔) اور پھر فرماتے ہیں:

اَلصُّوْفِی لَا یَمْلِکُ وَلَا یُمْلَکُ

(نہ صوفی کے قبضے میں کچھ ہے نہ وہ خود کسی کے قبضے میں ہے۔)

نہ وہ کسی آرزو اور خواہش کے قبضے میں ہے، نہ اس کی کوئی ملکیت ہوتی ہے، نہ وہ کسی کی ملکیت ہوتا ہے۔ وہ صرف اور صرف اللہ کا ہوتا ہے۔

حضراتِ گرامی! ان بے شمار باتوں میں آپ مجھے کوئی ایک ایسی چیز بتا سکتے ہیں جو کسی یورپی مفکر سے ادھار لی ہوئی ہو، کسی فلسفۂ یونان سے ادھار لی ہوئی ہو، کسی رومن فلسفی، کسی ارسطو و سینا و فارابی کی تو کوئی چیز نہیں..... یہ تو وہ لوگ ہیں جن کے مطمع نظر بالکل clear، واضح اور روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔

اَلصُّوفِی لَا یَرٰی اِیمَانَ فِی غَیرِ اللّٰہ

(صوفی وہ ہے جو دونوں جہانوں میں بجز ذاتِ خداوندی کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔)

Marfat.com

اتنی!...concentration اتنا خلوص! اتنا دماغ کا مرتبہء عالی...! شیخ سعدی نے فرمایا:

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد

عیب و ہنرش نہفتہ باشد

(جب تک مرد بات نہیں کہتا اس کے عیب و ہنر پوشیدہ رہتے ہیں۔)

ہمیں اگلے کے مرتبہء شخصیت کا اندازہ اس کے کلام سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی بہت حسین و خوبصورت شخص بھی کیوں نہ ہو، بہت اعلیٰ شخصیت بھی کیوں نہ ہو، جب تک اس کے منہ سے بات نہیں نکلتی، آپ اس کی شخصیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے اور بڑی بڑی مایوسیاں اس وقت ہوتی ہیں جب بدصورتوں کی اچھی آوازیں سننے کو ملتی ہیں، لتا منگیشکر کو ہی دیکھ لو.....!

ایک دفعہ ایک بہت بڑی مجلس میں ایک جوانِ رعنا ایسا تھا کہ ہر آنے جانے والے کی توجہ کا مرکز تھا۔ وہ مردوں کے لیے بھی باعثِ حسد تھا اور عورتوں کیلئے بھی باعث رشک تھا، انتہائی خوبصورت شخص تھا، اس کی شخصیت بڑی پُر وقار تھی۔ کھانا ئسر و ہو رہا تھا، وہ بول نہیں رہا تھا، ہر کوئی کہہ رہا تھا کہ ایسی پراثر شخصیت! ماشاء اللہ! سبحان اللہ! دل ہی دل میں اس سے غیرت بھی کھا رہے تھے، جل بھی رہے تھے، جب کھانا ختم ہوا تو سویٹ ڈشز آ ئیں، جب ایک سویٹ ڈش اس کے پاس سے گزری تو وہ اچانک اچھلا اور کودا اور بولا آہا! میری ڈش آ گئی.... دیکھتے ہی دیکھتے سارا تاثر غارت ہو گیا۔ جن لوگوں نے اس کی شخصیت کا جتنا بھی تاثر بنایا ہوا تھا، وہ دیکھتے ہی دیکھتے غارت ہو گیا۔ خواتین و حضرات! ذہن سے جملہ نکلتا ہے اور وہ ذہن اپنے جملے کی عکاسی کرتا ہے اور جملہ اس ذہن کے مرتبہء اخلاق اور علم کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی طرح یہ جملہ جو میں اب آپ کو سنا رہا ہوں، اتنا خوبصورت ہے کہ جب بھی میں اس جملے کو پڑھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ کتنے اچھے ذہن سے، کتنا خوبصورت جملہ نکلا ہے:

اَلصَّفَاءُ صِفَتُ الاَحبَاب

(کہ صفائے قلب اللہ کے محبوبوں کی صفت ہے۔)

وَهُمْ شَمُوسٌ بِالَا سُحَاب

(اور صفا وہ آفتاب ہے جس پر کبھی بادلوں کے سائے نہیں پڑتے)

صوفیاء کرام کے جب آپس میں مقابلے ہوتے ہیں، تو وجاہتِ دنیا کے نہیں ہوتے۔ حضرتِ جنیدؒ اپنے وقت کے امام ہیں، اولیاء کے استاد ہیں، سید الطائفہ کہلاتے ہیں، سید ہجویرؒ کے بھی استاد و شیخ ہیں اور سید عبدالقادر جیلانیؒ کے بھی استاد و شیخ ہیں۔ یہ سب جنیدیہ سلسلے کے بزرگ ہیں۔ حضرتِ جنیدؒ جیسا عظیم استاد حضرت ابو حفصؒ سے ملتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ مردانگی کیا ہے؟ یہ جو لوگ اپنی اپنی مردانگی کے دعوے کرتے پھرتے ہیں تو آپ بتایئے کہ مردی کی تعریف کیا ہے؟ جواں مردی کیا ہے؟ ابو حفصؒ نے فرمایا:

اَلفُتُوَّةُ عِندِی اَدَاءُ الاِنصَافِ وَتَرکُ مُطَالَبَةِ الاِنصَافِ

(میرے نزدیک جواں مردی یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ پورا پورا انصاف کرے اور اپنے لیے کسی انصاف کا مطالبہ نہ

Marfat.com

کرے۔)

یہ ہے اصل جواں مردی! ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ بھلا ایسا دل کا ہے کو ملے گا جو اتنے صبر و ضبط کا مالک ہو، جو اتنا رجوع الی اللہ کا مالک ہو، جو اتنی جرأت و قدر کا مالک ہو کہ اپنے لئے کسی انصاف کا طالب نہ ہو مگر جو اس کے ذمے لوگوں کا انصاف ہے اسے پورا پورا ادا کرے۔

خواتین و حضرات! کیفیاتِ ذات کی explanations میں کچھ الفاظ ایسے استعمال ہوتے ہیں جو ہمیں سمجھ میں نہیں آتے، اس لئے ہم ان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا:

اَلْاَحْوَالُ کَالْبُرُوْقِ وَاَن یَّبْقٰی فَحَدِیْثُ النَّفْسِ

(خدا کی طرف سے آنے والے احوال بجلی کے کوندے کی طرح ہیں اور جو باقی رہ جاتا ہے وہ حدیثِ نفس ہے۔)

جو مستقل آپ کے اندر موجود ہے وہ حدیثِ نفس ہے مگر خیالِ خیر کوندے کی طرح، بجلی کی لپک کی طرح آئے گا۔ بعد میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے قرآن حکیم کے مطالعے کے وقت کیفیات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ جب ہم قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں تو کوئی خیالِ خیر اس طرح آتا ہے جیسے بجلی کا لپکا یا کوندا.... اگر ہم آگاہ نہ ہوں تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور ہم دوبارہ اسی pattern of thought پر تلاوت کر کے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم تھوڑے سے conscious ہو جائیں، تھوڑے سے آگاہ رہیں اور خیالِ خیر کی گرفت کے قابل ہو جائیں، وہ جو بجلی کی لپک کی طرح ایک خیالِ خیر آتا ہے۔ اگر ہمارے instruments of mind اس قابل ہو جائیں کہ ہم اسے capture کر لیں تو ایک کے بعد دو، دو کے بعد دس اور رفتہ رفتہ آپ اس حال تک پہنچ جاتے ہیں کہ یہ تجلیاتِ برق دائمی ہو جاتے ہیں اور پھر آپ کے سینے پر الہام اترنا شروع ہو جاتا ہے، اللہ کے معنی اترنا شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ قرآن عمومی لوگوں کی طرح نہیں پڑھتے اور یہ بروق آپ کے دِل کا حصہ بن جاتی ہیں، جس کے بعد حدیثِ نفس کا اختتام ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے ایک چھوٹی سی وضاحت فرمائی:

مَنْ صَفَا الْحُبَّ فَهُوَ صَافٍ وَمَنْ صَفَا الْحَبِيْبَ فَهُوَ صُوْفِیٌّ

(جس کی محبت پاک و صاف ہے وہ صافی ہے اور جو دوست میں مستغرق ہو کر اس کے غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے۔)

جس نے صفا سے محبت کی، جس نے اصول سے محبت کی، جس نے خیال سے محبت کی، وہ نیک ہے، صاف ستھرا آدمی ہے، مگر جو خدا کی محبت میں غرق ہو گیا وہ صوفی ہے۔ یعنی صاف اور صوفی میں یہ فرق ہے کہ صاف قدر میں کھو جاتا ہے، محبت میں، انصاف میں اور اخلاق میں کھو جاتا ہے مگر صوفی صاحبِ قدر میں کھو جائے گا، وہ اخلاق بنانے والے میں کھو جاتا ہے، وہ اللہ میں غرق ہو جاتا ہے۔ حضرت علی بن پندارؒ جو نیشا پور کے ولی ہیں، فرماتے ہیں:

اَلتَّصَوُّفُ اِسْقَاطُ الرُّؤْيَةِ وَ لِلْحَقِّ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا

(تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے ظاہر و باطن میں حق کی خاطر خود کو نہ دیکھے۔)

اس لئے کہ نفس کی سب سے بڑی کمزوری اپنی self کے ساتھ ہمدردی ہے۔ ہماری اپنی ذات کے ساتھ ہمدردی ہمارا سب

Marfat.com

سے بڑا نقص ہے۔ وہ شخص کبھی خدا کو نہیں پا سکتا جس کی ہمدردیاں اس کی اپنی ذات کے ساتھ ہوں، جو اپنے سے اُنس رکھے، اپنے کو مجبور کہے، اپنے کو مظلوم کہے، جس کو قضا و قدر کی ہر چیز کی چبھن محسوس ہو، وہ کبھی خدا کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ قبولیت صرف اور صرف اللہ کی ہے۔ زندگی کے تواتر سے گذرتے ہوئے اگر وہ شخص صبر کے مقام تک پہنچ جائے تو وہ صوفی ہے۔ جیسے حضرت بشر بن حافیؒ فرماتے ہیں کہ: فقر میں سب سے بڑا مقام صبر اور ٹھہراؤ ہے، مگر صبر بغیر علم کے نہیں ہے۔ قرآن اس کا اصول دے چکا ہے۔ جب موسیٰؑ بار بار بے چین و بے قرار ہوتے تھے اور حضرت خضرؑ کے کاموں میں دخل دیتے تھے تو تنگ آ کر خضرؑ نے کہا:

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْراً (الکھف : 18 : 68)

(اے موسیٰؑ! تجھے صبر کیسے آئے؟ تجھے علم جو نہیں۔)

علم سے صبر ہوتا ہے، جاننے سے صبر ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے خدا کو جاننے کی کوشش کی، اسکی قربت و ہمسائیگی کی کوشش کی، وہی صبر والے اور وہی صوفی ہیں۔ فقیر وہ نہیں جو مال و اسباب سے خالی ہو، فقیر وہ ہے جس کا دل آرزو اور تمنا سے خالی ہے۔ حضرت ابوعبداللہ محمد بن خفیفؒ کا فرمان ہے:

اَلتَّوْحِيْدُ الْإِعْرَاضُ عَنِ الطَّبِيْعَةِ

(اپنی طبیعت اور اپنی نفسی کیفیات سے پرہیز کرنا ہی توحید ہے۔)

حضرت حسن بصریؒ بہت بڑے استاد و عالم اور صاحبِ طریقت بزرگ تھے۔ انہوں نے دوستی اور محبتوں کا ایک بڑا خوبصورت اصول بتایا۔ نوجوانوں کیلئے اس میں ایک سبق ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

اِنَّ صُحْبَةَ الْاَشْرَارِ تُوْرِثُ سُوْءَ الظَّنِّ بِالْاَخْيَارِ

(بروں کی صحبت نیک لوگوں سے بدگمان کر دیتی ہے۔)

اگر آپ بروں کی صحبت کے قائل ہو گئے تو پھر آپ نیکوں سے بدگمانی کریں گے، اس لئے کہ بدوں کا کام غیبت ہے، بدوں کا کام شکایت ہے، اشرار کا کام اپنی جگہ چھیڑا چھاڑی ہے۔ آپ کو پھر نیک آدمی نظر نہیں آئے گا کیونکہ بدوں کی صحبت اپنی ذات کے اوپر سے دوسروں کا مطالعہ کرتی ہے اگر کسی میں صلاحیتِ خیر نہ ہو تو وہ دوسرے کی صلاحیتِ خیر کا بھی قائل نہیں ہو سکتا، اس لئے بڑے بڑے اچھے لوگوں کے عزیز و اقارب ان کی اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذات پر یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ ہم میں سے ہی تو ہیں، جیسے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں لوگ کہتے تھے کہ یہ کہاں سے نرالے ہو گئے، یہ ہم میں ہی سے تو ہیں، یہ بھی قریش ہیں، ہاشمی ہیں، اگر ہوتے تو ہم بھی ایسے ہوتے، یہ کہاں سے different ہو گئے۔

حضرت شقیقؒ کا قول بڑا اہم ہے اور موت و حیات کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپکی زندگی میں اس کی اہمیت ہونی چاہیئے۔ آپؒ فرماتے ہیں: اللہ نے اپنے فرماں برداروں کی موت کو بھی زندگی قرار دیا ہے اور نافرمانوں کی زندگی کو موت قرار دیا ہے۔

لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى (الروم 52:30)

Marfat.com

(اے پیغمبران کافروں کو کیا تو میری باتیں سناتا ہے، کہیں مردے بھی سنتے ہیں۔)

اور اس آیت کا اطلاق اللہ نے مردے پر نہیں، زندہ پر کیا ہے کیونکہ شہید جو مر گیا ہے، وہ زندہ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ "بَلْ اَحْيَاءٌ" (البقرة 154:2)

کیا عجیب بات کہ جس کو مجھ پر ایمان لانے کی وجہ سے اور میری باتوں کو ماننے کی وجہ سے شہادت ملی ہو، وہ تو زندہ ہو اور میں مر جاؤں۔ اندازہ کریں لوگوں کی حماقتوں کا کہ جس ''رحمۃ اللعالمین'' کی وجہ سے انکے تابعداروں کے ساتویں درجے کے شہید کو بھی خدا کہتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ (ال عمرٰن 69:3)

(جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔)

اُس نبی کو لوگ مردہ کہیں گے، کیا کمال ہے اس نبی کا کہ اپنے ماننے والے امتیوں کو ابدی زندگی دے گئے اور خود فوت ہو گئے۔۔۔ کتنا funny سا لگتا ہے! عقل کو کہیں دور نہیں جانا پڑتا، ان باتوں کو چیک کرنے کیلئے۔۔۔ کیا شہید کے اوپر درجات نہیں ہیں؟ کیا اصحابِ ثلاثہ نہیں ہیں؟ اصحابِ اربعہ نہیں ہیں؟ اصحابِ عشرہ و مبشرہ نہیں ہیں؟ اصحابِ بیعتِ رضوان نہیں ہیں؟ اتنے سارے درجات والے لوگ اور بھی ہیں مگر بدقسمتی یہ ہے کہ وہ سارے فوت ہو گئے ہیں..... نبی فوت ہو گئے ہیں...... اور ساتویں درجے کا شہری زندہ ہے...... نہ صرف یہ کہ یہ زندہ ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں کسر پوری کر دی کہ: " نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ " ہم ان کو رزق بھی دیتے ہیں، ان کو کھانا بھی کھلاتے ہیں، عبادات میں بھی مصروف ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ معراج کی شب میں نے اپنے بھائی موسیٰؑ کو دیکھا جو اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اصل میں صوفیاء اور اہلِ طریقت کو تین حصوں میں بانٹا جاتا ہے۔ کچھ صاحبِ حال ہوتے ہیں، کچھ صاحبِ مقام ہوتے ہیں، کچھ صاحبِ نظر ہوتے ہیں۔ یہ مختلف درجات ہیں اور صوفیا کا سب سے بڑا درجہ عارفین کا ہے اور قول مشہور ہے کہ ''تمام عالم عارف نہیں ہوتے مگر تمام عارفین عالم ہوتے ہیں''۔ یہ ضروری نہیں کہ عالم عارف ہو مگر یہ ضروری ہے کہ عارف ضرور عالم ہو۔ یہ تصوف میں خدا کی پہچان کا سب سے بڑا درجہ ہے۔ صوفیا کے قول کو سمجھنے کیلئے بھی صوفیا ہی کی منطق چاہیئے، پوری تعلیم چاہیے، اندازِ فکر چاہیے:

حضرت عبدالرحمٰن عطیہ درانیؒ نے فرمایا ہے:

اِذَا غَلَبَ الرَّجَاءُ عَلَى الْخَوْفِ فَسَدَ الْوَقْتُ

(جب خوف پر امید غالب آجاتی ہے تو وقت میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔)

کیونکہ ہوسکتا ہے کہ امید، دنیا کی کسی توقع کو اپنے اندر شامل کر لے مگر خوف ہر وقت کے احتساب کا نام ہے جو اللہ کی دوری کی وجہ سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ صوفیا کی کسی general statement کو سمجھنے کیلئے بھی ہمیں اللہ کی طرف سے اُس خصوصی علمیت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے یا اس تعلیم کو جاننا پڑتا ہے۔ جو اہلِ طریقت کی ہے۔

Marfat.com

حضرت احمد بن ابوالجواریؒ نے دنیا اور اہلِ دنیا کے بارے میں اپنی دلی نفرت کا اظہار اس طرح کیا ہے:
''دنیا گندگی کا ڈھیر ہے اور کتوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ وہ شخص کتے سے بھی بدتر ہے جو اس پر جم کر بیٹھ جائے، کتا اس ڈھیر سے اپنی حاجت پوری کر کے وہاں سے چلا جاتا ہے لیکن دنیا سے محبت کرنے والا اس سے جدا ہونا کسی حال میں بھی پسند نہیں کرتا اور اسے نہیں چھوڑتا''

بات تو انہوں نے بڑی معقول کہی کہ وہ جانور، جسے ہم بڑا بدبخت سمجھتے ہیں اس کی بھی عادت ہے کہ پیٹ بھر کر اس جگہ کو چھوڑ جاتا ہے، مگر ہم دنیادار ایسے ہیں کہ کسی حالت میں بھی دنیا سے جدا ہونا پسند نہیں کرتے۔

حضراتِ گرامی! موت سے خوف اس کو آتا ہے جسکی belongings پیچھے بہت ہوتی ہیں، جو جڑا ہوا ہو رشتوں سے...ڈوروں سے...کچے دھاگوں سے...آرزوؤں سے...بیوی بچوں سے...مال واسباب سے...روپے سے...طمع سے...اس کو کتنی مشکل پڑتی ہے قبر تک جانے میں...ٹوٹتے ٹوٹتے بھی یہ تانے نہیں ٹوٹتے اور قبر تک آرزوئیں ساتھ جاتی ہیں اور یہ سب اسکی زندگی کو مشکل کر دیتی ہیں۔ ایک وقت تو ایسا ہونا چاہیے کہ انسان یہ کہے کہ اے دنیائے رنگ ونور! جو میں نے چکھا، جو کھایا وہ بہت ہو گیا......اب میں اس قابل نہیں کہ میں تیرے لئے اپنی جان کھوؤں۔ ایک وقت ہو کہ دنیا سے تعلق اور رشتے اگر توڑتے نہیں تو کم تو ضرور ہوں مگر بوڑھے تو زیادہ شدتوں سے لڑ رہے ہیں بچوں سے کہ تم میرا خیال نہیں رکھتے۔ ساسیں بہوؤں کو زیادہ تنگ کر رہی ہیں کہ ہماری ملکیتوں میں آنے والیاں تصرف کر رہی ہیں۔ بہوئیں الگ جنگ میں لگی ہوئی ہیں۔ بچے علیحدہ بلک رہے ہیں۔ حضراتِ گرامی! یہ طریقہ موت تک پہنچنے کا نہیں ہے۔ یہ بڑا تکلیف دہ امر ہے، اور وہی شخص موت تک خوش دلی اور امن سے پہنچتا ہے جو رفتہ رفتہ عقل ومعرفت سے کام لے کر دنیا کے تعلقات کو کم کرتا چلا جاتا ہے۔ اب نئے لوگوں کو زندگی گزارنے دیں، عمر آگے گزر رہی ہے، ہم نے اپنی منزل کی تیاری کرنی ہے، وہ اس دنیا کے سٹیشن پر نئے اترے ہیں، ان کو ساز وسامان سنبھالنے دیں۔ ہمیں اپنی متاعِ حیات کا خیال کرنا ہے۔ اقبال کہتا ہے:

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چو مرگ آید تبسم برلب است

اب میں مردِ حق کا اور کیا نشان بیان کروں کہ جب موت آتی ہے تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے، جان چھوٹی، بیوی بچوں کے وبال سے جان چھوٹی، نوکری اور غلامی سے جان چھوٹی اور جیسے رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے مالک وکریم! اے میرے بڑے دوست! اے میرے بڑے مہربان! الدُّنیا سِجنُ المُؤمِن اس قید خانے سے جان چھوٹی، اب میں آزادی اور رہائی کو جا رہا ہوں، اب میں اللہ کے پاس جا رہا ہوں، اب میں ساٹھ سال کی موت کے خوف کے بجائے ارب ہا ارب سالوں کی زندگی کی آزادی کو جا رہا ہوں اور پاسپورٹ کتنا معمولی......! آپ کیوں ڈرتے ہو؟ اگلی دنیا کے ارب ہا ارب سال کا نسخہ کتنا آسان ہے کہ حدیثِ رسول ﷺ ہے: جس نے اللہ کو اللہ جانا اور مجھے اللہ کا نبی جانا اور صحیح دل سے جانا، اس کے گوشت اور خون پر اللہ نے آگ حرام کر دی۔ اب آپ کیا چاہتے ہو؟ اب بھی کیوں دنیا سے چمٹے بیٹھے ہو، ویسے بھی آپ دیکھتے ہیں کہ خدا نے اب موت کو کتنا

Marfat.com

ارزاں کر دیا ہے: وہ حدیث رسول ﷺ ہے کیسے پوری ہو رہی ہے کہ آج کے دور میں ظالم کو نہیں پتہ کہ وہ کیوں مار رہا ہے، نہ مظلوم کو پتہ ہے کہ وہ کیوں مر رہا ہے؟ نہ مقتول کو خبر ہے کہ کس وجہ سے قتل کیا جا رہا ہے، نہ قاتل کو خبر ہے کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے۔ کس قدر بے سروپا ہے آج زندگی......

میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے زمانے میں ہی مذہب میں یہ سب ہو رہا ہے مگر میں سید ہجویریؒ کا ایک ہزار سال پہلے کا یہ جملہ پڑھ کر حیران رہ گیا کہ ہمارے زمانے میں مسجدیں جنگ وجدل اور قتل وغارت کا گڑھ بن چکی ہیں۔ مذہب کے حالات اتنے ابتر ہو چکے ہیں کہ مخالف علما، اور مخالف مذہبی لوگوں میں قتل وغارت اور آئے دن کا فساد ضرب المثل ہو چکا ہے۔ تب مجھے تسلی ہوئی کہ ہم ہی اتنے گناہ گار نہیں بلکہ ہر زمانے میں یہ مذہبی لوگ آپس میں اسی طرح سر پھوڑتے چلے آ رہے ہیں لیکن اللہ کرے کہ کوئی زمانہ ایسا ہو کہ سب اختلافات سمٹ جائیں۔ کوئی صاحب قدر دلوں میں انصاف بھر دے، زندگی کا احترام بھر دے اور سب سے بڑھ کر محبت بھر دے۔ محبت ایک بڑا مشکل امر ہے۔ لوگ جب کسی چیز کی بہتری کی مثال دیتے ہیں تو اس سے بہتر کی مثال دیتے ہیں، مگر محبت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کی کسی بہتر سے مثال نہیں دی جا سکتی۔ محبت سے بہتر کوئی شے ہے ہی نہیں۔ اسکی کسی بہتر سے مثال نہیں دی جا سکتی، تو کوشش کریں کہ خدا ہمیں توفیق دے۔ ہمیں محبت اور خلوص عطا فرمائے۔ ہر اختلاف سے بڑھ کر ہم اپنے دامن میں اس کی انسانیت کا شرف سمیٹ لیں۔

حضرت ابوالحسن احمد بن نوریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں ایک چیز بڑی قابل قدر ہوتی ہے۔

اَعَزُّالْاَ شْیَاءِ فِیْ زَمَا نِنَا شَیْئَان : عَالِمٌ یَعْمَلُ بِعِلْمِهٖ وَعَارِفٌ یَنْطِقُ عَنِ الْحَقِیْقَةِ

میری دعا ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی ایسا ہو جیسے ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو اور اس عارف سے جو حقیقت سے کلام کرے، لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

سوال: آپ کی حقیقت منتظر اور علامہ اقبال کی حقیقت منتظر میں کیا فرق ہے؟

جواب: میں نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے اور علامہ نے اپنے شعر میں، آنے والی ایک آرزو کا نام حقیقتِ منتظر رکھا ہے۔ منتظر کا مطلب ہے، جس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ علامہ کہتے ہیں:

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

علامہ کے اس شعر سے مراد ایک امید اور آرزوئے وصال ہے جو حقیقت سے ہے اور خدائے ذوالجلال سے ہے...... میری حقیقتِ منتظر کا مطلب اِس دورِ آخری سے ہے، زوالِ امتِ مرحومہ کے خاتمے سے ہے اور نزول جنابِ عیسیٰؑ سے ہے اور اس کتاب میں وہ تمام لیکچرز اس خیال سے نقل کیے گئے کہ مسلمانوں پر جو زوال اور اُداسی کا بوجھ ہے، جو عذاب ہمیں آج احساسِ کمتری کا درپیش ہے، اس سے ہم نجات پائیں، اور خدا اور اس کے رسولؐ کے اعتبار کو زندہ کریں اور وہ اعتبار یہ ہے کہ ہر حال میں اسلام کو اور مسلمانوں کو زمانہ آخر میں دجال اور اس کے حواریوں پر غلبہ حاصل ہوگا۔

سوال: نفسیاتی اعتدال جسکی بدولت انسان ایک نارمل social life گزارتا ہے اور وہ روحانی اعتدال کہ جس کے بارے

Marfat.com

میں خدا کہتا ہے کہ میرے دوستوں پر کوئی خوف وحزن نہیں ہوگا۔ان دونوں میں کیا بنیادی فرق ہے؟اور کیا روحانی اعتدال کیلئے نفسیاتی اعتدال ضروری ہے جسکی وجہ سے سوشل لائف گذاری جاتی ہے۔

جواب: نفسیاتی اعتدال ہمارا اپنا سائیکالوجی کا متعین کردہ پیمانہ ہے، ہم نے normalcy کا ایک انداز اور pattern مقرر کر رکھا ہے جیسے یہاں بہت سے احباب جمع ہیں اور اگر کوئی شخص یہاں سے اچانک چھلانگ مار کر کھڑا ہو جائے اور چیخ مار کر نعرہ بلند کرے تو یہ چیز سب کو چونکا دے گی اور لوگ کہیں گے کہ یہ صاحب اعتدال سے نکل گئے ہیں، مگر یہ کوئی نہ دیکھے گا کہ تمام حضرات جو یہاں موجود ہیں، کسی نہ کسی غم وغصہ کا، احساسِ محرومی کا، افسوس کا یا احساسِ زیاں کا شکار ہیں، کیونکہ نفسیاتی اعتدال میں صرف خارجی value کو نظر میں رکھا جاتا ہے یعنی جب تک کہ کوئی کیفیت ایسی نہیں ہو جاتی، اس پر abnormal کا فتویٰ نہیں لگے گا مگر اللہ جو بندوں کو دیکھنے والا ہے انکے اندر جھانکنے والا ہے، جس نے انسانوں کو بنایا ہے، اسکا اعتدال کا نظریہ ذرا مختلف ہے اور اللہ کے نزدیک اعتدال یہ ہے کہ:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

اللہ کے معتدل بندوں پر fears اور frustrations نہیں ہوتے،نفسیاتی اعتدال کے باوجود ہر انسان fears اور frustrations کا شکار ہوتا ہے، مگر اولیاء اللہ تعالیٰ جب معتدل ہو جائیں تو وہ خوف سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

سوال: قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر آپ ﷺ کے بیٹے بھی پیدا ہوئے۔اس بات کی وضاحت کریں؟

جواب: آپ ﷺ کی اولادِ نرینہ ہوئی مگر اللہ نے اپنی حکمتِ عالیہ سے وہ اولاد لے لی، اس لیے کہ ابھی کچھ مراحل ایسے تھے نبوت کے، جن تک ہماری آگہی نہیں جاتی تھی، بہت سے مسلمان اپنے باپ سے محروم ہونے تھے، بہت سے مسلمانوں کو اپنے آباؤاجداد سے گلہ ہوتا تھا، کبھی کسی شریف کا باپ بدکار ہوتا تھا اور کبھی کسی بدکار کا باپ شریف ہوتا تھا۔تو یہ averages صحیح نہیں بنتی تھیں تو اللہ نے یہ چاہا کہ محمد ﷺ کسی فردِ واحد کے باپ ہونے کے بجائے پوری امت کے باپ رہیں۔ان کی اولاد اس لیے لے لی گئی کہ ان کی کوئی خاص اولاد یہ دعویٰ نہ کرے کہ ہم ان کے بیٹے ہیں، بلکہ آج میں اور آپ بھی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کے بیٹے ہیں، اس لئے قرآن نے یہ کہا کہ ''اے رسول ﷺ! تیری بیبیاں امہات المومنین ہیں''۔اگر ان کی بیبیاں امہات المومنین ہیں تو رسول ﷺ ہمارے باپ ہیں۔یہ بہت بڑا شرف تھا کہ جو اللہ نے ہمیں رسول ﷺ کے توسط سے بخشا اور اس پر ہمیں اسکا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اگر کسی کا باپ خراب نکلا، تو اسے اپنے اس روحانی اور معنوی باپ پر نظر رکھنی چاہیئے تو اسکی زندگی انشاءاللہ اس سے کہیں بہتر گزرے گی جو اب گزر رہی ہے۔

سوال: حروفِ مقطعات میں حروف ص۔ع۔ر۔ کی اس طرح وضاحت کریں کہ ان کی نمائندہ قوتوں پر گفتگو ہو۔

جواب: بہت سے لوگوں کیلئے یہ سوال قابلِ قبول نہیں ہے اور یہ مخصوص معرفت کا سوال ہے مگر میں مختصراً صرف ایک کوالٹی آپ پر واضح کردوں اور وہ joint کوالٹی ہے کہ ''ص'' صدق سے ہے کہ جیسے رسول اللہ ﷺ کا پہلا خطاب صادق اور امین میں سے ہے تو صادق کے عنوان سے اب چونکہ کوئی دوسرا صادق اس مقامِ صدق کو نہیں پہنچ سکتا جہاں حضور

Marfat.com

ﷺ تھے تو اب ''ص'' اپنی اس اعلیٰ کوالٹی سے محروم ہو چکا ہے۔اب ''ص'' میں صرف گہری جذباتیت اور ضد رہے گی emotionalism اور stubbornness آپ کو ہر ''ص'' میں ملے گی۔دوسرا رے (ر) ہے۔دراصل (رے) عین (ع) سے ہے جب ''رے'' اور ''عین'' اکٹھے ہوتے ہیں تو ''رع'' بنتا ہے جو قدیم مصری اقوام کے دیوتا کا نام تھا اور فراعنہ مصر کی اقوام خداوند ''رع'' (Raa) کی پرستش کرتی تھیں اور خداوند ''رع'' (Raa) کی پرستش سورج کی ابھرتی ہوئی آگ کی طرح تھی۔رے، عین کے ساتھ مل کر ابھرتے ہوئے سورج کی کرن کی طرح ہوتا ہے۔''رے'' رسالت کی ہے، پیغام رسانی کی ہے اور اگر ''رے'' علم حاصل نہ کرے تو رجس ہے اور غلاظت ہے۔

سوال: آپ کے لیکچر میں تصوف کی حقیقت بیان ہوئی، معجزات اور ان کے extra استعمال کی بات نہیں ہوئی براہ مہربانی معجزات کی حقیقت اور limit کا تعین کریں۔

جواب: خواتین وحضرات! اللہ نے رسول ﷺ کے معجزات اور علم کے درمیان فیصلہ کرانا تھا اور پرانے زمانے میں علم کم تھا، لوگ جادو اور سحر پر زیادہ یقین رکھتے تھے اور کسی پیغمبر کے اعتبار کا معیار خرقِ عادت پر تھا۔معجزے کو کہتے ہیں خرقِ عادت، یعنی ایسا واقعہ جو عجیب وغریب ہو، عادت میں نہ ہو، اس لیے پرانے لوگوں کا match جب پیغمبروں کے ساتھ ہوتا تھا تو معجزات کے ذریعے خدا اپنے پیغمبروں کی سچائی کو ثابت کرتا تھا۔جب حضرت دانیالؑ اور ان کی قوم بخت نصر کے زمانے میں قیدی ہوئے تو اس قوم کو قید سے چھڑانے کیلئے اللہ نے بادشاہ کو ایک خواب دکھایا۔بادشاہ نے تمام سیانوں کو جمع کیا اور شرط یہ رکھی کہ خواب بھی بتاؤ اور تعبیر بھی بتاؤ۔اب تعبیر بتانے والے تو بہت ہوتے ہیں مگر خواب کون بتائے؟ تو پھر اسے suggest کیا گیا کہ بنواسرائیل میں ایک دانا، ایک نبی ہے، اس کو بلایا جائے تو شاید وہ جواب دے۔جب حضرت دانیالؑ کو بلایا گیا تو حضرت دانیالؑ نے اللہ سے فریاد کی کہ اے مالکُ الملک! میں تعبیر تو دے سکتا ہوں خواب کہاں سے بتاؤں گا۔تو حضرت جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے تعبیر بھی بتائی اور بادشاہ کا خواب بھی بتایا۔حضرت دانیالؑ کا یہ معجزہ بنو اسرائیل کی رہائی کا باعث بنا۔یہ ایک عجیب وغریب واقعہ بنواسرائیل کا ارض مقدس کو دوبارہ لوٹنے کا سبب بنا جو کہ پیغمبر کے معجزے کی وجہ سے ممکن ہوا۔

پیغمبر کا معجزہ جہلاء کیلئے ایک مضبوط ترین دلیل بنتا ہے۔یہ دلیل کچھ اس نوعیت کی ہوتی ہے کہ خدا کو ماننا امرِ محال ہے، اس لئے کہ کسی کے پاس اس کو ماننے کی دلیل نہیں ہوتی مگر اسی طرح کسی پانی کا دودھ بن جانا بھی امرِ محال ہے، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا بھی امرِ محال ہے، لوگ پہلے ایک عجیب وغریب شرط رکھتے اور پھر مانتے......معجزہ حیرت کی دلیل بن جاتا ہے اور اگر پانی، دودھ بن جائے تو وہ شخص یہ یقین کر لیتا ہے کہ اگر یہ غیر معمولی واقعہ ہو سکتا ہے تو غیر معمولی وجود بھی ہو سکتا ہے، تو معجزہ دراصل بذاتہ خدا کی دلیل ہوتا ہے مگر رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ نے چونکہ مجموعی طور پر دلیل غالب دے کر بھیجنا تھا، زمانے کی ایک حتمی حجت اور علمی شناخت دیکر بھیجنا تھا تو حضور ﷺ کے اقدامات معجزات کے بارے میں نارمل رہے۔پیغمبر کی حیثیت میں اور شخصی حیثیت میں تو انکے معجزات بہت ہوئے مگر علمی حیثیت سے ایک ہی معجزہ فائنل اور آخری تھا اور وہ قرآن ہے جو خدا کا کلام ہے، جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اٹھائی اور سب

سے بڑا معجزہ یہی قرار پایا کہ جب سے قرآن آیا، اب تک یہ محفوظ ہے۔ اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا اور زمانہ قیامت تک اس قرآن میں کوئی تصرف نہیں کر سکے گا۔ باقی معجزات تمام پیغمبروں کی نارمل کیفیات ہیں اور جب پیغمبر گزر جاتے ہیں تو اولیاء کی کرامات ان کے نارمل تصرفات ہو جاتے ہیں۔

سوال: ہسپانیہ (سپین) پر مسلمانوں نے چار سو سال سے زیادہ حکومت کی تھی لیکن اب وہاں پر ایک فیصد مسلمان بھی نہیں۔ کیا ان سالوں میں کبھی کوئی صوفی یا ولی وہاں پیدا نہیں ہوا اور کیا وجہ ہے کہ وہاں پر مسلمان عیسائیت کی طرف راغب ہیں؟

جواب: زوال آتے ہی اس وقت ہیں جب کوئی صوفی نہ رہے، اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا شخص موجود رہے گا۔ اور سپین میں ایسا تین مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ جب سپین میں مسلمانوں کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی دعا و برکت سے دو سو سال تک پھر قائم ہو گیا۔ دوسری مرتبہ جب پھر سلطنت مٹنے لگی تو حجۃ الاسلام محمد بن احمد الغزالیؒ کی وجہ سے دو تحریکات المواحدین اور المرابطین شروع ہوئیں جنہوں نے پھر سپین کا زوال روک دیا۔ مگر تیسری مرتبہ جب زوال شروع ہوا تو انتشار اور افتراق اس درجے کا تھا کہ خدا کا کوئی ولی اس وقت اس ملک میں موجود نہ تھا بلکہ ایک عورت ولی تھی بلکہ سچ پوچھو تو تاریخ کے اُس آخری واقعہ میں مجھے ابوعبداللہ کی بیوی عائشہ بہت بڑی ولی لگتی ہے کہ جب ابوعبداللہ، حاکم غرناطہ Fernandes سے مصالحت کے بعد غرناطہ چھوڑ کر نکل رہا تھا تو ایک ٹیلے پر رکا۔ اس ٹیلے کو آج بھی The last sigh of Moors (مُور شہسواروں کی آخری آہ) کہتے ہیں، وہ ٹیلہ اب بھی سپین میں موجود ہے۔ اس ٹیلے پر کھڑے ہو کر اس نے غرناطہ کو پیچھے مڑ کر دیکھا اور رو دیا تو اسکی بیوی عائشہ جو اسکے ساتھ تھی، اس نے کہا کہ جس ملک کو تم مردوں کی طرح لڑ کر نہیں بچا سکے، اس پر عورتوں کی طرح آنسو کیوں بہا رہے ہو، تو میرا خیال ہے کہ اس وقت عائشہ ہی ولی تھیں۔

سوال: دنیا میں انسان کے تمام اعمال کیا اس کے اختیار کردہ ہیں؟

جواب: سب سے پہلے تو آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔ اگر کسی بڑے سے بڑے دانشور کو بھی ساتھ لے لیں تو تب بھی کچھ ایسی رکاوٹیں راستے میں آ جاتی ہیں کہ اپنی قدر کا اعلان کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ فرض کریں کہ جب میں اس دنیا میں آیا تو میرے پاس کوئی choice نہیں تھی۔ یہ ایک جبریہ سا واقعہ تھا۔ میں کسی قدر کا مالک نہ تھا۔ دنیا کا کوئی انسان اس جبر سے آزاد نہیں ہے۔ میری کوئی condition میرا اختیار نہیں تھی میرے ماں باپ، میرے بہن بھائی، میرا ماحول، میرا اختیار کردہ نہیں تھا۔ پندرہ برس تک میرا کوئی اختیار نہ رہا، بائیس برس کے بعد اگر مجھے جاب مل گیا اور میں یہ دعویٰ شروع کر دوں کہ اپنے اختیار کا میں خود مالک ہوں تو کیسی احمقانہ بات ہو گی۔ فرض کریں کہ اگر کچھ عرصے کیلئے میں اپنے اختیار کو مان بھی جاؤں تو جب پندرہ بیس برس مزید گزر گئے اور دنیا نے مجھے ریٹائر کر دیا اور میں کام کاج کے قابل نہ رہا، تو اب وہ اختیار کہاں گیا......؟

اصل میں یہ تمام facilities جو مجھے دنیا میں دی گئیں یہ میری اپنی اختیار کردہ نہ تھیں بلکہ یہ سب سہولتیں مجھے اللہ نے دیں۔ ان کو facilities of protocol کہتے ہیں۔ اس سے کسی کو گریز نہیں۔ اللہ نے عقل و معرفت دے دی،

Marfat.com

اعمال دیئے، رزق متعین کر دیا، بیوی بچے دے دیئے، ستر سال دے دیئے اور کہا کہ زندگی سے گزرتے ہوئے میرا ایک کام کرتے آنا...... وہ ایک کام کیا ہے؟ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا (الدھر 3:76) یہ سب کچھ میں نے تجھے اس لئے بخشا ہے کہ زندگی کے تواتر سے گزرتے ہوئے فیصلہ کر کے آنا کہ مجھے مانتے ہو یا میرا انکار کرتے ہو۔ وہ زندگی میں آپ سے یہ نہیں پوچھے گا۔ اعمال سے کوئی جھگڑا نہیں، جو چاہے کرتے رہو، مگر جب قبر پر پہنچو گے تو یہی سوال repeat کیا جائے گا۔ مَنْ رَّبُّکَ (تمہارا رب کون ہے؟) پھر ایک رعایت دی جائے گی: مَنْ نَبِیُّکَ (تمہارا نبی کون ہے؟) چلو اگر خوف سے نہیں تو محبت سے اپنے رسول کو تو جانتا ہی ہوگا، اگر جانتا ہوگا تو کلمہ پورا آ ہی جائے گا۔ ''جس نے اللہ کو اللہ جانا اور مجھے نبی جانا تو اس کے خون اور گوشت پر اللہ نے آگ حرام کر دی'' (حدیث نبوی ﷺ)۔ یہ سارا پروٹوکول، یہ ساری facility۔ ذہانت اور عقل وشعور کا استعمال اللہ کے اقرار کیلئے ہے۔ اسکے علاوہ ہمارے مقدر کی اور کوئی حیثیت نہیں، مقدر تو قبر کے بعد ہے...... آپ غور کرو کہ ستر سال مقدر ہے یا ستر بلین سال مقدر ہے۔ اس مصیبت کو آپ مقدر کہو گے جس کو رسول ﷺ نے کہا: ''الدنیا سجن المومن'' یہ تو قیدِ مقام ہے، قیدِ زماں ہے، قیدِ حالات ہے اور اس میں ہم اس لئے گھیرے گئے ہیں کہ خدا کو آزمائش مقصود تھی۔ خدا نے کہا کہ خیر وشر دونوں آزمائش ہیں۔ ان آزمائشوں سے گزرتے ہوئے خیر کے تکبر سے بچتے ہوئے شر کے اغراض سے بچتے ہوئے ہمیں ایک اقرارِ وفا کے ساتھ قبر میں پہنچنا ہے۔ قبر جو Gateway of galaxies ہے، قبر معمولی جگہ نہیں ہے، ڈراؤنی جگہ نہیں ہے، خوف وہراس کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں آپ کے پاسپورٹ پر stamp لگے گی کہ یہ بندہء خدا ہے۔ یہ تابع رسول ﷺ ہے۔ یہ اللہ کا بندہ ہے۔ یہ محمد ﷺ کا امتی ہے۔ جب فرشتہ پوچھے'' مَنْ رَّبُّکَ تو آپ کہو چھوڑو! صبح شام تو اسی ایک اللہ کی یاد میں رہا...... تو کون ہے مجھے پوچھنے والا...... پھر پوچھا: مَنْ نَبِیُّکَ کہا: جسے زندگی میں سب سے بڑھ کر چاہا، تو اس کا مجھ سے پوچھتا ہے، اس کے لیے کتنا آسان ہوگا، یہ کہنا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ

Marfat.com

An Approach To Quran

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

خواتین و حضرات! میں اس موضوع پر ایک کتاب پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ میں approach سے یہ مراد لیتا ہوں کہ قرآن کی رُو سے ہم مسلم ہیں مگر قرآن ہی کی رُو سے ہم مجرم بھی ہیں کیونکہ ایک کتاب پر حتمی یقین رکھتے ہوئے بھی اور اسے زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ جانتے ہوئے بھی ہم اس کی proper evaluation نہیں کرتے۔ یہ وہ واحد کتاب ہے جو ہمارے گھروں میں جزدانوں میں لپٹی ہوئی مقدسیت کی حامل رہی مگر آج تک اس کی proper evaluation نہیں ہوئی۔

خواتین و حضرات! اگر بہت سے عالم و دانش ور اپنی تحریر و تقریر سے اور اپنی کتابوں سے آپ کو معزز لگتے ہیں sciences میں اور arts میں ان کی evaluation کرتے ہوئے آپ کچھ نہ کچھ بڑے ناموں تک چلے جاتے ہیں اور کبھی کسی صدی کو آپ لارڈ برٹرینڈ رسل سے منسوب کرتے ہیں، کسی صدی کو آپ آئن سٹائن سے منسوب کرتے ہیں۔ کبھی کسی حقیقت کے ادراک کا credit آپ Watson کی double helix کو دیتے ہیں اور یہ تعظیم ان تحریرات کو حاصل ہے جو آپ کی تہذیب اور آپ کے کاروانِ حیات کو آگے بڑھانے میں عظیم تر سنگ ہائے میل کی طرح ہیں، جن کی پہچان سے آپ کا دورِ تمدن اور آپ کی ترقی وابستہ ہے، تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر ان سارے intellectuals کو compare کیا جائے تو کیا یہ سب وہ لوگ نہیں ہیں جو تخلیق شدہ ہیں، مخلوق ہیں؟ چاہے وہ خدا کو مانیں یا نہ مانیں، مگر ہم سب اس سرزمین پر، اس life belt پر، اس حیران کن تنہائی کی جگہ پر (پوری کائنات میں ہمیں کہیں اور زندگی نظر نہیں آتی۔) کسی بیرونی ذرائع سے تخلیق نہیں ہوگئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری تخلیق کا یہ بند صندوق، یہ زمین ہی ہے، یہیں سے ہم پیدا ہوئے ہیں، مگر کیا عجیب بات ہے کہ ان کو بنانے والے، تعلیم کو دینے والے، عقل کو تخلیق کرنے والے، انسان کی زندگی کا احاطہ کرنے والے، جبر و قدر کے حقائق، عظیم تر اللہ، کو ہم evaluation میں کوئی proper جگہ نہیں دیتے۔

اگر آج ہمارے پاس sciences ہیں، arts ہیں، ہر علم کی ایک ترتیب اور ترجیح مقرر ہے کہ یہ فلاں آدمی، فلاں سائنس کا بانی ہے اور اُس نے اِس علم کو آگے بڑھایا ہے اور یہ بہت بڑا نام ہے، مگر اس پوری کائنات کی وضاحت

Marfat.com

کرنے والے اور سب چیزوں کے خالق و مالک اللہ کی اس کتاب کو ہم کتنی بری طرح evaluate کر رہے ہیں۔ We think about the Quran as a decadent book of stories of past. ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اساطیر الاولین ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ زمانہ قدیم کی کتاب ہے جس کا ہمارے دورِ حاضر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ معلوماتی کتاب نہیں ہے، یہ عقل و دانش کو راستہ نہیں دکھاتی ہے، اس کتاب کا تو صرف ایک مقصد ہے کہ جب تم guilty feel کرو، جب تم escape ڈھونڈو، جب تم اپنی ضروریات اور مسائلِ زندگی سے پرہیز سیکھو، جب تمہارے دلوں میں خوف اور وحشت کے آسیب چھا جائیں، جب تم بزدلوں کی طرح زندگی کے مسائل سے بھاگو، تو چند آیاتِ قرآنی کی رسمی طور پر تلاوت کر کے اپنے دل کو تسلی دو اور اپنے مسائل سے نجات حاصل کر لو...... یہ وہ جرم ہے جو امتِ مسلمہ مسلسل...... اور مسلسل، سر انجام دے رہی ہے۔ اگر خدا عالم ہے، خدا نے انسان کو علم دیا ہے، خدا نے کائنات اور زندگی بنائی ہے، وجودِ انسان کو تخلیق کیا ہے، اس پورے process کو اس نے ایک ماسٹر پلان میں سمیٹ کر لوحِ محفوظ کہا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود 6:11)

زمین پر ایسا تو کوئی ذی حیات نہیں ہے...... نہ چیونٹی، نہ گھونگا، نہ ہاتھی، نہ بندہ، کہ جس کا رزق ہم پر نہیں ہے۔

وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا (ھود 6:11)

(اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا قیام کہاں ہے اور طعام کہاں ہے۔)

اُس اللہ کا نام اسمِ "جبّار" سے متعین ہوتا ہے۔ جبّار کا مطلب ہے "جوڑنے والا" جس نے کائنات کو، space کو time میں جوڑ رکھا ہے۔ اگر time and space کو کوئی جوڑنے والا نہ ہوتا تو آپ یہاں نہ ہو...... میں یہاں نہ ہوں...... راہ گزر وہ نہ ہوں...... رستے وہ نہ ہوں...... مسافر وہ نہ ہوں اور ہم بکھری بکھری ان بے شمار کائناتوں میں آوارہ گرد سیاروں کی طرح کبھی منزلِ مقصود تک نہ پہنچ پائیں۔ یہ وہ "جبّار" ہے جس نے زمان و مکاں کی ساعتوں کو آپس میں weld کر رکھا ہے۔ جبّار کا مطلب سختی کرنے والا نہیں ہے، جبّار کا مطلب ہر لمحہ زمانہ کو اک مقامِ زمین میں سمیٹنے والا اور اس کو ترتیب دینے والا ہے۔ اس خداوندِ کریم نے زندگی کیلئے، آخرت کیلئے، معاملات کیلئے، ہوش و خرد کیلئے، توانائی کیلئے، معاشرتی اقدار کیلئے، ہمیں ایک manual دیا ہے and that manual is the Quran. آپ نے زندگی کے کسی معاملے میں درستگیِ عمل سے کام لینا ہو، درستگیِ فکر و ذہن سے کام لینا ہو تو اس کیلئے قرآن آپ کو رہنمائی دیتا ہے۔ یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو آپ کو تقلید پر آمادہ کرے۔ That is a book of inquiry. قرآن کتابِ تشکیک ہے۔ خدا اس بندے کو پسند ہی نہیں کرتا جس میں شک نہ ہو۔ جس میں تحقیق و جستجو نہ ہو۔ seculars کا تجاہلِ عارفانہ اسے پسند نہیں ہے۔ یہ وہ کتاب نہیں ہے جو بزدلانہ تصادمِ فکر سے بچنے کی تلقین کرے۔ یہ challenging book ہے۔

مجھے بتاؤ تو سہی کہ آپ قرآن کو کس آیت سے شروع کرتے ہو؟ کیا خدا کو نہیں معلوم کہ ابتدائے کائنات کیسے ہوئی تھی؟ کیا خدا کو نہیں معلوم کہ انجامِ کائنات کیسا ہے؟ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ جو روزِ اوّل سے آپ کو زندگی کا شیڈول

Marfat.com

دینے والا ہے، جو زمانہء آخرت تک آپ کو زندگی کا شیڈول دینے والا ہے، وہ اکیسویں صدی کا کوئی علم نہیں رکھتا۔ آپ کا یہ خیال ہے کہ آج کے ماڈرن Skyscrappers اور escalators کی فلاسفی کا اسے کوئی علم نہیں ہے؟ آپ کا یہ خیال ہے کہ اس جدید دنیا جدید ذہن کے scepticism کا اللہ کو کوئی علم نہیں ہے؟ اللہ تو اپنی کتاب کھولتا ہی sceptical answer سے ہے۔ آپ بڑے ذہین ہوناں......! بڑے دانش ور ہوناں......! اپنے آپ پر موجودہ زندگی کا بڑا ناز ہے۔ ماڈرن ہوناں...... کتنے جدید ہو چکے ہو؟ کتنے بڑے دانش ور ہو چکے ہو؟ کیا ذہن میں کوئی ایسا سوال ہے؟ کیا تم اپنی بساط سے بڑھ کر بھی کوئی question رکھتے ہو؟ کیا physical سے metaphysical question رکھتے ہو؟ کیا معمولی psyche سے لے کر کوئی para-psychic وجود رکھتے ہو؟ کوئی سوال ہے جو زمین و آسمان میں تمہیں تنگ کر رہا ہو، تمہیں پریشان کر رہا ہو، تمہیں تجسس میں ڈال رہا ہو، خیال ہو کہ اسکا جواب کہیں نہیں ہے، کوئی شک پڑ گیا ہو، حقائق کے بارے میں، تو خداوندِ کریم فرماتے ہیں کہ ''الم''...... بھلا سوچو تو سہی کون ایسا دعویٰ کر سکتا ہے کہ کتاب شروع کرنے سے پہلے ہی کہہ رہا ہو:

الم . ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْهِ (البقرة 2:6)

(یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔)

اگر شک ہے تو نکالو......! کوئی تجسس ہے تو آگے بڑھاؤ......! کچھ کرو تو سہی......! خدا کے حضور آؤ تو سہی......! مگر خدا کے حضور کوئی ان پڑھ نہیں آ سکتا، لاعلم نہیں آ سکتا۔

عقل دینے کے بعد، انسان میں شعور پیدا کرنے کے بعد، امانتِ عقل و شعور کی افزائش کے بعد، اللہ کو سب سے زیادہ بری بات کسی انسان میں یہ لگتی ہے کہ وہ غور و فکر نہ کرے، تجسس نہ کرے، جستجوئے علم نہ کرے، تلاشِ حقائق نہ کرے۔ پروردگار فرماتے ہیں:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَایَعْقِلُوْنَ (الانفال 8:22)

(بے شک اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جو بہرے، گونگے ہیں اور عقل استعمال نہیں کرتے۔)

اللہ نے انہیں انسان نہیں کہا بلکہ انسانوں کو جانور کہا اور اس لئے کہا کہ وہ عقل و شعور استعمال نہیں کرتے۔ اللہ کہتا ہے کہ تمام جانوروں میں سے بدترین جانور تو وہ انسان ہیں جن کو میں نے Instrument of justice دے دیا، تحقیق و علم دے دیا اور پھر بھی وہ اندھوں اور بہروں کی طرح میری آیات پر گرتے ہیں، پھر بھی مسجد کے ملا کی طرح، کوڑھ ذوق، کوڑھ چشم، چمگادڑوں کی طرح روشنی کے سیلاب میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ کیا یہ لوگ میری کتاب کا مطالعہ کریں گے؟ کیا یہ، مجھے جاننے کی کوشش کریں گے؟ میں نے انسان کو شعور صرف ایک وجہ سے دیا تھا۔ یہ امانت بڑی امانت تھی، اگر میں پہاڑوں کو سونپ دیتا تو وہ عقل مند نکلتے، اگر بندروں کو نصیب ہوتی تو زمین Planet of apes بن جاتی، اگر میں یہ چیونٹی کو دے دیتا تو خلاقِ زمین ہو جاتی، مگر جس کو میں نے دی، اس کے ساتھ اسے اس کا مقصد بھی بتا دیا۔ میں نے کہا کہ دیکھو اے انسانو! تم بیکار محض تھے، تمہارا وجود ہی کوئی نہ تھا، تم تو singular cell کی حیثیت بھی نہ رکھتے تھے۔ تم کہیں کائی میں،

Marfat.com

کہیں algae میں، کہیں گند بلا میں الجھا ہوا ایک ایسا ذرہ ءحیات تھے جس کی کوئی حیثیت نہ تھی، جس کی کوئی شناخت نہ تھی اور جسے میں نے غلاظت کی تنہائیوں میں رکھ چھوڑا تھا۔ ذرا غور کریں کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (الدھر 1:76)

(بے شک آدمی پر ایک وقت گذرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔)

اے بیوقوف......!اے کوڑھ ذوق......!اے کم عقل انسان......!تجھے کیوں سمجھ میں نہیں آتا کہ تُو تو نا قابل ذکر شے تھا۔ تُو تو اس قابل نہ تھا کہ کسی Chronicle of History میں آتا۔ تیری کوئی تاریخ گمشدہ لکھی نہ جاتی۔ تیرے وجود کی باقیات کا بھی زمانے میں کوئی ذکر نہ ہوتا، لیکن دیکھ! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (الدھر 2:76)

میں نے تجھے مخلوط نطفے سے پیدا کرنا شروع کر دیا۔ کبھی تُو amoeba تھا، paramecia تھا۔ میں نے عنایت فرمائی، میں نے چاہا کہ اس کمتر، اس حقیر شے کو بزرگ تر کر دوں، خلافتِ ارض و سماء بخشوں تو میں نے تیرا نطفہ مخلوط کر دیا۔ مگر ابھی کہاں......؟ ابھی میں نے تجھے کچھ اور بھی دینا تھا: " ...... نَّبْتَلِيْهِ ...... "جب آزمائش آگے بڑھانی چاہی تو تجھے سماعت بخشی، بصارت بخشی، وجود بخشا، انسان مکمل کیا۔ کہاں وہ Homo sapien جو آج سے اسی کروڑ سال پہلے درختوں پر بوزنائی چھلانگیں لگاتا تھا۔ اپنے چچازاد، پچیرے بھائیوں سے ملتا جلتا تھا، apes کی طرح تھا، کہاں وہ apes جن کے ذہن کی گنجائش بمشکل 350mm3 تھی اور کہاں یہ انسان......! جو 1000mm3 کا brain رکھتا ہے......! پھر جب اس کی یہ حالت ہوئی، جب یہ بڑا ہوا، انسان کی شکل نظر آنے لگی، Homosapien ہوا، تو خدا نے کہا کہ اب تجھے میں نے ایک فرض سونپنا ہے۔ غلطی نہ کر بیٹھنا، ترجیحات ناقص نہ کرنا......! اے بندگانِ خدا......! ساری تخلیق ایک وجہ سے ہے، ساری ہدایت ایک وجہ سے ہے، ساری زندگی ایک وجہ سے ہے، تمام عزت و حرمت ایک وجہ سے ہے، اشرف المخلوقات اسی وجہ سے ہو، اشرف الکائنات اسی وجہ سے ہو:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر 3:76)

(یہ تمام عقل و شعور اس وجہ سے بخشا ہے کہ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو۔)

دیکھئے! وہ کتنا بڑا استاد ہے کہ جبر نہیں کیا، دماغوں کو پابند سلاسل نہیں کیا، عقل کو کبھی احساسِ بندش نہ دیا، بڑے استاد کی بڑی باتیں ہیں......!! آثار و شواہد دے دیئے، زندگی دے دی اور آخر کار ایک پورے کا پورا سماں آزادی کا دے دیا اور کہا کہ جاؤ......! بڑا مختصر سا کام ہے۔ اس ہدایت، علم اور شعور کو استعمال کرتے ہوئے چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو۔

یہ قرآن ہمیں اس علم و معرفت کی evaluation دیتا ہے، اُس عقل و معرفت کو رستے دکھاتا ہے۔ اگر آپ نے دانش ور ہونا ہے تو دنیوی سطح سے آگے بڑھنا ہوگا۔ تمام دنیوی عقل و شعور local ہے اور اس دنیا تک محدود ہے۔ اس دنیا سے نکلنے کیلئے Metaphysical اور مابعد الطبیعات کو پانے کیلئے آپ کو ذہانت کے اُس معیار تک پہنچنا ہوگا......! اگر آپ واقعی ذہین ہو، اگر آپ کوئی دعویٰ ءعقل رکھتے ہو، اگر آپ سمجھتے ہو کہ آپ میں شعور کی کوئی اعلیٰ صلاحیت موجود ہے

Marfat.com

تو کسی ایم۔ایس سی اور پی ایچ۔ڈی سے نمایاں نہ ہوں۔ You are turning to be a vocational professionalist. ۔بڑی ذہانتوں سے اعلیٰ ترین computer کی تعلیم شاید آپ کو clever hacker بھی بنا سکتی ہے، ہوسکتا ہے کہ ایک سو سال کے بعد آپ genetics میں ایک آدھ آدمی اور دریافت کرلو مگر آپ نے اگر علم و شعور کی صداقت کو پانا ہے اور اپنی ذہانت کے دعووں کو مکمل کرنا ہے، مسلّم کرنا ہے تو پھر آپ کو محض طبیعات سے نہیں بلکہ مابعد الطبیعات کی وسعتوں سے، اس عظیم تر کائنات کے خالق سے عقل حاصل کرنی ہوگی اور اپنے شعوری رابطوں کو اس کے شعوری رابطوں سے جوڑنا ہوگا اور اس کتاب کی اصل اہمیت یہ ہے کہ یہ آپ کو شناسائی خداوند کا راستہ دیتی ہے۔ ہمسائیگی پروردگار میں پہنچاتی ہے، یہ وہ کتاب ہے کہ جو اللہ کا رستہ ہے۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (العمران 85:3)

اب یہ کتاب آپ کو ایک اور رستہ بھی بتا رہی ہے۔خدا کہتا ہے کہ اب میں عیسائیت قبول نہیں کرتا۔میں نے ان کو ایک وقت دیا تھا، جو گزر گیا۔اب میں ہندوازم قبول نہیں کرتا۔میں نے پانچویں سے مذہب شروع کیا ہے۔ایک ایک قانون دیتا چلا آیا ہوں۔میں نے پیغمبر بھیجے۔سارے پیغمبر میرے ہیں، سارے رسول میرے ہیں۔انہوں نے انسان کو اس کے ابتدائی دور سے آگے لے جا کر مزید اور بہتر سے بہتر education دی ہے...... عیسیٰؑ ہو، یا موسیٰؑ ہو، کتابِ داؤد ہو، یا صحائفِ ابراہیم ہوں، ہم نے یہ تمام interpretations تمہیں regularly دی ہیں۔مگر یہ incomplete تھیں۔تمہارا ذہن ابھی مکمل نہیں تھا۔ابھی تم پوری طرح ذہانتوں کے مالک نہ ہوئے تھے۔تم جزوی عقل و معرفت کے مالک تھے اس لئے ہم نے کتاب روک رکھی تھی۔ہم نے ایک قانون دے دیا تھا، ہم نے ادریسؑ کو قصاص کا قانون دے دیا تھا، ہم نے بنی آدم کو یہ پہلا قانون دے دیا تھا کہ ایک انسان کا قتل تمام نبی نوع انسان کا قتل ہے اور ایک انسان کو بچانا پوری نسلِ انسان کو بچانے کے برابر ہے۔ہم نے قانون دے دیئے تھے لیکن تم ہی اس قابل نہیں ہوئے تھے کہ معیشت اور معاشرت کے پورے قوانین سمیٹ سکتے۔ہم تمہاری بلوغتِ فکر کا اسی طرح انتظار کرتے رہے جیسے ماں باپ بچے کے جوان ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ایم ایس سی کی کتاب کسی نوزائیدہ بچے کے سر میں نہیں ٹھونسی جاسکتی۔انسان کو بلوغت چاہیے، فکری ذہانت چاہیے، اس کو پانچویں سے بڑھایا، دسویں تک لایا، یونیورسٹیوں تک لایا۔پھر تم اعلیٰ ترین علم و معرفت کے حصول کے قابل ہوئے جس طرح میٹرک کا طالب علم ایم۔ایس سی کی کتاب نہیں پڑھ سکتا، اسی طرح ابتدائی کم فکر و کم علم انسان قرآن کو نہیں جان سکتا، جب تک کہ وہ ایک مطالعاتی limit تک نہ جائے اور فہم و فراست کی اس بڑی حد کو کراس نہ کرے۔آپ کے علماء بھی اس کو کراس نہ کرسکے، اس لئے قرآن کی تعلیمات نیچے آن پڑیں۔

آپ کہتے ہو کہ آج غیر آپ کا مذاق اڑاتا ہے، آپ کہتے ہو کہ کوئی پادری، کوئی لاٹ پادری، کوئی نقاد اٹھتا ہے اور قرآن سے تشدد نکال لیتا ہے۔خواتین وحضرات! یہ قرآن کا مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

جب crusades ہو رہی تھیں تو فرانس کے ایک پادری لامنس نے اسلام کے بارے میں ایک کتاب لکھی، اُس کتابِ تحقیق کا خلاصہ موصوف نے ایک جملے پر آ کر کیا اور اپنی تحقیق کا net result یہ نکالا کہ مسلمان ایک دیوتا کی

Marfat.com

پرستش کرتے ہیں، جس کا نام ''مہیت'' ہے یعنی ''محمد رسول اللہ ﷺ'' کا پہلے نام بگاڑا اور پھر ان کے message کو corrupt کیا...... یہ وہ research ہے۔ خواتین و حضرات! جو آپ اسلام کے بارے میں یورپ کے دانش وروں میں دیکھتے ہیں۔ ان کی یہ ہرزہ سرائیاں انہیں کے محاورے میں Many dogs keep on barking at the moon. چاند پر تو بہت بھونکتے ہیں کتے...... پھر چاند پر کیا اثر ہوتا ہے......؟ کیا اس عزت مآب کی عزت میں کوئی کمی کر سکتا ہے، جس کو خدا، صاحب کائنات کہتا ہے، جس کو خدا مقصدِ حیات کہتا ہے، وہ رسولِ علم و معرفت کہ جس کی تعلیم کا ایک ایک حصہ ہمارے ہاں ایک وجودِ زندگی تخلیق کر رہا ہے۔ وہ'' محمد رسول اللہ ﷺ ''کہ اگر وہ نہ ہوتے، تو انسان کبھی درسِ انسانیت کا کوئی شرف حاصل نہ کر سکتا، اس پیغمبر کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ تشدد کا پرچار کر کے گیا ہے، وہ کتنی غلط اصطلاح اور تاریخ استعمال کرتے ہیں......! آج تک مسلمان فاتحین جہاں جہاں بھی گئے ہیں...... یہ ایک حیران کُن بات میں آپ کو بتا رہا ہوں، جس کی مثال آج تک پوری History of Islam میں نہیں ملتی: مسلمان فاتحین مشرق و مغرب تک گئے ہیں، فرانس کو فتح کیا......! ٹولون تک گئے...... سسلی پر تین سو برس تک حکومت کی ہے...... Heart of the Europe میں چھ مہینے اٹلی کا محاصرہ کر کے اس پر حکومت کی ہے...... سلطنت عثمانیہ کے شہسواروں نے Bulgharian States پر مکمل قبضہ رکھا لیکن ایک مثال بھی آپ کو نہیں ملتی، جہاں کسی کی Forceable conversion ہوئی ہو۔ باقی ساری باتیں چھوڑ دو...... تشدد سے پھیلایا ہوا یہ اسلام جو اس لاٹ پادری کو نظر آ رہا ہے، کیا اُس نے کبھی History نہیں پڑھی؟ کیا اُس کو دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک انڈونیشیا کبھی نظر نہیں آیا؟ جس میں کبھی کوئی مسلمان سپاہی نہیں اترا، وہاں کبھی کوئی conquest نہیں کی گئی، کبھی کوئی فوجی یلغار نہیں ہوئی لیکن انڈونیشیا سارے کا سارا مسلمان ہے...... اُن سے پوچھو کہ کہاں تشدد سے اسلام پھیل رہا ہے؟...... یہ مسلمان آپس میں لڑتے ہیں مگر کبھی کسی غیر کو تو جبراً مسلمان نہیں بنایا...... سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں بنایا......؟ قرآن کی وجہ سے...... manaul کی وجہ سے...... دیکھئے قرآن کا خدا کیا کہتا ہے......؟ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (البقرۃ 190:2)

(قتل کرو، میرے لیے اُن سے جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرنا، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔) ہاں قتل کرو میرے لیے...... اگر کوئی تمہیں میرے احکام پر چلنے نہیں دیتا، اگر کوئی تمہیں میرے معاملات کو طے نہیں کرنے دیتا اور تمہیں لڑنا پڑتا ہے تو ضرور لڑو مگر ایک بات یاد رکھنا کہ اگر تمہیں میرے لئے بھی قتل کرنا پڑے تو یہ یاد رکھنا: وَلَا تَعْتَدُوْا (کبھی زیادتی نہ کرنا۔)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ اور یاد رکھنا کہ تمہارا خدا کسی قسم کی زیادتی، intolerance بے جا قتل برداشت نہیں کرتا، تمہارا خدا برداشت نہیں کرتا کہ تم کسی بچے کو مارو، تمہارا خدا برداشت نہیں کرتا کہ تم کسی بے بس عورت کو مارو، تمہارا خدا برداشت نہیں کرتا کہ تم کسی بوڑھے کو مارو، تمہارا خدا یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تم کسی پھلدار درخت کو ضائع کرو، تمہارا خدا یہ برداشت نہیں کرتا کہ تم اپنے مخالفین کی سرسبز فصلیں اجاڑ دو، ہاں! صرف اتنی اجازت دیتا ہے کہ جو تمہیں مارنے آئیں، بس

Marfat.com

ان کو مارو..... تحفظِ جان کی خاطر تم ہتھیار اٹھا سکتے ہو، اسکے علاوہ تمہیں قتل کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔

خواتین و حضرات! مجھے ان سے افسوس نہیں ہے۔ Honestly, I am not sorry. How can we be sorry for those stupid remarks which have come out of the block heads یا تو وہ کوئی علم و معرفت کے سمندر ہوں یا وہ کہیں کہ میں اسلام کا ماہر ہوں، میں دانش وری کے کسی کمال پر ہوں تو ہمیں ان کے remarks پر افسوس ہو۔

قرآن خلا میں نہیں اترا، یہ بھی نہیں ہوا کہ زمین پر کوئی انسان نہیں تھا اور قرآن اتر آیا تھا۔ قرآن وسطِ انسان میں اترا۔ قرآن عہدِ قدیم کے تمام علوم کا آخری chapter ہے اور قرآن عصرِ جدید کے تمام علوم کا پہلا chapter ہے، یعنی یہ وسط میں ہے۔ جہاں روما، یونان اور الیگزینڈریہ کے علوم آ کر ختم ہوئے، وہاں سے قرآن نے اپنی شناخت شروع کی اور آج جب تمام علوم اپنی غرض و غایت کی انتہا اور sophistication تک پہنچ گئے ہیں، ان کی ابتدا قرآن سے ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی کتاب کے مطالعے کے وقت اگر آپ اس کا پس منظر نہیں جانتے تو آپ اس کے اصل معنی تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر آپ کو قرآن test کرنا ہے تو آپ کو جاننا پڑے گا کہ کیا قرآن ماضی کی باتیں repeat رہا ہے یا قرآن خلا میں اتر آیا ہے یا قرآن کا کوئی پس منظر ہے۔ کیا اہلِ یونان کی باتیں repeat کر رہا ہے یا یہ اہلِ روما کی باتیں repeat کر رہا ہے یا یہ کچھ اپنی بات کر رہا ہے.....؟

آیئے خواتین و حضرات! ذرا چیک کریں کہ کیا ہو رہا ہے۔ تین ہزار سال قبل از مسیح Ptolemy نے پہلا جدولِ شمسی دیا، اس نے جو پہلا order of the universe بنایا، اس میں main بات یہ کہی کہ زمین ساکت ہے۔ Earth is stationary and all the stars revolve around the earth. یہ تین ہزار سال قبل از مسیح Greek کے سب سے بڑے علم ہیئت کے ماہر کا قول تھا، اسی طرح وقت گزرتا گیا، لوگ اسی پر یقین کرتے رہے، اسی کو علم اور دانش سمجھتے رہے۔ 1542ء میں Copernicus نے بغاوت کی۔ بغاوت کر کے اس نے کہا کہ Ptolemy was wrong but he still thanked him ۔ عالم، عالم کو برا نہیں کہتا۔ اس نے Ptolemy کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ہمیں ایک جہتِ علم دکھائی، اگرچہ غلط دکھائی۔ اس نے کہا کہ زمین نہیں بلکہ سورج ساکت کھڑا ہے اور تمام سیارے سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔

خواتین و حضرات! ان کے بیچ میں قرآن آ گیا۔ اللہ آ گیا۔ Ptolemy سے اُرے آ گیا، Coperincus سے پہلے آ گیا، اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا قرآن نے ان دو سائنس دانوں کو کاپی کیا؟ کیا قرآن نے Ptolemy کو copy کیا؟ کیا قرآن نے Copernicus کو copy کیا؟ قرآن اپنی سنا رہا تھا:

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ (الاعراف 7:54)

(ہم نے چاند سورج اور تمام ستاروں کو اپنے حکم سے مسخر کیا۔) آپ ایک طالب علم کی حیثیت سے اللہ سے پوچھو کہ اگر آپ نے بنائے تھے تو Rule of conduct کیا ہے؟ کیا زمین کھڑی ہے؟ کیا سورج کھڑا ہے؟ کیا کوئی اور ستارہ کھڑا

Marfat.com

ہے؟اصول یہ ہے کہ کائنات میں ہر چیز ایک وقتِ مقررہ تک چل رہی ہے۔

اٹھارہویں صدی تک، 1920ء تک آپ یہ کہتے تھے کہ There are some stationary stars but some are moving. بیسویں صدی تک آپ کا علم درست نہیں تھا۔مگر قرآن مسلسل ایک ہی بات کہہ رہا تھا کہ نہیں، ہم نے چاند سورج اور ستارے مسخر ضرور کیے ہیں مگر یہ تمام چل رہے ہیں۔خواتین وحضرات! یہ پرانی باتیں نہیں ہیں۔قرآن بہت آگے تک جاتا ہے۔قرآن آپ کو ابتدائے کائنات بتا رہا ہے اور انجامِ کائنات بھی بتا رہا ہے۔اگر آغازِ کائنات یہ بتا رہا ہے کہ:

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا (الانبیاء 30:21)

ذرا انداز دیکھو......! ذرا رعب دیکھو اس سائنس دان کا......یہ سائنس دان وہ نہیں جو چیزوں پر تحقیق کر رہا ہے۔یہ سائنس دان وہ ہے جو چیزوں کی تخلیق کر رہا ہے۔

جس مذہب کو وہ وحشی، decadent اور تشدد آمیز سمجھ رہے ہیں، اس کے پیغمبر کے علم کا یہ عالم ہے کہ آج بڑے سے بڑا علمِ ہیئت کا دانش ور بھی دنگ رہ جائے گا اس کی Prophecies پر۔پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کائنات، اور زمین وآسمان کے بنانے سے پہلے خدا کہاں تھا، فرمایا:

کَانَ فِیْ عِمَاءٍ کَمَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ وَفَوْقَہٗ ھَوَاءٌ

(وہ دھند میں تھا۔بادلوں میں تھا، اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا تھی۔)

خدا گویا زمین وآسمان کے بنانے سے پہلے بادلوں کے بے پناہ سمندر میں تھا۔اس نے بادل تخلیق کیے تھے۔پھر بادلوں کو solidify کیا۔پھر کائنات کو build کرنا شروع کیا۔یہ وہ قرآن ہے جو past کی خبریں تو ضرور دے رہا ہے مگر کچھ advance خبریں بھی دے رہا ہے اور وہ advance خبریں ابھی سائنس کے ادراک میں نہیں آئیں۔جب قرآن زندگی کی تباہی کا بیان کرتا ہے: وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ (التکویر 1) سورج بجھ جائے گا، یہ توانائی ختم ہو جائے گی۔ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ (التکویر 2) ستارے گدلے پڑ جائیں گے، یہ کائنات اندھیری ہو جائے گی، اس میں توانائی کی رمق نہیں ہوگی۔زندگی freeze ہو جائے گی اور تم سب مر جاؤ گے......اصل میں یہ ہوگا کہ قیامت کے دن ایک بڑے بھونچال اور زلزلے سے یہ balances ٹوٹ جائیں گے، چیزیں ثقل سے نکل جائیں گی اور پوری کی پوری constellations برباد ہو جائیں گی اور اللہ کہتا ہے کہ ہم اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیں گے، آسمان کو دوسرے آسمان سے بدل دیں گے اور یہ انجام ہے۔پھر ہم تم سب کو انصاف کیلئے اکٹھا کریں گے۔

تم کہتے ہو نا کہ یہاں بہت سے لوگوں کو انصاف نہیں ملتا۔خواتین وحضرات! یہ جگہ انصاف کی نہیں ہے۔ قرآنِ حکیم کے قول کے مطابق امتحان کی جگہ انصاف کی جگہ نہیں ہوتی۔یہ رزلٹ یہاں نہیں سنائے جاتے۔جن لوگوں کو خدا سے گلہ ہے اور جو اللہ کے انصاف پر اعتراض کرتے ہیں، ان کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ زمین معاملات کی آزمائش کی جگہ ہے، یہ انصاف کی جگہ نہیں ہے۔انصاف تو قیامت کے دن ملے گا، زندگی کے بعد ملے گا، یہاں تو مظلوم اپنی مظلومیت میں

Marfat.com

آزمایا جا رہا ہے، یہاں ظالم اپنے ظلم میں آزمایا جارہا ہے، یہاں رشتے آزمائے جا رہے ہیں، یہاں committments آزمائی جارہی ہیں، یہاں زمین پر بھیج کر اللہ میاں ایک شخص کو کہتا ہے کہ کیا تجھے میں نے پہلا سانس نہیں دیا؟ کیا تجھے میں نے آخری سانس نہیں دیا؟ کیا تجھے میں نے زندگی گزارنے کیلئے ماں باپ نہیں دیئے؟ کیا ماں باپ تُو نے چنے تھے؟ کیا کوئی انسان اپنے ماں باپ کو خود چنتا ہے؟ کیا زندگی کی قدریں کوئی انسان چنتا ہے؟ کوئی بھی نہیں چنتا۔ کس کو کس کے گھر پیدا کرنا ہے۔ کیا کوئی اپنی مرضی سے اپنے ماں باپ کے گھر پیدا ہوسکتا ہے؟ ایسا کوئی اختیار ہمارے پاس نہیں ہے۔ جبر وقدر کے یہ سلسلے انسان کی آسانی کیلئے ہیں اور صرف ایک سوال کی آزمائش کیلئے ہیں۔ سہولتیں اس لیے ہیں کہ زندگی کے دوران سے گذرتے ہوئے جب تم قبر کے سرہانے پہنچو تو خدا پوچھے گا کہ کھا آئے، پی آئے، زندگی گذار آئے، ماں باپ سے سرور حاصل کیا، رشتے ناطے جوڑے، بڑی بڑی قدروں کی افزائش کی، بڑے بڑے دانش وروں سے ملاقات کی۔ یہ تو بتاؤ: "مَنْ رَبُّکَ"......؟ یہ جو اتنا عرصہ مجھ سے آسائشیں مفت لیتے رہے ہو، فلمیں دیکھتے رہے ہو، ہوٹلنگ کی ہے تم نے، بہت کچھ انجوائے کیا ہے، Romances کئے ہیں ماشاءاللہ سے...... محبتیں فرمائی ہیں، بچے پیدا کئے ہیں، فیملیاں کھڑی کی ہیں، میں نے تمہیں اس لئے تو نہیں بھیجا تھا، یہ تو basic priorities نہیں تھیں، یہ تو میں نے تمہیں دینے تھے۔ تم نے غلط جگہ claim کرلیا۔ تم نے یہ کہا کہ یہ میرے بچے ہیں، تم نے یہ کہا کہ یہ میرے career ہیں، تم نے یہ کہا کہ یہ میری زندگی ہے، تم نے یہ کہا کہ میں نے یہ انتخاب اور عزت حاصل کی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تم سب جھوٹ بولتے ہو۔ یہ تو میرا کام تھا۔ میں نے تو تمہیں کسی اور کام بھیجا تھا۔ میں نے تمہیں ساری سہولتیں دے کر، سارا پروٹوکول دے کر، صرف ایک کام سونپا تھا کہ basic priorities میں نقص نہ کرنا۔

رمضان اس لیے ہے کہ شاید بھوکا رہ کر priority یاد آجائے۔ رمضان اس بے محابا کنٹرول کیلئے ہے، تمہاری آسان فطرت کو چیک کرنے کے لئے ہے، اس غور وفکر کیلئے ہے۔ بعض اوقات بھوکے کو فکر بڑی لاحق ہوتی ہے۔ بہت سارے بھوکے سر درد کی وجہ سے رمضان چھوڑ جاتے ہیں، مگر یاد رکھنا کہ اگر روزہ چھوڑنا ہو تو ایک غریب کو کھانا ضرور کھلا دینا: فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْن تب جان بچے گی، ورنہ روزے سے جان نہ چھوٹے گی اور یہ وقت اس لیے ہے، یہ سارا غور وفکر کا مقام اس لیے ہے۔ خدا نے کہا کہ روزہ میرے لیے ہے، اجتناب میرے لئے ہے، مجھے کبھی تو یہ حسرت ہوا ہے حضرتِ انسان! آپ کو پتہ ہے کہ اللہ حسرت کرتا ہے، آپ کہو گے کہ ہمیں ہی حسرتیں نصیب ہیں مگر خدا بھی حسرت کرتا ہے، فرماتا ہے:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ (یٰسین 30:36)

اے لوگو! مجھے تم پر حسرت ہے، تم کو میں نے اتنا پیارا سمجھا، اتنا محبوب سمجھا، میں نے تمہیں چاہا اور بہت چاہا، میں نے تمہیں عزت دی اور بہت دی۔ میں نے تمہیں غلبہء کائنات بخشا اور میں نے صرف یہ خواہش کی کہ جس پر میں اتنا احسان کروں، جس سے میں اتنی محبت کروں، جس انسان سے میں اتنا انس کروں، اس کے جواب میں میں نے کیا چاہا؟ ایک چھوٹا سا کلمہ: خلوصِ قلب سے، دل کی گہرائیوں سے، ایک بار کہہ دینا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ محمد رسول اللّٰہ تم اس کلمے سے

Marfat.com

بھی گریزاں ہو۔ تمہاری عقل و معرفت اس کو ایک خرافات سمجھتی ہے۔ تم نے مجھے ''اساطیر الاولین'' میں ڈال دیا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ دورِ حاضر کے فلاسفر اور دانش ور تو بس یہی کہتے ہیں ناں کہ یہ بے جا باتیں ہیں۔ ہمیں وقت زندہ رکھتا ہے اور وقت ہی ہمیں مارتا ہے، بھلا بوسیدہ ہڈیوں میں بھی کبھی جان پڑے گی، مگر آپ کو پتہ ہے کہ خدا کیا کہتا ہے؟ نطشے اور فشتے کو خدا کیا کہتا ہے؟ خدا یہ نہیں کہتا کہ یہ ظالم اور متکبر ہیں، خدا کہتا ہے کہ ان لوگوں کا علم ہی مختصر ہے۔ یہ اس سے آگے بڑھتے تو انہیں پتہ چلتا کہ خدا کون ہے؟ کہاں ہوتا ہے؟ کیسے مل سکتا ہے؟

خواتین و حضرات! خدا کو پانا بڑا آسان ہے۔ career کی تلاش مشکل ہے۔ ایف ایس سی، بی ایس سی پاس کرنا مشکل ہے۔ مقامِ زندگی میں آپ کسی نہ کسی چیز کے مرہونِ منت ہو مگر خدا کو پانا بڑا آسان ہے۔ خدا کو پانا اخلاص سے ہے...... آپ کی sincerity سے ہے، ایک ہلکی پھلکی feeling سے ہے، جو آپ اللہ کیلئے رکھتے ہو...... ایک آنسو سے ہے...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے نارِ دوزخ اس نوجوان پر حرام کر دی جس کی آنکھ سے خدا کے لیے ایک آنسو نکلا۔ How cheap! How difficult! you can cry all there. ذرا سی چوٹ سے آپ روتے ہو، ذرا سی محرومی پر آپ روتے ہو، اور اتنی آسانی پر ایک آنسو آپ اللہ کیلئے نہیں نکال سکتے ہو! How poor we are, How cheap it is ایک آنسو......! ایک ذرا سا اخلاص......! اور اگر آپ نے وہ اخلاص رکھا، تو خدا آپ کو توفیقِ عمل دیتا ہے، خدا آپ کے ذہن کو صفائی دیتا ہے، خدا آپ کے قلب میں تعلق کا بیج ڈال دیتا ہے، زندگی بھی سنوار دیتا ہے، آخرت بھی سنوار دیتا ہے اور پروردگار نے فرمایا کہ یہ صرف ایک وجہ سے ہوگا کہ مجھے خوف و وحشت سے یاد نہ کرو۔ قرآن طریقہ بتا رہا ہے خدا کی یاد کا کہ ڈرو نہیں، میں تمہیں ڈرانے والا نہیں ہوں۔ I am too powerful for you... میں تمہیں طاقت سے نہیں ڈراؤں گا، اس لیے نہیں ڈراؤں گا کہ اگر میں ناراض ہو جاؤں، اگر میں بگڑ جاؤں، اگر میں دنیا کو تباہ کرنا چاہوں تو ایک ہلکے سے asteroids سے میں یہ تمام دنیا تباہ کر سکتا ہوں۔ قرآن میں وہ کہتا ہے کہ اگر میں ایک پتھر مار دوں تو تمام دنیا تباہ ہو جائے...... جس چھ چھ میل لمبے اور بیس بیس میل قطر والے پتھر کو آپ asteroid کہتے ہو، خدا اسے ایک چھوٹا سا پتھر کہتا ہے کہ اگر میں اسے فضاؤں سے تمہاری زمین پر لڑھکا دوں تو تم سب ختم ہو جاؤ، مگر میں یہ نہیں چاہتا، میں ڈرانا نہیں چاہتا۔ خدا کہتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمہیں میں نے عقل و شعور دیا ہے تو مجھے اسی طرح پیار کرو جیسے اپنے ماں باپ سے کرتے ہو۔ خدا کہتا ہے کہ جب پڑھائی لکھائی ختم کر لو، مصروفیات ختم کر لو، جب حج کے مناسک پورے کر لو، فرائض پورے کر لو:

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (البقرة 2:200)

مجھے ایسے یاد کرو جیسے اپنے پیاروں کو کرتے ہو، جیسے اپنے ماں باپ کو کرتے ہو، توقع، امید اور محبت سے مجھے یاد کرو، اس لئے کہ تمہیں ماں میں نے دی ہے، باپ میں نے دیا ہے، علم میں نے دیا ہے، رزق میں نے دیا ہے۔ کیا عجیب priority ہے کہ ہم created چیزوں سے زیادہ انس رکھیں اور جس نے create کی ہیں، اس کا خیال ہی نہ کریں۔ خدا کو یہ گلہ ہے، یہ شکوہ ہے کہ لوگ اپنی ترجیحات منسوخ کر دیتے ہیں۔ The only top priority of the intellectual

Marfat.com

curiosity is only God. اگر آپ کی یہ priority درست ہو جائے تو آپ کی ساری زندگی امن سے گزرتی ہے اور اگر آپ کی یہ پہلی ترجیح خراب ہو گئی تو ساری زندگی depression, anxiety, neurosis, sychosis میں گزرے گی۔ یہ بات آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ آلام و مصائب خدا سے گریز میں ہیں اور امن و سکون خدا کی محبت میں ہے۔ خدا نے قرآن میں یہ اصول دیا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن کیا کہتا ہے: مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ (ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کریں۔)

کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہیں عذاب سے نجات ہو؟ کیا زندگی میں کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ تو قرآن اسکا اصول دیتا ہے کہ ارے ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کریں! تمہیں جہنم کی سزائیں سناتے رہیں۔ ہم نہیں ایسا کرتے...... اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (النساء 147:4) اگر تم ہمیں یاد کرتے رہو اور شکر ادا کرتے رہو۔ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (بلاشبہ تمہارا رب۔ ہر آدمی کا شکر قبول کرتا ہے۔) وہ علم والا ہے۔ یہ لاعلم خدا جسکو West اسلام میں project کر رہا ہے، یہ کوئی بھی نہیں ہے، یہ ان کا اپنا خدا ہے جس کو وہ اسلام کے سر منڈھ رہے ہیں۔ اسلام کا خدا ایسا نہیں ہے۔ قرآن کا رب بڑی different بات کرتا ہے۔ خدا کہتا ہے:

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ م بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ م بَيِّنَةٍ (الانفال 42:8)

(جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔)

اور یہ یاد رکھنا کہ: اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (بے شک اللہ ضرور سنتا جانتا ہے۔)

وہ عقلِ کل ہے، دانشِ مکمل ہے۔ وہ اس طرح کی جہالتیں قبول نہیں کرتا، وہ تمہاری دانش وری قبول کرے گا، تحصیلِ علم قبول کرے گا۔ خدا آپ کو بحیثیت طالب علم اور خدا ہم سب کو بحیثیت thinkers غور و فکر کرنے والے لوگوں کی طرح یہ توقع، یہ توفیق بخشے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (ھود 88:11)

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اس پر روشنی ڈالیں کہ اللہ کہتا ہے کہ میں تمہارے تمام گناہ معاف کر دوں گا اس لیے کہ میں غفور الرحیم ہوں......

جواب: اگر پوری آیت پڑھی جاتی تو اس قولِ مبارک کو qualify کر دیتی: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (زمر 53:39) پوری آیت بہت واضح ہے اور یہ بتاتی ہے کہ عذاب کس کو ہے اور ثواب کس کو ہے؟ جزا کس کو ہے اور سزا کس کو ہے؟ خدا technically بات کرتا ہے۔ گناہ و ثواب کے اس لہجے میں بات نہیں کرتا جس میں ہم کرتے ہیں۔ اس آیت میں خدا کہتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے اپنے نفس پر اسراف کیا......

ہمیں اللہ تعالیٰ نے کچھ صلاحیتیں ودیعت کی ہیں، ان میں جبلتیں ہیں، power ہے، sex ہے، greed ہے، love ہے، اس کے علاوہ یہ تمام صفات مختلف کاموں کیلئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قافلہء انسان جو یہاں تک پہنچا ہے

Marfat.com

وہاں جبلتوں کے محتاط استعمال سے پہنچا ہے۔ میں آپ کو ایک بڑی واضح مثال دیتا ہوں جو کہ current ہے اور علم کو اس سے گریز نہیں ہونا چاہیے کہ Suppose if we believe in the Western freedom and we believe in what Bush and Blair say and we believe that the modern civilizations give us freedom of thinking and acting and by that means: جب کوئی شخص bi-sexual ہو جائے یا وہ homosexuality کو allow کرتا ہے یا اس قسم کی کوئی چیز allow کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ساتھ ساتھ وہ اس کیلئے allowance اور پسندیدگی بھی issue کرتا ہے۔ جب کوئی حکومت اور کوئی معاشرہ اس قسم کے مکروہ جرائم کو جائز قرار دیتا ہے اور اسے creative کہتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ یہ allowance بھی create کرتا ہے کہ اگر سارے لوگ بھی ایسے ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ مگر جب امریکن یا یورپی معاشرہ اس قسم کی غلطی کیلئے اجازت دے گا کہ Man can marry man and woman can marry woman تو یہ دو طرف اشارہ ہے۔ ایک تو اس گروہ کو اجازت مل گئی جو یہ کام کر رہا ہے اور ایک یہ بھی ہوا کہ معاشرہ اس کو برا فعل تصور نہیں کرتا اور یہ کہ further اس کی اجازت کے اشارے مل گئے۔ خواتین و حضرات! اسراف اللہ نے اس کو کہا ہے...... ویسے بھی All of them have come in one or the other category تو پھر کیا انسان نے اپنے حال کو اور اپنے آپ کو ختم نہیں کر لیا۔ Do you think, production and further generations are possible. اگر تمام انسان اس نعمتِ غیر مترقبہ کا شکار ہو جائیں، west کے بقول اس اعلیٰ ترین صفت کے عادی ہو جائیں جو انہوں نے اپنی تہذیب کا اعلیٰ ترین نمونہ رکھا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ آپ ان کیلئے عذاب کی بد دعا مانگیں۔ They would not multiply, they would not continue. یہ جو generations کا heterogeneous attitude پیدا ہو رہا ہے جس میں عورتیں اور مرد involve ہو جائیں گے If they come again for the production then this is not a normal activity. دنیا اور نسلِ انسانی کو بڑھانے کیلئے دوبارہ اس طریقے پر آنا پڑے جسے اللہ نے رکھا ہوا ہے۔ تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ اُن civilizations میں یہ activity مکروہ، ناجائز اور غلط ہے اور اگر اس activity کو سارے معاشرے کا activity بنا دیا جائے تو It is the end of the world. پھر آپ کو انہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو کسی کو مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ They will not produce anything. پچیس، تیس سال کے بعد سارے خود بخود مر جائیں گے اور زمین اس گندگی سے خود بخود پاک ہو جائے گی۔ یہ اسراف جبلت ہے۔ قل یعبادی الذین...... تم لوگوں کو جو چیز جائز اور مناسب مقاصد کیلئے دی جاتی ہے، اس کو تم ناجائز مقاصد کیلئے صرف کرتے ہو۔

اب ایک اور چیز پر غور کریں، مشرق و مغرب میں عورت اور مرد کی engagement ایک constructive اور تخلیقی مقصد ہے۔ عورت اور مرد کا اکٹھا ہونا کائناتی تخلیقی مقصد ہے، اس کی وجہ آنے والی نسلوں کی

Marfat.com

حفاظت ہے۔ ہم Billion years پہلے پیدا ہوئے انسان کو آج یہاں تک لائے ہیں۔ ہمارے پیچھے ایک بہت طویل posterity ہے اگر وہ ہمارا خیال نہ کرتے اور اپنے پیچھے گزری ہوئی نسلوں کا خیال نہ کرتے تو آج ہم یہاں موجود نہ ہوتے۔ آج اگر ہم خیال نہ کریں گے تو اگلی نسلیں موجود نہ رہیں گی۔ خداوندِ کریم نے جبلت ہمیں اس لیے دی ہے کہ ہم حفاظت سے استعمال کرتے ہوئے اس زمین کے اُس آخری انسان تک پہنچائیں۔ یہ امانت جو ہمیں دی گئی ہے، اس کیلئے ہے جس نے آگے آنا ہے۔ If we use it or misuse it میاں بیوی میں اتحاد اور اتصال نہ ہو تو غور فرمایئے کہ معاشرہ کس طرح ناقص ہو جاتا ہے۔ یورپ جو allowance دیتا ہے، تمام physical liberties دیتا ہے اور مرد اور عورت کو پورے مواقع مہیا کرتا ہے اور اس پر کسی قسم کا barrier نہیں رکھتا۔ وہ دوستی، محبت اور اخوت آگے بڑھ کر تمام جنسی تقاضے پورے کرتی ہے۔ اُس معاشرے میں شادی کا لفظ ختم ہو چکا ہے۔ They are not ready to make families. اس میں لفظ شادی کے بجائے partnership آ گیا ہے۔ اس میں نسلیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئی ہیں۔ پورے کے پورے ایسے معاشرے میں کوئی ذمہ داری نہیں اٹھا رہا۔ نہ بچوں کی، نہ زمانے کی۔ ان کی سیر و سیاحت اور ذاتی اغراض اس قدر طاقتور ہو گئی ہیں کہ آئندہ آنے والی ان کی نسلیں non-descript ہیں۔ جس کی نسل کا علم نہ ہو، جس کے آگے پیچھے کچھ نہ ہو، یعنی وہ نسلوں کو اس حال میں چھوڑ رہے ہیں۔ ایک لڑکا، ایک بچہ جس کو ماں proper وقت میں نہیں ملتی، جس کو باپ proper وقت میں نہیں ملتا، جس کو family proper وقت میں نہیں ملتی تو کیا آگے چل کر وہ ایک سفاک اور selfish generation میں سے نہ ہوگا؟ کیا وہ ایک ایسا ظالم اور سرکش بچہ نہ ہوگا کہ ساری زندگی اپنی محبت کی کمی کسی کے خون سے پوری نہ کرے گا۔ ہم انسان ہر جگہ روایت سے اللہ کے حکم سے انحراف کر کے اپنی جبلتوں کو ایسی جگہ خرچ کرتے ہیں کہ وہ جائز استعمال کیلئے باقی نہیں رہتیں۔ یہ قرآن کی اس آیت کا مطلب ہے: قُل یٰعِبَادِیَ ...... مگر اس کے باوجود کہ ہم بہت آگے نکل جائیں، اس کے باجود کہ ہم اپنی بری سرشتوں کے حوالے ہو جائیں، خدا واپسی کا ایک راستہ چھوڑتا ہے: لا تقنطو من رحمة الله اگر ایسا ہو ہی جائے، اگر تم بالکل بے چارگی کے شکار ہو جاؤ، اگر تمہیں شیطان اچک کرلے جائے، فتنہ و ہوس تمہیں مار بھی دیں، اگر تمہیں اپنی ذاتی اغراض بہکا بھی دیں تو یہ ایک بات نہ کرنا، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا...... کیوں؟ جب خدا یہ کہتا ہے کہ "اِنَّ اللہَ" تو وہ ایک قانون ہوتا ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اُس کے ہوتے ہوئے آپ کہہ سکتے ہو کہ خدا نے ایک قانون بنایا ہے کہ میں تمام گناہ معاف کرتا ہوں۔ انّ الله یغفر الذنوب جمیعا. "جمیعا" ہے۔ I forgive all sins in totality سوائے ایک کے اور وہ ہے: لا تقنطوا یعنی یہ قانون اس شخص کو نہیں پہنچے گا، جو خدا کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ یہ قانون ہر اس شخص کو پہنچے گا جو خدا کو مانتا ہے، خدا کو رحیم و کریم سمجھتا ہے، اس کی محبت پر یقین رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ضرور معاف کرے گا مگر یہ قانون ایک exception رکھتا ہے اور وہ ہے لاتقنطو من رحمة الله کیونکہ خدا کی رحمت سے مایوسی کفرِ خالص ہے اور یہ بھی نہیں کہ آپ لوگوں کو شریک مانو یعنی آپ رحمت کرشنا سے مانگو، محبت درگا سے مانگو، قہر وشنو سے مانگو اور یہ بھی نہیں کہ آپ شریک پالنے لگو۔ اس وقت بڑی مصیبت پڑے گی جب قبر تک پہنچو گے،

جب خدا پوچھے گا تو ساڑھے تین سو خدا at a time یاد آئیں گے۔ کبھی کہو گے کالی...... کبھی کہو گے درگا......

جب کفر بُرا ہے تو اس لئے بُرا ہے کہ بخشنے والے کی sensitivity کو متاثر کرتا ہے۔ اللہ تخلیق کرنے والا ہے۔ اللہ اپنی تخلیق کی حفاظت کرنے والا ہے۔ and above everything Allah forgives all but not for those who do not recognize Allah.

سوال Which elements are fixed in one's faith and destiny some people say? that everything is determined and other say that everything is free...

جواب: کوئی لمحہ، حیات بھی آزاد نہیں سوائے فکرِ انسان کے، سوائے اُس سوچ کے جو خداوندِ کریم نے ہمیں عطا کی ہے اور ایسا کیوں ہے؟ آیئے اس پر غور کریں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو major choices کا وقت ہوتا ہے اس وقت ہمیں کوئی choice حاصل نہیں ہوتی یعنی جب ہمیں زندگی میں بھیجا جاتا ہے، جب ہم زندہ ہو رہے ہوتے ہیں تو کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے لئے کسی غریب گھرانے کو چنے، lack of sources کو چنے یا ہم کبھی بھی پسند نہیں کریں گے کہ ہمارے بہن بھائی رشتے ناطے ایسے ہوں...... ہم اپنی ذات کو پسند نہیں کریں گے، ہم اپنی caste systems کو جو بعد میں ہماری inferiorities کا باعث بنتی ہیں، انکو پسند نہیں کریں گے۔ سب سے بڑا جبر یہی ہے کہ ہم سے پوچھے بغیر ہماری، اطلاع کے بغیر ہمارے parents کا چناؤ ہوتا ہے، ہمارے families کا چناؤ ہوتا ہے اور یہ ایک سسٹم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کوئی غربت، کوئی امارت، کوئی post موجود نہیں ہے...... حالات و واقعات تمام determined ہیں اور ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہمارے بس میں ہو۔ کچھ انسان، کچھ لوگ شعور پا کر اپنے آپ کو اتنا معتبر جانتے ہیں کہ اپنی زندگی کا خالق و مالک اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی خود بناتے ہیں مگر خواتین و حضرات! آپ اٹھارہ ہزار genera میں سے ایک genus ہیں۔ زمین پر مخلوقات کی بے انداز قسمیں ہیں اور determinism پر غور کرتے وقت ہمیں صرف اپنا آپ سامنے نہیں رکھنا بلکہ ہم ہر اس مخلوق کو مد نظر رکھیں گے جو ہمارے ساتھ اس زمین پر، اس کرہء ارض پر بستی ہے۔ ہم یہ غور کرنے کی کوشش کریں گے کہ Do birds live on their own choices. Do buffalloes live on their own choices کیا۔ یہ بے شمار مخلوقات، یہ چرند و پرند جو ہمارے ساتھ زندہ ہیں کیا ان کے پاس ان کی زندگی کے choices موجود ہیں یا نہیں ہیں؟ یا اگر موجود ہیں تو ان مخلوقات میں سے کیا کوئی مخلوق اپنی choice سے divert کر سکتی ہے یا نہیں کر سکتی؟ اگر آپ دیکھو گے تو سوائے چند انسانوں کے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنی زندگی خود گزارتے ہیں یا وہ اپنی زندگی کے خود مالک ہیں، اس کے علاوہ زمین پر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو پہلے سے determined نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیوں؟

خواتین و حضرات! آسمانوں پر ایک بہت بڑی جنگ و جدل ہوئی...... ایک intellectual battle ہوئی، شیطان اور انسان کے درمیان درجات کا فیصلہ ہوا، انسان کو مسجودِ ملائک ٹھہرایا گیا، پھر انسان سے خطا ہوئی، انسان جس کو benefit کیلئے زمین پر بھیجا جانا تھا اسکا فیصلہ ہو گیا۔ مُستقرٌ وَّ مَتاعٌ اِلیٰ حِیْنٍ اے حضرتِ انسان!

Marfat.com

نیچے جا......اس میں تمہارا تھوڑا فائدہ ہے، اب تُو جنت میں تو نہیں رہ سکتا لیکن صفائے حال کے بعد، ذہنی ارتقاء کے بعد دوبارہ ہماری اس کائناتِ بالا کو پلٹ سکتا ہے۔ آپ مجھے خود بتایئے کہ اگر اللہ نے انسان کو پیدا کرنا تھا اور پیدا کیا......تو کیا انسان صرف آدم تھا؟ آدم سے لے کر زمانہ آخر تک trillions of human beings اگر پہلے سے assess نہ ہوتے، ان کی آبادیاں assess نہ ہوتیں، ان کے assess' professions نہ ہوتے تو زندگی کتنی مشکل ہو جاتی۔ آپ غور کریں کہ آج کروڑوں انسان جن professions سے کمارہے ہیں، آج سے پچاس برس پہلے وہ وجود بھی نہ رکھتے تھے کیونکہ جوں جوں انسان بڑھتے گئے، ان کی سہولت، اور زندگی میں قیام کی خاطر professions بڑھتے گئے اور اگر چند ایک professions ہی ہوتے اور چند ایک تاجرانہ کارروائیاں ہی ہوتیں تو تمام انسان مل کر انہی چند ایک departments میں گھسے ہوتے جس کا نتیجہ صرف بھوک، پیاس، ننگ اور افلاس ہوتا۔ اس مالک الملک، ذوالجلال والاکرام نے، اس سے بہت پہلے کہ انسان کو پیدا کیا، ایک ماسٹر پلان draw کیا......اسی طرح انسان اپنے ماسٹر پلان draw کرتے ہیں تا کہ اپنے اپنے لوگوں کیلئے زندگی کا بچاؤ ممکن ہو، مستقبل میں کتنے لوگوں کیلئے کن professions میں وسعت چاہیے؟ کتنا پانی چاہیے؟ اس کے مطابق پانی کے sources اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کو زمین پر بھیجا گیا تو کیا زمین پر اس کیلئے کوئی source موجود نہیں تھا؟

جب انسان زمین پر آیا تو اس کے پاس اتنی عقل موجود نہیں تھی، خدا قسم کھاتا ہے:

" وَ التِّینِ وَالزَّیْتُونِ ☆ وَطُورِ سِینِیْنَ ☆ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَ مِیْنِ (التین 95:1-3)

انسان کو پیدا کرنے کے بعد میں نے دو دن لگائے زمین کو سورج سے الگ کرنے میں اور دو دن لگائے، اس میں ضروریاتِ انسان پیدا کرنے میں......

ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبعَ سَمٰوٰتٍ (البقرة 2:29)

(پھر ہم بلند ہوئے آسمانوں کو اور ٹھیک سات آسمان بنائے۔)

وَھُوَ بِکُلِّ شَیءٍ عَلِیم

(وہ سب کچھ جانتا ہے۔)

ہم علم والے تھے۔ ہمیں پتہ تھا کہ determined ends کے علاوہ یہ مجبور انسان جس کا زندگی میں کوئی آسرا نہیں ہے، کیسے زمین پر زندگی گزارے گا؟ سو ہم نے یہ کیا کہ جب زمین پر کوئی ذرائع خوراک نہ تھے، اس کو کھیتی باڑی بھی نہ آتی تھی تو انسان کیلئے سب سے پہلے ہم نے پانی کا بندوبست کیا، پھر انجیر اور زیتون کے پودے تخلیق کئے، کھجور پیدا کی تا کہ جب تک اس کے ذرائع ابلاغ درست نہیں ہوتے، ذرائع زندگی درست نہیں ہوتے، یہ انسان جسکے پاس کوئی ذریعہء خوراک نہیں ہے، کچھ نہ کچھ توانائی سے زندہ رہے۔ آج کا خودسر انسان جس تمرد کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو زندگی کا خالق کہتا ہے، اس کو ان ابتدائی ادوار میں جانا پڑے گا، جب انسان کی عقل بالغ نہ تھی، اس کے شعور و حکمت میں کوئی طریقہء روزگار زندگی موجود نہ تھا، اس وقت اس کو کس نے support کیا؟ اگر وہ چیزیں جو اس کی زندگی کا باعث بنیں اگر پہلے سے زمین پر

پیدا نہ کردی جاتیں، تو وہ انسان کس طرح زمین پر survive کرتا؟

اللہ نے مختلف زندگیوں کے مختلف پیمانے بنائے، اسی طرح پچاس ہزار سال کا ایک دن مقرر کیا، کسی کا ایک ہزار برس کا دن مقرر کیا اور تخلیقِ زندگی اور constellations کے تخلیق کرنے کے پیمانے میں ایک دن برابر ہے ایک ارب سال کے...... دو ارب سال لگائے زمین علیحدہ کرنے میں اور دو ارب اور کچھ سال لگائے اس میں ضروریاتِ انسان پیدا کرنے میں...... پھر بلند ہوا آسمانوں کو اور ہماری constellations کو ہمارے قابل کیا......

اگر determinism نہ ہوتے اور اگر ایک دو لاکھ میل سورج ادھر آ جائے تو زندگی جل کر خاک ہو جائے، اگر ایک دو لاکھ میل پرے چلا جائے، تو زندگی یخ بستہ ہو جائے اسلئے life belt create کرنے کیلئے اللہ نے زمین کو ایک مناسب فاصلے پر رکھنے کیلئے ایک determined end کیا اور تمام determined end انسان کے فائدے کیلئے ہے، تمام جمالیات انسان کے فائدے کے لیے ہے۔

خواتین وحضرات! سب سے important question وہ ہے جو آج تک حل نہیں ہوا۔ بڑے سے بڑے دانش وراس میں معلق ہیں۔ یہ بڑا آسان سوال ہے مگر آج تک حل نہیں ہوا، کیا انسان سوچتا ہے؟ یا انسان عطا کی ہوئی سوچوں میں سے ایک سوچ کو چنتا ہے؟ یہ مسئلہ بہت important ہے۔ زمین پر آج تک کسی intellectual نے یہ مسئلہ حل نہیں کیا کہ کیا انسان خود سوچتا ہے یا خدا کی دی ہوئی سوچوں میں سے ایک سوچ کو چنتا ہے۔ جس طرح آپ کے دل میں سے دو رویں گذرتی ہیں، اسی طرح آپ کے دماغ میں سے بھی دو currents گذرتی ہیں۔ ایک پر خیالِ خیر الہام ہوتا ہے اور دوسری پر خیالِ شر الہام ہوتا ہے۔ خیال نسل رکھتے ہیں، خیال خاندان رکھتے ہیں، خیال کے ماں باپ ہیں، جیسے جانوروں کے ہیں۔

وَ مَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام 38:6)

(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے اور آسمانوں میں کوئی ایسا پرندہ نہیں اڑتا جو خاندان نہیں رکھتا جو تمہاری طرح نسلیں نہیں رکھتا۔)

یہ بات زندگی میں انسانی حیات پر لاگو ہے مگر دراصل یہ بات ہمارے خیالات پر بھی لاگو ہے کہ ہمارے خیالات origin رکھتے ہیں، نسل رکھتے ہیں، اولاد رکھتے ہیں، ٹائم رکھتے ہیں، عمریں رکھتے ہیں اور جب یہ دو قسم کے خیالات ہمارے ذہن سے گزر رہے ہوتے ہیں...... پروردگار فرماتے ہیں،

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (الشمس 8:91)

(پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری دل میں ڈالی۔)

بہت سے مسائل ایسے ہیں جہاں تک انسانی سائنس کی نظر نہیں پہنچی ہے اور ان میں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ کیا انسان سوچتا ہے یا عطا کردہ سوچوں میں سے انتخاب کرتا ہے اور یہ انتخاب ہی ایک واحد ایسی چیز ہے جس میں انسان آزاد ہے۔

خواتین وحضرات! دانش ور وہ نہیں ہے جو زندگی بغیر سوچے سمجھے گزار دے اور عمر آخر میں جب سکرات شروع

Marfat.com

ہو جائے، جب موت قریب ہو جائے تو وہ خدا کے بارے میں غور وفکر شروع کر دے۔ خداوندِ کریم فرماتے ہیں کہ میں سکرات تک توبہ قبول کرتا ہوں، یہ توبہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ یہ رجوع ہے، رجعت ہے، خیال سے رجعت ہے، عمل سے رجعت ہے۔ کسی نے شیخ جنیدؒ سے پوچھا کہ توبہ کیا ہے؟ وہاں تصوف کے ایک اور بڑے استاد بیٹھے تھے: ''ابو حارث المحاسبیؒ''۔ محاسبہ کا ایک سکول ہے، There are some mystics who believe in self-accountability ان کو ہم محاسبہ کا سکول کہتے ہیں اور حضرت ابوالحارثؒ ان کے امام تھے۔ ابوالحارث محاسبیؒ نے کہا کہ توبہ یہ ہے کہ تجھے گناہ ہمیشہ یاد رہے اور کہا کہ جنیدؒ! کیا تم بھی اس سے اتفاق کرتے ہو۔ جنیدؒ نے کہا کہ نہیں توبہ یہ ہے کہ تجھے گناہ کبھی یاد نہ آئے۔ جنیدؒ بہت بڑا ذہن تھا۔ اس نے بڑی معقول بات کہی ہے۔ توبہ گناہ کو یاد رکھنے کا نام نہیں ہے کیونکہ اس سے احساسِ guilt ختم ہو جاتا ہے۔ جنیدؒ یہ کہتے ہیں کہ یہ intellectual decisions ہیں، یہ physical decisions نہیں ہیں۔ اگر آپ mentally committed نہیں ہو تو آپ کبھی بھی گناہ نہیں چھوڑ سکتے۔ If you are mentally not convinced that you belong to God, you belong to Islam تو یقین کرو کہ آپ اسلام پر ظلم کر رہے ہو، اور زیادتی کر رہے ہو۔ آپ جیسے مسلمان اسلام کو نہیں چاہئیں۔ اقبال بڑی معقول بات کر گیا تھا کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اسلام کو گرایا ہے اور اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ What is that level of understanding which has developed about your religion? کہاں گئی وہ مسلمانیت......؟ کہاں گئے وہ لوگ......؟ کیوں یاد کرتے ہیں لوگ پرانی داستانوں کو؟ کہیں عمر فاروقؓ کو، کہیں صدیقِ اکبرؓ کو، کہیں عثمانؓ و علیؓ کو یاد کرتے ہیں They were human beings, like you... کیوں آپ ان کو دیوتا بنا لیتے ہو؟ وہ بھی کبھی جاہلیت میں تھے، پھر وہ اسلام کی طرف آئے۔ کیسی committment سے وہ لوگ آئے......! کیا کمال تھا ان کی committment کا......! Alcoholic بھی کبھی شراب چھوڑتا ہے؟ کتنی جلدی چھوڑ دیتا ہے...... This is a matter of committment. یہ committment آپ لوگوں میں نہیں ہے۔ اگر ہو تو ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ خدا آپ کیلئے فتح و نصرت تیار لیے بیٹھا ہے۔ یہ اللہ نے لکھ دیا ہے کتاب میں کہ میں، میرے رسول اور میرے مومنین غالب رہیں گے۔ آپ غالب نہیں ہو تا اس لئے کہ آپ مومن نہیں ہو۔ Why are you crying emotionally in the streets? Where is Islam? and where is Muslim? ولا تھنو ولا تحزنو خدا نے کہا کہ بڑا رنج آیا ہے تم پر، تمہیں توقع نہیں، امید نہیں، تم اپنے غموں میں ڈوب گئے، تم اپنی ذلتوں پر شرمسار ہو، تمہارے حکمران تمہاری ہی طرح ہیں۔ اداسی اور قہر ہر طرف چھایا ہوا ہے، غیر قوموں کے سامنے تم پسماندگی کے شکار ہو گئے۔ بھلا ان کی ترقی میں کیا راز تھا۔ یورپ بھی کبھی دورِ جہالت میں تھا......کیا علم کا exchange پسماندگی ہے؟ کیا اس میں inferiority آ جاتی ہے؟ یہ کل کی بات ہے کہ جب یورپ کی مائیں اپنے بچوں کو مسلمانوں سے ڈراتی تھیں، چوہے بلی سے نہیں ڈراتی تھیں، 'Hush! the Turks are coming' کیا ہوا آپ کو......؟ کیا دورانِ وقت بدلتا نہیں ہے:

Marfat.com

وَ تِلکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ (الِ عمرٰن 140:3)

(ہم لوگوں پر ایک جیسے دن نہیں رہنے دیتے۔)

رسول اللہ ﷺ نے معراج کی شب اللہ سے درخواست فرمائی کہ اے پروردگارِ عالم! میری امت کو کبھی غلام نہ کرنا۔ کہا: ''تیری امت کبھی غلام نہ ہوگی''۔ جستہ جستہ میرے جیسے، آپ جیسے، ایک ملک...... دو ملک...... پوری امت آج تک کبھی غلام نہ ہوئی۔ مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں accountability کا کوئی درجہ خدا کو دینے کو تیار نہیں ہیں۔ Indian influenced guilt consciousness ہم سب میں موجود ہے۔ ذرا سا دکھ لگا نہیں کہ احساسِ جرم لے کر خدا کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ اللہ کو آپ کے guilt conscious سے کیا غرض ہے؟ اگر اسے صحت مند انسان نہیں ملتے تو اسے بیمار انسانوں سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ یہ سوچنے سمجھنے والے لوگ کہاں جائیں گے؟ یہ متفکر لوگ کیا صرف یورپ کی میراث ہیں؟ کیا یہ secularism کو ملیں گے؟ کیا ذہن اتنے چھوٹے ہو گئے ہیں کہ جدید فلسفیاتی نظریات سے متصادم نہیں ہو سکتے۔ اتنے کمزور پڑ گئے ہو کہ ایک انگریزی میں لکھی ہوئی statement آپ کو پورے مذہب سے فارغ کر دیتی ہے۔ اتنے کمزور ہو گئے ہو کہ حدود اللہ کی وضاحت کے لئے Bush اور Blair کے پاس جا رہے ہو۔

کیا اس طرح بھی آلِ مسلمان کبھی خوار ہوئی ہے کہ ہمارے مذہب کی وضاحتیں غیر کر رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ مسلمان ہم ضرور ہیں مگر ایمان سے ہم بالکل فارغ ہیں۔ خدا کہتا ہے کہ میرے بارے میں سستی نہ کرنا، اگر تم میرے بارے میں سستی کرو گے تو قرآن کا ایک rule ہے۔ ایک اصول ہے کہ تم پلٹ آؤ گے تو میں پلٹ آؤں گا، تم لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔ اے امتِ مسلمہ! آپ کو لوٹنا ہے، اگر آپ نہیں لوٹو گے تو رب کعبہ کی قسم ہے، وہ اس معاملے میں بڑا کھرا ہے۔ ہندوؤں کو تمہارے سر پر مسلط کرے گا۔ یہ دولتِ عظیم چھین لے گا۔ اس سے پہلے بنی اسرائیل اس کے بڑے محبوب بنتے تھے۔ ان کو اس نے بڑی سخت سزائیں دیں۔ ان پر ایسی جابر قومیں چڑھائیں جنہوں نے ان کے وجود کو ملیامیٹ کر دیا۔ ان کی انا اور عزتِ نفس کو ختم کر دیا، ایسا نہ ہو کہ آپ بھی ان میں شامل ہو جائیں اس لیے ربِ کریم کہتے ہیں کہ میرے بارے میں اور میرے احکام کے بارے میں سستی نہ کرنا۔ غم بھی نہ کرنا۔ معمولی سی کوفت ہے، چھوٹی سی تکلیف ہے، ذرا سا بحران ہے۔ تم تیرہ سو برس حکمران رہے ہو۔ چلو پچاس سال کی گردش دیکھ لو...... سو سال کی دیکھ لو...... قوموں کی زندگی میں پچاس سو سال زیادہ نہیں ہوتے۔ افراد بھی سو سو سال جی لیتے ہیں۔

وَلَا تَحزَنُو وَاَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُؤمِنِین (ال عمرٰن 139:3)

(مجھے قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ تم ہی غالب ہو اگر ایمان والے ہو۔)

اور وہ یہ بات لکھ چکا ہے۔ ہمیں خبر ہے کہ آگے کیا ہے؟ ہمیں پتہ ہے کہ زمانہ کس نہج پر جائے گا؟ ہمیں معلوم ہے کہ تکبرات کی اس صدی میں متکبر نے کہاں مرنا ہے؟ ہمیں سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔ اگر ہمیں اپنے خدا پر یقین ہو، اگر ہمیں اپنے رسول ﷺ پر یقین ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے میری امت! اے لوگو! اے مسلمانو! تین باتیں تم میں ہوں

Marfat.com

گی۔'' اور یاد رکھئے اس وقت حضور ﷺ زندہ نہ تھے جب یہ واقعات پیش آئے اور یہ حدیث حضور ﷺ کی زندگی کی ہے۔ فرمایا: ''کیا حال ہوگا تمہارا جب تم اہل کسریٰ پر غالب آؤ گے۔'' پھر وہ فوت ہو گئے۔ پھر اللہ کے بندوں نے مدائن کو فتح کیا اور ایران کی سلطنت کو مسلمان کیا۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا وقت ہوگا جب تم اہلِ روم سے جنگ کرو گے اور ان پر غالب آؤ گے۔ پھر ہم نے اہلِ روم سے جنگ کی۔ ہمارے آباؤاجداد نے جنگ کی، ہم ان پر غالب آئے اور اللہ کے رسول کی دوسری پیش گوئی بھی پوری ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمانہء آخر میں تم دجال سے جنگ کرو گے اور اس پر بھی غالب آؤ گے۔

خواتین وحضرات! یہ دجال کا عصر ہے۔ اسی زمانے کو خدا کے رسول ﷺ نے دجال کا عصر کہا ہے اور ہمارے پاس مصدقہ اور سچی خبر ہے کہ ہم اس پر غالب آئیں گے۔ افغانستان مت دیکھو، مارنے والا پتہ نہیں کہاں سے آئے گا؟ اللہ کے حضور میں یہ فتح لکھ دی گئی ہے مگر اس کا باعث صرف ایک ہوگا کہ آپ کا اعتبار لفظی نہیں ہونا چاہئے۔ آپ اپنے مذہب کو سمجھو، کائنات کے سب سے بڑے فلسفے کو سمجھو، خدا کے قرب اور ملاقات کی اس کنجی کو دیکھو۔ قرآن وہ کتاب ہے جو فلسفہ میں، دانش میں، حکمت میں، علم میں، آپ کی ضرورت ہے۔ خدا وہ ہے جس کی باتیں ابھی پوری نہیں ہوئیں:

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ (الطلاق 12:65)

(اللہ تو وہ ہے جس نے سات کائناتیں تخلیق کی ہیں اور ان سات کائناتوں میں سات زمینیں تخلیق کی ہیں اور ان سات زمینوں میں ہمارا حکم اترتا ہے۔)

بھلا بتاؤ تو سہی کس انسان کو کسی دوسری زمین کا علم ہے؟ کس کو پتہ ہے کہ دوسری زمین کہاں ہے؟ مگر multiverses کے concepts آ گئے ہیں...... اللہ سچا ہوا کہ نہیں...... ابھی تک دوسری زمین تو کسی نے نہیں دیکھی مگر options کھل گئے ہیں۔ یہ بہت آگے کی بات ہے۔ جب تک ہم قرآن کو توجہات سے نہیں پڑھیں گے، علم سے نہیں پڑھیں گے، اگر جزدان میں چومنے چاٹنے کے بعد اسے رکھنا ہے، یہی کام تو ہندو اپنے بت کے ساتھ کرتا ہے۔ اس سے زیادہ مذاق کتابِ علم کے ساتھ اور کیا ہوگا؟ علم و دانش اور تفکر کی متاع کے ساتھ اس سے زیادہ مذاق اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کتاب علم کو پڑھنا سوچنا اور غور کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ بس تلاوت کر لی۔ یہ تو اَن پڑھوں کا کام ہے، اگرچہ اللہ نے ان کے لیے بھی ثواب رکھا ہے۔ جو لوگ ایم ایس سی، بی ایس سی کر رہے ہیں یہ ان کا کام نہیں ہے۔ جو ایم بی اے کر رہے ہیں اور جدید ترین فلسفہ ہائے نظام معیشت سمجھ رہے ہیں، یہ انکا کام نہیں ہے۔ اُن کا کام ہے غور وفکر کرنا، تھوڑی سی استطاعت کے ساتھ، تھوڑی سی ذہنی جدوجہد کے ساتھ، دیکھو تو سہی، یہ ربِ کائنات کیا کہتا ہے......؟ اس کے پاس کیا ہے دینے کے لیے......؟ اس کے پاس امن ہے، سکون ہے، ہر چیز دے دیتا ہے مگر دلوں کا اطمینان نہیں دیتا...... کسی قیمت پر نہیں دے گا۔ کوئی ایسا انسان زمین پر مجھے دکھا دو جو خدا کے بغیر بھی اطمینان قلب رکھتا ہو، جو خدا کی شناخت رکھتا ہو۔ فرمایا:

لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

ہم اپنے دوستوں پر fears اور frustrations نہیں رہنے دیتے۔ Ladies and gentlemen! tell me who is not frustrated, who is not obsessed, who does not suffer psychotic

everyday, who is not neurotic. If I could explain it in one term, I could say that it is an age of fears and frustrations. It is an age of anxiety. It is an age that nobody is satisfied with matter. This is a curative. we are sceptic in the dress of hopelessness.

اللہ نے ہمیں ایک chance دیا ہے کہ میں اپنے دوستوں پر fears اور frustrations نہیں رہنے دیتا۔ مگر کیسے......؟ طریقہ کیا ہے......؟ فرمایا: جو مرضی دُنیا میں کرلو: دولت دے دوں گا، پانی دے دوں گا، روٹی دے دوں گا، محلات دے دوں گا، تمہارے پارچے سونے چاندی کے کردوں گا، تمہیں کمخواب اور زربفت کے لباس دے دوں گا مگر ایک چیز نہیں دوں گا:

اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد 28:13)

اپنی یاد کے بغیر اطمینان نہیں دوں گا۔ یہ بات سن رکھو کہ سب کچھ مل جائے گا تمہیں دنیا میں...... اصحاب کبار نے گلہ کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ دشمنوں کے کاروبار کھلے ہیں، بازار سجے ہوئے ہیں...... Skyscrappers دولتیں ہی دولتیں...... پیرس اور لندن ہماری جنت ہے، ہم خواب دیکھتے ہیں...... مسلمانوں کے پاس کیا ہے؟ ''پھر وہی وعدہ، حور و قصور، پھر وہی فرسودہ سی جنت''، مریں گے تو پائیں گے۔ زندگی میں تو کچھ نہیں ہے ناں...... یہ کیسے believeable ہے...... ایک sentient being حواس سے چیزیں چھولیتا ہے، پیسے چھولیتا ہے، بدن چھولیتا ہے، ہر چیز چھولیتا ہے اور اللہ ہمیں کیا دیتا ہے کہ حواس سے آگے جا کے سوچیں یعنی physical self کو دُنیا freeze کر رہی ہے اور خدا ہمیں صرف metaphysics دے رہا ہے، مابعد الطبیعات دے رہا ہے، parapsychic institutions دے رہا ہے...... ایسا کیوں ہے؟ تو وہ گلہ گزار ہوئے کہ اے اللہ دشمن اتنا خوشحال کیوں ہے؟ آپ کو پتہ ہے کہ خدا نے کیا کہا؟ خدا نے کہا کہ اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو میں اہلِ کفر اور اہلِ شرک کے در و دیوار چاندی کے کر دیتا، ان کے دروازے سونے کے کر دیتا۔ ان کی سیڑھیاں سونے چاندی کی کر دیتا، آپ کو پتہ ہے کہ اگر مصلحت مانع نہ ہوتی تو مسلمان ان سے سڑ سڑ کر کافر ہو جاتا، مسلمان کبھی اپنے اعتقاد اور یقین پر قائم نہ رہتے، خداوند کریم نے تھوڑی سی بھلائی کر دی۔

اللہ کے ہاں معیشت کے قانون جدا ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا کہ غربت میں خدا کسی قوم کو تباہ نہیں کرتا۔ غریب کو تباہ نہیں کرے گا۔ اگر آپ بھوکے ننگے ہیں تو آپ کو مارنے میں اس کا کوئی interest نہیں ہے۔ وہ قوموں کو اس وقت پکڑتا ہے جب وہ اپنی معیشت پر تکبر کر رہی ہوتی ہیں، جب وہ اپنی richness کے فسانے سنا رہی ہوتی ہیں، جب وہ World Bank بنا رہی ہوتی ہیں......

کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ م بَطِرَتْ مَعِیْشَتَھَا (القصص 58:28)

(کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جب وہ اپنی معیشت پر اترا رہے تھے۔)

ہم غریب اور فقیر بستیوں کو تباہ نہیں کرتے ہیں، مانگنے والی بستیوں کو تباہ نہیں کرتے۔ ہم اس وقت بستیوں کو تباہ کرتے ہیں

Marfat.com

جب معیشت میں تکبر اٹھ رہا ہو، جب وہ اپنی کمائیوں پر ناز کر رہے ہوتے ہیں۔ قرآن نے دو بھائیوں کی مثال دی: بڑے بھائی کا باغ بڑا شاندار تھا۔ کیلے لگے ہوئے...... پھلوں سے بھرا ہوا......اور چھوٹے بھائی کا بہت چھوٹا...... مگر سائے میں تھا۔ بڑے کا باغ اوپر، پانی سے بھرا ہوا، چھوٹا اس سے مانگ کر پانی لیتا تھا۔ تھوڑے سے پھل اس میں اُگتے تھے۔ ایک دن بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا: او چھوٹے نالائق! دیکھا! میرے پاس کتنی عظمت' کتنا مال' کتنا شاندار باغ ہے......! چھوٹے بھائی نے انکسار سے عرض کی: بھائی! تھوڑی سی مروت کر جا...... خدا کا شکر ادا کر...... او بھائی! میں نے اپنی محنت کی ہے، میں intellectual تھا، طریقے سوچے ہیں، میں نے اپنی services لگائی ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ God یہ کرتا ہے۔ گاڈ واڈ کچھ نہیں ہے...... It is my job رات ایک ایسی آندھی آئی کہ اوپر کا باغ اجاڑ گئی، چھوٹے والے کا پناہ میں تھا، بچ گیا۔ صبح، افسردہ، خاسر و خائب، پژمردہ، اداس...... بولا: ہائے میں نے ناشکری کی۔۔۔۔ اس لیے اللہ نے کہا کہ جب کسی چیز کے زوال کا اندیشہ ہو، کسی بچے کے ضائع ہونے کا ڈر ہو، کسی بڑے کی جان جانے کا ڈر ہو، کوئی دولت ہاتھ سے جانے کا ڈر ہو، کوئی باغ تباہ ہونے کا ڈر ہو، کسی مکان کی چھت گرنے کا ڈر ہو تو ایک جملہ ضرور پڑھ لیا کرو کہ جو چیز اچھی تمہیں ملی ہے، جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہے، وہ قائم رہے گی اگر تم اسے دیکھ کر یہ کہہ دو:

مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یہ سب اللہ کی عطا ہے، اس کے بغیر کوئی بھی اور کہیں بھی یہ عطا نہیں کر سکتا۔

سوال: Quran repeatedly says we are the one who do not differentiate between prophets ہم وہ ہیں جو پہلے اور بعد میں آنے والوں کے درمیان فرق نہیں کرتے، اس کے مقابلے میں ایک اور جگہ refer کیا جاتا ہے کہ انبیاء کے مابین درجات ہیں۔ اس کو explain کریں۔

جواب: قرآن نے رسالت میں تفریق نہیں کی۔ Ranks of the teachers میں فرق نہیں ہے۔ جو ranks پیغمبروں میں آئے، اُن میں ان کی تعلیمات کے لحاظ سے difference نہیں ہے بلکہ اُنکے اثرات کے لحاظ سے difference ہے کہ جب یونس بن متیؑ کا ذکر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انکسار فرمایا، کہا: کہ مجھے یونس بن متیؑ پر ترجیح مت دو اور جب حضرتِ ابراہیمؑ کا ذکر آیا کہ انہوں نے غلطی سے نمرود کے سامنے اپنی بیوی کو بہن کہہ دیا تھا تو حضور ﷺ نے کہا: اس صورتِ حال میں شاید ہم سے بھی یہ خطا ہو جائے۔

حضورِ گرامی مرتبت کی سب سے بڑی personal صفت پر اگر آپ غور کرو گے تو آپ کو اپنا پیغمبر بڑا عجیب نظر آئے گا کہ ایک لاکھ تئیس ہزار احادیث میں سے ایک حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی ذاتی تعریف نہیں فرمائی اور عجیب سی بات یہ ہے کہ اتنا selfless teacher زمین و آسمان میں نہیں گزرا۔ اب دیکھئے کہ انکا title ''رحمۃ اللعالمین'' ہے اور یہ title میں نے اور آپ نے نہیں دیا بلکہ خداوندِ کریم نے دیا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبياء 107:21)

یعنی وہ شخص ہے جو عالمین کیلئے رحمت ہے، جب اس سے پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ ﷺ اللہ لوگوں کو جنت میں کیسے داخل کرے گا''؟ تو فرمایا: ''اپنی رحمت کے ساتھ''۔ پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ ﷺ اور آپ'' ؟ تو کہا: ''میں بھی ان کی

Marfat.com

رحمت کے ساتھ داخل کیا جاؤں گا''۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ جس کی رحمت کی وجہ سے عالمین قائم و دائم ہیں، اتنا selfless teacher زمین و آسمان میں کہیں نہیں گزرا کہ پوری زندگی کی تعلیمات میں حضورِ گرامی مرتبت نے کسی تعلیم کا رخ اپنی عزت و توقیر کی طرف نہیں موڑا مگر جو کچھ بھی درجات اللہ نے عطا کیے وہ لفظِ فضیلت ہیں:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَوْقَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ (البقرة 253:2)

(یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔)

ان میں فرق نہ کرنا، اُن کے تعلیمی رتبات کی وجہ سے ہے اور فضیلت دینا ان کے وہ درجات ہیں جو اللہ کے نزدیک ہیں اور اس کا بھی ایک عنصر ہے جو اللہ نے بتایا ہے کہ فضیلت کے درجات علم پر ہیں۔

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْم (یوسف 76:12)

(جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں، اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔)

اور چونکہ تمام پیغمبر جزوی کتاب لائے ہیں، تھوڑی تھوڑی کتاب کے ٹیچر ہیں، اُن کی فضیلتیں ان تک محدود ہیں اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ (المائدة 3:5)

کہ آج نہ صرف میں نے کتاب ختم کی بلکہ اپنی نعمت تمام کر دی، پیغمبری ختم کر دی، میں نے رسول اللہ ﷺ تمہیں عطا کر دیے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی فضیلت میں قرآن اور حدیث کی رو سے قطعاً کوئی فرق نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے مگر خود رسول اللہ ﷺ کا ظرفِ عالی مقام یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو کسی پر ترجیح نہیں دی۔

سوال: How can I recognise myself, please give the road map.

جواب: آپ نے سنا ہوگا کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔ Now there is something in it which is contradictory کہ اگر ہم اپنے self کو پہچانیں گے تو ہم اپنے خدا کو کیسے پہچان لیں گے؟ حضرت عیسیٰ سے پوچھا گیا کہ خدا کو کیسے جانتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا Know thyself and you shall know thy God. مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کمزور ہے مگر اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث جو کہ مضبوط اور مدلل ہے، اس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''خدا جس کو اپنا علم دینا چاہتا ہے اسکی آنکھ اس کے اوپر کھول دیتا ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے خواتین و حضرات! کہ میں اپنی جبلتوں کے حجاب میں ہوتا ہوں۔ میری جبلتیں، میری sympathetic considerations خدا کی شناخت میں حائل ہیں۔ جب تک میں یہ نہیں دیکھوں گا کہ میری کون سی جبلتیں ایسی ہیں جو خدا کے رستے میں حائل ہیں، میرا رستہ نہیں کھلے گا اور میں خدا کے رستے کی شناخت نہیں پاؤں گا۔

نفسیات کا موضوع خدا نہیں ہے۔ نفسیات آپ کو اللہ تک نہیں لے جائے گی۔ Psychology does

Marfat.com

not need to lead to God but psychology secondly leads you to the understanding of the self. یہ علم کافی حد تک مرتب ہونے کے باوجود بھی ابھی اُس مقام پر نہیں پہنچا کہ Psychology should lead you to God. بلکہ یہ آپکو اپنے اندر اور دوسروں کے اندر ایسے احساسات کی تعلیم دیتا ہے، ایسی کمی آپ کو بتاتا ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کی progress آپ کی قوتِ عمل، آپ کا جذبہ زندگی رکا رہتا ہے۔ It will tell you, why are you depressed. It will tell you, why do you feel inferior. It will tell you to wash off your things. It will tell you to experiment on your self. In laws of psychology you create a workability in yourself. مگر psychology آپ کو خدا تک نہیں لے جاتی۔ جن کو خدا تک جانا ہوتا ہے وہ psychology سے ذرا آگے بڑھتے ہیں۔ اس لئے کہ جہاں نفسیات کے اصول ختم ہوتے ہیں وہاں خدا کی شناخت کا اصول شروع ہو جاتا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (الرحمن 46:55)

(اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔)

یعنی اس نے اپنی خواہش اور اپنے نفس کی مخالفت کی۔

خواتین وحضرات! سائیکالوجی کی منزل یہ ہے کہ... It studies the self for the self اور اس سے آگے بڑھتا ہوا مسلمان اللہ کی رضا کو سامنے رکھ کر اپنی self کو خدا کیلئے surrender کرتا ہے۔ یہ مقامِ تصوف ہے اور خدا کی شناخت کا علم ہے۔

سوال: کیا اللہ سے شکوہ کرنا درست ہے؟ اگر انسان خدا سے شکوہ نہ کرے تو کس سے شکوہ کرے؟ اگر کوئی انسان دنیا سے نفرت کرتا ہے اور اس دنیا میں نہ رہنا چاہے اور کہے کہ مجھے اپنے پاس بلا لے تو کیا یہ درست ہے؟

جواب: اللہ سے شکوہ کرنا غلط نہیں ہے، شرط یہ ہے کہ کسی اور سے شکوہ نہ کیا جائے۔ اگر اللہ ہی آپ کے پیشِ نظر ہے، خدا ہی آپکی زندگی کا خالق ہے، آپ ضروریات بھی اُسی سے مانگتے ہو، توجہات بھی اُسی سے مانگتے ہو، تسکین بھی اُسی سے مانگتے ہو۔ تو پھر شکوہ بھی اس سے کر سکتے ہو۔ اگر آپ حضرتِ ایوبؑ کے گیت سنیں جو انھوں نے بیماری میں کہے تو لوگ اُن کے پاس اس لئے آتے تھے کہ آپ ہم سے بات کریں اور خدا کا گلہ کریں مگر وہ نہیں کرتے تھے۔ مگر جب تنہا ہوتے تھے تو اللہ ہی سے کرتے تھے، اللہ کو ضرور کہتے تھے کہ اے میرے پروردگار! میں لوگوں سے تیرا شکوہ نہیں کرتا اور لوگوں سے تیرا گلہ نہیں کرتا۔ لوگ مجھے ناشکر گزار کرنے آتے ہیں مگر میں نہیں کرتا۔ مجھے پتہ ہے کہ تو جو کچھ کر رہا ہے، میرے لیے مناسب کر رہا ہے، لیکن اے پروردگار! میں بڑی مصیبت میں ہوں اور یہ جملہ حضرت ایوبؑ کا قرآن میں موجود ہے کہ:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (الانبیا 83:21)

اے اللہ مجھے ضرر نے چھو لیا ہے، تو کیوں میری بے چارگی پر رحم نہیں کرتا......؟ کیوں مجھ پر کرم نہیں فرماتا......؟ کونسی خطا میں نے کی تھی کہ تو نے مجھے شیطان کے قبضے میں دے دیا؟ کونسی عزت وعظمت کے عوض تو نے شیطان کو مجھ پر حکم لاگو کرنے

Marfat.com

کی اجازت دے دی؟

خدا سے گلہ شکوہ اس لیے جائز ہے کہ خدا ہی سے گلہ ہوسکتا ہے۔ دینے والا وہی ہے، عطا کرنے والا بھی وہی ہے مگر ان یہودیوں کی طرح گلہ نہیں کرنا چاہیے جو کہتے تھے کہ خدا کا ہاتھ تنگ ہے، ہمیں مال ہی نہیں دیتا۔ گلہ کرنا ہو تو فراخ ہاتھوں سے کرو۔ ایسے جملے نہیں بولنے چاہییں کہ جس میں خدا کی تقسیم ہو یا اس کی عزت و جاہ و مرتبت میں کمی ہو۔ لوگ بہت کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں، لوگ بہت کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں اور اسی سے مانگتے ہیں مگر وہ غلط کہتے ہیں۔ خدا ان کو آخر میں یاد آتا ہے، سب سے آخر میں جب سارے ذرائع ختم ہو جائیں، تب وہ انہیں یاد آتا ہے۔ ربّ تعالیٰ کی قسم ہے جس نے اللہ پر توکل کیا، خدا کے سوا کسی سے آرزو نہیں رکھی تو اس کا شکوہ بھی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے، اس کی ہر دعا کو قبول کرتا ہے، اُس کی ہر آرزو کو مطلب تک پہنچاتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ اسمِ اعظم کیا ہے؟ فرمایا کہ جب تو ایسے اللہ کا نام لے کہ تیرے دل میں کوئی اور نام نہ ہو، ایسے اللہ کا نام لے کہ تیرا دل خالی ہو اور اُس میں کوئی اسم نہ ہو تو یہ اسمِ اعظم ہے۔ حضور گرامی مرتبت کی حدیث ہے:

جب بندہ اللہ کو اتنا یاد کرتا ہے، اتنا یاد کرتا ہے کہ اُس کا دل ءایک صحرا اور ویرانے کی طرح ہو جائے اور اس میں ایک چراغ جلتا ہو...... اللہ کی یاد کا چراغ...... تو پھر اللہ اُس کا ہاتھ بن جاتا ہے، اُس کا اشارہ بن جاتا ہے، اُس کا کلام بن جاتا ہے۔ اسکے ابروئے چشم سے بادل جھک آتے ہیں۔ اس کے ایک اشارہ انگشت سے روشنیاں پھیل جاتی ہیں۔ اُس کے جملہء صادقہ سے کائنات کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ یہ حدیثِ مبارکہ موجود ہے۔

سوال: Quran strictly denounces taking and giving of interest. In this context what is the status of banking, insurance and all such business. Is the job in such business allowed?

جواب: یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام بینک ایسا کرتے ہیں۔ آج تک یہ تصور کیا جاتا رہا ہے کہ بینکوں کے اصول سود پر ہیں مگر بینک بلا سود بھی ہوسکتے ہیں۔ اس میں بینکوں بیچاروں کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ بینک مضاربہ طرز کے بھی ہوسکتے ہیں، بینک اسلامی طرز کی بینکاری بھی کرسکتے ہیں۔ بینک ایک institution ہے جس کا تصور زمانہء قدیم میں یہودیوں سے لیا گیا ہے۔ بینک کا لفظ اس وقت وجود میں آیا جب سپین میں مسلمانوں کی حکومت تھی اور اس وقت یہودی بنچوں پر بیٹھ کر ساہوکاری کیا کرتے تھے اور پیسے کا لین دین کیا کرتے تھے۔ وہ bench ہی بگڑتے بگڑتے bank ہوگیا۔ دراصل bank میں inherent سود نہیں ہے۔ بینک کا اصول بلا سود بینکاری بھی ہوسکتا ہے۔ بینک advantage میں بھی بینکاری کرسکتا ہے۔ یہ اس طرزِ عمل کا نام ہے جو کوئی organization یا کوئی بینک کسی چیز کے لئے کھولتی ہے مثلاً جیسے mark up کا ایک institution نکلا تھا تو اس میں repititive سود کو ختم کر دیا گیا تھا اور mark up کا اصول اپنا لیا گیا تھا۔ اس کا درجہ اس قسم کی مذمت پر نہیں پہنچتا، جیسے repititive سود کا یا بڑھنے والے سود کا

پہنچتا ہے۔

ہمارا مسئلہ ذرا مختلف ہے۔ میں پاکستان میں ہونے والی بینکاری کے حوالے سے گفتگو کروں گا۔ آپ کی ہر چیز بال بال سود میں بندھی ہوئی ہے۔ وہ مقدس لوگ جو سود نہیں دیتے نہیں کھاتے، وہ بھی سود کے قبضے میں ہیں۔ جب غیر اقوام آپ کا سود گنتی ہیں تو وہ per-capita سود گنتی ہیں۔ وہ پندرہ کروڑ پر سود گنتی ہیں اور وہ ہر پاکستانی پر سود گنتی ہیں، سو حضور ﷺ کی حدیثِ مبارکہ یوں پوری ہوتی ہے کہ زمانہء آخر میں اگر کوئی سود نہیں بھی کھائے گا تو اس تک سود کا دھواں ضرور پہنچے گا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس کو change کرنا چاہتے ہیں۔ An individual cannot change the entire aspect of a country. ایک قوم کی حکومت، اس کے اربابِ اختیار اور دنیا کے ساتھ اس کے لین دین کے ڈھنگ بدلنے ہوں گے۔ اگر ہم مسلمان حکومت ہوتے، اگر ہم اسلام چاہتے تو ہم اس نظامِ سود کو بدل سکتے تھے مگر کیسے......؟ دیکھیے! سود کے بارے میں قرآنِ حکیم میں تین حکم ہیں۔ ایک اس کی nature پر ہے، ایک اس کو دور کرنے پر ہے، ایک حکم یہ کہتا ہے کہ:

اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرة 2:275)

(اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔)

دوسرا حکم سخت ہے، کڑا ہے اور یہ آخری صورت ہے۔ آخری تین صورتوں میں سے ایک صورت خطبۃ الوداع سے پہلے سامنے آئی۔ وہ یہ ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُو اللّٰہَ وَذَرُوا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُم مُّؤمِنِیْنَ ہ فَاِنْ لَّم تَفعَلُوْ فَاْذَنُوابِحَربٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (البقرة 2:278,279)

(اگر تم سود لو گے، دو گے، تو پھر خدا اور اس کے رسول سے لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔)

لوگ ان کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں مگر اس rule کو نہیں دیکھتے جو سود ختم کر سکتا ہے۔ اللہ نے بڑا سادہ سا قانون دیا ہے۔ لیکن اگر وہ institution نہیں ہوگا تو سود کبھی زمانے میں ختم نہیں ہو سکتا۔ نہ سعودی عرب میں ختم ہو سکتا ہے، نہ پاکستان میں، نہ شام میں، نہ مصر میں...... جب تک اللہ کا وہ قانون اور institution قائم نہ ہوگا۔ خدا نے چھوٹی سی آیت میں وہ دو institutions آمنے سامنے کر دیئے ہیں اور کہا ہے کہ اس institution کو بڑھاؤ تو یہ institution ختم ہو جائے گا۔

یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ (البقرة 2:276)

(اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔)

جب آپ کے صدقات کے institutions قائم ہو جائیں گے، تو سود automatically ختم ہو جائے گا۔ یہی مثال رسول اللہ ﷺ نے دی۔ خطبۃ الوداع کے دن حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن میں تمام سود باطل قرار دیتا ہوں۔

میں ایک سوال Islamic history کے طالب علموں، تمام دانش وروں اور علماء وفضلاء سے ہمیشہ کرتا ہوں

Marfat.com

اور اب بھی کروں گا کہ یہ بتاؤ کہ آیات تو اتر چکی تھیں، سود پہلے کیوں نہیں بند ہوا۔ Why Prophet had to announce it on the day of Khutba? Why...? کیوں رسول اللہ ﷺ نے خطبۃ الوداع کے دن فرمایا کہ آج کے دن میں تمام سود باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں؟ خواتین وحضرات! غور طلب بات ہے کہ سود کے قوانین آ جانے کے باوجود خطبۃ الوداع والے دن تک عباسؓ بن عبدالمطلب سود دیتے تھے اور لیتے تھے، جس کو رسول اللہؐ نے منع کیا۔ Why? No contradiction in Islam. No contradiction in the deeds and the sayings of Prophet... یہ غور طلب بات ہے۔

اسلام اس وقت تک کسی قانون کو change نہیں کرتا جب تک متبادل قانون نہیں دے دیتا۔ چونکہ اسلام نیا تھا، معیشت ابھی establish نہ ہوئی تھی، معاشرت قائم نہ ہوئی تھی، ابھی مدینہ centre نہ بنا تھا یا بن رہا تھا، نبوت قائم تھی، احکام اتر رہے تھے، مسلمان بدل رہے تھے، زکوٰۃ اور صدقات کے نظام جاری ہو رہے تھے، مگر پوری طرح جاری نہ ہوئے تھے۔ جب دونوں نظام پوری طرح جاری ہو گئے اور اللہ کے رسول ﷺ کو یقین ہو گیا کہ اب سود کی کوئی ضرورت نہیں رہی تو آپ نے forceably اس کو خطبۃ الوداع والے دن بند کیا۔

اگر آپ نے سودی نظام کو بدلنا ہے تو صدقات کا نظام لے آؤ۔ چھ ارب کے فنڈ سے ایک بینک قائم کر لو، جس کا نام صدقات بینک ہو۔ اس میں آپ لاکھوں لوگ ملازم کر لو۔ صدقات سے ان کو pay دو۔ اس کے بعد قرض والوں کو اس میں سے قرض دو، صرف ایک شرط لگا دو کہ اگر نفع ہو تو ہمیں اصل تھوڑے سے نفع کے ساتھ واپس کر دینا، اگر نفع نہ ہو تو اصل واپس کر دینا۔ نقصان ہو جائے تو اللہ کیلئے دیئے ہوئے صدقات واپس لینے کیلئے نہیں ہوتے۔

آپ سوچ سکتے ہو کہ پاکستان میں ہر سال ستر ارب کے صدقات بنتے ہیں۔ اگر پاکستان میں صدقات کا نظام قائم ہو جائے تو تین سالوں کے اندر اندر سود کا نام و نشان تک نہ رہے کیونکہ صدقات واپس لینے کیلئے نہیں ہوتے۔ آپ کہو گے کہ لوگ پیسے لیں گے، کھا جائیں گے، لوگ قرض لے کر واپس نہیں دیں گے، نہ دیں...... کیونکہ صدقات کا نظام پیچھے سے باقی رہتا ہے۔ صدقات والوں نے آپ سے پیسے لے کر نظام نہیں چلانا۔ صدقات وہ نظام ہے جہاں flow of money natural ہے، رضا کارانہ ہے اور یہ قیامت تک نہیں رک سکتا۔ اگر تم مسلمان ہو تو یہ آتے جائیں گے...... رکیں گے نہیں...... ایک وقت آئے گا کہ امت responsible ہو جائے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ لینے والا آ کر آپ کو کہے گا کہ دس ہزار قرض لیا تھا، یہ اپنا صدقہ واپس لے لو، کسی اور بھائی کے کام آ جائے گا۔ ایک وقت آئے گا کہ مدینے کی فضا قائم ہو گی، تم زکوٰۃ لے کر نکلو گے مگر لوگ کہیں گے، ہم خوشحال ہیں، اللہ کا فضل ہے، ہم اپنا کام کاج کر رہے ہیں۔ بزنس پراگریس کرے گی، jobs ملیں گی، ہر چیز ہو گی مگر ابھی تو secular نظام کو اپنی کچھ خواہشات پوری کر لینے دو۔ ابھی تو یورپی تجربات ہی ختم نہیں ہوئے۔ جب یہ احمقانہ یورپی تجربات ختم ہوں گے تو اسلام کی باری آئے گی...... ہمیں اپنی کسی چیز پر اعتماد ہو گا تو ہمیں یقین آئے گا۔

آپ کو پتہ ہے کہ یورپ میں دو بڑے انقلاب آئے ہیں۔ انقلاب فرانس اور انقلاب روس...... دونوں بھوک

اور افلاس کی وجہ سے آئے ہیں۔ انیسویں صدی میں فرانس اور روس میں Proletariat اور Bourgeoisie امراء کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسلام میں کیوں نہیں mass revolution آیا؟ آج تک نہیں آیا کہ سارے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔ اس کی وجہ زکوٰۃ اور صدقات کے نظام تھے۔ Individual incidents کو چھوڑ دیجئے مگر مسلم امت، مسلم نظام اتنا پائیدار نظامِ صدقات ہے کہ آج بھی کوئی بدترین مسلمان بھی اپنے ہمسائے سے غافل نہیں رہتا اور اگر میرا ہمسایہ اور میرے ہمسائے کا ہمسایہ...... اور یہ ہاتھوں میں ہاتھوں کی زنجیر...... اور یہ ہمسائیگی کا تسلسل جاری رہا تو مسلم معاشرے میں کوئی survival کی limit کو کراس نہیں کرتا، کوئی بھوک سے نہیں مرتا۔ اگر مرے گا تو secular زمانے میں مرے گا۔ اسلام کے زمانے میں نہیں مرے گا۔

آخر میں میری یہاں درخواست ہے کہ جب بھی اللہ کو مانو، مذہب کو مانو، تو اس کو مفروضے کی طرح نہ مانو۔ Islam doesn't need us. We need Islam. اس مضبوط ترین constructive philosophy کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہرتی۔ اب بھی نہیں ٹھہرے گی۔ اے کاش! کہ ہم بھاگنے والوں میں سے نہ ہوں اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے خوبصورت دعا وہ ہے جو انجام سے متعلق ہو:

"اَللّٰھُمَّ ثَبِّت قَلبِی عَلٰی دِینِنَا "(حدیث نبوی)

اے اللہ ہمیں لحہ، آخر تک اپنی committment پر قائم رکھ، دین کے ساتھ، اپنے ساتھ......

بلاعنوان

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

خواتین وحضرات! آفتاب حیات کو گہن لگ چکا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث جو ہم تک پہنچی، یہ حدیث نہیں معجزہ ہے۔ اس حدیث کے تین حصے پورے ہو چکے اور چوتھے کا زمانہ ہمارے نصیب میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تم شاہانِ کسریٰ سے جنگ کرو گے اور ان پر غالب آؤ گے۔ پھر فرمایا: اے سراقہ! تیرا کیا حال ہو گا۔ جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے زمانے میں جب مدائن فتح ہوا، کسریٰ کے کنگن آئے، اصحاب رسول ﷺ برسات کی طرح روئے، سراقہ کو بلایا گیا، حضرت عمر بن خطابؓ نے وہ کنگن ان کے ہاتھ میں پہنائے اور فرمایا کہ ربِ کریم کے رسول ﷺ کا فرمان آج پورا ہو گیا۔ پھر فرمایا: ''اے میری امت کے لوگو! تم قیاصرہ روم سے جنگ کرو گے اور ان پر غالب آؤ گے''۔ یرموک کی فیصلہ کن جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے Eastern Church اور روما کی Eastern Empire کو مڈل ایسٹ تک وسعت دے دی۔ پھر فرمایا: اے میری امت کے لوگو! تم ان لوگوں سے لڑو گے جن کے چہرے چپٹی ڈھال جیسے ہوں گے اور جن کے جوتے چمڑے کے تسموں سے بندھے ہوں گے اور تم ان پر بھی غالب آؤ گے۔ منگولوں کے حملے، بغداد کی تباہی، دمشق کے محاصرے، انکا رخصت ہونا، پھر معرکہ عینِ جالوت میں سلطان رکن الدین بیبرس، امام ابنِ تیمیہ اور، سلطان علاؤالدین کا اسلامی مملکت میں اتحاد اور پھر ایک فیصلہ کن جنگ میں جسے معرکہ عینِ جالوت کہتے ہیں، اس میں منگول ہمیشہ کے لئے فنا ہو گئے، نہ صرف فنا ہوئے بلکہ پھر اس غلبہ اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اس یورش نے مغلوں اور تاتاریوں کو مسلمان بنا دیا اور مدتوں اقبال کا یہ شعر اسی کے مصداق ہے:

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

خواتین وحضرات! پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زمانہء آخر میں تم لوگ دجال سے جنگ کرو گے اور اس پر غالب آؤ گے۔ بڑے نصیب کی بات ہے کہ کرب و بلا کے اس دور میں جبکہ ہم احساس کمتری میں، ذلت وعسرت کے احساس میں پس رہے ہیں، جب ہم اپنے مقدرات کو اتنا مغلوب پاتے ہیں کہ ہمارے دل میں ایک بنیادی خیال پیدا ہوتا

Marfat.com

ہے کہ کیا یہ عصرِ مغرب، کیا یہ بلند و بالا عمارات کے مالک، کیا یہ ٹیکنالوجی اور specification of sciences کے masters کبھی امت مسلمہ کو دوبارہ سر اُٹھانے دیں گے کہ نہیں؟

خواتین و حضرات! اسلام زمانے میں کبھی مغلوب نہیں ہوا، آج بھی نہیں ہے، لیکن مسلمان مغلوب ہیں۔ اقبال کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں نے کبھی بھی اسلام کی مدد نہیں کی۔ یہ اسلام ہی ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ بھی سچا ہے اس کا رسُول ﷺ بھی سچا ہے اور ہم نے یہ کتاب میں لکھ دیا ہے کہ میں، میرا رسُول ﷺ اور مومنین ہمیشہ غالب رہیں گے مگر ہم غالب نہیں ہیں، اگر ہم غالب نہیں ہیں تو ہمیں کتاب اللہ میں خدا کے دیئے ہوئے اس وعدے کو یا شک سے دیکھنا ہوگا یا یقین سے۔ اگر اللہ سچا ہے تو ہم اس بات کو جاننے کے حقدار ہیں کہ ہم صاحبِ ایمان نہیں ہیں۔ "وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا" ہماری یاد میں سستی نہ کرنا، ہمارے احکامات کو ٹالتے نہ رہنا، ہمیں اس مجبور کی طرح مت استعمال کرنا جو تمام دنیوی اسباب کو استعمال کرنے کے بعد جب کوئی راہ فرار نہیں پاتا، کوئی راہ گزر نہیں دیکھتا، تو مجبوراً تصوّرِ خدا کو اپناتا ہے اور اگر اس کی آرزو پوری ہو جائے تو کہتا ہے کہ ٹھیک ہے بھئی! کوئی خدا ہے اور اگر پوری نہ ہو تو اسکا ارشاد ہوتا ہے کہ دیکھ لیا ہے کہ کوئی خدا بھی ہے۔

خواتین و حضرات! یہ ایمان نہیں ہے۔ اللہ قرآن میں اہل کفر کو طعنہ دیتا ہے کہ اگر تم عقل و شعور رکھتے، اگر تمہارے اندر کوئی ذہانت کا بیج ہوتا، تم اپنے آپ کو دانا سمجھتے، سیانا سمجھتے، اے اہل کفر! اگر تم شعور رکھتے اور خدا کی دی ہوئی اس نعمت کو بجا استعمال کرتے تو پھر یقیناً تم اپنے آباؤ اجداد کے کفر کو ترک کر کے مجھے قبول کر لیتے۔ پورے قرآن حکیم میں اللہ blind faith کا مخالف نظر آتا ہے۔ اندھا دھند اعتقاد کا مخالف نظر آتا ہے۔ رسم و رواج میں لپٹے ہوئے مذہب کے کفن سے وہ بہت بیزار ہے، جس کو کوئی شخص اپنا ذاتی شعور نہیں دیتا۔ وہ نعمتِ خداوند، وہ احساس ترجیح، وہ عقل جو اللہ نے اپنے لئے دی تھی...... اور جب اللہ نے عقل کو تخلیق کیا تو کہا کہ مجھے میرے سامنے چل کر دکھا۔ وہ چلی، تو خدا نے ناز کیا اپنی تخلیق پر کہ میں نے کیا خوبصورت شے تخلیق کی ہے......! پھر اسے امانت کے طور پر سنبھال کر رکھ لیا۔ پھر اس نعمتِ عظمیٰ کو، اس دولتِ عقل و شعور کو زمین اور زمین کی مخلوقات کو پیش کیا۔ آسمانوں اور آسمانوں کی مخلوقات کو پیش کیا۔ ہر پرند و چرند کو پیش کیا۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ

(بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر۔)

مگر ایک احساس زیاں، ایک خوف تھا جو کہتا تھا کہ اگر اس دولتِ عظیم کا صحیح استعمال نہ کیا تو جو ایک عذاب ہے اللہ کا وہ ہم پر نازل ہوگا:

فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

مگر وائے حسرتِ انسان......! کہ تکبرِ ذات کی خواہش، جنونِ حکمرانی کی خواہش، دولت و عزت اور سرکردگی مخلوق کی خواہش، مرجع کائنات بننے کی خواہش نے آگے بڑھ کر اس دولتِ عظیم کو اٹھا لیا۔ سوچا کہ عقل ہے تو خدا کا پہچاننا کیا مشکل

Marfat.com

ہے؟ بزعمِ خود اس نے یہ سمجھا کہ اگر یہ دولت میرے پاس ہوگی تو کیا میں اپنے اللہ کو بھی نہ جان سکوں گا؟ یہ تو بڑی معمولی سی بات ہے مگر خداوندِ کریم نے فتویٰ عالمانہ صادر فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

(بے شک وہ ظالم تھا، جاہل تھا۔)

یہ وہ انسان ہے کہ جس کی پہلی خطا یہ ہے کہ اپنے آپ کو over-estimate کر گیا اور job کو under-estimate کر گیا۔ یہ ظلم اور یہ جہالت انسان میں پہلے دن سے تھی۔ آج بھی اگر خدا کے اس reference کو دیکھیں تو سات ارب انسانوں میں سے کتنے لوگ ہیں جو خدا کو مانتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو خدا کو ماننے کے باوجود اسے اپنا symbol of accountability سمجھتے ہیں؟ پروردگارِ عالم نے عقل کی صرف ایک ترجیح مقرر کی ہے: نہ دولتِ دنیا، نہ اسبابِ دنیا، نہ طریقِ حکمرانی، نہ سیادتِ کلی، نہ جن و انس پر اسکا غلبہ...... صرف ایک priority پوری عقل کی متعین کی:

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْكُوْرًا

اے کم بخت انسان! اے بدبخت! اے کمزور! تُو تو اس قابل بھی نہ تھا کہ کوئی قابلِ ذکر مخلوق ہوتا۔۔۔ اے انسان زمانے میں مدتوں تُو ایسے رہا کہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا، تُو کائی تھا، تُو algae تھا، تُو کسی درخت سے چمٹی ہوئی جڑ تھا یا کسی سمندر کے کنارے جمی ہوئی کائی تھا، تیرا کوئی وجود نہ تھا تو ایک single cell تھا جس کی پہچان تک ممکن نہ تھی، ایک amoeba کی طرح تھا، ایک singular cell، ایک تنہا واحد حقیقت جسکے اردگرد اس کی پہچان موجود نہ تھی۔ پھر خداوندِ کریم نے فرمایا کہ ہم نے چاہا کہ اسے آگے بڑھائیں، اسے عزت و برکت سے آشنا کریں۔ ہم نے چاہا کہ اس کے واحد سیل کا تسلسل توڑ دیں: "اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ" ہم نے اس کا نطفہ مخلوط کر دیا، ہم نے اب اسے double cellular کر دیا، ہم نے اسے female اور male میں ڈھال دیا۔ اب اسکی single cell کی stage چلی گئی مگر کیا اب وہ اس قابل تھا؟ ابھی نہیں...... نَّبْتَلِیْهِ میں نے چاہا کہ اس مخلوق کو اور آگے بڑھاؤں، اس کو اقتدار زندگی بخشوں وَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ ہم نے اسے سماعت کے نظام بخشے، ہم نے اسے بصارت کے نظام بخشے، ہم نے دوسروں سے اسے complicated کر دیا۔

یہ وہ انسان نہیں تھا جسے biology تقسیم کرتی ہے۔ آج کے سب سے بڑے حیاتیات کے مفکر کا بھی یہ اعلان ہے کہ میں مرتے وقت یہ اقرار کر رہا ہوں کہ چیزوں میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ genetics کے سب سے بڑے سائنس دان...... کا یہ اعتراف ہے کہ روزِ ازل سے جو gene جیسا چلا آ رہا ہے، آج بھی ویسے ہی ہے۔ ان میں کوئی mutational effect نہیں ہوا۔ کوئی بھی چمپینزی چھ ارب سال میں انسان نہیں بنا۔ کوئی تغیر واقع نہیں ہوا اور یہ حضرتِ انسان آپ biologically تقسیم کر کے vertebrates میں رکھتے ہو، sub-phylums اور phylums میں رکھتے ہو، Homosapiens میں رکھتے ہو، یہی انسان اس وقت بھی تھا جب یہ کائی کی شکل میں تھا اور وہ انسان آج بھی وہی ہے اور اس عرصۂ دہر میں، اتنے طویل عرصۂ حیات میں، اس کے

Marfat.com

gene میں کوئی فرق نہیں پڑا مگر ایک چیز میں فرق پڑ گیا ہے۔ ایک بہت بڑی چیز میں فرق پڑ گیا ہے کہ اس کے احساسِ ترجیحات میں فرق پڑ گیا ہے۔ اس کی priorities بدل گئیں۔ جس کام کے لیے خدا نے اسے معزز کیا، جس کام کے لیے اس کے ذہن کو وسعت دی، جسکی وجہ سے یہ مسجودِ ملائک ٹھہرا، وہ وجہ یہ بھول گیا:

اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا

جب یہ مرحلۂ زندگی سے گزرا، Homosapiens کی stage تک پہنچا اور Homo-erectus کی stage سے گزرا، Homo-habilus کی stage پر آیا، یہ چالاک انسان، یہ جنگلی اور وحشی انسان جب عقل پا گیا، جب خدا کے حضور سے اسے آدمیت عطا ہوئی اور جب کائنات بالا میں ایک نیا ڈرامہ چل رہا تھا۔ جب آدم کی روح تخلیق ہو رہی تھی، اس کی جنسیت ابھی بیدار نہیں ہوئی تھی۔ اس میں ابھی کوئی ایسا instrument نہیں تھا کہ وہ زمین پر آ کر ٹھہرتا۔ پھر شیطانِ رجیم اور ملائکۂ محترم دونوں نے اسکا شکوہ شکایت کی، جب اللہ نے اس مخلوق کے بارے میں کہا کہ میں اس انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض بناؤں گا، تو اس وقت ان کے پاس کوئی prototype نہیں تھا۔ ان کے پاس پیچھے دو بلین سالوں سے جنگ و جدل اور کشت و خون میں مصروف انسان کا image تھا۔ اس انسان کے image کو دیکھ کر ملائکہ نے کہا کہ اے مالک و کریم! ہم عبادت گزار، صبح و شام تیرا نام کہنے والے، ہر وقت تیری اطاعت میں ایستادہ ہیں، ہمیں چھوڑ کر تو اس جنگلی، وحشی اور غیر مہذب انسان کو آدم بنائے گا؟ اشرف المخلوقات بنائے گا؟ اسے اتنا بڑا رتبہ دے گا؟

قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرة 30:2)

(کہا مجھے معلوم ہے وہ، جو تم نہیں جانتے۔)

بہت بڑا استاد ہے پروردگارِ عالم...... اس کائناتِ علم کا سب سے پہلا استاد اللہ ہے۔ جبراً کوئی چیز نہیں سکھاتا۔ جبراً کسی چیز کو پرفارم کرنے کے لیے نہیں کہتا۔ اُس عالمِ کائنات کا یہ اصول ہے کہ ملائکہ کو جھاڑا نہیں، شیطان کو بھی نہیں جھاڑا۔ ان کو point of difference بتایا۔ سب کو بلایا اور کہا:

دیکھو تم جس انسان کے بارے میں شُبہ کر رہے ہو اُس کو میں چند اسماء کی تختی دیتا ہوں، تم بھی لے لو۔ تم کو اس کے make up کا پتہ نہیں ہے۔ تمہیں اس کی تخلیق کے زائد عناصر کا نہیں پتہ۔ تمہارا شبہ جائز ہو سکتا ہے مگر امتحان لے لو۔ اپنا بھی لے لو، اس کا بھی لے لو۔

ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (البقرة 31:2)

جو تختی انسان کو پڑھائی، وہی تختی ملائکہ کو بھی پڑھائی۔ مُدتیں گزر گئیں، اشارے سے زبان تک آتے ہوئے تین میلیئم لگے، بیس ہزار سال لگے۔ اشارہ زبان میں convert ہوتا ہے، دس بیس ہزار سال کے اس وقفے کے بعد ملائکہ کو اپنے علم کی استعداد کا اندازہ ہوا۔ وہ artificial intelligence کے مالک تھے۔ فرمایا: ''پروردگار ہمیں علم نہیں۔''

قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا

Marfat.com

(بولے پاک ہے تُو ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تُو نے ہمیں سکھایا۔)

ہمیں اس سے زیادہ کوئی علم نہیں کہ جتنا تُو عطا کرے۔ ہم تو computers ہیں، جتنا تُو feed کر دے۔ ہم میں کوئی ایسی assimilation ہے ہی نہیں۔ ہم میں progeny نہیں ہے، ماضی نہیں ہے، مستقبل نہیں ہے۔ ہمیں تو کوئی چیز gather کرنی نہیں آتی، ہم تو اپنی اولاد کو کچھ convey نہیں کر سکتے۔ مگر انسان کی ایک memory ہے، ایک تخلیق ہے، ایک معیارِ تنفس ہے۔ اس میں ایک prototype of matter موجود تھا، retention موجود تھی، generations کو carry کرنے والا علم موجود تھا، اس کے اندر ایک اندازِ تخلیق موجود تھا۔ کہا کہ اے پروردگار! ہم اس دعویٰ سے باز آئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم سیدھے سادے سے کمپیوٹر ہیں۔ ہمیں تو اس سے زیادہ کچھ پتہ نہیں جتنا تو ہمیں بتا دے اور ہم معافی چاہتے ہیں اس گستاخی پر جو ہم نے تیری تخلیق کے بارے میں کی اور اللہ نے کہا: ''اے آدم! تُو بتا، تُو نے ان حروف کا کیا کیا''؟

قَالَ یٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ

(فرمایا: اے آدم بتا دے انہیں سب کے نام......)

اُس نے فرفر سنائے، ہر چیز کے نام رکھے، ہر چیز کی تشخیص بتائی، ہر چیز کے مقاصد ڈھونڈ لیے۔ ایک تختی سے اس نے جہانِ معانی تخلیق کر لیا تھا۔ پروردگار نے فرمایا:

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ......

میں نہ کہتا تھا، میں نہ جانتا تھا کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے:

اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (البقرة 33:2)

میں نہ کہتا تھا، میں نہ جانتا تھا کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے؟ کیا مجھے نہیں پتہ تھا؟ مجھے پتہ تھا کہ میں نے انسانوں کو کیا وصف بخشا ہے؟ " اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ " مگر وہ بہت بڑا استاد ہے۔ کوئی جبر نہیں کرتا۔

شیخ ہجویرؒ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ نے انسانوں کو کیوں اتنی بڑی مصیبت میں ڈال دیا۔ رخِ زیبا کو کیوں نہ آشکار کر دیا۔ قیامت کے دن جو اس کے نور سے زمین چمکے گی تو اس نے پہلے ہی کیوں نہ ایسا کر دیا؟ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر 69:39)

فرمایا: ''اگر اللہ ظاہر ہو جاتا تو ایمان جبر ہو جاتا، اس کی تسلیم جبر ہو جاتی، اور انسان ایسا ہے، شیطان ایسا ہے۔ خدا کے سامنے بھی خطا کر سکتا تھا اور آدم نے یہ خطا کی۔ حضرتِ شیخ نے فرمایا کہ اگر خدا روپوش نہ ہوتا تو پھر دین ایک ایسی حجت ہوتا کہ جس کے بعد کسی انسان کا اپنے مؤقف پر قائم رہنا اور اس کی تصدیق سے پیچھے ہٹنا اس کے لیے مکمل جہنم کا باعث بنتا اور نجات کی کوئی صورت اس کے پاس نہ ہوتی۔'' خدا کا غیاب میں جانا اس کی رحمت کا ایک نشان ہے۔ خدا کا اپنے آپ کو چھپا لینا آپ کے اس دعوے کو حوصلہ دیتا ہے کہ خدا کو کسی نے دیکھا ہے؟ کیسے مانیں؟ کیسے جان لیں؟

پانچ اعتراض ہیں اللہ کی ذات پر...... خدا اسباب سے کم پہچانا جاتا ہے، اعتراض سے زیادہ پہچانا جاتا ہے۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے حوصلہ افزائی فرمائی شک کی اور کہا کہ اعتبار کرنے سے پہلے، ایمان لانے سے پہلے اپنے شکوک ضرور بتاؤ اور یہ کتابِ حکیم کو جاتے ہیں۔ اگر تمہیں شبہ ہے کہ خدا غلطی کر سکتا ہے تو یہ جو کتاب ہے اس کی پہلی آیت کو ضرور توجہ سے پڑھو:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (البقرۃ 2:2)

(اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔)

اگر ہے تو نکالو......!! اگر خدا کو کہیں غلط ثابت کر سکتے ہو تو ضرور کرو، کیونکہ خواتین و حضرات ایک اصول غیر متغیر ہے۔ انسان ہزار غلطی کر کے بھی انسان رہتا ہے اور اللہ اگر ایک غلطی بھی کرے تو اللہ نہیں رہتا۔ اگر تمہارے پاس جرأتِ خیال ہے، اگر تمہارے پاس ذہانتیں ہیں، چاہے وہ ہیگل اور کانٹ اور برگساں کی ذہانتیں ہوں، چاہے وائٹ ہیڈ اور رسل کی ذہانتیں ہوں، مگر اے دانش ورانِ عصر! اگر خدا پر اعتراض کرنا ہے تو کرو، مگر صرف ایک کام کرنا کہ جو اللہ کا data ہے، یہ جو قرآن دعویٰ کر رہا ہے کہ میں "کتاب اللہ" ہوں......اس کی کسی آیت کو غلط ثابت کرنا......کتنا مشکل ہے خدا پر یقین کرنا اور کتنا آسان ہے اس سے آزاد ہو جانا۔ ایک غلطی قرآن میں سے اللہ کی نکال لو، آپ آزاد ہو جاؤ گے کیونکہ غلطی کرنے والا آپ کا خدا نہیں ہو سکتا۔ ایک بھی غلطی کرنے والا...... semantics آئے، sceptics آئے، logical positivists آئے، communists socialists آئے مگر خواتین و حضرات! ان کے علم کی استعداد کی ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ بڑا فرق ہے زمین و آسمان میں......جو شخص اپنے پیغمبر کے علم کو حقیر جانتا ہے یا اس پر سوال کرے کہ پیغمبر کو کیا آتا ہے؟ اور آپ نے تمام حقیقتِ زندگی اسی کے قول مبارک سے سیکھی ہو، اسکا ایمان کیسے سلامت رہ سکتا ہے۔ دیکھئے کہ برٹرینڈ رسل کیا کہتا ہے؟ We only know the relationships of things. We do not know the nature of things ہمیں صرف اشیاء کے آپس میں تعلق کا علم ہے ہمیں اشیاء کی حقیقت کا علم نہیں ہے۔ پھر وہ کہتا ہے: When we hit a wall there is no wall there is no fist. It is a mad dance of electrons and protons یہ تو الیکٹران اور پروٹان کا ایک دیوانہ پن ہے، اُچھل کود ہے۔ اگر واقعی مُکا دیوار کو جا لگے تو chain reaction سے ساری کائنات تباہ ہو جائے اور یہ صرف زمینی حقائق کیلئے ہیں۔

خواتین و حضرات! بظاہر pure scientific knowledge آپ کو یہ message دے رہے ہیں کہ Whatever we see and understand is wrong. We don't know the nature of things اور محمد رسول اللہ ﷺ آپ کو کیا دعا بتا رہے ہیں؟

اَللّٰھُمَّ نَبِّئْنِی بِحَقِیْقَتِ الْاَشْیَآءِ

(اے میرے مالک و کریم! مجھے اشیاء کی حقیقت و فطرت کا علم عطا فرما۔)

یہ approaches کا فرق ہے، سائنس دان کتابِ تحقیق کے مالک ہیں، قرآن کتابِ تخلیق ہے۔ ان دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔ سائنس دان بہت آگے بڑھ کر بھی صرف ان حقائق کو ثابت کر سکتے ہیں جو اللہ نے زمین و آسمان میں قائم کیے ہیں۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! انصاف کی کہیے کہ جو اللہ آپ کو زمانے کی ابتدا کی خبر دیتا ہے:

''اَوَلَم یَرَالَّذِینَ کَفَرُوا '' How dare you deny ''اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ کَانَتَا رَتقًا فَفَتَقنٰهُمَا All mass was one, then I tore them apart. ہم نے ان کو پھاڑ کر الگ الگ کر دیا''وَجَعَلنَا مِنَ المَآءِ کُلَّ شَیءٍ حَیٍّ '' اور ہم نے تمام زندگی کو پانی سے پیدا کیا۔ یہ تو ہے اللہ، جس نے ابتدائے حیات mention کی......

کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ زمین و آسمان بنانے سے پہلے رب کائنات کہاں تھا؟ جب زمین نہ تھی، کائناتیں نہ تھیں، کچھ بھی نہ تھا تو خدا کیا کر رہا تھا؟ وہ کہاں تھا؟ فرمایا: وَ کَانَ فِی عَمَاءٍ وہ دھند میں تھا، وہ بادلوں میں تھا، ایسے بادل، ایسا دھواں، جس میں پانی ملا ہوا تھا۔ اس کے اوپر بھی ہوا تھی، اس کے نیچے بھی ہوا تھی۔ وہ بادلوں میں گھرا ہوا تھا۔

ثُمَّ استَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ (حٰم السجدہ 11:41)

(پھر آسمان کو بلند ہوا اور وہ دھواں تھا۔)

خواتین وحضرات! cosmology کے سارے کے سارے thesis اٹھا کر دیکھ لیں۔ ایک سوسینتیس thesis میں سے واحد اتفاق اگر کسی thesis پر ہے تو وہ Big Bang ہے کہ "In the beginning heavens and earths were one mass and somebody tore them apart." Allah tore them apart پھر آپ سائنس دانوں سے پوچھو گے کہ اے صاحبانِ تحقیق! کبھی تم نے غور کیا کہ کائنات بننے سے پہلے ہمارے اردگرد کیا تھا؟ تو کہیں گے: ''صدیم'' ,moisturised gases بادل تھے، بڑے بڑے بادل جو جمنے شروع ہوئے اور کائناتیں بننا شروع ہو گئیں۔ وہ بادلوں کو تخلیق کر رہا تھا، بادلوں سے زمینیں تخلیق کر رہا تھا، کائناتیں تخلیق کر رہا تھا، سیارے تخلیق کر رہا تھا۔ اس نے انجام کی بھی خبر دے دی:

اَلقَارِعَةُ ہ مَاالقَارِعَةُ ہ وَمَاَادرٰکَ مَا القَارِعَةُ ہ یَومَ یَکُونُ النَّاسُ کَالفَرَاشِ المَبثُوثِ ہ (القارعہ 101:1-4)

روئی کے گالوں کی طرح پہاڑ اڑ جائیں گے، بکھر جائیں گے، کائنات ریزہ ریزہ ہو جائے گی، پھر زمین پر حساب کتاب کرنے کیلئے پروردگارِ عالم آسمانوں سے نیچے اتریں گے اور اپنے بندوں میں بڑے بڑے جابرانِ وقت سے کلام کریں گے۔ فرعون، شداد، نمرود اور ہامان کی طرح کے لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور خدا ان سے ایک بات کہے گا:

لِمَنِ المُلکُ الیَومَ (المومن 16:40)

(کس کا ہے یہ ملک......؟)

اے جھوٹے اور ناپائیدار دعویٰ کرنے والو! اے قرض کی تجارت کرنے والو! اپنی زندگی ادھار اور مستعار لے کر اس پر ناز کرنے والو! تم مجھے بتاؤ کہ کس کا ہے یہ ملک......؟ کس کی ہے یہ کائنات......؟ پھر تم جواب دینے کے قابل نہ ہو گے اور وہ خود ہی کہے گا:

لِلّٰهِ الوَاحِدِالقَهَّار (المومن 16:40)

(اسی واحد و قہار کا ہے۔)

Marfat.com

خواتین وحضرات! جو آغاز کی خبر دیتا ہے، جو انجام کی خبر دیتا ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ یورپ کا intellectual کہتا ہے کہ اسے درمیان کی خبر نہیں ہے، اُسے بیسویں اور اکیسویں صدی کی خبر نہیں ہے۔ وہ چودھویں صدی کا خدا ہے، اکیسویں کا نہیں۔ ہمارے بہت شاندار اور بڑے بڑے عالم آج کل ٹی وی پر آ رہے ہیں:

جہل خرد نے یہ دن دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

ایک موصوف نے ارشاد فرمایا کہ قرآن حکیم local بھی ہو سکتا ہے یعنی کچھ آیات local ہیں، گویا یہ کتنا عذر صحیح ہے ہمارے لئے کہ آج کے دن ہم ''پونے'' قرآن سے فارغ ہو سکتے ہیں۔ کچھ ہے ہی نہیں...... فارغ ہی فارغ...... ان عالم صاحب نے ایک بڑی خوبصورت بات ارشاد فرمائی کہ یہ جو یہود و ہنود سے نفرت اور محبت کی بات اللہ نے ارشاد فرمائی کہ وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے، تو یہ دراصل صرف مدینے کیلئے وقف تھی......

اللہ تعالیٰ بہت مہذب ہے۔ کسی بہت بڑے orientalist کا قول ہے کہ قرآن کی اگر کوئی صفت مبارک ہو، نہ ہو، قرآن دنیا کے ہر موضوع پر گفتگو کرتا ہے، مگر اتنا decent ہے کہ کوئی گمان نہیں کر سکتا۔ اتنا decent صرف خدا ہی ہو سکتا ہے۔ آداب واشراف کا مالک اللہ ہے۔ تلقین رشد و ہدایت کا مالک خدا ہے۔ عقل و معرفت کا مالک خدا ہے۔ اس نے اس کی مثال قرآن میں دی ہے۔ اتنا خوبصورت......! جامع کلام، اتنا حسین! نازک ترین موضوعات کی بات کرتا ہے...... بچے کا ذکر کرتا ہے، جسے لہروں...... نے اٹھایا ہوا ہے...... فرمایا: اُسے ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپ لیا...... کیا ستار العیوب ہے!...... کیا ادائے ادائیگی ہے......! کیا حسن ہے کلام کا......! فصاحت و بلاغت کا امتزاج ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ (بقرة 179:2)

(اے اہل عقل غور کرو تو ہم نے قصاص میں زندگی رکھ دی۔)

یہ خدا ہی کہہ سکتا ہے، کوئی orientalist نہیں کہہ سکتا۔ یہ خدا ہی ہو سکتا ہے، جس نے فطرتِ انسان کو مرتب کیا ہے، جس نے انسان کو بنایا ہے، جو mechanic ہے اس کی nature کا...... اتنی خوبصورت اور جامع بات صرف اور صرف اللہ ہی کہہ سکتا ہے۔ اگر ساری انسانیت بھی آج کے دن اکٹھی ہو جائے تو اللہ کی طرف سے اس ایک جملے کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو مارا:

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدة 32:5)

(جس نے کسی ایک انسان کو قتل کر دیا بغیر قصاص کے تو اس نے گویا تمام انسانیت کو قتل کر دیا اور جس نے ایک انسان کو زندہ کیا اُس نے گویا تمام انسانیت کو زندہ کر دیا۔)

آج بھی دنیا کی ہر بڑی سے بڑی میڈیکل یونیورسٹی کے باہر وہی جملہ لکھا ہے جو اللہ نے کہا...... اس جیسا کوئی دوسرا جملہ آج تک کسی انسان سے تخلیق نہ ہو سکا۔

Marfat.com

میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ ٹی وی کے ایک معتبر سکالر فرماتے ہیں کہ یہ آیات صرف مدینہ کے لیے ہیں۔
خواتین و حضرات! قرآن situations کو تخلیق نہیں کرتا بلکہ situations قرآن کو واضح کرتی ہیں۔ قرآن فطرتِ انسان پر اترا ہے۔ قرآن واحد کسی شخص یا situation پر نہیں اترا۔ قرآن کے لیے situations create کی گئی ہیں تا کہ اللہ کا کلام آپ پر واضح ہو جائے۔ احد تخلیق کیا گیا، بدر تخلیق کیا گیا، حنین تخلیق کیا گیا تا کہ قرآن کی یہ آیت پوری ہو کہ کبھی تم تھوڑے تھے اور ہم پر ناز کر کے چلتے تھے اور ہم تمہیں فتح یاب کرتے تھے اور آج تم ہمارے بجائے اپنی کثرت پر ناز کر رہے ہو۔ اے اصحاب رسول ﷺ! تم سے تو یہ غلطی مناسب نہ تھی کہ آج تم اپنی دس ہزار کی طاقت پر ناز کر رہے ہو۔ ہم نے حنین اس لیے تخلیق کی کہ تمہیں بتائیں کہ تم غلط ہو سکتے ہو۔

قرآن کی ہر آیت اپنے باہر کی situation کو explain نہیں کرتی بلکہ باہر کی ہر آیت قرآن کے اندر کی آیات کو explain کرتی ہے اور ابھی تو بے شمار آیاتِ قرآن ہیں جن کے مطابق ابھی تک زمینوں میں وہ situtaions پیدا نہیں ہوئیں جو قرآن کی آیات کو explain کریں مگر خواتین و حضرات! موصوف فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ والی آیات صرف مدینے کے یہودیوں کے لیے مخصوص ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اصل تکلیف کیا ہو سکتی ہے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہود کا قبلہ کون سا ہے؟ یہود کا قبلہ یروشلم نہیں ہے۔ یروشلم ایک مقررہ مدت تک ان کا قبلہ رہا، پھر ان کو مقدسوں نے خبر دی، ان کے بزرگوں اور ان کے انبیاء نے خبر دی کہ اگر تمہیں دنیا پر غالب آنا ہے تو تمہیں یہاں سے نکل کر یثرب کی بستی میں جانا ہوگا۔ تم یثرب جاؤ گے تو پھر وہاں نبی آخر الزماں کا ظہور ہوگا، پھر اس کی مدد سے تم ساری دنیا پر غالب آؤ گے۔

یہ ایک بنیادی وجہ تھی کہ بنو قریظہ اور خیبر کے یہودی یروشلم کو چھوڑ کر یثرب میں آ کر آباد ہوئے اور اُس نبی آخر الزماں کے ظہور کا انتظار کرنے لگے کہ جس کو لے کر وہ پوری دنیا پر Zionist حکومت کو قائم کریں گے۔ خدا اسکی مثال پھر قرآنِ حکیم میں دیتا ہے اور دو مسئلے اکٹھے ایک آیت میں حل کرتا ہے: یہود کو طعنہ دیتا ہے کہ اے بدبختو! تم وہی ہو ناں، جو میرے بندے، میرے رسول اور میرے نبی کے آنے سے پہلے اس کے وسیلے سے مجھ سے دعائیں مانگا کرتے تھے، ابھی میرا رسول آیا بھی نہ تھا کہ تم اس کا وسیلہ ڈھونڈتے تھے اور دعائیں مانگا کرتے تھے اور میں قبول کرتا تھا اب جبکہ یہ آ گیا ہے تو تم اس کے مخالف ہو گئے ہو، صرف ایک ہی وجہ سے کہ یہ نبی بنو اسحاق میں سے کیوں نہیں ہے؟ بنو اسرائیل میں کیوں نہیں ہے، اس لیے تم اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ہو۔ یہ وہ ایک وجہ ہے خواتین و حضرات! کہ قومِ یہود کو یثرب کی آج بھی فکر ہے۔ وہ آپ پر trust نہیں کرتے، وہ ڈرتے ہیں، وہ نبی آخر الزماں کو نبی نہیں مانتے۔ آج بھی انکا خواب مدینہ پر حکومت کرنا ہے اور اسے واپس حاصل کرنا ہے۔ بھلا اُس مذہبی سکالر سے پوچھو کہ جو تمہارے مدینہ کی اتنی فکر کر رہا ہے، وہ کب اپنے تعصبات کو ترک کر دے گا، وہ کب اپنے خفیہ خیالات کے اظہار کو ترک کر دے گا۔

خواتین و حضرات! ایک مثال یہ ہے کہ تمام چیزیں ایک ہی طرف کو بڑھ رہی ہیں اور وہ آخری حدیث کے اُس آخری حصے کو بڑھ رہی ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمانہء آخر میں میری امت دجال کے خلاف جنگ کرے گی

اوراس پر غالب آئے گی۔اب آپ حیران تو ہوں گے کہ اسرائیل کو کیسے دجال کہا جاسکتا ہے؟ تھوڑا پیچھے جانا پڑے گا۔

مکاشفہ دانیالؑ میں حضرت دانیالؑ اور جبرئیل کی آپس میں گفتگو ہورہی تھی تو دانیالؑ پوچھتے ہیں کہ یہ جو تم مجھے بار بار دجال سے ڈراتے ہو تو یہ تو بتاؤ کہ یہ ہے کون......؟ اور کیا یہ میری زندگی میں ہے......؟ حضرت جبرئیل نے کہا: اے دانیالؑ! مملکتِ رُس، بحیرہ، بالٹک اور پانیوں کے گرد آباد قومیں دجال ہیں۔ یہ پہلی نشانی بتائی۔ پھرانہوں نے پوچھا کہ یہ وقت آئے گا کب؟ فرمایا: کہ اے دانیالؑ! جب انسان اجرامِ فلکی میں دراندازی کرے گا اور دائمی قربانی منقطع کر دی جائے گی تو دجال کا خروج لازم ہے۔اس میں بھی پہلا حصہ پورا ہو گیا ہے اور انسان مسلسل اجرامِ فلکی میں دراندازی کررہا ہے۔ Mars پر پہنچ گیا ہے، چاند کی منزل بھی سر کر لی ہیں۔آخر میں دانیالؑ نے پوچھا کہ کیا میں اس وقت زندہ ہوں گا؟ فرمایا:نہیں دانیالؑ تو اس سے بہت پہلے نیکوں میں سوئے گا اور نیکوں میں اٹھایا جائے گا۔ایک دور......اور ایک دور......اور پھر نصف دور......اس کے بعد اسکا زمانہ ہے۔

خواتین وحضرات! بنظرِ عائر اگر زمانے کی طرف دیکھیں تو آج سے exactly پچیس سو سال پہلے حضرت دانیالؑ کا زمانہ تھا کیونکہ مذہب میں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ حضرت دانیالؑ کو پچیس سو برس گزر گئے ہیں۔ اجرامِ فلکی میں مسلسل دراندازی ہورہی ہے۔ دجال پورے عروج وخروش پر ہے اور حضور ﷺ کی حدیث بھی پوری ہوئی۔فرمایا: زمانہءآخر میں میری امت کے حکمران دجال کا ساتھ دیں گے۔الحمدللہ ہمیں اُن کی کوئی پرواہ نہیں ہے، ہمیں فخر ہے کہ ہمارے رسول ﷺ کی ایک ایک بات پوری ہورہی ہے، مجھے فخر یہ ہے کہ میں اس پیغمبر پر یقین رکھتا ہوں کہ جس کا کلام راست بازی کے سوا کبھی کسی چیز سے آشنا نہیں ہوا اور خدا کے فضل وکرم سے وہ بات یقیناً پوری ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہءآخر میں میری امت دجال کے خلاف جہاد کرے گی اور اس پر غالب آئے گی۔

ابونعیم بن حمادؒ نے حمادی میں یہ حدیث نقل فرمائی۔اصل میں زمینی حقائق ایسے دلخراش ہیں، ایسے مایوس اور گمراہ کن ہیں کہ لگتا یہ ہے کہ سینہءمسلمان خدا سے بالکل ناامید ہے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

یعنی اللہ سے امید کا ترک کرنا اور غیر اللہ سے امیدیں لگانا، یہ زمینی حقائق ہیں اور بہت سے لوگ جو scientific facts کو بڑی عزت دیتے ہیں، انکا خیال یہ ہے کہ جو قومیں عروج پر ہیں، ان سے ذرا ڈرنا چاہیے، ان کی متابعت کرنی چاہیے مگر خدا کا تو اصول ہی بڑا different ہے۔اُس سے ذرا پہلے کچھ زمینی حقائق دیکھے کہ جہاد کے لیے چند لوگ نکلے......حضرت ابوموسیٰ اشعری کی یہ حدیث ہے کہ ہم جہاد کے لیے نکلے، ہم سات لوگ تھے، ایک اونٹ تھا۔ ہمارے پاس دو نیزے تھے اور باقی لوگوں کے پاس صرف لکڑیاں تھیں اور ہم نے کوشش کر کے انہیں نوکیلا بنایا ہوا تھا۔ یہ وقت کی جابر ترین قوتوں کے خلاف، زمینی حقائق کے خلاف، یہ چند ایک آسمانی حقائق کے لوگ نکل رہے تھے۔ جب ''شاہنامہ فردوسی'' لکھا گیا اور سلطنتِ فارس کا زوال ہوا تو فردوسی نے بڑے غم سے کہا کہ ٹوٹی تلواروں والے، گوہ اور سوسمار کھانے

Marfat.com

والے؟......ان بدتمیز عربوں نے فارس کے وارث ساسانیوں کی اتنی بلند مرتبہ سلطنت کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ پھر وہ کبھی اپنے آبائی شہر نہ گیا۔

چناں خوارشد آلِ ساسانیاں
تف بر تو اے گردشِ آساں
(کہ تجھ پر افسوس ہے اے آسمان اور لعنت ہے۔)

آپ کبھی آسمان پر لعنت نہ کیجئے گا: لَا تَسُبُّوا الدَّھرَ "(زمانے کو برا نہ کہنا، زمانہ خدا ہے۔) جو زمانے کو برا کہتا ہے، وقت کو برا کہتا ہے، وہ خدا کو برا کہتا ہے۔ زمانہ تقدیر ہے، زمانہ اوقاتِ کارِ زندگی ہے، زمانہ نسلِ انسان کی استعداد ہے، اس کے فرائض ہیں اور یہ سارا کام پچاس ہزار سال پہلے نسلِ انسان کو اور زمین کو تخلیق کرنے سے پہلے اللہ نے لکھ دیا تھا، جسے لوحِ محفوظ کہتے ہیں اور لکھنے کے بعد جو زمانے کو برا کہے گا، وہ لوحِ محفوظ کو برا کہے گا اور جو لوحِ محفوظ کو برا کہے گا وہ لوحِ محفوظ کے خالق کو برا کہے گا۔ یہ غلطی کبھی نہ کیجئے گا کہ زمانہ خراب ہے۔ زمانہ خود اللہ کی تخلیق ہے، اس میں کوئی خطا نہیں۔

خواتین و حضرات! صورتحال یہ ہوئی کہ ابھی تک تو زمینی حقائق کی کوئی مثال ایسی نہیں ہے۔ ابھی تک تو پاکستان کی کبھی کوئی ٹانگ کھینچ رہا ہے، کبھی کوئی کھینچ رہا ہے، کبھی کوئی فوجی کھینچ رہا ہے، کبھی کوئی سیاستدان کھینچ رہا ہے۔ پاکستان جب سے بنا ہے، تب سے لے کر آج تک جو چیز پاکستان کے لوگوں کے سامنے آئی ہے، ہر سال سامنے آئی ہے، ہر مہینے آئی ہے، ہر روز آئی ہے، وہ اس کی sense of insecurity ہے۔ لگتا یہ ہے کہ پورا ملک ذہنی طور پر ایک خوف کا شکار ہے کہ کل ہم ہوں گے یا نہ ہوں گے مگر اس بات کو بہت اچھی طرح سمجھ رکھیے کہ پاکستان کا مقدر بہت پہلے رسول اللہ کی حدیث میں لکھا گیا ہے۔ حضرت ابو نعیم بن حمادؒ نے فرمایا کہ اہلِ ہند کے مسلمان زمانہء آخر میں پہلے اہلِ کفر ہند سے جنگ کریں گے اور ان کے رؤساء اور امراء کو پابندِ سلاسل کریں گے اور اس کے بعد شام میں مریمؑ کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ اگر ظاہری حقائق پر جائیں تو بڑی دور کی بات لگتی ہے۔ اب تو ہند تقسیم ہو گیا ہے۔ اب آپ مسلمان ہو اور بنگلہ دیش مسلمان ہے۔ یہ زمانہء آخر میں آپ کا مقدر ہے، جو لکھا گیا ہے۔

آپ حیران تو ہوں گے کہ ہم کتنی دور تک کسی کا غم کر سکتے ہیں۔ میں اپنے باپ کا غم کر سکتا ہوں، دادا کا غم کر سکتا ہوں، بچے کا کر سکتا ہوں، پوتے کا کر سکتا ہوں۔ چلو اگر میری زندگی میں پڑپوتا ہوا تو اسکا غم کرلوں گا مگر میں اپنی ساتویں نسل کا کیسے غم کر سکتا ہوں؟ دسویں کا کیسے کر سکتا ہوں؟ ایک آپ کا پیغمبر ہے کہ آپ کے خیر اور عافیت کا اتنا شائق ہے، اتنا شائق ہے کہ قرآن اسے حریص کہتا ہے۔ اللہ کو کوئی positive لفظ ہی نہیں ملا۔ کسی مثبت لفظ میں اتنی طاقت ہی نہ تھی کہ امت کیلئے جذبہء محبتِ رسول کو بیان کر سکتا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کیلئے محبت کا وہ جذبہ تھا کہ اس کو کوئی positive لفظ سمیٹ ہی نہ سکتا تھا اس لئے خدا کو "حریص" کا لفظ استعمال کرنا پڑا کہ وہ اتنا چاہتے ہیں اپنی امت کو......

ذرا غور کیجئے اور فرق محسوس کیجئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ معراج کو جا رہے تھے......نماز فرض ہو گئی۔ کچھ محبتِ یار کے بوکھلائے ہوئے......اپنی محبتِ ذات سے بھی کچھ پریشان حال......کچھ حضورِ یزداں......پہلی پہلی ملاقات...... پلٹتے

ہیں……کچھ حواس ایسے ہیں کہ کچھ یاد نہیں رہتا کہ کیا کہا ہے، تو موسیٰ کہتے ہیں کہ یارسول اللہ! آپ کی امت پانچ سو نمازیں کیسے پڑھے گی؟ تب خیال آیا کہ میری امت تو واقعی بڑی کمزور ہے۔ پھر پلٹتے ہیں اور پچاس لے کر آتے ہیں حتیٰ کہ پانچ لے کر آتے ہیں۔ جب پانچ لے کر آتے ہیں تو موسیٰ کہتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے بڑا تجربہ ہے اپنی قوم کا……آپ لوگ تو یہود کو بڑے عقل مند کہتے ہو ناں، بڑے دانش ور کہتے ہو، آئن سٹائن کے reference دیتے ہو کہ اس سے بڑا دانش ور اس صدی میں اور کوئی نہیں مگر یہود کا پیغمبر کیا کہتا ہے۔۔؟ موسیٰ جو ان کو جاننے والے ہیں، وہ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ''اَعُوذُ بِاللہِ اَن اَکُونَ مِنَ الجٰھِلِین'' اے مالک و کریم! میں ان جاہلوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یہ اتنے بڑے بڑے جاہل ہیں کہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتے کہ کیا کر رہے ہیں……

درمیانِ قعر دریا تختہ بندی کردہ یم
بازی گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش (حافظ)

(عین سمندر کے بیچوں بیچ تختے پر تو نے مجھے بٹھا دیا ہے، پھر بھی تو یہ چاہتا ہے کہ میرا لباس تر نہ ہو، میں بھیگوں نہیں۔)

آپ غور کیجئے کہ معمولی سی عقل رکھنے والا بھی جو ہو گا وہ کہے گا کہ میرے اردگرد سیلاب لگا ہوا ہے مسلمانوں کا……آج نہیں تو کل، کبھی تو یہ طاقت ور ہوں گے، انہوں نے میرا ذرہ ذرہ لے لینا ہے، میری ہستی کو ریزہ ریزہ کر دینا ہے۔ یہ زمینی حقائق ہیں۔۔۔کہاں تک بچے گا؟ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ یہ دو چار قتل کرنے سے، دو چار بمباریوں سے مسلمان تو نہیں مر جائیں گے۔ یہ کہاں تک بچیں گے؟ یہ دو چار کروڑ یہودی……؟ انکا تو انجام وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا کہ ایک ایک قتل ہو گا سوائے غرقد کے درخت جو اسے پناہ دیں گے۔ یہود نظر نہیں آتا، زمینی حقائق کے تحت بھی نظر نہیں آتا۔ امریکہ کو پہنچنے میں بڑی دیر لگے گی۔ ابھی آپ کے سامنے حقائق ہیں کہ ایک چھوٹے سے گروہ کی مزاحمت نے اسے بے بس کر کے رکھ دیا ہے، ابھی تو بہت بڑے بڑے معرکے سامنے ہیں، ابھی تو زمینی حقائق بڑے انوکھے انداز میں ابھریں گے۔

خواتین و حضرات! اصولاً اللہ کے رسول ﷺ تیسری مرتبہ لوٹ کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے موسیٰ! اب نہیں۔۔۔اب بار بار تخفیف کراتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ پانچ نمازیں ٹھیک ہیں، مجھے امید ہے میں پڑھ لوں گا۔۔۔میری امت پڑھ لے گی، لیکن خواتین و حضرات! قیامت کے دن ایسا نہیں ہو گا، شفاعت کے دن ایسا نہیں ہو گا۔ قیامت کے دن پیغمبر کو بلایا جائے گا، کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ! ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا آپ کی امت کی شفاعت کا…… ایک دفعہ……دو دفعہ……تین دفعہ……وہاں نہیں، حجاب کریں گے، بار بار جائیں گے۔ اللہ کہے گا کہ اے میرے رسول ﷺ! یہ حدیث قدسی ہے، بخاری اور مسلم میں ہے کہ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کو ناراض نہیں رہنے دیں گے۔ ہم آپ کی مکمل امت کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔ اے میرے رسولؐ! اب واقعی کوئی جہنم میں ایسا موجود نہیں ہے، جو آپ کی امت میں سے ہو مگر وہ کہ جسے کتاب نے روک رکھا ہو۔ خواتین و حضرات! اللہ میاں بھی بہت سیانے ہیں۔ اِدھر سے اُدھر جاتے ہوئے کوئی دس بیس ہزار سال لگ ہی جائیں گے۔ مسلمان اپنی اپنی سزا کو بھی پہنچ جائیں گے، ایک شفاعت اور دوسری شفاعت کے بیچ کے وقفے میں خدا کا انصاف بھی پورا ہو جائے گا، شفاعت کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا

Marfat.com

اور اتنی دیر میں آگ اچھا خاصا جھلسا بھی دے گی۔ اللہ نے اپنا کام بھی پورا کر لینا ہے اور شفاعت بھی عطا کر دینی ہے۔

حضرتِ لقمانؒ نے کہا تھا کہ جو خدا کو مانتا ہے، وہ کبھی خدا سے امید منقطع نہیں کرتا اور سب سے بڑی امید زمین و آسمان میں صرف اور صرف اللہ ہے۔ اگر ہم اپنی دورِ حاضر کی زندگی پر نظر رکھیں، اگر ہم اپنی personal life پر نظر رکھیں تو ایک دیوانگی و شعور کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک حماقتِ مسلسل، ایک جانورانہ روٹین...... چاہے وہ امارت سے گزرے یا غربت سے گزرے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس کو پچاس سال عسرت اور ذلت میں گزارنے ہیں، اس پر خودکشی حرام کیوں ہو؟ اگر اس کے سینے میں امید نہ ہو، اگر اس کے دل میں اللہ کی طرف سے کوئی امید باقی نہ رہے تو پھر بے شمار بھوک سے سسکتے ہوئے لوگ، غربت و افلاس کے مارے ہوئے لوگ، اگر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیں تو انکو کیا الزام دیا جائے؟ مگر زمین و آسمان میں سب سے بڑی امید اللہ ہے۔ پھر اگر general routine سے دیکھیں، اگر کائنات کے reference سے دیکھیں، تو billions اور trillions سال کی زندگی کے عرصے میں ان ساٹھ ستر سالوں کی کیا اہمیت ہے؟ اس کو کہاں place کریں گے؟ دنیا کو کہاں place کریں گے اور زندگی کو کہاں place کریں گے؟ کیا یہ احمقانہ روٹین کی بات نہیں ہے کہ جب انسان مال و دولت اور اسباب کا مالک ہو جائے تو اس کو heart attack ہو جائے اور جب محنت و مشقت کرنے کے بعد گوشت کھانے کے قابل ہو تو گردے فیل ہو جائیں، جب اس کے عیش و آرام کا وقت آیا تو شوگر لے کر بیٹھ گئے اور موصوف جب اتنی سخت محنت کر کے جب دنیا کما کے اس قابل ہوتے ہیں کہ عزت و قدر کے مناصب حاصل کریں، اس وقت جسمانی اذیتیں خوراک کی حس ہی چھین لیتی ہیں۔ جب سب کچھ ختم ہو گیا اور عمر رائیگاں گزار دی، غلط priorities میں گذار دی، ہندوؤں کے مسلک میں گزار دی......

جو آرڈر ہم follow کر رہے ہیں، جو ہمارے اندازِ زندگی ہیں، اس میں صرف ایک چیز ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر آپ سچ بات پوچھو تو ایک انگریز مفکر نے Encyclopaedia of Religion میں ایک بڑا دلچسپ جملہ لکھا کہ اسلام جب برصغیر میں داخل ہوا اور برصغیر کی تاریخ ہے کہ جو مذہب اس میں داخل ہوا، ہندو مذہب اس کو کھا گیا، بدھ ازم کو کھا گیا...... جین مت کو کھا گیا...... اور کھا اس طرح گیا کہ اس کو تو کوئی problem ہی نہیں تھا بت بنانے میں، جوں ہی بدھا فوت ہوا، اشوکا نے اس کا بت بنا کر ہندو مت میں رکھ دیا...... جینا مرا تو جینا وترا کا بت بنا کر ہندو مت میں داخل کر دیا۔ اوپر سے اسلام آ گیا...... اس نے Encyclopaedia میں ایک جملہ لکھا کہ There was such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology was possible. اسلام میں اتنی سختی سے وحدانیت کی حفاظت کی گئی ہے کہ کوئی دوسرا خدا ممکن ہی نہیں ہے۔ آج بھی چاہے کوئی سچا مسلمان ہو، چاہے کوئی جھوٹا، چاہے کوئی کمزور ہو، چاہے طاقتور...... کسی بھی مسلمان سے پوچھ لو کہ خدا کتنے ہیں؟ کہے گا: ایک...... یہ علیحدہ بات ہے کہ جہالت میں کوئی کسی کو کفر و شرک کے فتوے لگاتا پھرے مگر آج بھی جملہ مسلمانوں کا صرف ایک خدا ہے مگر سچ پوچھو تو خدائے واحد کے سوا باقی تمام چیزیں ہندو مت کھا گیا...... آپ کی تمام عادات کھا گیا...... آپ کی ذہانتیں کھا گیا...... آپ کے شادی بیاہ اور رسوم کھا گیا...... آپ کو اس نے برہمن اور

Marfat.com

چوہدری بنا دیا:

یوں تو تم سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

اس نے آپ کو حسب نسب میں تقسیم کر دیا، آپ کی general اسلامی رواداری کی اس نے sense ختم کر دی۔ ہاں، ایک خدائے واحد کا اقرار آپ کے پاس رہ گیا اور یہیں سے دوبارہ زندگیوں کا آغاز کرنا ہوگا۔ تمام چیزوں کو چھوڑ کر اللہ سے اپنے ذاتی تعلق اور محبت کو زندہ کرنا ہوگا۔ وہ بے کار مذہب ہے جس کی پرستش کرتے ہوئے آپ قبر تک چلے جاؤ اور آپ کے اندر کوئی اخلاقی اور ذہنی ترقی نہ ہو، کوئی علمی ترقی نہ ہو مگر یونیورسٹی تک پہنچ کر ایک پی ایچ۔ڈی کا student اتنی ترقی تو کرتا ہے مگر حیرت ہے کہ مسلمان دس برس کی عمر سے نماز پڑھنا شروع کرے اور قبر تک نماز ہی پڑھتا چلا جائے اور اس کے دل ودماغ میں کوئی change نہ آئے، اس لئے خدا کہتا ہے: ''يٰحَسرَتً عَلَى العِبَاد'' (مجھے افسوس ہے کہ تم نے میری قدر نہ پہچانی) اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم مذہب کی غرض وغایت کو سمجھیں اور پروردگار سے محبت وانس کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں اور خدا سے یہ آرزو کریں کہ ہم مومن نہیں تو کم از کم ایک اچھے مسلمان کی طرح زندگی ضرور گذاریں۔

سوال: اس کرہ ارض پر صرف دو نظریاتی ریاستیں ہیں: اوّل پاکستان، دوم اسرائیل، دونوں میں کیا فرق ہے؟ پاکستان کا مستقبل کیا ہے اور مسلم امہ کیلئے اس کا کردار کیا ہے؟

جواب: دونوں قوموں میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اسرائیل اپنی ابتدا سے لے کر آج تک اپنے مؤقف پر قائم ہے، اس نے کبھی اپنے مقصد سے گریز نہیں کیا۔ دو ہی ملک ہیں جو کہ مذہبی اساس پر قائم ہیں مگر اسرائیل اور پاکستان میں بہت بڑا فرق ہے۔ جب سے وہ وجود میں آیا ہے، اس کا مرکزی نقطۂ نظر کبھی نہیں بدلا، وہ اپنے مقصد سے آشنا ہے اور پوری قوم بنی اسرائیل اس کے لئے جدوجہد کر رہی ہے، اس کیلئے تیاری کر رہی ہے۔ ان کی تیاری، ان کے آلاتِ جنگ، ان کی پشت پناہی، وہ تمامتر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کمربستہ ہیں۔

پاکستان کا حال اس سے بالکل الٹ ہے۔ بڑے بڑے علماء تخلیقِ پاکستان کے وقت موجود تھے، بڑے بڑے القابات اس وقت موجود تھے، قریباً قریباً ہر فرقے کے اکابرین موجود تھے، جید علماء، فاضل، فقیہ، محدثین سب موجود تھے۔ India was teeming with religious scholars. مگر جب انتخاب کا وقت آیا تو حیران کن بات ہے کہ یہ مذہبی علماء کبھی گاندھی کی خدمت میں حاضر ہوتے، کبھی پنڈت نہرو کے محل کی زینت ہوتے۔ ان تمام religious اشخاص کے عظیم ناموں اور عظیم علماؤں میں کوئی شیخ العرب والعجم تھے، کوئی شیخ الحدیث تھے مگر بدقسمتی یہ دیکھئے کہ باوجود اتنی زیادہ مذہبی تعلیمات اور شناخت کے، اللہ نے انہیں مناسب اور صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق نہیں دی، نہ ہی مسلمانوں کو lead کرنے کی توفیق دی، بلکہ بقول ان کے ایک گیا گزرا آدمی، مغربی سکولوں میں پڑھا ہوا، جو بظاہر اہلِ اسلام کے اندازِ معاشرت بھی نہیں جانتا تھا، بظاہر ایسے لگتا تھا کہ اسے انگلینڈ اور دوسرے یورپی ممالک کی طرزِ زندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا۔ جس کے سوٹ بھی فرانس سے بن کر آتے تھے، اس شخص کو خدا نے اٹھایا اور ملتِ اسلامیہ کے ایک

Marfat.com

نوزائیدہ ملک کا سربراہ بنایا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ کیا آج ہم خدا سے یہ پوچھنے کا حق نہیں رکھتے کہ کیا وجہ تھی؟ محمد علی جناحؒ ہی کو کیوں تو نے ملت اسلامیہ کا سربراہ بنایا؟ شیخ العرب والعجم کو کیوں نہیں بنایا؟

خواتین وحضرات! اتنے بڑے بڑے عالم جب کہ nationalist ہو گئے تھے، وطن پرست ہو گئے تھے، گاندھی کے ساتھ مل کر ایک متحدہ ہندوستان کی تخلیق کر رہے تھے۔ اس وقت یہ ولایتی انسان بڑے عجیب وغریب انداز کا مالک، اٹھا...... کسی نے پوچھا: ''قائداعظم ......! یہ اتنی محنت......؟ یہ کیوں کر رہے ہو''؟ کہا: ''صرف ایک وجہ سے کہ جب میں خدا کے حضور جاؤں اور اسے کہوں کہ تو نے ایک کام میرے سپرد کیا تھا، وہ میں نے پوری دیانت سے نپٹا دیا ہے تو وہ مجھے کہے Well done Mr. Jinnah...!'' دوسری مرتبہ فرمایا کہ میری صرف ایک خواہش ہے کہ جب میں مر جاؤں اور اللہ کے حضور پہنچوں تو اللہ مجھے کہے: ''تو ایک مسلمان کی طرح جیا...... جو میں نے تجھے کام دیا، وہ تو نے پورا کیا اور تو ایک مسلمان کی موت مر کر میرے پاس پہنچا۔'' خواتین وحضرات! وہ نیات کا دیکھنے والا ہے۔ اگر اس وقت کے کسی مذہبی عالم، کسی مہدیت کے حقدار، کسی علامہ زمان، کسی شیخ العرب والعجم کی اتنی صاف نیت ہوتی، تو قسم لے لیجئے کہ خدا انہیں کو چنتا۔

وَاَعلَمُ مَا تُبدُونَ وَمَا کُنتُم تَکتُمُونَ

(اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔)

جب پاکستان بن گیا تو وہ اجماع امت نے بنایا، کسی عالم نے نہیں بنایا اور حدیث رسول ﷺ پوری ہوئی کہ ''میری امت کا اجماع کبھی غلطی نہیں کرے گا''۔ اجماع امت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ پاکستان political reasons سے بنا، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے معاشی reasons تھیں۔ ہاں، تھیں...... سرسید کی رپورٹ موجود ہے، جس میں اس وقت کے مسلمانوں کا حال موجود ہے۔ اس insult کا بھی پتہ ہے جو مسلمان برطانوی سامراج کے ہاتھوں face کر رہے تھے۔ بڑے بڑے مسلمان شہنشاہوں کے لباس انگریزوں نے اپنے bearers کو پہنا رکھے تھے، لیکن سو برس تک کوئی نعرہ پاکستان کا باعث نہیں بنا۔

خواتین وحضرات! کلچر متوازی لائنوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ایک ملک میں اگر بہت سے اندازِ فکر چل رہے ہوں تو سب harmful ہوتے ہیں۔ harmful اگر converge کر کے ایک نقطے پر جمع ہو جائیں تو ہم کہتے ہیں کہ باوجود مذہبی، اخلاقی اور ذہنی اختلافات کے، ایک basic force انہیں ایک نقطے پر جمع کر رہی ہے۔ پاکستان کی تخلیق کا باعث صرف اور صرف مذہب کا converging moment تھا۔ لوگوں کے مزاج مختلف تھے، اندازِ فکر بھی مختلف تھے، understandings مختلف تھیں مگر سارے کے سارے کلچر مل کر ایک نقطہ پر مرکوز ہو رہے تھے اور وہ مذہب تھا، اسلام تھا، اس لئے پاکستان کی تعمیر میں صرف ایک ہی نعرے نے کام کیا کہ:

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

اسرائیل ابتدا سے لے کر آج تک اس عہد کی پابندی کر رہا ہے جس کے تحت اس کا وجود بنا ہے لیکن پاکستان

Marfat.com

نے اپنے وجود کی تخلیق کے ساتھ ہی اپنے عہد کی پابندی چھوڑ دی۔ کبھی یہ secular بنا، کبھی یہ modem بنا، اگر یہ نہیں بنا، اگر اس قوم نے عہد نہیں کیا، تو مسلمان بننے کا کبھی عہد نہیں کیا، اسلام کو طرزِ حیات بنانے کا عہد نہیں کیا۔ اسلام میں ہے کیا......؟ خواتین وحضرات! آپ کیا سمجھتے ہیں کہ صرف نماز اور روزہ اسلام ہے؟ آپ غور کرو کہ پورے کا پورا اسلام ظاہری زندگی میں کتنا ہے؟ صرف پانچ وقت کی نماز اور سال میں تیس روزے......! اس کے علاوہ اسلام کے ظاہر میں کیا ہے؟ کون سی چیز آپ اسلام میں ڈالو گے کہ یہ روشن خیال ہو جائے گا؟ وہ مذہب جس پر دنیا کو اعتراض ہے؟ آپ apologetic کیوں ہو؟ کیوں شرمندہ ہو؟ کس چیز سے شرمندہ ہو؟ جسکو مسلمان ہونے پر شرمندگی ہے، کیا بہتر نہیں ہے کہ وہ اسلام چھوڑ جائے؟ اسلام کو کیوں آپ رسوا کرتے ہو؟ جو اپنے عقیدہ اور خیال پر committ نہیں کر سکتا، جو اپنے دین کے ساتھ committ نہیں کر سکتا، آپ نے اسے حدود کیوں بخش دی ہیں؟ قیود کیوں بخش دی ہیں؟ آپ نے اسلام کو مخصوص لباس کیوں بخش دیا ہے؟ آپ نے اس کو مخصوص انداز کیوں بخش دیا ہے؟

جملہ مسلمان گروہوں کو اللہ کے رسولؐ نے کہا تھا کہ کچھ لوگ علیحدہ ایک انداز اختیار کر کے میری امت بنیں گے اور کچھ لوگ علیحدہ انداز اختیار کر لیں گے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ امتِ رسول اللہ ﷺ کیا ہے؟ ان کی شناخت کیا ہے؟ حدیث کو غور سے سنیے......خدا کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب اصحابِ رسول ﷺ بیٹھے تھے اور رسول اللہ ﷺ انکے درمیان بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: زمانہء آخر میں بنو عفراء کو غلبہ ہوگا، نیلی آنکھوں والوں کو غلبہ ہوگا۔ پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا اس وقت مسلمان تعداد میں بہت کم ہوں گے۔ کہا نہیں وہ تو مور و ملخ کی طرح ہوں گے۔ کہا یارسول اللہ ﷺ پھر بھی ان کو غلبہ ہوگا؟ کہا: ہاں، ان پر دنیا کی محبت غالب ہوگی۔ خواتین وحضرات! ذرا درمیان کے جملے پر غور فرمایئے کہ مسلمان مور و ملخ کی طرح ہوں گے......کیا کوئی بھی مذہبی جماعت مور و ملخ کی طرح ہے؟ کیا پانچ پانچ لاکھ کے مذہبی گروہ امتِ رسول ﷺ ہیں؟ پندرہ کروڑ میں سے سب مذہبی جماعتیں اپنا حصہ نکال لیں۔ کتنے کروڑ لوگ ہوں گے؟ پانچ لاکھ، دس لاکھ، پچاس لاکھ......مگر یہ باقی کی امت کے بارے میں ارشاد ہے، ایک ارب مسلمان جو دنیا کے چپے چپے پر آباد ہیں، جن کا تشخص کسی دیوبند سے، کسی بریلوی سے، کسی اہلِ حدیث سے نہیں ہے۔ یہ وہ آزاد مسلمان رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں، بقول اِس حدیثِ رسول ﷺ کے کہ جن کا کوئی مسلک مختص نہیں ہے مگر یہ اللہ کو مانتے ہیں، رسول اللہ کو مانتے ہیں مگر یہ مذہب کی بجائے دولتِ دنیا کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ بقولِ قرآن:

لَا تَبۡدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (یونس 64:10)

(اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔)

اللہ نے فرمادیا: تم پلٹ آؤ گے، میں پلٹ آؤں گا۔ تم لوٹ جاؤ گے میں لوٹ جاؤں گا۔

آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہیں، آپ اسے کیا خوشی کی بات دے رہے ہو؟ مجھے انگلینڈ میں ایک گروپ آف پروفیسرز سے پانچ گھنٹے بات کرنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد ان کے head پروفیسر نے مجھے کہا کہ You want me to convert وہ متاثر ہوئے تو انہوں نے یہ کہا۔ میں نے کہا کہ Why should I want you

اس لیے کہ میں پاکستان جا کر بڑے فخر سے اعلان کروں کہ میں نے فلاں انگریز کو مسلمان کیا ہے۔ میں to convert? یہ دعویٰ کرتا پھروں کہ ایک انگریز کو مسلمان کر کے میں نے بڑا کارنامہ کر لیا ہے۔ میں نے کہا کہ جو ایک ارب مسلمان میرے پیچھے ہیں، جو بیس کروڑ مسلمان پاکستان میں ہیں، ان میں سے اگر پانچ لاکھ بھی ٹھیک ہو جائیں تو تم یورپ والوں کی سیادت ٹوٹ جائے گی، مجھے تمہارے ایمان سے کیا واسطہ ہے؟ اگر تم نے مسلمان ہونا ہے تو اپنے لیے ہونا ہے۔ I have no pride, nothing to do with your religion مگر تمہارے تعصبات کو دور کرنے کے لیے میں نے ایک رستہ کشادہ کر دیا ہے۔ جاؤ گھر جا کر سوچو...... مسلمان ہونا تمہارا اور خدا کا ذاتی معاملہ ہے، میرا نہیں۔ It is not my problem, اندازہ لگایئے مسلمان عالموں کا...... آپ کو بڑے محبوب ہوں گے یہ مسلمان عالم...... پورے کے پورے channel کھولے ہوئے اور انتہائی احمقانہ تعلیمات دے رہے ہیں۔ مسلمان عالموں کا یہ حال ہے کہ ایک ٹی وی چینل باقاعدہ استخارے فرما رہا ہے۔ کبھی آپ نے استخارے کی نوعیت دیکھی۔ استخارہ اللہ کے ایک قانون کے سائے میں ہے: "اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاهُ" کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی دعا سنتا ہے۔ "وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ" اور کون ہے جو برائی کی گرہیں کھول دیتا ہے۔ "وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ" اور کون ہے جو تمہیں زمین پر عزت و حکومت عطا کرتا ہے۔ "ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ" (النمل 62:27) کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے؟ مگر تم اسے بہت کم یاد کرتے ہو۔

خواتین و حضرات! جب ہمیں کوئی مسئلہ پڑتا ہے، ہماری سوچیں الجھ جاتی ہیں، ہمارے مسائل پیچیدہ ہو جاتے ہیں، ہم ایک دوست کے پاس جاتے ہیں، ہمارا کرب بڑھتا ہے، ہمیں جواب نہیں ملتا، بالآخر اُس بے چینی، اُس تکلیف اور اُس اضطراب میں ہمیں اللہ یاد آ جاتا ہے۔

جس نے اللہ سے رجوع کیا ہدایت طلب کی اس کو اللہ مایوس نہیں کرتا۔ ایک بات آپ سب سوچ کر بتانا کہ کیا اُس مولوی کے دل میں وہ کرب ٹرانسفر ہو جاتا ہے، جو میرے دل میں ہے؟ اللہ نے مجھے مجبور سمجھ کر، مضطرب سمجھ کر، مشکل میں پڑا ہوا انسان سمجھ کر میرے اضطراب کا مجھے استخارے میں جواب دینا ہوتا ہے۔ کیا جب آپ کسی سے استخارہ کروانے جاتے ہو تو وہ مجبوری، وہ تکلیف، وہ اضطراب اُس کمپیوٹر میں convert ہو جاتا ہے جو ایک جاہلانہ مسلک کے تحت صبح و شام جادو اور سحر کے کارڈ نکال نکال کر دے رہا ہے۔ اس قسم کی حماقتیں دین میں فروغ پا گئی ہیں۔ یہ تو ایک معمولی سی بات ہے۔ اب academic کی سنیے......! ایک صاحب مسلسل Christianity کو غلط ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں، Judaism کو غلط ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں......!

آج سے بہت پہلے، پندرہویں صدی میں جب Constantinople کا fall ہوا۔ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کیا، Eastern Church کا آخری شہر فتح ہوا، مسلمانوں کی کتابیں یورپ میں آئیں، یورپ اس وقت Dark Ages میں تھا۔ انگلینڈ میں جب کسی کے سر میں درد ہوتا تھا تو وہ پادری کے پاس جاتے تھے جیسے آج کل ہماری خواتین بھوت پریت اور چڑیلوں کا نام لیتی ہیں...... پادری ایک کیل اس کے سر میں ٹھونکتا تھا، مر گیا تو بھی خیر...... بچ

Marfat.com

گیا تو بھی خیر...... دونوں صورتوں میں سر درد چلا جاتا تھا۔ پادری اس وقت دو طرح کے سرٹیفکیٹ بیچا کرتے تھے، ایک Lower Paradise کا سرٹیفکیٹ......اور دوسرا Higher Paradise کا سرٹیفکیٹ۔ کمتر درجے کی جنت کا پانچ پونڈ کا تھا اور اعلیٰ درجے کی جنت کا دس پونڈ کا تھا۔ جب مسلمانوں کی تعلیمات Christians تک آئیں تو ان میں دو movements شروع ہوئیں۔ ایک کو تحریکِ احیائے علوم اور دوسری کو تحریک احیائے مذہب کہتے ہیں۔ اصل میں جو بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب یہ دونوں تحریکات شروع ہوئیں تو اسوقت ایک پادری تھا، جس کا نام تھا Holly Hoaks ایک دوسرا پادری تھا جس کا نام تھا Bradlaw یہ دونوں پادری اس وقت چرچ میں تھے۔ لاٹ پادری نے ہولی ہوکس کو کہا کہ یار! یہ جو ہماری بائبل ہے ناں، یہ بڑی غلط سمت میں ہے۔ اس کے ایک سوتیس versions ہیں۔ اگر تو ایسا کرے کہ ان سب کو اکٹھا کر کے ہمیں ایک مشترکہ بائبل بنا دے...... ہولی ہوکس نے ہامی بھرلی۔ جب ہولی ہوکس نے کام شروع کیا تو اس پر انکشاف ہوا کہ Bibles کے versions میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایک کچھ اور کہہ رہی ہے، دوسری کچھ اور کہہ رہی ہے۔ ایک بائبل یعنی برناباس سرے سے ہی غائب ہے۔ متی کچھ اور کہہ رہا ہے، مرقس کچھ اور کہہ رہا ہے، لوقا کچھ اور کہہ رہا ہے جب اس نے یہ حال دیکھا تو اس نے اپنے لاٹ پادری کو لکھا کہ آپ از راہِ کرم اس مشترکہ version کا خیال چھوڑ دیجئے۔ جس نے جو پڑھنا ہوا پڑھ لے گا، اگر ہم نے مشترکہ version اختیار کیا تو بائبل ناگفتہ بہ حد تک مشکوک ہو جائے گی۔ بڑے لاٹ پادری نے اس کے عوض میں اسکو ایک chastise دے دی، اس کے درجات واپس لے لئے، تین مہینے قید کیا اور اس کو چرچ سے نکال دیا۔ یہ پندرہویں صدی کا واقعہ ہے۔ پندرہویں صدی کے بعد سب سے پہلا شخص جس نے لفظ سیکولر استعمال کیا وہ ہولی ہوکس تھا۔ اسکا کہنا تھا کہ "You can't be a good secularist unless you are a good atheist" (تم کبھی اچھے سیکولر نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایک اچھے atheist نہ بنو) خدا کا، مذہب کا، سیکولرازم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ Bradley نے کہا کہ "Religion and secularism are as apart as land from the sea" (سیکولرازم اور مذہب اتنے ہی دور ہیں، جتنا سمندر زمین سے) اگر سمندر زمین پر چڑھ جائے تو زمین نہیں رہتی اور اگر زمین سمندر پر چڑھ جائے تو سمندر نہیں رہتا۔ یہ دونوں اتنے opposite ہیں۔

خواتین و حضرات! آج کیا ضرورت ہے کہ آپ Christianity کو غلط ثابت کریں اور record ہے کہ پانچ سو برس پہلے جن علمائے مذہب نے اپنے دین سے بغاوت کی، انہوں نے Protestant Religion کو اپنایا۔ Protest کا مطلب ہی ہے، object کرنا، اعتراض کرنا، جس مذہب کی دوسری شاخ وجود ہی اس لیے آئی کہ وہ پہلی Testament کو نہیں مانتے تھے تو آپ ثابت کیا کر رہے ہو کہ Christianity غلط ہے......؟ آج ثابت کیوں کر رہے ہو......؟ اس لیے کر رہے ہو کہ جواباً کوئی شخص آپ سے کہے کہ قرآن غلط ہے...... کیا مناسب بات کہی اللہ نے قرآن حکیم میں کہ تم اہلِ کفر کے بتوں کو برا نہ کہو، تم ان کے جھوٹے خداؤں کو برا نہ کہو، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سچے خدا کو برا بھلا کہیں...... پھر تمہیں تکلیف زیادہ ہوگی ناں سچے کو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! point یہ ہے کہ آپ اسے sub-issues میں الجھا رہے ہو۔ یہ ہمارا issue نہیں ہے۔ Bible is wrong or right, who believes or doesn't believe in Bible is not our issue. ہمارا issue تو یہ ہے کہ ہم اپنے مذہب کے بنیادی مقصد سے کتنا دور آ چکے ہیں......؟ ہمارا اللہ سے کیا واسطہ ہے......؟ رسم ورواج میں، سحریت میں، کہانت میں ہم اس قدر ڈوب گئے ہیں کہ صرف پاکستان پر اگر آپ نظر ڈالو تو آدھے جادو کرنے والے ہیں اور آدھے وہ ہیں جن پر جادو ہو رہا ہے۔ ہر گھر، ہر گلی، ہر محلے میں حساب کتاب والے قریباً قریباً تمام محلوں میں اتنے بے شمار جادوگر پیدا ہو چکے ہیں کہ لگتا ہے ہر آدمی آسیب زدہ ہے، جیسے قبروں سے مردے آسیب زدہ نکل کر اٹھتے ہیں، اسی طرح ہمارے لوگ پاگلوں کی طرح دیوانوں کی طرح پھرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے، مجھ پر تعویذ ہوا ہے، کوئی کہتا ہے مجھے پر جن آتا ہے، کوئی خاتون سر درد کو کوئی دوسری وجہ دینے کو تیار ہی نہیں ہے۔ اب بتاؤ ایک گھر ہے، شریف آدمیوں کا گھر ہے۔ چھ عورتیں ہیں، ایک نئی آ جاتی ہے۔ اب ہر ایک کے possessions کے matters شروع ہو جاتے ہیں۔ یا وہ بیچاری جادو کرتی ہے یا یہ چھ جادو کرتی ہیں، کوئی اپنے اخلاق کو الزام نہیں دیتا، کوئی یہ ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہے کہ He could be wrong, she could be wrong. جب میں اپنی غلطی نہیں مانوں گا، تو کسی خارجی reason کو ڈھونڈوں گا۔

جب کسی نے رشتے سے انکار کرنا ہوتا ہے......ایک بات طے ہوگئی ہے، تھوڑی دیر کے بعد نیا رشتہ آ گیا ہے، وہ بد قسمتی سے انگلینڈ کا ہے۔ اب ماں باپ کو مصیبت پڑ گئی۔۔۔ پہلا رشتہ تو بیچارہ گلی محلے کا تھا، شریف آدمی تھا، بی اے پاس تھا، نوکری لگا ہوا تھا، اب انگلینڈ سے رشتہ آ گیا ہے، کچھ عرصے کے بعد مولوی صاحب تشریف لاتے ہیں یا QTV آ گیا، استخارہ شروع ہو گیا۔ ماں باپ کہتے ہیں کہ ہم تو رشتہ دیتے تھے مگر QTV نے منع کر دیا، استخارہ ٹھیک نہیں آیا۔ لوگ اپنے اخلاقی جرائم کو استخارے سے cover کرتے ہیں، اپنے جھوٹ cover کرتے ہیں، یہ کون سا طریقہ ہے خدا سے پوچھنے کا......! آپ کسی مولوی کو سو دو سو دیتے ہو کہ استخارہ کر دو، یہ کون سا طریقہ ہے استخارہ کروانے کا......؟ یہ کون سا مذہب ہے جس کو آپ مان رہے ہو؟ یہ کون سا طریقہ ہے خدا سے ہدایت طلب کرنے کا؟ اور کیا مذہب ہے اور کیا وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر گمراہی کا سیلاب آپ لوگوں تک پہنچا رہے ہیں؟ اس قسم کی حماقتوں اور جہالتوں میں اس وقت پورے کا پورا علمی اور مذہبی پس منظر ڈوبا ہوا ہے۔ ایک موصوف ہیں، کسی اخبار کے ایڈیٹر بھی ہیں، اُن کا شوٹی وی پر آیا کہ امریکہ نے کہا کہ ہم نے بیس ملین ڈالر رکھے ہیں مسلمانوں میں روشن خیالی پیدا کرنے کیلئے اور اعتدال پیدا کرنے کیلئے، یعنی مذہبی فکر ختم کرنے کیلئے......اب موصوف اخبار چھوڑ کر امریکہ جا بیٹھے، کچھ پیسے لئے، کچھ مزید طلب کرنے ہیں۔ واپس آ کر آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ آپ کو اسلام دیں گے؟ GEO والے کیا آپ کو اسلام دیں گے؟ ARY والے آپکو اسلام دیں گے؟ انہوں نے ٹائم divide کیا ہوا ہوتا ہے۔ پچیس فی صد تو گانے سنتے ہیں، دس فی صد Geographic Channel دیکھتے ہیں، دس فی صد لوگ انگریزی فلمیں دیکھتے ہیں، پانچ فیصد منڈے کھنڈے، نٹ کھٹ، چھیل چھبیلے مذہب کی باتیں سنتے ہیں، یہ جو پانچ فیصد مذہب میڈیا دے رہا ہے، اس کے فوراً بعد ایک سب سے زیادہ شیطان قسم کا گانا

Marfat.com

لگ جائے گا اور آپ کی ساری مذہبی feeling اُس ڈانس میں ہوا ہو جائے گی۔

میڈیا کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، میڈیا مسلمان نہیں ہوتا، میڈیا basically وجاہت طلب ہے۔ basically اس کی صرف ایک ہی طلب ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی نمائش پر آمادہ کر سکے۔ اور اسی مقصد کے تحت انہوں نے مذہب بھی رکھا ہوتا ہے، کھیل کود بھی رکھا ہوتا ہے۔ آپ کب سے ان کو اتنا sincere جاننے لگے کہ یہ خدا ورسول کی محبت میں آپ کو دین دکھا رہے ہیں؟ اور وہ کون سے ایسے عالم ہیں؟ media کا ایک اور کرشمہ دیکھئے...... اُدھر تو ماشاء اللہ بڑی خوبصورت، تیز طراز، بڑے شاندار انگریزی سکولوں کی پڑھی ہوئی خواتین بیٹھی ہوتی ہیں اور ادھر بیٹھے ہوتے ہیں مولوی گھمن...... اور سامنے young generation ہے...... مولوی صاحب نے کچھ یہ کہا، کچھ وہ کہا، نہ انکے پاس expressions ہیں، نہ ڈائیلاگز ہیں اور عجیب مسکین قسم کی صورت ہے، پرانے زمانے کے بتوں کی طرح، لات وہبل کی طرح۔۔۔ اُدھر وہ ماشاء اللہ ہارورڈ کی پڑھی ہوئی خاتون ہے، اس کی انگریزی ہی نہیں سنبھالی جاتی۔ Final touch یہ ہوتا ہے کہ secular ٹھیک ہے...... اور مولوی صاحب آپ غلط ہیں۔

یہ ایک technique ہے کہ بدترین religious representatives لاؤ اور fancy قسم کا secular represent کرو اور آخر کار آپ fancy قسم کے representative سے متاثر ہو جاتے ہو۔ بدقسمتی سے عصرِ حاضر میں خدا کے advertisers بہت ہی گھٹیا ہیں۔ بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ بے سروپا دماغ...... very cheap اس لیے اللہ کی بے قدری کا باعث ہیں، اسی لیے تو خدا کہتا ہے کہ اے نادانو! تم نے میری قدر ہی نہیں جانی...... تم نے مجھے پہچانا ہی نہیں، پہچانتے بھی کیسے؟ representation تو دیکھو جو آپ کو مل رہی ہے......! Five Star ہوٹل میں اللہ کی بات نہیں ہو سکتی، تھری سٹار ہوٹل میں اللہ کی بات نہیں ہو سکتی، اللہ اتنا modern ہی نہیں ہے، کیا کیا جائے......؟ وہاں ہارورڈ اور یورپ کے کلیساؤں کی بات تو ہو سکتی ہے، لیوٹن کے آرٹ کونسل کی بات تو ہو سکتی ہے، اللہ کی نہیں ہو سکتی...... اللہ بہت پرانا ہو چکا ہے۔

آٹھ احادیث ہیں مسلم اور بخاری میں، ارشادِ گرامی رسول ﷺ ہے: اعتدال اختیار کرو۔ کسی شیخ مذہب نے یہ حدیث پڑھی ہو تو بتائے۔۔۔ کسی دانائے حکومت نے یہ حدیث پڑھی ہو تو بتائے، بدقسمتی سے حکومت حکومتی اشراف میں اگر موصوف ایک سپارہ پڑھنے میں عمر گزار دیں تو بہتر ہے بہ نسبت مذہب پر گفتگو کرنے کے......

بخاری اور مسلم کی یہ احادیث علم و حکمت کی معراج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعتدال اختیار کرو اور اگر مکمل اعتدال اختیار نہ کر سکو تو اس کے قریب ترین رہو۔ خواتین و حضرات! دنیا بھر کے فلاسفر یہ point out نہیں کر سکے کہ اعتدال fixity نہیں ہے۔ اعتدال ایک نقطہ مرکوز نہیں ہے۔ اعتدال ایک area ہے، اس area کے باہر اعتدال نہیں رہے گا۔ اعتدال ایک line میں کھڑے ہونے کا نام نہیں ہے۔ آپ اس area میں حماقتیں کرو گے، غلطیاں کرو گے، پھر بھی اعتدال سے نہیں نکلو گے۔ اعتدال سے تب نکلو گے جب حدود اللہ کو کراس کر جاؤ گے۔ اللہ نے فرمایا: تلک حدود اللہ۔ اس اعتدال کے بارڈر لگے ہوئے ہیں اور یہ حدود اللہ ہیں: ومن یتعد حدود اللہ اور جو ان حدود سے آگے

Marfat.com

بڑھے گا وہ ظالموں میں سے ہے۔ یہ کون سے دانش ورانِ عصر ہیں......؟ کسی کو کیا پتہ قرآن میں کیا لکھا ہے؟ قرآن تو ہر سائنس سے آگے کی سائنس ہے۔ قرآن تو زمانے بھر کے مفکروں کو صرف ایک جملے میں سمیٹتا ہے۔ دو صدیوں بلکہ تین صدیوں سے یورپ کا ہر مفکر اور ہر فلسفی صرف ایک چیز جانتا ہے، ان کا تمام فلسفہ صرف دو پوائنٹس تک پہنچا ہے: برگساں اور نطشے......نطشے نے ایک فلسفہ دیا کہ تمام زندگی توارد میں ہے، Returnal side کو جارہی ہے۔ زمانہ اپنی صورت مادہ ختم کر دے گا، جب ختم کر دے گا تو یہی مادی صورتیں دوبارہ پیدا ہو جائیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ according to the Nietschean philosophy دو چار بلین سالوں کے بعد جب زندگی repeat ہو گی، تو میں اور آپ......یہی حال ......اور یہی باتیں پھر سے......یعنی توارد ہوگا۔

برگساں نے کہا: ''زمانہ تمام واقعات کو ختم کر چکا ہے، جیسے ایک فلم چلتی ہے، زمانہ اپنے اندر وہ فلم چلا رہا ہے۔'' آپ نے غور کیا کہ دونوں نے زمانے کو مرکزِ خیال رکھا......ذرا قرآن کی ایک آیت سنیئے:

وَ قَالُوامَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنيَا نَمُوتُ وَنَحيَا وَمَا يُهلِكُنَا اِلَّا الدَّهرُ (الجاثیہ 24:45)

(اور وہ کہتے ہیں نہیں کوئی دوسری زندگی سوائے ہماری دنیا کی زندگی کے، ہم نے یہیں مرنا اور جینا ہے اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ۔)

خواتین و حضرات! یہ بہت آگے کی باتیں ہیں۔ یاد رکھیں کہ ہماری عقل کی رسائی ابھی وہاں تک نہیں پہنچی۔ عصرِ حاضر کے بڑے سے بڑے سائنس دان بھی options تلاش کر رہے ہیں، مگر اللہ بڑے یقین سے ان کا ذکر کرتا ہے، اپنے احکامات وہاں اتارنے کی بات کرتا ہے، بڑی دور کی بات ہے، سب سے بڑے فلاسفر کی بات ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹی سی statement دی ہے: ہو سکتا ہے'' کہ خدا زمین کی عمر آدھا دن اور بڑھا دے''۔ پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ ﷺ آدھا دن کتنا''؟ فرمایا: ''پانچ سو برس''۔ آج تک کسی سائنس دان نے یہ امکان ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کسی کی رسائی فکر بھی نہیں گئی۔ یہ تو محمد رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ زمین کی عمر آدھا دن اور بڑھا دے۔ غور کریں خواتین و حضرات! کہ اللہ جب چاہے زمین کی عمر پانچ سو برس اور آگے لے جا سکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے ایک اور بات۔۔۔ یہ کون ہیں جو حدیث پڑھتے ہیں؟ یہ کن کو حدیثوں میں تناقض نظر آتا ہے؟ اپنی عقل کے تناقض سے کیوں نہیں سوچتے؟ فرمایا کہ جب اللہ حساب کتاب لے گا اور لوگ جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو پھر بھی جنت میں جگہ بچ جائے گی، پھر اللہ نئے لوگ پیدا کرے گا، نئے حساب کتاب ہوں گے، نئی دنیائیں ہوں گی، پھر سے آزمائشیں ہوں گی اور حضرتِ انسان کی زندگی کا یہ تواتر چلتا رہے گا۔

خواتین و حضرات! کیوں......؟ کیوں چلتا رہے گا؟ ایسی کیا وجہ ہے؟ یہ زندگی ء انسان......! ہم تو بڑے لاڈلے سے ہیں، ہمیں تو کائنات میں کوئی اور نظر نہیں آتا، ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہم ہی انسان ہیں، ہمارے بغیر تو کچھ ہے ہی نہیں مگر اللہ کچھ اور خبر دیتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ جنت کیا چیز ہے؟ بڑے سے بڑا عالم کیا بتاتا ہے......؟ تین باغ ہیں، ایک میں انگور، ایک میں امرود، ایک میں انار، ایک میں حور، ایک میں قصور ایسے ہی چھوٹے چھوٹے باغ ہیں۔ لگتا ایسا ہے

Marfat.com

بڑی بات کون سی ہے؟ ''اُتلُ مَا اُوحِیَ اِلَیکَ مِنَ الکِتَابِ'' اللہ کی مرضی جاننی ہے تو قرآن پڑھو، جس سے منع کیا ہے، منع ہو جاؤ، جس کی طرف بلاتا ہے، اس طرف چلے جاؤ، اس کے احکامات پورے کرلو، سو فیصد نہ سہی، پچاس فیصد ہی پورے کرلو، قرآن پڑھو تو سہی، اوامر سے آگاہ ہو جاؤ، نہی سے آگاہ ہو جاؤ۔ ''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃ'' نماز قائم کرو، اس لیے نہیں...... methodology نہیں ...... excercise کے لیے نہیں...... یہ رحمتِ خداوندی کی ایک technique ہے، قاعدہ بنا دیا کہ چلو جو شخص نماز میں آئے گا، اُسے عذر نجات مل جائے گا۔ کیوں مل جائے گا؟ فرمایا: ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکرِی'' نماز اس لئے نہیں ہے، کوئی جبر کا قاعدہ اور قرینہ نہیں ہے، کوئی forceable conversion نہیں ہے، تمہیں تھکانے کیلئے نہیں ہے۔ ایک بہانہ ہے خدا کا......

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

تم پانچ وقت آجاؤ گے، چاہے کسی دل سے آجاؤ، سستی سے آجاؤ، جبراً آجاؤ...... مجھے بہانۂ نجات مل جائے گا، میں تمہیں بخش دوں گا۔ نماز میری یاد کیلئے ہے، قرآن میرے ذکر کے لیے ہے: ''نَحنُ نَزَّلنَا الذِکرَ'' ہم نے اس یاد کو نازل کیا ہے۔ قرآن پڑھتے ہوئے بھی خدا یاد آئے گا، نماز پڑھتے ہوئے بھی خدا یاد آئے گا مگر ''وَلَذِکرُ اللہِ اَکبَر'' یہ تمہاری choice کی یاد ہے۔ قرآن میں میں مجبوراً یاد آؤں گا، نماز میں بھی تم جبراً مجھے یاد کرو گے مگر تسبیح تو تم تب ہی پکڑو گے ناں، جب دل چاہے گا، یہ تمہارے دل سے دل کو جائے گی۔ یہ نماز سے بڑی بات ہے، قرآن سے بڑی بات ہے، وہ قاعدہ اور قانون ہے، اس سے نجات نہیں۔ کون ایسا شخص ہے جو محبتِ خداوند کا دعویٰ کرے اور خدا اس سے کہے کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے، تم تو بڑا دعویٰ کر کے آئے تھے قربتِ خداوند کا...... مگر تم تو عمومیت میں شامل نہیں ہو سکے تو خصوصیت میں شامل کیسے ہو سکتے ہو۔ ایک کام ہے جو میں تمہیں پانچ دفعہ کرنے کا کہہ رہا ہوں، وہ تو تم کر نہیں سکے ہو...... کیا واہیات سی بات ہے......! لوگ عمومیت سے اٹھ کر خصوصیت کی طرف جاتے ہیں۔ ہم سب عام سے لوگ ہیں، اسی محبت کے شعور کی وجہ سے آگے بڑھتے ہیں، اللہ کی قربت اور ہمسائیگی کی طرف بڑھتے ہیں۔ پھر خدا ہمیں اعتدال عطا کرتا ہے۔

خدا کی محبت کے تین اصول ہیں: اللہ کو ترجیح اوّل سمجھنا اور ترجیح اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ آپ تسبیح نہ کرو۔ جب یہ دو کام آپ کرلو گے تو خدا جواباً آپ کو غم وغصہ سے نجات دے گا، آپ کو ابتلاء سے نجات دیگا، آپ کے مسائل سے نجات دے گا، آپ کو اعتدال کی زندگی دے گا، امن وسکون دے گا، کیفیتِ خوف بدل دے گا، محبت واخلاص کا دعویٰ ہوگا کہ جو لوگ ہمیں دل سے یاد کرتے ہیں، ہم ان کے دروازے اور طاق بلند کر دیتے ہیں، ہم ان کی عزتیں بڑھا دیتے ہیں، ان کو محبتوں کا مرکز کر دیتے ہیں، خلوص ووفا کی محرابیں بنا دیتے ہیں......

جلتے ہر شب ہیں آسماں پہ چراغ
جانِ یزداں ہے منتظر کسی کا

''یٰحَسرَتَ عَلَی العِبَاد'' اے لوگو! مجھے حسرت ہے کہ جن کو میں نے اپنی محبت کیلئے بنایا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ عقل سے کام لے گا، سوچے گا، سمجھے گا، تفکر میں جائے گا اور تہہِ قلب سے پکارے گا:

Marfat.com

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ

(جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں۔)

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (یوسف 76:12)

(اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔)

سوال: لبنان پر اسرائیل کے حملے کے تناظر میں آپ کی سوچ کیا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! اصل میں میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جس قسم کی ہمارے پاس اطلاعات ہیں، وہ جو مصدقہ صاحب خبر نے ہمیں دی ہیں، اسکا پس منظر اگر ہم دیکھیں تو اگر اللہ کے رسول نے کہا ہے کہ مسلمان حکمران دجال کے ساتھی ہوں گے تو وہ آپ کے سامنے ہے۔ اگر اللہ کے رسول نے کہا کہ ایک مسلمان گروہ لڑے گا اور شکست کھائے گا، وہ آپ کے سامنے ہے۔ اللہ کے رسول نے کہا کہ دجال ایک ملک میں داخل ہوگا اور ایک ہاتھ سے اس پر روٹیاں پھینکے گا اور ایک ہاتھ سے اس پر آگ برسائے گا، وہ ہو چکا۔ تمام علامات اپنے انجام کو پہنچ رہی ہیں مگر آپ کو ایک لحاظ سے امریکہ کا اور دجال کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ یہ ظلم وستم، یہ خباثت، مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت کے یہ مظاہرے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے، دل بہت رنج کھاتا ہے۔ لبنان کا مسلمان ہو یا افغانستان کا ہو یا پاکستان کا...... مسلمان ایک بدن کی طرح ہے۔ انگوٹھا دُکھے گا تو دماغ بھی دُکھے گا، دل بھی دُکھے گا۔ جب ایک مسلمان کو تکلیف پہنچے گی تو دوسرا مسلمان خوش نہیں رہے گا مگر رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ زمانہء آخر میں دو خیمے ہیں تیسرا کوئی نہیں ہے۔ ایک ایمان کا دوسرا کفر کا...... بہت سے مسلمان judgement کے سائے میں آئیں گے۔ یہ لوگ نہیں جیتیں گے، ان لوگوں کے مقدر میں elimination ہے۔ ایمان جیتے گا، تیسرا مسلمان جیتے گا۔ یہ حدیث ہے کہ پہلا مسلمان نہیں جیتے گا، وہ دجال کا ساتھ دے گا۔ دوسرا مسلمان لڑے گا، شکست کھائے گا۔ اور وہ انہی جیسا ہوگا۔ تیسرا مسلمان جیتے گا۔ یہ تیسرا مسلمان ابھی تو بڑے مزے سے سویا ہوا ہے۔ اس پر کسی چیز کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ تیسرا مسلمان کب جاگے گا۔؟ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے۔ اللہ کی محبت میں شاید نہ جاگے، رسول ﷺ کی محبت میں ضرور جاگے گا...... یہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ دجال خروج کرے گا، شام سے گذرے گا، عرب میں داخل ہوگا، مکہ سے گذرے گا مگر مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا، وہاں ملائکہ متمکن ہوں گے۔ مسلمان جب اس انداز کو دیکھے گا تو جو ہاتھ میں ہوگا، لے کر نکل آئے گا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فتنہء اسرائیل ختم ہو جائے گا۔

خواتین و حضرات! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی حلاوت تین چیزوں میں ہے: جب اللہ کو ایک دفعہ مان لو تو اس کی ذاتِ گرامی میں کسی کو شریک نہ کرو۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم نے ایمان کا مزہ چکھ لیا اور دوسری چیز یہ کہ مجھے جان و مال، عزت و حرمت، بال بچوں اور اپنی زندگی کے ہر قیمتی اثاثے سے بڑھ کر سمجھا اور نہ صرف بڑھ کر سمجھا بلکہ اپنے رسول سے ایسے محبت کی...... آپ حیران ہوں گے، میں آپ کو مسلمان کی پہچان بتاتا ہوں۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک انٹرویو سنا۔ وہ خاتون جو مسلمان ہوئی، جس پر الزام لگا تھا کہ یہ طالبان کی مخبر ہے۔ اس سے انٹرویو لیا گیا کہ وہ مسلمان کیسے ہوئی تو اس نے کہا کہ مجھ سے طالبان نے وعدہ لیا تھا کہ چھوڑ تو رہے ہیں مگر ایک شرط ہے کہ قرآن پڑھنا، تو اس نے کہا کہ

Marfat.com

میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں قرآن پڑھوں گی۔ خواتین و حضرات! باقی چیزوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آخر میں اس سے ایک سوال پوچھا گیا: میں آپ کو ایمان کی حلاوت کا بتا رہا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ What do you consider about the prophet Mohammad? اس نے کہا اس سے پہلے میں ان کو جانتی بھی نہ تھی، مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کون ہیں؟ مگر جب سے اسلام قبول کیا ہے، جب سے قرآن پڑھا ہے، اگر میری استطاعت ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت کیلئے میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کیلئے تیار ہوں۔ خواتین و حضرات! یہ ایمان کی نشانی ہے۔ جب اس نے یہ بات کی تو مجھے پورا یقین ہوا کہ وہ اصلی اخلاص سے مسلمان ہوئی ہے۔ جب کوئی مسلمان مخلص ہوتا ہے تو اپنے رسولؐ سے کتنی محبت کرتا ہے، اسکا اندازہ صرف اس کے دل کو ہو سکتا ہے، دماغ سے نہیں ہو سکتا اور خواتین و حضرات! تیسری وجہ حلاوتِ ایمان یہ ہے کہ جب ایک دفعہ آپ درجہ اخلاص پا لیں، خدا کی محبت اور پہچان پالیں، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور پہچان پالیں تو پھر کفر کی جانب دوبارہ پلٹنے، کسی ناقص فطرت کی جانب پلٹنے سے اتنا ہی ڈرو جتنا سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے ہو۔

آپ خدا سے ڈرتے کیوں ہو؟ وہ ڈرانے والا ہے......؟ کس نے کہا کہ خدا آپ کو عذاب دے گا؟ عذاب کی ساری آیات نکال لو، دیکھو تو سہی کہ خطاب کس کو ہے؟ کیا مسلمان کو خطاب ہے؟ کیا جہنم کی وعید آپ کو دی جا رہی ہے؟ آپ کا تو standard ہی اللہ نے بڑا low رکھا ہے۔۔۔ ہاں خدا کو گلہ ہے کہ تم اس سے ڈرتے رہتے ہو، بھلا جس شخص سے انسان خوف کھائے کیا اس کے قریب جا سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی فطرت ہے کہ اپنے محسن سے محبت کرتا ہے، اے کاش! کہ انسان کو پتہ ہو کہ اللہ انسان سے کتنی محبت کرتا ہے۔۔۔!! اگر تمہیں پتہ ہو کہ خدا تم سے کتنی محبت کرتا ہے تو پھر تمہارے اندر اللہ کیلئے جو انس پیدا ہوگا، وہ اصل ایمان ہے، وہ صحیح ایمان ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی کہ اللہ کیا چاہتا ہے؟ اللہ چاہتا ہے کہ ڈر ڈر کر مرو؟ قبر کے عذاب سے ڈرو؟ یہ ساری باتیں آپ کس سے کرتے ہو؟ اس اللہ سے..... خداوندِ کریم کہتے ہیں کہ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْن (آل عمران 92:3)

میری محبت میں تمہیں باقی محبتیں قربان کرنا ہوں گی ورنہ تم مجھے نہیں پا سکتے۔ یہ نہیں کہا کہ خوف سے بلکہ کہا کہ میری محبت میں تمہیں باقی محبتیں قربان کرنا ہوں گی۔ پھر فرمایا کہ مجھے تم ڈر کے کیوں یاد کرتے ہو؟ خوف سے کیوں یاد کرتے ہو؟ بھئی مجھے اپنا جان کر یاد کرو۔۔۔

فَاِذَا قَضَیْتُم مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰه (البقرة 200:20)

جب کام کاج پورے کر لو تو اللہ کا ذکر کرو، جیسے اپنی ماں کا کرتے ہو، جیسے اپنے باپ کا کرتے ہو، جیسے آباؤ اجداد کا کرتے ہو، ڈر کے مارے یاد کرتے ہو؟ خوف سے یاد کرتے ہو کیا؟ کیا کانپ کانپ کر دیا کرتے ہو؟ ''فَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا'' مجھے ذرا زیادہ پیار سے یاد کرو، زیادہ محبت سے یاد کرو تا کہ مجھے معلوم ہو کہ میرے بندے کی ترجیح اول میں ہوں۔ میں اس کا وارث ہوں، میں اسے زندگی کا پہلا سانس دیتا ہوں، میں اسے آخری سانس دیتا ہوں، میں تمہیں ماں باپ دینے والا ہوں، کیا تم آسمان سے ماں باپ لے کر آئے ہو؟ میں نے تمہیں ماں باپ دیئے ہیں، میں

Marfat.com

تمہیں بچے دیتا ہوں، میں تمہیں شوہر اور ازواج دیتا ہوں۔ جب تمہارے سارے کام ہی میں کر رہا ہوں، رزق بھی تمہیں میں دے رہا ہوں اور عزت لینے کہاں جاتے ہو؟ ''فَاِنَّ العِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیعًا '' عزت بھی میں ہی دیتا ہوں، مرض میں دیتا ہوں، شفا میں دیتا ہوں، تمہارا تصور تمہیں میں عطا کرتا ہوں، میں تمہارا خیال ہوں، میں تمہارا ظاہر و باطن ہوں:

هُوَ الاَوَّلُ وَالاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیءٍ عَلِیمٌ (الحدید 3:57)

کمال ہے......! میں تمہارے سانس کے ساتھ سانس لیتا ہوں، مجھ سے محبت نہیں رکھو گے ؟ تمہاری ساری محبتیں جھوٹی ہیں، تمہارے سارے آسرے جھوٹے نکلیں گے، مگر ہم جس کے دوست ہوتے ہیں، خدا کہتا ہے: جو ہمارے دوست ہوتے ہیں، ان پر دو چیزیں نہیں ہوتیں: ''اَلَآ اِنَّ اَولِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوفٌ عَلَیهِم وَلَاهُم یَحزَنُونَ '' (یونس 62:10) خوف نہیں ہوتا غم نہیں ہوتے۔

خواتین و حضرات! پوری کی پوری زندگی ان دو چیزوں سے مزین ہے۔ عصر حاضر کا نام ہے، برباد ذہن، اجڑی ہوئی فکریں، نامراد دل، ہر چیز ہوا و ہوس میں لپٹی ہوئی...... مگر کیا عجیب بات ہے کہ ایک شمع روشن ہے، ایک طاقچے میں ایک چراغ جلتا ہے۔ اس چراغ سے ایک نور پھوٹ رہا ہے، جو تمہارے دلوں کی محرابوں تک آتا ہے اور اس میں سے آواز آتی ہے کہ میں ہوں تمہارا دوست...... اگر تم میرے دوست ہو تو تم میں خوف اور حزن نہیں ہوگا۔ ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دیں۔ دیکھو وہ قانون دے رہا ہے، روز تم گلے کرتے ہو کہ ہم پر مصیبتیں آئی ہیں، روز گلے کرتے ہو کہ عذاب چلا آ رہا ہے اور اُدھر وہ کیا کہہ رہا ہے؟ کہ ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کریں ''اِن شَكَرتُم وَاٰمَنتُم '' اگر تم ہمیں یاد کرنے والے ہو، اگر تمہیں پتہ ہے کہ کوئی تمہارا خدا ہے، تمہارا وارث ہے، تمہارے بچوں کا وارث ہے، تمہارے ماں باپ کا وارث ہے تو ''اِن شَكَرتُم وَاٰمَنتُم '' ہم بہرے نہیں ہیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِراً عَلِیماً '' تمہیں یہ یقین نہیں ہے کہ ہم تمہارا شکر قبول کرنے والے ہیں۔ لات و عزیٰ کی طرح نہیں ہیں، اندھے اور بہرے بت نہیں ہیں، میں سوچنے اور سمجھنے والا خدا ہوں، میں نے تمہیں سوچنے سمجھنے کیلئے عقل دی ہے، تم مجھ سے بھاگ کر کہاں جاتے ہو؟ اگر بھاگ کر جاؤ گے تو یاد رکھو میرا اصول ہے کہ جس شخص نے خدا کے ضمن میں کوتاہی کی تو وہ اسے کبھی سکون نہ دے گا۔ سبحان اللہ آج کا مسلمان کہتا ہے......

ہر آدمی کی اپنی ترتیب ہے۔ کوئی اٹھتا ہے، کہتا ہے کہ ساری تسبیحات اور وظائف ناقص ہیں، بس نماز پڑھو، روزے رکھو۔ اس کے بعد ڈنڈا لے کر لوگوں کے پیچھے لگ جاؤ اور ان کو روزے رکھواؤ، نمازیں پڑھاؤ۔ جو ہاتھ آئیں گے وہ سدھر جائیں گے اور جب تک ڈنڈا چلتا رہے گا لوگ نماز پڑھتے رہیں گے۔

یہ طریق مذہب ہو گیا ہے کہ حوصلہ نہیں رہا، اخلاق نہیں رہا، اخلاص نہیں رہا، ایک مسلمان بھائی کا احترام اور انتظار نہیں رہا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ مروت یہ ہے کہ جب تو کسی گناہگار بھائی کو دیکھے تو سب سے پہلے خدا کا شکر ادا کر کہ تجھ میں یہ عادت نہیں ہے اور پھر اس بھائی کیلئے دعا کر کہ اے اللہ! اسے بھی نجات عطا کر۔۔۔ مگر خواتین و حضرات! تصوف دور کی بات نہیں، ولی ہونا دور کی بات نہیں، ولی ہونا ہی آپکا مقدر ہے۔۔۔ اس لئے کہ دو ہی ولی ہیں، تیسرا کوئی ولی نہیں ہے۔ آپ کیوں مایوس ہو؟ کیا آپ دعویٰ ولایتِ خداوند نہیں رکھ سکتے؟ کیا اللہ نے آپ کو بتایا نہیں کہ

Marfat.com

بڑی بات کون سی ہے؟ ''اُتلُ مَا اُوحِیَ اِلَیکَ مِنَ الکِتَابِ'' اللہ کی مرضی جاننی ہے تو قرآن پڑھو، جس سے منع کیا ہے، منع ہو جاؤ، جس کی طرف بلاتا ہے، اس طرف چلے جاؤ، اس کے احکامات پورے کرلو، سو فیصد نہ سہی، پچاس فیصد ہی پورے کرلو، قرآن پڑھو تو سہی، اوامر سے آگاہ ہو جاؤ، نہی سے آگاہ ہو جاؤ۔ ''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃ'' نماز قائم کرو، اس لیے نہیں...... methodology نہیں...... excercise کے لیے نہیں...... یہ رحمتِ خداوندی کی ایک technique ہے، قاعدہ بنا دیا کہ چلو جو شخص نماز میں آئے گا، اُسے عذر نجات مل جائے گا۔ کیوں مل جائے گا؟ فرمایا: ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکرِی'' نماز اس لئے نہیں ہے، کوئی جبر کا قاعدہ اور قرینہ نہیں ہے، کوئی forceable conversion نہیں ہے، تمہیں تھکانے کیلئے نہیں ہے۔ ایک بہانہ ہے خدا کا......

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

تم پانچ وقت آ جاؤ گے، چاہے کسی دل سے آ جاؤ، سستی سے آ جاؤ، جبراً آ جاؤ...... مجھے بہانہء نجات مل جائے گا، میں تمہیں بخش دوں گا۔ نماز میری یاد کیلئے ہے، قرآن میرے ذکر کے لیے ہے: ''نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ'' ہم نے اس یاد کو نازل کیا ہے۔ قرآن پڑھتے ہوئے بھی خدا یاد آئے گا، نماز پڑھتے ہوئے بھی خدا یاد آئے گا مگر ''وَلَذِکرُ اللہِ اَکبَر'' یہ تمہاری choice کی یاد ہے۔ قرآن میں میں مجبوراً یاد آؤں گا، نماز میں بھی تم جبراً مجھے یاد کرو گے مگر تسبیح تو تم تب ہی پکڑو گے ناں، جب دل چاہے گا، یہ تمہارے دل سے دل کو جائے گی۔ یہ نماز سے بڑی بات ہے، قرآن سے بڑی بات ہے، وہ قاعدہ اور قانون ہے، اس سے نجات نہیں۔ کون ایسا شخص ہے جو محبتِ خداوند کا دعویٰ کرے اور خدا اس سے کہے کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے، تم تو بڑا دعویٰ کر کے آئے تھے قربتِ خداوند کا...... مگر تم تو عمومیت میں شامل نہیں ہو سکے تو خصوصیت میں شامل کیسے ہو سکتے ہو۔ ایک کام ہے جو میں تمہیں پانچ دفعہ کرنے کا کہہ رہا ہوں، وہ تو تم کر نہیں سکے ہو...... کیا واہیات سی بات ہے......! لوگ عمومیت سے اٹھ کر خصوصیت کی طرف جاتے ہیں۔ ہم سب عام سے لوگ ہیں، اسی محبت کے شعور کی وجہ سے آگے بڑھتے ہیں، اللہ کی قربت اور ہمسائیگی کی طرف بڑھتے ہیں۔ پھر خدا ہمیں اعتدال عطا کرتا ہے۔

خدا کی محبت کے تین اصول ہیں: اللہ کو ترجیح اوّل سمجھنا اور ترجیح اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ آپ تسبیح نہ کرو۔ جب یہ دو کام آپ کرلو گے تو خدا جواباً آپ کو غم و غصہ سے نجات دے گا، آپ کو ابتلاء سے نجات دیگا، آپ کے مسائل سے نجات دے گا، آپ کو اعتدال کی زندگی دے گا، امن و سکون دے گا، کیفیتِ خوف بدل دے گا، محبت و اخلاص کا دعویٰ ہوگا کہ جو لوگ ہمیں دل سے یاد کرتے ہیں، ہم ان کے دروازے اور طاق بلند کر دیتے ہیں، ہم ان کی عزتیں بڑھا دیتے ہیں، ان کو محبتوں کا مرکز کر دیتے ہیں، خلوص و وفا کی محرابیں بنا دیتے ہیں......

جلتے ہر شب ہیں آسماں پہ چراغ
جانِ یزداں ہے منتظر کسی کا

''یٰحَسرَتً عَلَی العِبَاد'' اے لوگو! مجھے حسرت ہے کہ جن کو میں نے اپنی محبت کیلئے بنایا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ عقل سے کام لے گا، سوچے گا، سمجھے گا، تفکر میں جائے گا اور تہہِ قلب سے پکارے گا:

Marfat.com

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه

تب میں جانوں گا کہ میرا دعویٰ درست ہے، میں نے جو انسان پر claim رکھا تھا کہ: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً یہ میرا محبوب ہے، میرا انسان ہے، مجھے اس پر ناز ہے مگر تم میرے حق ادا نہ کر سکے۔

خواتین و حضرات! اللہ ہمیں توفیق دے سوچنے سمجھنے کی، خدا سے اُنس کی...... اللہ کے بارے میں سوچو مگر محبت سے سوچو، ڈر سے نہیں، خوف سے نہیں، وحشت و اضطراب سے نہ سوچو...... یہ چیزیں تو وہ دور کرتا ہے۔ آپ پیار سے سوچو، کبھی بھولے بسرے انداز میں اسے یاد بھی کرو۔ جب آپ یاد کرو گے تو خدا پہ ایمان رکھنا کہ:

فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ (البقرة 152:2)

(پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔)

ہماری یاد ناقص ہے، ہم انسان ہیں، ہمارے ذہن بھٹکتے پھرتے ہیں، ہم اسے اچھی طرح یاد نہیں کر سکتے مگر پھر بھی کرتے ہیں۔ ہماری ناقص یاد کے عوض وہ ہمیں اپنی بہت خوبصورت یاد کے قابل بناتا ہے۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرة 152:2)

(اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔)

یہی شکر ادا کرنا ہے، یہی دل سے اقرار کرنا ہے۔

سوال: مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ہے کہ امام مہدی کا نام میرے نام پر ہوگا، ان کے والد کا نام بھی میرے والد کے نام پر ہوگا اور ان کی عادات بھی مجھ سے مشابہ ہوں گی جب کہ آپ کے یعنی پروفیسر صاحب کے کچھ شاگردوں کے بارے میں مشہور ہو رہا ہے کہ وہ پروفیسر صاحب ہی کو امام مہدی مانتے ہیں۔ حدیث کے ان منکرین کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ان کے بارے میں آپ کا کوئی پیغام۔ اور کچھ پروفیسر صاحب کے بارے میں مجدد کا گمان کرتے ہیں۔ اس پر کچھ روشنی ڈالیے۔

جواب: یہ برصغیر کی بدقسمتی ہے کہ تھوڑی سی above average ذہانت بڑی بڑی غلط فہمیوں میں ڈال دیتی ہے۔ میرے اپنے نزدیک تاریخ کے تواتر سے، جب سے انگریز یہاں آئے اور جب سے ہم یہاں موجود ہیں، حاکم و محکوم کا سلسلہ، غلام و آزاد کے سلسلے جاری رہے۔ اس کے نتیجے میں ایک مسلسل احساسِ کمتری ہمارے بنیادی اسباب میں داخل ہو چکا ہے اور اس احساسِ کمتری کے نتیجے میں وہ لوگ جو ذرا سی عقل کو فروغ پاتے دیکھتے یا جو ذرا سیانے ہوتے، جن کو لسانیت ملتی یا جن کو خیال کی تھوڑی بہت وسعت ملتی، وہ کوئی بڑا دعویٰ کر بیٹھتے۔ پچھلی نصف صدی سے یہ تسلسل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بڑے بڑے talent ضائع ہو گئے۔ tripost کرنے والا ایک انتہائی ذہین mathematician اگر mathematics کو توجہ دیتا تو یقین تھا کہ آج وہ رسل یا Wittgenstein کے برابر ہوتا مگر بدقسمتی سے اس نے لیڈر بننے کے شوق میں اپنے آپ کو سیاست میں ڈال دیا۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی جس کو ''المشرقی'' کا خطاب ہی اس کی ذہانتِ حسابیہ کی وجہ سے ملا مگر جب اسکا شعور بڑھا تو بجائے اپنے subject میں ترقی کرنے کے، وہ ایسے subject

Marfat.com

میں چلا گیا جو اس کا نہیں تھا اور ایک بہت بڑا عالم بہت بڑی بدقسمتی کا شکار ہو گیا۔

یہاں جب تحریکات شروع ہوئیں تو آپ دیکھو گے کہ لوگوں کو امیرِ جماعت بننے کا بڑا شوق پیدا ہوا، ایک normal talent کا بندہ کبھی ایک جماعت بنا کر امیر بن گیا اور کبھی دوسری جماعت بنا کر امیر بن گیا۔ تمام کے ذہن میں ایک خبط سوار رہا کہ شاید یا ہم مجددِ عصر ہیں یا ہم مہدیء آخر الزماں ہیں یا ہم کسی انقلاب کے بانی ہیں یا ہم کسی انقلاب کے لیڈر ہیں یا ہم وہ جماعت ہیں جنہوں نے selection of the world of Islam کرنی ہے۔ یہ وہ بدقسمتی ہے، جو ہر چھوٹی بڑی جماعت کے مفکر اور چھوٹے بڑے عالموں کے ساتھ پیدا ہو گئی۔ کچھ عالم ایسے بھی تھے جو معمولی تعلیمات کے مالک تھے، جیسے مرزا غلام احمد قادیانی تھے جن کے scholastic knowledge بہت محدود تھے، اتنے محدود کہ ابھی پورے کائناتی اور وسیع تر علم کی انہیں ہوا تک نہیں لگی تھی مگر انہوں نے قرآن کی interpretation شروع کر دی جس کے نتیجے میں وہ حدیثِ رسول ﷺ پوری ہوئی کہ زمانہء آخر میں دین لونڈوں کھونڈوں کے ہاتھ میں آ جائے گا۔ اس کی مثال آج بھی آپ کے سامنے ہے کہ جن لوگوں کو کبھی شعورِ علم بھی نہیں ہوا وہ ٹی وی پر یا کسی ذریعہء ابلاغ پر آ کر ایک بہت بڑی علمیت کے مظاہرے کرتے ہیں۔ آپ کے سامنے ابھی دو بہت بڑے نام ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ میں سے کئی لوگ ان کو بہت appreciate کرتے ہوں گے مگر ان کا credit کیا ہے؟ دیکھئے کہ زمانے اور عصر میں کسی بھی استاد کو جب teaching کرنی ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس کے سامنے پرابلم یہ ہوتا ہے کہ جب گھر کو آگ لگی ہو تو کون دیوانہ ہے جو کرسیاں بچاتا پھرے، کون ہے جو دروازوں کے پردے اتارتا پھرے، جب گھر کو آگ لگی ہو تو آپ سب سے پہلے اپنی قیمتی چیز کو بچاؤ گے، اگر عالمِ اسلام کا بحران دیکھا جائے تو اول و آخر خدا اب کسی کی priority نہیں رہا۔ ہمارا centre of accountability اللہ نہیں رہا۔

اقبال واحد ایک مفکر تھا جو اتنا intoxicate نہیں ہوا۔ وہ علم میں شناخت میں سب سے بڑھ کر تھا مگر اس کو کوئی intoxication نہیں ہوئی۔ آئن سٹائن کو دیکھیں، اس نے دنیا کی تاریخ بدل دی۔ رسل کے نام اکیسویں صدی ہے مگر آپ نے کبھی ان کے نام کے ساتھ کوئی دوسرا نام سنا ہے؟ آپ ان کو آئن سٹائن اور رسل ہی کہیں گے مگر ہمارے ہاں کوئی شخص اپنے آپ کو مکمل نہیں سمجھتا جب تک کہ حجۃ الاسلام نہ لکھ لے، جب تک نابغہء عصر اور علامہء دہر نہ لکھ لے۔ یہ جو تعریف و توصیف کے القابات ہیں، ان میں دو بڑے characters اور بھی ہیں جیسے ایک صاحب اٹھتے ہیں اور لکھتے ہیں مجددِ عصر...... ایک صاحب آگے بڑھتے ہیں تو لگتا یہ ہے کہ یہ مہدی کے status کو پہنچنے والے تھے، ابھی پہنچے نہیں ہیں...... یہ سارا فساد اُس حُب جاہ کا ہے، اور تکبراتِ ذات کا ہے، جو ایک جماعت اپنے امیر کو دیتی ہے اور ایک امیر جان بوجھ کر اپنی جماعت کو اپنے status کے ساتھ گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ We are all very common people بڑا مشکل ہے یہ کہنا کہ ہم میں سے کوئی وہ ہیں، ہاں! ہم اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں اس لیے کہ ایک عمومی درجہء اسلام تک ہم پہنچ سکتے ہیں مگر مومن کون ہیں؟ اسکا judge نہ میں ہوں، نہ آپ ہیں...... ولی کون ہے؟ اسکا جج نہ میں ہوں نہ آپ ہیں۔ جو چیز خدا کے علم میں ہے، وہ میرے علم میں نہیں ہے۔ جو میری شناخت اللہ کے پاس ہے، وہ میری شناخت نہیں ہے۔

زمین و آسمان میں آج تک کوئی جماعت ایسی نہیں گزری، کوئی گروہِ بندگانِ خدا ایسا نہیں گزرا جس کو خود اللہ نے لکھ کر دے دیا ہو کہ رضی اللہ عنہ و رضی اللہ عنہم کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ آج تک زمین و آسمان میں اصحابِ رسول ﷺ کے علاوہ کوئی شخص کسی تکبرِ ذات کا مجاز نہیں، کسی بزرگی کا مجاز نہیں۔ اس کے بعد یہ سوال کتنا بے معنی ہو جاتا ہے! ہمارا تعلق لوگوں کے ساتھ اس صحرانشین کا سا ہے کہ جس میں سے ایک قافلہ جب پہلے گزرتا ہے تو وہ کسی نخلستان کی نشان دہی کر سکتا ہے، کسی چشمے کی خبر دے سکتا ہے تاکہ پیچھے آنے والے مسافروں کو اس راہ گزر سے امکانی طور پر شناسائی ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کے رستے میں اس نے مجھے تھوڑی بہت بھی کسی شناخت کا مالک کیا ہے تو میں اسے از خود بھی نہیں لوگوں تک پہنچا سکتا۔ اللہ کہتا ہے کہ علم ایک ایسی امانت ہے کہ میں خوب اچھی طرح دیکھ لیتا ہوں کہ کس کے دل میں اسے رکھنا ہے اور یہ علم ایک ایسی امانت بھی نہیں کہ جسے آپ فلموں میں لے کر پھرو۔ اس کے حقدار بھی بڑے مخصوص لوگ ہیں۔ ہر آدمی اس کا حقدار بھی نہیں۔ جسے خدا چاہتا ہے، اسے کسی پیغام تک پہنچا دیتا ہے۔ کیا ضرورت ہے ایسے القابات کی، جو نہ صرف غیر ضروری ہیں بلکہ غیر اخلاقی بھی ہیں۔ جب مہدی بھی اپنا دعویٰ خود نہیں کرے گا تو کوئی دوسرا اس کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ مہدی کے بارے میں تمام احادیث متفق ہیں کہ مہدی اپنا دعویٰ خود نہیں کرے گا۔ وہ تو بیچارہ شرمیلا سا بندہ ہے، وہ تو لوگوں سے بھاگتا پھرے گا، بلکہ لوگ زبردستی اس کو اس دعویٰ سے آشنا کریں گے اور وہ پھر بھی لوگوں کی قیادت سے انکار کرے گا تا آنکہ پروردگار کوئی اسباب پیدا کریں گے، تب کہیں جا کر اس درجۂ مہدیت کا خداوند تعالیٰ خود اعلان فرمائیں گے اور جب اس کی برکت، اس کی شناخت، اس کی قدر کسی فرد پر طلوع ہوگی تو کسی بندے کو اس کے بارے میں شک و شبہ نہیں رہے گا، اس لیے میرے خیال میں یہ سوال غیر ضروری بھی ہے۔ اس سے گریز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ ہر اس دعویٰ سے پناہ دے جس کا جواز اُس میں موجود نہیں ہے۔

Marfat.com

علمت

نظریہء زندگی بعد از موت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

خواتین وحضرات! چکوال سے میرا ایک ذاتی تعارف بھی وابستہ ہے۔ یہ علاقہ یہ جگہ میرے بڑے پرانے دوستوں کی ہے، بڑی محبتوں کی جگہ ہے۔ یہاں سے میں نے گریجویشن کی، نہ صرف گریجویشن کی بلکہ اس کالج نے ایک تین ماہ کے آئے ہوئے طالب علم کو صدر چنا بلکہ سب سے پہلا شخص جس نے شاید میری آنے والی زندگی کی نشاندہی کی، وہ میرے ایک پروفیسر تھے فریدی صاحب...... میں انگریزی مجلّے کا مدیر تھا۔ کالج میں تو ''شمشیر'' کے اردو حصے کی صدارت کا وقت آ گیا تو میرے ساتھ جو طالب علم تھے اور ماشاءاللہ میں یہ بات آپ کو خوش کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا بلکہ جب بھی کبھی بات ہوئی تو میں نے چکوال کی عمومی ذہانت کی بڑی تعریف کی، اگرچہ یہ بات بڑی مشہور تھی کہ چکوال کا سپاہی لڑتے ہوئے بغیر کسی instruction کے جگہ بدل دیتا ہے۔ اپنے ڈیفنس کو بھی اتنا ہی بھرپور استعمال کرتا ہے جتنا aggression کو۔ اس کے برعکس دنیا کے بعض بڑے اچھے سپاہی مورچہ ہی نہیں چھوڑتے اور وہیں وفات پا جاتے ہیں...... تو حضراتِ گرامی! بہت سارے بڑے ذہین طالب علموں کے باوجود فریدی صاحب نے اردو ادارت کے لیے بھی جب میرا نام چنا تو میں ان کے حضور حاضر ہوا، مجھے یہ بے انصافی لگی اور میں نے کہا کہ بہت اچھے طالب علم اردو کے موجود ہیں۔ بڑے ذہین، بڑے ادیب تو آپ مجھے کیوں اسکا مدیر مقرر کر رہے ہیں، میں تو پہلے ہی انگریزی کا مدیر ہوں، تو انہوں نے ایک بڑی عجیب سی بات مجھے کہی جو ان دنوں میں مجھے بڑی یاد آتی ہے، اب تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں...... تو مجھے کہنے لگے کہ ''دیکھو بھائی! باقی طالب علم روز آتے جاتے ہیں، احمد رفیق دوبارہ نہیں آئے گا اور میں کسی قیمت پر بھی اسکی تقصیرِ عزت نہیں کر سکتا''۔ مجھے اس وقت وہ بڑی مبالغہ آمیز بات لگی۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ کبھی وہ وقت بھی آئے گا کہ میں اللہ کے لیے یا اسکے قانون کے لیے یا اسکی کتاب کے لیے وقت کے ساتھ ساتھ مسلسل ایک فکری جدوجہد کروں گا۔ مجھے اس لیے بھی آپ سے، اس علاقے سے، اس کالج کی روایات سے بڑا تعلق ہے۔

حضراتِ گرامی! جو موضوع مجھے عطا کیا گیا ہے، یہ ایک مابعد الطبیعاتی موضوع ہے یعنی یہ حقائق کی دنیا سے آگے گزر جانے کا موضوع ہے۔ طبیعات اور مابعد الطبیعات میں ایک چھوٹا سا فرق ہوتا ہے جیسے طریقت شریعت کی نیت

Marfat.com

ہوتی ہے اور خیال عمل کی اساس بنتا ہے، اسی طرح مابعد الطبیعات طبیعات کی نیت ہوتا ہے، قیاس ہوتا ہے، گمان ہوتا ہے، رائے ہوتی ہے اور پھر جب وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی فکر، اسکا عمل، اس کی ہمت، اسکے تجربات، اسکے مشاہدات اُس خیال کو عمل میں ڈھال لیتے ہیں تو وہی بات جو پہلے مابعد الطبیعات میں ہوتی ہے بعد میں طبیعات کا حصہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح مابعد النفسیات اور نفسیات میں یہی فرق ہوتا ہے۔ اگر آپ نفسیات کی پچھلے پندرہ برس کی تھوڑی سی history پڑھیں تو نفسیات پہلے ''science'' نہیں تھی۔

نفسیات کے علوم کو پہلے سائنسی علوم نہیں سمجھا جاتا تھا مگر جب observation کا قانون لگا دیا گیا، مشاہدات لگا دیے گئے تو کچھ ایسے scientific pattern پر وہ ساری باتیں آ گئیں کہ اب نفسیات کو بھی ایم ایس سی نفسیات کہا جاتا ہے یعنی اس پر بھی سائنس کا اطلاق ہو گیا ہے اور بہت ساری ایسی باتیں جو پہلے مابعد النفسیات تھیں، اب نفسیات کے موضوع میں شامل ہو گئی ہیں۔ حضراتِ گرامی! ایک موضوع جو ہمیشہ سے مابعد الطبیعاتی اور مابعد النفسیاتی رہا ہے، وہ ''اللہ'' ہے۔ اللہ ایک ایسا موضوع ہے اور رہے گا جو شاید ابدی کائنات تک انسان کے حواس خمسہ سے بالا ہے۔ ایک ایسا ترفع، ایک ایسی آفاقی حقیقت ہے جو انسان کے ذہن کو بہت سارے سوالات سے آشنائی دیتا رہے گا اور حضراتِ گرامی! اگر یہ احسان پروردگار نہ کرتا، اگر اللہ غیب میں نہ ہوتا تو انسان کی کوئی ذہنی ترقی ممکن نہ ہوتی۔ سب سے پہلا تجسس، سب سے پہلی تحقیق، سب سے پہلا مسئلہ جو انسان کے آباد ہونے کے بعد زمین میں Homo-Erectus سے Homosapiens کے بعد سے پہلا سوال جو انسان کو تنگ کرتا رہا وہ ایک قانون سازی تھی۔ قتل و غارت، تباہی، ہلاکت، بربادی اس درجہ بلندی پر پہنچ گئی تھی کہ عمرانیات میں ایک ایسا لمحہ آیا، تاریخِ انسان میں ایک ایسا لمحہ آیا کہ جب یہ نسلِ انسانی مکمل خاتمے پر پہنچ گئی تو چند بزرگ جمع ہوئے اور اکٹھے ہو کر انہوں نے سوچا کہ آخر انسانی زندگی کو preserve کیسے کیا جائے۔ اگر ہم ایک آدمی کے بدلے ایک خاندان قتل کرتے رہے اور ایک قبیلہ قتل کرتے رہے تو اس طرح تو ہم سارے ختم ہو جائیں گے تو سب سے پہلا قانون جو انسانی معاشرے نے دریافت کیا وہ قانونِ قصاص تھا اور حضرات! قانون نہ بننے کی بھی ایک وجہ تھی اور وہ وجہ یہ تھی کہ میرا بنایا ہوا قانون، نظام، انکا system جاری نہیں ہو سکتا تھا جب تک کوئی عدل کی نوعیت کا حکمران نہ ہوتا، جب تک انسانی معاشرے کو قتل و غارت سے بچانے والی کوئی ایسی قوت، کوئی ایسا قانون نہ ہوتا جو انسانی زندگی کو تحفظ دے سکتا۔ قرآنِ حکیم، جو قانون درج کرتا ہے وہ قانون انسانی معاشرے کی بقا کا باعث بنا، وہ قانون انسان کی تاریخ کا باعث بنا۔ ورنہ یہ elimination کے process سے گزرتے ہوئے سارے کا سارا معاشرتی انسان ختم ہو جاتا تو اللہ نے فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ

(اے اہلِ عقل! اے اہلِ فکر! غور کرو تو ہم نے قصاص میں زندگی رکھ دی۔)

یہ قرآن کی ان آیات میں سے ہے جن کی بلاغت، جن کی فصاحت، جس کے مطالب ادب عالیہ کے اعلیٰ ترین نمونوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔ یہ بڑی مختصر سی، بڑی جامع، بڑی مکمل اور اپنے اندر ایک پوری تاریخِ عمرانیات سمیٹے ہوئے ہے۔

Marfat.com

حضراتِ گرامی! دنیا کا سب سے پہلا قانون دان Babylonian Civilization کا Prince Hammurabi ہے......اور قصاصِ قرآن میں اللہ نے کیا دیا؟ اگر آپ آیاتِ قصاص پڑھیں۔

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ اَلسِّنُّ بِالسِّنِّ (البقرة 178:2)

کہ ''اعضاء کے بدلے اعضاء، عورت کے بدلے عورت، غلام کے بدلے غلام'' اور پھر قصاص کو مختصر کرتا ہوا اللہ کہتا ہے: کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، جان کے بدلے جان'' اور حضراتِ گرامی! اگر آپ اس دور کے کتبے دیکھیں جو پرنس Hammurabi نے اس زمانے میں قانونِ قصاص دیتے ہوئے مختلف جگہوں پر نصب کیے تو سب سے پہلا جو قانون نصب ہوا، وہ قانونِ قصاص تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، دانت کے بدلے دانت......حضراتِ گرامی! انسانی معاشرے کی ابتداء میں خدا کے وجود میں بہت سارے اعتراضات پہلے بھی اٹھتے رہے، اب بھی موجود ہیں۔ عمرانیات کے مفکرین نے کہا کہ ''اگر خدا نہ ہوتا، اگر اللہ نہ ہوتا تو انسان کوئی نہ کوئی اللہ بنالیتا تا کہ معاشرتی نظام درست رہے۔''

پھر Socialists Marxists آئے۔ انہوں نے کہا کہ ''خدا کا وجود تو محض تسلی فقراء ہے''۔ صبر و جبر کی کیفیتوں میں جو لوگ الجھے ہوئے ہیں اور جو امراء اور صاحب مال ہیں، جو بورژوائی یہ چاہتا ہے کہ Proletariat بغاوت نہ کریں، جو صاحب مال اور اقتدار یہ چاہتا ہے کہ غریب بغاوت نہ کرے، اسکو جو نشہ دیتا رہتا ہے.... جو افیون اسے پلاتا ہے.... وہ ''اللہ'' ہے...... کہ ویسے تو وہ صبر نہیں کرے گا۔ ان فلاسفہ نے تاریخ کا دوسری طرح سے مطالعہ کیا اور ان کا خیال تھا کہ تمام حیات غلام و آقا کی جنگ ہے۔ غریب اور امیر کی جنگ ہے۔ صاحب مال کی اس سے جنگ ہے جس کے پاس مال نہیں ہے اور بالآخر یہ جنگ چلتی چلتی ایک thesis اور ایک anti-thesis اور ایک synthesis بنا۔ الفاظ جو بھی اسے دیں...... سادہ ترین الفاظ میں یہی ہے کہ غریب اور امیر کی ایک طویل جنگ ہے۔ اقتدار اور مجبور کی مجبوری کی ایک طویل جنگ ہے، جس سے گزرتا ہوا انسان بالآخر ایک ایسے مقام پر آ جاتا ہے بقول مارکسی فلاسفی کے کہ جہاں نہ مجبور ہوگا، نہ اقتدار ہوگا۔ دونوں balanced ہونگے اور ایک Classless society exist کرے گی۔

یہ آج کی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی نوشیروان عادل کے زمانے میں Manichaean religion میں Equality of oppurtunities اتنی زیادہ تھی، اشتراکیت اتنی زیادہ تھی کہ وہ ایک عورت کو بھی معاشرے کا حق سمجھتے تھے اور ان میں عورتیں بالکل اسی طرح سے شرکت میں آتی تھیں جیسے آجکل oppurtunities کا نام لیا جاتا ہے۔ مال و اسباب کا نام لیا جاتا ہے۔ وہ اپنے وقت میں کچھ عرصہ flourish ہونے کے بعد تباہ ہو گئے اور Marxian religion بغیر classless کو پہنچے ختم ہو گیا۔ اتفاق دیکھئے کہ اس پر classless کی نوعیت کی stage ہی نہیں آئی اور Socialist Marxist معاشرہ آگے بڑھتا ہوا بالآخر Politburo اور عام لوگوں کے concept تک آ گیا جہاں چند ایک حکمرانوں کے پاس اتنی قوت کا ارتکاز ہو گیا کہ باقی لوگوں نے اسی ناانصافی سے سفر کرنا شروع کر دیا اور آج تک سوشلسٹ فلاسفی پر ایسا کوئی وقت نہیں گزرا کہ جب ہم یہ

Marfat.com

تصور کریں کہ ان میں کوئی کلاس موجود نہیں تھی۔

اس کے بعد دورِ حاضر کے بڑے پڑھے لکھے دانشور لوگ آئے۔ میں ان کے نام تو آپ کو بتا دوں گا، مختصراً ان کا خیال بھی بتا دوں۔ ان میں لارڈ برٹرینڈ رسل اور Wittgenstein مشہور ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ جس چیز کا data ہی کوئی نہیں، اس کو ہم خدا کیسے مان لیں۔ باقی سب چیزوں کا ڈیٹا موجود ہے۔ کسی نہ کسی کو شق مل جاتی ہے، کوئی حقیقت مل جاتی ہے، کوئی سراغ مل جاتا ہے مگر یہ ''اللہ'' کیسا ہے؟ جس کو صدیوں سے انسان مانتا چلا آ رہا ہے مگر اسکا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ نہ اسکے وجود کا، نہ اسکی موجودگی کا، نہ اسکا کوئی ناک نقشہ موجود ہے۔ زمین پر ان کے بقول جس چیز کا sense data موجود نہ ہو وہ non-sense ہے۔ So Allah is a -non-sense ان کے نزدیک اللہ non-sense ہے کیونکہ اسکا تو کوئی شمار، کوئی کتاب، کوئی حساب موجود ہی نہیں ہے۔

حضراتِ گرامی! پھر Semantics کے فلاسفر اٹھے، یہ دانشورانِ عصر ہیں...... انہوں نے کہا کہ language میں بڑی خرابی ہوتی ہے، پیاز کے چھلکے کی طرح...... جیسے کسی بڑی تہذیب میں حضور، قبلہ، بندہ پرور، آداب وغیرہ اور دل میں آپ اس کو گالیاں نکال رہے ہوں تو الفاظ کے انبار لگانے سے کسی چیز کی حقیقت ثابت نہیں ہو جاتی۔ ہم نے اللہ کے گرد اتنا انبار لگا دیا ہے الفاظ کا کہ ہو سکتا ہے کہ پہلا انسان کسی کھیت سے گزرتی سرسراتی ہوئی ہوا سے ڈرا اور اس نے اسے اللہ کا نام دیا...... پھر آپ نے مسلسل نام دینے شروع کر دیئے۔ اسے ''جبار'' کہا ''قہار'' کہا۔ اسے ''عزیز'' کہا، اسے کیا کچھ نہیں کہا...... جب یہ سارے پردے اترتے ہیں، جب یہ چھلکے اترتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بیچ میں تو کچھ نہیں تھا، یہ ساری الفاظ کی چادریں تھیں جو آپ نے خیال پر ڈالی ہوئی تھیں، حقیقتاً تو اللہ وجود میں نہ تھا نہ کوئی ایسا امکان موجود تھا۔

حضراتِ گرامی! اگر ان اعتراضات پر آپ غور کریں تو ان میں صرف ایک نقص ہے۔ یہ جتنے بھی اچھے اعتراض تھے، انہوں نے بڑی مخلوقِ خداوند کو گمراہ بھی کیا بلکہ ان کے اپنے بقول سیدھے راستے پر ان کو چلایا اور وہ اللہ سے نجات پا گئے اور آج بھی پانچ ارب لوگ جو ہیں اس تصور کو کوئی اہمیت نہیں دیتے...... لے دے کے ہم مسلمان ہیں۔ ہم مسلمانوں کے پاس بھی اللہ ایک فرضی وجود کی طرح حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ ہمارے خیال میں مداخلت نہیں کرتا۔ اللہ ہماری جبلتوں میں مداخلت نہیں کرتا۔ جب ہم قتل کرنے لگتے ہیں تو اللہ مداخلت نہیں کرتا، چوری کرنے لگتے ہیں تو اللہ مداخلت نہیں کرتا...... زنا کرتے ہیں تو ہمارا اللہ مداخلت نہیں کرتا، شراب پیتے ہیں تو اللہ مداخلت نہیں کرتا...... یہ اللہ ہم میں کہاں موجود ہوتا ہے؟ اسکا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا۔

حضراتِ گرامی! ہمارے اور یورپ کے اعتقادات ایک طرح سے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ اللہ کو اتنی حیثیت ہی نہیں دیتے اور ہم صبح و شام، لحظہ لحظہ، گھنٹہ بھر ہم اس کی بحث اور گفتگو کرتے ہیں اور خدا ہمارے وجود اور خیال میں کہیں بھی نہیں ہوتا۔ یہ ہم سے اس کی دوری اور غیریت کا ثبوت ہے۔ اگر آپ ان تمام فلسفیوں پر غور کرتے تو بدقسمتی سے آپ کو ایک شناسائی ہوتی اور وہ بدقسمتی یہ ہے کہ ان میں سے کسی نے اللہ کو ڈھونڈا نہیں، ذہنی کاوش نہیں سمجھا۔ انہوں نے

Marfat.com

مسائلِ زندگی کوحل کرتے ہوئے خدا کومختلف پہلوؤں سے آشکار کیا۔انہوں نے انسانی معاشرے پر گفتگو کرتے وقت کہ اللہ اس معاشرے میں چونکہ موجود ہے تو اس کے موجود ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے۔

لارڈ رسل سے کسی نے پوچھا کہ ''تو نے قرآن پڑھا ہے؟'' تو اس نے کہا: ''میں خواہ مخواہ قرآن پڑھوں، میں نے بائبل جو پڑھی ہوئی ہے، وہ تو کسی کام کی کتاب نہیں ہے۔قرآن بھی تو بائبل کی طرح ہوگا''۔ حالانکہ ایسا بالکل نہیں تھا۔قرآن بالکل بائبل کی طرح نہیں تھا۔اسی طرح جو لوگ Semantics میں تھے، ان کے نزدیک خدا ایک تصور ہے جس میں پیاز کے چھلکے چڑھے ہوئے ہیں۔دراصل ان میں سے ایک شخص نے بھی خدا کو تلاش نہیں کیا۔فلسفی جو اتنی غرقابیِ فکر میں رہتے تھے، جو مسلسل جدوجہدِ فکر میں رہتے تھے، اگر آپ سچ پوچھیں تو وہ اللہ کی فکر میں نہیں رہتے تھے۔ابھی میں امریکہ سے واپس آرہا تھا تو mathematics کے ایک بہت بڑے پروفیسر جو Head of the Department تھے۔اس کے ساتھ میری گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ ''تم خدا کو جانتے ہو''؟ میں نے کہا: ''بقدرِ ظرف جانتا ہوں''۔ تو اس نے کہا: ''میں نہیں مانتا، اس لیے کہ چودہ برس اللہ کے لیے میں نے بھی غور و فکر کیا ہے۔مگر میں نے اسے کہیں نہیں پایا'' تو میں نے اسے جواب میں کہا کہ .God is not a lesser priority

خدا ثانوی ترجیح نہیں ہے۔وہ مخلوق کا خالق، زمین و آسمان کا خالق ہے۔وہ کائنات کی سب سے بڑی ہستی ہے۔ ثانوی ترجیح نہیں ہے۔وہ کبھی بھی اپنے آپ کو ترجیحِ اوّل سے نیچے نہیں گراتا۔جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خدا کو ڈھونڈے، اسے پہلے اس قانون کو مدِ نظر رکھنا ہوگا کہ وہ آپ کو بیوی بچوں کی تلاش کے بعد نہیں ملتا، وہ آپ کو اپنے status کی تلاش کے بعد نہیں ملتا۔وہ آپ کو اپنے رزق کی جدوجہد کی تلاش کے بعد نہیں ملتا۔یہ اس کا فخر ہے کہ وہ خالق ہے۔یہ حقیقت ہے کہ وہ مطلق ہے۔وہ اپنے آپ کو اپنی مخلوق کی سطح سے نیچے گرانے کے لیے تیار نہیں ہے۔اگر وہ لوگوں کو نہیں ملتا تو محض اس لیے نہیں ملتا کہ آپ اپنے ذہن کی ترجیحات میں اسے وہ حیثیت نہیں دیتے جس کا وہ حقدار ہے۔اللہ اس کائنات کی ترجیحِ اوّل ہے۔اللہ اپنی بڑائی اور کبر میں کسی قسم کی رعایت نہیں دیتا۔پروردگار کا فرمان ہے کہ ''جو کبریائی کرتا ہے، وہ مجھ سے میری چادر چھینتا ہے اور میں اس کے خلاف براہِ راست جنگ کروں گا''۔یہ اسکی کبریائی ہے جو اس کو منع کرتی ہے۔وہ اپنے وجود میں اس چیز سے تنافر رکھتا ہے کہ میرا ہی بندہ مجھے میری ہی مخلوقات سے lesser ترجیحات پر تلاش کرے، اس لیے وہ آپ کو نہیں ملتا۔

مگر ذہناً قلباً......خواہ آپ کوشش نہ بھی کر سکتے ہوں، خواہ آپ کے اعمال کتنے برے ہوں، اگر آپ ذہناً اور قلباً یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ ترجیحِ اوّل ہے تو ربِ کعبہ کی قسم! اس کو آپ تک رسائی سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔کوئی شے اسکو آپ تک رسائی سے نہیں روک سکتی۔مگر وہ چاہتا یہ ہے کہ جس چیز سے میں نے انسان کو ممیّز کیا، جس چیز پر میں نے ناز کیا کہ میں انسان کو وہ نعمت عطا کر رہا ہوں، وہ خصوصیت عطا کر رہا ہوں، جس کی وجہ سے یہ احسنِ تقویم ہے۔اگر آپ اس نعمت کو ہی properly استعمال کیے بغیر خدا کو جاننا چاہیں گے تو وہ آپ کو نہیں ملے گا۔قطعاً نہیں ملے گا......وہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں عقل و شعور صرف اس خاطر دی کہ چاہو تو میرا انکار کرو، چاہو تو مجھے مان جاؤ......

Marfat.com

حضراتِ گرامی! جولوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں اگر آپ غور کریں تو وہ ایک جگہ رکے ہوتے ہیں۔ میں اللہ کے اقرار کے باوجود آپ سے ایک بڑی سادہ سی بات کہہ رہا ہوں کہ آج بھی اگر کوئی مجھے معتبر دلیل ملے گی خدا کے خلاف تو میں ضرور قبول کروں گا۔ ذہنِ انسان رکنے کے لیے نہیں ہوتا۔ یہ اس سیلاب کی طرح ہوتا ہے کہ اس کی لہر دوبارہ وہیں سے نہیں گزرتی۔ پینتیس سال جس ریسرچ میں، جس نظریہ خدا کے concept میں، مَیں نے گزارے، اس کے بعد جب مجھے حتمی یقین ہو گیا کہ خدا کے خلاف کوئی دلیل نہیں رہی...... تو پھر میں نے اسے تسلیم کیا۔ اس کو تسلیم کرنے کے بعد آج تک میرا ذہنی سفر جاری رہا اور بڑی کوشش کی...... میرا بھی یہ دل کرتا ہے کہ میں آزاد ہو جاؤں...... کون ایک جابر و قاہر خدا کے سائے میں زندگی بسر کرے؟ کس کی خواہش ہے کہ ہماری جبلتوں پر ہمیشہ عقل کا سایہ پڑا رہے۔ میں بھی وہی چاہتا ہوں جو ایک عام انسان چاہتا ہے۔ ایک یورپی چاہتا ہے، ایک امریکی چاہتا ہے، ایک برٹش چاہتا ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ آج تک مجھے اللہ کے خلاف کوئی ایسی معتبر دلیل نہ ملی اور جو ملی ان میں بڑے بڑے نقائص تھے۔

سب سے بڑا نقص تو علم ہی کا تھا۔ خدا کا انکار کرنے والا ہمیشہ ایک کمتر درجے کے علم پر رکا ہوا ہوتا ہے۔ اسکی معلومات اس کے تفکر سے آزاد ہوتی ہیں۔ اس کے غور و فکر کا معیار یہ ہوتا ہے کہ چند لوگوں کی opinions پر وہ اپنے علم کی بنیاد رکھتا ہے اور وہ اپنی سوچ کو آج سے کوئی دس سال پہلے یا پندرہ سال پہلے کے علم تک محدود کر لیتا ہے۔ ایک transition، ایک دوران، ایک گزرتے ہوئے وقت میں آپ کسی چیز پر کوئی مکمل فیصلہ نہیں دے دیتے۔ قرآن کی وہ آیات جو آج سے پہلے متشابہات تھیں۔ آج ان کے معنی بڑی اچھی طرح سمجھ میں آ رہے ہیں اور متشابہات کا مطلب بھی وہی تھا...... یہ نہیں تھا کہ قرآن نا قابلِ فہم تھا مگر اللہ نے اس پر یہ نصیحت لگائی تھی کہ دیکھو متشابہات زمان و مکاں کے ساتھ ساتھ نکلیں گی۔ کچھ آیات ایسی ہیں جو تمہیں اس وقت سمجھ میں نہیں آئیں گی تو اس وقت اپنے اللہ اور رسول ﷺ پر اعتبار رکھنا اور علوم میں تجسس کرتے رہنا۔ ایک وقت آئے گا کہ تمہیں یہ سارا کچھ روزِ روشن کی طرح نظر آئے گا اور میری آیات بالکل واضح اور بیّن چمکتے ہوئے سورج کی طرح تم پر طلوع ہونگی مگر اس وقت تک انکار نہ کرنا۔

حضراتِ گرامی! عقل جہاں رکتی ہے وہاں ایک بت پیدا ہو جاتا ہے۔ عقل جہاں رکتی ہے وہاں بت خانہ تعمیر کرتی ہے۔ انسان جہاں سوچنا بند کرتا ہے، وہاں جاہل ہو جاتا ہے، سوائے اللہ کے کہ اللہ کے ساتھ جانے والا انسان کبھی سوچنا بند نہیں کرتا۔ اسکے علم میں اور دوسرے کے علوم میں، اس کی شناخت میں اور دوسروں کی شناخت میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے...... یہی اہلِ دل کی، یہی اہلِ صفا کی علامات ہیں۔ یہی ان صوفیاء کا شعور تھا کہ جو تمام زندگی ایک عقلی وجدان کے ساتھ اپنے رب کے حصول میں اس درجہ مطمئن رہے اور یہ آج کی بات نہیں ہے بلکہ ارسطو اور افلاطون سے لے کر اور پھر جنید بغدادیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ علی بن عثمان ہجویریؒ تک ان تمام لوگوں کا معیارِ عقل normal سے بہت زیادہ تھا...... بہت زیادہ یعنی ان کی شعوری کاوشیں دوسرے لوگوں کی کاوشوں سے بہت زیادہ تھیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان کرامات کے افسانے رہ گئے مگر ان کی میراثِ عقل آگے نہیں بڑھی۔ ان کا شعور آگے نہیں بڑھا۔

میں ان صوفیوں میں سے ایک صوفی کی آپ کو بات بتاتا ہوں...... صرف ایک آدمی کی...... کہ وہ کس درجہ ذہین

لوگ تھے۔Agnostics...... یونانی فلسفہ کی ایک شاخ ہے جو علم کے وجود کو نہیں مانتے، اسی طرح خدا کو نہیں مانتے۔ایک Agnostic سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے نزدیک تو تمام علم بے سود ہے اس لیے کہ کوئی مسئلہ حل نہیں کرتا۔تو شیخ ؒ نے فرمایا کہ "تُو نے یہ فیصلہ کس طرح کر دیا؟ جہالت کی بنیاد پر کہ علم کی بنیاد پر...... اگر تُو نے علم کی بنیاد پر یہ فیصلہ دیا ہے تو پھر تو تیرے اپنے اندر تناقص اور تضاد ہے کہ تُو نے ایک علمی فیصلہ علم ہی کی بنیاد پر اسکے خلاف دے دیا ہے اور اگر بغیر علم دیا ہے تو تُو جاہل مطلق ہے۔تیری بات وزن ہی نہیں رکھتی"۔

حضراتِ گرامی! خواب پر ایک مسئلہ مجھے درپیش تھا۔خواب کی تعبیر پر میں نے یورپی اور مشرقی سارے فلاسفر پڑھ دیئے۔ایک طرف اگر ابنِ عربی اورامام جعفر صادق اورامام ابنِ سیرین پڑھے تو دوسری طرف فرائڈ، ہیوم، ایڈلر اور قریباً قریباً ان کی تمام اصطلاحات دیکھیں، symbolic interpretations دیکھیں مگر کہیں بھی وہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا۔مسئلہ کی پیچیدگی نے مجھے زیادہ پریشان کر دیا...... حیران اور سرگرداں کتابوں کے ورق الٹنے سے حاصل بھی کچھ نہیں ہو رہا تھا تو اتفاق دیکھئے کہ ایک کم مستند کتاب مجھے ملی۔شاید میں نے اسے پہلے کئی مرتبہ پڑھا تھا مگر اس وقت تک اس کتاب میں وہ چیز میں نے شاید کبھی نوٹ نہ کی تھی۔تو میں نے "غنیتہ الطالبین" میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وضاحت خواب کے بارے میں وہ جو اشکال تھا مجھے، جو پیچیدگی تھی، وہ میں نے پڑھی اور حیرت انگیز طور پر اسکا جواب تسلی بخش تھا۔

میں نے اس واقعہ سے نفسیات اور تصوف کی نفسیات پر باقاعدہ غور و فکر کرنا شروع کر دیا اور اب حضراتِ گرامی! میں اس وقت سے بہت آگے نکل آیا ہوں اور میں تسلی سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ وہاں سے صوفی کا ادراکِ نفس شروع ہوتا ہے، جہاں psychology, Para- Psychology کا وجود ختم ہوتا ہے، وہاں سے صوفی کا آغاز ہوتا ہے۔اس لیے آغاز کرتا ہے کہ تمام نفسیاتِ حاضرہ کا ایک اصول ہے کہ یہ بدتر self کو بہتر self میں ڈھالنے کی کوشش کرتی ہے۔ psychology ایک ایسی science ہے جو ایک کمتر نفسی اشکال کو بہتر نفسی اشکال میں بدلتی ہے۔انسان کو کارآمد بناتی ہے۔ایک معاشرتی negation سے روکتی ہے۔اس معاشرے کے ایک نااہل اور ناکارہ انسان کو کارآمد بناتی ہے اور ایک بدتر نفس سے بہتر نفسی حالت میں لاتی ہے۔مگر حضراتِ گرامی! آپ کو پتہ ہے کہ نفس کسی شکل میں بھی ہو، کسی صورت میں بھی ہو، اللہ کو یہ منظور نہیں ہے...... اس کی تہذیب ہر صورت اللہ کو منظور ہے۔

بہترین self بھی اللہ کو اس لیے منظور نہیں کہ جو quality ہم بہترین انسانوں میں پاتے ہیں، وہ اللہ کے نزدیک بہترین نہیں۔اس لیے فرمایا:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (النّٰزعٰت 40:79)

(جو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اس نے نفس اور خواہش کی پیروی کی مخالفت کی۔)

حضراتِ گرامی! تعلیماتِ نفسیہ، نفس کے دائرے سے باہر نہیں جاتیں۔مگر صوفی یا فقیر، وہ عالم ہے جو اللہ کے لیے علم کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ کسی ایسی رکاوٹ کو برداشت نہیں کر سکتا جو اسے خدا کے ساتھ ہم فکری اور ہم آہنگی سے بچائے، اس لیے اس کی تعلیمات دورِ حاضر کے بہترین فلاسفۂ نفس سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

Marfat.com

حضراتِ گرامی! مغرب کے فلاسفہ نے بڑی توجیہاتِ حقیقت پیش کیں۔ جیسے میں نے آپ سے کہا کہ انہوں نے خدا کو نہیں جاننا پہچاننا چاہا مگر معاشرتی انصاف، فلسفیاتی خیال، زمان ومکاں پر بڑی گفتگو کی، برگساں نے کی، فریڈرش نیٹشے نے کی، فشتے نے کی، وائٹ ہیڈ نے کی، رسل نے کی مگر قرآنِ حکیم میں ایک بڑی عجیب سی statement ان لوگوں کے بارے میں آئی، کافر کے بارے میں آئی...... فرمایا: یہ بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ: ''زمانہ انسان کو زندہ رکھتا ہے اور زمانہ مار دیتا ہے''...... اور بھلا بوسیدہ ہڈیوں میں بھی کہیں جان پڑے گی۔ یہ اللہ نے قرآن میں کہا کہ ان کے بڑے ذہین اور بڑے باتدبیر لوگ بھی بالآخر اسی انجام تک پہنچیں گے۔ یہی بہت بڑا تیر ماریں گے کہ زمانہ انسان کو زندہ رکھتا ہے اور زمانہ انسان کو مارتا ہے۔ بھلا کوئی ایسی طاقت بھی ہے جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال دے گی۔

حضراتِ گرامی! اگر آپ برگساں کا، فریڈرش نیٹشے کا Recurrent cycle of زمان ومکاں پڑھیں تو آپ کو ایک عجیب سا یقین ہوتا ہے کہ قرآن کا اللہ نہ صرف ان کے سائنسی حقائق کو پہلے سے بیان کر رہا ہے بلکہ ذہنِ انسان کے ہر گزرتے ہوئے ترفع کو بھی پہلے سے نقش کر رہا ہے اور قرآن وہ کتاب ہے جس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک data اللہ own کر رہا ہے۔

تو حضراتِ گرامی! کتنا آسان تھا خدا کا انکار...... کتنا آسان ہے خدا کا اقرار! اگر ہم اس کے وجود کے بارے میں نہیں جانتے، اس کی مخلوقات کے بارے میں شیخ سعدیؒ نے فرمایا:

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

''کیا تجھے زمین کے واقعات وحادثات کا علم ہوگیا۔ کیا تو نے زمین کے سارے کام سنوار لیے کہ تو آسمان پہ دستگیری کرتا ہے۔''

یزداں بہ کمندآور اے ہمتِ مردانہ

(تو جو اللہ پہ کمند پھینک رہا ہے۔ پہلے یہ تو بتا کہ تو نے زمین کے کام سنوار لیے ہیں۔ جو تو مخلوقاتِ سماوات پر جھگڑ رہا ہے۔) کہ جن ہے کہ نہیں ہے، مَلک ہے کہ نہیں ہے، فرشتہ ہے کہ نہیں ہے۔ پری ہے کہ نہیں ہے۔ کیا تو نے زمین کی مخلوقات گن لیں...... ایک بلین species زمین پر موجود ہیں۔ ایک ارب سے زیادہ......

حضراتِ گرامی! بڑے سے بڑے فاضل سے پوچھ کر دیکھئے کہ ان کو زمین پر کتنی مخلوقات کے نام آتے ہیں۔ کس نوعیت کے نام آتے ہیں۔ دور کی بات تو دور کی بات، اپنی گلی محلے کے افراد کو پوری طرح آپ نہیں جانتے ہوتے۔ ہمیں اللہ کے وجود کو جاننے کے لیے ایک بہت بڑا data چاہیے۔ macrocosm کا data چاہیے۔ ایک ادنیٰ سا ستارہ...... جو زمین وآسمان کی پہنائیوں میں قریب ترین ایک ستارہ جو رکھا ہے۔ fifteen trillion light years کے فاصلے پر ہے، پندرہ کھرب نوری سال کے فاصلے پر ایک معمولی سا ستارہ رکھا ہے۔

حضراتِ گرامی! یہ وہ پروردگار ہے کہ جس کا data اکٹھا کرنے کے لیے ہمارے پاس نہ زندگی ہے، نہ وقت ہے، نہ مقام ہے، نہ عقل ہے۔ بہت دور مت جائیے، آپ ایک بہت بڑی کائنات اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ ایک اتنی

بڑی کائنات اپنے اندر آپ رکھتے ہیں کہ آج تک کسی کے شمار وقطار میں نہیں آئی۔ آپ کے brain کے internal connections جو ہیں، دماغ کے جو اندرونی کنکشنز ہیں، یہ اٹھارہ ضرب چھتیس صفر کے برابر ہیں۔ اٹھارہ ضرب چھتیس صفر...... پانچویں، چھٹے صفر تک تو آپ گنیں گے۔ چھتیس صفر کیسے گنے جائیں گے؟ مگر اسکا ایک اندازہ اور ہے۔ یہ connections کتنے زیادہ ہیں۔ اسکا ایک اندازہ اور ہے...... کہ اگر ایک سفید کاغذ زمین پر رکھا جائے اور اس پر ایک کاغذ کے اوپر ایک اور کاغذ رکھتے چلے جائیں تو پندرہ ارب سال اگر کاغذ رکھتے چلے جائیں تو آپ کے دماغ کے کنکشنز نہیں پورے ہوتے۔ اتنی بڑی کائنات آپ اپنے ایک سطحی وجود میں سمیٹے پھرتے ہیں۔

حضراتِ گرامی! ایسے بڑے اللہ کو، ایسے بڑے mechanism کو، سمجھنے کے لیے کچھ تو اخلاص چاہیے ناں...... کچھ تو جد وجہد چاہیے...... کچھ تو ذہنی کاوش چاہیے...... ایک ایم اے اور بی اے کی ڈگری کو بیس سال، بائیس سال لگ جاتے ہیں اور سیکھتے کیا ہیں آپ؟ مضامین میں سے ایک مضمون...... مضمون میں سے اس کا چھوٹا سا حصہ...... انسانوں ہی کی وضع کردہ دانشوری کا ایک چھوٹا سا حصہ ستائیس سال، تیس سال، .Ph.D میں لگ گئے، پھر بھی آپ کو کیا آیا؟ پھر بھی کیا سارا علم ختم ہوگیا؟ کیا آپ اس کے حافظ وعالم ہوگئے۔ قطعاً نہیں...... بلکہ پی ایچ۔ڈی کے بعد تو تحصیلِ علم شروع ہوئی۔ اب تو آپ اس پر حاوی ہونا شروع ہوئے۔

حضراتِ گرامی! پچیس، تیس سال میں اگر آپ کو اتنے معمولی سے علم کا ایک ذرہ نصیب ہوتے ہوتے لگ جائے تو کائنات کے مالک، ربِ کائنات کو جاننے کے لیے آپ کتنا وقت دیتے ہیں کہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہے کہ نہیں ہے؟ کتنا وقت دیتے ہیں؟ کتنا شعور اسکے مطالعے کیلئے دیتے ہیں؟ کتنا کھوج اس کے لیے آپ لگاتے ہیں؟ کتنی جستجو کا مرکز وہ بنتا ہے کہ آپ یقیناً یہ کہہ سکیں کہ میں نے اللہ کو ڈھونڈا، میں نے اللہ کو پانے کی کوشش کی، مجھے اللہ نہیں ملا۔ یہ دعوے غلط ہوتے ہیں۔ اسے ڈھونڈنے کا حق کسی انسان نے ادا نہیں کیا۔

اور حضراتِ گرامی! کیسی عجیب سی بات ہے کہ دو جمع دو تو چار ہوتے ہیں۔ آپ غم میں ہوں تو بھی چار ہوتے ہیں۔ آپ خوش ہوں تو بھی چار ہوتے ہیں۔ آپ کے گھر شادی کی بارات ہو تو بھی چار ہوتے ہیں...... اور اگر ماتم پڑا ہو تو بھی چار ہوتے ہیں۔ آپ رنج وغم وبلا، کسی موج میں ہوں، وہ چار ہوتے ہیں مگر آپ نے انسان کو دیکھا اللہ کا انکار کیوں کرتا ہے۔؟ مجھے اللہ نے بیٹا نہیں دیا...... اللہ ہے ہی نہیں......

میں نے ایک چھوٹا سا، ہلکا سا تعشق فرمایا تھا، اللہ نے میری مدد نہیں کی۔ اللہ ہوتا تو مجھے دے دیتا۔ آپ کہیں گے میں نے جاب کے لیے اپلائی کیا تھا، مجھے جاب نہیں دی...... اللہ ہوتا تو دیتا...... اللہ تو کہیں امیروں کا ہے...... میرا تو ہے نہیں۔

حضراتِ گرامی! ایک چھوٹی سی mathematical preposition تو آپ کے جذبات کی پروا نہیں کرتی، آپ کسی موڈ میں بھی ہوں، وہ result نہیں بدلتا...... تو کیا آپ کے ذاتی مزاج سے اللہ بدل جائے گا؟ کہ آپ غصے میں، نفرت میں، محبت میں، آپ اپنے ذاتی رخ سے اسے پہچاننے کی کوشش کریں کہ چونکہ میرے گھر دانے نہیں ہیں، اس لیے اللہ نہیں ہے۔ چونکہ میرے گھر ماتم ہوگیا ہے اس لیے اللہ نہیں ہے۔ چونکہ محبت میں مجھے ناکامی

Marfat.com

ہوئی، اللہ ہوتا تو مجھے کامیاب کرتا۔تو ہم تمام تر خدا پر جو غور کرتے ہیں، وہ ذاتی ترجیحات سے کرتے ہیں۔اللہ ان باتوں سے بے نیاز ہے۔اس کے وجود کو آپ کی جذباتی کمی یا ترفع کی کوئی ضرورت نہیں۔آپ کے مزاج کا اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔آپ کے حالات اس کے وجود پر کوئی فرق نہیں ڈالتے۔آپ کو اس چیز سے ذرا آزاد ہو کر اللہ کے بارے میں سوچنا چاہیے کہ اگر آپ کی خواہشات پوری ہوں گی تو اللہ نہیں ہوگا اور اگر آپ کی خواہشات پوری ہو گئیں تو اللہ ہے۔

حضراتِ گرامی! God cannot be used for personal losses وہ آپ کی ذاتی خواہشات کا پیرو نہیں ہے۔وہ تو کوئی بت ہو سکتا ہے۔کوئی پتھر ہو سکتا ہے جس کے ساتھ آپ خود ہی کوئی ایسی طاقتیں وابستہ کر لیتے ہیں......اللہ کو جاننے اور سمجھنے میں حضرتِ انسان کی یہ دور کاوٹیں ہیں۔اللہ وظائف سے نہیں ملتا۔چلوں سے نہیں ملتا۔اللہ تشدد سے نہیں ملتا۔اللہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہونے سے نہیں ملتا۔اللہ کو ان باتوں سے غرض ہی نہیں ہے۔آپ کی عبادت آپ کے لیے......آپ کی نیکی آپ کے لیے ہے۔

آپ کا گناہ آپ کے لیے ہے۔وہ تو اس بات سے بالکل ہی گریزاں ہے۔قرآنِ حکیم اٹھا کر دیکھ لیں: ''یہ نیکی جو تم کرتے ہو، میرے لیے نہیں ہے۔اسکا فائدہ نقصان صرف تمہارے لیے ہے۔یہ جو تم گناہ کرتے ہو اسکا نقصان تمہارے لیے ہے''۔میں ان کے فوائد تمہیں ضرور دیتا ہوں چونکہ system میں نے دیا ہے۔تو system میں، میں نے نتائج لکھ دیئے ہیں کہ اس system کا یہ نتیجہ ہوگا۔اگر نیکی کرو گے میرے لیے تو system کے نتیجے کے طور پر تمہیں جنت دے دی جائے گی۔

حضراتِ گرامی! جنت کیا ہے؟ ہمارے نزدیک کیا ہے؟؟؟ اللہ کے نزدیک کیا ہے؟؟؟ صاحبِ علم کے سوا اللہ کو سمجھتا کوئی نہیں ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر 28:35)

(اللہ کے عالم ہی اس سے خوف کھاتے ہیں۔)

اور اللہ کے خوف کی بنیاد ہی حکمت پر ہے۔جوں جوں آپ حکمتِ انسانی میں ترقی اور ترفع پائیں گے تو اللہ آپ کو ذرا زیادہ سمجھ میں آئے گا۔اب ذرا غور کیجیے اللہ کے بارے میں......انسان یہ کہتا ہے، انسان کا concept یہ ہے کہ جنت تو باغ ہے......تین باغ......یہاں سے ٹرانسفر ہوئے، وہاں گئے......آتے ہی انگور کے خوشے پر ہاتھ ڈالا، کسی حور کی کلائی پکڑی اور آرام سے سونا شروع ہو گئے۔ایسے لگتا ہے کہ وہ کوئی ہوٹل ہے، جہاں زندگی کی سب facilities موجود ہیں۔مگر حضراتِ گرامی! آپ نے کبھی غور کیا کہ اللہ نے جنت کے بارے میں کیا کہا ہے؟ ''عَرْضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' یہ جنت کی چوڑائی بیان کی ہے کہ جنت کی چوڑائی زمین اور آسمانوں کی لمبائیوں سے بھی زیادہ ہے۔

حضراتِ گرامی! یہ بے پناہ کائنات جس کا سراغ تک ہمیں نہیں ملا۔جس کی دہلیز سے پرے ہم نہیں گئے۔اس عظیم تر کائنات کی دہلیز سے ایک قدم ہمارا آگے نہیں بڑھا ابھی تک......ابھی تک اس کے billions of suns نہیں گنے گئے۔ابھی تک اتنا ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی وسعتیں کہاں سے کہاں تک ہیں۔یہ بے پناہ سمندر افلاک جو آپ اوپر

دیکھتے ہیں۔ یہ پہلا آسمان ہے......

یہ پہلا آسمان ہے حضرات گرامی!

وَلَقَد زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنیَا بِمَصَابِیحَ (الملک 5:67)

(میں نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے سجایا ہے۔)

میں نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے سجایا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے پروردگار عالم کا مظاہرہ قدرت کہ سورج کا کہیں نہ کہیں آپ کو حجم تو یاد ہوگا۔ اٹھارہ ہزار زمینیں سورج میں سما جائیں تو سورج پھر بھی بڑا ہے اور اتنے بڑے سورج کو اللہ میاں فرماتے ہیں کہ یہ تو چراغ ہے......

وَّ جَعَلنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (النبا 13:78)

یہ تو جلتا ہوا چراغ ہے اور اس جیسے کم از کم دس سے بیس لاکھ سورج اور موجود ہیں جو سائز میں اس سے دس بیس لاکھ گنا بڑے بھی ہیں اور کائنات میں یہ سب چراغوں کی طرح روشن ہیں اور اللہ کہتا ہے کہ میں نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے سجایا ہے۔

اگر اتنی بڑی کائنات جو ہے، یہ آسمانِ اول ہے تو سات آسمان کیا ہونگے کہ بہترین ٹیلی سکوپس کے باوجود، بہترین جدوجہد اور تلاشِ کائنات کے باوجود، مصیبت یہ آن پڑی ہے کہ ابھی تک اس پہلے آسمان کے وسط تک کوئی نہیں پہنچا۔ حال ہی میں بڑی مشکل سے جو جدید ترین ایک ستارہ ہم نے دریافت کیا، جس کے بارے میں یہ شبہ ہے کہ یہ بارڈر پر ہے یا آغاز میں ہے یا درمیان میں ہے، وہ پندرہ کھرب نوری سالوں کے فاصلے پر ہے اور ایک نوری سال ایک سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے اگر آپ چلتے جائیں تو پندرہ کھرب سالوں تک آپ اس ستارے تک پہنچیں گے تو حضراتِ گرامی! ان ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو ملا کر، سات زمینیں بھی ہیں۔ اللہ کہتا ہے، ایک زمین نہیں ہے سات زمینیں ہیں۔ ان ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو ملا کر جب آپ آگے بڑھتے ہو تو تب کہیں جنت کی چوڑائی پوری ہوگی۔ تب آپ کو جنت کی چوڑائی سے واسطہ پڑے گا۔ جنت اتنی بڑی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ کے ذہن میں کچھ تو آیا ہوگا کہ جنت کتنی بڑی ہے اور اتنی بڑی جگہ پر جانے کے لیے میرا خیال یہ ہے کہ اگر ابدلآباد تک انسانی آبادیاں چلتی رہیں۔ لوگ مرتے رہیں، جیتے رہیں، نئے لوگ آتے رہیں......تو بھی اس جنت کا ایک کارنر پُر نہیں ہوتا۔

حضراتِ گرامی! کتنا آسان تھا خدا کا انکار......!! میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ زمین پر ایک ایسی کتاب موجود ہے جو دعویٰ کرتی ہے کہ میں اللہ کا لفظ ہوں۔ میں اللہ کی کتاب ہوں اور مجھ میں اور اللہ میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ کم از کم جو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں ہزار خامیوں کے باوجود انسان رہ سکتا ہوں، میں ہزار خطا کا مرتکب ہونے کے بعد بھی انسان رہوں گا۔ مجھے انسانیت کے پیٹرن سے آپ اس لیے نہیں نکال سکتے کہ میرا نام ہی خطا ہے۔ To err is human انسان خطا کا پتلا ہے مگر اللہ اگر ایک خطا بھی کر لے تو اللہ نہیں رہ سکتا۔ اللہ اگر ایک خطا بھی کرے تو اللہ نہیں رہ سکتا۔ ہم اللہ اس کو مانتے ہیں جس میں خطا و نسیان کا کوئی پہلو نہ ہو۔ جب اسکا data ہمارے پاس ہو، جب اس کی کتاب ہمارے پاس ہو، اور ایک آدھ صفحہ بھی نہ ہو، تین سو پینسٹھ صفحے اسکے ساتھ ہوں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب ہم اس

Marfat.com

کتاب سے ایک خطا بھی point out نہیں کر سکتے ؟ اللہ سے جان چھڑانے کے لئے..... صرف ایک خطا اگر قرآن میں ہم point out کر لیں تو پتہ لگے گا کہ جو صاحب کتاب ہے، اسکا دعویٰ بھی جھوٹا ہے، کتاب بھی غلط ہے، صاحب کتاب بھی غلط ہے۔ اللہ، واللہ ہے ہی کوئی نہیں..... جان چھوٹی..... گھر گئے..... خیر سے بدھو گھر کو آئے ...... How easy is it? How easy it is to get rid of God. Why don't you try to get rid of God? کم از کم میں نے تو پوری کوشش کی تھی اس data کو پرکھنے کے لیے..... حضراتِ گرامی! فلسفی کی دلیل فلسفی ہی رد کر سکتا ہے۔ ایک عالم کی انتہائے عقل کی بات بھی دوسرے عالم کی انتہائے عقل توڑ پھوڑ سکتی ہے مگر حقائق کا انکار ممکن نہیں ہوتا اور آج کے دنوں میں تو بالکل ممکن نہیں ہے۔ آپ حقیقت کا کیسے انکار کر سکتے ہیں؟؟؟ اگر آپ یہ دیکھیں کہ قرآن میں لکھا گیا ہے۔ تو آپ کے لیے خدا کا انکار اور بھی آسان ہو جائے گا۔

قرآن ساری عبادات کی کتاب نہیں ہے۔ قرآن صرف یہی نہیں کہتا پھرتا کہ نماز پڑھو، روزے رکھو، اچھے عمل کرو۔ قرآن کچھ اور بھی کہتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ میں نے پہاڑ میخوں کی طرح گاڑھ رکھے ہیں زمین میں۔ قرآن کہتا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں۔

هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَاب (النمل 88:27)

(یہ تو اڑتے ہوئے سرمئی بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔)

یہ تو عبادات کی statement نہیں ہیں۔ آپ ان کو غلط ثابت کر دیجیے۔

حضراتِ گرامی! کیا ان statements کی تردید ہو سکتی ہے؟ اگر آپ کے پاس ایسے حقائق موجود ہیں کہ آپ خدا کا انکار کر سکیں تو آپ کر سکتے ہیں، اگر اللہ نے پندرہ سو برس پہلے، یہ باتیں بغیر کسی scientific experiment کے، بغیر کسی observatory کے، بغیر کسی یونیورسٹی آف سائنسز میں تعلیم لیے، بغیر کسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ایسے ہی کتاب میں لکھ دی ہیں، اتنی ساری باتیں جن کا تعلق عبادت سے ہے ہی نہیں، جن کا مزاج کائنات سے تعلق ہے......

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذریٰت 47:51)

(ہم نے آسمانوں کو زورِ بازو سے بنایا اور ہم ان کو وسیع تر کر رہے ہیں۔ ہم ان کو کشادہ کر رہے ہیں۔ یہ زمین و آسمان کھل رہے ہیں۔)

حضراتِ گرامی! قرآن کہتا ہے کہ سورج، چاند، ستارے سب ہم نے مسخر کیے۔ یہ تمام وقتِ مقررہ تک چل رہے ہیں۔ اس نے صرف اکیسویں صدی تک data نہیں دیا بلکہ دنیا کے خاتمے تک کا data دیا ہوا ہے کہ جب ہم سورج اور چاند کو اکٹھا کر دیں گے اور زمین سورج کے دامن سے فراق زدہ بچے کی طرح لپٹ جائے گی..... پھر کیا ہوگا......؟ پھر ہم زمین کو نئی زمین سے بدل دیں گے۔ پھر ہم نئی کائنات تخلیق کریں گے۔ ہم انسان کا حساب لیں گے۔ انسان کی کتاب کھولی جائے گی اور پھر اس کے ہاتھ پیر باندھے جائیں گے۔ اسکو بتایا جائے گا کہ اے بندہ، خدا تو زمین

Marfat.com

پر کیا کرتا رہا؟ ہم نے تجھے کس لیے بھیجا؟ تو کیا کرتا رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر زمین پر انسان ایک سوال کے لیے بھیجا گیا کہ اے حضرتِ انسان! جا اور میری جدائی میں مجھے تلاش کر۔ اگر تیرے دل میں ایک ذرہ برابر بھی اخلاص موجود ہوا تو قبر تک پہنچنے سے پہلے تجھے ایک عرصہ، حیات دیا ہے۔ میں نے ایک پورا عرصہ، حیات دیا ہے، کبھی تو تو میرے بارے میں سوچے گا نا، کبھی تو غور وفکر کرے گا، کسی عمر میں جا کے تو تجھے تجسس ہوگا کہ میں اپنی زندگی کی ترجیحات بھولے ہوئے بیٹھا ہوں اور حضراتِ گرامی! یہ ترجیحات کیا ہیں:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر 3:76)

(میں نے تمہیں عقل وشعور کی صلاحیت اس لیے بخشی ہے کہ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا اقرار کرو۔)

اور حضراتِ گرامی! اس زندگی میں تو آپ کو پوچھا ہی نہیں جاتا کیونکہ اتنا انصاف والا رب ہے کہ امتحان کے دوران آپ کو disturb نہیں کرتا، چاہے آپ جو جائز و ناجائز unfair, fair means استعمال کر رہے ہیں، وہ ایک ایسا ممتحن ہے جو دورانِ امتحان آپ کو disturb نہیں کرتا۔ آپ نے زندگی گزاری۔ تعلیم میں گزاری، ناز میں گزاری، غربت میں گزاری، عزت میں گزاری، مزاج میں گزاری، بدمزاجی میں گزاری، آپ نے وقت گزارا۔ اب سکرات شروع ہو گئے...... اللہ میاں کہتا ہے: ''اب ان کی آنکھ بڑی تیز ہو گئی''۔

یہ بڑی logical سی بات ہے۔ under pressure انسان کے خلیاتِ ذہن کھل جاتے ہیں۔ جب موت کا خوف آن کے کسی بشر پر پڑتا ہے تو اس کے ذہن کے وہ خلیات جو پہلے normalcy میں function نہیں کر رہے ہوتے، وہ function کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب اسکو بھوت پریت، لے جانے والے، نہ جانے کیا کیا نظر آتا ہے...... آپ نے اکثر مرنے والوں کے پاس اگر دیکھا ہو تو وہ واویلیاں مچا رہے ہوتے ہیں۔ وہ آیا مجھے لینے کے لیے، دیکھو یہ زنجیریں آئیں، وہ فلاں کا چاچا آیا، فلاں کا ماموں آیا...... اصل میں جیسے زندگی میں مجذوب کا vision, normalcy سے ہٹ کر abnormal condition کو چلا جاتا ہے۔ اسی طرح مرتے وقت اتنا موت کا خوف اور دباؤ پڑتا ہے کہ سکرات میں انسانی ذہن کے وہ خلیات کھل جاتے ہیں کہ جو اِس طرف زندگی کو بند کر دیتے ہیں اور اُس طرف زندگی کے vision کو کھول دیتے ہیں۔

Life after death ایک مسئلہ ہے ہم سب کے لیے کہ ہم عذابِ قبر پر کیوں سوچتے ہیں؟ کیا چیز ہے عذابِ قبر؟ میں حیات و ممات پر کیوں سوچوں...... میرے ذہن میں سوال اس لیے آتے ہیں...... کیا چیز ہے قبر؟ اگر آپ غور کیجیے تو دجال کی ایک حدیث میں قبر نہ ہونے کا ایک نتیجہ نکلا ہوا ہے کہ جب عصرِ دجال ختم ہوگا، فتنہء یاجوج و ماجوج شروع ہوگا اور پھر ان پر ایک وبا آئے گی، ایک وائرس چھوٹے گا۔ پہلے مجھے خیال آتا تھا کہ اللہ میاں کیا کہتا ہے؟ رات کی رات میں لوگ مر سکتے ہیں۔ مگر الحمدللہ موجودہ زمانے کے وائرس نے یہ بتا دیا کہ رات کیا، ایک گھنٹے میں بھی سارے مر سکتے ہیں تو اس وائرس سے جب یاجوج و ماجوج ختم ہو جائیں گے تو ان کی لاشوں کی بدبو سے ساری زمین پر زندگی مشکل ہو جائے گی۔ تو پھر مہدی اور عیسیٰؑ مل کر دعا کریں گے کہ اے پروردگار! اس بدبو سے نجات دلا۔ یہ تو stink

Marfat.com

ہے۔ پھر اللہ بڑی بڑی گردنوں والے پرندے...... اب بھی وہی پرندے صفائی کرتے ہیں تو اس زمانے میں بڑی بڑی گردنوں والے پرندے بھیجے جائیں گے، پھر وہ ان لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے۔ زمین بارشوں سے صاف کی جائے گی اور پھر نئے سرے سے زندگی کا آغاز ہوگا۔

حضراتِ گرامی! ابھی scientific talent اس قسم کے نظریات تک نہیں پہنچے مگر اللہ نے گو ایک آنِ واحد میں تمام واقعات و حالات کو count down کر دیا ہے۔

صرف گھڑیال کی صدا کی ضرورت ہے تو حضراتِ گرامی! قبر ہمیشہ اس لیے تخلیق کی گئی کہ بدبو سے بچنے کے لیے جسم کو چھپا دیتے تھے۔ پرانے زمانے میں جب بھی کبھی لوگ بدبو اور تعفن سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے یا وہ اسے جلا دیتے تھے یا دبا دیتے تھے۔ جاپانیوں کو دیکھیں کہ لاش کو دور کنویں میں رکھ دیتے تھے اور سب کا نظریہ ایک ہوتا تھا To avoid the stink decay زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹوں میں bodies کا decay شروع ہو جائے گا۔ سوائے ان لوگوں کے...... جن کے بارے میں اللہ حکم دے دے زمین کو کہ تم نے ان کے بدن کو نہیں چھونا، سوائے ان لوگوں کے، سوائے شہداء کے، صلحاء کے، اولیاء اللہ تعالیٰ العزیز کے...... پیغمبرانِ قدسی کے، جن کی امانتِ بدن بھی خدا محفوظ کر لیتا ہے اور جن کے بدن اللہ کے پاس امانتوں کی طرح ہوتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے باقی تمام جسم decay کا شکار ہوتے ہیں۔ body سے انسان کی psyche کو تعلق نہیں ہوتا۔ قبر کے بعد صرف ایک موقعے پر natural ان کو تعلق اور واسطہ دیا جاتا ہے۔ قبر میں full blooded life ان کو دی جاتی ہے اور وہ وقت اس وقت آتا ہے کہ جب آپ اسے دفنا چکے ہوتے ہو۔ عمرو بن العاصؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹے! جب مجھے دفنا چکو تو کچھ دیر میرے پاس ٹھہرنا تا کہ میں آنے والوں سے مانوس ہو سکوں۔ کہا گیا کہ کیا مردہ زندگی والوں کی کوئی آوازیں سنتا ہے۔ فرمایا: ''ہاں! سنتا ہے بلکہ ان کے پاؤں کی چاپ بھی سنتا ہے۔'' بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے گڑھے پر کھڑے ہوئے تھے جس میں عتبہ و شیبہ اور ابو جہل کی لاشیں تھیں۔ تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ ''اے عتبہ!! اے شیبہ!! اے عمر بن ہشام! جو اللہ نے ہم سے وعدے کیے، پورے کیے۔ جو تم سے کیے وہ پورے ہوئے کہ نہیں۔'' تو حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مردے بھی کہیں سنتے ہیں''۔ فرمایا: ''تم سے بہتر سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے''۔

حضراتِ گرامی! حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی قبر پر جایا کرتے تھے تو گھنٹوں باتیں کرتے۔ اس کو پوری detail دیا کرتے۔ ''آج بازار میں یہ ہوا، فلاں کی گلی میں یہ ہوا، تمہارے بچے کے ساتھ یہ ہوا۔ تمہاری اماں کے ساتھ یہ ہوا۔ تمہاری بیوی نے دوسرا نکاح کر لیا، یہ تو ہیں میری خبریں...... اب تم سناؤ اندر کیا ہو رہا ہے''۔

تو اس بات پر قطعاً ندہبا، اخلاقاً کوئی شبہ نہیں رہا کہ Life after death is a different kind of life. حتیٰ کہ دورِ حاضر میں بہت سارے تجربات جو in between death میں ہوئے، hanging death پر ہوئے جیسے بہت سارے مصنفین نے ہزاروں کی تعداد میں وہ ریکارڈ جمع کیے جو بظاہر لوگ مر گئے تھے اور دوبارہ زندہ ہوئے...... جس پر مجھے اپنا ذاتی طور پر اعتراض ہے کہ وہ مرے نہیں تھے مگر بہر حال وہ ایک سکرات اور ایک temporal

Marfat.com

disorder of life میں سے گزرے تو انہوں نے بھی آئندہ آنے والی زندگی کی بہت ساری باتیں بتائیں مگر ان میں ایک symbol قریباً قریباً سب میں یکساں ہے اور وہ symbol یہ ہے کہ We passed through a tunnel. کہ ہم ایک غار سے گزرے، آگے ہمیں بڑے خوبصورت جزائر نظر آئے۔ تو دراصل بات یہ ہے کہ موت کے بعد زندگی اول انسان سے آخر انسان تک جائے گی۔

بہت کم لوگ اس history میں ایسے گزرے ہیں کہ جو life after death پر یقین نہیں کرتے اور حضرات یہ کیوں؟؟؟ اس لیے کہ یہ تو system ہے، اسکا تعلق اعتقاد سے نہیں ہے، life after death اور قبر کا تعلق یقین سے نہیں ہے۔ یہ system ہے۔ اگر آپ کو اللہ پر یقین ہوگا تو یہ سارے system زندہ ہو جائیں گے۔ یہ سارے system اس وقت زندہ ہوتے ہیں جب آپ کو اللہ پر یقین ہوتا ہے۔ اگر آپ اللہ کے قائل نہیں ہیں تو یہ کوئی system نہیں ہے، پھر آپ کی تنقید جائز ہے، آپ کا اعتراض جائز ہے اس لیے کہ تمام مافیہا، یہ زمان و مکاں، یہ برزخ، یہ برزخِ کبریٰ، یہ صغریٰ، یہ وجود، یہ آسمانوں کا ترفع، یہ ملائکہ تمام کی تمام اعتقاد کی جڑ صرف ایک بنیادی عقیدے پر ہے۔ ہم غلط بحثوں میں الجھے ہیں۔ اصل غور و فکر کا منبع صرف ایک ہے کہ اللہ ہے یا اللہ نہیں ہے۔ اگر اللہ ہے تو اس کے پیغمبر ہیں۔

حضراتِ گرامی! یہ جو رسول اور پیغمبر ہوتے ہیں، یہ بندگانِ خدا پر اللہ کا احسان ہوتے ہیں۔ یقین جانیے کہ اللہ احسان کرتا ہے مجھ پر اور آپ پر کہ ہمیں کوئی رسول دے اور یہ احسان کیا اللہ نے ہم پر کہ محمد رسول اللہؐ عطا فرمائے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا احسان یہ ہے کہ ہم بھولے بسرے لوگوں کو، گم کردہ منزلوں کو، ایسے راہیوں کو جو اغواء ہو چکے، شیطان کے ہاتھوں جو خراباتِ عقل کے مسافر ہو چکے، صحرائے دانش میں بھولے بھولے، بھٹکے بھٹکے پھرتے ہیں، ان پر اللہ یہ احسان کرتا ہے کہ تلاش کے لیے سراغِ منزل کی ایک guide دے دیتا ہے کہ اس آدمی کی سنو، یہ تمہیں منزل تک لے جائے گا، یہ تمہیں اغوا ہونے سے بچائے گا۔ شیطان نے اللہ سے عرض کیا کہ اے پروردگار! اگر تُو تھوڑی سی قوتِ کارکردگی مجھے دے دے تو اس شخص کو جسے تو نے میرا حریف بنایا ہے، اس انسان کو تُو نے عاقل و بالغ سمجھا، تیرا خیال یہ تھا کہ عقل و شعور سے یہ تجھے پہچانے گا۔ تو تھوڑا سا ٹائم مجھے دے دے، میں تجھے بتاؤں گا کہ یہ کیسے پہچانے گا۔ میں اسکے دائیں سے آؤں گا، میں اسکے بائیں سے آؤں گا، میں اسکے اوپر سے آؤں گا، اسکے نیچے سے آؤں گا اور میں اسے راہِ راست سے اغوا کرلوں گا......

لَاُغوِ یَنَّہُم ...... تھوڑا سا تو tilt کرنا ہے، تھوڑا سا اِدھر کردوں گا اور میں اسے اغوا کرلوں گا۔

اللہ نے اس اغوائے انسانی کو بچانے کے لیے اپنے رسول اور پیغمبر بھیجے تاکہ دوبارہ اس بھٹکی ہوئی بکھری ہوئی انسانیت کے قافلے کو وہ اس ایک منزلِ فکر تک لائے اور تمام پیغمبر بنیادی طور پر فکری اصلاح لاتے ہیں، عملی اصلاح اس فکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔

حضراتِ گرامی! تمام مذاہب آدمؑ سے لے کر محمد رسول اللہؐ تک شریعتوں کے مذہب نہیں تھے اس لیے کہ شریعتیں نسلِ انسانی کے ساتھ بدلتی رہیں۔ آدمؑ کی شریعت اور، نوحؑ کی اور، موسیٰؑ کی اور، اب بھی بہت سی باتیں ہمیں وہ حلال ہیں جو شریعتِ موسوی میں حرام تھیں۔ یہ تو طریقِ زندگی ہے۔ شریعتیں وقت اور انسان کے مزاج کے ساتھ ساتھ بدلتی رہیں مگر ایک مقصد مذہب کا ایسا تھا جو اول و آخر قائم رہا، وہ خدا کی شناخت تھی۔ مذہب ایک system تھا کہ یہاں

Marfat.com

سے وہ لوگ پیدا ہوں جو پانچویں کلاس تک نہ رہ جائیں۔ جو آگے بڑھیں، شعوری ترقی کرتے ہوئے خدا کا تجسس فرمائیں۔ خدا کا شوق فرمائیں۔ زندگی اس کے لیے گزاریں۔ " وَالرّٰسِخُونَ فِی العِلِم "(آل عمران 7:3) جو علم و آگہی کی تلاش میں زندگی تیاگ دیں اور ایسے بہت گزرے ہیں۔ زمانہ ان سے خالی نہیں ہوا۔ اللہ قرآن حکیم میں کہتا ہے! اب ذرا غور کیجیے گا کہ ان آیات میں کوئی extraordinary عبادات کا ذکر نہیں ہے۔ اللہ کہتا ہے:

اَلَّذِینَ یَذکُرُونَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلٰی جُنُوبِهِم

(کھڑے بیٹھے اور کروٹوں کے بل یہ لوگ مجھے یاد کرتے ہیں۔)

وَیَتَفَکَّرُونَ فِی خَلقِ السَّمٰوٰتِ (آل عمران 191:3)

(اور زمین و آسمان کی تخلیقات پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔)

حضراتِ گرامی! علم ہیئت ہمارے ہاتھ سے گیا۔ تجسسِ فکر ہمارے ہاتھ سے گیا Quantum اور Relativity کے ہم مصنف نہیں ہیں، کائناتِ فکر کی اتھاہ گہرائیوں میں ہم میں سے کوئی بھی نہیں پہنچا۔ اہلِ اسلام نے بے شعوری اختیار کی اور سب سے بڑی بے راہ روی جو تھی وہ خدا کے بارے میں غور و فکر کو معطل کیا۔ تین سو برس سے عالمِ اسلام بیمار ذہن کے سکالرز پیدا کر رہا ہے۔ آمریت پرست پیدا ہوئے۔ methodist پیدا ہوتا رہا ہے جو method سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتا تھا۔ اسکے دل میں کبھی تجسسِ راہِ خداوند نہیں پیدا ہوا۔ محبت الٰہیہ سے اسے سرفراز نہیں کیا گیا۔ شوق کی منزل اسے نہیں دکھائی گئی۔ عمل سے آغاز کیا، عمل پر انجام کیا۔

حضراتِ گرامی! اس مسلمان میں اگر کوئی بھی صحیح ہو گیا تو اللہ کی ایک آیت ضرور پوری ہو گی۔

وَلَا تَهِنُو وَلَا تَحزَنُو وَاَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُؤمِنِین (آل عمران 139:3)

(کہ سستی نہ کرنا، غم نہ کرنا اگر تم مومن ہوئے تو ضرور تم غالب کیے جاؤ گے۔)

اور حضراتِ گرامی! مشرق و مغرب، ہند اور کاشغر میں اگر مسلمان مغلوب ہیں تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا ہم اپنے گریبانوں میں منہ نہیں ڈالیں گے کہ باوجود مذہبی ہونے کے، باوجود بے پناہ سکالر شپ رکھنے کے، دنیاوی علوم میں بڑے سرفراز ہونے کے باوجود، مال و دولت رکھنے کے باوجود ہم لوگ ایمان کے درجے تک نہیں پہنچے۔ ہم میں سے کوئی غالب نہیں، کوئی جماعت غالب نہیں، کوئی سراغ نہیں اس غلبے کا ابھی تک مل رہا جس کی طرف اللہ نے قرآن کی اس آیت میں نشان دہی کی۔ ہم میں معزز نہیں، مکرم نہیں۔ ہم جو اہلِ اسلام ہیں وہ بھی نہیں ہیں، کوئی problem درپیش ہے ہمیں، پوری امت کو کوئی problem درپیش ہے کہ ہم کیوں خدا کی نظر میں نہیں چل رہے؟

حضراتِ گرامی! اس لیے کہ ہم ایک سر کٹے مذہب کی پرستش کر رہے ہیں۔ ہم ایک ایسے مذہب کے followers ہیں جس کا سر اس کے اوپر نہیں ہے۔ ہم خدا کے بغیر دین کو تلاش کر رہے ہیں۔ ہماری ترجیحات میں نقص آ گیا ہے۔ ہماری ترجیحِ اوّل اللہ نہیں رہی۔ ہم اللہ کو نکال کر مذہب چاہتے ہیں اس لیے کہ پھر مذہب میں کچھ نہیں رہتا۔ پھر ہمارا امام بھی مذہب کو استعمال کرے گا۔ ہمارا عالمِ دین بھی مذہب کو استعمال کرے گا۔ ہمارا عامی بھی مذہب کو استعمال

Marfat.com

کرے گا۔ ہمارے خاص لوگ بھی مذہب کو استعمال کریں گے۔ Religion then becomes an exclusive philosophy not a real, not a real research.

دین کے سارے institutions شک و شبہ سے بھرے ہوتے تھے،اس لیے کہ دین کے سارے institutions پر کوئی نہ کوئی عقلی اعتراض ضرور وارد ہوتا ہے۔ مگر یہ اعتراضات دنیا کے اور بھی سارے علوم پر وارد ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں ان شکوک وشبہات کا جواب دینا ہے تو ہم اسکا سلسلہ جب نیچے موڑتے جائیں گے تو ہم صرف اسی بنیادی سوال تک پہنچیں گے کہ کیا ہمیں خدا پر یقین ہے کہ نہیں ہے۔ ہمیں قبر سے واسطہ اور غرض نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ مگر قبر کے بارے میں ایک بات کا ضرور پتہ ہے کہ دنیاوی مسافت سے گزرنے کے بعد، اس راہ گزر سے منزل تک پہنچنے کے بعد جو پہلا بنیادی question کیا جاتا ہے: ''مَن رَبُّکَ'' کہ تمہارا رب کون تھا؟ کیسے مانا؟ کس طرح مانا؟ اگر آپ کی زندگی میں confusion رہا ہو، اگر آپ نے زندگی میں اس سوال کو ترجیح نہیں دی، اگر آپ نے زندگی میں اس سوال کو important نہیں سمجھا اور زندگی میں خدا کے بارے میں غور وفکر نہیں کیا تو آپ قبر تک پہنچتے ہوئے اس سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ آپ کو پتہ ہے کہ تسبیحات میں کہا گیا کہ:

افضل الذکر لا الہ الا اللہ

یہ بھی اس لیے کہا گیا کہ اگر زندگی میں آپ لا الہ الا اللہ کہتے رہیں گے تو قبر تک پہنچتے ہوئے آپ کو لا الہ الا اللہ کہنا آسان ہوگا۔ وہاں اس سوال کا جواب دینا آسان ہو جائے گا۔ ''مَن رَبُّکَ'' کا جواب دینا آسان ہو جائے گا اور حضراتِ گرامی! استاد تو بہت ہی محترم اور بڑا ازمی والا ہے تو اس نے یہ کیا کہ چلو اگر یہ وہاں بھی بھول جائیں تو میں انہیں یاد دلاؤں گا کہ اگر انسان اور مسلمان وہاں بھی یہ بات بھول جائے لا الہ الا اللہ کی تو میں اسے یاد کرادوں گا: ''مَن نَبِیُّکَ'' ''تمہارا نبی کون ہے'' چونکہ نبی کے ساتھ ذاتی محبت اور انس ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہمیں پیدائشی انس ہے۔ ہم اس ذاتِ گرامی کے توسط سے چونکہ خدا کی پہچان کا حق رکھتے ہیں۔ ہماری نعتیں، ہماری محبتیں، ہماری قربتیں، ہماری سعادتیں۔ یہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ذاتی وابستگی رکھتے ہیں اور حضراتِ گرامی! رسول اللہ ﷺ خالی رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں۔ اس امت کو ایک اور بھی شرف بخشا ہے جو پہلے کسی نبی کی امت کو بخشا نہیں گیا۔ اس امت کو رسول اللہ ﷺ کی حیثیت میں ایک بہت بڑا شرف بخشا گیا اور وہ یہ تھا کہ ان کی بیویوں کو امہات المومنینؓ کہا گیا اور رسول ﷺ اس رشتے میں ہمارے باپ بھی ہیں اور یہ شرفِ خصوصی اس امت کو بخشا گیا کہ ہمارا نبی ﷺ ہمارا نبی ﷺ بھی ہے اور ہمارا باپ بھی ہے اور یہ اتنی گہری محبت کا توازن پیدا کرتا ہے ہمارے دلوں میں کہ اگر کسی کا باپ بدکار ہو، برا ہو، اچھا نہ ہو، ظالم ہو، سرکش ہو، تو کم ازکم اس کو ایک تسلی تو ہے کہ میرا یہ باپ تو ایسا نہ تھا۔

اس لیے کہا گیا کہ کوئی بچہ reactionary نہ نکلے، بدکردار نہ نکلے، ایک individual example سے گریزاں ہو کر مایوس نہ ہو جائے۔ اس کو ایک ایسا باپ تو نصیب ہے، جو ان ساری خطاؤں سے دور ہے۔ ایک انتہائی مہربان اور خلیق انسان تھا جن کا وجود وجودِ محبت ہے، جس میں کوئی سختی نہیں، جو ترحم کا پیکر ہے......اور جب اس کی صورتِ

Marfat.com

گرامی کو flash کیا جائے گا قبر میں...... تو محبت بول اٹھے گی۔ جب محبت محمد رسول اللہ ﷺ بول اٹھے گی تو لا الہ الا اللہ بھی یاد آجائے گا۔ ساتھ وہ بھی یاد آجائے گا، تو یہ ہر مرنے والے مسلمان کو advantage دیا جائے گا کہ چل او بد مغز! اگر تو نے میرے بارے میں نہیں سوچا تو میرے رسول ﷺ کے بارے میں سوچ لے اور یہ مطلب ہے اس آیت کا......

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَةَ اللِّعٰلَمِین

اور یہ مطلب ہے قرآن کی اس آیت کا:

وَکَتَبَ عَلٰی نَفسِہٖ رَحمَۃً

کہ جب ہم نے تخلیقات، مخلوق کو پیدا کیا تو ہم نے سب سے پہلے اپنی عادات وخصائل پر اپنی رحمت کو غلبہ دیا اور جب ہم نے رحمت کو تخلیق کیا تو اسے محمد رسول اللہ ﷺ بنالیا۔ بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کی شان میں کوئی یہ گستاخی، کوئی وہ گستاخی، کوئی یہ بات کوئی وہ بات...... مجھے سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے تو قرآن سے آگے کبھی شعور نہیں ہوا جانے کا مگر ایک طرف اللہ یہ کہتا ہے: "الحمدلله رب العالمین" "میں تمام جہانوں کا پالنے والا ہوں" میں ربّ العالمین ہوں اور جہانوں کا پالنے والا...... وہ اس طرح کہ سورج بھی اسی جہان میں آتا ہے، چاند بھی اسی جہان میں آتا ہے۔ خالی روٹی تو نہیں اللہ دے رہا سب کو...... اگر سورج کی خوراک اٹھارہ ہزار ایٹم ہیں، جو ایک پل میں اس میں پھٹتے ہیں تو رب العالمین نے اس کی خوراک اسے مہیا کی ہوئی ہے اور اگر چاند کی خوراک سورج کا تعکس ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ دیا ہوا ہے۔ اگر کسی چیز کی خوراک ہوا ہے تو اللہ نے وہ اسے بہم پہنچائی ہے۔

حضراتِ گرامی! حتیٰ کہ اس نے موت کو بھی خوراک بہم پہنچائی ہے۔ کبھی سری لنکا میں بڑے فاقے ہوگئے۔ ہر آدمی کی خوراک کا تقاضا ہے کہ کبھی پیٹ بھرتا ہے، کبھی خالی رہتا ہے۔ کبھی موت کو ڈھونڈنے سے ایک آدمی ایک معاشرے میں نہیں ملتا اور کبھی اسکو وسیع وسیع چراگاہیں کھانے کو مل جاتی ہیں جن کو فاقہ زدگی اور غربت سے مارتا ہے۔ ہر شے کی اس نے موت اور زندگی رکھی ہوئی ہے۔ ہر شے کا اس نے رزق رکھا ہوا ہے۔ اور "اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین " اور فرمایا:۔ "وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَةَ اللِّعَالَمِین " کہ جہاں جہاں ربّ العالمین ہے، وہاں وہاں رحمت للعالمینؐ ہیں۔ تو ایسے بندے کی رسائی پر question کرنا...... ایسے بندے کے مقام گننا شروع کردینا بڑا امرِ محال ہے اور جیسے وہ حافظ شاعری میں بے بس ہوگیا، بہت لوگ خیال میں بے بس ہو گئے۔ حسان بن ثابتؓ نے کہا!" کہ اے رسول ﷺ اب اس سے زیادہ تیری کیا تعریف کریں کہ جیسے تو نے چاہا کہ تو بنے ویسے تجھے اللہ نے بنادیا"۔ "مجھے تو بس اتنا پتہ ہے کہ تیری تعریف اتنی مجھ سے ممکن نہیں ہے۔ بس اللہ کے بعد تو بڑا ہے سیدھی سی بات ہے"۔

حضراتِ گرامی! غالب نے بڑے فسق وفجور کے شعر لکھے مگر ایک شعر تعریفِ رسول ﷺ میں بھی بڑا اچھا لکھ گیا:

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذا شیتم
کہ آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

کہ اے غالب! باقی تو ہم توڑ پھوڑ کر ہی لیتے ہیں مگر ثنائے خواجہ کے ہم اہل نہیں تھے، اس لیے وہ ہم نے اللہ پر چھوڑ دی کہ وہ

Marfat.com

ذات پاک ہی جان سکتی ہے کہ محمد ﷺ کا مرتبہ کیا ہے۔

حضراتِ گرامی! لوگ نبیؐ پر عموماً بڑے سوال کرتے ہیں۔ بشر اور نور کا سوال بڑا چلتا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں ایک تو علم اتنا محدود تھا کہ انسان کو کسی مسئلے کی پوری آگہی نہیں ہوتی تھی۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں خدا پر بڑے اعتراض آرہے تھے۔ ان میں ایک اعتراض بہت بڑا تھا جس کا religion والے جواب نہیں دے سکتے تھے وہ بہت بڑا اعتراض یہ تھا کہ God is energy. How can matter come out of him? کہ اللہ نور ہے۔ اگر اللہ توانائی ہے تو اس سے مادہ کیسے نکل سکتا ہے؟ اور اگر اللہ مادہ ہے تو اس سے توانائی کیسے نکل سکتی ہے؟۔ تو سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں یہ question بڑا نمایاں ہو گیا اور بڑے مسلمان فلاسفر Christian فلاسفر کے ان سوالات کا جواب دینے میں خاصے پریشان تھے۔

پھر آئن سٹائن نے اپنی Theory of Relativity لکھی۔ اس نے E=mc2 کا قانون دیا کہ بالآخر اگر مادہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے گزرے تو وہ توانائی میں بدل جاتا ہے اور توانائی مادے میں بدل سکتی ہے۔ توانائی مادے میں بدلی تو یہ زمین و آسمان بن گئے۔ جب یہ دوبارہ واپس جائے گی تو توانائی کا جہان تخلیق ہو جائے گا۔

حضراتِ گرامی! اب یہ مسئلہ حل ہو چکا ہے کہ دراصل مادہ اور توانائی ایک ہی چیز ہیں اور اللہ پر جو بنیادی اعتراض تھا وہ ختم ہو گیا۔ مگر وہ نااہلی اور کم عقلی دیکھئے کہ مسلمان نے یہ مسئلہ تو سن رکھا تھا مگر apply رسول اللہ ﷺ پر کر دیا کہ وہ بشر ہیں یا energy...... حضراتِ گرامی! اللہ کے رسولؐ کی تو بڑی دور کی بات ہے۔ میں تو سائنسی نقطۂ نظر سے at a time بشر بھی ہوں اور نور بھی ہوں کیونکہ میں اگر مادی وجود رکھتا ہوں تو توانائی میں بدل سکتا ہوں۔ ابھی اس وقت ایک latest theory چل رہی ہے اور ان شاء اللہ، اللہ کا ثبوت اس میں بھی بڑا موجود ہے اور خدا اسکا ثبوت دے چکا ہے۔

ابھی دو تین سال میں Fusion of energy کا قانون پریکٹیکل ہو جائے گا۔ ایٹم کے fission یا پھٹنے کا اصول موجود ہے کہ ایک مادی وجود توانائی میں پھٹتا ہے۔ اب وہ توانائی کو دوبارہ مادی وجود میں contain کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جیسے ملکہ سبا کا تخت وہ عالمِ کتاب لائے تھے۔ بالکل اسی طرح ایک وجود ایک جگہ سے توانائی میں ڈھلے گا اور اسکا receptive article دوسری طرف لگا ہوگا اور ادھر جا کر وہ دوبارہ مادے میں بدل جائے گا اور electronic transportation شروع ہو جائے گی۔

حضراتِ گرامی! اس قسم کے سوال صرف ذہنی، اخلاقی، علمی انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوتے ہیں اور بذاتہٖ ان میں قطعاً بحث کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ان باتوں میں ہمارے معاشرے کی جنگ و جدل بڑی عجیب لگتی ہے کہ ایک مسئلے کی نہ وہ انتہا، نہ ابتداء جانتے ہوتے ہیں..... مگر اس پر بحث و تمحیص کرنے والے بہت ہوتے ہیں۔

سوال: ایک حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ جب آدمی دفن کر کے میت کو جاتے ہیں تو ان کی چاپ بھی میت سنتی ہے۔ اس پر ذرا روشنی ڈالیں......

جواب: شاید میرا خیال ہے کہ میں نے اسکا ذکر کیا تھا۔ روح کی sensitivity کا ذکر کیا تھا مگر جیسے اللہ نے

قرآنِ حکیم میں کہا:

وَیَسئَلُونَکَ عَنِ الرُّوحِ

(روح کے بارے میں پوچھتے ہیں)

قُلِ الرُّوحُ مِن اَمرِ رَبِّی (بنی اسرائیل 85:17)

(تمام روح میرے اللہ کا حکم ہے۔)

وَمَا اُوتِیتُم مِّنَ العِلمِ اِلَّا قَلِیلاً

(مگر اس کا علم تمہیں تھوڑا دیا گیا۔)

اور وقت کے ساتھ ساتھ علمِ ارواح میں کچھ اضافہ ضرور ہوا ہے۔ اس سے پہلے میں آپ کو حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک قول ضرور سنانا چاہتا ہوں کہ ''بہت پہلے جب ارواحِ عالم کا اکٹھ ہوا اور پروردگار نے ان سے پوچھا: الست بربکم (کیا تم اپنے رب کو پہچانتے ہو)'' تو تمام نے ایک ہی جواب دیا: "بلی" (ہاں ہم پہچانتے ہیں۔) اصل میں روح ایک وہ عنصر ہے جو اللہ نے انسان کے بدن میں رکھا کہ جو عقل و شعور و دانش کی بنیاد پر ہر صورت صاحبِ ایمان ہوتی ہے۔ روح ہر صورت میں ایمان والی ہوتی ہے تا آنکہ اس پر ہمارے ذاتی جبلی اثرات اتنے غالب نہ ہو جائیں کہ اسکا جو اعتقاد و ایمان کا عکس ہے، وہ دھندلا نہ جائے۔ روح کے بارے میں اگر آپ مجھ سے میری ذاتی رائے پوچھتے ہیں تو وہ میں ضرور آپ کو بتا دوں گا۔ روح کا سراغ ہمیں حضرت آدمؑ کی اس حدیث سے ملتا ہے۔

حضرت آدمؑ کو اللہ نے ذریتِ آدم ان کی ہتھیلی پر دکھائی اور وہ انتہائی باریک ذرات کی شکل میں تھی۔ ظاہر ہے کہ ایک ہاتھ پر لاکھوں بلکہ Billions and Billions ذرات ہوں گے۔ حضرت آدمؑ کا ہاتھ کتنا بھی بڑا سہی مگر اگر ساری ذریتِ آدمؑ اُن کے ہاتھ میں ذرّات کی صورت میں آگئی ہوگی اور ان میں سے کچھ چمکتے تھے اور کچھ سیاہ پڑ گئے تھے تو حضرت آدمؑ کو افسوس ہوا کہ میری اولاد میں سے کچھ لوگ جو ہیں وہ ضرور جہنم میں جائیں گے۔ اس وقت جو ہمیں روح کی نوعیت نظر آتی ہے، پھر اس کے بعد روح کے نکلنے کے مناظر میں جو ہمیں نوعیت نظر آتی ہے جیسے حدیث بھی ہے کہ ''جب روح نکلتی ہے تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے چادر کانٹوں پر سے گھسٹتی ہوئی نکلتی ہے''۔ اسکا مطلب ہے کہ دور کہیں، کسی پیچیدہ مقام پر وہ دفن ہوتی ہے اور اسکو نکالتے ہوئے اور اسکو نکلتے ہوئے کچھ نہ کچھ اذیت ضرور محسوس ہوتی ہے اور یہ اذیت technological بھی ہوتی ہے اور یہ اذیت spiritual اور psychic بھی ہوتی ہے یعنی ذہنی اور نفسی اعتبار سے بھی ہوتی ہے اور بدنی اعتبار سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی جب انسان اپنی اسی روح کے اعمال کے طور پر قیامت کے دن جاتا ہے تو پروردگار فرماتے ہیں: (ذرا آدمؑ کی حدیث کو سامنے رکھیے گا)۔

یَومَ تَبیَضُّ وُجُوہٌ وَّ تَسوَدُّ وُجُوہٌ (آل عمران 106:3)

(کہ کچھ چہرے اس دن چمکتے ہوں گے، اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔)

ان ساری باتوں سے جو ایک بات بڑی صاف صاف سامنے آتی ہے کہ روح ایک انتہائی باریک

Marfat.com

technical chip کی صورت میں اس پورے Body mechanism میں آتی ہے۔ وہ chip جو ultimately finally programmed ہو اور اس programming میں جیسے DNA structure کا اگر آپ نے پڑھا ہو جو انسان کا بنیادی تخلیقی structure ہے...... اس میں ایک code بھی مخفی طور پر انسان کی چھپی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اسی DNA کو exploit کرنے سے آج کل کلوننگ ہو رہی ہے۔ شکل وصورت، شباہت، عادات وخصائل...... یہ تمام کے تمام اس DNA structure میں پوشیدہ اور خفیہ ہوتے ہیں۔ وہ code جو ہے، وہ ہر DNA میں ہوتا ہے۔ اگر آپ کے بال یہاں سے اکھاڑ لیں تو اس میں سے بھی electronic charges کے ذریعے ایک بالکل آپ کی طرح کا انسان پیدا ہو سکتا ہے۔ کسی single human individual cell سے وہ تمام کا تمام دوسرا انسان پیدا کر لیتے ہیں۔

یہ basic structure جو ہے یا یہ بنیادی جوشے اللہ تعالیٰ انسان میں رکھتا ہے، یہ انتہائی باریک ذرّے کی صورت میں ہے۔ جب روح نکلتی ہے تو اگر آپ نے دوسری حدیث پر غور کیا ہو تو وہ بھی اسی کی تصدیق کرتی ہے کہ روح نکالتے وقت ملائکہ اس کے اعمال کی شکل میں اس کے سامنے آتے ہیں اور ایک باریک رومال پر اس کی روح نکالی جاتی ہے جو کبھی کبھی تو بہت بدبودار اور کبھی صاف شفاف اور منور ہوتا ہے۔ اعمال کی نسبت سے وہ chip جب extract کیا جاتا ہے تو انسان کو بے پناہ تکلیف ہوتی ہے۔ جب اسے اسکے بدن سے جدا کیا جاتا ہے تو وہ سخت اذیت کا شکار ہوتا ہے۔ مگر نیک کاروں میں اور بدکاروں میں اس روح کا اخراج اور اس روح کا جو عمل ہے، وہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ پروردگار نے فرمایا:

اَلدُّنیَاسِجنُ المُؤمِن

(دنیا مومن کے لیے قیدخانہ ہے)

یہ سب دنیا کی چیزیں ہماری belongings ہیں۔ ہمارے اردگرد جتنی ہماری چیزیں ہیں، بہن بھائی، رشتے ناطے، یہ سب ہماری belongings ہیں۔ اگر آپ ایک بات پر غور کریں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنا باپ، ماں، بہن، بھائی، رشتے نہیں چنتا...... ہم میں سے کسی کو بھی پیدائش کے وقت بالکل پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس گھر میں جا رہا ہے؟ کون اس کی ماں ہے؟ کون اس کا باپ ہے؟ کون اسکا بھائی ہوگا؟ کون رشتہ دار عزیز و اقارب...... اگر ہمیں choice دیا جائے کہ ہم اپنی زندگی کے قاعدہ اور قرینے کے مطابق پیدا ہوں تو حضرات! سب آج کل ''بل گیٹس'' کے گھر پیدا ہوتے جو دنیا کا رئیس ترین آدمی ہے۔ جس کی باون ملین ڈالرز کی سالانہ آمدن ہے...... مگر ایسا ہوتا نہیں۔

اللہ نے کچھ ارواح کو اپنے مناسب pattern سے گزارنے کے لیے ان کو مختلف sizes دیئے ہوتے ہیں۔ اندازاً کسی کو درمیانے معتدل سائز سے گزرنا ہے۔ کسی کو غربت کے size سے گزرنا ہے۔ وہ روح اس کو respond کرتی ہے۔ اپنے حالات اور واقعات کو respond کرتی ہے۔ اس کے DNA structure کو دیکھئے یا اس کی روح کے بنیادی element میں یہ ہوتا ہے کہ یہ ان conditions کے لیے suitable ہے۔ اسی لیے خداوند کریم نے قرآن پاک میں فرمایا:

لَایُکَلِّفُ اللہُ نَفسًا اِلَّا وُسعَھَا (البقرۃ 286:2)

Marfat.com

(کہ ہم کبھی بھی کسی نفس پر اس کی وسعت سے زیادہ دباؤ نہیں ڈالتے۔)

اب سوال یہ ہے کہ میں یہ کہہ رہا ہوتا ہوں کہ مجھ میں تو اتنی طاقت و قدرت نہیں ہے کہ میں ان حالات کا سامنا کرسکوں مگر اس کے باوجود مجھے ان حالات سے گزارا جاتا ہے کیونکہ بدن تمام کے تمام ایک طریقے سے act کرتے ہیں۔ تمام بدن آسانی کی خواہش رکھتے ہیں۔ تمام بدن جبلی خواہشات کی آمادگی پر ہوتے ہیں۔ تمام بدن ایک comfortable living مانگتے ہیں۔

دنیا میں جو ذہین ہے اور جو فقیر ہے، جو غریب ہے، جو امیر ہے اگر ان سب انسانوں کو ہم اکٹھا کریں تو انداز علیحدہ علیحدہ ضرور ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کوئی شاعری سے، کوئی بخیلی سے، کوئی business سے، کوئی intellectual capacity کی وجہ سے دوسرے سے علیحدہ ہو مگر سارے کے سارے اس دنیا میں خواہشاتِ ذات کی کوئی نہ کوئی پیروی کر رہے ہوں گے، سوائے روح کے کہ جو علیحدہ code پر قائم ہوتی ہے اور کبھی نہ کبھی نا آسودگی کا اظہار ضرور کرتی ہے۔ یہ وہ روح ہے جو چالیس برس کے بعد (کیونکہ چالیس برس کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں کہا! کہ اب وہ زور کی عمر کو پہنچا۔) ضرور اپنے تاثرات بے چینی اور اضطراب کی شکل میں انسانوں پر ڈالتی ہے اور بار بار انہیں اس عہدِ قدیم سے آشنائی دیتی ہے...... جو اگرچہ لکھا تو نہیں گیا مگر چونکہ اللہ کے حضور اس اقرار وفا کی ایک حیثیت موجود ہے کہ "اَلَستُ بِرَبِّکُم" (کیا تم اپنے رب کو پہچانتے ہو) "قالُو بَلٰی" تو سوائے روح کے اس message کو کوئی بھی یاد نہیں رکھتا اور billion years کی وہ text جو اس میں موجود ہوتی ہے، وہ اسے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد بار بار یاد کراتی ہے کہ تُو غلطی پر ہے، تیرے آثار غلط ہیں، یا تیری مصروفیات غلط ہیں اور تُو نے واپس پلٹنا ہے۔ تُو کسی galaxial life کا ہے۔ تُو زمین پر alien ہے۔

تمام حضرتِ انسان زمین پر alien اور اجنبی ہیں اس لیے کہ اللہ نے ہمیں یہاں کوئی مستقل درجہ یا رتبہ دینے کے لیے نہیں بھیجا۔ بلکہ قرآنِ حکیم نے فرمایا:

مُستَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِین (البقرة 36:2)

(تھوڑی دیر کے لیے تمہارا یہاں قرار ہے اور تھوڑا سا یہاں فائدہ ہے۔)

فائدہ وہی ہے جو ایک training سے گزرنے کے بعد ایک آرمی آفیسر کو سیکنڈ لیفٹیننٹ کی صورت میں ملتا ہے کہ ہر کام کی اہلیت پانے کے بعد جو ایک درجہ اہلیت کو achieve کرنا ہے۔ جو تربیت achieve کرنی ہے...... وہی اس زمین میں فائدہ ہے کہ اللہ نے ہمیں "خَلِیفَةُ اللّٰهِ فِی الاَرضِ وَالسَّمٰوٰت" کا رتبہ دے کر ہماری روحوں میں یہ دفن کر دیا کہ تم اس درجے کے لیے جدوجہد کرنے کے لیے اس زمین پر جا رہے ہو۔ بدن کو اس کی مخالفت پر آمادہ کیا اور یہ مخالفت اس قسم کی ہے:

(حدیث رسول ﷺ ہے کہ جب اللہ نے جنت بنائی تو جبرائیل امین کو کہا کہ تُو ذرا دیکھ کر آ! میری جنت کیسی ہے تو جبرائیل امین جب جنت کو دیکھ کر آئے تو کہنے لگے کہ پروردگار! میں تو حیران اور ششدر ہوں کہ کون ایسا شخص ہے جو اس جنت کی آرزو نہ کرے گا؟ اور اس کیلئے جدوجہد نہ کرے گا...... پھر اللہ نے کہا اچھا! اب تو میری جہنم دیکھ کر آ......! پھر وہ جہنم دیکھ کے آئے اور کہا: اے پروردگار! میں تو خوف سے لرزاں و ترساں ہوں کہ کون ایسا شخص ہے جو تیری جہنم سے ڈرے گا؟

Marfat.com

پھر اللہ نے جنت کو مکروہات سے ڈھانپ دیا اور کہا: جبرائیل ذرا پھر دیکھ کے آ......اب جو پھر گئے تو فرمایا: اے پروردگار! اگر جنت کے اردگرد اتنی مکروہات، اتنے آلام ومصائب ہیں تو میں نہیں گمان کرتا کہ تیرا کوئی بندہ جنت تک پہنچے گا''اچھا اب جا کر دوزخ دیکھ کے آ......اور اس کو آسائش اور تکریم سے ڈھانپ دیا، تو جبرائیل امین پھر کانپتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: اے پروردگار! اگر جہنم تو نے اتنی خوبصورت چیزوں سے ڈھانپی ہوئی ہے تو کون شخص ہے جو اس میں نہ گرے گا۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ جبرئیل امین پکارے کہ اے پروردگار! لگتا یہی ہے کہ تیری توفیق اور اجازت سے اور تیری محبت کے بغیر کوئی ان آلام ومصائب سے زندہ نہیں گزر سکے گا۔'')

تو حضراتِ گرامی! روح، انسان میں بنیادی طور پر وہ عنصر ہے جو خدا سے جدا ہوئی جس کا تعلق جنت ودوزخ کے ساتھ پہلے کا ہے...... جیسے ''خواجہ مہر علیؒ'' نے اپنے ایک مصرعے میں کہا! کہ ''کن فیکون تے کل دی گل اے، اساں اگے دی پریت لگائی''...... اور یہ وہ بنیادی عنصر ہے جو انسان کو بناتے ہوئے جب اللہ نے اسکا بنیادی case تیار کیا، اسکا بنیادی gene اور اسکا جرثومہ رکھا اور وہ structure رکھا اور پھر اسکے خون کے ایک ایک ذرّے میں اسے رواں دواں کیا......اور حضورعلیہﷺ کی حدیث کے مطابق یہ ہماری ریڑھ کی ہڈی سے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ یہ ایک حیران کن بات ہے کہ سکینڈے نیویا اور روس کے سائنس دانوں نے سات ہزار سال پہلے fossil سے gene لے کر اسے reactivate کیا ہے اور اس سے انہوں نے مخلوق بنائی ہے۔ درحقیقت وہ بھی ہمیں یہی بات بتاتی ہے کہ سب سے قدیم چیز جو انسان میں ہے...... انمٹ، نہ مرنے والے، لازوال......وہ روحِ انسان ہے۔ یہ ازلی نہیں ہے۔ ہمیشہ موجود نہیں ہے مگر ابدی ضرور ہے۔ یہ کبھی بھی ختم نہیں ہوگی۔ اگر روح مرنیوالی ہوتی تو پھر جنت اور دوزخ کے عذاب مستقل نہ ہوتے۔ ایک ثواب مستقل نہ ہوتا، ایک عذاب مستقل نہ ہوتا۔ رہا جسم کا سوال تو جیسے اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

اَلدُّنیَا سِجنُ المُؤمِن

(یہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے)

یہ اسی روح کے لیے ہے، یہ certain laws ایسے provide کرتا ہے کہ جو اس کو قید کر کے اس دنیا میں رکھتے ہیں۔ جب اس جسم سے آپ آزاد ہو جائیں گے اور روح کے بارے میں جیسے قرآن یہ کہتا ہے کہ: ''تَسوَدُّ وُجُوہٌ'' اسی پر عذابِ قبر ہے اگرچہ وہ وجود مٹ جائے گا مگر چونکہ اس کی پوری شناخت اور آگہی مکمل ہو چکی ہے...... جیسے کوئی electronic پرزہ گرد سے بار بار کے استعمال سے یا جیسے کار کے piston پر کوئی گرد آ جائے، خالی ریت آ جائے، پٹرول کے ریزے آ جائیں تو وہ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل پر سات recepticles ہیں اور یہ سات recepticles ذہنِ انسان کو signals بھیجتے ہیں۔ ذہن کمپیوٹر کی طرح ہے، اسکا اصل motive جو ہے، وہ انسان کا دل ہے اور یہ receptor خون کے ذریعے یا دوسری چیزوں کے ذریعے، emotions کے ذریعے اپنے دل سے آگہی پاتے ہیں اور حضراتِ گرامی! یہ concept خاصا غلط ہو چکا ہے کہ ذہن سوچتا ہے...... ذہن سے پہلے دل سوچتا ہے۔

قلبی کیفیات پر سات بڑے مشہور تجربات سائنس دانوں نے کیے۔ انہوں نے Wordsworth کے ایک

Marfat.com

مصرعے پر ریسرچ شروع کی "My heart leaps up when I behold rainbow in the sky" کہ کیا کوئی بندہ ذہناً یہ کہہ سکتا ہے کہ ''جب میں قوسِ قزح کو دیکھتا ہوں تو میرا دل میری پسلیوں میں محبت سے اچھل پڑتا ہے''۔ تو اس نے کہا: ہاں یہ ٹھیک ہے کیونکہ دل میں خیال blind صورت میں آدھے سیکنڈ میں پیدا ہو کر دماغ تک پہنچتا ہے۔ دماغ کمپیوٹر کی طرح اسے شکل وشباہت، لفظ، سب کچھ مہیا کرتا ہے اور basic motives کو پھر وہ ایک فکر میں ڈھال دیتا ہے۔ اسی لیے حضراتِ گرامی! روح اور قلب کا ہمیشہ سے ایک اجتماعی تعلق صوفیاء کے پاس رہا اور اس سے محض مراد یہی رہی کہ اگر دل کے receptors تاریک ہو جائیں تو یہ روح کا respond record کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ایک دن میں یہ بات نہیں ہوتی...... ہولے ہولے...... رفتہ رفتہ ہم overlook کرتے ہیں۔ neglect کرتے ہیں۔ اپنے دل کے natural اور فطری رستوں ہم neglect کرتے ہیں۔ عجلت سے، مکر و فریب سے، حسد اور کینہ اور بغض سے neglect کر کے ہم ایک مستقل attitude تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی بات کو پروردگارِ عالم نے قرآن حکیم میں ''مہر لگانا'' کہا ہے کہ میں رفتہ رفتہ انسان کے دل پر مہر لگا دیتا ہوں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے انصاف سے بعید ہے۔ وہ انسانوں کے باطن پر بنیادی طور پر مہر لگا کر نہیں بھیجتا۔ اسکا رحیم ہونا اس بات کی علامت ہے کہ تمام بندگانِ خدا کے لیے وہ نیکی، اچھائی اور ایمان چاہتا ہے۔ مگر جب اس دنیا میں آئے، ان مرحلوں میں آ کر جب ہم بنیادی قوانین کو ignore کرتے ہیں اور خدا کی حدود کو ہم ناپنا شروع کر دیتے ہیں تو تب ایسا ہونے لگتا ہے اور حضراتِ گرامی! سب سے بڑا جو روح پر المیہ وارد ہوتا ہے، وہ خدا کا انکار ہے اس لیے کہ روح اسے شہادتاً دیکھ چکی ہے۔ روح کی اللہ پر نظری شہادت موجود ہے۔ جس طرح پوری نسلِ انسان میں ایک فرد کی شہادت اللہ پر ضروری تھی اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شہادت تھی کہ انہوں نے اپنے اللہ کو دیکھا اور انہوں نے نظری شہادت سے اسے دیکھا...... کیونکہ زبان کی شہادت حضرت موسیٰ تک پوری ہو چکی تھی۔ حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ کلام کی حد تک تو انسان حضور ﷺ سے پہلے پہنچ چکا تھا۔ جبرائیل امینؑ کی شہادت بھی سیدنا عیسیٰؑ تک پہنچ چکی تھی۔ ''وَاَیَّدنٰهُ بِرُوحِ القُدُس'' (البقرة 2:253) (اور (روح القدس) یعنی جبرئیل سے ان کی تائید کی۔) اب صرف کسی انسان کی نظری اور بصری شہادت کی ضرورت تھی اور وہ اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کی تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خدا کے وجود پر ہر دلیل مکمل ہو جائے۔

جب ایک انسان اپنی زندگی میں ایمان کی struggle شروع کرتا ہے تو دراصل وہ بھی بصری شہادت کے لیے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ باوجود ذہنی اور عقلی ایمان کے، باوجود بے پناہ کوششوں کے جو ہم اس پر اعتقاد کے لیے کرتے ہیں جیسے سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے کیا۔ پھر بھی ہم ایک نظری شہادت کے لیے بے چین ہوتے ہیں اور یہ سوال بڑی کثرت سے کیا جاتا ہے کہ کیا اللہ کو کسی نے دیکھا......؟ اللہ کو کسی نے نہیں دیکھا...... چونکہ کسی نے نہیں دیکھا اس لیے اللہ ہے ہی نہیں...... حتیٰ کہ پیغمبرؑ نے بھی جب اچھے بھلے ایقان کی منزل سے دلیلِ غالب کو حاصل کر لیا۔ argument حاصل کر لی تو پھر بھی حضرت ابراہیمؑ نے کہا: ''رَبِّ اَرِنِی کَیفَ تُحیِ المَوتٰی'' (اے رب! مجھے دکھا کہ تو مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے؟)۔

Marfat.com

"قَالَ اَوَلَمْ تُوءْ مِن " (فرمایا کیا تجھے ایمان نہیں)۔"قَالَ بَلٰی " کہا کہ ایمان تو ہے۔ذہنی طور پر totally convinced ہوں "وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِی "مگر مجھے دل کا اطمینان چاہیے جو شہادتِ نظر مانگتا ہے۔پھر اللہ نے اسے شہادت عطا فرمائی......آگے بڑھتے ہوئے ہم ایک پیغمبر کو دیکھتے ہیں کہ براہ راست نظری شہادت طلب کرتے ہیں حضرت موسیٰ اوران کو اللہ کا جواب کچھ اور تھا۔:

آقائے کائنات کو اللہ نے کسی مسئلہ سوال میں نہیں ڈالا جیسے اقبالؒ کا ایک بڑا ہی خوبصورت شعر ہے:

تُو بر نخلِ کلیمے بے محابہ آتشے ریزی

(کہ کلیم نے تیرا دیدار مانگ لیا تو اس کا جواب تو نے آگ برسا کر دیا۔)

تُو بر شمعِ یتیمے صُورتِ پروانہ می آئی

مگر دوسری طرف یہ حال ہے کہ تو ایک شمع یتیم پر پروانے کی طرح خود اٹھتا ہے اور انہیں اپنے دیدار سے مشرف کرتا ہے۔)

حضراتِ گرامی! یہ microcosm میں وہی عمل ہمارے اندر جاری رہتا ہے اور ہم بھی تجسس سے گزرتے ہوئے بالآخر اسی سوال تک پہنچتے ہیں۔ایمان کے مراحل سے گزرتے ہوئے پھر اسی مقام تک آتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی انسان خدا کو دیکھ سکے۔کیا یہ میرے لیے ممکن ہے کہ میں اللہ کو دیکھ سکوں؟ خواب میں تو بہت سارے لوگوں نے دیکھا ۔مگر کیا ہماری نظری شہادت اس قابل ہے کہ ہم اللہ کو دیکھ سکیں؟؟؟

حضراتِ گرامی! آج کے زمانے میں یہ کام بڑا آسان ہو گیا ہے اور روح کی سنجیدگی اور روح کی طلب جو اہلِ فراق کی سردار ہے، جدا ہونے والوں کیلئے اس سے بڑی جدائی اور کوئی نہیں اور روح کی چونکہ محبت عظیم پروردگارِ عالم سے ہے۔اسی کی طرف وہ پلٹنا چاہتی ہے تو سب سے زیادہ غم خدا کا ہمارے بدن میں کھانے والی روح ہوتی ہے۔بدن کو تو اللہ سے کوئی سروکار نہیں۔مگر بدن ہمارے fore-brain کے ساتھ چمٹا ہوا ہوتا ہے۔یہ computerized body ہے۔پروردگار نے قرآن میں کہا:

مَا مِن دَآبَّةٍ اِلَّاهُوَ اٰخِذٌ م بِنَا صِیَتِهَا (ھود11: 56)

کہ زمین پر کوئی حیات والا ایسا نہیں ہے جسے ہم نے اسکے ماتھے سے نہیں تھاما ہوا۔حضراتِ گرامی! یہ بڑی گہری اور خوبصورت آیت ہے۔اصل میں جس چیز کے پاس brain ہے۔اس کے پاس ایک حصہ غور و فکر کا ہے، فیصلہ کرنے کا ہے۔پورے nervous controls کا ہے۔وہ صرف اور صرف forebrain میں ہوتا ہے۔اس ماتھے کے پیچھے ہوتا ہے اور یہاں سے خداوند کریم ارشاد فرمارہے ہیں کہ میرا ایک ریموٹ کنٹرول ہمیشہ تم سب لوگوں پر، سارے جانوروں پر، تمام ذی حیات پر جاری و ساری ہے اور اس ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اللہ واقعات و حادثات کو ترتیب دیتا ہے اور اسی لیے یہ حیات جو ہے، یہ مختلف حادثات کو جنم دیتی ہے، اس ریموٹ کے ذریعے جنم دیتی ہے اور روح ہمیشہ ازلی اور ابدی ہو کر اسی vision کو تلاش کرتی ہے جو اللہ نے اسے کبھی بخشا تھا۔اب یہ روح انسان کے بدن میں اس بے چینی اور اضطراب کو شکلیں دیتی ہے، صورتیں دیتی ہے مگر جبلی اقدار کی پیروی سے اس پر بالکل اسی طرح زنگ چڑھتا ہے جس طرح

Marfat.com

سے بڑے finest electronic آلے پر...... دھند یا کاربن جب جلتے ہیں اور یہ function کرنا چھوڑ دیتی ہے، اس میں مدافعت ختم ہو جاتی ہے۔

ایک آخری تحقیق آپ کو بتاؤں تو آپ حیران ہو جائیں کہ سائنسدان باتیں وہی کرتے ہیں جو اللہ کی ہر بات کو ثابت کرنے کی کوشش ہے کہ ہمارے ایک تصور سے بھی chromosomes میں فرق پڑ جاتا ہے۔ ہمارے ایک خلیے میں تئیس جوڑے کروموسومز کے ہیں جن میں DNA لگا ہوتا ہے۔ اگر ایک خیال بھی ہمارا بدل جائے تو کروموسومز کی ترتیب میں فرق پڑ جاتا ہے۔ یعنی ایک خیال سے وہاں اثر چلا جاتا ہے۔ اس لیے جو بھی انسان گناہ و ثواب کرتا ہے، اسکا اثر براہِ راست ان chromosomes پر جا کے، اس DNA structure کے اندر بھی ابھی اس کو اس طرح back up نہیں کیا گیا کہ ہم یہ سمجھیں کہ اس سے باریک تر انسانی باطن میں کوئی چیز نہیں ہے۔ تو عین ممکن ہے...... جیسے حدیث رسول ﷺ ہے کہ انسان تین مرتبہ کی موت پر قادر ہوگا۔ تین مرتبہ مرنے کے بعد انسان کو زندگی دی جا سکے گی اور یہ حدیث نے ہمیں بتایا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دجال جو خدائی کا جھوٹا مدعی ہے وہ ضرور اس قابل ہو جائے گا کہ تین مرتبہ بھی اگر کوئی مرے تو اس کی زندگی پر قادر ہو جائے گا۔

دوسرے اسی DNA structure کی مدد سے کلوننگ وغیرہ ہو رہی ہے...... انسانی اعضاء کی replacement بڑی آسان ہو جائے گی...... ابھی تک تو صرف یہ ہے کہ پوری کلوننگ ہوتی ہے مگر آگے چل کر عین ممکن ہے کہ وہ اس قسم کی کلوننگ کرنے کے قابل ہو جائیں کہ اگر کسی کا پھیپھڑا ختم ہو گیا تو خالی کلوننگ سے پھیپھڑا بنایا جائے۔ ابھی وہ skin بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو آنے والی صدیوں میں موت کا یہ تصور جو ہمارے ہاں رائج ہے یہ ختم ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (بہت ساری باتیں ہم add کر دیتے ہیں۔ اللہ کے منہ میں ہم خود ڈال دیتے ہیں۔) اللہ میاں نے قرآن میں کہا ہے کہ ان یہودیوں سے پوچھو کہ یہ اگر ایک ہزار سال تک جئیں گے تو کیا مریں گے نہیں تو اللہ نے تو موت کو ایک ایسی finality قرار دیا ہے کہ چاہے آپ کتنا عرصہ بھی زندہ رہیں...... ایک ہزار سال حضرت آدمؑ کی عمر ہے اور قرآن میں نو سو پینتیس برس تو حضرت نوحؑ کی بھی آئی ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان ایسی struggle کرتا ہے، جدوجہد کرتا ہے تو اس سے بے اعتقادی اور بے یقینی لازم نہیں آتی۔ ہم اپنی عمر کے گئے گزرے معیار کو دوبارہ حاصل کر لیں گے مگر پھر وہی بات جو اللہ کہتا ہے کہ ''اگر تم ہزار سال تک جیو گے تو کیا مرو گے نہیں'' کہ تمہیں جینے کی تو اجازت ہے...... اب بھی یورپ کی average age ہم سے بیس تیس سال زیادہ ہے۔ اگر حالات اور circumstances ویسے ہی کر دیئے جائیں تو یقینی بات ہے کہ یہاں کے بھی حالات اس طرح ہو جائیں تو عمرِ انسان میں اضافہ ہو سکتا ہے...... مگر اللہ کی بات وہیں قائم ہے کہ تم جتنا عرصہ بھی جی لو، میں نے موت کو اس عرصے میں مقرر کر دیا کہ تم نے مرنا ضرور ہے۔

حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ ایک شخص دجال کے پاس جائے گا اور کہے گا کہ کیا تو میرا بھائی زندہ کر سکتا ہے؟ وہ کہے گا ہاں زندہ کر سکتا ہوں اور پھر وہ اسے زندہ کرے گا۔ تو اصحاب رسول ﷺ نے پوچھا کہ کیا ''یہ وہی انسان ہوگا؟'' فرمایا: ''نہیں''...... اس لیے کہ روح منقسم نہیں ہو سکتی...... روح تقسیم میں نہیں جا سکتی۔ یہ وہ شخص ہے جو روح نہیں ہے مگر

Marfat.com

جیسے میں نے آپ سے عرض کی کہ DNA سے زیادہ refined particle روح ہے جو اللہ تعالیٰ ایک singular capacity میں انسان میں کہیں رکھتا ہے۔ چونکہ ڈی این اے multiply ہوسکتا ہے، اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں اسکی مثال ہوگا''۔ یہ جو نیا انسان ہے، یہ اس کی مثال ہوگا۔ اس حدیث کی بنیاد پر کلوننگ سے چھ مہینے پہلے سیالکوٹ میں ایک speech میں مَیں نے یہ یقین سے کہا تھا کہ انسان انسان کا ہم شکل یا ہمزاد بنانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسے پورا کیا کہ after three or six months کلوننگ آ گئی۔ اب اسی حدیث کو دیکھتے ہوئے یہ یقین آتا ہے کہ انسان کم از کم تین مرتبہ موت پر قابو پالے گا۔ ایک شخص دجال کے پاس گیا، اس نے کہا کہ میں تجھے خدا نہیں مانتا، تُو مجھے مار اور زندہ کر۔ وہ اسے مار دے گا اور اسے زندہ کرے گا۔ پھر وہ اٹھے گا کہ اب تو نے ایک دفعہ تو کرلیا ہے، پھر مجھے مار کے دکھا اور زندہ کر...... وہ پھر اسے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ اس کے ساتھ یہی عمل کیا لیکن پھر اسے زندہ نہیں کر سکا۔

اس کا مطلب ہے کہ ابھی جو انہوں نے genetics میں researches کے بعد ڈیڑھ پونے دو سو برس کا ایک gene discover کرلیا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو انسانی body میں سائنسدان وہ gene تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو decay نہیں ہوتا۔ ہمارے علم میں جو واحد چیز انسان کے بدن میں نہیں مرتی وہ روح ہے...... مگر کیا آئندہ آنے والے وقتوں میں انسان یا genetic engineering اس gene تک پہنچ جائیں گے جو eternal ہے۔ عین ممکن ہے کہ ہمارے billions of genes جو ہیں ان میں ایک gene ایسا ہو۔ اب دیکھئے ناں کہ ایک cell کو body سے نکالنا کتنا مشکل ہے۔ پھر اس cell میں ہزاروں cell ہونگے جس کو ان میں سے نکالنا ہے۔ پھر ہمارے chromosomes کے DNA سے...... پھر اسکے بعد millions of genes میں سے ایک gene کو ڈھونڈ ڈھانڈ کر فرشتے پتہ نہیں کس آپریشن سے نکالتے ہونگے۔ ایک invisible process سے...... تو یقیناً eternal gene جو ہمارے اندر موجود ہے جو روح کہلاتا ہے جو eternal ہے اسکا نکالنا بڑا دشوار ہوتا ہے اور وہ کبھی نہیں مرتا۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی سائنسدان اس تک پہنچ جائے تو میرا خیال یہ ہے کہ وہ پھر پکا دعویٰ خدائی میں چلا جائے گا۔ امکان اس لیے موجود نہیں ہے کہ دس بیس برس تک ہمیں دنیا آگے بڑھتی ہوئی نظر نہیں آتی۔

سوال: روحیں عالمِ برزخ میں بھٹک رہی ہیں یا ان کے لیے کوئی خاص جگہ مقرر ہے۔ اگر ان کے لیے کوئی خاص جگہ مقرر ہے۔ اگر وہ بھٹک رہی ہیں اور وہ کسی جسم کے لیے جستجو کر رہی ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ مسئلہ تناسخ یا آواگون درست ہے، جیسا کہ رگ وید (ہندوؤں کی ایک کتاب) یا دوسری ویدوں میں یہ ہے کہ ایک روح جو ہے وہ سو'' جُونیں'' ''بھوگ'' کر پھر وہ انسان کے جسم میں داخل ہوتی ہے۔ تو پھر اسکا مطلب یہ ہے کہ جیسے اقبال نے کہا ہے: ''جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی'' تو زندگی تو چلتی پھرتی رہتی ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ روح کی ایک جگہ متعین نہیں ہے بلکہ یہ چلتی پھرتی رہتی ہے۔ اس پر وضاحت فرمائیں؟

جواب: جنابِ محترم! امریکہ کے نظام اگر اتنے اچھے ہیں تو اللہ کا نظام اتنا بے ترتیب کیسے ہوسکتا ہے؟؟؟ ایک تو بات یہ

ہے کہ آواگان بہت لحاظ سے غلط ہے......اصولی اور عقلی لحاظ سے غلط ہے۔ وہ ہزاروں روحوں میں تو نہیں مگر ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق روح سات جنموں سے گزرتی ہے اور یہ عقیدہ ''کرما'' سے وابستہ ہے۔ ''کرم'' آواگان کی بنیاد ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص بداعمالیوں میں مصروف ہے، تو اسے سزا کے طور پر دوبارہ دوسرے جسم میں بھیجا جائے، جو سزا کاٹے گا۔ جب وہ وقت پورا کرے گا تو اس پر دوبارہ judgement دی جائے گی کہ کیا اس نے کرم بھوگ لیے یا نہیں۔ پھر اس کو دوبارہ بھیجا جائے گا تو سات جنموں تک یہ ہوتا رہے گا۔ یہ cyclic life کا concept ہے کہ زندگی سات cycles سے گزرتی ہے۔

اس پر سب سے بڑا اہلِ نظر کا اعتراض یہ ہے کہ اگر ہم انسانی دماغ کو دیکھیں اور جانور کے دماغ کو دیکھیں تو وہاں شعوری گرفت نے فیصلہ کر دیا... اب یہ حتمی بات روشن ہے کہ انسان کے brain میں اور جانور کے brain میں جو بنیادی فرق ہے، وہ یہ ہے کہ جیسے انسان میں فیصلہ کرنا، اٹھنا، بیٹھنا، جاگنا، سوچنا، پڑھنا، لکھنا ہے، یہ صلاحیت instinctive لیول پر جانور میں نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر میں نے گناہ کیے ہیں، تو وہ بلی بیچاری کیوں ''بھگتے'' جو میرے جنم میں دوبارہ آئے گی؟؟؟ اس کی کوئی reason نہیں اور جب اس بلی کو شعور ہی نہیں ہوگا کہ میں کس گناہ کی سزا بھگت رہی ہوں، جو انسانی حیثیت سے کیے تو پھر اس پر یہ سوال لاگو نہیں ہوتا اور اس کے کرم جو ہیں کسی ایسی صورت میں پتھر کی صورت میں، یا جانور کی صورت میں وہ equivalent نہیں بنتے...... یا تو یہ ہوتا ہے کہ مجھے ہی بحیثیت انسان کے سات مرتبہ بھیجا جاتا اور اگر مجھے پہلے بادشاہ بنایا گیا تو دوسرے جنم میں چپڑاسی بنایا جاتا پھر تیسرے جنم میں مجھے ریڑھا بان بنایا جاتا۔ چوتھے میں اور گیا گزرا...... مشقت میں ڈالا جاتا۔ بادشاہ کی تو یہی سزا ہے کہ اس کو سات پست تر حالتوں میں گزارا جائے مگر ایسا نہیں ہوتا بلکہ ایک انسان کو کتے، بلی چھچھوندر کی شکل میں آپ گزاریں گے تو وہ قطعاً کوئی سزا نہیں بنتی......

اگر صرف جسم کو سزا دی جارہی ہے تو وہ بھی ایک غیر معقول سا نظریہ ہے کہ جسم بیچارہ تو آج کل کی تحقیقات کی روشنی میں صرف اس mental attitude کا تابع ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ جو آپ نے پہلے بات کی...... حضورِ گرامی مرتبتؐ نے ہمیں بتایا ہوا ہے کہ ''بری روحوں کو قید کیا جاتا ہے'' اور وہ سزا سے پہلے بھی ایک دورِ سزا سے گزرتے ہیں۔ اسی لیے حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ جو مر گیا اس پر قیامت قائم ہوگئی اور جس کو یقین تھا کہ اس نے کفر کیا وہ تمام عمر قبر میں دعا کرے گا کہ یا اللہ! قیامت کبھی قائم نہ ہو اور نیک لوگوں کی روحیں قبر میں دعا کریں گی کہ اے اللہ! کب قیامت ہو اور ہم اپنے اپنے مقامِ جنت کو پہنچیں اور برا آدمی یہ خواہش کرے گا کہ قیامت کبھی نہ ہو اس لیے کہ جو عذاب مجھے اب ہیں وہ کم ہیں مگر جو نظر آرہا ہے وہ بہت زیادہ ہے تو اس لیے جناب والا! ایسی کوئی بات نہیں، تمام بدروحیں...... (بدروحیں تو میں نہیں کہتا بلکہ وہ خدا سے غفلت کی سزاوار ہیں۔) ان کو ایک ایسے مقام میں قید کیا جائے گا جس کا نام ''سجین'' ہے۔ ''سجین'' ''سجن'' (قید خانہ) سے ہے کہ چھوٹے چھوٹے بے شمار ایسے مقامات اللہ نے رکھے ہوئے ہیں، جہاں grades of ارواح یا ایسے لوگ قید کیے جائیں گے اور جو نیک لوگوں کی روحیں ہیں، وہ بلند و بالا مقامات پر ایسی جگہ رکھی جائیں گی جنہیں ''علیین'' کہتے ہیں۔ دونوں ناموں سے ظاہر ہے کہ ایک قید میں رکھے جائیں گے، ایک آزاد رکھے جائیں گے۔ ایک

علو مرتبت میں رکھے جائیں گے اور ایک پستی، مقام میں رکھے جائیں گے۔ یہ جس کو برزخ کہتے ہیں، یہ دو مقامات پر مشتمل ہے۔ایک کو برزخ کبریٰ اور ایک کو برزخ صغریٰ کہتے ہیں۔ برزخ ایک waiting room ہے۔ اصل میں برزخ ایک عارضی سا مقام ہے۔ایک waiting room ہے۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کتنا بڑا ہے۔ اس میں بالکل دنیوی نقشہ ہے جو آپ یہاں کرتے ہیں وہاں وہی ہوتا ہے۔ ہر چیز اسی طرح ہے، دکانیں بنی ہیں، گھربار لگے ہوئے ہیں اور جو روح اپنی غیریت مقام سے نکلتی ہے تو برزخ میں دو مقامات ایسے ہیں جن میں وہی functions ہوتے ہیں، جو آپ نے زمین پر آ کر کرنے ہوتے ہیں۔ مثالی اعتبار سے......اس کو عالم مثال بھی کہا جاتا ہے اور بقول ولیم جیمز کے جسے بہت بڑا بابائے Psychology کہتے ہیں......کہ میں اب بھی ایک ایسے جہان کی آوازیں سنتا ہوں، کہ مجھے لگتا ہے کہ میری طرح کوئی دوسرا بھی ہے جو کسی دوسرے مقام پر کام کر رہا ہے اور جب anti-matter کی philosophy آئی تو کچھ سائنسدانوں نے قیاس پیش کیا اور یہ option رکھا کہ ہو سکتا ہے کہ جو دوسری دنیا ہے، وہ تمام تر anti-matter کی بنی ہو، کیونکہ anti-proton، anti-matter جو ہے، وہ ابھی تک ان کی مکمل گرفت میں نہیں آیا تھا اور بڑی دیر کے بعد ایک Russian scientist نے اسے تھوڑا سا effectively متشکل کیا مگر اصولاً ابھی تک anti-matter پر researches آگے نہیں بڑھیں...... یہ کہا جاتا ہے، سائنسدانوں کے درمیان بھی یہ thesis exist کرتا ہے کہ anti-matter کا ایک پورا جہان موجود ہے جو بالکل ہماری طرح ہے، بالکل ہماری کاپی ہے......فرق اتنا ہے کہ جن ارواح نے آسمان سے آنا ہوتا ہے تو ان کے card issue ہو جاتے ہیں۔ حضرات! وہاں card issue ہوتے ہیں......جانے کے اور آنے کے......میں آپکو بتاؤں کہ اللہ سب سائنسدانوں سے بڑا سائنسدان ہے......حکیم اور علیم ہے......زمین پر جو کچھ ہوتا ہے یہ اللہ کی حکمت کا ایک minor pattern ہوتا ہے۔ اگر آج آپ کمپیوٹر سے کام کر رہے ہیں تو آسمانوں پر اس سے پتہ نہیں کتنا بڑا sophisticated کتنا high sophisticated کمپیوٹر لگا ہوا ہے۔ صرف ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اس کے قریب ترین معانی تک پہنچیں۔ میں موت کی ایک حدیث آپ کو سناتا ہوں تو آپ کو پورا پورا اندازہ ہوگا......

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موت ایک بہت بڑے درخت کی طرح ہے۔ اس کے نیچے ملائکہ کھڑے ہوتے ہیں۔ جب کسی نے مرنا ہوتا ہے تو ایک پتہ وہاں سے گرتا ہے، اس پر مرنے والے کا نام، پتہ، صلاحیت سب کچھ لکھی ہوتی ہے۔ ملائکہ اسے اٹھاتے ہیں اور روح لینے کے لیے چلے جاتے ہیں......چونکہ حدیث میں بڑی متشابہات ہیں......قرآن اور حدیث کی متشابہات میں یہ فرق ہے کہ قرآن کی متشابہات ہر زمانے میں language برقرار رکھتی ہیں......وہ changeable نہیں ہیں مگر حدیث کی متشابہات کو ہمیں interpret کرنا پڑتا ہے کیونکہ وہ متشابہات اس (موجودہ) زمانے میں بعینہٖ ویسی نہیں ہو سکتیں......تو حدیث میں ذکر کیے گئے بہت بڑے درخت کو اگر آپ super computer کر دیں تو ایک بہت بڑا computer ہے، جس کے نیچے ملائکہ کھڑے ہوئے ہیں، باری باری choose and pick کے لیے......اوپر سے card pinch ہوتا ہے۔ نام پتے سب کچھ لکھے ہوئے ہیں۔ وہ نیچے

Marfat.com

سے اٹھاتے ہیں اور لے کر چل پڑتے ہیں۔ اس کمپیوٹر میں کبھی کبھی خطا کے element کا امکان ہو جاتا ہے...... وہ اللہ نہیں کرتا ہے مگر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ نے اپنے سارے system میں ایک آدھ گڑبڑ نہ چھوڑ دی ہو...... تو perfection تو اسی کی ذاتِ واحد کو ہے ناں...... جیسے ہم انسانوں میں جو سب سے اعلیٰ مخلوق تھی مگر بے شمار imperfections چھوڑ دیئے...... تو perfections آپ کو اللہ سے باہر اس طرح مشکل نظر آئے گی، جس طرح آپ چاہتے ہیں، اسی لیے کبھی کبھی پیغمبرانِ قدس سے بھی اجتہادی خطا ہو جاتی تھی...... اسی حوالے سے میں آپ سے ایک چھوٹا سا واقعہ عرض کروں...... ہمارے شہر گوجر خان میں ایک صاحب تھے...... میں نے جب اس واقعہ کی تصدیق کرنی چاہی...... اِس سے پوچھا...... اُس سے پوچھا...... تو بالآخر پتہ چلا کہ کافی حد تک یہ واقعہ سچا ہے اور ایک کنواں اس کی روایت بن گئی...... اس جگہ کو ''ڈھوک حیات علی'' کہتے ہیں۔ یہاں ایک کنواں کھدا ہوا ہے اور وہ مفت لوگوں کو پانی وانی پلانے کا سارا انتظام کرتے ہیں۔ گوجر خان میں یہ بڑا مشہور واقعہ گزرا ہے I thought it was a story but when I went deep into research and asked everybody belonging to him تو لوگوں نے مجھے ایک عجیب سی بات سنائی...... وہ میں آپ کے گوش گزار کرتا ہوں کیونکہ یہ بھی ''حیات بعدالموت'' کا مسئلہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ''حیات علی'' ایک دن اچانک مر گیا (اُس وقت تک اس نے کنواں ''شنواں'' نہیں کھدوایا ہوا تھا۔) مرنے کے بعد لوگ رونے دھونے آئے اور بالآخر اسے دفنانے کے لیے لے گئے...... جب وہ تختے پر تھا تو اس کے کان کی ''لَو'' ذرا ہلتی ہوئی نظر آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد باقی اعضاء ہلے جلے اور وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا...... کھڑا ہو کر اس نے پہلی بات یہ کہی: (اخے جلدی جاکے ذرا ''مانکیالے'' دے حیات علی دا پتہ کرو) ذرا جلدی جا کر ''مانکیال'' کے حیات علی کا پتہ کر کے آؤ۔ لوگوں نے کہا: تجھے ہوا کیا تھا، توں اٹھدے ای پتہ نئیں کس بندے دا پچھ رہیاں ایں (تم نے اٹھتے ہی پتہ نہیں کس بندے کا پوچھنا شروع کر دیا) تو پاغل تے نئیں ہو گیا (تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔) اخے نئیں نئیں جاکے ذرا مانکیالے دے حیات علی دا پتہ کرو۔) نہیں نہیں فوراً جا کر ''مانکیالے'' کے حیات علی کا پتہ کر کے آؤ، so pepole went over there تو پتہ چلا کہ وہاں پر جو حیات علی تھا، جو کہ ایک موچی تھا، وہ اسی وقت مر گیا، جب سے یہ ''حیات علی'' زندہ ہوا تھا۔

اب لوگ واپس آئے۔ انہوں نے کہا: ''یار! یہ کیا راز ہے، کوئی پکا پتہ بتاؤ'' پھر حیات علی نے بتایا: ''میں تے مر گیا ساں...... تے دو بندے مینوں ایک صحرا وچ لئی جاندے سن...... مینوں بڑی سخت پیاس لگی...... میں کہیا: ''یار پانٹری تے پلا دو۔ انہوں نے کہا: تینوں پانٹری پلا ئیے...... ذرا یاد کر، زندگی وچ کسیں نو پانٹری پلایا سی آ...... فیر انہاں نے کاغذ واغذ تکئے تے آکھیا...... یار! انہوں دودھ دا گلاس دو...... اِنیں زندگی وچ اک واری کسیں نوں اللہ دے ناں تے دودھ پلایا سی...... فیر صحرا دچوں کوئی بج، گاں لگی...... اُنہاں نے اُنہوں چویا، تے مینوں دودھ دا گلاس دتا...... اوہ میں پی گیا...... فیر اوہ مینوں لئی گئے...... اک دفتر وچ...... اے جس طراں تہاڈے دفتر ہوندے نیں...... اس طراح دا دفتر سی...... اُتھے اک صاحب بیٹھے آسی...... انہیں ویکھ دیاں ای کیا...... اونا لائقو او پاغلو......! ایہ کنوں لے آئے او...... انہاں

نے کیااسیں حیات علی نوں لے کے آئے آں۔ انہے کیا......اوئیں نئیں، اوہ حیات علی تے مانڑ کیالے ہونداا ے، جدھے آرڈرissueہوئے سن...... فیرانہاں کیا......او! توں جایار...... کیوں ساڈی جواب طلبی کراریاں اے......سانوں وخت پائیاہویاای...... تے تدوں دامیں اٹھ کے پہلا کم اے کیتا کہ اک کھوہ کڈوادتا اے...... تے سرہانے بیہہ گیاواں......کہ جیہڑا لنگے پانڑی پیوے......جیہڑا لنگے پانڑی پیوے"(میں تو مرگیا تھا......تو دوآدمی مجھے پکڑ کر لے جارہے تھے۔ایک صحرامیں سے گزررہے تھےتو مجھے بڑی سخت پیاس لگی۔ میں نے انہیں کہا:"یار! پانی تو پلادو"......انہوں نے کہا:"تجھے پانی پلائیں!!!ذرایادکرزندگی میں کبھی کسی کو پانی پلایا تھا"......پھرانہوں نے کچھ کاغذواغذ دیکھےاورایک نے دوسرے کو کہا:اس کو دودھ کا گلاس دو......اس نے ایک دفعہ کسی کو اللہ واسطے دودھ کا گلاس پلایا تھا......اسی وقت صحرامیں سے ایک گائے، بھینس گزری، انہوں نے اسکا دودھ دوہ کر مجھے گلاس بھرکردیا وہ میں پی گیا......اوروہ بالآخر مجھے ایک بہت بڑے دفتر میں لے آئے، جس طرح آپ کے دفتر ہوتے ہیں، اسی طرح کے دفتر میں وہاں ایک صاحب بیٹھے تھے، انہوں نے کہااونالائقو......! پاگلو......! یہ کیاغلطی کی ہے؟ یہ کس کو لے کرآئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ گوجرخان کا حیات علی ہے، اس نے کہا: "نہیں نہیں......وہ حیات علی تو مانکیال میں ہوتا ہے جس کے آرڈرزissueہوئے تھے"۔ وہ کہنے لگا کہ یارتم اب جاؤواپس، ہماری ایسے ہی جواب طلبی کرادوگےتم......اورتب سے اٹھ کے میں نے پہلا کام یہی کیا ہے کہ یہ کنواں کھدوایا ہےاوراس کے پاس بیٹھ گیاہوں لوگوں کوکہنے کیلئے کہ جوگزرے پانی پیئے، جوگزرے پانی پیئے۔)

تواس قسم کے واقعات exist کرتے ہیں۔اصل میں یہ واقعات imperfect نہیں ہوتے۔ frankly telling you کہ یہ اللہ کی تدبیر کا حصہ ہوتے ہیں...... یہ اس لیے ہوتا ہے کہ آپ کچھ نہ کچھ سراغ اندر جاتی ہوئی "پُراسرارگلیوں" کا بھی پاجائیں اورتا کہ آپکے شعور میں اس قسم کے واقعات کوئی روشنی، کوئی جلا پائیں۔ میں نے کہانا اللہ perfect ہے......اس سے خطانہیں سرزد ہوسکتی۔ مگر وہ کہیں نہ کہیں یہ lacunasاس لیے چھوڑ دیتا ہے کہ وہ تعلیم کا باعث بنے اور یہ fourth dimensional واقعات ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ اورخضرؑ کے واقعہ میں آیا......مگرانسان ان واقعات سے مطلب جلدی اخذ کرتا ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کررہے تھے...... کہ حضرت خضرؑ نے کہا کہ! علم کاایک اصول ہے "کیف تصبر" تجھے سمجھ کیسے آئے؟ تجھے علم جونہیں...... جتناانسان کاعلم اورواقفیت بڑھتی ہے، اتناہی اس میں صبر پیداہوتا ہے۔

برزخِ کبریٰ والی روحیں وہاں وجود پاتی ہیں وزن کے بغیر...... جانے والی روحیں وجود چھوڑ کے جاتی ہیں سراپے کے ساتھ، وہ ایک waiting room ہے، جہاں آنے والی روحیں اپنے کارڈ ہاتھ میں لیے نیچے آنے کا انتظارکررہی ہوتی ہیں اورجانے والی روحیں جو ہیں وہاں جاکراگلی منزلوں کے تعین کاانتظارکرتی ہیں......تو وہاں قطعاً کوئی بے ترتیبی نہیں۔ آپ دیکھیں ایک American system میں نہیں تو وہاں کیسے ہوسکتی ہے...... میں نے جہاز پر جانا تھا......ہم لوگ ان کا system پسند کرتے ہیں۔ ان کا علم جوبھی ہے غارت گری ہے یا ایمان ودین ہے......آخردجال ہے، خدائی کادعویٰ کررہا ہے۔

مجھے وہاں کچھ واقعات نے اس لیے حیران کیا کہ انسان اپنے system کتنے اچھے کرسکتا ہے۔ کاش کہ ہمیں

Marfat.com

بھی تھوڑا سا ترتیب و تنظیم آجائے American والا نہیں، خدا کی طرف سے......تو ہم بھی کچھ اس قسم کی ترتیب و تنظیم پا جائیں کہ ہمارے system بھی درست ہو جائیں...... میں نے ایک ٹکٹ بک کرایا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا، نہ ٹکٹ تھا، نہ کچھ اور کاغذ تھا...... انہوں نے ایک کاغذ مجھے بھیجا اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ کمپیوٹر نمبر آپ یاد کر لیں اور آپ جائیں...... میں وہاں ائیر پورٹ کے اندرونی حصے میں چلا گیا اور through out میں سوچتا رہا کہ میرے پاس ٹکٹ نہیں ہے، اس پر یہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے...... جب میں وہاں ان کے گیٹ پر پہنچا جہاں سے جہاز رخصت ہوتا ہے تو وہاں میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس تو یہی کاغذ ہے بس اور تو کچھ نہیں...... اسنے مجھ سے نمبر مانگا۔ میں نے اسے نمبر دیا...... انہوں نے فوراً ٹک ٹک کی اور کہا yeah...yeah...you have a ticket اس وقت اس نے کارڈ نکال کر میرے ہاتھ میں دیا that was impressive یہ وہ impression نہیں ہے جسے آپ سمجھ رہے ہیں، یہ وہ impression ہے جو ہمیں اپنی بربادی کا دکھ دے رہا ہے کہ اس پر زور نہیں لگتا۔ اس پر تو زور نہیں لگتا اس کے لیے تو مال نہیں چاہیے۔ traffic ٹھیک کرنے کیلئے تو مال نہیں چاہیے۔ ایک آدمی کی sense of duty چاہیے مگر ہمارے پاس وہ نہیں ہے۔

میں ایک جگہ گیا، وہاں لکھا ہوا تھا...... ہمارے اور ان میں کتنا فرق ہے کہ ایک جگہ لکھا ہوا تھا کہ "ہاتھ نہ دھونا خلافِ قانون ہے" Not washing hand is illegal یہ اوپر لکھا ہوا تھا۔ جب میں نے وہاں دیکھا تو مجھے ایک دم خیال آیا کہ انہوں نے یہ صفائی کے لحاظ سے نہیں لکھا، خوف سے لکھا ہے۔ بیماریوں کی وجہ سے لکھا ہے...... یہ جو illegal انہوں نے لکھا ہے، یہ اس لیے کہ اگر تم ہاتھ نہیں دھوؤ گے تو مرض پھیلے گا بیماریاں، ایڈز وغیرہ...... ان کے دل میں زندگی کی اتنی محبت ہے، جان کا اتنا خوف ہے کہ انہوں نے اوپر لکھا ہوا تھا: Not washing hands is illegal میں نے اپنا سوچا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو تھوڑی بہت اللہ کی طرف سے حسِ صفائی نہ رکھتا ہو۔ کوئی ایسا ہے؟ جو ٹوائلٹ سے نکل کر ہاتھ نہیں دھوتا، منہ نہیں دھوتا، کلی نہیں کرتا، جو ہمارے پاس natural ہے وہ ان کے پاس unnatural ہے لیکن وہی چیز ہماری سڑکوں پر نہیں ہوتی، اپنے گھروں میں صفائی کے بعد سب سے پہلا ایمان یہ ہے کہ اگلے کے گھر کا دروازہ کیسے خراب ہو۔ گندگی ہر ممکنہ ایسی جگہ پھیلائیں جہاں کثرت سے لوگ گزرتے ہوں۔

جس جگہ میرا گھر ہے، وہاں سے چار سکولوں کے بچے گزرتے ہیں اور وہاں بلدیہ کا filth depot ہے...... اسکا تعلق نہ امریکہ سے ہے، نہ مشرق سے ہے، نہ مغرب سے ہے، نہ تعلیم سے ہے، نہ رجعت سے ہے، نہ کمیونزم سے ہے، نہ Socialism سے ہے، اسکا تعلق مجھ سے اور آپ سے ہے، ہماری اپنی ذات سے ہے۔ Do we have the sense of being clean or not, do we believe in God or not. کہ ہم اتنی سی زحمت بھی قبول نہیں کرتے، صفائی کا تھوڑا سا معیار ایک انسانی شرف ہے، انسانی عزت ہے ان کی مثالیں تو فضول ہیں They are very dirty, I've seen their dirt. آپ یقین کریں کہ جب جہاز میں دو سو انگریز بیٹھے ہوں تو وہ بو سے بھرا ہوتا ہے۔ انتہائی تیز بدبو اور اوپر سے جب وہ خوراک کھل جاتی ہے ناں تو اس کے بعد اس میں بیٹھنا محال ہو جاتا ہے۔ But, our people loose their sense of smell there.... بہت سارے یہاں سے

جا کر اپنا احساس بو ہی بھول جاتے ہیں ۔ان کو تو کوئی چیز عجیب نہیں لگتی۔ ہو سکتا ہے، میں بھی سال، ڈیڑھ رہتا تو میرا بھی یہی حال ہوتا۔

ایک مسلمان لڑکے نے مجھ سے پوچھا: ''سور کھانا حلال ہے کہ نہیں''۔ میں نے کہا: ''اس کو چھوڑو تم کیا چاہتے ہو''؟ کہتا ہے: ''جی کبھی کھالوں کہ نہ کھاؤں''؟ میں نے کہا: ''کھالو''۔ مجھے کہنے لگا: ''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا کھالوں؟ کہا: ''ہاں! کھالو''۔ کہنے لگا: ''مذہب میں حرام ہے''۔ میں نے کہا: ''تجھے مذہب سے کیا''؟ کہا: ''اللہ نے منع نہیں کیا''؟ میں نے کہا: ''یار! اللہ سے زیادہ محبت ہے تو نہ کھاؤ۔ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو نہ کھاؤ اور اگر نہیں ہے تو پھر جو مرضی کرو۔ پھر تمہارا سور کیا!!!! کتا بلا کیا!!!! آخر اس سے کیا فرق پڑتا ہے''؟ تو جب تک بنیادی طور پر ہمارے ہر فرد کے اندر شعورِ ذاتِ خداوند نہیں پیدا ہوتا، اس وقت تک اس دین کا دعویٰ غلط ہے۔

سوال: ایک انگریز شاعر تھا Browning اس نے عمر خیام کی رباعیات کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس میں ایک جگہ وہ کہتا ہے۔ God is on heaven and all is right in the world تو میرا اگلا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا جو system ہے، وہ روز کا روز آرڈر پر چلتا ہے، یا ایک دفعہ ''کُن فَیَکُون'' کہہ دیا۔ تو وہ چل رہا ہے۔

جواب: اصل میں اگر تھوڑا سا قرآن حکیم آپ دیکھیں تو پتہ لگے گا کہ پہلے ایک Master plan تیار کی گئی۔ Master plan کا نام رکھا: ''لوحِ محفوظ'' اس میں، کائنات بنانے سے پہلے آسمان زمین، سارے نقشے، جو کچھ ہونا تھا، نہیں ہونا تھا، جو ڈیزائن تھا، جو construction تھی، ساری کی ساری اُس Master plan میں لکھ دی گئی اور کہا کہ ایسا کوئی ذرہ، ایسی کوئی حقیقت، ایسا کوئی پتہ، ایسا کوئی پہاڑ، ایسا کوئی دریا نہیں کہ جس کا ذکر اور جسکا نقشہ اس کتاب میں محفوظ نہیں...... ''اِلّافِی کِتٰبٍ مُّبِین''۔ ''اس کتاب میں ہم نے اسے لکھ دیا۔'' حتیٰ کہ قرآن بھی لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کہ ہمارے پورے Scheme of thought کو rule کرنے کی تمام progamming تمام laws اور قرآن بھی لوحِ محفوظ میں رکھ دیا۔ پھر کہا: ''کُن فَیَکُون'' کہ ''چل'' اب اس سکیم کا اجراء ہو جائے اور تب سے یہ سکیم چلتی چلی آ رہی ہے اور جیسے اقبالؒ نے کہا کہ

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکوں

اب ہر واقعہ کے ساتھ ''کن فیکون'' لگا ہوا ہے۔

حدیث رسول ﷺ ہے کہ ''اللہ تقدیرِ عالم لکھ کر پچاس ہزار سال پہلے اس دنیا کو تخلیق کر کے فارغ ہو گیا'' اور ساری detail دے دی اور ویسے اگر وہ یہ کام نہ کرتا تو آپ بھی اپنی عمارات کے کبھی Master plan نہ بناتے، اسی کی دی ہوئی instinct ہر بندے میں کام کرتی ہے اور اسی کے طریقہ کار پر بندہ کام کرتا ہے۔ یہ علیحدہ ناشکر گزاری ہے کہ آپ اسے اپنا سمجھیں۔

سوال: سورۂ واقعہ میں ہے کہ اگر ہم چاہیں تو گھر بیٹھے تمہاری صورتیں تبدیل کر دیں اور تمہاری جگہ اور لوگ لے آئیں۔

Marfat.com

جواب: یہ واقعہ قرآنِ حکیم میں اس طرح ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمہیں مٹا کر ہم ناشکر گزار لوگوں کو مٹا کر ہم کوئی اور مخلوق پیدا کرتے، اور وہ ہمیں یاد کرتے اور ہماراذکر کرتے۔ جس وقت پرانے زمانے کے یہود اور دوسرے قبائل سرکشی کرتے تھے، اس وقت یہ آیت اتری اور تمام اصحاب رسول ﷺ متفق ہیں کہ یہ قرآن کی آیت اصحاب رسول ﷺ پر نہیں اتری..... "کُونُوا قِرَدَۃً خَاسِئِیْن" پرانے زمانے میں جب بہت سے کافروں کو خنازیر میں بدلا، کچھ کو بندروں میں بدل دیا..... اب بھی اگر آپ ان کو دیکھیں..... تو جو چیز میں نے یورپ میں سب سے زیادہ نوٹ کی ہے، وہ مسخ ہے۔ میں نے بڑے غور سے دیکھا ہے یورپ کو..... اگرچہ ٹائم تھوڑا تھا، مگر مجھے اپنے اس پورے pattern of قرآن سے دیکھنا تھا تو میں نے دیکھا کہ ان پر ایک مسخ وارد ہے۔ "خَاسِئِیْن" انکو کہتے ہیں جو بندر کہلائیں..... اور بندروں کی عادات میں ایک مشابہت سب کی ایک جیسی ہے تو وہاں It is very difficult to separate an American from another... اسقدر عادات وخصائل ان کی ملتی ہیں اور اتنے انداز ملتے ہیں..... ان کا ایک ایک لمحہ، ایک دوسرے سے اتنا زیادہ ملتا ہے کہ وہ یقیناً "خَاسِئِیْن" لگتے ہیں۔

جب آپ ان کی اضطراب کی حالت دیکھیں یا جب ان کو آپ irritated دیکھیں تو پھر وہ بندے آپ کو لگیں گے ہی نہیں، بندر ہی لگیں گے۔ جب وہ irritate ہوتے ہیں تو وہ ضابطے سے باہر ہوتے ہیں and they act and behave like them اور ان کے ہاتھ اسی طرح حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔ normally میں جہاں جہاں گیا ہوں، وہاں میں نے یہ چیز دیکھی ہے مگر صلاحیتِ فکر ماشاءاللہ ان میں بھی بڑی موجود ہے۔ تو یہ واقعات جو ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کیا ہے کہ اگر تم لوگ اس قسم کی گستاخیاں کرو گے تو وہ اس زمین پر دوسرے لوگ پیدا کر دے گا..... اور کچھ پتہ نہیں دوسری زمینوں میں انسان آباد تو ہیں..... قرآن کی ایک آیت واضح طور پر یہ کہتی ہے: "اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ" (اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان تخلیق کیے اور اسی طرح کی سات زمینیں) "یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ" (اور ان تمام زمینوں پر ہمارا حکم اترتا ہے) "لِتَعْلَمُوْا" (تاکہ تم جان سکو) "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" (الطلاق 65:12) (کہ بے شک اللہ کتنی بڑی قدرت والا ہے) خدا کے ہاں انسان کو اس کے بارے میں سوچتے ہوئے کوئی حیرت نہیں ہوتی کہ وہ اتنے بڑے اختیار اور قدرت کا حامل ہے۔ وہاں یہ سوال بالکل نہیں پیدا ہوتا کہ وہ ایسا کر سکتا تھا؟ یا نہیں کر سکتا تھا۔

اب دیکھئے حضرت زکریاؑ کے معاملے میں زکریاؑ نے دعا مانگی کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھے آلِ داؤدؑ کا وارث دے، تو اللہ نے کہا: چلو ٹھیک ہے دے دیتا ہوں، لے لو آ کے"..... تو جب یہ کہا کہ میں دے دیتا ہوں..... تو حضرت زکریاؑ نے کہا: کیسے؟" عجیب سی بات ہے کہ ایک طرف تو کہہ رہے ہیں: "تُو اللہ ہے، صاحب اختیار وقوت ہے، سب کچھ ہے، مجھے بیٹا دے" اور دوسری طرف جب وہ کہتا ہے کہ میں تجھے دے دیتا ہوں تو کہتے ہیں" کیسے دیگا، میں بوڑھا میری بیوی بانجھ....." سو، اسبابِ ظاہرہ کی بنیاد پر شک کرنا ناجائز نہیں ہے۔ وہاں سے جو بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسبابِ ظاہرہ کی بنیاد پر اگر کوئی question یا شک پیدا ہو تو وہ ناجائز نہیں ہے۔ ناجائز یہ ہے کہ آپ اپنی تحقیق کو وہیں بند کر دیں کہ یہ بات سمجھ

Marfat.com

میں نہیں آئی، اس لیے اس کے آگے کچھ نہیں ہے.....جب تک انسان transition میں ہے، اس پر judgement نہیں ہو سکتی۔ جب تک آپ موت کو گلے سے نہیں لگا لیتے، علم ختم نہیں ہوتا۔ اسی لیے ابنِ سینا جب مر رہا تھا تو اس کے شاگرد نے کہا کہ سکرات کا عالم ہے، تُو کلمہ پڑھ لے.....تو اس نے کہا: ''بے وقوف.....کلمہ مجھے بعد میں پڑھانا، وہ سامنے کتاب پڑی ہے..... فارابی کی تکلم پر، وہ اٹھا دے''۔ وہ شاگرد کہنے لگا: ''کمال کرتے ہیں آپ.....!!! جان اللہ کو دے رہے ہیں اور ابھی آپ کو کتابوں کی سوجھی ہے''۔ تو اس نے کہا کہ'' تو نے وہ حدیث نہیں سنی کہ جو راہِ طلب میں مارا گیا وہ شہید ہے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خدا کے حضور اس طرح پہنچوں کہ میں کچھ سیکھ رہا تھا اور طالب علم تھا.....'' اتنی بڑی فضیلت ہے علم و دانش کی.....اور یہ ضروری نہیں کہ وہ کتاب کا علم ہو۔ حضرات گرامی! ایک بات یہ بھی آئی ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ بی اے، ایم اے اور ایف اے ہی علم ہے.....ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ اخلاقی اور ذہنی تربیت کے لیے کوئی مسئلہ، کوئی علم سیکھنا، کوئی اپنی زندگی پر اصول apply کرنا علم ہے اور جوں جوں آپ اسے اپلائی کرتے جائیں گے، آپ کا تشخص، آپ کی شناخت، وجاہتِ علمی، وجاہتِ ذات پر بڑھتی جائے گی.....اللہ عزت دینے والا ہے.....

Marfat.com

اسلام اور تقابلِ نظریات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

حضراتِ محترم! یہ عنوان کچھ اغلاط کا شکار ہے۔ بہت سے لوگوں نے مجھے کہا کہ اسکا نام اسلام اور تقابل ادیان ہونا چاہئیے تھا۔ حضراتِ محترم! تقابل ادیان یا comparative religions ایک ناقص term ہے اس لئے کہ ایک دین کا کسی دوسرے دین سے کبھی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ تمام ادیان چونکہ شروع سے لیکر آخر تک اللہ کی طرف سے آئے او رتمام دنیا میں نہ صرف ایک حصہ نے جسے آپ Assurian Civilization کا حصہ کہتے ہیں یا جسے Arabian Peninsula کہتے ہیں، اس کے علاوہ بھی تمام دنیا میں جہاں جہاں بھی کوئی قوم موجود تھی تو خداوندِ کریم نے اپنے اس اصول پر عمل کیا کہ ہم کسی قوم کو تباہ نہیں کرتے۔ جب تک کہ اس میں پیغمبر نہیں بھیج لیتے:

وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِہٖ (ابراھیم 4:14)

(اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔)

تو ہماری نظر میں اقوام عالم میں جتنے پیغمبر گزرے ہیں شاید اُن کا علم ہمیں نہ ہو اس لئے کہ خصوصاً جو لوگ قرآنِ حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں، اس میں ایک شجرہ نسب کے پیغمبروں کا تو علم درج ہے مگر جو دوسری بے شمار اقوام زمین سے کھو گئیں یا اُن کا وجود نیست و نابود ہو گیا یا تاریخ میں اور تاریخ سے بھی زیادہ علم اصنام نے اُن کے نشان سلامت رکھے ہیں، اُن کے پیغمبروں کا ہمیں پتہ نہیں لگا مگر جیسے پروردگار کہہ رہا ہے کہ میں نے کوئی قوم تباہ نہیں کی، جب تک اُس کی طرف رحمت و رہنمائی نہیں بھیجی اور نہ صرف یہ کہ رحمت و رہنمائی بھیجی ہے بلکہ بِلِسَانِ قَوۡمِہٖ یعنی میں نے یہ بھی لازم سمجھا کہ میں اُس قوم کی زبان میں ہی وہ پیغمبر بھیجوں، تو ایسے اَن گنت پیغمبر اور خدا کے برگزیدہ بندے ہیں جو آج ہمارے علم میں نہیں ہیں مگر تاریخِ دین کا اور تاریخِ ادیان کا حصہ ہیں۔

ادیان کو میں اس لئے بھی اس مباحثے سے نکالنا چاہتا ہوں کہ پروردگار کے دین میں یہ تو ہوا کہ کسی کمتر درجہ کے مرتب یا مہذب معاشرے کو چند اصول دیئے گئے اور جوں جوں وہ معاشرہ، وہ society زیادہ مہذب ہوتی گئی، زیادہ بہتر ہو گئی تو اُس کے ساتھ ساتھ اُس کو شریعت کے دوسرے قوانین عطا کر دیئے گئے۔ ایک بڑی عجیب سی حدیث ہے کہ

Marfat.com

حضور ﷺ نے ایک چوہے کو دیکھا تو کہا کہ شاید یہ مسخ شدہ بنواسرائیل ہے اس لئے کہ اگر ان کے سامنے اُونٹنی کا دودھ رکھو تو نہیں پیتے ہیں اور بکری کا دودھ رکھو تو پی لیتے ہیں (مسلم) اور یہ شریعتِ موسوی میں تھا کہ اُن پر اُونٹنی کا دودھ حرام کر دیا گیا...... اسی لیے شریعتیں بدلتی رہیں کہ جب کسی قوم نے ناشکری کی، تو بہت سی حلال چیزیں اُن پر حرام کر دی گئیں تا آنکہ آقائے رحمت کا نزول ہوا اور بندگانِ خدا پر خداوندِ کریم کی رحمتِ کثیر آئی اور تمام چیزیں جو ہمیں حلال ہیں وہ ہمیں حلال ہوئیں، بہت کم چیزیں کراہت میں گئیں اور بہت کم چیزیں حرام میں گئیں۔ یہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رحمت تھی، اُن کا کرم تھا کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر ایک صحابی نے سوال کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا حج ہر مرتبہ فرض ہے، ہر سال فرض ہے''۔ تو حضور ﷺ خاموش رہے، تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر فرض ہو جاتا تو تم کیا کرتے...... ایسے سوال مت کیا کرو جس سے خدا ناراض ہو اور خدا تم پر بہت سارے ایسے قانون لاگو کر دے جو تم بعد میں نبھا نہ سکو''۔ اسی طرح مکروہات کے ضمن میں یہ گوہ جو آپ دیکھتے ہیں، درختوں پر چڑھتی ہے، اور اہلِ عرب سوسمار کھاتے تھے، یہ ایک دفعہ پک کر آئی، تو حضرتِ خالد بن ولیدؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اور حضور ﷺ نے کراہت سے منہ پھیر لیا۔ تو حضرتِ خالدؓ نے پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ یہ حرام ہے''؟ حضور ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ پھر پوچھا: ''حرام ہے''؟ جب تیسری دفعہ بھی پوچھنے پر آپ ﷺ نے جواب نہ دیا اور منہ پھیرے رکھا، تو خالد بن ولیدؓ نے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھالیا۔

یہ حلال و حرام ہم پر اُس طریقے سے نہیں آئے جس طریقے سے باقی امتوں پر آئے۔ دین ایک progressive form تھی۔ دین آگے بڑھتا ہوا نظریاتی شکل میں جب مرتب ہوا تو یہ بالکل نہیں کہا گیا کہ میرے پیغمبر کوئی نیا دین لائے ہیں، بلکہ یہ کہا گیا کہ:

اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی (المائدة 3:5)

(آج ہم نے جو کچھ تمہیں دینا تھا وہ پورا پورا دے دیا۔)

کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آج میں نے دین مکمل کیا ہے اور نعمت تمام کر دی...... تو حضراتِ محترم! تقابلِ دین کا لفظ جو ہے یا ادیان کا لفظ جو ہے، وہ انتہائی ناقص ہوگا۔ اللہ نے دین میں تحریف کا گلہ کیا ہے، نئے دین کا ذکر نہیں کیا...... یہ تو ضرور کہا ہے کہ چند ایک ٹکوں کی خاطر، دنیاوی فوائد کی خاطر علمائے دین نے جو باقی قوموں سے تعلق رکھتے تھے۔ جن میں Christian monastery بھی قائم تھی اور جن میں Jewish فلسطین بھی قائم تھے جو چھوٹے چھوٹے سے مفاد کی خاطر اپنے بادشاہوں کیلئے دین کی نوعیت بدل دیتے تھے جیسے قرآنِ حکیم میں ایک جگہ پروردگار نے کہا کہ جب میں نے حکم دیا کہ تم ارضِ مقدس میں داخل ہو جاؤ۔

وَادخُلُو البَابَ سُجَدًا وَّ قُولُوا حِطَّةٌ نَغفِر لَکُم خَطٰیٰکُم (البقرة 58:2)

(اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں۔)

یعنی گھٹنوں کے بل سر ٹیکتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ تو انھوں نے اسی لفظ کو تھوڑا سا بدل دیا اور ''حِنطَةٌ'' (گندم کی بالی) کر دیا،

Marfat.com

بجائے سر کے بل سجدہ کرتے ہوئے جانے کے...... یہ واقعہ حضرتِ یوشع بن نون کے زمانے میں پیش آیا اور انہوں نے یہ گستاخی کلامِ خداوندی کی تو پروردگار یہ گلہ کرتے ہیں، یہ تو نہیں کہتے کہ یہ دین نیا لائے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ:

ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن ، بَعدِ مَا عَقَلُوهُ وَ هُم يَعلَمُونَ (البقرة 75:2)

کہ انہوں نے جانتے، بوجھتے ہوئے بھی کتاب اللہ میں تحریف کردی اور اے پیغمبر! میں وہی قوانین جو خواہ میں نے Hammurabi شہنشاہ بابل کو دیئے تھے حضرتِ ادریس کے زمانے میں یا میں آج کے دور میں دے رہا ہوں۔ میں نے موسیٰ کو دیئے یا میں نے عیسیٰ کو دیئے، میں تمام messages سمیٹ کر قرآن میں لا رہا ہوں، اس لئے باقی کتابیں overlap ہوگئی ہیں اور تمام دین کی واحد progressive جو مکمل اور آخری شکل میں ہے، وہ یہ قرآن ہے۔ اب اگر میری طرف سے کوئی quote کرے گا، اب اگر مجھے کوئی quote کرے گا۔ as an authority میری کسی بات کو استحکام دیا جائے گا تو وہ توریت وانجیل سے نہیں، عہد نامہ، قدیم وجدید سے نہیں بلکہ صرف محمد رسول ﷺ پر اُتری ہوئی کتاب قرآنِ حکیم سے quote کیا جائے گا۔ and this is the only ultimate authority which belongs to the God and no other book is valid after the Quran of Prophet's book.

اسی بات پر تمام کی تمام دلیل خداوند قائم ہوئی اور اسی بات پر جدلیاتِ فکر کا آغاز ہوا۔ حضرات گرامی! اسلام نے شروع ہی جدلیاتِ فکر سے کیا ہے، اسلام ایک ایسے زمانے میں آیا کہ جب فرسودہ حقائق حد درجہ مستحکم ہو چکے تھے، جب اجتہاد اتنا ختم ہو چکا تھا کہ پورے کے پورے معاشرے میں غور وفکر کی استطاعت ختم ہو چکی تھی اور کوئی شخص بھی مروجہ عقائد کو بدلنے کیلئے تیار نہیں تھا یا اُن میں کسی قسم کی کمی وبیشی کا قائل نہیں تھا...... ایسے وقت میں قرآن حکیم نے ایک نئی جدلیات کا آغاز کیا، ایک جدلیاتِ فکر کا آغاز کیا اور لوگوں کو غور وفکر کی دعوت دی اور ایسے ایسے اعتراضات اُس وقت کے عقائد پر کئے...... یہ جو آپ قرآنِ حکیم میں بہت ساری کہانیاں دیکھتے ہیں جنکو اہل کفر نے اساطیر الاوّلین کہا کہ پہلے لوگوں کے قصے، پہلے لوگوں کی باتیں...... دراصل یہ باتیں اس لئے لائی گئیں کہ ان کے عوض سے یا ان کی وجہ سے ایک جدلیات کا آغاز ہونا تھا۔

سیدنا حضرتِ ابراہیمؑ کی تمام زندگی اس لیے quote کی گئی کہ انہوں نے بنیادی طور پر غور وفکر کا آغاز کیا تھا اور سورج کے چڑھنے پر، چاند کے چڑھنے پر، ستارے کے طلوع ہونے پر، اُس وقت کے مروجہ علوم جو تھے جو اُس وقت کے دیوتا تھے۔ جو اُس وقت کے بڑے بڑے بت تھے جو ستاروں سے وابستہ تھے۔ تو حضرتِ ابراہیمؑ نے اپنی فکر، اپنی تنقید کا آغاز اُن ستاروں کے بنے ہوئے خداؤں کے خلاف کیا اور جن لوگوں نے شعریٰ کو خدا کہا تو ابراہیمؑ نے اُس پر تنقید کی...... پھر انہوں نے آمون goddess کو جس کو وروناا ور متھرا بھی کہتے ہیں۔ جب اُس کو quote کیا تو حضرتِ ابراہیمؑ نے اس پر تنقید کی اور بہت سارے لوگ اُس زمانے میں ''آمون رع'' کی پرستش کرتے تھے جو Egyptian mythology میں دو خداؤں کا بنا ہوا ہے جسے ''آمون اور رع'' کہتے تھے ''رع'' جو ہے وہ ابھرتے ہوئے سورج کی

Marfat.com

آنکھ تھی اور ''آمون''god مینڈھے کی شکل کا تھا۔ان دونوں کو ملاتے ہوئے وہ ''آمون رع'' کی پرستش کرتے تھے مگر بعد میں فراعنہ مصر کے بہت بڑے بادشاہ جسے آمن حاطب کہتے ہیں ۔جس کی ملکہ کا نام ملکہ نفرتی تھا۔اُس نے آکر ایک superlative ڈگری بلند کی اور آمون کو نکال کر صرف خداوندِ ''رع'' کی پرستش شروع کر دی۔

حضرتِ ابراہیمؑ کے زمانے میں بھی یہ تمام افکار پیچھے بھی جارہے تھے اور آگے بھی جارہے تھے اور اُس وقت کے مروجہ عقائد میں سب سے بڑا عقیدہ ستاروں کی پرستش کرنا تھا۔سیدنا ابراہیمؑ نے جس غور وفکر کا آغاز کیا،اُس وقت کے مروجہ عقائد پر تنقید شروع کی،جب قرآن اس بات کو quote کرتا ہے تو اُس میں سے اپنے لئے خصوصی مقاصد تلاش کرتا ہے خاص طور پر حضرتِ ابراہیمؑ کی یہ بات کہ انہوں نے بتوں کو توڑ کر کلہاڑا سب سے بڑے بت کی گردن میں ڈال دیا اور جب پوچھا گیا کہ ان کو کس نے توڑا ہے،کس نے مارا ہے،تو حضرتِ ابراہیمؑ نے نشاندہی کی کہ اس بڑے بت نے مارا ہے تو لوگوں نے کہا کہ ابراہیم !تُو باؤلا ہو گیا ہے،تُو دیوانہ ہے،تُو سنکی ہے...... بھلا یہ کیسے کسی کو مار سکتا ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر یہ بت اپنی ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کو نہیں اُڑا سکتا تو تم کس لئے اس کی پرستش کرتے ہو؟ یہی صورتِ حال عرب کے معاشرے میں تھی اور پہلی جدلیاتِ فکر کا آغاز جب اسلام نے کیا تو وہ ان مروجہ عقائد جن کو سرے سے ہی عقل وشعور کی کوئی روشنی نصیب نہ ہوئی تھی، جو مدتوں سے عمرو بن الحیٰ کی وجہ سے قائم تھے:یہ عرب کا سب سے پہلا مشرک تھا۔ایک سفر میں گیا تو اس کو ایک پتھر بڑا خوشنما لگا،وہ پتھر اٹھا کر لے آیا...... جب عرب travel میں جاتے تھے باوجود اس کے کہ یہ ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے طرف دار تھے مگر رفتہ رفتہ عمرو بن الحیٰ کی وجہ سے جب یہ مسافرت پر جاتے تو رستے میں جو چیزیں بھی آتیں یعنی مندر دیکھتے شاندار اور خوبصورت تو ان کا رویہ بالکل ایسا ہوتا جو بنو اسرائیل کا رویہ تھا کہ جب مصر سے نکلتے ہوئے حمص اور بعلبک کے قریب سے یہ قومِ اسرائیل گزری تو انھوں نے انتہائی خوبصورت اور شاندار مندر ان civilizations میں دیکھے تو حضرتِ موسیٰؑ سے request کی کہ ہم بھی کیوں نہ اپنے خدا کا ایسا ہی مندر بنا لیں اور اُس میں کیوں نہ ایسا ہی اسکا ایک بت رکھ لیں،جس پر پروردگار نے انہیں یہ سزا دی کہ جنہوں نے بت کی پوجا کی ان کو وہ قتل کریں گے جو بت کے پجاری نہ تھے:"فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُم "(البقرۃ 54:2)(پس قتل کرو اپنوں کو۔)

حضراتِ محترم!جو سب سے پہلا نظریہ اسلام نے face کیا،وہ یہی شرک وکفر تھا مگر شرک وکفر،جو استدلالِ عقل پر بنیاد نہیں تھا،جس کی کوئی وجہ بظاہر ایسی نظر نہیں آتی تھی،جس میں کوئی غور وفکر نہیں تھا بلکہ اُس کی بجائے تقلید او راجتہاد سے خالی ذہن،انائے مطلق،جہالتِ عظمیٰ اور شاید اسی لیے سب سے بڑے عقل کے مخالف کو ابو جہل کہتے ہیں،اسی لئے رسالتِ مآب ﷺ کے مقابلے میں جو سب سے بڑا جاہلِ مطلق تھا وہ ابو جہل تھا اور ابو جہل کا کہنا یہ تھا کہ ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ سچ کہتے ہیں مگر بنو ہاشم نے پہلے ہم سے سقایہ لی اور پھر ہم سے ولایہ لی اور ہم عہدوں میں گھٹتے گئے،اب اگر یہ نبوت بھی لے لیں گے تو پھر ہمارے پاس کیا بچے گا؟ تو اس نے قسم کھائی کہ محمد ﷺ سچے ہیں مگر ہم اگر اسی طرح اقتدار ان کے حوالے کرتے رہے تو پھر ہم اس معاشرے میں کیا مقام رکھیں گے؟ یہ بالکل ظاہری بات تھی کہ ابو جہل سچائی کے خلاف نہیں لڑ رہا تھا بلکہ اپنے ذاتی اقتدار کی کمی وبیشی کیلئے جنگ کر رہا تھا۔

Marfat.com

اسی قسم کا واقعہ جو عرب کے اس ذہن کی نشاندہی کرتا ہے، اُس وقت پیش آیا کہ جب ابوسفیان اور حضرت عمر فاروق ؓ آمنے سامنے ہوئے...... حضرت عمر ؓ نے ابوسفیان سے کہا کہ اس غریب کا پانی چھوڑ دے ورنہ میں تجھے کوڑے سے ماروں گا۔ ابوسفیان نے یہ کہا کہ اے عمر ؓ! میں اس چرواہے کیلئے کبھی پانی نہیں چھوڑوں گا کیونکہ میں سردارِ قریش ہوں تو حضرت عمر ؓ نے کہا: ''ابوسفیان! تو اس بات کو مان! ورنہ تو سردار قریش ہے کہ نہیں...... میں تجھے ضرور کوڑے سے ماروں گا۔'' ابوسفیان نے کہا: ''ٹھیک ہے، میں پانی چھوڑ دیتا ہوں'' اور کعبے کی طرف تین دفعہ جھکا اور جھک کر کہا کہ اے پروردگار! تُو بڑا ہے، تُو واقعی اللہ ہے، ورنہ بنومخزوم کے اس ادنیٰ سے شخص کے کہنے پر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ میں اس چرواہے کیلئے پانی چھوڑوں...... اور پھر حضرت عمر فاروق ؓ تین دفعہ کعبے کی طرف جھکے اور سجدہ کیا اور کہا: ''اے ربِ کعبہ! تُو واقعی عظیم و برتر ہے، اگر تُو نہ ہوتا اور ہمیں سچائی نہ بخشتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ میرے جیسا معمولی آدمی اس سردارِ قریش کا سر نیچا کرتا......

حضراتِ محترم! پہلا نظریہ جو اسلام نے اپنے مخالف پایا وہ انتہائی گہرے تعصبات پر بنا، اَنا، ضد اور قبائلی روایات پر مشتمل ایک ایسا مکمل نظام تھا جس میں مکمل غور وفکر کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور تمام تر قرآن جو ہے، اسی نظریے کے خلاف جدوجہد کرتا ہوا بار بار لوگوں کو غور وفکر پر آمادہ کرتا ہے۔ قرآن بار بار کہتا ہے کہ اگر تم غور کرتے، تم سوچتے، تم فکر کرتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ جن عقائد پر تم کھڑے ہو، وہ جھوٹے ہیں، جن دیوتاؤں کو تم مانتے ہو، وہ غلط ہیں اور غور وفکر کی صلاحیتوں اور دلیل کے نہ رکھنے ہی کی وجہ سے تم کافر ہوا گر تم سوچتے تو ہمیں بھی مان لیتے اور قرآن کو بھی مان لیتے اور ہمارے رسول ﷺ کو بھی مان لیتے۔

لِيَهلِکَ مَن هَلَکَ عَن م بَيِّنَةٍ (الانفال 42:8)

(جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا۔)

وَيَحىٰ مَن حَىَّ عَن م بَيِّنَةٍ

(جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔)

حضراتِ محترم! پروردگار کو نہ صرف ذکر بلکہ غور وفکر کی محبت اس درجہ ہے اور وہ اس درجہ اسے اپنے بندوں کیلئے محبوب سمجھتے ہیں کہ بار بار اللہ نے اس بات پر زور دیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے بہترین بندے اور دوست وہ ہیں:

اَلَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللهَ قِيٰماً وَّقُعُودًا وَّعَلَىٰ جُنُوبِهِم وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْض (العمران 191:3)

(وہ جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں۔)

کہ صبح شام ہر وقت میری ہی عبادت کرتے ہیں اور نہ صرف عبادت کرتے ہیں بلکہ زمین و آسمان کی تخلیق پر غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔ حضراتِ محترم! جب اسلام establish ہو گیا، جب قرآن بحیثیت قانون مرتب ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ جو فتوحاتِ اسلامیہ کا دور شروع ہوا تو سب سے پہلے انقلابی جدوجہد، سب سے پہلا انقلابی نظریہ مرجیہ کا سامنے آیا۔ اب قرآن پر اس طرح غور وخوض شروع ہوا کہ مختلف النوع معاشروں کے خیالات سمٹ کر قرآن کی سمت بڑھنا شروع ہو گئے اور وہ سادگی اور وہ سلاست جس سے پیغمبر نے تعلیم دی یا صحابہ نے اس سے سیکھا تابعین نے سیکھا، وہ دور ختم ہونے کو تھا۔

Marfat.com

ایک فشارِ ابلاغ آیا اور مختلف النوع معاشروں کی informations اسلام میں شامل ہونا شروع ہوگئیں، جس میں سب سے بڑی information جو تھی، وہ فلاسفۂ یونان کی تھی۔

فلاسفۂ یونان بھی عقلی کشادگی کو اپیل کرتے تھے۔ فلاسفی کا مطلب ہی حقیقت کو جاننا تھا اور جب لوگوں نے اُن کتابوں کے توسط سے قرآن کو پڑھنا شروع کیا تو بہت سے بنیادی عقائد زیرِ بحث آنا شروع ہوگئے اور سب سے پہلے مرجیہ کے گروپ نے ایک نیا concept of faith دینا شروع کیا جس میں انہوں نے یہ اعلان کیا کہ صرف اور صرف ایمان ہی واحد ایسی چیز ہے جو بندے کیلئے ضروری ہے۔ نہ اعمالِ شرعی نہ اخلاقی ضابطہ...... بلکہ آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے محرمات سے بھی تعلق جائز قرار دیئے اور حرام چیزوں کو حلال بھی قرار دینا شروع کر دیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ صرف اور صرف ایمان ہی، دل میں خدا کو مان لینا ہی ہر حال میں کافی ہے اور اس کے علاوہ کوئی چیز بھی مذہب کیلئے ضروری نہیں ہے اور نجات کیلئے ضروری نہیں ہے۔ مرجیہ اُن کو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نجاتِ اُخروی پر مکمل یقین رکھتے تھے، چاہے کوئی عمل ہو نہ ہو، چاہے کوئی ظاہری نیکی ہو نہ ہو، چاہے گناہ گار ہوں...... تو حضراتِ محترم! یہ وہ پہلا attack تھا جو ایک بیلنس پر، ایک اعتدال پر ہوا۔ وہ مذہب جو نیت اور عمل کے اعتدال پر یقین رکھتا تھا، اب اُس میں changes اور تبدیلیاں آنی شروع ہوگئیں۔

حضراتِ محترم! اس سے آگے بڑھتے ہوئے جب یہ سلسلہ اور آگے بڑھا تو دو بڑے گروہوں نے اپنے اپنے مسالک جدا کیے جن میں زیادہ مشہور خوارج ہیں اور خوارج اس درجہ مستقل تھے اسلام پر کہ انہوں نے باقی تمام مسلمانوں کو خارج از اسلام بھی قرار دیا اور واجب القتل بھی قرار دیا، اسی لئے ان کو دین میں خوارج کہا جاتا ہے کہ عام اُمۃ نے ان کے خیالات کی وجہ سے ان کو اسلام سے خارج کر دیا۔

مگر حضراتِ محترم! یہ خیالات ایسے نہیں تھے جو ایک بنیادی body of religion پر اثر ڈالتے۔ اسلام جب ان نظریات کی زد میں آیا تو یہ کوئی ایسے نظریات نہیں تھے کہ جو بہت بڑے قانونی ثبات کو بے ثبات کر دیتے یا ایک بہت بڑے نظریاتی محل کو مسمار کر دیتے مگر جوں جوں وقت آگے بڑھتا گیا تو پورے ایک سو دس سال کے بعد حسن بن سباء اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی محفل میں واصل بن عطا نے نجات پر، چھوٹے بچوں پر اور عذاب وثواب پر ایک سوال کیا اور مطمئن نہ ہوا۔ جب مطمئن نہ ہوا...... تو اُس نے یہ کوشش نہ کی کہ میں اس مباحثے کو آگے بڑھاؤں اور استاد سے مزید تفصیل طلب کروں بلکہ جواب سنتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں تو اس فکر کا قائل نہیں ہوں، تو حضرتِ حسن بصریؒ نے کہا کہ یہ ہم میں سے نکل گیا اور واصل بن عطا کے وقت سے جو سب سے powerful movement against Islam رہی، جو تین سو برس تک رائج الوقت رہی، وہ معتزلہ کی movement تھی۔ معتزلہ اسی طرح فلسفۂ یونان کی روشنی میں اور منطق وحکمت کی روشنی میں قرآن کی بعض آیات پر بڑا شدید اعتراض کرتے تھے مثلاً اُن کا خیال یہ تھا کہ قرآنِ حکیم نے جو استعارات استعمال کیے ہیں، معتزلہ کا خیال یہ تھا کہ قرآن اللہ کے لفظ نہیں ہیں، اُن کا خیال یہ تھا کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ اُن کا خیال یہ تھا کہ قرآن رسول اللہ کی زبان ہے اور اللہ نے صرف اپنے رسول ﷺ کو مفہوم عطا کیا

Marfat.com

ہے اور زبان اُن کی اپنی ہے۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ یہ وہ بنیادی حملہ تھا جس کی وجہ سے شاید پورے کا پورا مسلم citadel ختم ہو جاتا، تو اعتزال والوں نے مزید progress کرتے ہوئے، فلسفیانہ توجیح دیتے ہوئے عذاب وثواب کو بھی ایک نظریاتی process کہا۔ وہ جنت و دوزخ کے قائل نہیں تھے۔ اگر آپ غور کریں تو جدید دور میں بھی بہت سارے منکرین ایسے پیدا ہوئے کہ جنہوں نے بعینہٖ اعتزال کی movement کو سامنے رکھتے ہوئے وہی اعتراضات کئے اور وہی خیالات مذہب کے نام پر پیش کئے جو پہلے معتزلہ کر چکے تھے۔ معتزلہ دو سو سال تک انتہائی غلبے پر رہے کہ اسی عرصے میں اسلام پر ایک اور شخصیت کا ورود ہوا جنہیں ہم خواجہ ابوالحسن اشعری کہتے ہیں اور اشعری نے اور امام ابوبکر باقلانی نے معتزلہ کے خلاف فلسفے ہی کی مدد سے religion اسلام کو defend کیا اور یہ اشاعرہ جو کہ بے پناہ مقبولیت حاصل کر گئے تو حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے ''احیائے علوم'' اشاعرہ کے رد میں لکھی۔ اسی طرح امام فخر الدین رازی نے پورے مذہبی احکام کو فلسفیانہ روح سے explain کیا اور دونوں حضرات کی گرفت بڑی دیر تک، بلکہ دور حاضر تک امام باقلانی اور اشاعرہ کی گرفت مضبوط رہی۔

حضراتِ محترم! اس کے بعد کوئی خاص پیچیدہ challenge اسلام نے وصول نہیں کیے۔ ان ساری باتوں سے، ان ساری باتوں کے درمیان امام اہل سنت جن کو امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں، پوری طاقت سے اسلام کا دفاع کیا، مگر دفاع کے باوجود آج میں آپ سے یہ کہنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ شاید حضرت امام نے ان باتوں کا دفاع ذہنِ حکمت سے نہیں کیا۔ جب یہ مسئلہ چل رہا تھا کہ قرآن مخلوق ہے یا خالق کا کلام ہے تو امام احمد بن حنبلؒ نے کوئی argument پیش نہیں کی۔ وہ اپنے مؤقف پر مضبوطی سے قائم تھے۔ مامون کے زمانے میں اور ہارون کے زمانے میں امام نے بے پناہ جدوجہد کی اور سختی سے اپنے مؤقف پر قائم رہے کہ قرآن خالق کا کلام ہے مگر انہوں نے کوئی counter-argument پیش نہیں کی۔ تو حضراتِ محترم! اُس وقت سے ایک stubbornship religion میں سختی آ گئی، ایک شدت پرستی بھی آ گئی اور وجہ صرف یہ ہوئی کہ جہاں ایک طرف بڑے top intellectual لوگ تھے تو دوسری طرف اُس وقت کے جدید ترین علماء کی معرفت حاصل کر کے ابنِ سینا اور فارابی جیسے لوگ اُٹھ رہے تھے۔ اُس وقت دین میں کوئی ایسا کماحقہٗ سکالر نہیں تھا جو تمام علوم کو سمیٹتے ہوئے اُن challenges کا جواب دے، اس لیے ایک دورِ تقلید شروع ہو گیا اور اجتہادِ فکر سے دامنِ اسلام خالی ہونا شروع ہو گیا۔ Religion was totally defensive...

اگرچہ امام غزالی نے ''تہافتہ الفلاسفہ'' کتاب لکھی اور فلسفے کا رد کیا مگر ابن رُشد نے اُس کے بعد آ کر ''تہافتہ تہافتہ الفلاسفہ'' لکھ کر غزالی کو دوبارہ شکستِ خیال دی اور دوبارہ فلسفے کا رجحان زیادہ قوی ہو گیا اور ہوتے ہوتے Greek فلاسفی اور International sciences جو اسلامی دنیا کے اندر آ رہی تھیں، انہوں نے بڑے powerful objections اسلام پر کرنے شروع کر دیئے۔ مگر اس کے باوجود اسلام غلبے میں رہا اور اُس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہ اعتراضات نفسِ مضمونِ قرآن پر تھے، اُس کے law پر نہیں تھے، اُس کے justice پر نہیں تھے، اُس کی

Marfat.com

administration پرنہیں تھے اس لیے جہاں ایک طرف یہ دراڑیں پڑ رہی تھیں وہاں دوسری طرف مسلمان پوری طاقت سے حکومت کرتے چلے آ رہے تھے مگر ان مباحثوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ basic faith اتنا کمزور ہو گیا کہ چار سو بارہ ہجری میں جب مسلمانوں میں جگہ جگہ قرآن پر بحثیں ہو رہی تھیں، دلائل دیئے جا رہے تھے، یونانی فلاسفرز کے اعتراضات ہو رہے تھے، اُس وقت ہلاکو خاں بغداد کو اُجاڑ کر اُس کا پوتا عینِ جالوت کے معرکے کی طرف بڑھ رہا تھا اور عینِ جالوت کے معرکے کو تاریخ میں decisive کہتے ہیں۔ یہ ایک فیصلہ کن جنگ تھی۔ بغداد کے اجڑنے کے بعد پورے عالمِ اسلام اور منگول حملہ آوروں میں ایک میدان کھڑا تھا اور اُس میدان کو عینِ جالوت کہتے تھے۔ اس معرکہ عینِ جالوت میں وہی ڈائیلاگ علاؤالدین نے دہرایا جو شاید اس سے پہلے بدر کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کہا گیا کہ تین دفعہ جب اُس کا گھوڑا گرا تو تین دفعہ علاؤالدین نے کہا:

''اے عالمِ کُل کے شہنشاہ! اگر آج ہم شکست کھا گئے تو پورے عرب میں تیرے دین کا نام ونشان نہیں رہے گا''۔

امام ابنِ تیمیہؒ شاہِ مصر علاؤالدین اور وقت کے سب سے بڑے فوجی جرنیل سلطان بیبرس کی قیادت میں یہ جنگ مسلمانوں نے جیت لی اور فوجی استحکام کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات میں بھی استحکام آنے شروع ہو گئے۔

اس زمانے میں ابنِ تیمیہؒ جیسے امام نے ایک regeneration opinion کا process شروع کیا اور بہت سارا رطب و یابس جو خیالات کی دنیا میں آ گیا تھا، اُس کو clean up کرنے کی کوشش کی مگر ابنِ تیمیہؒ بھی امام احمد بن حنبلؒ کی طرح مزاج کی سختی کا شکار تھے اور باوجود اتنی بڑی انقلابی کوشش کرنے کے وہ جدید مسلمانوں میں اس لیے popular نہ ہو سکے کہ وہ ہر شخص پر فتنہ پرور اور ہر سوچنے والے پر فتوئی لگا کر اس وقت اُس کو قتل کر رہے تھے تو اُسی دوران امامِ تصوف خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ زندہ تھے اور وہ لوگوں کو دین کی اصلی غرض وغایت یعنی محبت واخلاص کا درس دے رہے تھے تو ابنِ تیمیہؒ نے انہیں لکھا کہ اے ابوالحسن! اگر تو لوگوں کو اسی طرح گمراہ کرے گا اور عمل کی بجائے انہیں محبتوں کے سبق سکھائے گا تو اُس کا جواب تجھے دینا پڑے گا اور میں تیری گردن مار دوں گا...... خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ نے اُس کو جواب میں خط لکھا کہ اے امامِ اہلِ حدیث وقرآن! میں تمہیں چھوٹی سے حدیث بھیج رہا ہوں، جو متفق علیہ ہے۔ اگر یہ حدیث غلط ہے تو بھی مجھے بتا دے، اگر صحیح ہے تو مجھ پر اعتراض نہ کرنا۔ حضورِ گرامی مرتبتؐ سے پوچھا گیا، ایک بدو نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ فرمایا: ''تُو قیامت کو کیوں پوچھتا ہے؟ کیا اس کے لئے نمازیں بہت پڑھی ہیں''؟ فرمایا: ''یارسول اللہ ﷺ! نہیں''۔ ''کیا روزے بہت رکھے ہیں؟'' فرمایا: ''یارسول اللہ نہیں''۔ ''کیا اور اعمالِ خیر بڑے کیے ہیں''۔ فرمایا: ''یارسول اللہ ﷺ! نہیں''۔ تو فرمایا: ''کس بل بوتے پر تو قیامت کو پوچھتا ہے''۔ کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے محبت بڑی ہے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''پھر قیامت کے دن لوگ اُن کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے جن سے محبت کرتے ہوں گے''۔

حضراتِ محترم! وہاں سے ایک school of methodism... ایک عمل کو ترجیح دینے والوں کا school اور ایک نیات کو زیادہ مخلصانہ طور پر presentation دینے والے اسکول آپس میں ٹکرا گئے...... بجائے

Marfat.com

اعتدال کے، تصوف اور شرع علیحدہ ہونا شروع ہو گئے اور یہ معاملات آگے بڑھتے گئے اور ہمارے Mediaeval Ages تک آئے تو حضراتِ محترم! تمام شاعر، تمام ادیب، حافظ، سعدی اور ان سارے لوگوں کی وجہ سے چونکہ ایرانی کلچر introduce ہو رہا تھا اور وہ عرب کے بنیادی طور پر خلاف تھے حتیٰ کہ ''شاہنامہ'' میں فردوسی اگرچہ مسلمان ہو گئے مگر اس نے گلہ کیا..... اُس نے گلہ کیا کہ تف ہے تجھ پر اے گردشِ آسماں کہ یہ سوسمار کھانے والے لوگ آلِ ساسان پر غالب آ گئے۔ یہ اتنا بڑا گلہ تھا کہ باوجود ہر کوشش کے اہلِ ایران جو بڑے intellectual تھے، بڑی پرانی تہذیبات کے مالک تھے اور بڑے فلسفیانہ خیالات رکھتے تھے، اُن کے ہاں تین بڑے مفکر پیدا ہو چکے تھے، ان میں سے زرتشت اور مُزدک بڑے مشہور تھے۔

مُزدک دُنیا کا پہلا Communist فلاسفر تھا۔ مارکس سے پہلے جو بنیادی، اجتماعی اور اشترا کی نظریات دیئے، وہ مُزدک نے دیئے تھے۔ مُزدک نوشیروانِ عادل کے زمانے میں تھا، اُس کا concept یہ تھا کہ تمام اشیائے زندگی جو ہیں۔ یہ ہر ایک کیلئے سانجھے ہیں اور حتیٰ کہ انہوں نے عورت کو بھی مشترکہ پراپرٹی قرار دیا۔ یہ پہلے Marxian تھے۔ اقبال کہتا ہے:

مزدکیت فتنہ فردا نہیں امروز ہے

تو وہ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ مزدکیت آج کا فتنہ نہیں ہے، یہ کوئی خالی Marxian concept نہیں ہے بلکہ آج سے بہت پہلے مزدک نے ایک social setup، اشترا کی concept دیا تھا اور اُس نے یہ کہا تھا کہ تمام اشیاء ملکیتِ عوام ہیں اور بادشاہت ایک استحصالِ عام ہے اور جو لوگ بھی ہمارے ساتھ شریک ہونگے، وہ ہر چیز کو ہر آدمی کے ساتھ share کریں گے حتیٰ کہ عورتیں بھی..... تو اتفاق یہ ہوا کہ نوشیروان جو اُس وقت بڑے انقلابی خیال سمجھے جاتے تھے تو اُس وقت بادشاہ نوشیروان عادل کی بہن بھی ان میں جا ملی، جس کی وجہ سے بادشاہ کو بڑا غصہ آیا..... اُس نے ایک باغ بنوایا، جس میں entry کا دروازہ ایک بنایا اور باہر نکلنے کا دروازہ دوسرا اور باغ میں بے شمار گڑھے کھدوائے..... ایک طرف سے لوگ اس میں داخل ہوتے مگر دوسری طرف سے نکلتے ہوئے انہیں کسی نے نہ دیکھا۔ تو نوشیروان عادل کے دامن پر تین ہزار مزدکیوں کے قتل کا دھبا ضرور ہے۔

اُس وقت ایک فلاسفی تھی، کہ All knowledge is humbug (تمام علم بے سود ہے۔) secondly جیسے ابن رُشد نے اپنے خیال میں کہا، جب کسی نے اُس سے پوچھا کہ عاد و ثمود پر آئے ہوئے عذاب سے تُو نہیں ڈرتا۔ تو ابن رُشد نے کہا کہ تم مجھے عاد و ثمود کے عذاب سے ڈراتے ہو، میں تو عاد و ثمود کو مانتا ہی نہیں ہوں۔ تو یہ half علم تھا۔ Archaeology اُس وقت پوری نہیں ہوئی تھی۔ Anthropology کا اُس وقت وجود نہیں تھا۔ اُس وقت کے جو فلاسفر تھے، وہ half علم کی بنیاد پر قرآنِ حکیم پر اعتراضات کر رہے تھے۔ اُس وقت اپنے علم میں تو مکمل تھے مگر دراصل وہ ایجادات واختراعات، وہ دریافتیں اُن تک نہیں پہنچی تھیں جو ہمارے زمانے تک آئی ہیں۔ جس کی وجہ سے بہت سارے اعتراضات قرآن پر ایسے ہو رہے تھے جو بذاتہ مکمل نہ تھے اور حضراتِ محترم! قرآن حکیم ایک century کیلئے نہیں تھا۔

Marfat.com

قرآنِ حکیم جب سے آیا، وہ ایک مکمل کائناتی علم کی سند رکھتا ہے اور وہ بہت آگے تک کی خبر دیتا ہے۔ قرآن قیامت تک کی خبر دیتا ہے، قرآن انجامِ دنیا بتاتا ہے، قرآن اس انجام کائنات کی خبر دیتا ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (الرحمن 26:55)

(تمام کو فنا ہونا ہے۔)

کہ ایک وقت آئے گا، جب یہ Big Bang کے ذریعے پھیلتا ہوا جہانِ دوبارہ معدوم ہو جائے گا۔ خواہ وہ کسی Relativity کے تحت ہو یا کسی Quantum کے نظریے کے تحت ہو۔ تو قرآنِ حکیم نے جو حقائق بیان کئے، ابھی سائنس اُن تک نہیں پہنچی تھی تو حضراتِ محترم! اُس وقت ایک dichotomy اس لیے پیدا ہوگئی کہ پھر کوئی ابوحنیفہ، پھر کوئی شافعی، پھر کوئی غزالی، پھر کوئی ابنِ رشد پیدا نہیں ہوا اور اسلام کی طرف سے سارے کا سارا defense اُدھورا رہ گیا۔

حضراتِ محترم! ایک بات میں آپ سے کہتا چلوں کہ کوئی شخص بھی خدا کو defend نہیں کر سکتا اس لیے کہ کوئی شخص بھی حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی خداوندِ کریم کا مقصود و مطلوب ہے۔ ہم آثار و شواہد سے، اللہ کے رسول ﷺ کے مزاج سے، اُن کی بتائی ہوئی باتوں کی وجہ سے اتنی bifurcation ضرور کر لیتے ہیں کہ This is what is meant by God and this is what is meant by us ہر زمانے میں خدا اپنے آپ کو خود defend کرتا ہے۔ کوئی انسان اُسے defend نہیں کر سکتا۔ ہر زمانے میں قرآن اپنے آپ کو خود defend کرتا ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ جب کوئی قرآن کا defend مرتب کرے تو اُسے ضرور اس الٰہیاتی سائنس کے رُتبے تک آنا پڑے گا جو قرآن ہے۔ اگر آپ ایک بہت معمولی سے علم کے ساتھ، اتنے کم علم کے ساتھ، جیسے ایک چھوٹی سی language کی پوسٹ گریجویشن کرتے ہیں اور اُس پر بیس بائیس سال لگا دیتے ہیں، اگر آپ خدا کو defend کر رہے ہیں اور سب سے بڑی غلطی قرآن کے بارے میں یا تصورِ قرآن کے بارے میں یا جدلیاتِ قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ اگر میں sophisticated ہو جاؤں، میں اگر تعلیم یافتہ ہو جاؤں تو میرے نزدیک کچھ خیالات میری inner شخصیت کی وجہ سے پختہ ہو جاتے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ قرآن میری طرح کی باتیں کرے، تو جب کوئی ایسی بات مجھے قرآن میں نظر آتی ہے جو میرے ذاتی معیارِ جمالیات پر پوری نہیں اُترتی تو میں اُس کا انکار کر دیتا ہوں۔

حضراتِ محترم! قرآن چند ایک sophisticated intellecutuals کیلئے نہیں آیا۔ قرآن ہر درجہ کی ذہانتوں کیلئے ہے، ہر درجہ کے مسافروں کیلئے ہے، ہر درجہ کے عقل کے ڈھونڈنے والوں کیلئے ہے، قرآن صرف چند ایک odd فطرت کے لوگوں کے مطالعے کیلئے نہیں ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک عام chair میں بیٹھا ہوا فلاسفر یہ کہے کہ خدا کو میرے جذبات کے مطابق بات کرنا چاہیے تھا، یہ نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ وہ فلاسفر ایک محدود عقل کے ساتھ، ایک محدود زمانے میں، ایک محدود pattem پر سوچتا ہوا decision دیتا ہے اور پروردگار ایک لامحدود زمانے میں تمام مستقبل اور ماضی کو دیکھتے ہوئے پوری امتِ انسان کیلئے ایک وقت میں ایک اصول بتا رہا ہے۔ فرض کیجئے آج ایک شخص Westem thesis کے تحت یا Western نظریات کے تحت ایک گلہ کرتا ہے کہ قرآن نے غلامی کو کیوں ختم نہیں کیا۔ تو حضراتِ

Marfat.com

محترم! قرآن نے غلامی کو کس لئے ختم نہیں کیا؟ یہ تو کہا کہ اچھا سلوک کرو، یہ تو کہا کہ سب سے بڑی نیکی جو ہے وہ غلام کو آزاد کرنا ہے، ساری tendency غلام کو آزاد کرنے کی طرف لگا دی مگر یہ نہ کہا کہ یہ سرے سے ختم کردو۔ پہلے یہ وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ ایک صدی میں ابراہام لنکن نے جو ایک اچھے انسان تھے، اپنی بیشتر کوششوں کے ساتھ ایک بہت بڑے مرض سے نسلِ انسان کو چھٹکارا دلایا۔ مگر حضرات محترم! ایک صدی کی بات ہے صرف...... کیا یہی بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی ہے کہ ایک century کے بعد، ایک بہت بڑی عالمی جنگ کے بعد، دو ہم دیکھ چکے ہیں اس لیے تیسری کی گنجائش موجود ہے...... کیا انسانی تہذیب وتمدن اگر مسمار ہوگئی تو دوبارہ زمین پر انسان اسی طرح غلام وآقا کی صورت میں نہ رہے گا اور جن قوموں کو غلبہ ہوا، اگر معیشت ومعاشرت ساری ٹوٹ گئی اور اگر دوبارہ ہم reduce ہوگئے، اس میدان سے نکل کر دوبارہ خیمہ زنِ میدان ہوگئے تو کیا پھر وہی صورت حال نہ پیدا ہوجائے گی جو ایک century پہلے، پندرہ ہزار برس پہلے سے غلامی کا ایک آغاز جو جاری وساری ہے، کیا دوبارہ یہی صورت حال نہ پیدا ہوجائے گی......؟

حضراتِ محترم! خدا کو کسی قیمت پر local angle سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ وہ پروردگار جو پچھلے زمانوں کے لئے قوانین مرتب کرتا چلا آیا ہے، وہ written اور حتمی قوانین اگلے زمانوں کیلئے دے چکا ہے تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اُن زمانوں کے کھلنے کا انتظار کریں...... ہم اُن زمانوں کی ابتدا کا انتظار کریں...... جس میں ہوسکتا ہے کہ پھر وہی کیفیاتِ معاملات پیدا ہو جائیں جیسے پہلے زمانوں میں تھے۔ حضراتِ محترم! خدا کو localize نہیں کیا جا سکتا، نہ خدا کو personal standard سے دیکھا جا سکتا ہے، اس لئے جب بھی قرآن پڑھا جائے گا یا جب بھی قرآن intellectual standards پر دیکھا جائے گا، وہ بہت وسیع ترین شکل وصورت میں دیکھا جائے گا، وہ زمانوں کی معرفت سے دیکھا جائے گا، وہ سماجوں کی معرفت سے پڑھا جائے گا، وہ انسانوں کی معرفت سے پڑھا جائے گا، ملائکہ و جنات کی معرفت سے پڑھا جائے گا۔

حضراتِ محترم! ایک زمانہ تھا کہ ابنِ سینا نے اپنی ''کتاب المعرفت'' میں جب ملائکہ کا ذکر کیا تو ملائکہ کے بارے میں یہ کہا کہ یہ وجود نہیں رکھتے، جنات کے بارے میں یہ کہا کہ یہ وجود نہیں رکھتے بلکہ یہ ہماری حسیات ہیں جو refined ہو جائیں تو ملائکہ ہوجاتے ہیں اور اگر کم refined ہوں تو یہ جنات ہوجاتے ہیں۔ گویا اُس وقت کے فلسفی جو تھے یا ابنِ سینا جیسے لوگ جو تھے، یہ ماننے سے عاری تھے کہ قدرتِ خداوند جسم کے بغیر کوئی برزخی وجود پیدا کرسکتی ہے یا بدن کے بغیر کوئی روحانی وجود تخلیق ہوکرسکتا ہے۔

حضراتِ محترم! یہ crisis چلتے چلتے آپ کے شہر تک آئے اور اسلام decadent ہوگیا۔ سولہویں صدی کے بعد، سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد، مسلمان حکومت بھی loose کر گئے، علم بھی loose کر گئے، دانش وحکمت سے بھی گزر گئے۔ پسماندگی اور وہی عرب کی صفات، تقلید پر تقلید اختیار کئے ہوئے...... تو نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ تھوڑی بہت عقل والے خدا کا انکار کر جاتے تھے، قرآن پر تنقید کر جاتے تھے۔

برصغیر کی تاریخ میں انگریز نے اپنی حکمرانی میں انتہائی ذہانت کے ساتھ B.A میں کوئی اور

مضمون introduce کیا ہو یا نہ کیا ہو، ایک مضمون کو ضرور introduce کیا اور وہ فلسفہ تھا اور فلسفے کا بنیادی مقصد جو تھا وہ inquiry تھا، ایسے question اٹھانا، ایسی تنقید اٹھانا جو بنیادی dogma پر اعتراض کرے، جو بنیادی اصولوں پر اعتراض کرے اور جب مذہب ان اصولوں کا جواب نہ دے سکے تو پھر انتشار اور خیالات کی انارکی پیدا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت کے زمانے میں برصغیر میں بڑے بڑے عالمانِ دین بھی دہریہ ہو گئے۔ ترقی پسندیت ایسی تھی کہ بڑے بڑے علماء...... دہریہ ہو گئے۔ ابھی آپ دیکھئے مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے B.A کیا تو دہریہ ہو گئے اور یہ خالی اُن کی مثال نہیں تھی، اُن کے ساتھ بے شمار لوگ ایسے تھے کہ جنہوں نے یورپی علم وتفکر سے جب استفادہ کیا تو اُن کو قرآن پر اعتراض ہوئے، بہت سی باتیں اُن کی سمجھ میں نہ آئیں۔ half-studied knowledgeability کے بعد انہوں نے خدا اور رسول ﷺ اور دین پر اعتراضات کئے اور اس کے بعد پکے پکے دہریہ ہو گئے۔ وہ ایک زمانہ تھا جب ہر .B.A فلسفہ کرنے والا دہریہ تھا۔

تو حضراتِ محترم! میں نے کہا تھا کہ بات آپ کے شہر (سیالکوٹ) تک آئی، یہاں سے ایک نوجوان اٹھا، اُس نے گریجویشن بھی فلسفے میں کی، پوسٹ گریجویشن بھی فلسفے میں کی، اس کے بعد یورپ گیا، بڑی keenly اُس نے حالات وواقعات کا مطالعہ کیا، بڑا اعلیٰ درجے کا فلسفہ پڑھا۔ نیٹشے اور فشتے کو پڑھا، پروفیسر وائٹ ہیڈ کا شاگرد ہوا، Marxian thesis بھی پڑھے اور بے پناہ علم ومعرفتِ فلسفہ کے بعد جب وہ واپس پلٹا تو حضراتِ محترم! وہ پھر بھی مسلمان رہا...... یہ ایک بڑی shocking سی بات تھی برصغیر کے لئے...... اُن اُدھورے عالموں کے لئے...... اُن ناپختہ اذہانِ فلسفہ کے لیے بڑی حیرت کی بات تھی کہ ہم جو .B.A پاس کر کے، اتنے بڑے اعتراضات مرتب کر کے، ہم جو دہریے ہو گئے ہیں اور وہ پی ایچ۔ ڈی کر کے بھی مسلمان ہے۔

حضراتِ محترم! اقبال نے پہلی دفعہ ایک comparative صنف پیدا کی۔ بہت عرصے کے بعد دین کو ایک مفکر ملا، ایک مفسر ملا، جو بین الکائناتی توجیحات کے ساتھ قرآن حکیم کو explain کر سکتا تھا، ایک ایسا شخص ملا کہ جو آپ کو دوبارہ خیالات کے تقابل میں کھڑا کر سکتا تھا اور reconstruction کا مطلب بھی بالکل یہی تھا۔ Reconstruction of religious thought کا بالکل یہی مطلب تھا کہ ازسرِ نو اس اسلامی تصور کو بین الاقوامی اور شش جہاتی خیالات کے مقابلے میں کھڑا کر دیں مگر خواتین وحضرات! محترم اقبال نے جو کوشش کی تھی، جو محنت کی تھی، وہ اس لیے بے کار چلی گئی کہ باوجود اس کے کہ اُس کے خلوص نے، اُس کے ایمان نے جو چیزیں ڈھونڈیں۔ ایک تو reconstruction کا ideal ڈھونڈا، دوسرا قائدِ اعظم کو ڈھونڈ لیا۔ جس کے نتیجے میں پاکستان As a matter of committment وجود میں آیا۔ پاکستان بحیثیت ایک ملک کے وجود میں نہیں آیا، پاکستان بحیثیت ایک committment کے وجود میں آیا۔ پاکستان جب بن رہا تھا، اُس وقت معاشی reasons بھی تھیں۔ پاکستان جب بن رہا تھا احساسِ کمتری بھی مسلمانوں میں بہت تھا۔ جب پاکستان بن رہا تھا، اُس وقت services میں کمی بھی بے تحاشا موجود تھی۔ پاکستان سماجی ضروریات کے تحت بھی بن رہا تھا مگر جب بہت سارے لوگوں نے مل کر ایک

Marfat.com

مکمل committment کا نعرہ ڈھونڈنا چاہا، سماجی نعرے سے اُمت مسلمہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی، کسی مالی نعرے سے نہیں بڑھ سکتی تھی، کسی اخلاقی نعرے سے آگے نہیں بڑھ سکتی تھی تو اجماع امت کو آگے بڑھانے کے لئے جو committment کی گئی، وہ صرف ایک تھی کہ پاکستان کا مطلب کیا لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللہ...... حضراتِ محترم! پروردگار کہتا ہے کہ تم لوٹ جاؤ گے تو میں لوٹ جاؤں گا، تم پلٹ آؤ گے تو میں پلٹ آؤں گا۔ ہم اپنی committment سے پلٹ گئے، خدا ہم سے پلٹ گیا جس دن ہم اپنی committment کو لوٹ آئیں گے۔ خدا لوٹ آئے گا۔

وَاِن عُدتُّم عُدنَا (بنی اسرائیل 8:17)

حضراتِ محترم! دورِ حاضر میں اسلام کے بنیادی attack تین فلسفوں سے آئے۔ ایک secularism سے، جس کی بنیاد میں دو بنیادی major instrument تھے: democracy اور liberty اور دوسرا sciences تھیں جنہوں نے اپنے وجود سے آگے بڑھتے ہوئے moral law کو dictate کرنا شروع کر دیا اور غیر محسوس حد تک سائنسی دریافتیں رفتہ رفتہ اخلاقیات کی حدود میں تجاوز کر گئیں۔ ماڈرن فکر بنیادی طور پر sciences سے متاثر ہوا، تحقیق و جستجو میں پھر بنیادی طور پر dogma پر اعتراض ہوا اور قرآنی قوانین پر ضرب لگنی شروع ہو گئی...... وجہ اُس وقت بھی وہی تھی کہ ابھی تک دوبارہ اقبال کے بعد قرآن حکیم کو ایسی explanation نہیں ملی تھی۔ لوگ ابھی تک بارہویں، پندرہویں، اور سولہویں صدی کے مفکروں کی رو سے فخر الدین رازی اور ابنِ سینا کی رو سے انہی آیات کو explain کئے جا رہے تھے، جن کے لیے اب دورِ حاضر کی versions چاہیے تھیں، جن کو ہم نے موجودہ ماڈرن scientific standard پر پرکھنا تھا۔

حضراتِ محترم! secularism میں بھی چونکہ سب سے بڑا instrument جمہوریت تھی، جو کبھی بھی اسلامی مزاج کے مطابق نہیں رہی۔ اس کے political institution کے ساتھ religion کو کبھی کوئی اعتراض نہیں رہا۔ اس کے ووٹنگ سسٹم method of election پر کبھی اسلام کو کوئی اعتراض نہیں ہوا بلکہ اسلام نے ابتدائے حال ہی میں چار سسٹم دیئے اور چاروں سسٹم میں کوئی بھی سسٹم مسلم اُمہ کو suit کر سکتا تھا۔ پہلا system جو ثقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا، کچھ لوگوں نے اس critical situation میں ایک شخص کا جب چناؤ کیا، تو اُس کے پیچھے reason یہ رکھی کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے قریبی ساتھی تھے۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے بعینہ اسی طرح عمل کیا اور یہ سوچتے ہوئے کہ اسلام ابھی crisis سے باہر نہیں ہے، انہوں نے اپنا prerogative individually استعمال کیا اور بجائے انتخاب کے Being fully convinced that this is the only man who suits Islam. انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کا چناؤ کیا۔

حضراتِ محترم! یہ ماڈرن سوسائٹی میں بھی ہوتا ہے۔ یہ British democracy میں بھی ہوا کہ جب World War شروع ہوئی تو انھوں نے تمام وزیروں کو ہٹا کر جنگ لڑنے کے لئے Winston Churchil کو وزیراعظم مقرر کیا۔ Those who know the history of England اُن کو یہ اچھی طرح پتہ ہے کہ جب

Marfat.com

جنگِ عظیم شروع ہوئی تو یہ جانتے ہوئے کہ کوئی civilian آدمی یہاں سوٹ نہیں کرے گا۔ Queen نے یا King نے prerogative استعمال کرتے ہوئے سرونسٹن چرچل کو وزیرِاعظم مقرر کیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ جنگ جیتنے کے فوراً بعد سرونسٹن چرچل کو سیاست سے نکال دیا گیا۔ تو خواتین و حضرات! ہر قوم یہ حق رکھتی ہے کہ وہ اپنے حالات کے مطابق بہترین انتخابی صورت اختیار کرے، تو سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ابھی ارتداد کا فتنہ ختم نہیں ہوا، ابھی مدینہ محفوظ نہیں ہوا اور اسلام کو بڑے مضبوط بازوؤں کی ضرورت تھی جو کسی اور کے نہیں ہو سکتے تھے، اسی لیے جنابِ عمر فاروقؓ کا انتخاب ہوا اور تاریخ نے ہمیں بتایا ہے کہ اُن کا انتخاب بہت زیادہ درست تھا۔ اُن کا انتخاب ایسی فراستِ ابوبکرؓ کی دلیل ہے کہ آج تک تاریخ اُنکی کی گواہی دیتی آرہی ہے۔

مگر سیدنا فاروقؓ کے بعد سسٹم میں تھوڑی سی تبدیلی آئی۔ اب بھی حضرت فاروقِ اعظمؓ یہ نہیں چاہتے تھے کہ میری طرح کا انتخاب ہو، اب چونکہ اور لوگ آرہے تھے، معاملات کھل رہے تھے۔ اب situation یہ پیش آئی کہ مجلسِ مشاورت منعقد کی جائے یا جنرل consensus کیا جائے تو حضرت فاروقِ اعظمؓ نے مناسب سمجھا کہ ابتدائے حال میں لوگ ابھی اسلام میں پختہ نہیں ہوئے، اگر باقی لوگوں کو choice دی جائے تو ہوسکتا ہے کہ لوگ اپنے کسی کمزور آدمی کو آگے لے آئیں جو سارے consensus کو توڑ دے تو انہوں نے چھ کی کمیٹی بنالی۔ مگر چھ کی کمیٹی کے پیچھے یہ لازم قرار دیا کہ اصحابِ مدینہ سے یعنی رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں سے مشورہ لیا جائے، اپنے بیٹے کو جج مقرر کیا اور اُس کمیٹی میں سے زبردستی نکال دیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ حضرت عمرؓ کی مراد عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنانے کی ہے۔

چھ کی کمیٹی نے مدینہ کے گھروں میں جا کر عثمان بن عفانؓ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؑ کا انتخاب Total general consensus سے ہوا کہ بے شمار وفود جو اُس وقت ممالک روسائے اسلام سے آئے ہوئے تھے، وہ سب اکٹھے ہوئے تھے اور انھوں نے مل کر حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔ اگر اس processing کو دیکھا جائے تو چاروں خلفاء کے زمانے میں چار processes نظر آتے ہیں۔ اسلام آپ پر کسی مخصوص طرزِ عمل کو ban نہیں کرتا بلکہ وقت اور موقع کی ضرورت کے مطابق جو مناسب system آپ سمجھتے ہیں، وہ آپ اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر democracy کا صرف political پہلو ہوتا تو اسلام کو اُس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا مگر صاحبانِ محترم! democracy کا ایک اور پہلو بھی ہے جو moral نہیں ہے، یہ immoral نہیں ہے یہ amoral ہے۔ یہ نہ بد اخلاق ہے نہ بااخلاق ہے...... یہ لااخلاق ہے۔ ضرورت کیمطابق جمہوریت اپنا اخلاق متعین کرتی ہے۔

حضراتِ محترم! یہ چونکہ بہت بڑا challenge ہے جو اس وقت درپیش ہے۔ اس نقطے کو ذرا غور سے سنیں کہ generally جو لوگ ووٹ دیتے ہیں اُن کی moral پوزیشن انتخاب کی حد تک اور ہے اور قانون بنانے کی حد تک اور ہے۔ generality یا common people are never a moral people اُن کو اُس قسم کی اصولی گرفت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسے British democracy میں تین مرتبہ House of Commons نے homosexuality کا قانون پاس کر کے House of Lords کو بھیجا اور تینوں مرتبہ House of Lords

Marfat.com

نے homosexuality کا law مسترد کر دیا۔ امرد پرستی کا قانون reject کر دیا مگر تیسری مرتبہ روایت قانون یہ ہے کہ آپ اُس کو پاس کریں گے۔ تو majority جو moral نہیں ہے...... majority اُس وقت بھی Christian religion خواہ وہ Protestant ہو، خواہ وہ Roman Catholics ہوں، خواہ وہ Nestorian ہو خواہ وہ Anglican Church ہوں تمام کا تمام مذہب اس چیز کے خلاف ہے مگر تمام مذہب کے کہنے کے باوجود لوگوں نے اپنی majority will کے ساتھ homosexuality law اوپر بھیجا اور تیسری مرتبہ House of Lords نے اُسے accept کر لیا اور اس طرح اُن کے قانون کا ایک حصہ ہوا تو بہترین جمہوریت میں Morality is not the concept of general people اسی طرح امریکہ میں ہوتا ہے، اسی طرح Scandinavia میں ہوتا ہے: Man marriages with man are allowed and female marriages with female are allowed.

اصولاً مذہب democracy کے اسی ایک پہلو کے شدید خلاف ہے کہ جمہور اخلاقیات پر پابند نہیں ہوتا۔ انکا علم محدود اور جبلی شعور طاقتور ہوتا ہے۔ General common person is not literate چونکہ وہ پڑھا لکھا نہیں ہوتا۔ اُسے حُسن و قبح کی، جمالیات کی، اعلیٰ ترین اخلاقیات کی تعلیم نہیں ہوتی۔ So generally he passes the laws in favour of personal desires , wishes and physical necessities. اسی وجہ سے تمام democratics میں جہاں جہاں democracy ہے۔ وہاں وہاں moral relaxations بے حد وحساب چل رہی ہیں۔

حضراتِ محترم! ایک آخری حصہ اس بات کا رہ گیا ہے، ہر challenge کے لئے ایک response ہوتا ہے اور وہی آگے بڑھ کر Hegelian synthesis بن جاتا ہے۔ Hegel کے مطابق ہر نظریے کا ایک ردِ عمل نظریے کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ جب دونوں نظریات جنگ کرتے ہیں تو کچھ عرصے کے بعد اُس جنگ کے باوجود اُن میں مفاہمت کے انداز پیدا ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ایک synthetic نظریہ پیدا ہو جاتا ہے جو جزوی طور پر دونوں کا حامل ہوتا ہے اور وہ synthetic نظریہ کچھ عرصے بعد دوبارہ ایک نظریہ بن جاتا ہے اور پھر اسکا تواتر ہوتا ہے۔

Hegel کے نزدیک انسان ازل سے اس نظریاتی جدلیات کا شکار ہے اور عمل اور ردِ عمل کے اس فلسفے کے بعد انسان آگے اس لئے بڑھ رہا ہے، ترقی اس لیے کر رہا ہے کہ اُس کی یہ نظریاتی جنگ جو ازل سے جاری ہے، ابد تک جاری رہے گی اور نظریے کے مخالف نظریہ پیدا ہوتا رہے گا۔ اس نظریاتی جدلیات کو Karl Marx نے نظریاتی جدلیات کی بجائے مادی جدلیات کا نام دیا اور material dialectic شروع ہو گئے۔ تو There are two charges on Marx, پہلا الزام تو اُس پر یہ ہے کہ اس نے Hegelian جدلیات کو اس کے پس منظر سے ہٹا کر تمام تر مادیت پر منسلک کر دیا اور دوسرا اعتراض جو مارکس پر ہے کہ اُس نے جدلیاتی مادیت کے لئے یا مادی جدلیات کے لئے جو پس منظر چنا وہ تمام تر یورپی تھا اور جو نظریہ اُس نے build کیا، وہ تمام تر اپنے ماحول کے پس منظر میں ہی اُس نے build کیا اور ماحول سے آگے نکل کر اُس نے ایک cosmos کی طرف توجہ نہیں کی اور بین الاقوامی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا، جہاں اُس کی

Marfat.com

جدلیات کے برعکس بڑے حیرت انگیز نتائج پیدا ہو رہے تھے۔ مثال کے طور پر اگر تمام جنگ have اور have not کی، غلام و آقا کی ہو تو وہ پہلی بات یہیں بھول گیا کہ کبھی کبھی غلامی acceptance of people ہے، اُن کے فیصلے کے مطابق چُنی جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ تمام غلامی force کی جائے بلکہ جب survival کا مسئلہ ہو تو غلامی بحیثیت ایک choice کے اختیار کی جاتی ہے۔

Anthropology اور History of law بتاتے ہیں کہ ابتدائے زمانہ میں جب معاشی اور معاشرتی نظام وجود نہیں رکھتے تھے اور انسان صرف چراگاہوں کے لئے قتل و غارت کرتے تھے، ساحلوں کے لیے ایک دوسرے کا کشت و خون کرتے تھے تو اُس زمانے میں چونکہ قانونِ قصاص موجود نہیں تھا اور معاشرے ایک فردِ خاندان کا بدلہ صرف ایک فرد سے نہیں لیتے تھے بلکہ تمام خاندان سے لیتے تھے اور بہت جلد پورا معاشرہ، پورا انسان extinct ہونے لگ گیا۔ اتنا ختم ہونا شروع ہو گیا کہ کسی بڑے جانور کو مارنے کے لیے جو دو چار دس انسانوں کی طاقت چاہیے تھی، وہ بھی انسان کے پاس نہ رہی اور بعض قبائل دو دو یا تین تین انسانوں پر مشتمل تھے۔ جب یہ صورتِ حال پیش آئی تو انسان نے یہ فیصلہ کیا، کچھ بڑے بوڑھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہم کوئی ایسا قانون نہیں بنائیں گے، جس سے زندگی محفوظ ہو سکے تو ہم بحیثیت ایک نسل کے زمین سے ناپید ہو جائیں گے۔ یہ ایک thesis ہے کہ Dinosaur کی تباہی کے زمانے کے بعد انسان صرف اس لیے بچ گیا کہ وہ چھوٹا سا تھا۔ بڑے وجود کا مالک نہیں تھا۔ شاید بونوں کے سائز کا تھا، تو جب زمین پر بہت بڑے زلزلے پچاس ہزار سال تک جاری رہے، اس میں یہ ہوا کہ اس نسلِ انسان کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا میسر آ گیا، ایک جھاڑی مل گئی، اس کے ساتھ لٹک گیا اور اس طرح اس مکمل تباہی و ہلاکت کے زمانے میں جہاں بڑے بڑے وجود اللہ نے ختم کر دیئے، انسان بچ گئے مگر انسان جب بچنے کے بعد نئے دور میں داخل ہوا، جب اس کی آبادیاں بڑھیں، تو زندگی کے انہی حقوق کیلئے اس نے بے رحمانہ ایک دوسرے کا قتل کرنا شروع کر دیا۔ پھر یہ واحد وہ انسان تھا جس کو personally extinction کا خطرہ محسوس ہوا۔ اپنے فنا پذیر ہونے کا خطرہ محسوس ہوا، جیسے قرآن حکیم میں اللہ نے کہا اور جیسے میں آپ سے پہلے بھی کہہ رہا تھا کہ قرآنِ حکیم کے کسی قانون کو individually یا ایک century میں نہیں پڑھا جا سکتا۔ اس کی continuity اور validity لوکل بھی ہے اور total بھی ہے۔

قرآنِ حکیم نے ایک بات انتہائی خوبصورت اور حکیمانہ انداز میں کہی ہے، یقین جانیے کہ اتنی بڑی اور خوبصورت آیتِ قرآن ہے کہ شاید ہی اس قسم کی statement کسی دنیا کے ادب میں نظر آتی ہو۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ (البقرة 179:2)

(اے اہلِ عقل! اگر غور کرو تو ہم نے قصاص میں زندگی رکھ دی ہے۔)

یعنی قتل کے بدلے قتل میں زندگی رکھی ہے کہ اگر تم بے محابہ جانوروں کی طرح بغیر کسی خیال کے قتل و غارت میں مصروف ہو گئے تو تم ایک دوسرے کی زندگیاں ختم کر دو گے۔ اگر تم مجرم کی نشاندہی نہ کرو، اگر تم ملزم کو نہ پہچانو گے اور ایک خطا کی خاطر پوری نسلِ انسان کو قتل کرنے کے درپے ہو گے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریسؑ کے ذریعے یہ پہلا قانون نسلِ

Marfat.com

انسانی کو دیا اور Cassidin تہذیب میں جو بڑا بادشاہ تھا جسے Hammurabi کہتے ہیں۔ سب سے پہلے اس نے یہ قانون مرتب کیا۔

اَلحُرُّ بِالحُرِّ وَالعَبدُ بِالعَبدِ وَالاُنثیٰ بِالاُنثیٰ (البقرۃ 178:2)

(آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔)

کہ مرد کے بدلے مرد اور عورت کے بدلے عورت، آزاد کے بدلے آزاد، آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک...... یہ وہ قانون قصاص تھا، جس نے زندگی مرتب کی...... اب اگر دیکھا جائے تو اس وقت غلامی بھی وجود میں آئی مگر غلامی اس لئے وجود میں آئی کہ جب ایک قوم کو، ایک جزوِ انسانیت کو total elimination کا خطرہ ہوتا تھا تو اس کے پاس دو choices ہوتی تھیں۔ ایک choice یہ تھی کہ وہ تمام تر اپنی موت قبول کر لے اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ زندگی کی خاطر غلامی قبول کر لے۔ اس وقت by choice بہت سے قبائل نے طاقت ور قبائل کی غلامی قبول کی۔ پھر رفتہ رفتہ اس غلامی میں وہ ایک قوم بن گئے اور چھوٹے چھوٹے قبائل سے گزرتے ہوئے ایک بڑی قوم کی جہت تعمیر ہو گئی۔

حضراتِ محترم! اگر آپ تھوڑا سا غور کریں اور پرانے زمانے کی تہذیبات سے نکل کر اپنے Mediaeval Ages میں آئیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ thesis کہ غلام و آقا کی ہمیشہ آپس میں جنگ رہے گی اور یہ کہ غلاموں نے ہمیشہ آقاؤں کے اقتدار پر قبضہ کیا تو یہ غلط ہے۔ اسلام میں یہ واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ ایک عجیب سی بات جو اسلام میں واقع نہیں ہوئی کہ کبھی اور کہیں بھی اس میں mass revolutions نہیں آئے اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ اسلام اگرچہ heads کے بدلنے کی ایک عادت کا شکار رہا ہے تو یہ مصیبت تو آتی رہی کہ ایک شہزادہ دوسرے شہزادے کو اتار دیتا۔ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کو اتار دیتا مگر عوام الناس کی حد تک انہیں دو چیزیں ملتی تھیں۔ رزق اور انصاف...... تمام اسلامی معاشرے میں یہ دو چیزیں مہیا تھیں۔ ہارون الرشید جیسے dictator کے زمانے میں ایک common بڑھیا اس پر مقدمہ کر کے اپنی زمین لے سکتی تھی اور اس کا محل ٹیڑھا ہو جاتا........ سلطان مراد کے زمانے میں بھی جب ایک معمار کا ہاتھ کاٹنے کے عوض میں قاضی نے سلطان مراد کو قصاص کا حکم سنایا اور ہاتھ کاٹنے کی سزا دی، اگر وہ مدعی خود معاف نہ کرتا تو کبھی بھی قاضی اسے معاف نہ کرتا۔ لیکن مدعی کے معاف کرنے کے باوجود قاضی نے insist کیا کہ یہ سزا بحال رکھی جائے گی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ بادشاہ کے خوف میں آ گیا ہو۔

اگر آپ تھوڑا سا history کا مطالعہ کریں تو برصغیر کی history میں ایک خاندانِ غلاماں گزرا ہے۔ سلطان محمد غوری کے چالیس غلام تھے۔ ان کو جہلگانہ غلام کہتے ہیں اور سلطان محمد غوری سے انہوں نے حکومت چھینی نہیں۔ نہ کبھی انہوں نے سلطان محمد غوری سے بغاوت کی، نہ کبھی انہوں نے آقا و ولی نعمت کے حق میں کوئی جملۂ تکذیب کہا بلکہ سلطان نے خود ان غلاموں کو حکومتیں بخشیں۔ وہ ناصر الدین قباچہ تھا یا قطب الدین ایبک، سلطان شمس الدین التمش تھا یا سلطان غیاث الدین بلبن تھا...... بادشاہ کی نگہداشت میں جب ان کی اہلیت و صلاحیت دیکھی گئی تو سلطان عالم سلطان محمد غوری

Marfat.com

نے ان کی صلاحیتوں کی بناء پر ان کو زمین سے اٹھا کر بادشاہتوں پر بٹھایا اور یہی لوگ ہندوستان کی تاریخ میں خاندانِ غلاماں کے نام سے جانے گئے۔

حضراتِ محترم! اسلام میں یہ بات ایک دفعہ نہیں ہوئی۔ دیلمیا میں سلطان بیبرس مصر کا حکمران بنا اور وہ بھی سلطان علاؤالدین کا غلام تھا۔ تمام سلجوقیہ غلام تھے جن کے ساتھ سلطنت اسلامیہ کی ہیبت وسطوت وابستہ ہے۔ جنہوں نے خلفائے عباسیہ کے بعد خلفائے بغداد کی اطاعت میں سربلندی حاصل کی۔ جہاں جہاں سلطان رہا وہاں غلام کا institution بڑا instructive رہا۔ غلام کا institution ہمیشہ ہی ایک بڑی بلندی و مرتبہ کے رُتبہ کا حامل رہا اور جن بادشاہوں نے اور جن منصف مزاج مسلمانوں نے ان میں عزت وشوکت دیکھی اور جیسا انہوں نے ان کو پایا، ویسے treat کیا اور یہ واحد اسلام کی تاریخ عالم ہے کہ جہاں کوئی بھی معمولی سا غلام اُٹھ کر بادشاہت کا مالک ہوا۔

مگر کارل مارکس کی توجہ تاریخ کے ان حقائق تک نہیں گئی۔ Marxian فلاسفی اس وقت وجود میں آئی جب Russia میں ایک پل سے پیدل گزرنے پر ٹیکس تھا۔ اس کے واپس جانے پر دوبارہ ٹیکس تھا۔ تندور میں روٹیاں لگانے پر ٹیکس تھا اور روٹیاں نکالنے پر ٹیکس تھا۔ تو حضرات محترم! European serfdom worst exploiter of time killing everybody. وہ ایک بدترین استحصالی معاشرہ تھا اور اس قسم کا استحصالی معاشرہ مسلمانوں کی تاریخ میں کبھی بھی نہیں گزرا۔ اس لیے Marxian جدلیات کی تمام نظرا پنے یورپین ماحول پر تھی اور اسی لیے اس کے پس منظر میں اتنی تلخی آئی ہے مگر Marx کا اپنا حال یہ تھا کہ اتنا بڑا فلسفہ، خیال دینے والے کا اسلامی نظریہ پر کوئی علم نہ تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں اسے appriciate نہیں کررہا بلکہ شاید اس وقت کے یورپین مسائل کا حل Marxian ہی تھا۔ حتیٰ کہ اقبال نے اسے ایک بہت بڑا compliment دیا ہے کہ:

صاحب سرمایۂ ازنسلِ خلیل
یعنی آن پیغمبرِ بے جبرئیل

حضراتِ محترم! میرا نہیں خیال کہ اس سے بڑا کوئی compliment ہو جو اقبال نے اسے دیا مگر جہاں تک اسلام کی بات تھی۔ as a religion اس نے اسے touch نہیں کیا۔ اسلام میں ہر نظریے کے سامنے اتنی لچک ضرور موجود تھی کہ وہ Marxian فلاسفی ہو یا Secular فلاسفی ہو یا Existentialism ہو وہ ہمیشہ سے کچھ دیر تو نتیجتاً جو بھی نظریہ ہوگا اگر دوسرا نظریہ اس پر aggression میں ہے، تو کچھ دباؤ تو ضرور آئے گا۔ مگر inherently مسلمان mind اس نظریہ کی ان تمام values کو وصول کرتا ہے۔ کیونکہ already جو قرآن اور رسولؐ انہیں دے چکے تھے، اگر وہ بندوں کی وجہ سے اسے وصول نہیں ہوئی تو کم از کم بحیثیت ایک امت کے یا بحیثیت ایک سکالر کے کون مسلمان اس سے آگاہ نہیں تھا کہ Law جو fraternity equality, right of Inheritance کوئی دوسری نسل دے رہی ہے۔ For Example اگر ہم یہ کہیں کہ Marxian Philosophy was also a counterfeit copy of Islam. وہ بھی انہی معاملات اور انہی خیالات کو پیش کررہے تھے جو اسلام اس سے بہت پہلے کر چکا تھا مثلاً

Marfat.com

جب India میں اسلام آیا ہے تو اپنے ساتھ دو Basic values لایا۔ ایک تو Unitarian Faith لایا ہے۔ There was such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology was possible. ایک تو یہ تھا کہ کلی وحدانیت پر اعتماد جس کے ساتھ لَاشَرِیکَ لَہٗ ہر صورت لگتا تھا اور آج کے زمانے میں بھی جب مذہب اپنی decadance کی آخری صورت میں ہے۔ اگر آپ کسی مسلمان سے یہ پوچھ کر دیکھیں کہ خدا کتنے ہیں تو وہ کہے گا ایک...... اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی اسلامی نظریہ شاید محفوظ نہیں ہوا اور دوسری بات جو ہے کہ اسلام ایک Equality of patterns کا concept لایا تھا جو ہندوستان میں پہلے سے caste میں بنا ہوا تھا۔ چندرا موریا گپتا کے زمانے میں جوذات پات کا نظام بنایا گیا تھا، برہمن میں، کھشتری میں، ویش میں اور شودر میں اتنا مضبوط ہو چکا تھا کہ اب وہ خون کے ہر قطرے میں تھا۔ Now it was the pathology for the Indians اور جب اسلام یہاں آیا تو اسلام سے متاثر زدہ لوگ انہی دو concepts سے متاثر ہوئے: ایک تو جو اس نے fratemity اور equality کا پرچار کیا اور دوسرا jungle of gods and goddesses میں سے یعنی بے پناہ ہجوم دیوی اور دیوتاؤں میں سے اس نے خدائے واحد کا علم بلند کیا۔

حضراتِ محترم! اسلام اگر مارکس فلاسفی سے زیادہ متاثر نہیں ہوا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ مارکس کے پاس اسلام کو متاثر کرنے کیلئے کوئی چیز نہ تھی بلکہ وجہ یہ تھی کہ already ہر مسلمان کو یہ علم تھا کہ جو concept کشت وخون کے نام پر کیا جارہا تھا، جو concept military Jackboots کے نام پر دیا جارہا ہے وہ ہمیں خدا اور رسولؐ نے محبت ومروت اور عدل سے عطا کیا ہوا ہے اسی لیے کوئی مسلمان بھی ان concepts کی کبھی مخالفت کرتا نظر نہیں آئے گا۔ میں اس بچے کی بات نہیں کرتا جو اپنے باپ سے ناراض تھا اور Communist ہو گیا۔ میں اس بچے کی بات نہیں کرتا کہ جو مولویانہ تنظیمات کے خلاف تھا، جس کو ہر وقت کی چخ چخ قابلِ قبول نہیں تھی، کبھی سر ڈھانپنے کی، کبھی پائنچہ اُٹھانے کی، کبھی یہ کرنے کی، کبھی وہ کرنے کی......

ایسے بہت سے لوگ پاکستان میں کمیونزم کی طرف مائل ہوئے جو دراصل اسلام کو نہ جانتے تھے۔ مگر اسلام کے representatives کی کوتاہ نظری اور کم علمی کو ضرور جانتے تھے۔ بیشتر مسلمانوں میں جو communist ہوئے یا جو socialist temper کے مالک ہوئے، اُنکا احتجاج اسلام کے خلاف نہیں تھا بلکہ ان لوگوں کے خلاف اور ان patterns کے خلاف تھا جو غیر اسلامی تھے مگر اسلام کے نام پر پیش کیے جارہے تھے۔ حضراتِ محترم! اس کی مثال ابھی آپکو طالبان کے چار قوانین میں نظر آتی ہے۔ اگر بدقسمتی سے یہ قوانین طالبان کی وجہ سے اسلامی سمجھیں جائیں گے تو اعتراض اسلام پر آئے گا۔ For Example جب طالبان نے یہ پہلا حکم لگایا کہ کوئی ننگے سر نہ چلے تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ جس معاشرے میں اسلام شروع ہوا، قریش کے عماموں کے سوا کوئی اور لوگ سر نہیں ڈھانپا کرتے تھے۔ کپڑا تھا ہی نہیں کہ وہ سر ڈھانپتے اور یہ عمامہ اور دستار تمرّد اور سرداری کا نشان تھا اسی لیے نماز کے پورے ابواب میں بخاری اور مسلم میں اور صحاح ستہ میں اگر آپ بابِ صلوٰۃ دیکھیں گے تو اس میں سر ڈھانپنے کا کوئی ذکر نہیں ہے، قطعاً کوئی ذکر نہیں

Marfat.com

ہے۔ باقی ہر چیز کا ذکر ہوگا۔ مگر متفق علیہ ان دو کتابوں میں نماز و صلوٰۃ کے chapter میں کسی قسم کا سر ڈھانپنے کا کوئی ذکر نہیں ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب دوسرا قانون انہوں نے پاس کیا کہ عورتوں پر تعلیم بند ہوگئی تو یہ direct اس قانون کے خلاف تھا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا کہ:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ

(علم حاصل کرنا ہر مسلم مرد اور ہر مسلم عورت پر فرض ہے۔)

اب اگر اس کے برعکس کوئی مذہبی شخص عورت پر تعلیم بند کر دے گا تو کم از کم وہ اسلامی نہیں، اپنا ایک جز وقتی قانون ضرور استعمال کر رہا ہوگا۔ اسی طرح حضراتِ محترم! جب وہ یہ قانون پاس کر رہے تھے کہ عورتوں کو پردہ کرنا چاہیے تو کم از کم انہیں قرآن میں وہ آیت تو پڑھ لینی چاہیے تھی کہ اگر عورتیں بوڑھی ہو جائیں اور پردہ نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

فرض کیجئے کہ اب یہ قوانین اگر Western democracy کے پاس چلے جاتے ہیں، اگر یہ قوانین کسی غیر کی نظر میں جاتے ہیں تو بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اصلی اور original اسلام پر نظر نہیں ڈالے گا۔ اگر مسلمان اسلام کے بارے میں اتنے غافل ہیں تو غیر کو اسلام سے کیا غرض ہے؟ وہ تو صرف اس برتن کو دیکھتے ہیں جس میں اسلام پڑا ہوا ہے۔

کچھ دیر ہوئی میرے پاس ایک امریکی صاحب آئے اور انہوں نے اسلام کے بارے میں تجسس کیا۔ انھوں نے مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب میں آپکا اس لیے سن کے آیا ہوں کہ I don't find properly educated Musalman to talk with on a certain level. میں پہلے یہودی تھا۔ میں نے بڑا عرصہ یہودیت میں گزارا۔ مجھے یہودیت سے خدا نہیں ملا تو میں نے Christian بن کے وقت گزارا۔ میں کافی عرصہ Christian رہا ہوں۔ مجھے خدا نہیں ملا۔ میں اب بدھسٹ ہوں، مجھے بدھسٹ ہوئے پانچ سال ہو گئے ہیں مگر اب بھی میری بے چینی کا وہی عالم ہے۔ مجھے خدا نہیں ملا۔ تو I have heard that you are specialist in the concept of God. Can you help me. تو میں نے اس سے کہا کہ بھائی تجھے سودا چاہیے یا دکان چاہیے؟ تجھے کیا چاہیے؟ پہلے یہ decide کر لے کہ تجھے religions چاہئیں یا خدا چاہیے؟ تُو جو یہ دکانیں بار بار بدل رہا ہے، تجھے سودا نہیں مل رہا تو تُو نے اسلام کو chance کیوں نہیں دیا؟

Why did you develop a prejudice against this religion کیوں تو نے اسلام کو بھی try نہیں کیا۔ ایک بڑا مذہب تھا، بہت بڑا claimant تھا۔ اگر تو نے Judaism try کیا تھا، Christianity try کی تھی، تو نے بدھ ازم try کیا تھا۔ تو اسلام کو کیوں نہیں try کیا؟ اس نے مجھ سے کہا۔ Perhaps I made a mistake. تو میں نے کہا کہ If you have made a mistake and you are really interested in God and you did not find in any other religion, why not you try Islam, also.

میں نے بالکل اس سے نہیں کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ میں نے اس سے کہا کہ بخدا مجھے تیرے اسلام کی کوئی

Marfat.com

ضرورت نہیں بلکہ اگر تجھے کوئی Christians کی ضرورت ہے تو ہمارے پاس سے دس بیس کروڑ مسلمان لے جا، وہ خوشی سے امریکہ جانے کیلئے Christian ہو جائیں گے۔ ہمیں تو اپنے لوگوں سے جان چھڑانے کی ضرورت ہے۔ مجھے ایک انگریز کو امریکی کو مسلمان کر کے نہ تو ترقی نصیب ہوگا، نہ کوئی عزت نصیب ہوگی۔ But if you are interested in God تو میں تجھ سے دو باتیں کہہ رہا ہوں کہ Give a chance to Islam and give some acceptance to the Prophet of God, Mohammed. اگر تُو سمجھتا ہے کہ تُو خدا میں interested ہے تو خدا تو یہ کہتا ہے کہ سب میرے پیغمبر ہیں۔ اگر تُو محمد ﷺ تک آ کر رُک جاتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ علم کے خلاف اور خدا کے خلاف تیرے دل میں prejudice موجود ہے۔ Give him a try صرف ایمان مت رکھ...... قبول مت کر...... مگر ایک trial تو دے۔ حضراتِ محترم! میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ جس prejudice میں یہ گرفتار ہے، اس سے نکال کر میں اس کو سیدھے رستے پر لے جاؤں۔

After about thirty forty days انہوں نے claim کیا کہ خدا کا بھی مجھے کچھ شعور حاصل ہو گیا، کچھ حالاتِ زندگی بھی بدل گئے۔ تو مجھے کہنے لگا ?...what next اس کے آگے میرے ساتھ کیا ہوگا؟ میں نے کہا: ''کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اللہ میاں نے پچھلی انکائی تھی، انکالی۔ آگے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آگے تیری خیر و سلامتی کا دور ہے، آگے تیری learning ہے۔ جو چیز تو نے by chance لی تھی، اب by choice لے گا۔ اب شعوری کاوش کرے گا'' تو حضراتِ محترم! جب idea, idea سے ٹکرایا تو اس چیز کی value ہونی چاہیے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ باقی دنیا میں idea کو propagate کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں، container کو propagate کیا جاتا ہے۔ باقی لوگ جو ہیں وہ مارکسن فلاسفی discuss کرتے ہیں۔ جب اسلام کی باری آتی ہے تو مسلمان discuss ہوتا ہے۔ اسلام discuss نہیں ہوتا۔ The reason is very obvious. Where all other philosophers have got very well devoted best adherence. بہترین دماغ ان کی assistance کرتے ہیں۔ معاشروں کے بہترین لوگ ان خیالات کو قبول کرتے ہیں، ان کے لیے پوری پوری زندگی دیتے ہیں، جدوجہد کرتے ہیں اور ایک ابلاغی رستے پر چلتے ہیں۔ اس کے برعکس جب اسلام کی باری آتی ہے تو total failure اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ dichotomy جو یورپ نے اپنے مذہب اور دنیا میں پیدا کی تھی کہ مذہب ایک ذاتی مسئلہ ہے اور دنیا ایک اور مسئلہ ہے، رفتہ رفتہ پوری مسلمان دنیا میں سرایت کر گیا اور دین کو دنیا سے علیحدہ کر دیا گیا۔ دنیاوی علوم کو دینی علوم سے علیحدہ کر دیا گیا۔ حضراتِ محترم! یہ وہ پرابلم تھا، جو مسلمانوں نے face کیا تھا۔

If you have to meet the challenge of Marxism. اب دیکھئے مسلمانوں نے Marxism کو نہیں مارا۔ ایک نظریہ boredom اور total tensions, کی وجہ سے خود ہی اپنے آپکو exhaust کر گیا۔ وہ اپنی طاقت سے چونکہ تمام کی تمام negativity کی force پر قائم تھا۔ Basically it was born out of the crucial time, then murder and killing are ferocious اور وہ دعویٰ

Marfat.com

یہ کررہے تھے کہ تمام انسانوں کو ایک جیسے حقوق حاصل ہوں۔ philosophically ان کا دعویٰ اس لیے غلط تھا کہ ستر سال میں مارکسزم کوئی class یا سوسائٹی نہیں دے سکا، جو...... جدلیات کا نتیجہ ہونا چاہیے تھا۔ جدلیات کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر thesis کے خلاف ایک anti-thesis ہوتا ہے یعنی غلام کے خلاف آقا...... کہ جب ان کی جنگ ہوگی تو ان کے درمیان میں جو class پیدا ہوگی وہ نہ غلام ہوگی، نہ آقا ہوگی بلکہ ایک middle class ہوگی۔

مگر جب Russia ٹوٹا ہے تو اس کے ایک common worker میں اور اس کے ایک naval officer کی تنخواہوں میں بارہ سو چوہتر درجے کا فرق تھا، اور بجائے Zionist imperialism کے اس پوری حکومت کو Russian Politburo نے replace کر دیا تھا۔ Whereas the Politburo was the top most rulers of the country. ایک common آدمی میں اور Politburo میں جو differences تھے وہ لامحالہ بے پناہ تھے۔ اسلام کی تو بات ہی چھوڑ دیجئے۔ Germany Marxism میں جب اپنے چڑھاؤ پر تھی تو Christian religion نے ان کو اس بری طرح سے شکست دی کہ Ist International Congress میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ ہم مذہب کو متقابل ہو کر نہیں چھیڑیں گے۔ جرمنی میں جب کیمونزم آیا جو اس کا گھر ہے، مارکس کا گھر ہے، تو یہاں جب First International پر فیصلہ کیا گیا کہ جرمنی میں ہماری تبلیغِ جدلیات Christians Orthodoxy کی وجہ سے رک گئی ہے تو فیصلہ یہ ہوا کہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی خیال مذہبی خیالات کے متقابل جاتا ہے تو انکے پیچھے کھڑی ہوئی images میں اتنی powers ہیں کہ ہم اپنے خیالات کو ان پر مسلط نہیں کر سکتے۔

ابھی مجھے ایک Russian لڑکی ملی، تو میں نے اس کو پوچھا کہ تم لوگ Marxian زمانے میں یا Leninism کے زمانے میں کیسے رہتے تھے تو اس نے کہا ہمارے گھروں میں جو عورتیں، جو ہماری مائیں تھیں، وہ ساری کی ساری Christians تھیں۔ When we would become out we will be Communist تو ہمارے گھروں میں عورتوں نے چھوٹی چھوٹی Christ کی images بنا رکھی تھیں۔ She was a pure Russian girl اس نے کہا کہ ہم نے pure اپنی images بنا رکھی تھیں اور ہم ڈر کے مارے We only share it with very personal links کہ ہم ابھی تک Orthodox Christians ہیں and we have to do nothing with Socialism and Communism یہ وہ نفاق ہے جو کسی نظریے کو willingly accept نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور تمام اس فلاسفی میں یہ پیدا ہو جاتا ہے جس میں شدت موجود ہو، جس میں سختی موجود ہو، جو murder کو روا رکھے اور جو قتل و غارت کی بنیاد رکھے، کیونکہ عام انسان طبعاً حلیم اور امن پسند ہے، وہ اس فلسفہء خیال کو نہیں جانتا۔ اب اس کے برعکس بدقسمتی سے اسلام میں ایک اور بحران آیا۔

حضراتِ محترم! میں آپ سے چلتے چلتے ایک بات کہہ دوں کہ اسلام کو آج تک کسی کاؤنٹر فلاسفی سے کوئی ضرب نہیں پہنچی۔ اسلام کو آج تک کسی باہر کی movement نے رسوا نہیں کیا۔ آج تک کسی نظریہء خیال نے نظریہء اسلام پر دباؤ نہیں ڈالا۔ خداوند ذوالجلال والاکرام کا یہ thesis اتنا متحرک اور اتنا important ہے کہ ہر زمانے میں، ہر

Marfat.com

صدی میں نہ صرف اپنے آپکو safe کرتا رہا بلکہ ہمیشہ اپنے مخالفین کیلئے یہ باعثِ ندامت بنا۔ اس میں خیالات کی اتنی power، اتنی movement ہے، اتنی طاقت ہے......!!! خواہ اس کی mysticism ہو، خواہ اس کی شرع ہو، خواہ اس کا طریقت کا نظام ہو، اس میں اتنی power ہے، یہ سچائی کا اتنا بڑا نظام ہے کہ آج تک کسی بھی temporary فلسفے سے یہ متاثر نہ ہوا مگر:

''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''......

جب معیار اسلام گرا، جب اسلام کو جس نے بھی، جب بھی گرایا تو اس کی اس لوکل interpretation نے گرایا کہ جنہوں نے قرآن کو بین الکائناتی، آفاقی اور بین المعاشرتی سطح پر سمجھنے کے بجائے اسے اتنے لوکل انداز میں interpret کیا کہ جو خدا کا مذہب تھا، جو خدا کے رسوخ اور رسائی کا مذہب تھا، اسے اس نے نخنوں تک محدود کر دیا، اسے انہوں نے مسجدوں کے titles میں محدود کر دیا کہ یہ مسجد فلاں فرقے کی ہے اور یہ مسجد فلاں فرقے کی ہے۔ اسلام اور دورِ حاضر کا attack کسی individualism سے نہیں آیا، کسی فلسفی سے نہیں آیا۔ اسلام کا سب سے بڑا مخالف خود خدا اور رسول ﷺ نے line out کیا اور یہ تھا دجال...... دجال جو عصرِ حاضر کی تمام تر scientific inventions پر بنیاد رکھتا ہے۔

اسلام کو سب سے بڑا مسئلہ جو پیش آیا اور اب بھی پیش آرہا ہے، وہ صرف دجل کے اس فریب سے ہے جہاں انسان نے اپنی individual capacity میں Scientific pragmatism میں اپنے آپکو خدائی دینی شروع کر دی۔ جہاں انہوں نے آیاتِ قرآنی کا اس لئے بطلان کیا کہ یہ پندرہ سو برس پرانی آیات ہیں۔ یہ decadent art ہے حتیٰ کہ Russell نے کہا کہ .All gospel truth is alike کچھ نے کہا کہ مذہب صرف verbosity ہے، Hyperbollic expressions ہیں۔ تمام جدید ترین mathematicians فلاسفرز اور Pragmatic scientists نے مذہب پر سب سے بڑا یہ اعتراض کیا کہ It does not come up to the standard of the objective criticism of modern times.

حضراتِ محترم! یہ صرف اس لئے ہوا کہ اسلام میں بھی دورِ حاضر میں objective truth کا سمجھنے والا کوئی نہیں رہا۔ قرآن کو بھی اسی pattern پر جاننے والا کوئی نہیں رہا۔ وہ قرآن جو اپنی پہلی آیت میں ان تمام نظریات کو ایک مضبوط ترین challenge دے رہا تھا: ''الم ۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ'' کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں...... اگر تمہیں کوئی شک ہے، کسی سائنسدان کو کوئی شک ہے، کسی ادیب کو کوئی شک ہے، کسی عالم کو شک ہے، کسی فلاسفر کو شک ہے، یا فشتے کو شک ہے، یا برگساں کو شک ہے، نیٹشے کو شک ہے، یا ہیگل کو شک ہے، یا ہاپکنز کو شک ہے، جو cosmos کو سٹڈی کر رہا تھا، تو .why not come back to Quran بجائے اس کے کہ تم کتاب اللہ کے ساتھ ناانصافی کرو، بجائے اس کے کہ تم مسلمان کی حالت سے قرآن کو judge کرو، بجائے اس کے کہ تم خود ساختہ تعصبات کے ذریعے ایک کتاب کو Interpret کرو......

Marfat.com

میں نے آپ سے بہت پہلے عرض کیا تھا کہ خدا کو defend کرنا میرا کام نہیں ہے۔ ہر زمانے میں خدا اپنے آپکو خود defend کرتا ہے اس لئے کہ اگر ایک انسان پر اس کا defence ہوتا تو اس انسان کے گزر جانے کے بعد وہ defence loss ہو جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ علم و فراست یہ تو کہتی ہے، حضرت علیؑ کا قولِ مبارک ہے، کہ ہر عصر میں اس امت کا حصہ ہے...... اس زمانے میں مَیں بارہویں، پندرہویں صدی کی تاویلات قبول نہیں کر سکتا۔ مجھے وہ تاویل چاہیے جو موجودہ scientific دور میں مجھے موجودہ scientific parallel دیتی ہے۔ مجھے objective standard کا parallel دیتی ہے، مجھے اس سے آگے بڑھاتی ہے۔ میں اس قرآن کو چاہتا ہوں جو آج کے جدید ترین زمانے سے بھی آگے جاتا ہے۔

حضراتِ محترم! ایک بہت بڑا طعنہ دیا جاتا تھا آج کے دور میں بھی اور کچھ عرصے پہلے بھی کہ جب ہمارے ہاں کوئی سائنسی ایجادات ہوتی ہیں تو مسلمان اسے قرآن سے نکال لیتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا طعنہ دیا جاتا تھا۔ آج میں آپ کو کچھ ایسی آیات بتا رہا ہوں، کچھ ایسی باتیں بتا رہا ہوں، جو ابھی تک کسی سائنسدان نے discover نہیں کیں، جو آج کے scientific thesis کو compete کرتی ہیں، جو آج کے نظریات کے مقابل ایک بہت بڑے آفاقی نظریات کی متحمل ہیں، میں آیتِ قرآن quote کروں گا، میں اس میں کوئی لفظی تخیل نہیں کروں گا۔ اسلام تاویل سے مارا گیا، کم عقلوں کی تاویل سے...... جس کو جتنی بات سمجھ میں آئی، اتنی بات اس نے تاویل میں پیش کر دی۔ یہ نہ دیکھا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤں، شاید زمانہ اتنا آگے نہیں بڑھا، شاید انسان نے ابھی اتنی ترقی نہیں کی کہ آفاقی حقائق کی تحقیق تک پہنچ سکے۔

میں اب آپکو وہ باتیں بتانے چلا ہوں، جہاں تک ابھی انسان نہیں پہنچا...... اکیسویں صدی کا انسان نہیں پہنچا، اکیسویں صدی کا scientist نہیں پہنچا، Black Holes کا سائنسدان نہیں پہنچا، جنرل Relativity کا ماسٹر نہیں پہنچا، Quantum کا مفکر نہیں پہنچا۔

اَللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ سَبۡعَ السَّمٰوٰتِ (الطلاق 12:25)

(اللہ وہ ہے کہ جس نے سات آسمان پیدا کئے اور اُسی کی طرح کی سات زمینیں بھی)

حضراتِ محترم! اگر یہاں پر بات ختم کر دیتا تو گمان تھا کہ یہ سات زمینیں inhabited نہیں ہیں۔ لائف شاید ہماری ہی زمین پر ہے، میں narcissist ہوں، میرا وجود اپنی لذت میں گم ہے، میں وہ انسان ہوں اس کائنات میں...... میں وہ مخلوق ہوں جس کا خیال یہ ہے کہ خدا ایک دنیا بنا کر تھک گیا ہے۔ خدا نے اس کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا۔ میں اُس کو اپنی دنیا میں محدود کرتا ہوں۔ خدا کہتا ہے ایسا نہیں ہے، ایسا بالکل نہیں ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور اُسی کی طرح کی سات زمینیں...... خالی یہ بات نہیں ہے۔

وَیَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ (الطلاق 12:25)

(ان ساری زمینوں میں میرا حکم اُترتا ہے جیسے تمہاری زمین میں اترتا ہے۔)

لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (الطلاق 12:25)

Marfat.com

(تا کہ تم جان سکو کہ اللہ کتنی بڑی قدرت کا مالک ہے۔)

اتنا تو جانو کہ میری کس کس بات پر قدرت ہے۔

یہ سب سے بڑی بات ہے جو cosmos میں پروردگار نے کہی۔ سائنسدان یہ بات جاننے کی کوشش کر رہا ہے کہ There could be other life belts in the universe. سائنسدان یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہے کہ کیا ہماری زمین جیسی constellations اور بھی کہیں ہیں۔ کہیں اس آفاقِ بے پناہ میں کوئی اور سورج بھی ہے جس کے ساتھ وابستہ کوئی زمین بھی ہے۔ اُس کے خیال میں ہے کہ ہوسکتا ہے۔ بنانے والا کہتا ہے کہ نہیں...... ایک نہیں...... میں نے سات بنائی ہیں، مجھے پتہ ہے...... ان ساری زمینوں پر میرا حکم اُترتا ہے۔ ضمنی سی بات ہے کہ اگر ان سارے عالمین کا وہ رب نہ ہوتا تو محمد رسول اللہ ﷺ اسی زمین میں محدود ہو جاتے...... ایک ہی زمین کی رحمت بن جاتے۔ اسی لئے پروردگار نے جہاں جہاں زمینیں تھیں...... جہاں یہ فرمایا کہ الحمدُ للہ ربّ العلمین وہاں یہ بھی فرمایا: "وَمَا اَرسلنٰک اِلَّا رَحمَۃَ لِلعٰلَمِین" تو ظاہر ہے اُس کو تو اپنے نظام کا پتہ تھا۔ اب یہ رحمت للعالمین ایک نئی scientific exhibition دے رہے ہیں۔ مسلم کی حدیث ہے۔ دیکھئے قرآن کی وضاحت رسول اللہ ﷺ کس انداز سے کر رہے ہیں۔ مسلم کی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے، حضرتِ انسؓ کی حدیث ہے۔ دونوں اصحاب نے تواتر سے حدیث نقل کی ہے۔ باب الجنت میں یہ حدیث ہے کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو جنت میں داخل کر چکے گا تو پھر بھی جنت میں جگہ بچ جائے گی اور جنت میں ہمیشہ جگہ بچی رہے گی۔ پھر اللہ دوسرے لوگ پیدا کرے گا، پھر اُن کی آزمائش ہوگی اور فرمایا کہ میں نے عمرو بن الحیٔ کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا ہے۔

حضراتِ محترم! یہ دونوں احادیث یہ بات بتاتی ہیں کہ یہ زمین پہلی زمین ہے، نہ یہ زمین آخری زمین ہے۔ تو اتر کے ساتھ ایک بے پناہ سلسلۂ تخلیق ہے جو اس کائنات میں جاری ہے۔ شاید سات زمینوں کی صورت پر...... کب سے یہ زمینیں چلتی آرہی ہیں، کب تک یہ جائیں گی۔ حدیث رسول ﷺ ہے، ذرا غور کیجئے گا مسلم کی حدیث ہے کہ جب دوزخ مطالبہ کرے گی۔" ھَل مِن مَّزِید ......، ھَل مِن مَّزِید ......" کچھ اور لاؤ...... میرے لیے کچھ اور لاؤ...... تو پھر ایک وقت آئے گا کہ لوگ دوزخ کیلئے باقی نہ بچیں گے تو خدا اس کے اندر اپنا قدم رکھ دے گا...... تو دوزخ کہے گی: "پروردگار! میں راضی ہوئی، میرا پیٹ بھر گیا"۔ مگر جنت میں جگہ ہمیشہ خالی رہے گی۔ اب قرآنِ حکیم یہ کہتا ہے کہ یہ جنت کیا چیز ہے؟ ذرا غور کیجئے کہ galaxies کو interpret نہیں کیا جا رہا ہے۔ جنت کا ذرا حدود اربعہ دیکھئے۔ پروردگار کہتا ہے کہ جَنَّۃٍ عَرضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالاَرضُ " (یہ جنت جو ہے، اس کی چوڑائی تمہارے زمین و آسمان کے برابر ہے۔) یہ غور فرمائیے کہ آپ کا تصورِ جنت کیا ہے اور پروردگار کا تصورِ جنت کیا ہے: It is a huge most galaxy in the skies. اتنی بڑی galaxy ہے کہ اس کی چوڑائی آپکی galaxial order کی لمبائی کے برابر ہے اور آپکے galaxial order میں دو سو ارب ستارے ہیں۔ یہ بات یاد رکھیئے کہ ستارہ جو ہے وہ آپکے سورج سے اٹھارہ سو سے لیکر اٹھارہ ہزار گنا تک بڑا ہے اور جنت کی چوڑائی ان کی لمبائی کے برابر ہے...... واللہ اعلم بالصواب

Marfat.com

حضراتِ محترم! نظریات کے تقابل میں اللہ اور اُسکے رسول ﷺ نے ایک ہستی کا نام نہیں لیا بلکہ ایک زمانے کا نام لیا ہے، ایک عصر کا نام لیا ہے اور شروع سے لیکر آخر تک تمام پیغمبر اُس کی گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔ اگر آپ کو عہد نامہ عتیق پڑھنے کی کبھی فرصت ملے تو حضرتِ دانیالؑ نے اسی عصر کی گواہی دی اور حضرتِ جبرائیلِ امین سے حضرتِ دانیالؑ نے پوچھا کہ وہ وقت، وہ زمانہ کب آئے گا کہ جب خدائی کا دعویٰ کیا جائے گا، کیا اُن کی معرفت اتنی بڑھ جائے گی کہ اُس وقت انسان اپنے آپکو خدا کہے گا، جھوٹ اور فریب سے اپنے آپکو مزین کرے گا، وہ دجال کب آئے گا تو حضرتِ جبرائیلؑ نے حضرتِ دانیالؑ سے کہا کہ اے دانیال! تُو صالحین میں سے ہے، تُو نیک لوگوں میں سے ہے، تُو اُس وقت زندہ نہیں ہوگا مگر اُس کی دو علامات میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ ایک علامت تو یہ ہے کہ مملکت رُس اور بحیرہ بالٹک اور پانیوں کے گرد آباد قومیں دجال ہونگی۔ ایک نشانی تو انہوں نے یہ بتائی اور دوسری نشانی انہوں نے یہ بتائی کہ جب انسان اجرام فلکی میں دراندازی کرے گا اور تیسری نشانی یہ بتائی کہ جب اُجاڑنے والی مکروہ چیزیں نصب کی جائیں گی۔ حضراتِ محترم! اس عصر کو عصرِ دجال اس لئے کہتے ہیں کہ اب انسان خدائی کے concept سے گزر گیا ہے۔ آگے بڑھتا ہوا اب وہ تصورِ یزداں کا حریف نہیں رہا۔ بلکہ وہ یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں خدا ہوں۔

آج کا انسان پورے مذہب کو، پورے تصورِ خدا کو محض ایک فرسودہ concept کا مقام دیتا ہے۔ وہ Anthropology ہو یا Genetic engineering ہو یا کوئی بھی فزکس ہو، Cosmology ہو، Psychology ہو یا Parapsychology ہو، ان علوم کی آگہی سے آگے بڑھتا ہوا انسان تمام تر ایک ہی concept کو مضبوط کر رہا ہے کہ Perhaps there is no God. Perhaps I am the God. تو سب سے strong نظریہ جو اس وقت قرآن کے اور اللہ کے مقابل ہے، وہ نہ وجودیت ہے، نہ Marxism ہے۔ یہ وہ نظریات ہیں جو ایک صدی کے فروغ تک ہیں، ان کی ایک مدت ہے، ایک عصر ہے جیسے پروردگار نے یہ فرمایا کہ "کُلٌّ یَّجرِیْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (لقمٰن 29:31) (کہ ہر چیز چلتی ہے ایک وقتِ مقررہ تک......) تو انسان کے پیدا کردہ نظریات بھی ایک امت کی طرح ہیں اور یہ اپنے بچپن سے فروغ تک کا وقت پورا کرتے ہیں......اور پھر......کہن سالی اور بڑھاپے کا شکار ہو جاتے ہیں اور تمام تر تاریخ بھی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ بڑے بڑے نظریات، بڑے بڑے odd نظریات، بڑے بڑے عجیب وغریب تصورات انسان کے ساتھ آگے بڑھے اور پھر ایک صدی کے یا پچاس سال کے فروغ سے اپنی اجتماعی عمر پوری کر کے انسان کے سینے میں اور ذہن میں انکا وجود باقی نہ رہا۔

مگر یہ جو عصر ہے، جس کو ہم ایک اکیلا نظریہ نہیں کہہ سکتے، جس کو اللہ اور اُسکے رسول ﷺ نے دجال کہا ہے، سب سے زیادہ رسول ﷺ نے اسکو explain کیا اور اس کی qualities بتائیں اور اُس کی تخلیقات کا process بتایا اور وہ کارنامے بتائے جو دجال کرنے کے قابل ہوگا، جو اس زمانے میں ہوں گے، جو انسان کے یقین واعتماد پر سب سے زیادہ بوجھ ڈالیں گے۔ اگر اُن کارناموں پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ تمام کارنامے انسان کی علمی اور سائنسی ترقی کی بنیاد پر پیدا ہوئے ہیں۔ For Example حضرات! میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ ابھی سائنس وہاں تک نہیں پہنچی جہاں کی

Marfat.com

کی طرف قرآن و حدیث نے نشاندہی کی ہے، جیسے میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ ابھی تک ultimate progress انسان اُن سات زمینوں کی discovery تک نہیں پہنچا۔ جدید ترین سائنس کی glimpse رکھنے کے باوجود اور outer galaxy سے اشارات وصول کرنے کے باوجود ابھی تک اس مستحکم خیال تک نہیں پہنچیں کہ شاید outer galaxy میں سات زمینیں موجود ہیں۔ وہ تو سات کا لفظ استعمال نہیں کرتے مگر concept موجود ہے کہ شاید اس زمین جیسی اور زمینیں موجود ہوں۔ اور ہوسکتا ہے کہ کسی ایسی ہی زمین میں کوئی مخلوق موجود ہو۔ یہ ایک probability کی طرح سائنس میں موجود ہے۔ مگر سائنس اس حقیقت تک نہیں پہنچی جس طرف بڑے ہی یقینی انداز میں قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

اب ایک اور حدیث کی طرف آیئے، جو ایک بہت بڑی Genetic engineering کی طرف اشارہ کرتی ہے مگر ابھی تک Genetic engineering اس منزل تک نہیں پہنچی۔ توقع ہے کہ اس decade میں یا دس سال میں یقیناً Genetic engineering یہ کام کرنے کے قابل ہو جائے گی مگر اس سے پہلے میں ایک اور حدیث آپ کو بتاؤں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمین تمام چیزیں کھا لیتی ہے مگر وہ جوڑ کی ہڈی جسے "ذَنَبُ" کہتے ہیں...... یہ وہ ہڈی ہے جس سے جانور کی دم اُگتی ہے، اُس ہڈی کو زمین نہیں نگل سکتی اور اُسی سے recreation شروع ہوگی۔ حضراتِ محترم! ابھی fossils میں جو latest genetic تحقیقات ہیں کہ fossils میں، اسی مقام سے Five thousand old fossils میں سے ایک Russian ایک Scandinavian scientist نے وہ gene دریافت کر کے اُس پر ایک نئی زندگی کو build کر لیا ہے اور ان کی آخری تحقیق یہ ہے کہ جاپانی جینیٹک انجینئرنگ کے experts نے ابھی ایک thesis یہ پیش کیا ہے کہ مردہ کا gene بھی relive ہوسکتا ہے یعنی یہ آخری تحقیق جو genetics میں جاری ہے کہ ایک مردہ جانور کا یا زندگی کا یا انسان کا gene بھی relive ہوسکتا ہے۔

اب مسئلہ سنیے! بیٹی اور بیٹیوں کے پیدا کرنے کا...... ابھی ایک research ایسی completion کو پہنچ رہی ہے کہ چونکہ بیٹی اور بیٹیاں دونوں مرد کے genes میں ہوتی ہیں، ایکس (x) کروموسومز اور وائے (y) کروموسومز ہوتے ہیں تو اب یہ ہو رہا ہے کہ اگر ایک filter لگا دیا جائے اور کسی آدمی کو لڑکے کی ضرورت ہو تو ایکس (x) کروموسومز کو اگر finish کر دیا جائے تو صرف اور صرف وائے (y) کروموسومز اندر اووری (ovary) میں جا کر egg کو fertilize کریں گے اور صرف لڑکے پیدا ہوں گے۔ اگر کسی کو لڑکی چاہیے تو وہی filter جو ہے وہ وائے (y) کروموسومز کو filter کر دے گا۔ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ filter ہیں جو آگے جا کر ایکس اور وائے کروموسومز کو علیحدہ علیحدہ کر دیتے ہیں اور اس طرح انسان کے اس spermatic fluid میں صرف لڑکیاں یا لڑکے پیدا ہوں گے۔ یعنی آج سے بیس سال پہلے ایک بہت خوبصورت آرٹیکل ایک میگزین میں آیا تھا اور اُس کا عنوان یہ تھا کہ Now you can choose the sex of your baby... اب آپ اپنے بچے کا انتخاب خود کر سکتے ہو۔

حضراتِ گرامی! یہ ایک جگہ نہیں ہے، ایک مقام نہیں ہے، یہ ایک عصر ہے۔ یہ عصرِ دجال ہے۔ اس میں ہر نوعیت کی تبدیلی اور نئی ایجادات مل کر ایک بہت بڑا خود پسندی کا عنصر پیدا کر رہی ہیں جہاں انسان یہ کوشش کر رہا ہے، medical

Marfat.com

sciences یہ ultimate struggle کر رہی ہیں اور ابھی ایک non-confirmed news کے مطابق انہوں نے ایک ایسا gene بھی دریافت کر لیا ہے جو شاید دو سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ شاید یہ کل کو حیاتِ انسانی کو مزید طویل کرنے کی کوشش کرے۔ مگر ایک نئی دریافت بھی چونکا دینے والی سامنے آئی ہے کہ انسان کے کروموسومز بالکل relative ہیں۔ جس طرح relativity کائنات میں چلتی ہے اسی طرح انسان کے کروموسومز بھی thoughts کا شکار ہیں۔ اگر آپ کا خیال بدلے گا تو آپکے کروموسومز بھی بدل جائیں گے اور اُن کی پوزیشن shift ہو جائے گی۔ relativity

حضراتِ محترم! اب سائنس وہ باتیں کر رہی ہے جو خواب و خیال کی باتیں ہیں مگر سائنس کی ان باتوں کو آپ خواب و خیال نہیں کہہ سکتے۔ جب دین یا اسلام یا کوئی مذہب بھی برزخ کی بات کرتا ہے۔ تو برزخ سے مراد یہ تھی کہ ایک ایسا جہان جس میں وجود کوئی نہیں ہے۔ ہیولہ، شکل وصورت تمام موجود ہیں مگر وجود نہیں ہے۔ ایک جہان بے کیت، ایک جہان بے وزن ہے، جس میں وزن نہیں ہے مگر شکل وصورت، شباہت، حرکات سب کچھ موجود ہے۔ اب ذرا آیئے اس کی طرف جو ایک حرف آخر ہے فزکس میں...... اُس سائنسدان کی بات سنیئے کہ تمام مادی دنیا protons کی وجہ سے ہے۔ اُن کو quarks اور anti-quarks کہتے ہیں مگر جو quarks ہیں انکے مقابل اتنے anti-quarks نہیں بنتے۔ اگر برابر کے quarks اور anti-quarks ہوں تو تمام دنیا بھک سے اڑ جائے کیونکہ proton کا جو غیرِ اصلی ہے، جسے anti-proton کہتے ہیں...... اگر پروٹان اور اینٹی پروٹان ملیں گے تو مکمل تباہی ہو جائے گی...... حتیٰ کہ سائنسدان کہتا ہے کہ When you find another self of yours in anti-proton don't shake hand. اُن سے ہاتھ نہ ملا بیٹھئے گا، جونہی آپ ایک دوسرے کو touch کریں گے پوری کائنات، پورا آپکا وجود بھک سے اُڑ جائے گا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ پرانے زمانے میں ایک ہم زاد کا تصور تھا کہ انسان کے وجود میں ایک وجود ہے جس کو قابو کرنے کی خاطر پتہ نہیں کتنے مجاہدے اور کشف و ریاضتیں لوگوں نے کیں۔ اب سائنس دان یہ کہتا ہے کہ جتنا ہمارا وجود اور جہان ہے...... اس کے کاؤنٹر ایک متقابل anti-protons کا جہان ہے۔ William James نے کہا کہ میں تو اس جہان کو دیکھ رہا ہوں مگر مصیبت یہ ہے کہ جونہی ہم اُس جہان میں جائیں گے، جس کا وزن کوئی نہیں ہے جو anti-matter کی حیثیت رکھتا ہے، جونہی یہ وجود اُس وجود میں جائے گا تو دونوں جہان اُڑ جائیں گے...... اگر آپ غور کیجئے تو موت آپکو اس وجود سے نجات دیتی ہے، وہ اصل میں آپکو دوبارہ anti-protons میں convert کرتی ہے اور یہ زندگی، یہ مادی وجود کی زندگی جو ہے، اس پر جب ہم اگلا حکم لگاتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اب یہی وجودِ مادی برزخی وجود ہو گیا ہے۔

حضراتِ محترم! میں وہ حدیث آپ کو سنا رہا تھا، یہ ضمناً بات آ گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے پاس ایک شخص آئے گا، اُس سے کہے گا کہ کیا تو میرا بھائی زندہ کر سکتا ہے۔ دجال کہے گا کہ ہاں کر سکتا ہوں اور پھر وہ اُس کیلئے اُسکا بھائی زندہ کرے گا تو اصحاب رسول ﷺ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ وہی شخص ہوگا جو مر گیا تھا، فرمایا: ''نہیں، اُس کی مثال ہوگا''۔ رسول اللہ ﷺ ماڈرن genetic language میں گفتگو کر کے نہیں گئے۔

Marfat.com

But he mentioned one of the greatest probability in genetic engineering that man one day will be able to create an exact replica of human self. اُسی ایک gene سے دوسرا انسان پیدا ہوسکتا ہے۔ ویسے بھی (DNA) deoxyriboneuclic acid, double helix ہیں۔ یہ ویسے ہی ڈبل ہے اور یہ کوشش کی جارہی ہے کہ اگر ایک آدمی مر گیا تو اُسی کے gene کو exactly دوبارہ relive کیا جاسکتا ہے۔ The only problem is the psychological self کہ اگر ہم نے شکل وشباہت، قد کاٹھ، انداز، چال ڈھال میں ایک دوسرا انسان پیدا کر بھی لیا تو یہ کیسے ہوگا کہ وہ شخص وہی ہوگا......اب دیکھئے ایک عصر یہ چیز پیدا کر رہا ہے اور دوسرا اُس کے ساتھ والا علم جو ہے وہ دوسری probability show کر رہا ہے جس کو ہم Psychology کہتے ہیں۔ تو نفسیات والے ایسے memory locks دریافت کر چکے ہیں کہ اگر ایک شخص کا brain بالکل wash کر کے اُس میں جو information اُس آدمی کی ہے، وہ بھر دی جائے اور اُس کا human mind جو کہ total computerized system ہے اگر اُس کمپیوٹر کو پہلے سے خیالات سے خالی کر کے اُس میں مکمل طور پر نئی information بھر دی جائیں تو وہ آدمی اُس کے لہجے میں بھی بات کرے گا اور اُسی انداز میں بھی بات کرے گا یعنی آپ ایک extra-replica of a human being create کر لیں گے اور حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث مطلق ہے کہ وہ آدمی وہ نہیں ہوگا بلکہ اُس کی مثال ہوگا۔

نہ صرف یہاں بلکہ قرآن وحدیث سے ہمیں ایک پورے عصر سے آگاہی ملتی ہے۔ I wish کہ جب آپ عصرِ دجال کو پڑھیں، جو احادیث کے بہت سے صفحات پر بکھرا ہوا ہے تو یقیناً آپ اس زمانے میں آگے ہونے والے ہر واقعہ سے باخبر ہو جائیں مگر افسوس کی بات یہ ہے جیسے میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ سب سے بڑا المیہ جو اس وقت religion کے ساتھ وارد ہے، وہ خوف ہے۔ یہ خوف وہ ہے کہ اگر ہم سوچیں، اگر ہم غور کریں تو ہم پر کسی مکتبِ فکر کا کوئی فتویٰ نہ عائد ہو جائے، ہم سرزمینِ کفر میں نہ travel کر جائیں اور ایک سادہ سا مسلمان یہ سوچنے سے عاری ہو جاتا ہے۔ perhaps اُس کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ زمانہ اتنا متمدن، مہذب، اتنا ترقی یافتہ ہے اور ہمیں force کیا جارہا ہے، ایک decadent state of mind میں رہنے کیلئے، ایک پست فکری میں مسلسل رہنے کیلئے......

بہت سے سکول اعمال کی نوعیت پر مذہب کو استوار کر رہے ہیں۔ یہاں یہ بات اچھی طرح یاد رکھیئے گا کہ خدانخواستہ میں کسی عمل کو ناقابلِ عمل قرار نہیں دے رہا۔ اسلام میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو چھوڑ کر آدمی آگے بڑھ سکے۔ تمام چیزیں ساتھ چلتی ہیں، اکٹھی چلتی ہیں۔ علم وحکمت، عمل، سیرت، اخلاق نیت یہ سب ملکر آگے چلتے ہیں۔ اسی لئے حضراتِ محترم! میں نے آپ کو last time یہ کہا تھا کہ خالی عمل آپکو جنت میں نہیں لے کر جائے گا اور یہ حضرت ابوہریرہؓ کی اور حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمل سے کسی شخص پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ ہاں اللہ کی رحمت اُسے جنت میں لے جائیگی۔ پوچھا گیا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ بھی...... فرمایا: ''ہاں! میں بھی اللہ کی رحمت ہی کی وجہ سے جنت میں جاؤں گا''۔ تو حضراتِ محترم! لازم یہ تھا کہ وہ اللہ، وہ رسول

ﷺ جو تمام مراتب ذہنیہ اور انسانیہ کو علم پر استوار رکھتے ہیں، اگر آپ اُسی مذہب سے علم نکال دیں گے، تحقیق و جستجو نکال دیں گے، اجتہادِ فکر نکال دیں گے، خیال کی کاوش نکال دیں گے، تو آپ اس پورے زمانے میں، عصرِ دجال میں ایک متروک اور ایسے قدیمی عنصر کی طرح رہ جائیں گے، جن پر سوائے fundamentalism کے کوئی لفظ عائد نہیں ہوتا۔

حضراتِ محترم! پروردگارِ عالم نے تمام درجاتِ انسان کو علم پر مرتب کیا ہے اور ایک بڑی خوبصورت آیت میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔

نَرفَعُ دَرَجٰتٍ مَّن نَّشَآءُ وَفَوقَ كُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیمٌ (یوسف 76:12)

(ہم جس کو چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور تمام علم والوں کے اوپر ایک علم والا ہے۔)

حضراتِ محترم! ابھی کل کی بات ہے، ایک صاحب نے ایک question کیا اور میں وہ question آپ کے سامنے اپنی طرف سے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مجذوب، دیوانے یا وہ قلندر جو سرِ راہ بیٹھے ہیں، شریعت کے عمل سے خالی، جن کی تلقین اور ہدایت کا chapter بالکل خالی ہے۔ کیا وہ لوگ ہمارے لیے respectable ہیں یا وہ لوگ respectable ہیں جو خدا اور رسول ﷺ کے توسط سے ہمیں نیت اور اعمال کا علم اور تلقینِ ہدایت کرتے ہیں۔

حضراتِ محترم! توجہ کیجئے کہ ایک وہ شخص ہے جو ہوش میں بھی ہے اور شریعت سے عاری ہے اور تصوف کو claim کرتا ہے اور جو لوگ اُسے صوفی مانتے ہیں، میں یہ اُن کیلئے بات کر رہا ہوں کہ اگر خدا اور رسول ﷺ کو اپنے سسٹم کے علاوہ اپنی راہِ ہدایت کے علاوہ، اپنے اصحابِ رسول ﷺ کے سسٹم کے علاوہ اگر وہ سسٹم preferable ہوتا تو پھر خدا پر نفاق کا حکم آ جاتا کہ ایک طرف تو خدا، رسول ﷺ کے ذریعے ایک طرف کتاب و قرآن و اعمال کے فلسفے کیلئے وہ ہمیں ایک ہدایت بتا رہا ہے اور دوسری طرف وہ اپنی رحمت اُن لوگوں پر کر رہا ہے، اپنی ہدایت اُن لوگوں پر نچھاور کر رہا ہے جن کو اُن سے کوئی نسبت نہیں تو لگتا تو پھر ایسے ہی ہے کہ کہنے کو تو خدا یہ احکام دے رہا ہے مگر follow کرنے کو اُن لوگوں کو کہہ رہا ہے۔ تو یہ impossible بات ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایسی کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔ خدا کے نزدیک محترم اور معزز وہی طریقہ ہے۔ وہ اصحابِ تصوف ہوں یا اصحابِ عقل و خرد ہوں یا اصحابِ عمل ہوں، جو اللہ تعالیٰ کے پورے طرائق کو ساتھ لے کر چلتے ہوں۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُو ادخُلُوا فِی السِّلمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُم عَدُوٌّ مُّبِينٌ (البقرۃ 208:2)

(اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے اور نہ چلو شیطان کے نقشِ قدم پر۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔)

جزوی طور پر صرف خیال و دانش میں مسلمان ہونا matter نہیں کرتا۔ اعمال خیال کے تابع ہیں۔ جب آپ خیال میں ایمان رکھتے ہیں تو لازماً ذہن جس کیفیت سے possessed ہے، وہی کیفیت عمل میں بھی لائے گا۔ اگر آپ خدا کی طرف رغبت رکھتے ہیں، اگر اللہ کے حصول کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپکے اعمال بھی اُس ارادے کے مطابق ہونگے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ طبعاً، ذہناً اور اخلاقاً ایک شخص مسلمان ہو اور اعمالِ مسلمانی سے گریز کرے کیونکہ عمل ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ آپ کی توجہ کا out-come ہے۔ آپ کے motor nerves کے نتیجے میں ہے۔ آپ کے احکام ذہنی کے نتیجے میں یہ جسمانی اعمال نکلتے ہیں۔ کبھی آپ نے paralysis کے حال میں کسی شخص کی انگلی بھی ہلتی ہوئی دیکھی ہے؟ یعنی دماغ کا ایک حصہ جو احکام دیتا ہے، اگر وہ بے کار ہو جائے تو کوئی شخص اپنی انگلی بھی نہیں ہلا سکتا۔ اگر آپ کو تجربہ نہ ہو تو کسی قومہ میں پڑے ہوئے مریض کو دیکھ لیں۔ پروردگار نے ان تمام نظریات کے مقابل جو اس وقت موجود ہیں۔ ایک بہت بڑی advance اور advance Cosmology, advance Genetics, Psychology Philosophy دی۔ یہ تمام باتیں پروردگار کے قرآنِ مجید میں موجود ہیں مگر اللہ کو حسرتِ آرزو ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں یہ لفظ استعمال کیا ہے کہ 'یٰحَسرَۃً عَلَی العِبَاد' کہ اے لوگو! مجھے تم پر حسرت ہے کہ میں تو تمہیں سب کچھ دینے کیلئے تیار ہوں، میں تو تمہیں زندگی کی وسعتیں دینے کیلئے تیار ہوں، میں تو تمہیں زمین میں معزز کرنے کیلئے تیار ہوں، میں تمہیں خلافتِ ارضی اور سماوی دینے کے لئے تیار ہوں مگر تم میں سے کتنے میری طرف آتے ہیں۔ ''اَمَّن یُّجِیبُ المُضطَرَّ'' کون ہے جو اضطراب میں مضطرب کی فریاد سنتا ہے؟ کون ہے؟ خدا کہتا ہے ''وَیَکشِفُ السُّوٓءَ'' کون ہے جو برائی کی گرہیں کھولتا ہے، تمہاری مشکلات کی گرہیں کھولتا ہے اور صرف یہ ہی نہیں کرتا۔'' وَیَجعَلُکُم خُلَفَآءَ الاَرضِ ''اور زمین پر تمہیں خلافت عطا کرتا ہے۔

ءَ اِلٰـہٌ مَّعَ اللّٰہِ ط قَلِیلاً مَّا تَذَکَّرُونَ (النمل 27:26)

(کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے۔)

اللہ ہی تو ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ تم اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہو۔ تم اُس کا بہت کم دھیان کرتے ہو۔

اقبال نے comparative inferiority کے against اسلامی طاقت کا نظریہ دیا تھا۔ اُس کا نظریہ اناء، اُسکا نظریہ خودی، اس کی مسلم اُمہ سے وابستگی...... وہ صرف ایک بات آپ سے کہنا چاہتا تھا کہ بحیثیت مسلمان کے تم تنہا کچھ نہیں، اگر آپ individually exist کرنا چاہیں گے، اگر آپ اکیلے فرد کی حیثیت میں exist کرنا چاہیں گے، روایات سے کٹ کر، وطنیت کی بنیاد پر...... تو آپ قرآن سے، خدا سے، رسولؐ سے کچھ بھی حاصل نہیں کریں گے۔ اگر آپ اپنے آپکو اُمتِ واحدۂ اسلام سمجھتے ہیں، مسلم اُمہ کا ایک فرد سمجھتے ہیں تو یقین جانیے کہ آپ کا ماضی بھی شاندار ہے اور آپکا مستقبل بھی غلبے والا ہے مگر اُس کی صرف ایک شرط ہے کہ The priority of thoughts must go to God.

جب تک آپ کا کمپیوٹر پہلی priority پر مطلق decision نہیں دیتا، جب تک مسلمان خدا کو ترجیح اول قرار نہیں دیتا، وہ کبھی بھی مسلمان کہلوانے کا حقدار نہیں ہو سکتا...... خواہ وہ کلمہ پڑھے، خواہ نماز پڑھے کیونکہ پروردگار نے اعمال سے جواب طلب نہیں کرنا، پروردگار نے آپکے اُسی ذہن سے، اُسی عقل و شعور سے جواب طلب کرنا ہے جس کی وجہ سے اور جس کے وجود کی وجہ سے اُس نے تمام زمین و آسمان کی تخلیقات پر آپ کو فوقیت اور ترجیح دی ہے۔ وہ امانتِ عقل و شعور جو اُس نے آپ کو بخشی ہے، اُسی سے وہ جواب لے گا۔ وہ دنیا میں آپ سے بالکل مواخذہ نہیں کرے گا مگر جب آپ قبر میں جائیں گے تو سب سے پہلا question جو اللہ آپ سے کرے گا وہ اُسی ذہنی رسائی کا ہو گا کہ ''مَن رَّبُّکَ'' کہ آگئے

Marfat.com

آپ، وقت گزار آئے، تساہل میں، تعیش میں، تنہائی میں، اخلاص میں، محبت میں یا خیالِ خدا میں...... کس خیال سے آئے ہو۔ نہ نماز کا سوال پہلا ہوگا، نہ اعمال کا ہوگا۔ پہلا سوال اخلاصِ عقل و شعور پر ہوگا، ذہن پر ہوگا: "مَن رَّبُّکَ" "تم نے کس چیز کو خدا جانا......؟ تم نے کس چیز کو خدا سمجھا......؟ کس خیال نے تمہیں possess کیا؟ کس خیال نے تمہیں زندگی دی؟ کس خیال سے تم موت تک پہنچے؟ حضراتِ محترم! May God bless us with this one main idea being Musalman ہم اللہ کو اپنی ترجیحِ اوّل سمجھیں اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سے اس ترجیح کے چراغ کو روشن کریں اور خداوندِ کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم اُس مقام تک پہنچیں جو پروردگار نے مسلمانوں کیلئے لکھا اور رکھا کہ تم سستی نہ کرو میری یاد میں، وَلَا تَہِنُوا اور خواہ مخواہ تم اقوامِ عالم کا غم نہ کرو، اُنکی ترقیوں پر جلتے نہ رہو، اُن سے مرعوب نہ ہو جاؤ، ہر دوسرے بندے کو دیکھ کر اپنے لئے ذلت و لعنت وادبار مت ڈھونڈو بلکہ اپنے اندر سے اپنے اللہ کیلئے توکل اور محبت پیدا کرو ......اُن کو بھی اللہ نے اس لیے دیا کہ اُن کو اس دُنیا کے باہر اس نے کچھ بھی نہیں دینا تھا۔ تمہیں اس لیے دیا کہ اس دُنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی پتہ نہیں کتنی galaxies کی خلافت اُس نے تمہارے سپرد کرنی ہے تو اس چھوٹی سی زندگی کا سودا اتنی طویل عمری کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ ساٹھ ستر سال اتنے زیادہ نہیں کہ ہم لاکھوں، کروڑوں billions of years کا اس سے سودا کرلیں اور ہمیں امید ہے ان شاءاللہ تعالیٰ العزیز کہ with full confidence in God اور ایک پورے عقل و فکر اور روشنی کے ساتھ ہم اللہ کے اس قول تک ضرور پہنچیں گے۔ وَلَا تَہِنُوْ کہ سستی نہ کرنا وَلَا تَحزَنُوا اور غم نہ کرنا۔ یقین رکھو کہ تم ہی غالب ہو گے اگر اہلِ ایمان میں سے ہو گے۔ وَمَا عَلَینَا اِلاَّ البَلاغ

سوال: تیسرے سپارے میں آیت شروع ہوتی ہے۔ تِلکَ الرُّسُلُ فَضَّلنَا بَعضَہُم عَلٰی بَعضٍ اللہ تعالیٰ نے اس میں بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت کا حکم دیا ہے یا یہ فرمایا ہے کہ میں نے انبیاء کے درجے بنائے ہیں۔

جواب: جب یونس بن متیٰ کا ذکر ہو رہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرے بھائی یونس بن متیٰ پر فضیلت نہ دو...... اسی طرح فرمایا کہ مجھے عیسیٰ پر فضیلت مت دو تو اصل بات یہ ہے کہ یہ تقابل کی اجازت نہیں دیتا، یہ تعظیم کی اجازت دیتا ہے۔

تقابل میں اور درجاتِ پیغمبر گننے میں تناقص ہے کہ کس وقت کس پیغمبر نے غلطی کی تو جب یہ کہا جائے کہ حضرت یونس بن متیٰ نے غلطی کی ہے تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی یونسؑ پر مجھے فضیلت مت دو۔ اگر میں اُس کی جگہ ہوتا تو شاید اس سے بڑی غلطی کرتا۔ اسی طرح حضرتِ موسیٰ کے باب میں فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ موسیٰ نے عجلت کی...... میں ہوتا تو شاید میں بھی صبر نہ کر پاتا۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ظرفِ پیغمبرِ عالی ہے...... سرکارِ رسالت مآب کی بزرگی اس سے بڑی اور کیا ہو گی کہ اُن titles کے مالک ہیں جو اور کسی کے نہیں ہیں۔ مقامِ محمود پر وہ متمکن ہیں، کوئی اور نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک ہی مقام ہے، مقامِ وسیلہ...... میرے لیے دعا کرو...... مجھے اُمید ہے کہ اللہ مجھے ہی اُس مقام پر متمکن فرمائے گا۔ آپ ﷺ مقامِ وسیلہ والے ہیں اور حدیث یہ واضح کرتی ہے کہ قیامت کے دن صرف اور صرف واحد مقامِ شفاعت حضور ﷺ کے نصیب میں آئے گا اور تمام پیغمبر اپنی معمولی اجتہادی کوتاہیوں کی وجہ سے خدا

Marfat.com

کے حضور جانے سے کچھ شرمندگی محسوس کریں گے اور اُس مقامِ شفاعت پر صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ ہی متمکن ہونگے۔

یہ عالی ظرفی پیغمبر ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو بھی اپنے پیغمبر کے اُسوہ پر چلتے ہوئے عالی ظرف ہی ہونا چاہیے، بجائے اس کے کہ تنقیصِ پیغمبراں کا شکار ہوں۔ ہمیں یہ چاہیے کہ ہم اس برادری کے خلاف کم از کم کسی بھی قسم کے تعصبات کم وبیش نہ رکھیں اور ہم تمام محترم پیغمبروں کی محبت کے شائق ہوں، اسی لئے وہ آیتِ قرآنِ کریم اگر کسی کو شبہ ہو تو ضرور پڑھ لیں۔

سُبحَانَ رَبِّکَ رَبِّ العِزۃِ عَمَّا یَصِفُون ۔ وَسَلامٌ عَلَی المُرسَلِین (الصفت 37:180-181)

سوال: اسلام میں اولی الامر کون ہوگا؟ اس کا تعین کون کرے گا اور سب کیلئے کیسے قابلِ قبول ہوگا؟

جواب: حضراتِ محترم! بات یہ ہے کہ اولی الامر کے معنوں میں بہت فساد ہوا اور امت اس مسئلے میں بہت انتشار کا شکار ہوگئی مگر آپ نے ایک بات دیکھی ہوگی کہ جب کسی زمانے میں...... اس میں صرف دو بڑے طبقات میں اپنے آپ کو محدود رکھوں گا...... جب بھی کوئی بڑا مسئلہ امت کو پیش آیا تو "اولی الامر منکم" کا بڑا آسانی سے تعین ہوگیا۔ جب انگریز کی حکومتِ متعلقہ قائم تھی تو سوڈان میں محمد بن عبداللہ نے علمِ جہاد بلند کیا، یہ کٹر سُنی تھے۔ اُس زمانے میں افغانستان میں ایک بہت بڑے عالم اثناعشری تھے، آپ سب اُن کا نام جانتے ہیں: سید جمال الدین افغانی...... اب سیدنا جمال الدین افغانی کے پاس وہ طاقت نہیں تھی کہ وہ ایک متفقہ enemy کے خلاف جدوجہد کرسکتے۔ تو سیدنا جمال الدین افغانی نے ایک خط لکھا محمد ابن عبداللہ کو اور اُس میں اُن سے درخواست کی کہ آپ مہدی کا لقب اختیار کرلیں تو مہدی سوڈانی نے جواب میں لکھا کہ آپ کمال کے آدمی ہو کہ ایک تو آپ اثناعشری ہو، مجتہدِ زمانہ کے مقام پر ہو اور کہتے ہو کہ میں مہدی کا لقب اختیار کرلوں، تم کو پتہ ہے اچھی طرح کہ میں مہدی نہیں ہوں تو آپ مجھ سے کیسے کہہ رہے ہو کہ میں مہدی کا لقب اختیار کروں۔ مجھے بھی پتہ ہے کہ میں مہدی نہیں ہوسکتا، آپ کو بھی پتہ ہے کہ میں مہدی نہیں ہوں تو پھر مجھے کیوں کہہ رہے ہو کہ یہ title اختیار کرو۔ سیدنا جمال الدین افغانی نے اُسے جواب دیا کہ اے ابنِ عبداللہ! میں تو تم پر بڑی نوازش کررہا ہوں کہ میں تمہیں اپنی طرف سے اتنا اچھا title اختیار کرنے کو اُکسا رہا ہوں۔ خدا کی قسم اگر انگریز کو نکالنے کیلئے کتا بھی بننا پڑے تو میں اُس کیلئے بھی تیار ہوں۔

جب بھی کوئی مسئلہ آیا۔ جب کوئی بہت بڑا مسئلہ آیا اور دونوں طرف سے، بڑے طبقاتِ خیال سے صحیح العقیدہ مسلمان اٹھے، جن لوگوں کو یہ خیال تھا کہ ہم نے کسی مسئلے کا متفق علیہ حل ڈھونڈنا ہے تو بخدا اُن میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا۔ یہ اُس نیت کی وجہ سے ہوا کہ اگر کوئی شخص خدا کیلئے sincere ہے...... ان دونوں حضرات کی top reality صرف اللہ تھی اور اُس کا رسول ﷺ اور قرآن تھا۔

میں آپ سے عرض کروں کہ محبتوں کی تفضیل میں انسان جدا ہوسکتے ہیں۔ ذرا آپ اپنی زندگیوں میں غور کرو کہ آپکو اپنا بھائی اچھا نہیں لگتا، دوست اچھا لگتا ہے۔ بھائیوں کو یہ گلہ ہے کہ دوست اچھے لگتے ہیں، بھائی اچھے نہیں لگتے۔ حضراتِ محترم! تفضیل پر تو میں کسی کا گریبان نوچنے کا نہیں کہ آپ کو یہ اچھا کیوں نہیں لگتا اور یہ کیوں کم اچھا لگتا ہے مگر

Marfat.com

جب بھی priority پر ذکر ہوگا تو اُمتِ مسلمہ میں کوئی بھی اختلاف ''اولی الامر منکم'' پر نہیں ہوگا۔ مگر یہاں ایک جملہ قابلِ غور ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمام جماعتیں جو religion کا عَلم لیکر اٹھتی ہیں، وہ ایک جملہ ضرور quote کرتی ہیں اور وہ جملہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے قرآن میں کہ "فَرِیقٌ مِنھُم" کہ تم میں سے ایک فریق وہ ہے جو ہمیشہ حق وراستی وعدل کی روایت پر قائم رہے گا۔ حضراتِ محترم! وہ "فَرِیقٌ مِنھُم" کو ملا کر پڑھتے ہیں۔ یہ غور نہیں کرتے کہ ''منہم'' سے مراد ''تم میں ہی سے''..... اور اگر آپ لوگ کسی کو قبول کرنے سے انکار کر دیں گے تو "فَرِیقٌ مِنھُم" کیسے ہو سکتا ہے۔

اگر ایک مذہبی جماعت اٹھتی ہے اور یہ claim کرتی ہے کہ ہم وہ فریق ہیں تو اصولاً چاہیے کہ آپ بھی اُس سے کہیں کہ وہ آپ میں سے ہیں مگر جب اجماع امت اُس فریق کو یہ کہتی ہے کہ آپ ہم میں سے نہیں ہیں تو وہ "فَرِیقٌ مِنھُم" کی اصل تک نہیں جاتے۔ "فَرِیقٌ مِنھُم" وہی ہوگا، جس پر امت اجماع کرے گی، جس پہ اجماع امت اتفاق کرے گا، خواہ وہ قائدِ اعظم ہو، خواہ وہ علامہ اقبال ہو..... وہ بندہ نہیں ہو سکتا جو ایک odd religious attitudes یا جماعت یا organization بنا کر بیٹھا ہوا ہے اس لیے کہ اس پر اللہ کا دوسرا قانون لاگو ہے کہ "اِنَّ الَّذِینَ فَرَّقُوا دِینَھُم" جن لوگوں نے اپنے دین میں فرق کیا یعنی اس کا بہتر، اس کا بدتر، اس کا اچھا، اس کا بُرا..... یہ آیت دین کے اندر لاگو ہے، دین کے باہر لاگو نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کر لیا۔ ''وَکَانُو شِیَعاً لَّستَ مِنھُم فِی شَیءٍ'' (الانعام 159:6) اور گروہ بن گئے۔ اے پیغمبر! تو اُن میں سے نہیں ہے جو گروہ بن گئے اور انہوں نے اپنے اپنے گروہ کو علامت سے علیحدہ کر لیا، posture سے علیحدہ کر لیا، طریقے سے علیحدہ کر لیا۔ اے پیغمبر! تو ان میں سے نہیں ہے۔ تو معاذ اللہ، استغفر اللہ میں تو کم از کم کسی ایسے گروہ میں جانے کیلئے تیار نہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ کی شرکت ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اگر آپ کو یہ جاننا ہو کہ کونسا اسلام صحیح ہے تو بڑا ہی سادہ طریقہ ہے۔

یہ امت ایک دریا کی طرح چلی..... اس کی روانی سیلاب کی طرح تھی۔ پھر چھوٹی چھوٹی نہریں علیحدہ ہوتی گئیں۔ مگر نہروں کے علیحدہ ہونے سے امت کو فرق نہیں پڑا۔ اب بھی اگر آپ غور کریں تو امتِ مسلمہ وہی جانی جاتی ہے جو bulk میں ہے۔ وہی کمزور ہے، وہی بے نماز ہیں، وہی بے عمل ہیں، وہی اپنی کوتاہیوں پر شرمندہ ہیں، وہی گنہگار ہیں اور آپ نے وہ حدیث تو سنی ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب ایک صحابی نے کہا کہ ہم گناہ نہیں کریں گے تو غضب سے حضور ﷺ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ فرمایا: ''خدا کی قسم اگر تم ایسا کرو گے تو پروردگار تمہیں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دے گا، پھر ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور توبہ کریں گے اور اللہ اُن کی توبہ قبول کرنے میں زیادہ خوشی محسوس کرے گا۔'' حضراتِ محترم! میرے نزدیک کوئی اور امت نہیں ہے، وہی امت ہے جو bulk میں اس وقت موجود ہے، وہ جو one billion مسلمان ہیں..... رائے کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ مزاج کی وجہ سے رائے کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ کبھی کبھی علمی تشخص جدا ہو سکتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بُرا چاہے گا۔ کبھی بھی یہ نہیں ہوا کہ ایک مسلمان اپنے آپ کو دوسرے مسلمان سے خارج کرے گا۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ امتِ مسلمہ سے چھوٹے چھوٹے گروہ علیحدہ ہو کر کبھی امت نہیں بنتے اور اسی لیے اسلام گروہِ انشقاق وافتراق کے خلاف ہے۔ تو جنابِ والا! ''اولی الامر منکم'' تو

Marfat.com

وہی ہوگا جسے امت مسلمہ in total قبول کرے گی......

حضرات محترم! ہوسکتا ہے کہ یہ سوال مہدی تک پہنچ جائے کہ آخر مہدی کونسا ہوگا؟ کس کیلئے قابلِ قبول ہوگا؟ اگر ایران میں پیدا ہوا تو اس کو پاکستانی نہیں مانیں گے۔ پاکستان کے مہدی کو سعودی عرب نہیں مانے گا اور سعودی عرب کے مہدی کو لیبیا والا نہیں مانے گا تو لامحالہ مہدی کیلئے تو total acceptance ضروری ہے، تو یہ کہاں سے ہوگا؟ کون ہوگا؟ حضرات محترم! یہ میرا ذاتی نظریہ ہے، اس کو آپ اسلامی نظریہ نہ سمجھئے گا۔ یہ ذاتی نظریہ ہے اور اس پر اعتراض وتنقید کا آپ حق رکھتے ہیں۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ مہدی ایک total war کے بعد بچے کھچے مسلمانوں پر وارد ہوگا۔ میرا خیال یہ ہے کہ جب total disaster آئے گی، بہت بڑی جنگ، تو اُس میں بیشتر ممالک جو ہیں وہ ختم ہو جائیں گے۔ If you are looking for a third or fourth world war تو اُس میں ایک total annihilation کے بعد بہت تھوڑے لوگ بچ جائیں گے۔ اُن تھوڑے لوگوں میں سے تھوڑے مسلمان بھی ہوں گے۔ اُن کو بالکل بھی شبہ نہیں ہوگا کہ مہدی کون ہوگا، قطعاً کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ میری تو یہ رائے ہے کہ اُس وقت اولی الامر کو پہچاننا سب سے آسان ہوگا......

سوال: عورت کی نصف گواہی مرد کے مقابلے میں مقرر کرنے کی کیا حکمت ہے؟ کیا یہ حق حوا کی بیٹی سے غیر مساویانہ سلوک نہیں ہے؟

جواب: حضراتِ محترم! بات یہ ہے کہ مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے، آپ عورت کی گواہی پوری سمجھ لیں مگر پچھتانا آپ کو پڑے گا، مجھے نہیں...... حضرات! عورت کی اور کونسی چیز پوری ہے کہ اُس کی گواہی پوری گنی جاتی؟؟؟ اب اگر آپ غور کریں تو یہ جو مساویانہ طرزِ عمل ہے، یہ آپ ٹوٹل عورت کے 05. عنصر پر لگا رہے ہیں۔ وہ عورت جو اس وقت perhaps آپ کو مغربی یورپ میں نظر آرہی ہے، وہ عورت جو میڈیکل سائنسز acquire کر رہی ہے، انجینئرنگ میں ہے، law میں ہے، آپ دور مت جائیے، اپنے ملک میں ہی اُسی عورت کا جائزہ لے لیجئے، جس کو آپ مساویانہ حقوق کا مالک سمجھتے ہیں۔

مساوی اور غیر مساوی میں تقسیم کرنے کی بجائے ایک بہت intelligent عورت نے مجھ پہ ایک بڑا خوفناک وار کیا۔ perhaps you are ready to argue with me تو اُس نے مجھ سے کہا: پروفیسر صاحب آپ کے نزدیک مرد بہتر ہے یا عورت بہتر ہے؟ کون بڑا ہے؟ کون بدتر ہے؟ تو مجھے قرآن کی وہ آیت آتی تھی۔ ''وَلِلرِّ جَالِ عَلَیهِنَّ دَرَجَةٌ'' کہ ہم نے مرد کو عورت پر درجہ دیا مگر مجھے پتہ تھا کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہونا۔ اس نے argue کرنا ہے، اس لیے میں نے اس کو تھوڑا سا different جواب دیا۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ خاتون محترم! میرا خیال یہ ہے کہ اگر مرد عورت کے بارے میں وہ کرے جو اللہ نے اُس کو حکم دیا ہے عورت کے بارے میں اور اگر عورت مرد کے ساتھ وہ سلوک رکھے جو اللہ نے اُسے حکم دیا ہے مرد کے بارے میں، تو کوئی جھگڑا کبھی پیدا نہیں ہوتا، نہ یہ clash آتا ہے کہ بڑا کون ہے، چھوٹا کون ہے، نہ تشخص کی جنگ آتی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ آج کے معاشرے میں مرد عورت کے بارے میں وہ نہیں کر رہا جو اللہ نے اُسے کہا ہے اور عورت مرد کے حقوق میں وہ نہیں کر رہی جو اللہ نے اُسے دیا ہے۔ اگر کسی عورت کو آپ یہ

Marfat.com

حدیث سُنا دیں کہ پروردگار کی یہ حدیث ہے کہ جس عورت کو مرد بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے تو تمام رات ملائکہ اُس پر لعنت کرتے ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ کتنی عورتیں اس حدیث کو مانیں گی؟؟؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت ہے کہ ایک عورت اُن کے پاس آئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پلکیں منڈوانے والی اور بال لگوانے والی مردود ہیں۔ حضراتِ محترم! ماڈرن زمانہ ہے، آپ سمجھا سکتے ہو تو سمجھا لو...... مگر یہ حدیث ہے کہ پلکیں منڈانے والی اور بال لگوانے والی مردود ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ایک انصاری صحابیہ نے کہا: عبداللہ بن مسعودؓ سنا ہے تم ہمیں مردود ہونے کا فتویٰ دیتے ہو۔ تو کہاں یہ قرآن میں لکھا ہے...... آپ دیکھتے ہونگے کہ ابھی بھی کوئی بات خلافِ مرضی ہو جائے تو عورت سب سے پہلے یہی جملہ بولتی ہے کہ کہاں قرآن میں لکھا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے افعال کی اُن کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے۔ فوراً پوچھتی ہیں کہ کہاں قرآن میں لکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: ہاں یہ قرآن میں لکھا ہے اور قرآن میں لکھا ہے کہ رسول ﷺ جو چیز دیں اُسے لے لو اور جس چیز کے چھوڑنے کا حکم دیں اُسے چھوڑ دو...... تو حضراتِ محترم! نصف گواہی کی اصل وجہ عورت کا constitutional self ہے basically اُس کا locale، اُس کی حدود، اُس کی sentimental conditions اُس کی psychology، اُس کے possessive attitudes، اُس کی memory، اُس کا denial، اُس کی acceptance ہے۔

اگر آپ نے تھوڑا سا کسی عورت کا مطالعہ کیا ہو، تو سب سے نمایاں بات جو آپکو گھروں میں نظر آتی ہے، وہ یہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتائی کہ اگر ساری عمر بھی ایک عورت کے ساتھ آپ شفقت کا رویہ رکھیں تو ایک ذرا سی بات پر وہ کہتی ہے کہ تم نے ساری عمر مجھے ذلیل و رسوا رکھا۔ میرا خیال ہے اسکا تجربہ تو ہر گھر میں ہے تو حضراتِ محترم! قرآن یہ کہتا ہے کہ اتنی جلدی ایک total decision اور پوری زندگی کے decision کو رد کر دینے والی، ساری عمر کی مرد کی شفقتوں کو ignore کر دینے والی، ایک لمحہ جذبات میں سنگل گواہی کے قابل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اُسی جذبے میں جس میں وہ گواہی اثبات میں دے رہی ہے اُس گواہی میں اگلے دن وہ انکار کر دے کہ میں نے تو نہیں کہا تھا۔ اُس کی sympathetic conditions ایسی ہیں کہ کسی بھی sentiment کے تحت آ کر، ایک بچے کے معاملے میں، ایک بھائی کے معاملے میں، ایک بزرگ کے معاملے میں، ایک سہیلی کے معاملے میں وہ justice کو ترک کر سکتی ہے۔ Because of her possessive instinct and sentimental conditions اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ بھول نہ جائے تو بھول جانے کا مقصد یہ ہے کہ deliberately بھول نہ جائے۔ جانتے بوجھتے ہوئے نہ بھول جائے۔

میں آپ کو اپنی زندگی سے اس کی ایک مثال دے سکتا ہوں and this is very interesting incident in my life. My sister was a professor in Philosophy. She is double M.A. My elder sister who was double M.A. ایک دفعہ جب میں اپنے گھر میں داخل ہوا تو مجھے کھڑی یہ کہہ رہی تھی کہ اس کھڑکی سے ذرا سونگھ کر دیکھئے کہ خوشبو آ رہی ہے۔ میں نے کہا: ''نہیں مجھے تو کوئی خوشبو نہیں

آرہی" تو مجھے کہنے لگی: "آرہی ہے۔" امی آپ دیکھیں۔ تو My mother was very simple lady,
God bless her in grave, she just smelled اور کہا کہ ہاں آرہی ہے...... تو یہ ہے ایک مرد کی گواہی
...... آپ یقین جانیے کہ میں بڑا حیران ہوا...... مجھے ایک مرد بُلانا پڑا اور میں نے اپنے کزن کو بلایا، میں نے کہا یار سونگھ تو سہی، میں پاگل ہوں یا یہ پاگل ہو گئے ہیں۔ تو اُس نے کہا: "بھائی جان! کوئی نہیں آرہی۔" تو اصل بات یہ ہے کہ Psychologically they are very possessive and they can change in any mood or intention...

تم نے کیوں اتنی High scientific education حاصل کی ہیں۔ If you believe the same which a woman in the streets believes. تو میں آپ کو کس لحاظ سے پڑھا لکھا سمجھوں گا۔ مگر بعض cases میں ایک عورت کی گواہی فائنل ہے۔ یہ اُس صورت میں ہے کہ جب مردِ عادل گواہ مہیا نہ ہو مگر آجکل مردوں کی گواہی عورتوں سے بھی بدتر ہے۔ آج کے زمانے کی بات میں نہیں کرتا کیونکہ زمانہ اب مرد اور عورت کی تفریق چھوڑ گیا ہے۔ سچی بات آپکو بتاؤں...... جس چیز کیلئے مرد بنا تھا، اب وہ مردوں میں نہیں ہے، اچھے decisions نہیں ہیں، استحکام نہیں ہے، عدل نہیں ہے، صبر نہیں ہے۔ مرد فیصلے صبر سے کرتا ہے...... اب مردوں میں فیصلہ اور صبر ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب Genetically speaking species علیحدہ ہیں مگر اعضائے مردانہ لگ جانے سے کوئی مرد نہیں ہوتا اور اعضائے نسوانی سے کوئی عورت نہیں بنتی۔ صفاتِ مردانہ کچھ اور ہیں، صفاتِ زنانہ کچھ اور ہیں۔

میں ہزاروں مردوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ عورتوں کی guidance کے بغیر حرکت ہی نہیں کر سکتے۔ معاف کیجئے گا میں اُن کی گھریلو زندگیوں میں تلخی نہیں پیدا کرنا چاہتا مگر میرا یہ حق ہے پوچھنے کا کہ Have you given up the right of being a man. Have you accepted the women as a man. کیونکہ دونوں طرف bi-sexuals ہیں۔ عورت بھی bi-sexual ہے، مرد بھی bi-sexual کسی وقت بھی transference ہو سکتی ہے۔ اس لئے آج کے زمانے میں...... یہ میں نہیں کہتا لیکن یقینی بات ہے کہ جس زمانے میں مرد کا یہ concept اور عورت کا یہ concept تھا۔ If he is a male, certainly he has a stronger memory, stronger decision, stronger sense of justice. اور آج کے زمانے کی بات کر رہا ہوں کہ Still the woman is the same possessive psychotic depressions, hallucination ویسے ہی ہیں۔

سوال: ایک قوم علم نجوم میں بہت آگے بڑھ گئی تھی۔ جب جبرئیلؑ نے اُس قوم کے آدمیوں سے پوچھا کہ بتاؤ جبرئیلؑ اس وقت کہاں ہونگے تو اُس نے اپنا حساب لگانے کے بعد کہا کہ جبرئیل آسمانوں پر نہیں۔ یا تم ہو یا میں اور اُس قوم کو تباہ کر دیا گیا۔ آگے دو نتائج سوالوں میں خود ہی نکالے گئے ہیں کہ اس قوم کو تباہ کیا گیا اور دوسرا کہ کیا وہ بہت زیادہ ترقی یافتہ ہو گئے تھے؟ کیا اللہ کو یہ تھا کہ وہ میرے راز جان جائیں گے یا ان کے پاس زیادہ علم آ گیا تھا؟

جواب: حضراتِ محترم! یہ واقعہ اسرائیلیات میں سے ہے جس کی کوئی تصدیق نہیں ہے مگر یہ قوم جس کو تباہ کیا گیا یہ بابل و نینوا کی تہذیب تھی۔ Assyria and Babylonia کی تہذیب تھی۔ ان میں حضرتِ ادریسؑ بن شیث بن نوحؑ نے جنم لیا۔ حضورِ گرامی مرتبتؐ سے جب علمِ نجوم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ نے یہ علم اپنے ایک پیغمبر کو دیا تھا پھر جس کی لکیریں اُن کی طرح ہو جائیں، وہ ٹھیک ہے اور پھر جو اُن سے غیر مناسبت رکھیں گے، وہ محض ڈھکوسلہ ہے۔ حضرتِ ادریسؑ کو یہ علم عطا کیا گیا تھا۔ حضرتِ ادریسؑ نے ہی یہ علم اپنی قوم کو بھی سکھایا۔ بابل اور نینوا میں اسی کی وجہ سے ترقی ہوئی۔۔۔ This is astrology not astronomy....

وہ astrology میں اتنی زیادہ ترقی کر چکے تھے کہ Solar eclipses اور Lunar eclipses کی صحیح تاریخیں تک جانتے تھے۔ یہ Hanging gardens of Babylonia والی نسل ہے اور یہ بے انتہا ترقی یافتہ ہو گئے تھے۔ انہی میں ہاروت و ماروت کو اُتارا گیا۔ جب یہ علمی طور پر اتنے ترقی یافتہ تھے تو ان کے faith میں rift آنا شروع ہو گئی۔ لوگوں نے بھی دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی۔ ہاروت و ماروت کا وقت تھا اور یہ لوگ سحر میں بہت آگے تھے اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا اُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ (البقرة 102:2)

(اور جو اتارا گیا دو فرشتوں پر شہرِ بابل میں جن کے نام ہاروت اور ماروت تھے۔)

یعنی ہم نے بابل پر ہاروت و ماروت کو اس لیے نہیں اُتارا تھا کہ وہ لوگوں کو سحر سکھائیں بلکہ اس سے پہلے خداوندِ کریم کہتے ہیں:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (البقرة 102:2)

(سلیمان نے کفر نہیں کیا، شیاطین کافر تھے اور لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔)

اس کے بعد پھر پروردگار کہتا ہے کہ میں نے ہاروت و ماروت کو سحر سکھانے کے لیے نہیں بھیجا تھا۔ میں نے ہاروت و ماروت کو ان لوگوں کی آزمائش کے لئے بھیجا تھا کہ دیکھتا یہ ہوں کہ یہ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں یا لغویاتِ سحر پر متوجہ ہوتے ہیں۔ جب ہاروت و ماروت اس قوم میں آئے تو اُن کو سحر کا علم تھا۔ وہ صرف ایک بات ہر آدمی کو کہتے تھے۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُولَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (البقرة 102:2)

(اور نہ سکھاتے تھے وہ دونوں کسی کو جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں، ان پر عمل کر کے کفر مت کرنا۔)

کہ اگر تم ہم سے سحر سیکھو گے تو کفر کا ارتکاب کرو گے مگر ان لوگوں نے بلکہ پروردگار یہ کہتا ہے کہ اُس وقت کے ساحروں نے اُس وقت کی قوم نے سحر کو قبول کیا اور خدائے واحد پر یقین کو چھوڑ دیا۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ (البقرة 102:2)

اور وہ لوگوں کو سکھاتے کیا تھے......؟؟؟ جو آجکل جاری ہے...... آپکے معاشرے میں، آپ کے محلوں میں، جگہ جگہ، گلی کوچے، وہ کام...... جو قومِ بابل میں تھا، وہی کام جو ہاروت و ماروت سکھاتے تھے، بالکل ویسے ہی، وہی کام ہر گلی کوچے میں جاری ہے کہ میاں بیوی میں فرق کیسے ڈالنا ہے۔ تعویذ...... حب، تعویذِ بغض، بیوی قابو کرنی ہے۔ دوشیزہ کو قبضے میں لانا

Marfat.com

ہے۔ بڑا تعویذ، چھوٹا تعویذ بڑے بڑے عامل جہاں بیٹھے ہوئے ہیں...... یہ تمام اُسی سحر کی کارگزاری ہے۔

سحر خیال پر اثر کرتا ہے۔ اس کی مختصر ترین definition یہ ہے: Recurrent aggression of thoughts کہ ایک ہی خیال بار بار انسانی ذہن کو گرفت میں لے لیتا ہے اور اس گرفت کی وجہ سے اُس کا vision بھی بدل جاتا ہے۔ یہ دو چیزیں سحر میں ہوتی ہیں۔ ایک تو خیال کسی مخصوص گرفت میں آ جاتا ہے اور اُسکا اثر vision پر چلا جاتا ہے۔ Psychology میں اسے neurosis اور psychosis کا نام دیا گیا ہے۔ پہلے زمانے میں اسے کیفیتِ سحر کا نام دیا گیا تھا اور پروردگار یہ کہتا ہے کہ سحر بذاتِ خود کچھ اثر نہیں رکھتا۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ

(اور وہ سیکھتے ہیں ایسی چیز جو ضرر رساں ہے ان کے لئے اور نہیں نفع پہنچا سکتی۔)

یعنی تم وہ چیز کیوں سیکھتے ہو جس کا ضرر ہے فائدہ نہیں ہے۔ یہ قوم سحر و ساحری میں اتنی آگے بڑھ گئی کہ انہوں نے تمام معقولات کو ستاروں کے ساتھ وابستہ کیا۔ یہ علم میں ترقی یافتہ ہونے کے باوجود پستیٔ علم کو بڑھ گئے۔ آج بھی اگر ایک آدمی علم سیکھنا چاہے تو Astronomy کی بجائے Astrology کو چلا جائے گا تو ایک قسم کی جہالت کا شکار ہو جائے گا۔

باقی رہا پروردگار کا علم تو اللہ کے رسول نے اُس کی مثال دی ہے۔ اگر تمام سمندر میں ایک شخص انگلی ڈبوئے تو جو اُس کی انگلی پر پانی لگتا ہے، ہماری مثال اللہ کے علم کے سامنے اور پوری دنیا کے علم کی مثال اللہ کے علم کے سامنے اُس قطرۂ آب کی سی ہے، جو انگشت پر ایک پورے دریا میں ڈبونے سے لگ جاتا ہے۔ Nobody has ever crossed the knowledge of God, nobody ever can think of God. اس لیے پروردگار کا حکم ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (الحدید 3:57)

سوال: آپ نے in the begining of Islam ایک دو گروپوں کا ذکر کیا ہے۔ جس میں سے ایک معتزلہ ہے، مرجیہ ہے وغیرہ وغیرہ لیکن آپ نے ہندوازم، بدھ ازم، عیسائیت اور یہودیت کی بات نہیں کی کہ ان سے بھی اسلام کو خطرہ ہے۔ آپ نے کہا کہ تشخص کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے تھوڑا سا اختلاف تو ہو سکتا ہے بہر حال امت ایک جسدِ واحد ہے۔ میں ذاتی طور پر feel کرتا ہوں کہ ہمارے اندر جو انتشار ہے جو ہم فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اس انتشار کی وجہ سے ہمارے لئے دوسرے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا بہت مشکل کام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں کے علماء آپس میں لڑتے ہیں۔ ہم کس کو بتائیں گے کہ ہم کس کے پیچھے جائیں؟

جواب: جنابِ محترم! میں آپ کا شکر گزار ہوں کیونکہ موضوع بہت بڑا تھا مگر میرا خیال یہ ہے کہ میں نے سب سے پہلے تقابلِ ادیان کے موضوع کو چھوا تھا اور اُس میں میں نے عرض کیا تھا کہ literally speaking ہمارا کسی مذہب سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر کچھ مذہب کے لوگ out of prejudices ہمیں سمجھ نہیں پا رہے یا ہمارے بارے میں کم تعلیم ہیں تو اُس میں اُن کے ابلاغ کی کمی ہے۔ which is not our fault ایک پادری نے Mediaeval Agés میں مسلمانوں کے بارے میں ایک جملہ اپنی کتاب میں لکھا کہ Muslims worship a god whose

Marfat.com

name is mohet آپ اندازہ کیجئے کہ وہ ایک تو proper نام اسمِ گرامی محمد ﷺ بھی نہیں جانتا تھا اور دوسرا ان کا یہ concept کہ مسلمان ایک دیوتا کی پرستش کرتے ہیں، جس کا نام مہیت ہے۔

میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ Christians سے، Judaism سے Buddhism سے as for as we have got nothing to act against them میں نے عرض کیا تھا کہ یہ ایک تسلسلِ ادیان ہے، نہ ہم حضرتِ موسیٰؑ کے خلاف ہیں، نہ دینِ موسوی کے نہ حضرتِ عیسیٰ کے نہ عیسوی کے...... The accomplishment is our religion اب آپ دیکھئے کہ جس شخص نے ایک آخری کتاب جو دین پر لکھی ہے، وہ بڑی خوبصورت کتاب ہے، اُس کتاب کا نام History of God ہے اور History of God کا مصنف جو History of religion ٹریس کرتا ہے اور آخر میں ایک بات کہتا ہے، چونکہ میں اصلی حریف کو point out کر رہا تھا جس کو پورے کمپلکس کو، قرآن وحدیث کی روشنی میں میں نے دجال کا نام دیا تو History of God کا مصنف اپنے آخری chapter کے آخری جملوں میں کہتا ہے کہ The God has to be a democrate. He has to accept all these faults which exist in human beings for example lesbianism, homosexuality etc. اور اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو عصرِ حاضر کا انسان خدا کو باہر نکال پھینکے گا They don't need him

اصل بات یہ ہے کہ اب Christianity میں واپس جانے کا کوئی concept نہیں ہے۔ اسی طرح Judaism اپنی اصلی original self کو نہیں پلٹ سکتا اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ thematic sense میں original sense وہ exist ہی نہیں کرتے۔ آج تک کسی یہودی کی زبان سے Judaism کی بناء پر آپ اسلام پر حملہ نہیں دیکھیں گے یا کوئی Christian ایسا نہیں کر سکتا۔ I do not agree with Dr. Ahmed Dedat وہ خواہ مخواہ بائبل اور قرآن کی آیات کو متقابل کرتے رہتے ہیں۔ It is not needed جب ہزاروں Christian scholars خود ہی کہہ رہے ہیں۔ Even the Pope said کہ یہ بائبل صحیح نہیں ہے تو اُس کو میں کیا کہوں گا کہ وہ غلط ہے۔ even in the comparative studies جیسے "قرآن، بائبل اور سائنس" کے مصنف نے اغلاطِ بائبل پر پورا ایک chapter لکھا ہے اور وہ قرآن کو justify قرار دیتا ہے اور بائبل کو غلط قرار دیتا ہے۔

ہمارا یہ job نہیں ہے کیونکہ میں نے آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ تمام دین ایک تسلسل ہے۔ اگر کسی نے دین کو ابہام کا شکار کیا یا اُسکو غلط رُخ دیا تو It is their fault not ours. Only acceptable message of God is the Quran. تو آجکل کا فتنہ شاید تقابلِ ادیان نہیں مگر تقابلِ خیالات ضرور ہے اور سب سے بڑا powerful خیال جو میرے نزدیک آج کی دنیا میں exist کرتا ہے، وہ scientific attitudes ہیں، وہ scientific pragmatism ہے، وہ دورِ حاضر کی ایجادات اور انسان کی وہ خود پسندی ہے، جس کے بارے میں علامہ اقبال نے بڑے ہی خوبصورت تین شعر کہے تھے:

Marfat.com

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا

اگر کم از کم وہ انسان نفع وضرر کا فیصلہ نہیں کر سکا تو میں اور آپ تو کر سکتے ہیں۔

سوال: واقعہء کربلا میں لوگوں کی اکثریت حضرت امام حسینؑ کے ساتھ نہیں تھی بلکہ دوسری طرف تھی۔ کیا یہ حضرت امام حسینؑ کی توہین نہیں تھی کہ اولی الامر کے ہوتے ہوئے لوگوں نے یزید کا ساتھ دیا تو پھر اولی الامر کون تھا؟؟؟

جواب: جی نہیں! کربلا میں اکثریت دوسری طرف نہیں تھی۔ In fact a few paid soldiers cannot be a majority بلکہ حضرت حنظلہؓ کو حضرت ابوبکرؓ ملنے گئے تو پوچھا: ''حنظلہ! کیا حال ہے''؟ تو کہا کہ حنظلہ منافق ہو گیا۔ ابوبکر نے کہا: ''سبحان اللہ! حنظلہ کیا بات کہہ رہے ہو تم، تم تو صحابیٔ رسول ﷺ ہو''۔ کہا: ''جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتا ہوں، ہمارے دل و دماغ اتنے صاف ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں دوزخ اور جنت سے ڈراتے ہیں اور ہمارے دل خدا کے ساتھ کتنے مشغول ہوتے ہیں۔ پھر ہم اُن سے جدا ہوتے ہیں، ہم دنیا میں، بیوی بچوں میں مال و اسباب میں ڈوب جاتے ہیں تو ہمیں خدا کا خیال نہیں رہتا۔ بخدا حنظلہ نفاق میں چلا گیا ہے''۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ حنظلہ میرا بھی یہی حال ہے۔ آؤ! رسول اللہ ﷺ کے پاس چلیں۔ وہ دونوں مل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور حضور ﷺ نے پوچھا کہ حنظلہ کیا حال ہے۔ فرمایا: ''حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے''۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرا بھی کوئی ایسا ہی حال ہے۔ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں، تو ہم سب سے زیادہ خدا اور رسولؐ میں ڈوب جاتے ہیں۔ جب آپ سے دور ہوتے ہیں۔ تو دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! ایک سانس دنیا کے ساتھ...... ایک اللہ کے ساتھ......

سب سے بڑی حدیث حضرت معاذ بن جبلؓ کی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہم لوگ محفوظ تھے۔ اب رسول اللہ ﷺ چلے گئے ہیں تو اصحاب رسول ﷺ کو سب سے زیادہ ڈر نفاق سے ہے۔ دل کے تقسیم ہونے سے ہے۔'' تو حضراتِ محترم! ''یہ اُولی الامرِ مِنکم'' میں حضرت حسینؑ کی کہیں توہین نہیں ہوئی، ایک mastodon power ایک بکتر بند قوت نے ایک معصوم نہتے کو شہید کر دیا۔ میں تو آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہمیں بجائے اس کے دیکھنا تو یہ ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ وہ اُولی الامر کس طرح ٹھہرتا ہے؟ کس بات پر ٹھہرتا ہے؟ تو حسینؑ کا کیا یہی کمال ہے کہ وہ شہید ہو گئے؟؟؟ کیا اس سے پہلے دنیا و کائنات پر ہیروز نہیں گزرے......؟؟؟ کیا Heraclius o f Greece نہیں تھا جس نے چودہ دن تک صرف ایک چھوٹے سے محاذ پر پوری آرمی کو روکے رکھا۔ وہ لڑ کر مر گیا مگر اُس نے پورے

Marfat.com

سپارٹا کو بچا لیا، کیا آپ کے خیال میں Hannibal شہید نہیں ہوا، جو زندگی بھر روما کی طاقت کے خلاف لڑتا رہا اور اپنے آپ کو اُس نے مظلومیت کے حوالے سے بھی اُن کے حوالے نہیں کیا اور زہر پھانک لیا۔

کیا دنیا میں ہیرو نہیں گزرے؟؟؟ آخر حسینؑ کی کوئی حیثیت ہوگی!!! کوئی بات ہوگی!!! کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر Heraclius کا بیٹا اُس کے ساتھ ہوتا، اُس کی بیوی اُس کے ساتھ ہوتی یا اگر Hannibal کی اولاد کو سامنے رکھ کر وہ قتل کرتے تو وہ ایسا ہی حوصلہ دکھاتا؟؟؟ پروردگار نے ایک حکم رکھا تھا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ (البقرة 156:2)

بلاشبہ ہم انسان کو آزمائیں گے خوف سے، بھوک سے، مال و دولت کے نقصان سے اور اُنکے پھلوں کو چھین لیں گے۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ (البقرة 156:2)

جنابِ والا! یہ امتحان علیحدہ علیحدہ اُترتے ہیں...... ایک آدمی مال ہی کا نقصان نہیں برداشت کر سکتا، ایک بیٹے کا نہیں کرتا، ایک ماں باپ کا نہیں کر سکتا، ایک ذرا سے خوف پر جان دیتا ہے اور پھر اُن کی location بہت بڑی ہوتی ہے۔ ساری زندگی میں ''بشیءٍ'' تھوڑا تھوڑا...... مگر اُس شخص کو دیکھئے جس پر دس دنوں میں سارے عذاب اکٹھے گزر گئے۔ وہ ''اُولی الامر'' نہیں ہوگا تو پھر کون ہوگا؟ مگر یہ بھی تو غور کیجئے کہ ان سارے عذابوں میں ایک لمحہ اُس کے وجود کے ذرّے کا بھی نہیں ہلا۔

آپ نے اُس کی تقریر سنی......؟ وہ دیوانہ نہیں نظر آتا۔ وہ مجنون نہیں ہے۔ وہ ثابت و سالم ہے۔ اُس کے لہجے میں وہی تقویت ہے جو پہلے تھی۔ اتنے بڑے آلام و مصائب سے گزر کر، جس کے بیٹے کو اُس کی بانہوں میں چھینا جاتا ہے، جس کی عورتوں کی عصمت خطرے میں ہے، جس کے بھائی، بچے اُس کی نظر کے سامنے مر رہے ہیں۔ آپ نے پورے اس عرصے میں حسینؑ کے ذہن پر کوئی اثر دیکھا......؟؟؟ آپ نے دیکھا کہ وہ کتنا مطمئن ہے...... وہ کتنا سینہ تان کر کھڑا ہے اور جب وہ مر رہا ہے تو پوری اُمت کو priority بتا رہا ہے...... ظہر کی نمازِ خوف قضا نہیں کرنا چاہتا۔ ادا کر کے نکلنا چاہتا ہے، وہ یہ تو نہیں جانتا کہ دشمن کتنا ہے۔ میرا کتنا بڑا نقصان ہو گیا...... اس سے بڑا ''اولی الامر'' کون ہوگا جو اپنی موت کے وقت بھی اپنی top priority کو maintain کر رہا ہے اور آپ کے لئے lesson چھوڑ رہا ہے......

اب حضراتِ محترم! اگر میں اُس کا معتقد ہوں، اگر آپ اُس کے معتقد ہیں تو اولی الامر سے ہم نے سیکھا کیا؟ کیا ہم نے وہ priority اٹھالی جو انہوں نے پیش کی؟ کیا وہ مرتے وقت اور کچھ نہیں کر سکتا تھا؟؟؟ وہ دو چار کافروں کو بھی جہنم رسید کر سکتا تھا۔ مگر اُس نے تو اپنے آخری وقت میں ظہر کو خالی نہیں جانے دیا۔ صلوٰۃِ خوف پڑھ کر دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ یہ بتا رہا تھا کہ مجھ پر کسی چیز کا اثر نہیں ہے۔ میں اپنے اللہ کے ساتھ ہوں اور اُسی کی priority maintain کر رہا ہوں۔

حضرتِ والا! اولی الامر میں اتنی تو صفت ہونی چاہیے۔ کوئی اپنی top priority کی adjustability بھی تو قائم ہو۔ ہم تو اُسی کو مانیں گے......

سوال: حضرت امام حسینؑ کے بعد لوگوں نے جیسے امام زین العابدینؑ اور اہلِ بیت کے ساتھ اس وقت حسنِ سلوک نہ کیا اس کی کیا وجہ تھی......؟

Marfat.com

جواب: نہیں صاحب! یہ اس وقت بھی نہیں ہوا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں...... کہ حضرت امام زین العابدینؒ حج کر رہے تھے۔ اُس دوران ہشام ابن عبدالملک بھی حج کے لئے آیا ہوا تھا۔ اُس کو دھکے بہت پڑ رہے تھے۔ وہ کھڑا دیکھ رہا تھا کہ ایک نوجوان ایسا ہے کہ جدھر آگے بڑھتا ہے، لوگ چھٹ جاتے ہیں اور اس کو رستہ دیتے ہیں۔ تو اُس نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ امام زین العابدینؒ ہیں تو اُس نے بڑی حسرت سے کہا: ''حکومت تو یہ کرتے ہیں۔ ہم جبر واستبداد سے حکمران ہیں۔ حکومت تو ان کی ہے''۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل اُن کے ساتھ نہیں تھے البتہ عمرو بن سعد کو ''رے'' کی گورنری کا لالچ تھا۔ یہ عمرو بن سعد آپ کو پتہ ہے کہ کس کا بیٹا ہے؟؟؟ سعد بن ابی وقاصؓ کا...... آپ کو پتہ ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کون ہے؟ یہ خالی رشتہ دار نہیں، یہ اسلام کے سب سے پہلے مجاہد ہیں۔ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ترکش آگے رکھا اور ان کیلئے پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ سعد! مار ان کافروں کو...... میرے ماں باپ تجھ پہ قربان......!!! یہ وہ تھے...... اب دیکھئے ایسی بلندی، ایسی پستی!!! priority کا فرق ہے ناں۔ وہ اللہ کو بڑا مانتے تھے اور وہ ''رے'' کی گورنری کو بڑا سمجھتے تھے۔

سوال: ہم بحیثیت مسلمان تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآنِ پاک سے پہلے نازل ہوئیں پر یقین رکھتے ہیں اور یہ ایمان کا ایک حصہ ہے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام یہودیت اور عیسائیت ہی کا continuation ہے۔ اب سوال ایک تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح قرآنِ پاک کی حفاظت کا خود اللہ نے ذمہ لیا ہے اور اُس کے کسی کلمے کو وہ کہتا ہے کہ اللہ اپنے کلمات کو تبدیل نہیں کرتا۔ تو اس سے پہلے جو کتابیں اُتریں اور ہمیں یہ بھی ہدایت ہوئی کہ ہم ان پر ایمان رکھیں گے۔ تو ہم کیسے یقین رکھتے ہیں کہ وہ تبدیل ہوں گی اور اسی پر دوسرا سوال یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں پر جو کتاب اُتری تھی زبور اور اُس کے بعد عیسائیت پر اُتری، بائبل یا انجیل۔ ابھی ہم بائبل کو دیکھتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ تمام پرانی کتابوں کو لیکر چلتی ہے کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ continuation ہے۔ وہ اپنے پہلے تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں تو وہ عہد نامہ قدیم کو عہد نامہ جدید کے ساتھ لیکر چلتے ہیں۔ تو جب ہم اُن کتابوں پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلمات تبدیل نہیں کرتا تو کیوں نہیں ہم اُن تمام کتابوں کو بھی اپنے ساتھ لیکر چلتے۔ ہم صرف قرآن ہی کو کیوں اپنائے ہوئے ہیں؟

جواب: کیا آپ نے قرآن شریف پڑھا......؟ اگر پڑھا ہو تو آپکو پتہ لگے گا کہ قرآنِ حکیم میں تمام کتابوں کے صحیح علم کو جستہ جستہ بیان کیا گیا ہے۔ Ten Commandments جو توریت میں دی گئیں، اب وہ تورایت میں اصلی صورت میں نہیں ملیں گی۔ مگر قرآنِ حکیم میں وہ اصلی صورت میں ملیں گی۔

وَاِذْ اَخَذْ مِیثَاقَ بَنِی اِسْرَآئِیلَ لَاتَعْبُدُونَ اِلَّا اللہَ

(اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔)

وَبِالْوَالِدَینِ اِحْسَانًا

(اور ماں باپ پر احسان کرو۔)

Marfat.com

وَذِی الْقُرْبیٰ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ

(اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کا خیال کرو۔)

وَقُولُو لِلنَّاسِ حُسناً

(اور لوگوں سے اخلاق کی بات کرو۔)

وَاَقِیمُو الصَّلٰوۃَ وَاٰتُو الزَّکٰوۃَ (البقرۃ 83:2)

(اور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو۔)

اسی طرح جو شریعت حضرت عیسیٰ لائے، وہی شریعت continue کر رہی تھی۔ حضرت عیسیٰ نے نیت اور عمل پر احتجاج record کیا کیونکہ فلسطینی یہودی جو بہت بڑے بڑے عالم تھے مگر وہ سارے کے سارے custom collector تھے اور اپنے اندر تمام گناہ رکھتے ہوئے لوگوں کو نصیحت کرتے تھے جیسے آج کل ہمارے بہت سے علماء کا حال ہے۔

حضرتِ عیسیٰ نے نیات کے علم کو فروغ دیا۔ اُسی شریعت کو سامنے رکھ کر انہوں نے اس میں intentions کی ammendments کیں جب سب سے پہلے ایک یہودی عورت Mary Magdalene کو سنگسار کیا جا رہا تھا تو حضرتِ عیسیٰ وہاں پہنچے اور انہوں نے کہا کہ اس عورت کو پہلا پتھر وہ مارے جس نے خود زنا نہ کیا ہو، یہ سن کر سب لوگ بھاگ گئے۔ وہ سب لوگ بھاگ کیوں گئے؟ اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ کی reputation اس وقت یہ تھی:

وَاُنَبِّئُکُم بِمَا تَاکُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِی بُیُوتِکُم (العمران 49:3)

(میں بتا سکتا ہوں کہ تم گھروں میں کیا کھاتے ہو اور کیا چھپاتے ہو۔)

اب لوگوں کو پتہ تھا کہ حضرت عیسیٰ یہ بتا سکتے ہیں، اس لیے یہ سارے بھاگ گئے۔

اسی طرح انہوں نے یہ قانون دیا کہ ہمسائے کی بیوی کو بُری نظر سے دیکھنا سنگسار کے قابل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ توکل پر انہوں نے یوحنا کو جب درس دیا۔ جب یوحنا چل رہے تھے...... حضرت عیسیٰ کے ساتھ ساتھ تو انہوں نے پوچھا: ''یوحنا تیری پوٹلی میں کیا ہے''؟ فرمایا: ''نبی اللہ دو روٹیاں ہیں''۔ فرمایا: ''کس لئے''؟ کہا: ''نبی اللہ! ایک آج کیلئے اور ایک کل کیلئے''۔ تو فرمایا: ''اے یوحنا! تم نے توکل میں ہمیں پرندوں سے بھی نیچے گرا دیا۔ کبھی کسی پرندے کے گھر میں بھی دو وقت کی روٹی دیکھی ہے''۔ تو تمام تر ایک بڑی extremity کو پوری کی پوری انجیل جا رہی ہے۔ وہی قانون جو آج سارے Christians میں موجود ہے کہ اگر تمہیں کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو اُسے دوسرا پیش کر دو۔ اگر آپ اس قانون کی اصل پر غور کریں تو اصل وہی ہے کہ تم ظاہری لبادہءِ عبودیت میں پھرتے ہو۔ تم جو عبادات پر بڑا تکیہ کرتے ہو۔ اگر اس کے پیچھے تمہاری human intentions نہیں ہیں تو تم سے بڑا گنہگار کوئی نہیں۔

قرآنِ حکیم بھی اسی عیسوی intention کو لیکر اور اُسی شریعتِ موسوی کو لیکر ایک توازن قائم کرتا ہے اور نیت اور عمل دونوں کی یکجائیت کی تلقین کرتا ہے، اسی لئے امام بخاری نے جب حدیثِ بخاری مرتب کی تو اسی اصول کے پیشِ نظر باب الایمان کی پہلی حدیث quote کی، وہ یہ تھی کہ:

Marfat.com

اِنَّمَا الاَعمَالُ باالنِّیات

قرآن نغمۂ سلیمان بھی quote کرتا ہے، واقعاتِ داؤدی بھی quote کرتا ہے، اس کے علاوہ حکیم لقمان بھی quote کرتا ہے اور اُن تمام پیغمبروں کو بھی quote کرتا ہے جن سے اُس وقت کی Arabian سوسائٹی آشنا تھی مگر جن کتابوں کی حفاظت کا اللہ نے ذمہ نہیں لیا۔ اُن کتابوں پر ہم تصدیق کا لفظ نہیں رکھ سکتے۔ پروردگار نے خود کہا کہ مجھے ان لوگوں سے دو گلے ہیں، ایک گلہ یہ ہے کہ ان کے علماء بھی اپنے امراء کو خوش کرنے کیلئے کتابوں میں تحریف کر رہے ہیں جیسے اُس کی مثال میں نے آپ کو دی تھی کہ 'حِطَّۃٌ' کی جگہ 'حنطۃ'......

اب پروردگار یہ کہتا ہے کہ اب یہ کتابیں میری طرف سے بحیثیت authority quote نہیں ہوتیں کیونکہ اگر آپ آدھی کتاب سچائی کے طور پر quote کریں گے تو جو باقی آدھی ہے جن میں خرابی ہے نقص ہے یا کمی بیشی ہے، وہ بھی کوئی نہ کوئی quote کر جائے گا اور جب آپ وہ پڑھیں گے اور یہ پڑھیں گے تو دونوں کو ملا کر سچائی جو ہے وہ چھپ جائے گی۔ اسی لئے اللہ نے کہا: الزام دیا اُن کو جو اس وقت بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کہ:

ثُمَّ یُحَرِّ فُونَهٗ مِن م بَعدِ مَا عَقَلُوهُ وَ هُم یَعلَمُونَ (البقرۃ 75:2)

کہ عقل رکھنے کے باوجود تم نے میری کتابوں میں تحریف کی۔ اب میں اس کو تم پر نہیں چھوڑوں گا۔ میں اس کو مسلمانوں پر بھی نہیں چھوڑوں گا:

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّ کرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُونَ (الحجر 9:15)

(ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے، اب اس کی حفاظت ہم خود کریں گے۔)

اب دیکھئے اُس کی حفاظت کا طریقہ کیا ہے؟ بڑا عجیب و غریب طریقہ ہے کہ حضرتِ عثمانؓ کے زمانے میں قرآن کے مرتب شدہ دو صحائف تھے۔ ایک Ottoman Empire کے پاس رہا۔ ایک Topkapi Museum Turkey میں محفوظ ہے۔ دوسرا تاشقند میں Russia کے پاس ہے۔ تو پروردگار نے ایک گواہ اپنا رکھا، ایک کافر کا......

آج کے زمانے میں بھی اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ قرآن کا لفظ، ایک فقرہ، ایک حرف بدل گیا ہے۔ اگر اس کو Topkapi کے نسخے پر اعتبار نہیں تو تاشقند کا نسخہ دیکھ لیں۔ یہ اُس کی حفاظت کا طریقہ تھا۔ وجہ یہ تھی...... عموماً آپ نے دیکھا ہوگا کہ اگر رسول آتے رہتے تو adjustment ہو سکتی تھی۔ ایک رسول کی بات دوسرا رسول آ کر کہہ سکتا تھا کہ یہاں غلطی ہوگئی، سچائی یہ ہے مگر چونکہ یہ واضح طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ یہ پیغمبر انبیاء کو ختم کرنیوالا ہے۔ اب غیب کی خبر نہیں آئے گی۔ اب کسی پر جبرئیل نہیں آئے گا۔ اب وحی کا سلسلہ موقوف ہے اس لئے اب آپ کو اشاراتِ غیبیہ کی زبان نہیں ملے گی۔ میں اس لئے اس کتاب کو فائنل کر رہا ہوں کہ ابدالآباد تک میری تصدیق کے لئے یہ کتاب صحیح سلامت موجود رہے۔ اس میں کسی کوتاہی و خامی کا وجود نہ رہے اس لئے اس کی حفاظت میں خود کر رہا ہوں۔

" اَلحمدُ للهِ رَبِّ العٰلَمِین " اس سے بہتر کس کی بات صحیح ہے......؟؟ کہ حقیقت یہ ہے کہ پندرہ سو برس سے کوئی کتاب سلامت نہیں رہی، سوائے قرآن کے...... کسی کا ٹیکسٹ و متن محفوظ نہیں سوائے قرآن کے...... تفریط و

Marfat.com

تحریف سے کوئی محفوظ نہیں سوائے قرآن کے......اگر آپ اُن کتابوں کو دیکھیں تو اُن کا رُتبہ ہماری حدیث سے بھی نیچے ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کلام فرمایا تو حواریوں نے سُنا، یوحنا نے سُنا، مرقس نے، لوقا نے، برناباس نے سُنا۔ سننے کے بعد انہوں نے اسے فوری carry نہیں کیا بلکہ ستر سال کے بعد سینٹ پال نے خطوط کے ذریعے ان سے letters منگوائے اور seventy years after the versions of Christ was related to them in letters. اور سینٹ پال کے بارے میں، میں اپنی رائے نہیں دوں گا بلکہ میں نیٹشے کی رائے quote کروں گا جس نے بڑی سخت ناقص رائے دی ہے اور اُس نے کہا کہ سینٹ پال ایک بد باطن اور بد بخت یہودی تھا جو Christianity میں صرف اس لئے داخل ہوا کہ بائبل کی تحریف کر سکے۔ This is a Christian word. God knows better..... "وَاللہُ اَعلَم بِا لصَّوَاب" ہم تو کسی کے بزرگ کو بھی بُرا نہیں کہتے، یہ بھی ہمیں اللہ کا حکم ہے۔ بزرگ تو چھوڑو......ہم تو کسی کے بت کو بھی بُرا نہیں کہتے کہ پروردگار نے کہا کہ اگر کسی کے بتوں کو بُرا کہو گے، کسی کے جھوٹے خداؤں کو برا کہو گے تو وہ تمہارے اصلی خدا کو بُرا کہیں گے......اس لئے ہم ایسا نہیں کہتے۔ یہ رواداری اللہ ہی سکھا سکتا ہے۔

سوال: آج عیسیٰؑ کا برتھ ڈے ہے۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا۔ قرآن بھی میرے خیال میں حوالہ دیتا ہے۔ میرا علم ناقص ہو سکتا ہے۔ آپ اُسکو correct کر سکتے ہیں کہ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو جو لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ حرام کا بچہ ہے، پیغام ملا کہ اس بچے سے پوچھ لو کہ وہ کون ہے۔ فرشتے کے ذریعے جیسے بھی وہ حکم وارد ہوا کہ یہ بچہ اللہ کا رسول ہے، نبی ہے اور اُسکو ہم نے کتاب بھی دی ہے۔ کیا میں یہاں تک ٹھیک ہوں کہ اُسکو کتاب بھی دی ہے۔ اگر وہ کتاب خدا تعالیٰ اُسکو دے رہا ہے تو کیا اُس کی حفاظت وہ نہیں لے سکتا تھا۔ بچے کی حفاظت لے لی پہلے دن کی لیکن کتاب کی حفاظت وہ نہ لے سکا۔ وہ چھ سو سال کے بعد بدل گئی۔

جواب: ہم اللہ کی بات خود تو آگے نہیں بڑھا سکتے۔ اگر نبی اور کتاب تک کا اللہ نے ذکر کیا تو اللہ نے ہی کہا کہ ان لوگوں نے بعد میں اس کو تحریف میں ڈال دیا تو اُسی جگہ تک ہم کو خبر ہے، اگر حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اللہ نے کہا کہ اس بچے کو میں نے زبان دی، اس نے کلام کیا اور میں نے اسے کتاب دی تو اس میں یہ تو لازم نہیں آتا کہ خدا نے حفاظت کا وعدہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کر سکتا تھا۔ مگر اُس نے نہیں کیا۔ قرآن کے مطابق، اللہ کے مطابق ان لوگوں نے اس کتاب کو بدل دیا اور وہ آج testified text ہے، جو اللہ نے کہا: اب میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں کہ جب یہ انجیل مرتب ہو رہی تھی تو ایک سو تیئیس versions پوپ پال نے اکٹھے کیئے۔ یہ ایک بہت بڑا problem تھا کہ Christian world کو کونسی کتاب بحیثیت بائبل دی جائے۔ تو ایک سو تیئیس versions کو بڑی سخت محنت کے بعد اکٹھا کیا گیا جو اِس وقت آپ کو بائبل کی شکل میں نظر آتے ہیں اور اس میں سے بھی برناباس کی انجیل نکال دی گئی۔ یہ بھی آپکو بتاؤں کہ اس برناباس کی انجیل کے بارے میں مسلمان خوش فہم تھا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پیشن گوئیاں ہیں اور Christians نے کہا کہ لگتا یہ ہے کہ یہ کسی مسلمان نے لکھی ہے کیونکہ اس میں ساری کی ساری پیشین گوئیاں

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہیں لیکن برناباس کی انجیل آپ موجودہ انجیل میں نہیں پائیں گے حالانکہ برناباس وہ آخری حواری ہیں جو حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہے اور قیامت کے دن اور نزولِ عیسیٰ کے وقت برناباس ہی اُن کے ساتھ ہونگے۔ ان کو بھی حضرت عیسیٰ کے ساتھ اُٹھالیا گیا تھا۔

جب وہ ایک سو تیس versions اکٹھی کی گئیں اور بائبل بنائی گئی، جو اس وقت ہمارے پاس ہے اس وقت اگر آپ وہ تھوڑی سی کتاب پڑھ لیں تو ایک version میں بھی آپ کو بے پناہ major lacunas نظر آئیں گے۔ اگر آپ کو ایک کتاب: ''قرآن، بائبل اور سائنس'' مل جائے تو اس کو ضرور پڑھیں جس میں مصنف نے بائبل کے موجودہ تضادات پر ایک پورا باب لکھا ہے۔ تحریف کے بارے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ وہ کتاب نہیں ہے۔ Hundreds of versions سے اگر آپ ایک کتاب اکٹھی کریں گے تو naturally it will not be true. اس کے بعد جب آپ مرتب شدہ کتاب میں بھی غلطیاں نکالیں گے تو It will be doubly wrong تو خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی نہیں کیا ہوا تھا اور میں نے آپکو بتایا کہ کیوں نہیں کیا ہوا تھا......؟ اس لئے کہ پیغمبروں کے بعد پیغمبر آتے رہے اور اگر کسی پہلی امت نے کوئی غلطی اور خرابی کی تھی تو دوسرا پیغمبر آ کر اُس کی اصلاح کرتا تھا اور خدا کی طرف سے رہنمائی کے بعد وہ کتاب ٹھیک کر لیتا تھا۔ حضرت عیسیٰ کے بعد صرف رسول اللہ ﷺ نے آنا تھا اور ان کے بعد کسی کتاب نے نہیں آنا تھا۔ Now the finality was coming up. So God had to protect his versions of universe. So the protection came up to the finality and not in the interim period, not on the transition ویسے بھی transition کو فائنل کرنا غلط ہوتا ہے۔

سوال: حضرت عثمان غنیؓ کا زمانہ تھا تو اُن کو اُنکے گھر میں یا محل میں محصور کر دیا گیا تھا تو اُن کے اوپر ایک یہ الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے کچھ قرآن جلا دیئے ہیں اور ایک رکھ لیا ہے تو علیؓ بھی موجود تھے۔ حسینؓ bodyguard بن کر کھڑے تھے، ایک تو وہ تضادات ہیں۔ یہ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ میں کینیڈا میں تھا تو کچھ missionaries میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ کہتے ہو کہ آپ لوگوں کا قرآن ایک ہے مگر بہت سے ہیں میں نے کہا: وہ کیسے؟ تو کہنے لگے کہ قادیانی بھی مسلمان ہیں۔ وہ اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ مر چکا ہے، وہ اب نہیں آئے گا۔ حالانکہ قرآن میں لکھا ہوا ہے۔ ترجمہ لوگ مختلف کر لیتے ہیں کہ وہ آئیں گے۔ سُنی یا دوسرے کہتے ہیں کہ وہ آئیں گے۔ قادیانی کہتے ہیں کہ وہ نہیں آئیں گے۔ تو دوسرے مسلک کے لوگ قرآن سے زکوۃ کی percentage کچھ نکالتے ہیں دوسرے کچھ اور نکالتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ آپ کی عربی تو ایک ہی لکھی ہوئی ہے لیکن اصل قرآن تو یہ ہے کہ اس میں سمجھ بوجھ پیدا کی جائے تو یہ چلتے پھرتے جو مسلمان ہیں۔ یہ قرآن کو غلط define کر رہے ہیں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ کافی قرآن ہیں۔ ہماری بائبل میں بھی ایسا ہوا۔ اگر آپ ہماری بائبل کے اوپر جو criticize کر رہے ہیں، ہم آپکے قرآن پر بھی criticize کر رہے ہیں۔ تو میں اُس کو آگے سے جواب نہ دے سکا۔

جواب: میرا خیال ہے کہ آپ کی study پوری نہیں تھی اس لئے آپ جواب نہ دے سکے۔ As far as Quranic

Marfat.com

version is تو اس کے بارے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں۔ باقی یہ جو قادیانی کی بات کر رہے ہیں، پچھلے کوئی پانچ سات برس پہلے مولانا کوثر نیازی تھے، اُس وقت کی وزارتِ مذہب میں تھے۔ اُس وقت قرآن کے بارے میں شبہ ہوا کہ اس کی versions مختلف ہیں، تو پوری امتِ مسلمہ جو قرآن پڑھتی تھی مختلف ممالک سے وہ باقاعدہ منگوائے گئے اور مولانا اُسے لیکر روس گئے کیونکہ حضرت عثمانؓ کے قرآن پر مرتے وقت اُن کا خون گرا تھا تو کچھ ورق اُس کے خون آلود ہیں، اسلئے زیادہ visible نہیں ہیں، تو وہ تاشقند گئے، وہاں سے انہوں نے compare کیا اور واپس آ کے یہ اعلان کیا بلکہ تمام دنیا میں یہ اعلان ہوا کہ وہ version جو تمام امتِ مسلمہ پڑھ رہی ہے، وہی قرآن ہے جو تاشقند میں موجود ہے۔ اُس میں کوئی اختلاف نہیں۔

باقی جو آپ کہہ رہے ہیں کہ کچھ لوگوں نے قرآن میں اپنے معانی نکالے تو ان کی کوشش کبھی کامیاب نہ ہوئی، نہ ہو سکتی ہے۔ اگر دس یا بیس لاکھ یا زیادہ سے زیادہ ایک کروڑ بندہ بھی اگر one billion میں سے اپنی grouping کر لیں گے جیسا کہ ہر زمانے میں، ہر امت میں کر لیتے ہیں، کوئی بھی کر سکتا ہے۔ تو اس سے اُمّہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

میں نے ابھی آپ سے کہا کہ کوئی بھی شخص، کوئی بھی گروہ بن کر آئے تو وہ اُمّہ میں نہیں آئے گا۔ ہم اُسے امت میں اس لئے نہیں سمجھ سکتے کہ امت تو میں اور آپ ہیں...... آپ مسلمان ہیں، میں مسلمان ہوں۔ بُرا ہوں یا اچھا ہوں...... ایک دریا ہے، بہت بڑا دریا ہے، ہم اُس سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ اگر اُس میں ایک اچھی مچھلی ہے تو بری مچھلی بھی ہے۔ اگر مہاشیر ہے تو ملی بھی ہے۔ نیک ہے تو گنہگار بھی ہے...... تو ہم تو ایک دوسرے کو accept کریں گے۔

اگر ایک نے اپنا تشخص علیحدہ کر لیا ہے، ہیڈکوارٹر علیحدہ کر لیا ہے، یہ سارے علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو وہ علیحدہ ہوتے رہیں۔ we have nothing to do with them اُنکی عاقبت اُن کے ساتھ ہے: قرآن میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب میں بنی اسرائیل کو جمع کروں گا اور پوچھوں گا اور حضرت عیسیٰؑ کو بلاؤں گا اور اُن سے پوچھوں گا کہ بتاؤ تم نے ان کو یہ خیالات اپنانے کو کہا تھا جو ان کے اندر موجود ہیں تو حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ پروردگار! جب تک میں زندہ تھا، میں نے ان کو وہی بات بتائی جو تُو نے مجھے بتائی تھی۔ جب میں مرگیا تو......:

وَ اَنتَ خَیرُ الوٰرِثِینَ (الانبیاء 89:21)

(تو ان سب کا وارث ہے۔)

میں ان کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ کوئی بھی شریف آدمی بچے کھچے نالائق آدمیوں کا وارث نہیں بنتا۔

سوال: مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کو accept کیا جاتا ہے تو جب عورت علیحدگی میں مصلّے پر بیٹھ کر اَشھَدُ اَن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتی ہے تو تب اس کی گواہی قابلِ قبول ہوتی ہے یا یہ گواہی اور ہے اور عدالت کی گواہی اور ہے......

جواب: صاحب! میرے خیال میں آپ اس چیز پر سوچتے ہیں کہ آخر اس بچاری کے ساتھ یہ المیہ کیوں واقعہ ہوا۔ اگر آپ فقہ اسلامیہ کا مطالعہ کریں تو گواہی کے درجات ہیں۔ کسی ایسی situation میں جہاں صرف ایک عورت گواہ ہے تو اُس عورت کی گواہی مُسلّم ہے For Example اگر کسی عورت کے ساتھ بُرا بھلا ہوا اور وہ اکیلی تھی اور گھر میں کوئی مرد

Marfat.com

گھس آیا اور اُس نے کوئی ایسی زیادتی یا زنا کا ارتکاب کیا اور اس عورت نے گواہی دی تو وہ عورت کی گواہی شرع میں مسلّم ہے۔ وہ گواہی مکمل ہے۔ یہ situations پر منحصر ہے۔

میں آپ سے عرض کروں کہ ایسی situations میں کہ جہاں دو عادل مرد نہ ملتے ہوں، وہاں چار عورتوں کی گواہی طلب کی جائے گی۔ جہاں ایک عادل مرد ملتا ہو وہاں ساتھ دو عورتوں کی گواہی طلب کر کے گواہی کو مکمل کیا جائے گا۔ یہ مختلف ranks ہیں۔ عام طور پر لوگ یہ جانتے ہیں کہ عورت کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہے مگر ایک عورت کی گواہی بھی قابلِ قبول ہے۔ یہ فقہی درجہ شہادت ہے جو کسی بھی دُنیاوی معاملات کے استیصال کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اب کیونکہ لوگوں کے علم میں نہیں ہے اس لئے normally یہی concept لیا جاتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے......

سوال: آپ نے فرمایا کہ اسلام میں کبھی کوئی mass revolution نہیں آیا۔ فتح مکہ کے موقع پر جو انقلاب آیا اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب: جی اس کو Revolution of idea تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر The revolution of the change of government نہیں کہہ سکتے بلکہ حضورِ گرامی مرتبت نے جب کفارِ مکہ کو جمع کیا تو اُن سے ایک سوال پوچھا کہ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں تو انہوں نے حضرتِ یوسفؑ کی مثال دی کہ جیسے یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔

لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ (یوسف 92:12)

(آج تم پر کوئی سختی نہیں۔)

کہ چلو جاؤ چھٹی کرو۔ آج تم پر کوئی جبر نہیں ہے۔ اس حسنِ سلوک کو دیکھتے ہوئے سارے مکی مسلمان ہو گئے......

اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ revolution ان تمام individuals کے لئے ہے جنہوں نے ایک change of ideas کیا ہے، لیکن یہ وہ change نہیں ہے جس کو ہم Revolution کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر دنیاوی basis پر French revolution کو ہم بڑا revolution کہتے ہیں۔ Russian Revolution بھی ایک mass revolution ہے۔ اس قسم کی mass movement عالمِ اسلام کے کسی ملک میں نہیں چلتی...... جو کسی بادشاہ کے خلاف اس لئے چلی ہو کہ وہاں لوگ انصاف نہ پاتے ہوں یا خوراک نہ پاتے ہوں، جیسے بھوک ونگ میں الجھے ہوئے...... آپکو یاد تو ہوگا کہ French Revolution کے دوران جب لوگ بادشاہ کے محل کے نیچے پہنچے تو انہوں نے کہا: ''روٹی دو''۔ تو اوپر سے بادشاہ کی بیٹی نے کہا کہ بابا اگر ان کو روٹی نہیں ملتی تو یہ کیک کیوں نہیں کھاتے۔ میں اُس قسم کے revolution کی بات کر رہا تھا۔ خیالاتی revolution تو اسلام میں بہت آئے، بڑے بڑے علمائے اسلام آئے، امام حجۃ الاسلام احمد بن غزالی نے بہت بڑا revolution لایا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایسا revolution لائے کہ عالمِ اسلام کو دو سو سال تک برکت حاصل ہوئی۔

انحراف سے نہیں بلکہ But that is again re-establishing the value of Islam.

Marfat.com

اثبات واقرار ہے۔

کُلُّ یُرجِعُ اِلٰی اَصلِ

اصل کی طرف واپس لوٹنے کا انقلاب ضرور آتا رہا۔ اُس سے جدائی کا نہیں......

سوال: جب بھی کوئی رُوح زمین پر اترتی ہے تو کہتے ہیں اُس کا رزق بھی مقرر کر دیا جاتا ہے اور موت کا وقت بھی مقرر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اکثر کتب میں پڑھا اور ہمارے علمائے کرام بھی یہ بتاتے ہیں کہ شب برات کی رات میں رزق میں تبدیلی آتی ہے، رزق میں کمی و بیشی کی جاتی ہے اور موت کا وقت مقرر کر دیا جاتا ہے کہ آدمی کو اس سال فوت ہونا ہے کہ نہیں......

جواب: آپ شب برات کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔ شب برات کا بڑا simple concept ہے۔ اس سے پہلے تھوڑا سا آپکو concept clear کر دوں کہ .There is a master plan with the God اور master plan جو ہے اس کو ہم لوح محفوظ کہتے ہیں۔

جیسے کوئی بھی انجینئر عمارت بلند کرنے سے پہلے ایک ماسٹر پلان تیار کرتا ہے۔ تو لوح محفوظ کہتے ہیں ماسٹر پلان کو...... جب اُس کو سٹارٹ دیا گیا تو اللہ نے کہا: ''کُن فَیَکُونَ''......

''کُن فَیَکُون'' سے دُنیا بنی، آسمان بنا، زمین بنی It is a start اسی لئے آپ کا شاعر کہتا ہے کہ:

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

صدائے کن فیکون ...... ہو جا، ہو رہا ہے، ہو جا، ہو جا...... اس کے جو orders ہیں، وہ by category اُترتے ہیں۔ by temporal category اُترتے ہیں۔ For example کہ جو ملائکہ زمین بنانے پہ متمکن ہونگے، انھیں ایک بلین years کی سکیم دے دی، پانچ بلین years کی سکیم دے دی کہ within five billion years you have to complete this scheme. اور اس میں یہ چیزیں رکھنی ہیں تو دو دن لگائے اللہ نے زمین بنانے میں اور دو دن اس میں اشیائے ضرورتِ انسان رکھنے میں...... اب اس کے آگے خدا نے کہا کہ تمہارا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے۔ اب زمین پر ہزار سال کی سکیم اُتری۔ اگر آپ اُس طرف دیکھتے جائیں تو ادوار کے لحاظ سے One thousand years is one complete year of human existence اب اس کے بعد نیچے والے ملائکہ تھے، پھر اُس سے بھی lower سو سو سال کی سکیم اُترنے لگی۔ شب برات وہ ہے جہاں ماسٹر پلان سے ایک سال کی سکیم اُترتی ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اس میں تغیر و تبدل کا خدا مجاز ہے۔ نسخ کا اور ماسٹر پلان میں تبدیلی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے:

مَا نَنسَخ مِن اٰیَۃٍ اَو نُنسِھَا نَاتِ بِخَیرٍ مِّنھَا اَو مِثلِھَا (البقرۃ 106:2)

(کہ جب ہم کسی سورت کو بدلنا چاہتے ہیں قرآن کی تو ہم اُسی قسم کی سورت اُس سے بہتر دیتے ہیں تا کہ تم جان لو کہ اللہ اس پر قدرت رکھتا ہے۔)

Marfat.com

اگر آپکو یہ کہا جائے کہ مقدر فائنل ہے تو صحیح ہے۔ اگر آپکو یہ کہا جائے کہ کیا خدا مقدر بدل سکتا ہے تو یہ بھی صحیح ہے۔ اس لئے بعض لوگ یہ توقع رکھتے ہیں کہ شب برات میں ہم عبادت کریں گے، عجز وانکسار کریں گے، محبت خداوند کا دم بھریں گے اور ہماری عبادت کی وجہ سے جو درخواست ہم حضور خداوند کے سامنے پیش کریں گے ہو سکتا ہے کہ ہمارے مقدر کی تختی اُس سے بدل جائے، ہماری تلخیاں دور ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ اس معاملے میں مہربان ہے، کریم ہے، کر سکتا ہے......

سوال: ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ ماسٹر پلان pre-architect ہے۔ تو پھر what is the objective of the day of judgement

جواب: ماسٹر پلان جو ہے وہ انسان سے liberty of choice نہیں چھینتا۔ judgement کے دن میں آپ کا ماسٹر پلان سے انحراف record کیا جاتا ہے۔ میں آپکو مختصراً ایک چھوٹی سی بات کہہ دوں کہ تمام اختلاف جو انسان کو اپنی ذات یا معاشرے سے ہے، یا اپنی زندگی کی قدر سے ہے، یہ صرف ایک وجہ سے ہوتا ہے کہ There is a scheme of life which you have in your mind and there is a scheme of life which God has for you in this life.

اب تسلیم ورضا سے اگر آپ دونوں کی اسکیمیں for goodness of faith ایک ہو جائیں تو تمام زندگی امن وآشتی میں گزرے گی۔ اگر اللہ کی scheme of your life اور آپکی scheme of your life میں اختلاف ہے تو پھر اُن کا جتنا distance بڑھے گا، اتنی ہی بے چینی، انشقاق anxiety اور depressions بڑھیں گے۔ یہ جو ہم زندگی میں کرتے ہیں، یہ اصل میں protocol ہے جس پر تو کوئی change نہیں ہے۔ protocol of life میں تو کوئی change نہیں ہے مگر جو مقصدِ حیات ہے، اُس میں آپ فری ہیں اور مقصدِ حیات اللہ نے صرف ایک قرار دیا ہے۔ زندگی کے معاملات میں فرض کیجئے آپ کو ہی اپنی ساری زندگی کے اسباب مجتمع کرنے پڑتے تو پھر آپ فری نہ رہتے اور آپ اللہ میاں کو کہہ سکتے تھے کہ اے پروردگار! میں تیرے بارے میں تیرا سوال حل نہیں کر سکا۔ I have no time left for you because you gave me no time.

میں بچوں کو پالتا کہ تجھے یاد کرتا...... میں زندگی کماتا کہ تجھے یاد کرتا...... تو آپکے پاس بہت بڑا طاقتور excuse رہ جاتا ہے، اس لیے خدا نے یہ ذمہ اپنے اوپر لے لیا۔ اگر آپ غور کریں تو یہ ذمہ آپ کی پیدائش سے لے کر موت تک محیط ہے یعنی پندرہ سال، چودہ سال تک آپ جس ماحول میں پلتے ہیں۔ آپکو اُس پر اختیار نہیں ہوتا۔ you never know کہ آپکے parents کون ہونگے۔ you never know کہ آپکے mother, father بھائی بہن کون ہونگے you never know. آپکی conditions of life کیا ہونگی you never know. کہ آپ اچھے برے، امیر، غریب کس گھر میں پیدا کئے جاؤ گے تو کم از کم اسی طرح موت کے وقت ہوتا ہے آپکو اس بات سے agree کرنا ہوگا کہ ہم اپنے اختیار جو claim کرتے ہیں، یہ تھوڑے سے وقفے کے لئے بیچ کی زندگی کے لئے کرتے ہیں۔ which is not true. It is a mistaken idea. جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

Marfat.com

''اگر ہمارا ساری زندگی کا طریق کار متعین ہے تو پھر ہم کیا کرتے ہیں'' فرمایا: '' جب اللہ نے تم سے کوئی کام کروانا ہوتا ہے تو اُسی کے مطابق تمہارا ارادہ اور خیال اور motivation strong کر دیتا ہے۔ باقی اگر آپ غور کریں تو صرف آپکا ایک کام ہے دُنیا پر......

اِنا ہَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا (الدھر 3:76)

ہم نے عقل و شعور، معرفت صرف اس لئے بخشی کہ چاہو تو مانو چاہو تو ہمارا انکار کر دو۔

وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغ

Marfat.com

نظریہء اعتدال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

خواتین و حضرات! ادب عالیہ، مصوری اور تمام کمالاتِ انسان جن کا نام رہتی دنیا تک زندہ ہے، جو کسی بھی حس جمالیات رکھنے والے انسان کے لئے ایک انتہائی مسرت اور انبساط کا باعث ہیں۔

مانی و بہزاد جو از منہء قدیم کے بہت بڑے مصور تھے انہوں نے بھی ایک بات تسلسل سے کہی کہ مصور اپنا باطن، اپنا خیال، اپنی روح اپنی تصویر میں نقش کرتا ہے اور اگر مصور نہ بھی رہے تو ہم اسکی تصویر سے اسکے خالق کی اندرونی، خارجی، ہر قسم کی حیثیتِ عقلی، ذہنی اور قلبی کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ Leonardo da Vinci اپنے وقت کا genius نابغہء عصر۔ مگر کتنی عجیب سی بات ہے کہ اسکا بنایا ہوا کوئی پل مشہور ہوا، نہ اسکا بنایا ہوا بارود کا ذخیرہ مشہور ہوا بلکہ وہ تاریخِ ادب میں تاریخِ انسانیت میں ''مونالیزا'' کی لازوال مسکراہٹ سے زندہ ہے۔

جب اس نے اپنے آرٹ پر گفتگو کی تو اس نے کہا کہ شاید میرا تمام ذہن، میری تمام ذہانت، میرا تمام کسبِ علم جو پہلے تھا شاید اسی لیے تھا کہ میں اس تخلیق تک پہنچوں، اس تصویر تک پہنچوں، میں مونالیزا کے تبسم تک پہنچوں...... مائیکل اینجلو فلورنس...... کا وہ مصور تھا کہ جسکے بارے میں ہم لوگ یہ جانتے ہیں کہ اس کی روح کا کرب، اس کی اپنے مذہب کے ساتھ لازوال عقیدت اس وقت نکلی جب Pope Junior II نے اسے اپنے کلیسا...... کو سجانے کے لیے کہا۔ وہ کلیسا اس میں بنی ہوئی frescoes، تخلیقِ آدم پر اسکی تصاویر...... آج بھی مصوری جاننے والوں کے لیے، فن جاننے والوں کے لئے ایک classic کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ہالینڈ کا ایک پژمردہ، اداس، زندگی کی اداسیوں میں الجھا ہوا، اپنے مسائل میں انتہا درجہ کا الجھا ہوا انسان جسے van Gogh کہتے ہیں...... اسکے بارے میں نقاد کہتے ہیں کہ van Gogh نے اپنی زندگی کی تمام frustrations اور fears اپنی تصویروں میں اجاگر کر دیں۔ van Gogh کی تصویروں کے رنگ اس کے ہر لمحہء حیات کی عکاسی کرتے ہیں۔ تصویر مصور کا خیال ہے، تصویر مصور کی عکاسی کرتی ہے۔ صادقین کو دیکھ لیجئے......! اسکے ذہن کا خوف، اسکی اذیت اسکے surrialistic pattern of art اس خوف کی، اس distressing کی، اس تجرید کی علامت

بن گئے ہیں جو پکاسو کے ہاں مختلف نقوش میں اجاگر ہوئے۔

حضراتِ محترم!

سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا
صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے

جہاں تمام کائنات کے لوگ second degree of arts کی تخلیق کر رہے تھے۔ مائیکل انجلو نے کہا کہ ہم خیال کو تصویر میں پیش کرتے ہیں۔ ہم اسے بعینہٖ اسی طرح پیش نہیں کرتے مگر ایک ایسی ہستیء مبارکہ بھی تھی کہ جو original خالق تھی:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر 24:59)

ایک ایسا مصور تھا، ایک ایسا خالق، ایک ایسا نظریہ حسن، ایک ایسا خلاقِ عالم تھا کہ جس کی تعریف وتوصیف کے لیے بھی اسکے پیچھے ایک نظریہ تھا۔ تخلیقات کو شروع کرنے سے پہلے، مصوری کا آغاز کرنے سے پہلے، تصاویر بنانے سے پہلے اس نے اپنے مؤقف کو واضح کیا، اس نے اپنے خیال کو اجاگر کیا اور کہا:

كُنْتُ كَنْزًا مخفيا

(میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔)

مَا اَحبَبتُ

(مجھے اپنی صفات سے اُنس ہوا)

میں نے چاہا کہ لوگ مجھے پہچانیں، لوگ میری پرستش کریں لوگ مجھ سے اُنس رکھیں:

" فَخَلَقتَ الخَلقَ لِيَعرِفُونَ "

(تو میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کے لئے پیدا کیا۔)

مصور نے، خالق نے، مالک نے تصاویر بنانے سے پہلے ایک intention واضح کر دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں جو سب سے بڑا ہوں...... سب سے اعلیٰ ہوں...... جو سب سے نفیس ہوں......سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہوں...... میں جو سب سے خوبصورت ہستی ہوں...... مجھے چاہا جائے، پہچانا جائے، مجھے پسند کیا جائے، میری تعریف کی جائے میری ہی تخلیقات کے حسن کو کوئی پرکھنے والا ہو، میں نے انسان کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔ خواتین وحضرات! یہاں رک کر ایک دوسری حدیثِ قدسی کو دیکھیں جس میں ایک لفظ کی تبدیلی ہے اور وہ یہ تھی:

فَخَلَقتَ مُحَمَّد ﷺ

(پس میں نے محمد ﷺ پیدا کیا۔)

دراصل دونوں احادیثِ قدسی ایک ہی ہیں اس لیے کہ جہاں مخلوقِ عام کو پیدا کیا، جہاں ہر جاننے والے کو پیدا کیا، جہاں سمجھنے والوں کو پیدا کیا، ان میں ترجیح کو مرتب کیا، ان میں تخلیقات کی ترجیحات کو مرتب کیا، جہاں یہ فیصلہ کیا کہ سب مجھے

Marfat.com

ایک جیسے ماننے والے، پہچاننے والے اور میری تعریف کرنے والے نہ ہونگے اسی لیے اگر ایک حدیث میں کہا کہ میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کے لئے پیدا کیا، تو دوسری طرف اس ہستی ءمبارکہ کا نام لیا جس سے اس کی تعریف مکمل ہوتی ہے، جس سے اس کی تعریف ایک درجہ ءکمال کو پہنچتی ہے۔ جس طرح وہ چاہتا تھا کہ مجھے پہچانا جائے، جس طرح وہ چاہتا تھا کہ مجھے سمجھا جائے، جس طرح اس واحد ہستیِ مبارکہ نے اس کی تعریف کی......

قطع نظر کہ مصور نے اپنی بہترین تصویر کو بنایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تصویر میں رنگ کیا بھرے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تصویر میں اپنی ہستی کو کیسے اُجاگر کرتا ہے، اس میں اپنے آپ کو کیسے نمایاں کرتا ہے۔ اپنی قدرتِ عالیہ کو کیسے واضح کرتا ہے، جیسے بنو اسرائیل پر اس کا قہر...... جیسے بادلوں سے گرج اور کڑک کی آواز...... جیسے حسنِ فطرت...... جیسے سورج چاند کی روشنی...... کیا اُس ہستی ءمبارکہ کو جو ابلاغ دیا، جو انداز دیا، جو زندگی کا طریق دیا، وہ ہمیں دیکھنا ہے کہ کیا وہ طریق ایسا ہے جو نا قابلِ فہم ہو، نا قابلِ عمل ہو، نا قابلِ شناخت ہو، نا قابلِ تخلیق ہو یا کوئی ایسا انداز دیا جس پر وہ خود بھی قائم تھا۔ ایک ایسا انداز جو اس نے اپنی بہترین تصویر کو دیا۔ وہ خود ہی اپنی زبانِ مبارک سے اپنی طویل تر مخلوقات پر رائے دیتا چلا آرہا تھا کہ میں نے آج تک یہ جو مشقِ سخن کی تھی، اپنے ''خالق'' اور ''باری'' ہونے کے توسط سے جو میں نے خیالات سوچے تھے، جن تجرباتِ زندگی میں میں مصروف رہا تھا تو میں ابھی تک اپنے اُس آرٹ کو مکمل نہیں کر پایا تھا، حتیٰ کہ میں اس ہستیِ مبارک تک آیا، اس محبوبِ کائنات تک آیا، محمد ﷺ تک آیا اور پھر میں نے جو کچھ، مخلوقِ عالم میں اپنی ہستی سے اجاگر کرنا تھا، جو پیٹرن میں نے انہیں اپنی شناخت کا دینا تھا، جو اندازِ فکر اور اندازِ زندگی میں نے اُنہیں دینا تھا، وہ محمد ﷺ کی صورتِ کاملہ میں میں نے مکمل کیا۔

کیا محمد رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص تھے کہ جو غیر معتدل تھے، کوئی ایسے شخص تھے جو معجزات کی دبیز چادر میں لپٹے ہوئے تھے؟ کوئی ایسے شخص تھے جو حیران کن تصورات کو آپ تک پہنچا رہے تھے؟ وہ کوئی ایسے شخص تھے جو آپ میں صرف حیرت پیدا کر رہے تھے؟ کتنی حیرت کی بات ہے کہ وہ شخص جس نے ایک لفظ تک کسی کتاب کا نہ پڑھا تھا، اسے معیارِ علم کا راز دیا گیا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک یتیم کو اس نے ادبِ عالیہ کا معیار قرار دیا۔ اس نے تمام لوگوں تک ایک پیغام پہنچایا کہ میں، میرا علم، میری شناخت، میری اس تصویر میں مکمل ہوتی ہے۔ جیسے میں چاہتا ہوں تمہیں زندگی دینا...... جیسے میں چاہتا ہوں تمہیں اندازِ زندگی دینا...... بالکل ویسے ہی اس شخص کی تقلید میں وہ اندازِ زندگی نمایاں ہوگا اور یہ انداز نہ غیر معمولی ہے، نہ غیر یقینی ہے...... یہ انداز ایک اعتدال ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی میں آپ وحی کے علاوہ ایک بھی غیر معتدل واقعہ نہیں پیش کر سکتے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ وہ کسی طرح بھی آپ سے مختلف نہ تھے مگر وہ کتنے مختلف تھے!!! جس شخصِ محترم کے ساتھ صبح و شام ایک اتنا حیرت انگیز واقعہ پیش آتا ہو، جبرئیلِ امین اُترتے ہوں۔ اللہ کا کلام اترتا ہو، آپ ایک معمولی سے ASP شخص کو دیکھیں، ایک معمولی شاعر کو دیکھیں، ایک ادیب کو دیکھیں، ایک صفتِ غیر کے آجانے سے ایک معمولی سی صفت کے بڑھنے سے کتنا narcissist ہو جاتا ہے، اپنے وجود کی لذت میں کتنا ڈوب جاتا ہے اور دوسروں سے کیسے علیحدگی

اختیار کرلیتا ہے۔

مگر محمد ﷺ جس تصویر کا نام تھا اسکا نام اللہ نے خود دیا: وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن کہ یہ اپنے وجود میں انسانوں کے لئے ہی نہیں، حیوانوں کے لئے نہیں، پرندوں کے لئے نہیں، جاندار کیلئے نہیں بلکہ پوری کائنات کی جان و بے جان چیزوں کے لئے باعثِ رحمت ہیں۔ یہ رحمت کیا ہوگی؟ ہمیں اندازِ رسول ﷺ سے پتہ چلے گا کہ یہ رحمت کیا چیز ہے؟ وہ کیا اصول ہے جو اس نے اپنی اس بہترین تصویر میں سمویا ہے؟ وہ کیا اندازِ زندگی ہے، وہ کیا اندازِ کائنات ہے؟ وہ کیا اصولِ کائنات ہے؟ وہ خواہ Cosmology میں ہو، خواہ biological existence میں ہو، خواہ انسانوں کی زندگی میں ہو، خواہ آدابِ محفل ہو، خواہ اندازِ تفکر میں ہو۔ آخر وہ کیا اصول ہے جو پروردگار نے اپنی اس بہترین تصویر میں منعکس کرنا چاہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ خدا کا اندازِ فکر معتدل ہے۔ خدا اعتدال پسند کرتا ہے۔ خدا اپنے بندوں کے لئے اعتدال چنتا ہے۔ خدا ان کو حشم وزائد سے بچاتا ہے، خدا ان کو ایسے balances کی تلقین کرتا ہے جس میں کوئی چیز حدِ حساب سے نہ بڑھی ہوئی ہو اور جو چیز حدِ حساب سے بڑھے گی اس پر کہیں نہ کہیں کسی مصیبت کسی آفت یا کسی مسئلے کا آغاز ہو جائے گا۔ اگر ہم مکمل اعتدال نہیں حاصل کر سکتے تو رسولِ گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مکمل اعتدال حاصل نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کے قریب ترین رہو۔ رسول ﷺ کو اس نے اس طرح پیش کیا، اللہ نے انسانوں کے لئے اسے معیارِ علم بنایا، معیارِ ادب بنایا اور معیارِ اعتدال بنا دیا تو پروردگار نے ہمیں سب سے پہلا نظریہء اعتدالِ خداوند دیا۔ اللہ نے ہمیں بتایا کہ وہ بذاتہٖ اپنی ذاتِ گرامی میں سب سے زیادہ کس چیز کو پسند کرتا ہے۔ سب سے زیادہ کس چیز کو اُجاگر کرنا چاہتا ہے۔

خواتین و حضرات! میرے ایک دوست ڈاکٹر کے پاس ایک مریض آیا، میں پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ مریض پاس سے گزرا تو ڈاکٹر صاحب نے اسے medicine suggest کی۔ میں نے اشارۃً ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ I think he suffers from slightly schizophrenia یہ غیر معتدل ہے۔ تو میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اسکا بھی کچھ علاج آپ کو ساتھ میں کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب مصروف تھے، چڑے ہوئے تھے تو فرمایا کہ پروفیسر صاحب perfect balance تو پھر اللہ ہی ہے۔ نادانستگی میں انہوں نے ایک بہت صحیح بات کہی۔ ایک مکمل بات کہ perfect balance تو صرف اللہ ہی ہے۔ وہ balance کہ جس کی مدد سے اس نے پوری کائنات کو تھام رکھا ہے۔ مگر جب اس نے اپنے آپ کو اجاگر کرنا چاہا، جب اس نے اپنے آپ کو نمایاں کرنا چاہا، جب اس نے اپنی تعریف و توصیف چاہی تو یہی balance اور رحمت تخلیق کی......

رحمت اور اعتدال ایک لفظ ہے۔ یہی balance یہی رحمت اس نے ایک فردِ واحد میں منتقل کر دی اور اسکے ساتھ یہ فرما دیا کہ میرا یہ دوست، میرا یہ بندہ بہترین خلقت پر قائم ہے۔ بہترین اعتدال پر قائم ہے۔ تو حضراتِ محترم! اعتدال میں کیا ہوتا ہے......؟ کیا نہیں ہوتا......؟ اعتدال میں مکمل علم ہے۔ اعتدال میں مکمل ادب ہے۔ یہ وہ چیز ہے

Marfat.com

جسے ہم بڑی آسانی سے کائنات میں بکھرے ہوئے تمام علوم کی شناخت کے بعد جب ہم قرآن کو پلٹتے ہیں، اس کی تفسیر و وضاحت کو پلٹتے ہیں تو کوئی بھی سمجھدار انسان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ کائنات کا بہترین علم قرآن ہے۔ اگر قرآن کو نہ سمجھا جائے گا، نہ پڑھا جائے گا، اگر آپ اس سیادت کے علم میں آگے نہ بڑھیں گے، اگر آپ نے اسے ناظرہ روایت تک رکھنا ہے، اگر بغیر سوچے سمجھے اسے پڑھنا ہے تو پھر قرآن اور اللہ کا اس میں کوئی دوش نہیں۔ اگر ہے تو آپ کے اس تجسس کا کہ جو دنیاوی علوم، دنیاوی اشیاء کی طرف تو بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں مگر قرآن تک آ کے تقلید میں محصور ہو جاتے ہیں اور قرآن تک آ کے آپ ہمیشہ اپنی تحقیق و جستجو کے لئے آسرا ڈھونڈتے ہیں۔ بہترین خلاقِ عالم کا، بہترین مصور کا بہترین اعتدال کا علم قرآن ہے۔

شرع balance ہے۔ شرع وہ چیز ہے جو گناہ و ثواب کے درمیان ایک حد برزخی ہے۔ شرع وہ ہے جو آپ کو ناجائز guilt کا شکار نہیں ہونے دیتی...... شرع پابندی نہیں ہے بلکہ پروردگار کی طرف سے وہ حدود ہیں جن حدود کے اندر آپ ایک کشادہ سانس لے سکتے ہیں۔ شرع کی حدود ایسی ہیں جس تک کوئی decent کوئی باادب، کوئی شریف انسان پہنچنا پسند نہیں کرتا اور اسی لئے پروردگار نے کہا کہ اگر تم ان حدود سے اُرے رہو تو تم پر کوئی الزام نہیں اور یہ کتابِ حکیم اور یہ کتاب علم میں نے اس لئے دی ہے اور اس میں جن حدوْد کا میں نے ذکر کیا ہے یہ تمہیں ہمیشہ مصائب سے بچائے رکھیں گی۔ ذلت و مسکنت سے بچائیں گی، تمہیں اداسی سے بچائیں گی، حزن و ملال سے بچائیں گی۔ اگر تم ان حدود سے اُرے رہو گے تو تم اعتدال میں رہو گے۔ اور اگر تم اعتدال میں رہو گے تو تم پر میری اس آیت کا اِطلاق ہوگا۔

اَلَا اِنَّ اَولِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیھِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ (یونس 62:10)

یقین جانو کہ اگر تم ان حدود سے اُرے رہو گے اور میری نسبت سے رہو گے تو تمہیں کوئی خوف اور کوئی حزن نہیں ہوگا۔

اعتدال خوف و حزن سے بے نیازی ہے۔ اعتدال ہر اس قدم سے گریز ہے جس کے بعد آپ مصائب میں، تکالیف میں، ذہنی ابتلاء میں، رنج و غم میں پڑ جاتے ہیں۔ اعتدال ہی خوف و حزن سے بے نیازی ہے اعتدال ہی محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اعتدال ہی پروردگار ہے اور یہی وہ ایک چیز ہے جسے قرآن حکیم میں پورے انسان کے لئے پروردگار نے اس مختصری آیت میں پیش کیا ہے کہ میں نے اسے لَقَد خَلَقنَا الاِنسَانَ فِی اَحسَنِ تَقوِیمٍ بنایا اور جیسے میں نے اسے تخلیق کیا ویسے میں چاہتا ہوں کہ یہ اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرے۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے اعصاب پر، خیال پر، ہمارے genetics immediate parental influences کی وجہ سے یہ ترتیب تناسب الٹی ہوئی ہوتی ہے۔ جب ہم پیدا ہوتے ہیں...... ہمارے معاشرے میں کئی imbalances ہوتے ہیں۔ ہماری ذات کے اندر کئی imbalances ہوتے ہیں۔ ہمارے خارجی واقعات میں کئی imbalances ہوتے ہیں اور یہ غیر معتدل حالات و واقعات و خیالات مل کر اس تصویرِ اعتدال میں زنگ لگا دیتے ہیں۔

قرآن ایک مکمل علم ہے اور محمد ﷺ ایک مکمل انسان۔ جب ہم اصولِ علم کی وضاحت کرتے ہیں، جب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ علم کہاں رکھا جاتا ہے تو علم ''جذب'' میں نہیں رکھا جاتا۔ علم دیوانہ وار تقلید میں نہیں رکھا جاتا۔ علم کسی

Marfat.com

جاہلِ مطلق میں نہیں رکھا جاتا۔علم کسی ناقص العقل میں، بیمار میں، مجروح العقل میں نہیں رکھا جاتا۔

اگر مکمل علم قرآن ہے تو وہ محمد ﷺ میں رکھا جاتا ہے۔

اگر مکمل علم قرآن ہے تو مکمل اعتدال میں رکھا جاتا ہے۔

یہ اصولِ علم ہے کہ جوں جوں آپ زیادہ معتدل ہونگے آپ زیادہ صاحب علم بھی ہونگے اور اعتدال آتا ہی شناختِ ذات سے ہے۔شناختِ ذات، شناختِ خداوند سے نصیب ہوتی ہے۔اور یہی وہ ایک اصول ہے جو تصوف کا ہے اور یہی وہ ایک اصول ہے جو ترقی مذہب کا ہے۔ یہی وہ اصول ہے جو مذہب سے ہم نے حاصل کرنا ہوتا ہے اور اسی اصول کی جدوجہد کرتے ہوئے ایک مسلمان درجہء ایمان تک پہنچتا ہے اور مومن کہلاتا ہے اور لفظ اولیاء اللہ مومن سے جدا نہیں ہوتا۔

خواتین وحضرات! حسان بن ثابتؓ نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی اور اس تعریف پر جبرئیل امین نے داد دی اور فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! اہلِ آسمان بھی، اہل افلاک بھی حسان کو اس شعر کی داد دیتے ہیں۔مختصر اور بڑا ہی خوبصورت سا شعر ہے۔فرمایا:

خَلِقتَ مُبَرَّءًا مِن کُلِّ عَیبٍ

(تجھے اللہ نے ہر عیب سے بری کیا)

اَنَّکَ قَد خُلِقتَ کَمَا تَشَاءُ وْنَ

(لگتا ایسے ہے کہ جیسے آپ نے چاہا ویسے بنادیا گیا۔)

یعنی جیسے آپ نے آرزو کی کہ آپ انسان کے لئے بنیں، جیسے آپکا خیال تھا کہ آپ اپنی امت کے لئے بنیں، جیسے آپ نے چاہا، اللہ نے ویسا بنادیا۔ ذرا اسکو پلٹ کر دیکھئے......!!! بات وہ بھی بڑی ہی قابلِ تعریف ہے مگر حسان بن ثابتؓ نے یہ کیوں نہ سوچا کہ جیسے خدا نے اپنے آپکو پیش کرنا چاہا، جس بہترین انداز میں اللہ نے اپنی تصویر بنائی اور اس تصویر سے اُس نے اپنے بہتر انداز کو اُجاگر کرنا چاہا تو انہوں نے ویسا محمد رسول اللہ ﷺ کو بنادیا۔یہ نہیں کہ خدا replacement پر قادر نہیں۔یہ نہیں کہ خدا کسی چیز کو اپنے لئے ناگزیر سمجھتا ہے۔خدا کے لئے کوئی چیز ناگزیر نہیں۔ جہاں اُس کی خدائی ہے وہاں وہ تنہا ہے۔وہاں وہ بے نیاز ہے مگر جہاں محمد ﷺ ہیں وہاں اُس کا درجہء کمال ہے۔

اللہ کے ہاں بھی تکمیلِ مراتب ہے۔اللہ کے ہاں بھی حد مصوری ہے۔اللہ کے ہاں بھی ایک تصویر کا کمال موجود ہے اور وہ محمد رسول اللہؐ ہے۔ میں گستاخی تو نہیں کرتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ محمد ﷺ سے بہتر تصویر اللہ کے ذہن میں نہیں ہے۔محمد ﷺ سے بہتر اللہ نے کسی تصویر کا سوچا ہی نہیں۔جب اُس نے اس تصویر کو سوچا ہوگا تو اس تصویر کے انداز میں اُس نے اپنی ذات کو اُجاگر کیا جیسے میں آج یہ کہتا ہوں کہ اس تصویر کو دیکھ کر اُس مصور کا ذہن میری سمجھ میں آتا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر اللہ کا ذہن سمجھ میں آتا ہے اور وہ اعتدال ہے۔ایک مکمل اعتدال......، ایک ایسا حُسن......ایک ایسا حُسنِ تناسب جو کائنات کی ہر رگ وپے میں ہے۔ اور ایک ایسا حُسنِ تناسب جو رشتہء انسان میں ہے۔ایک ایسا حُسنِ تناسب جو کہکشاں میں ہے......بڑے مشہور Cosmology کے ماہر نے ایک بات کہی کہ ہم نے سوچا تھا کہ یہ جو پھیلتی

Marfat.com

ہوئی کہکشائیں ہیں، یہ شاید بے ترتیب ہیں۔ بڑی تحقیق وجستجو کے بعد ہمیں اب اندازہ ہونے لگا ہے کہ جو بظاہر اتنی بے ترتیبی اس کائناتِ کبیر میں پائی جاتی ہے اس میں بھی ایک حسنِ ترتیب ہے۔

حضراتِ محترم! جسے آپ تقدیر سمجھتے ہیں، یہ حسنِ ترتیب ہے۔ اگر حسنِ ترتیب نہ ہوا گر ان میں حسنِ تناسب نہ رکھا جائے، interior decorations نہ رکھی جائیں تو یہ سب چاند ستارے آپس میں ٹکرا جائیں۔ قرآن میں اللہ کہتا ہے کہ یہ چاند، سورج، ستارے سب کچھ ہم نے ایک تقدیر سے بنائے ہوئے ہیں۔ اگر یہ ٹل جائیں تو ہمارے سوا ان کو تھامنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ یہی حال حضرتِ انسان کا ہے۔ یہی حال اس حسنِ کائنات کا ہے مگر سب سے زیادہ خوبصورت ترتیب، سب سے زیادہ حسنِ اعتدال کا مظہر صرف اُس نے اپنی بہترین تصویر کو بنایا ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضراتِ محترم! ہمارے لئے ایک بڑی آسان بات رہ جاتی ہے...... ایک چھوٹی سی بات کہ ہم اعتدال کے قریب جاتے ہوئے یہ دیکھنے کی کوشش کریں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے کیا چیز مانگی ہے اور کس چیز سے پرہیز کیا ہے۔

اگر ہم واقعی زندگی میں خوف وحزن سے بے نیازی چاہتے ہیں، اُداسیوں سے آزادی چاہتے ہیں، غم والم سے آزادی چاہتے ہیں تو ہم یہ دیکھنے کی کوشش کریں کہ آقا ورسول ﷺ نے اپنے لیے کیا چاہا اور کن چیزوں سے پرہیز مانگا۔ اگر ہم اس اصول کو مدنظر رکھ لیں اور ایک دعا کے ہم قائل ہو جائیں کہ ان چیزوں کو جن چیزوں کا سوال تجھ سے اللہ کے رسول ﷺ نے کیا ہمیں وہ عطا فرما اور اُن چیزوں سے ہمیں پناہ دے جن سے ہمارے رسول ﷺ نے پناہ مانگی ہے تو یقین جانیے کہ آپ کبھی اعتدال سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ کبھی آپ کو غم والم سے واسطہ نہیں پڑے گا۔ اس لئے کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ایک مکمل balance میں ڈال کر ان چیزوں سے بے نیاز فرمایا ہے۔ جتنی identification ہماری concept of Prophet کے ساتھ ہوگی، جتنا ہم اُن کی عادات وخصائل کے ساتھ ترتیب پائیں گے، اتنا زیادہ ہم خوف وحزن سے بے نیاز ہوں گے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے دوست وہ ہوں گے جو خوف وحزن سے بے نیاز ہیں اور میں اپنے دوستوں پر یہ کیفیتِ غم وبلا نہیں چھوڑتا مگر شرط صرف ایک ہے کہ تمہیں جو میں نے نظریہ اعتدال دیا ہے جو میں نے تمہیں مجسم مثالِ اعتدال بخشی ہے، تم اس کے قریب ترین رہو۔

یہ کیسی عجیب سی بات ہے کہ پیغمبر کے لئے پروردگار نے قرآنِ حکیم میں دو لفظ استعمال کئے ''رؤف'' اور ''رحیم''......عبدالرؤف اور عبدالرحیم نہیں بلکہ ''رؤف'' اور ''رحیم'' کے...... یہ وہ پیغمبر ہیں جو تمہارے لئے رؤف اور رحیم ہیں تو اس میں ایک صفت کو اجاگر کیا: وَكَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کہ میں نے جب تخلیقات کو شروع کیا تو ایک چیز اپنے اوپر لکھ لی اور یہ چیز لکھ لی کہ میں تمام مخلوقات پر اور انسان پر خصوصی رحم کروں گا۔ میں ان پر رحمت کا نزول فرماؤں گا۔ پھر اپنے اس وعدے کو محمد رسول اللہ ﷺ میں پورا کیا اور رحمت کو مجسم کیا: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن پھر اس رحمت کو اعتدال کے بامعنی کر دیا اور جب ہم اس ہستیء مبارکہ کی زندگی کے حالات پڑھتے ہیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ معتدل ہی ''رؤف الرحیم'' ہوتا ہے۔ اعتدال میں ہی رحمت ہوتی ہے۔ اعتدال ہی رحمت کا ہم معنی لفظ ہے۔

میں کسی پر طنز نہیں کر رہا، صرف ایک نقطہ بتا رہا ہوں...... یہ کتنی عجیب سی بات ہے کہ لوگ محدث ہیں، لوگ

Marfat.com

حدیث پڑھتے ہیں۔ عادات رسول ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کو follow کرتے ہیں مگر پھر اتنے کڑے مزاج کے ہوتے ہیں، پھر اتنے سخت دل ہوتے ہیں، پھر اتنے تناؤ کا شکار ہوتے ہیں تو لگتا یہ ہے کہ وہ Deeds of Prophet تو پڑھتے ہیں لیکن Psychology of the deeds of the Prophet کو نہیں سمجھتے۔ وہ اعمال کے پیچھے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی نیات ہیں، کبھی ان کا مطالعہ نہیں کرتے۔ وہ یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ آقا و رسول ﷺ کا اندازِ تعلیم کیا ہے۔ اس سب سے معتدل استاد کا اندازِ تعلیم صرف ایک مثال سے آپ کو واضح کرتا ہوں کہ براء بن مالک ''حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ پراگندہ بال، مٹی سے اٹے ہوئے تھے..... صوف کا لباس بُو دیتا ہوا..... اصحابِ اشراف نے ناک بھوں چڑھایا۔ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کتنے صفائی پسند ہیں..... ان کے قریب آنے سے اُلجھ گئے۔ کچھ تنافر کا اظہار کیا..... کچھ دور ہٹانے کی کوشش کی..... تو حضورِ گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ:

''کچھ پراگندہ بال، کچھ شوریدہ سر، کچھ اداس لوگ، کچھ غریب ایسے بھی ہیں کہ اگر خدا کی قسم اٹھالیں تو خدا ہر حال میں ان کی قسم پوری کرتا ہے''۔

حضرات محترم! اس پوری حدیث میں آپ کو کہیں یہ نظر آیا کہ اس استادِ محترم نے کسی صحابی کو سرزنش کی ہو، کسی کو تنبیہ کی ہو، کسی کو یہ کہا ہو کہ تم نے اس پر ناک بھوں چڑھانے میں زیادتی کی ہے۔ ایسا نہیں ہوا..... مگر اتنا خوبصورت اندازِ تعلیم ہے کہ اس فقیر کو اتنی عزت دے دی کہ وہ ناک بھوں چڑھانے والے اصحاب اپنے اس احساس سے خود ہی شرمندہ ہو گئے ہونگے۔ خود ہی معذرت کر لی ہوگی اور اس سوچ سے پیچھے ہٹ گئے ہونگے ..... تو یہ ہے اس بڑے استاد کا کرشمۂ تعلیم کہ وہ کسی کو رنجیدہ نہیں کرتے، کسی کو کوفت نہیں پہنچاتے، کسی کو دکھ دے کر تعلیم نہیں دیتے بلکہ انتہائی خوبصورت معتدل انداز میں وہ ایسا انداز اختیار کرتے ہیں کہ جس سے لوگ خود ہی سمجھ جائیں کہ کیا بُرا ہے اور کیا اچھا ہے۔ کس چیز میں بھلائی ہے، کس چیز میں بُرائی ہے۔

حضراتِ محترم! پروردگار نے فرمایا: ''حدیثِ قدسی ہے کہ عزت میرا ازار ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو ان دو چیزوں پر ہاتھ ڈالتا ہے، میں اس کو نہیں چھوڑتا'' یعنی تکبراتِ ذات، اپنے آپ کو نمایاں اور اجاگر کرنے کی خواہش، چاہے مال سے، چاہے اولاد سے، چاہے اسباب سے، چاہے تعقل سے..... یہ فرعونیتِ ذہن کوئی نہ کوئی انداز ڈھونڈتی ہے اپنے آپ کو اجاگر کرنے کیلئے مگر جہاں بھی آپ اپنے آپ کو تکبراتِ ذات میں الجھائیں گے وہاں کسی نہ کسی دوسری خارجی شے کی تقصیر واقع ہوگی، کسی نہ کسی کو آپ اپنے سے نیچا سمجھیں گے۔ آپ تبھی متکبر ہوں گے جب کوئی مقتصر ہوگا۔ آپ تبھی بڑے ہوں گے جب کوئی آپ کی نگاہ میں چھوٹا ہوگا۔ خداوندِ کریم کو یہ عادت بہت ناپسند ہے۔ بے حد ناپسند ہے۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ عزت میرا ازار ہے اور کبریائی میری چادر ہے، جو ان کو چھوئے گا، جو انسانوں میں عزت کی، توہین کی تقسیم کرے گا، جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا میں اس کو نہیں چھوڑوں گا مگر آپ دیکھئے کہ اس حدیثِ قدسی کے مقابلے میں رسولِ گرامی مرتبت ﷺ آپ کو یہ نہیں کہہ رہے کہ تم مغرور ہو، متکبر ہو، تم لوگوں کیلئے ایک انا پرستی کا مظاہرہ کر رہے ہو بلکہ ایک دعا بتلا رہے ہیں..... ایک چھوٹی سی دعا..... ایک خوبصورت سی بات کہہ دی کہ چلو اگر تھوڑی سی عقل رکھتے ہو تو

Marfat.com

اس طرح خدا سے دعا مانگ لینا تو تمہارے مزاج سے تکبر کا انداز نکل جائے گا:

اَللّٰھُمَّ اجعَلْنِی صَبُورًا وَّاجعَلْنِیْ شَکُورًا وَّاجعَلْنِیْ فِیْ عَینِی صَغِیرًا وَّ فِی اَعیُنِ النَّاسِ کَبِیرًا

(اے اللہ! مجھے صبر عطا فرما، مجھے اپنی یاد والا بنا، مجھے میری نگاہ میں چھوٹا کر اور مخلوق کی نگاہ میں بڑا کر۔)

یہ اندازِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ انسانوں کے comparison سے اپنی بڑائی اور تکبر کو طلب کریں، بجائے اس کے کہ مخلوق کو چھوٹا سمجھ کر آپ بڑے بنیں، اسکا رُخ بدل دیں، مخلوق کو اپنے تقابل سے نکال دیں۔ اعتدال یہ کہتا ہے کہ لوگوں کو اپنے تقابل سے نکال دو۔ وہاں کئی ایسے پھرتے ہونگے، شوریدہ سَر جن کا ایک لفظ آپ کے لئے قیامت کا باعث بن سکتا ہے۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلا تَنھَر دیکھو سائل کو جھڑکو نہیں، غریب کو جھڑکو نہیں سوال کرنے والے کو جھڑکو نہیں۔ یہ غیر معتدل ہے، یہ متکبرانہ بات ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ننانوے فیصد سائل غلط ہوں مگر ہوسکتا ہے کہ جھڑکنے کی عادت پڑ جائے اور آپ ایسے کو جھڑک بیٹھیں کہ:

بہ ترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اَجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

(مظلوم کی آہ سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دعا کر بیٹھے تو خبردار رہنا کہ اس کی دعا کو اوپر نہیں جانا پڑتا بلکہ قبولیت خود اس کے در تک اُتر آتی ہے۔)

تو ایسا نہ ہو کہ آپ سائلوں کو جھڑکتے جھڑکتے ایک ایسے سائل کو جھڑک بیٹھو کہ جو اتنا خدا رسیدہ ہو، جو اتنا اچھا ہو، جو اللہ کے نزدیک اتنا معزز ہو کہ براء بن مالکؓ کی طرح قسم کھا بیٹھے اور اسکی قسم پوری ہو جائے تو پھر تمہارا زندگی میں کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا۔

حضراتِ محترم! اعتدال بتاتا ہے کہ ناتوں کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اعتدال بتاتا ہے کہ ہم نے رشتوں کی حفاظت کرنی ہے۔ اعتدال بتاتا ہے کہ گھر بار بھائی بندوں کی ہم نے حفاظت کرنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی بڑھے، کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کی عمر بڑھے تو پھر ناتے داری کا خیال کرے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ سب سے پہلے تکبرات کا دروازہ ناتے داری ہی پر کھلتا ہے۔ رشتہ داری ہی پر کھلتا ہے۔ معزز لوگ رشتہ داروں، عزیزوں کی تعظیم ترک کر دیتے ہیں۔ ان کو اپنے مرتبہ اور خیال سے پست سمجھتے ہیں۔ پھر وہ بیرونی اور خارجی رشتے اور تعلقات طلب کرتے ہیں جہاں ان کے status equivalent ہوتے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے...... ایسے لگتا ہے کہ وہ اپنی روزی میں اور اپنی عمر میں اضافہ نہیں چاہتے۔

اسماء بنتِ ابی بکرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... چونکہ وہ بڑی قریب کی تھیں، حضور ﷺ کی سالی بھی تھیں، اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن بھی تھیں، بے تکلفی بھی تھی تو گزرتے ہوئے کہنے لگے: ''خرچ کر خرچ ......خرچ کر خرچ، گن گن کے مال نہ رکھ۔ اگر تو گن گن کے مال رکھے گی تو پھر اللہ بھی تجھے گن گن کر دے گا''۔ اسماءؓ نے فرمایا: ''اُس کے بعد میں نے مال کو دیکھا نہیں خرچا ہے''۔ حضراتِ محترم! اس سے اسراف مراد نہیں، فضول

Marfat.com

خرچی مراد نہیں مگر ہر انسان اپنے survival سے ڈرتا ہے۔ یہ مال جمع کرنا بخلِ جان ہے''اُحضِرَتْ الانفُسُ الشُحّ'' (تمام جانوں کو بخلِ جان پر جمع کر رکھا ہے) ہر انسان، ہر زندگی، ہر جاندار بخیل ہے۔ جب جان کا مسئلہ آ جائے، جب زندگی خطرے میں چلی جاتی ہے تو ہر انسان اسے بچانا چاہتا ہے۔

یہ جو ہم بچت کرتے ہیں، آپ دیکھیں گے کہ یورپ میں یہ concept نہیں ہے۔ سوشل سیکورٹی سسٹم کی وجہ سے نہیں ہے۔ وہاں کی حکومتوں نے بخلِ جان سے لوگوں کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ They got no job, they are not worried, وہ انکے لئے انکی زندگی کے مطابق provisions دے رہے ہیں مگر جہاں زندگی خطرے میں پڑ جائے وہاں تو حرام بھی حلال ہوتا ہے۔ یہ بخلِ جان اتنی سخت شے ہے، اتنی major instinct اتنا tense survival ہے کہ اگر یہ خطرے میں پڑ جائے تو اعتدال خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ پھر اعتدال نہیں رہتا، صبر نہیں رہتا، یہ خوف وحزن کی maximum limit ہے، اس لئے پروردگار نے تھوڑی سی چھوٹ دی ہے۔ اگر جان اضطراب میں پڑ جائے تو تھوڑا بہت ضرورت کے مطابق اگر تم حرام کھالو تو کوئی گناہ نہیں۔ یہ اتنا tense survival ہے کہ یہ خدا کے خلاف کھڑا ہو جاتا ہے۔ خدا کو بھی معلوم ہے کہ یہ وہ چیز ہے جس پر میں نے اپنی مخلوق کو جمع کیا ہے۔

وَاُحضِرَتْ الاَنفُسُ الشُحّ

یہ اعتدال کا بدترین دشمن ہے اور اسکی حفاظت آپ ایسے تو نہیں کر سکتے۔ کسی انسان کو اپنے survival کے لیے ایک دن کی روٹی چاہیے، کسی انسان کو بہ ظرفِ اعتدال جو بھی دیتا ہے ایک ہفتے کا رزق دیتا ہے، کسی انسان کو ایک مہینے کا، کسی کو ایک سال کا...... مگر یہ تو اعتدال نہیں ہو سکتا کہ آپ ایک سو سال کے رزق کی فکر کرنا شروع کر دیں۔ یہ بخل جان سے آگے بڑھ کر خالص بخل ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: لوگ مصیبت میں نذر دیتے ہیں...... کہ اگر میں اس مصیبت سے نکل یا نکلا تو میں پروردگار تجھے یہ نذر پیش کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نذر سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نذر تو تقدیر میں حائل نہیں ہوتی۔ یہ تو کسی کا مقدر نہیں بدلتی۔ ہوتا تو وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ ہاں! اگرچہ نذر کے ذریعے کسی بخیل کا مال ضرور نکل جاتا ہے کہ اور کسی صورت میں وہ مال خرچنے پہ آمادہ نہیں ہوتا مگر جب جان خطرے میں پڑ جائے، اعصاب ٹوٹنے لگیں، ہائے وائے شروع ہو جائے تو پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ نذر جو ہے خطرے میں مقدر کو نہیں بدلتی، ہاں مگر اس کے ذریعے کسی بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔

بہترین پیٹرن میں عاداتِ رسول ﷺ کو اپنایئے۔ ایک ایسا اندازِ فکر جس میں تلخی نہ ہو، جس میں شدت و غضب نہ ہو، حسد و بغض نہ ہو۔ فرمایا: ''حسد و بغض سے پرہیز کرو، یہ گناہ ہیں، کسی اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہنا بھی گناہ ہے''۔ یہ حرام ہے، اس سے پرہیز کرو۔ اس لئے کہ شقاوتِ قلبی میں تمہارا دل کسی ایک کیفیت میں شقی ہو جاتا ہے اور پھر اس دل میں حلاوتِ علم ختم ہو جاتی ہے اور جب کوئی instinct کسی کو possess کرتی ہے تو پھر اسکا اعتدال کا علم کھو جاتا ہے۔ کرشنا نے گیتا میں اپنے پچیسویں اشلوک میں کہا کہ جب کوئی خواہش بڑھ

Marfat.com

جاتی ہے تو وہ علم کو اس طرح کھا جاتی ہے اور دور اٹھا کر پھینک دیتی ہے جیسے ایک معمولی سی کشتی کو سمندر میں آیا طوفان دور دراز لے جاتا ہے۔ جب انسان کے باطن میں کوئی خواہش کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف پیدا ہو جائے تو وہ قلب میں ایک مکمل جگہ بنا لیتی ہے اور اس معاملے میں مردوں سے زیادہ خواتین شکار ہوتی ہیں کیونکہ انکا locale محدود ہوتا ہے۔ وہ اپنی نفرتیں بھی مکمل کرتی ہیں۔ اپنی محبتیں بھی مکمل کرتی ہیں۔ اپنی possessions بھی پورا کرتی ہیں تو A woman is generally more possessive than man اسی لیے خواتین کبھی کبھی اعتدال سے زیادہ ہٹ جاتی ہیں مگر حضراتِ محترم! موجودہ زمانے میں ایک عجیب سی بات میں نے یہ دیکھی کہ قریباً مردانہ اور زنانہ عادات ایک جیسی ہوگئی ہیں۔

حضراتِ محترم! حضور ﷺ نے فرمایا کہ اعتدال صدقہ میں ہے۔ حسنِ اخلاق نیکی ہے۔ صدقہ ہے اور حسنِ اخلاق رب کریم کے نزدیک اعلیٰ ترین پسندیدہ ترین شے ہے۔ مگر یہ صدقہ ہے کیا؟ رسولِ گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تہذیب صدقہ ہے۔ ایک لفظ اچھا بول دینا صدقہ ہے، کسی کو رستہ دکھا دینا صدقہ ہے۔ کسی اچھے خیال کا سوچ لینا صدقہ ہے اور جب سورج طلوع ہو تو دو آدمیوں میں ملاپ کروا دینا صدقہ ہے۔ یہ جو لفظِ صدقہ ہے یہ اعتدال کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ یہ balances کا ہتھیار ہے اور اسکی بنیاد بہترین اخلاق ہے اور جھوٹ تین مقامات پر جائز ہے۔ ویسے جھوٹ بولنا برا اور سچ بولنا اچھا جیسے صحبت اچھے کی اور برے کی...... فرمایا: ''خوشبو والوں کے ساتھ رہو گے تو جب ان کے پاس سے ہٹو گے تو تمہارے جسم سے بھی خوشبو آئے گی اور اگر بُو یا لوہا جھونکنے والے لوہار سے دوستی کرو گے اور وہاں کوئلہ اُڑے گا اور کالک اڑے گی تو جب وہاں سے نکلو گے تو یہی چیزیں ساتھ لے کر نکلو گے۔'' تو صحبت یہ ہے اور اخلاق وہ ہے...... حضور گرامی مرتبت نے صدقے کی اتنی باعزت تعریف کی، کہ ذہن میں آئے ہوئے ایک اچھے تصور کو بھی صدقہ کہا۔ کسی کی اچھی بات کو بھی صدقہ کہا، تسبیح کو صدقہ کہا، تہلیل کو صدقہ کہا۔ ایک دفعہ لاالہٰ الّا اللہ کہنے کو صدقہ کہا اور یہ اتنی wider range ہے کہ آخر کون انسان ایسا ہوگا جو ایک معمولی سی نیکی پر بھی قادر نہ ہو۔

کسی نہ کسی طریقے سے، کسی نہ کسی انداز سے پروردگار نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے آپ کو معمولی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھنے کا حکم دیا ہے جو شاید آپکے نزدیک اتنی معمولی ہو کہ آپ سوچیں کہ اسکا ثواب کیا ملے گا؟ اگر آپ نے نیکی کرنی ہے تو اس ثواب کا نہ سوچیے...... اُس ثواب کا سوچیے، جو آپ کو قیامت کے بعد ملے گا۔ اُس اجر اور صلے کا سوچیے جو پروردگار آپکو زندگی میں بھی دے گا کہ:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً

(دن، رات، چھپا کر، دکھا کر کسی بھی طریقے سے اگر تم اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچو گے۔)

فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ

اللہ کی طرف سے آپ کو ایک انعام ملے گا۔ خواتین و حضرات اُس انعام کا سوچیے، وہ کتنا بڑا انعام ہے۔ وہ psychological ہے، وہ physical ہے، وہ mental ہے، وہ ایک ایسا انعام ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے

Marfat.com

انسان کو کوئی فکر و غم نہیں رہتا۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرة 274:2)

(پھر اللہ کبھی خوف و حزن کو تمہارے قریب آنے نہیں دے گا۔)

حضراتِ گرامی مرتبت! اعتدال ایک approach ہے۔ اعتدال آپکے ذہن کا ایک رخ ہے۔ اعتدال ''الحمد'' ہے۔ اعتدال اچھی چیز کا مانگنا ہے۔ اعتدال بُری چیز سے پرہیز مانگنا ہے۔ اعتدال خدا سے توفیق و مدد طلب کرنا ہے۔ بڑے سے بڑا صوفی درجہء کمال تک پہنچ کر یہ بات نہیں کہتا کہ میں نے از خود کچھ acquire کیا ہے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں جب شیخ بقا ابنِ بقی سے پوچھا گیا کہ شیخ کی approach کیا تھی؟ شیخ کس مسلک کے قائل تھے؟ کس انداز تصوف کے قائل تھے؟ فرمایا:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

(نہیں کوئی طاقت اور قوت مگر اللہ کی۔)

وہ ہر بات میں اپنا اختیار ترک کرتے تھے۔ وہ ہر بات میں رجوع الی اللہ کرتے تھے۔ وہ ہر بات میں کہتے تھے کہ نہ میرا کوئی خیال، ارادہ، نہ میری کوئی قوت...... جو کچھ ہے وہ میرے پروردگار کا ہے۔ جو کچھ بھی ہے اللہ کا ہے۔ '' کشف المحجوب'' اٹھا کر دیکھ لیں۔ ایک اور قطب الاقطاب، ایک اور عالمِ تصوف، ایک اور شناسائے ذاتِ ربانی سیدنا عثمان بن علی ہجویریؒ، تمام باتیں ختم کرنے کے بعد ایک بات ضرور لکھتے تھے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

کہ اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ ہمیں اس کی کوئی توفیق نہیں کہ اگر تو ہمیں خیر کی قوت عطا نہ کرے، شر سے بچنے کی قدرت عطا نہ کرے تو ہمیں کوئی توفیق نہیں ہے۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (هود 88:11)

(تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری طرف ہی رجوع کرنا ہے۔)

اللہ نے حضرت سلیمانؑ کی بڑی تعریف کی۔ اپنے بندے کو بڑا سراہا اور اُس کو ایسی حکومت دی جو پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ مگر ایک معمولی سے، ایک مختصر سے جملے میں فرمایا:

نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّابٌ (صٓ 30:38)

(بڑا اچھا بندہ تھا، توبہ کرنے والا حلیم۔)

بہترین صفت اللہ کے نزدیک توبہ کرنا اور حلیمی ہے۔ یہ اعتدال کے symbol ہیں۔ یہ اعتدال کی approach ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم گناہ نہ کرو گے تو پروردگار تمہیں اس صفحہء زمین سے نیست و نابود کر دے گا اور تمہاری جگہ ایسے لوگ لائے گا جو گناہ کریں گے اور توبہ کریں گے اور وہ ان کو قبول کرنے میں زیادہ خوش ہوگا''۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! ہم خدا پر شک کیوں کرتے؟ دیکھئے کتنی عجیب سی بات ہے!!! ایک آدمی جو شروع سے نماز نہیں پڑھ سکا، قضائے عمری شروع کر دے۔ اب اُس دیوانے سے پوچھو کہ کیا تو قضائے عمری دے گا؟ کیا خالی نماز کی قضا دے گا؟ وہ شر، وہ خیال، وہ فتنہ جو تم نے ساری عمر جاری رکھا تھا، وہ نقصان جو تم مخلوق کا کر چکے ہو، وہ غیبت، وہ حسد، وہ کینہ جو تم ساتھ لیکر چلے تھے، اُس کا تُو کیسے تاوان دے گا؟ اُس کی توبہ کیسے ہوگی؟ یہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ پر اعتماد نہیں کیا۔ جنھوں نے پروردگار کی بات پر اعتماد نہیں کیا کہ فرمایا جس نے توبہ کی وہ بطنِ مادر سے نیا جنا۔ اگر وہ اس گناہ کو excuse نہ بنائے، escape نہ بنائے، دلیل نہ بنائے، اپنے لئے حجت نہ بنائے، مذاق نہ کرے، اللہ کے ساتھ تمسخر نہ کرے تو وہ اگر بار بار بھی گناہ کرے اور بار بار توبہ مانگے تو اللہ بار بار اسے قبول کرے گا۔ سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ نے فرمایا: ''پوچھا گیا کہ یا شیخ! کسی ولی سے گناہِ کبیرہ ہو سکتا ہے؟'' فرمایا: ''ستر مرتبہ بھی ہو سکتا ہے''۔

خواتین وحضرات! اس اللہ سے اصل میں rigidity غیر معتدل ہے۔ وہ تاوان دینے میں ہو یا احساسِ گناہ ہو۔ سب سے بڑے گناہ کا ذمہ دار احساسِ گناہ ہوتا ہے جسے guilt conscience کہتے ہیں انسان کی معتدل صفات کو سب سے زیادہ نقصان اسی guilt conscience سے ہوتا ہے۔ یہ صحت نہیں مرض ہے۔ یہ morbidity ہے، ذہن کی اداسی کا باعث ہے۔ ہمت کے ابتلاء کا باعث ہے۔ آپ کی بزدلی کا باعث ہے۔ neurosis کا باعث ہے۔ psychosis کا باعث ہے۔ آپ جس جگہ بھی چلے جائیں، اگر انسانی بیماریاں دیکھیں گے، ذہنی بیماریوں کی بنیاد دیکھیں گے تو وہ guilt conscience میں ہیں۔ یعنی امیدِ مغفرت سے بڑھ کر احساسِ گناہ رکھنا توہینِ خداوند ہے۔ یہ توہینِ رسول ﷺ ہے۔ یہ ارشادِ گرامی رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ فرمایا: ''اگر تم گناہ نہ کرو گے تو اللہ تمہیں زمین سے مٹا دے گا''۔ مگر by no chance گناہ اضطراب ہے۔ گناہ ایک وقتی حرکت ہے، ایک exception ہے۔ یہ approach نہیں ہے۔ یہ ایک غیر دانستہ طور پر ہے جو کسی بھی انسان سے ہو سکتی ہے۔ اسکا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ آپ شوق سے گناہ کریں بلکہ ہمیشہ ایک نارمل اور معتدل زندگی میں گناہ ایک exception کی طرح آتا ہے، ایک بدصورتی کی طرح آتا ہے۔

اَللّٰہُ جَمِیلٌ وَّ یُحِبُّ الجَمَال (حدیث)

(اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔)

گناہ کا سب سے بڑا نقصان یہ نہیں کہ وہ انسان پر اثر ڈالتا ہے۔ گناہ کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ چونکہ خدا کو خوبصورتی پسند ہے۔ خدا aesthetic ہے۔ یہ مصورِ کامل ہے، اپنی تصویر میں اتنی غلاظت نہیں دیکھ سکتا اس لئے وہ اُس تصویر سے گریزاں ہوتا ہے۔ وہ اس تصویر سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ وہ اسے discard کر دیتا ہے جو اسکے معیارِ حسن پہ پوری نہیں اترتی اسی لیے گناہ وہ بدصورتی ہے جو اللہ سے دور کر دے۔

خواتین وحضرات! اللہ سے ڈرنے کا مطلب اور کچھ نہیں ہے۔ آپ اپنی زندگیوں کو دیکھیں...... ایک زبردست کا خوف آپ پر کتنا طاری ہوتا ہے...... ایک لوکل تھانیدار کا خوف کتنا طاری ہوتا ہے کہ اگر وہ اشارتاً کہہ دے کہ صبح آپ کو تھانے بلایا جائے گا تو آپ کو رات چین سے نیند نہیں آتی۔ پھر آپ سوچتے ہیں کہ آپ اللہ سے ڈریں گے۔ اگر

اسکے خوف کا ایک حقیقی لمحہ آپ پر وارد ہو جائے تو کیا پھر بھی آپ زندہ رہ سکیں گے؟ کبھی آپ کو احساس ہوا کہ ایک معمولی سے انسان کا خوف آپ سے سہا نہیں جاتا تو پروردگارِ عالم کا خوف کیسے سہیں گے؟ تقویٰ اور انسان کا اللہ سے خوف صرف ایک ہے۔ یہ تصور کیا گیا، یہ سمجھا گیا ہے کہ کائناتِ بالا میں اس کیمیا گر نے جس نے تصویرِ انسان بنائی، اس نے یہ پہلے سے فرض کر لیا تھا کہ میرا انسان مجھ سے محبت کرے اور گناہ اس محبت کا نقص ہے۔ اگر آپ کو اپنے گناہ سے یہ اذیت نہ ہو کہ آپ اپنے محبوب خدا سے دور ہو گئے ہیں تو پھر آپ متقی نہیں ہیں بلکہ آپ گناہ کو academically لے رہے ہیں۔ اپنے inner conscious سے لے رہے ہیں، sickness سے لے رہے ہیں، بڑے متقی میں نے دیکھے ہیں ماشاءاللہ...... اللہ انہیں اور توفیقِ عمل دے...... مگر اسکے ساتھ ساتھ ان کو فہم اور فراستِ قانونِ خداوندی دے کہ وہ اعمال پر اتنی شدت نہ کریں۔

اب دیکھیں کہ کیا وہ شدت، قرآن و حدیث سے support کی گئی ہے؟ ایک بدو اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا! ''قیامت کے لئے کیا کیا ہے''؟ کہا: ''میرے اعمال اتنے زیادہ نہیں، نہ نماز، نہ روزہ'' ۔فرمایا: ''تو پھر کس بات پر قیامت کو پوچھتا ہے''؟ کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ ﷺ سے محبت بہت ہے''۔ فرمایا: ''پھر لوگ قیامت کے دن ان کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے انہیں محبت ہوگی''۔ خواتین و حضرات! محبت ہی فلسفۂ کائنات ہے۔ مگر یہ وہ محبت نہیں جو جذباتیت...... کی نذر ہو گئی ہے، کم فکری و کم عقلی کی نذر ہو گئی ہے۔ یہ وہ محبت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے اندازِ زندگی میں منعکس ہوئی تھی۔ وہ محبت کے انداز تھے۔ اعتدال اندازِ محبت ہے۔ آرزوئے خیر اندازِ محبت ہے، شر سے بچنے کی آرزو اندازِ محبت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمنی رُشْدِی وَاَعِذْنِی مِن شَرِّ نَفْسِی (حصن حصین)

(اے پروردگار! الہام کر خیالِ خیر، عطا فرما نیکی و رشد اور مجھے میرے نفس کے شر سے پرہیز دے۔)

اور کیسے شر سے پرہیز دے......؟؟ یہ میں مانگ رہا ہوں مگر میرا رسول ﷺ اس سے بھی اگلی دعا مانگ رہا ہے: یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ بِرَحمَتِکَ اَستَغِیثُ (اے زندہ اور قائم رہنے والے اپنی رحمت سے میری مدد فرما۔) اَصلِح لِی شَانِی کُلَّہٗ (میری ذات کی اصلاح فرما۔) وَلَا تَکِلنِی اِلٰی نَفسِی طَرفَۃَ عَینٍ (اور ایک پلک جھپکنے کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر) (حصن حصین)، تو کیا ہم وہ نہ مانگیں جو رسول اللہ ﷺ مانگتے تھے۔ کیا ہم ان چیزوں سے پرہیز نہ مانگیں جن سے رسول اللہ ﷺ پرہیز مانگتے تھے۔

خواتین و حضرات! خیر اور بھی بہت سے فوائد رکھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:...... اور یہ بات یاد رکھیے گا کہ عرب میں کھجور بڑی حقیر ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں ہوتے تو شاید ایک دانۂ گندم کی حدیث اترتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک کھجور...... ایک کام کی بات صدقہ ہے۔ یہ دوزخ سے تمہاری آڑ ہے۔ یعنی خیر سے دیا ہوا ایک دانۂ گندم بھی تمہیں دوزخ سے بچائے گا۔

خواتین و حضرات It is very common to be uncommon! بڑی عام سی بات ہے کہ ہر آدمی uncommon ہونا چاہتا ہے۔ غیر معمولی ہونا چاہتا ہے۔ اسکے اندر عُجب ہے، غرور ہے۔

وَمَا الحَیٰوۃُ الدُّنیَا اِلَّا مَتَاعُ الغُرُورِ (آلِ عمران 185:3)

Marfat.com

وہ احساسِ کمتری میں الجھا ہوا ہے۔ ایک غریب الدیار انسان جو زمین میں اپنے ہی جیسوں میں نمائندگی طلب کرتا ہے۔ ان میں ہی اپنے سر کو اونچا کرنا چاہتا ہے۔ تکبراتِ ذات میں الجھا ہوا ہے مگر اگر پروردگار ہمیں عقل بخشے، شعور بخشے اور ہم عقل کی اس استعداد کو حاصل کرنا چاہیں تو پھر ہمیں اس اندازِ معرفتِ رسول ﷺ کو اپنانا ہوگا۔ اُس اندازِ رسول ﷺ کو اپنانا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں سب سے اعلیٰ و افضل قرار دیا ہے، جس کو ایک مثالی زندگی قرار دیا ہے۔ جس کو تصوف قرار دیا ہے، جو طریقت ہے، جو شریعت ہے۔ مگر اسکے ساتھ ساتھ اعتدال ہی وہ علم ہے جس سے ہماری آنکھ ہماری ذات پر کھلتی ہے۔ جو ایک کمالِ تصوف ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ صلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: How to know God? فرمایا Know thyself you will know God حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہی سوال پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''وَمَنْ عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ'' کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ حضورِ گرامی مرتبت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ جسے اپنا علم دینا چاہتا ہے۔ اسکی آنکھ اس کے اوپر کھول دیتا ہے''۔ لیکن میری آنکھ میرے اوپر کیسے کھلے گی؟ مجھے کیسے محسوس ہوگا؟ I am not a psychologist. I am not a parapsychologist. میں نفسیات دان تو نہیں ہوں۔ مجھے اپنا آپ کی psychiatry کے لئے present کرنا ہوگا۔ مجھے اپنی شناخت کیلئے کسی ماہرِ علومِ نفس کو جانا ہوگا۔ مجھے سمجھنا ہوگا کہ نفس کیا ہے؟ مجھے سمجھنا ہوگا کہ وہ ماہرِ نفس کون ہے؟ جو مجھے یہ بتائے کہ آپ کا یہ problem ہے، اسکو دور کرو گے تو اعتدال میں آؤ گے..... تب کہیں جا کر شناختِ خداوند پاؤ گے۔ It is very difficult مگر پرانے زمانے میں جسے آپ صوفی کہتے تھے، وہ ایک تنہا جنگ لڑتا تھا۔ بدقسمتی سے اسکا ظاہر اسکے باطن پر غالب آجاتا تھا۔ پہاڑ کی کھوہ اس کی سند بن گئی۔ دریا کی گہرائی اس کے لئے سند..... چلّہ اس کی سند..... غرقابیٔ صحرا اسکی سند..... وہ ایسا تو نہیں تھا۔ He was fighting a battle of balances وہ تو اپنے اعتدال کی جنگ کر رہا تھا۔ وہ خلق سے اس لئے نہیں بھاگتا تھا کہ ویرانے میں علم پڑا ہے۔ وہ خلق سے اس لئے بھاگتا تھا کہ زبان سے کسی کی غیبت نہ نکل جائے۔ وہ اپنے آپ کو اس لئے فاقہ نہیں دیتا تھا کہ فاقہ ٹوٹنے کے ساتھ کوئی غیر شرعی طاقت عروج پائے گی، وہ اپنے آپ کو اسکے لئے فاقہ دیتا تھا کہ کہیں روٹی کی طلب و تلاش اسکی محبتِ خداوند پر غالب نہ آجائے۔ وہ اپنے آپ کو ایسی عاداتِ اعتدال پر لانا چاہتا تھا اور پھر کچھ لوگ جو تھے، اس میں بہت آگے بڑھ گئے..... آج بھی آپ کسی بزرگ کی داستان سن لیں۔ تو حیرت کی بات ہے کہ اس کے عقل و علم کی بات نہیں ہوگی بلکہ اسکے مجاہدے کی بات ہوگی۔ اسکی ریاضتِ علم و عقل کی بات نہیں ہوگی۔ اسکی سوچوں سے کوئی آگاہ نہیں ہوگا..... یہ تو وہ غریب آدمی ہوتا ہے وہ شریف آدمی..... جو طلبِ علم میں طلبِ خداوند میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ جس کو یہ پتہ ہے کہ میری جبلتیں بے اعتدال ہیں۔

نفس کیا ہے؟ چند جبلتوں کا ایک packet ہے۔ اس میں survival, sex, love, aggression بنیادی جبلتیں ہیں۔ حضراتِ محترم! جبلت کس کو کہتے ہیں؟ جب ہم ابھی وجودِ عقلی میں نہیں آئے تھے۔ جب ہم سوچنے والے آدم نہیں ہوئے تھے۔ تو اس سے millions of years پہلے He has to live within the framework of an animal work اس وقت ہم نے جو عادات، ان جانوروں میں

رہتے ہوئے survival اور sex کے بارے میں اختیار کیں، وہ ہماری بھی مستقل عادات بن گئیں۔ ہمارے اندر بھی وہ جبلتیں آ گئیں جو ہر انسان اور حیوان میں یکساں طور پر موجود ہیں We share it with animals جبلت کو ہم animal کے ساتھ share کرتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو genetics میں آئیں۔ ہمارے آباؤ اجداد انسان سے آئیں۔ وہ انسان جو کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ وہ انسان جو زمانے میں کبھی sub-phylum cordata میں تھا، کبھی وہ mammals class میں تھا۔ family apes میں تھا، Homo-sapiens میں تھا، وہ ابھی آدم نہیں بنا تھا۔ اس میں ابھی عقل و شعور کی transformance نہیں ہوئی تھی۔ جو replica جنت میں تھا اور جو replica زمین پر تھا۔ ایک physical replica تھا، ایک spiritual replica تھا۔ ابھی یہ اتحاد مابین ہوا نہیں تھا۔ اس وقت جو انسان نیچے پل رہا تھا، جس پر ملائکہ نے opinion دی تھی۔

قَالُوٓا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ (البقرة 30:2)

کہ یہ زمین پر فتنہ و فساد قتل و غارت کرنے والا انسان تھا۔ وہ اس وقت اس قابل نہیں تھا کہ اسے خلافتِ ارضی موصول ہوتی۔ اُس وقت جو کچھ ہم نے gain کیا، جو عاداتِ مستقل ہم نے اپنائیں، ان کو جبلت کہتے ہیں اور پھر شعور کے بعد بھی جبلتیں اپنی shape اور شکل و صورت تھوڑی تھوڑی تبدیل کرتی گئیں۔ ان جبلتوں میں بھی تہذیب تھی۔ آج کا نفسیات دان جبلت کو ایک مکمل حیوانی شعور کہتا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ اگر آج غور سے جانورانہ زندگی کو دیکھیں تو جبلت میں بھی تحصیلِ علم ہے۔ مگر جبلت میں جو تحصیل ہے، وہ تجربہ سے ہے، شعور سے ہے۔ intelligence تو spider میں بھی موجود ہے، اگر spider ایک جالا لگا دے اور آپ اسے توڑ دیں تو دوسرے دن پھر لگائے گا۔ اگر دوسرے دن توڑ دیں تو پھر وہ تیسرے دن بھی لگائے گا مگر چھ سات دن کے بعد وہ یہ بات جبلی طور پر سمجھ جاتا ہے کہ میرے جالے کو یہاں کوئی خطرہ ہے۔ وہ یہاں سے اکھاڑ کر کسی اور جگہ لے جائے گا تو جبلی عادات میں بھی ایک شعوری کیفیت ہوتی ہے مگر وہ تجربہ، انسان سے پیدا ہوتی ہے۔

حضراتِ محترم! جب انسان ان جبلی عادات کے packets میں الجھے ...... survival, love, sex اور aggression کے packets میں الجھ کر وہ بعض اوقات اتنا آگے بڑھ گیا کہ چنگیز و ہلاکو کی شکل اختیار کر گیا۔ Caesar کی شکل اختیار کر گیا۔ اس نے Carthaginian Hannibal کی شکل اختیار کی...... وہ صحرائے گوبی سے اٹھتے ہوئے امیر تیمور برلاس کی شکل اختیار کر گیا تو زمین پر قتل و غارت اپنی جبلتوں سے آگے بڑھیں۔ اس کے بیچ میں ایک mystic ہے جس کا مطلب واضح ہے، جس کی ترجیحات بڑی واضح ہیں، جو طلبِ خداوند میں ان ترجیحات کو، اپنے اوپر لازم قرار دیتا ہے۔ وہ یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے کہ علم کہاں ہے؟ mystic وہ شخص ہے کہ جو یہ نقطہ پا جاتا ہے کہ علم اعتدال میں ہے اور میں معتدل نہیں ہوں۔ ہر صوفی کو اس نقطے کا علم ہوتا ہے کہ مکمل علم، مکمل اعتدال رسول ﷺ ہیں اور میں اعتدال پانا چاہتا ہوں مگر سب سے بڑی رکاوٹ جو اس اعتدال میں حائل ہے، وہ میرا اپنا نفسی اشکال، میرے اپنے جبلی packets ہیں جو ہر حال میں مجھے possessions، غصے، depressions، نفرت، حسد، بغض اور کینہ کو مائل

Marfat.com

کرتے ہیں۔اور یہ میرے رستے ہیں تو پھر وہاں سے ایک مسلمان کی، ایک مومن کی، ایک عام انسان کی، ایک ولی کی، struggle اعتدال کو حاصل کرنے کی struggle شروع ہو جاتی ہے۔ The entire struggle of a mystic is for balance, for overgrowth وہ اپنی جبلتوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے اور ایک مستقل اعتدال کی کیفیت حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ کیفیت اعتدال ریاضت سے نہیں...... ذہن سے، سوچنے سے، شعور سے ملتی ہے۔ اور اسی کی وجہ سے انسان کو باقی مخلوقاتِ آدم پر نمایاں کیا گیا ہے۔ غلطی ہم کر چکے ہیں...... جب مخلوقِ آدم کو، جب انسان کو، جب شریعت کو اللہ نے متشکل کیا اور دوسری مخلوقات کو بھی اپنے سامنے جمع کیا اور امانتِ عقل و شعور عطا کرنی چاہی تو انسان میں چونکہ لالچ بڑا ہے...... آپ خود سوچیے کہ انسان میں کتنی ہوس ہے......! خود دیکھ رہا تھا، اچھی طرح جانتا تھا کہ تمام مخلوقاتِ ارضی و سماوی نے اس نعمت کو اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ ملائکہ ڈر کے پیچھے ہٹ گئے۔ جنات ہٹ گئے...... جنود و سماواتِ والارض گئے...... زمین گئی، آسمان گئے...... مگر لالچ انسان بنیادی طور پر طمع اور عجلت کا تھا۔ اور پھر بغیر دیکھے...... بغیر سوچے سمجھے حضرتِ انسان آگے بڑھے...... بھئی یہ کوئی اتنی سستی چیز نہیں ہے۔ باقی ہر چیز اس امانت سے خوف زدہ ہے مگر یہ تیزی سے آگے بڑھ چکا تھا۔ اتنی تیزی دکھائی کہ اللہ کو کہنا پڑا

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب 72:33)

کہ اس جاہلِ مطلق نے سوچا بھی نہیں۔ اس ظالم نے دیکھا ہی نہیں کہ میں اپنے اوپر کتنا ظلم کر رہا ہوں۔ میں کتنی بڑی responsibility لے رہا ہوں۔

اصل میں اس کی نظر responsibility پر تھی ہی نہیں۔ اس کی نظر تو اشرف الخلوقات پر تھی۔

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرۃ 30:2)

شروع سے ہی ہم حریص اقتدار ہیں۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔ شروع سے ہی ہم وجاہت طلب ہیں، سوائے محمد رسول ﷺ کے...... سوائے اس معتدل ترین انسان کے جو کسی حالت میں بھی تفاخر پسند نہیں کرتے۔ یہ حیرت انگیز معجزۂ تاریخِ فنِ حیات ہے کہ پوری کی پوری حدیث پڑھ لیں۔ ایک لفظ حضور ﷺ کی زبان سے اپنی تعریف میں نہیں نکلا۔ This is a miracle of human record. کس قدر حیرت انگیز ہے کہ وہ جو صاحبِ رحمت ہے، وہ ہستی مبارکہ جو رحمت اللعالمین ہے، وہ یہ کہہ رہی ہے کہ میں بھی اللہ کی رحمت کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہونگا۔ important کی self کو un-important کرنے کا یہ کمال ہے۔ یہ حیثیتِ کمال ہے کہ رحمت اللعالمینؐ ہونے کے باوجود فرما رہے ہیں کہ میں بھی خدا کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔ فرمایا! مجھے میرے بھائی یونس بن متیؑ پر فضیلت نہ دو، ہو سکتا ہے میں اس کی جگہ ہوتا تو اس سے بڑی غلطی کرتا۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ یہ افضل ترین نبی ہے...... قرآن کہہ رہا ہے کہ اسی کے لیے قرآن ہے...... قرآن کہہ رہا کہ انہی کی بقیہ ماندہ صفات پر باقی پیغمبر کھڑے رہے...... قرآن کہہ رہا ہے کہ انہی کی صفاتِ پیغمبری باقی پیغمبروں میں بانٹی گئیں مگر ایک ایک...... زیادہ نہیں۔ اسی لئے وہ غیر معتدل پیغمبر تھے۔ اسی لئے عیسیٰ کو follow کرنا بہت مشکل ہے۔

Marfat.com

کہاں سے وہ معجزے آپ دکھائیں گے......؟؟؟ کیسے وہ سارے کمالات دکھائیں گے جو حضرتِ عیسیٰ میں تھے۔ کس حیثیت میں ان کو follow کریں گے؟؟؟ کیسے ان مشکل نیات کو follow کریں گے کہ جس نے ہمسائے کی بیوی کو بری نظر سے دیکھا اس نے زنا کیا۔ جس نے ایک وقت سے زیادہ کھانا رکھا...... فرمایا: ''یوحنا! تم نے توکل میں ہمیں پرندوں سے بھی گرا دیا''۔ یہ difficult ہے۔ یہ one side ہے، اعتدال نہیں ہے۔ تمام پیغمبروں کو جو ایک ایک صفتِ عالیہ، محمد ﷺ دی گئی...... محمد ﷺ سے آگے قرآن میں آ کر اسے مکمل کیا گیا اور مسلمان کے لئے mystics کے لیے اور تمام تر جدوجہد کرنے والوں کے لیے نظریہ اعتدال پورا ہو۔ ہم سب اپنے آپ کو مکمل سمجھتے ہیں۔ آپ میں سے کوئی ہے جو اپنے آپ کو psychologically misfit سمجھے...... ہے کوئی...... کوئی بھی نہیں سمجھتا۔ کوئی بھی ایسا نہیں سمجھتا۔ اگر آپ کسی کو psychologically misfit کہہ دیں تو گلے پڑ جائے گا کہ I am not اس کی وجہ کیا ہے؟ psychologically misfit ہونے کی علامت یہ ہے کہ عمومی حرکات سے کوئی غیر معمولی حرکت کر بیٹھنا۔ ایک sudden jump with the roof یا بغیر کسی وجہ کے ایک دم کسی سے لڑ پڑنا تو people say something wrong is happened with him . It is unusual. It is something psychological.

خواتین و حضرات! ہمارے نزدیک تو یہ normalcy نہیں ہے۔ ہمیں تو اس normality سے غرض ہے کہ جو hundred percent psychological ہو۔ normal لوگوں کو جو بیماریاں لگی ہوئی ہیں...... مگر خدا کے نزدیک صرف ایک چیز normal ہے۔

لَا خَوفٌ عَلَیهِم وَلَا هُم یَحزَنُونَ

اس کے نزدیک صرف وہ لوگ normal ہیں جو خوف و حزن سے آزاد ہیں۔ اب اس معیار پر پرکھ لیجئے، ہے کوئی normal...... ہے کوئی شخص...... جو یہ کہے کہ مجھے fears نہیں ہیں، frustrations نہیں ہیں۔

خواتین و حضرات! جس نظریہء اعتدال کی میں مذہب و تصوف میں بات کر رہا ہوں وہ اس اعتدال کو حاصل کرنا ہے جس میں fears اور frustrations نہ ہوں۔ مگر کیسے نہیں ہوں گے؟ یہ تبھی ممکن ہے کہ دل اطمینان میں ہو۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ ذہن میں کوئی burning نہ ہو۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ اسکا مرکز امن و سکون والا ہو اور اسکے بارے میں بڑی وضاحت سے پروردگار نے دعویٰ کیا کہ:

اَلَا بِذِکرِ اللّٰهِ تَطمَئِنُّ القُلُوبُ

کہ جو چاہو کر لو، زمین کی سن لو یا آسمان کی سن لو، جو چاہو کوشش کر لو، تمہیں دل کا اطمینان میری یاد کے سوا کہیں نہیں ملے گا۔ temporary phase میں تھوڑا تھوڑا کر کے کسی نے سوچا کہ دولاکھ میں امن ہے...... کسی نے گاڑی میں امن ڈھونڈا...... کسی نے شادی میں ڈھونڈا، کسی نے بچوں میں ڈھونڈا For a small phase of time a cursory peace will be visible to you. امن ہمیشہ ایک گزرتے ہوئے مسافر کی طرح آپ کے دروازے پر دستک دے گا۔ آپ اسے مہمان نہیں کر سکتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ امن دل میں اسی وقت مہمان ہوتا ہے، جب آپ اللہ کی یاد

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اللہ کی یاد ہی اس computer کی وہ disc introduce کرتی ہے...... اس کمپیوٹر میں دنیا کا وائرس لگا ہوا ہے، ہمارے اندر جو وائرس لگا ہوا ہے وہ وائرس کس کس چیز میں نہیں ہے: " زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ " ہم نے انسان کو ان شہوات سے محبت دی: عورتیں، بچے، مرد، سونا چاندی، گھوڑے گاڑیاں، کھیتی باڑی، ساز و سامان...... کیا کوئی چیز پیچھے رہ گئی؟ یہ وائرس لگا ہوا ہے...... وائرس ایسا لگا ہوا ہے کہ جو کسی طریقے سے نہیں جا سکتا۔ counter data مہیا نہیں ہو سکتا۔ آپ جب اس میں یہ ایک سوال ڈالتے ہیں: How to find God? Computer answers you back not accessible تو اس کی access نہیں ہو سکتی۔ اس سوال کا جواب آپ کو اس ذہن سے نہیں مل سکتا۔ جس میں دنیاوی خواہشات کے virus لگے ہوئے ہوں۔ So you asked him for God's sake give me a clue وہ کہے گا۔ Balance...Balance, How? Just with the remembrance of God. الا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ And do you think? Do I think? Because everybody think, God is lier. ہمیں اپنے اعتبار کو پرکھنا ہے۔ کیا ہم سمجھتے ہیں کہ خدا غلط کہہ رہا ہے؟؟؟ رب کعبہ کی قسم ہے کہ practically ہم سمجھتے ہیں کہ خدا غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ بات سچ ہے اور خدا ٹھیک کہہ رہا ہے تو پھر ہم خدا کی یاد سے کیوں نہیں اطمینان کو ڈھونڈتے؟؟؟ اس کے دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں۔ God is wrong or we don't believe in God. We believe in other things. We believe in money. We believe in women. We believe in children. اتنی سادہ سی بات پر ہم خدا پر اعتبار نہیں کرتے۔ کیا اس سے بڑا کوئی imbalance ہو سکتا ہے کسی مخلوق کے لئے؟

ایک آخری بات...... باوجود انتہائی balanced ہونے کے، اس تصویر میں جو مصور نے بنائی وہی رنگ ہیں۔ ایک لازوال concern ہے۔ باوجود ان ساری باتوں کے جن کے analysis میں ہم جاتے ہیں، اس تصویر میں محبت اور رحمت کا اپنا عجیب رنگ ہے کہ پندرہ سو برس بعد بھی میں اور آپ اس محبت کے رنگ کو محسوس کر سکتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ اصحاب میں بیٹھے ہیں تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ اصحاب اس طرح ڈرے، خوف سے اور محبت سے، جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں کہ حرکت کی مجال نہ رہی۔ سسک کے رہ گئے کہ آج اس تصویر محبت میں آنسو کیوں آ گئے تو پوچھا! ''یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی گستاخی ہوئی ہے، ہم سے کوئی گناہ ہوا ہے''۔ ہم سے کوئی تقصیر ہوئی ہے، غلطی ہوئی ہے، ہم نے کوئی آپ ﷺ کو دکھ پہنچایا ہے۔ فرمایا: ''نہیں بلکہ ان لوگوں کے تصور سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں جو میرے بہت بعد آئیں گے، جنہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا، جنہوں نے مجھے سنا نہ ہوگا، وہ پھر بھی مجھ پر ایمان لائیں گے۔ مجھ سے محبت رکھیں گے اور مجھ سے اپنے تعلق کو استوار کریں گے''۔ پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا ان کی عادات ہماری طرح ہوں گی''؟ فرمایا: ''نہیں، کچھ عادات ان کی اپنی ہوں گی اور کچھ تمہاری طرح ہوں گی''۔

خواتین و حضرات! اس پیغمبر کے آنسوؤں کی لاج تو ہم نے رکھنی ہے۔ عجیب سی بات ہے کہ میں اپنے آپ کو ان آنسوؤں کا حقدار سمجھتا ہوں۔ میں آپ کو ان آنسوؤں کا حقدار سمجھتا ہوں، کیا ہم اس کے return میں ایک محبت اور

Marfat.com

خلوص کا آنسو واپس نہیں کر سکتے؟ کیا ہمارے دل میں اس کی identification کی کوئی آرزو پیدا نہیں ہوتی؟ اعتدال ہی تو محبت ہے۔ کیا ہم اپنے دل کا اطمینان نہیں چاہتے؟ ہم جو حب رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ زلف و رخسارِ رسول ﷺ سے آگے نہیں جاتے۔ خدا آپ کو اور مجھے اسوۂ رسول ﷺ پر چلنے کی توفیق دے۔ حیاتِ رسول ﷺ کو سمجھنے کی توفیق دے۔

سوال: ایک بچے نے سوال کیا ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی؟

جواب: میں اپنے عزیز کو جس نے اتنا خوبصورت سوال کیا ہے، اس کو صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ "پہلے" کو خدا کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ نے اپنے بارے میں یہ بات کہی ہے کہ

هُوَ الاَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيم (الحدید 3:57)

(میں ہی پہلا ہوں، میں ہی آخری ہوں میں ہی ظاہر ہوں میں ہی باطن ہوں اور میں نے ہی ہر چیز کو احاطہء علم میں سمیٹا ہوا ہے۔)

اس لیے فرض کیجئے کوئی شخص یہ سوال کرے کہ کیا خدا اپنے سے بڑا پتھر بنا سکتا ہے؟ تو جواب ہوگا: "ہاں مگر پھر خدا، خدا نہیں رہے گا بلکہ وہ پتھر خدا ہوگا"۔ سب سے پہلا ہی خدا ہے اور سب سے آخر ہی خدا ہے۔

اس کی حیثیت ایک متغیر شے کی ہوگی کیونکہ جو چیز متغیر ہے وہ فانی ہے۔ ہر وہ چیز جو ختم ہونے والی ہے وہ کبھی خدا نہیں ہو سکتی۔ زوال پذیر کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنے اس عزیز کو ایک بات کہی ہے کہ جب ابراہیمؑ خدا ڈھونڈ رہے تھے تو سب سے پہلے انہوں نے ایک اصول وضع کیا کہ کون سا خدا ہو سکتا ہے۔ خدا اپنے سائز سے حجم سے، کثرت سے، قلت سے نہیں پہچانا جاتا۔ خدا اپنے وجود سے کبھی بھی پہچانا نہیں جائے گا۔ اس لیے کہ اگر چہ ارب انسان بھی اپنا ذہنی data خدا کے بارے میں جمع کریں تو ہم پھر بھی کسی نہ کسی صفت تک ہی پہنچیں گے، وجود تک نہیں پہنچیں گے۔ ہمارے لئے سب سے آسان بات یہ ہے کہ .God is known by the function he does خدا ان باتوں سے پہچانا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ خدا کہلاتا ہے۔ اب یہ بات اس معصوم بچے کے لئے تو نہیں ہے مگر یہ بڑوں کے لئے بات ہے کہ فلسفہ نے سب سے بڑی غلطی اور حماقت اس وقت کی کہ تمام فلسفہ تجرید کو حرکت کرتا رہا abstraction کو حرکت کرتا رہا۔ وہ خدا کے وجود کے بارے میں سوچتے رہے۔ وہ خواہ برگساں تھا یا کانٹ تھا یا ہیگل تھا یا نیٹشے تھا جنہوں نے یہ کوشش کی کہ خدا کو اس کے وجود کی حیثیت سے پہچانیں مگر اگر آپ نے فلسفہ کا غور سے مطالعہ کیا ہو تو پتہ یہ لگتا ہے کہ وہ وجود کی materialism کی بجائے abstraction تک پہنچ گئے۔ کسی نے کہا: Rightness is God. Justice is God.Beauty is God. یہ تمام کے تمام سوچنے والے بالآخر صفاتِ خداوند تک پہنچے، خدا تک نہیں پہنچے۔ مگر خدا کو جاننے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اگر اس وقت اس ہوٹل کے اوپر ایک اڑن طشتری نما کوئی چیز آ کر کھڑی ہو جائے اور وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں تو آپ تمام قریباً قریباً اس کا انکار کر دیں گے، پھر اس کو ثبوت دینا پڑے گا اپنے خدا ہونے کا اور وہ ثبوت یہ ہوگا کہ جو صفات اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں وہ انہیں زندہ اور حقیقت میں بدلے گا۔ وہ آواز دے گا کہ میں جب چاہوں آپ کی زندگی لے سکتا ہوں، میں جب چاہوں آپ کو موت دے سکتا ہوں میں جب چاہوں آپ کے لیے محل کھڑا کر سکتا ہوں، میں جب چاہوں آپ کی عمارات منہدم کر سکتا ہوں میں جب چاہوں آپ کو عدم سے وجود تک لا سکتا ہوں۔

Marfat.com

میں جب چاہوں آپ کو وجود سے عدم تک بھیج سکتا ہوں۔ اگر وہ اپنی ان صفات پہ پورا اترے تو آپ یقین جانیے کہ بحیثیت انسان کے آپ کے پاس اس کے خلاف کوئی argument نہیں رہے گی، چاہے وہ ایک نقطہء باریک کی طرح فضائے بسیط میں چمک کیوں نہ رہا ہو۔ تو God is aways known by the function he does .
He is never known by his person.

دوسری بات کہ جب کبھی لوگ اللہ سے دلیل طلب کریں، جب بھی لوگ یہ چاہیں گے کہ خدا کی پہچان مکمل ہو تو پہچان وجود سے نہیں بلکہ موجودگی سے ہوگی اور موجودگی کے لئے وجود پر نظر کرنا لازم نہیں۔ اگر ایک ذات ایسی ہو کہ جو اپنی موجودگی کا ایک مکمل ثبوت آپ کو مہیا کرے تو پھر آپ کو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ آپ اس کے وجود پر غور کریں اور میرے نزدیک اس وقت خدا کی موجودگی کا ثبوت موجود ہے۔ اتفاق سے کبھی ہم نے اس ثبوت کو بحیثیتِ ثبوت نہیں پرکھا اور وہ ثبوت ہے کہ ہمارے پاس ایک Complete data of God موجود ہے۔ ایک ایسا data جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرا ہر لفظ، میری ہر بات خدا کی بات ہے۔ اگر آپ اس data کے اوپر ایک preposition لگا دیں اور وہ بڑی سادہ سی preposition ہوگی کہ خدا غلط نہیں ہو سکتا۔ میں انسان ہوں میں غلط ہو سکتا ہوں۔ قابل ترین انسان غلطی کر سکتا ہے مگر خدا غلطی نہیں کر سکتا۔ God is infallible وہ کبھی غلطی نہیں کرتا۔ اب غلطی کے امکانات کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک آدھ غلطی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ بڑے سے بڑا انسان بھی جب اپنا کوئی دعویٰ تکمیل کیلئے پیش کرتا ہے تو اس میں دو چار جب غلطیاں نکل آتی ہوں تو ہم یہ کہتے ہیں It's all right, it is acceptable اگر سو میں سے پانچ، دس، پچاس بھی غلطیاں نکل آئیں تو as a human being ہم یہ advantage claimant کو دیتے ہیں کہ He was all right but he did certain mistakes. مگر خدا کی hundred میں سے ایک بھی غلطی نکل آئے تو وہ خدا نہیں رہتا۔

اب آپ دیکھیے کہ جس قرآن کو آپ جزدانوں میں سجا کر رکھتے ہیں۔ جس قرآن کو آپ ایک بُت کی طرح چومتے چاٹتے ہیں اور اس پر کبھی غور و فکر نہیں کرتے ہیں، یہ اس دنیا و مافیہا کی سب سے حیرت انگیز کتاب ہے، سب سے حیرت انگیز کتاب اس طرح سے ہے کہ وہ ہستی ء مبارکہ جس کے بارے میں مجھے اور آپ کو شبہ ہے، جس کے وجود کا کوئی آثار اور symbol ہمارے پاس نہیں ہے۔ جس کے بارے میں لارڈ رسل جیسے فلاسفر یہ کہتے ہیں کہ There is no sense data about God on this earth, so God is non- sense مگر اس نے کتنی بڑی حماقت کی بات کی ہے۔ There is a data of Quran which you can judge. There is the data of God. Quran is the data of God. اور ڈیٹا بھی کوئی ایسا ویسا نہیں جو آپ سے sympathy کی توقع رکھتا ہو، data ایسا نہیں جو آپ سے کہے کہ ازراہِ کرم مجھ پر اعتبار کرو، ایسا ڈیٹا نہیں ہے۔ وہ ڈیٹا aggressive ہے۔ ڈیٹا زبردست ہے۔ تحکم والا ہے، فیصلہ کن ہے اور data شروع ہوتے ہی ایک اعلان کرتا ہے کہ اے صاحبِ تشکیک! اے شبہ کرنے والے! اے اپنے آپ کو بڑا عقلمند سمجھنے والے! اے دانشورِ عصر! اگر تجھے اس

Marfat.com

کتاب میں کوئی شبہ ہے۔تو پھر نکالو۔ الم ٥ ذٰلِکَ الکِتَابُ لَا رَیبَ فِیہِ ۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ یہ belief کی statement نہیں ہے۔یہ اعتبار کرنے کی request نہیں ہے۔یہ آپ سے درخواست نہیں ہے کہ اسکو بلا شک و شبہ مان لو۔ یہ challenge ہے کہ To the entire human intellectual capacity, it is a big challenge کہ اے ذہین انسان!اے دانشور! اے عقلمند! اگر تجھے دعوٰیٔ عقل و شعور ہے،اگر تجھے دعوٰیٔ تشکیک ہے،اے جنونِ فکر کے صحراء کے مسافر!اگر ہمت ہے تو یہ کتاب ہے،یہ میرا ڈیٹا ہے،اس میں شک کر کے دیکھ،اس میں سے کوئی شک نکال کے دیکھ، Again the ball is in your court gentleman یہ گیند پھر آپکی کورٹ میں ہے۔

اب دو مثالوں سے قرآنِ حکیم میں چاہے تو اسے اندھا دھند پڑھیں۔چاہے تو اسے ایک belief سے پڑھیں اور چاہے تو اس کو انتہائی غور و فکر سے پڑھیں۔چاہے تو اسے جدید ترین معلومات کی نگاہ سے پڑھیں اور چاہے تو اسے بارہویں اور پندرہویں صدی کی تفصیلات سے پڑھیں۔ .The challenge is up to you not to God God has thrown the challenges. اس لئے اگر کوئی شخص اس پر شک کرنا چاہے اور اسکے بارے میں خدا کو questions کرنا چاہے۔تو There is every answer in the book of God, not about religion, about psychology, about parapsychology, about quantum, about relativity.

ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں......دنیا نے آج تک پچھلے سو برس میں relativity سے آگے ترقی نہیں کی...... جب سے آئن سٹائن نے nineteenth century کے اواخر تک ایک equation:E=mc2 کے ذریعے اس کائنات کی اور cosmos کی ماہیت بدل دی۔مسئلہ یہ تھا کہ مادہ تو انرجی میں بدل گیا۔ on the speed of light مادہ اپنا وجود کھو بیٹھتا ہے۔مگر سو سال گزرنے کے بعد ایک بات جس پر اصولاً اتفاق ہو چکا تھا، ایک equation جسے مان لیا گیا ہے، specialize theory of relativity and the general theory of relativity accept that.somewhere in future the matter would also be converted back to energy.......but it has not yet come true.

اب دو مثالوں سے قرآن حکیم میں اسی relative time کو حضرت عزیرؑ کے واقعہ میں عجیب و غریب رنگ میں دیکھیں اور اسکو زمان و مکاں کے نقطۂ نظر سے دیکھئے گا۔سینۂ انسان حیرت سے شق ہے کہ وہاں کیا ہوا......؟ حضرتِ عزیرؑ نے درخواست کی!''کہ آپ کیسے مردہ کو زندہ کر دیتے ہیں۔'' اللہ نے کہا:''میں تجھے ابھی دکھا دیتا ہوں۔'' پھر اللہ نے اسے سو سال کیلئے مار دیا،پھر اسے زندہ کیا،جب زندہ کیا تو عزیرؑ کو کہا:''ذرا نظر اٹھا کر دیکھ،اپنے کھانے کو دیکھ''!! اُسے کسی نے چھوا تک بھی نہ تھا۔یعنی ایک space میں،ایک چھوٹی سی جگہ میں سو برس کا وقت گزرا اور سو برس کے اس وقت میں زمان و مکاں کی کیفیتیں تین طرح سے گزریں۔کھانے کو دیکھو،یہ اسی طرح تر و تازہ ہے جیسے تو نے اسے رکھا تھا۔اس پر ایک

Marfat.com

لمحہ، زمانہ بھی نہیں گزرا۔ اب ذرا گدھے کو دیکھو! اس کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ پورا سو سال اس گدھے پر گزر گیا تھا۔ پھر پوچھا: ''عزیر! تم کتنا وقت سویا کیے'۔ فرمایا! ''ایک آدھ دن گزرا ہوگا''۔ ''ایک دن، آدھا دن، ڈیڑھ دن گزرا ہوگا''۔

قطع نظر اس کے کہ جو اللہ نے اپنے رسول کو، اپنے پیغمبرؑ کو ایک مختلف جواب میں ایک عجیب وغریب صورت پیدا کردی کہ دو یا تین گز کے space, کے area میں زمان و مکاں کو تین طرح سے گزارا۔ کھانے پر ایک لمحہ بھی نہیں گزرا، گدھے پر سو سال گزر گئے اور عزیرؑ پر ایک دن یا آدھا دن گزرا۔ اس پر کوئی aging effect نہیں آیا۔ He was just as the same, تو دنیا و جہاں میں سائنسی ترقی اپنے مقام پر ہے مگر جو ایک ہلکا سا ثبوت پروردگار نے زمانے کے بارے میں دیا ہے کہ زمانہ ایک continuity نہیں ہے یہ instrumental ہے۔ It is not a continuity جیسے برگساں نے سوچا It is a constant stream of conscience elan vital ایسا نہیں ہے، بلکہ زمانہ خدا کا اختیار ہے۔ چاہے تو کسی چیز پر گزرے، چاہے تو کسی چیز پر نہ گزرے۔

خواتین وحضرات! اب ذرا transformation کو دیکھ لیں۔ relativity کی دوسری شق کو گزرتا دیکھیں کہ جب ملکہ بلقیس کا تخت لاتا ہے تو ایک instrument of physical power رکھنے والے نے کہا۔

عفرِیتٌ مِّنَ الجِنّ (النمل 27:39)

(اور وہ جنات میں سے تھا۔)

اے سلیمانِ ذیشان! میں دو چار گھنٹوں میں تخت لا سکتا ہوں، جب تک آپ اس مسند سے برخاست ہوں، میں تخت یہاں لے لاؤں گا مگر آصف بن برخیہ جن کے بارے میں پروردگار نے کہا: ''کہ میں نے انہیں علمِ کتاب بخشا، علمِ کتاب کا مطلب ہے کہ وہ ضرور ایسے کسی فارمولے سے آگاہ تھے، ایسے کسی عالمانہ فارمولے سے، جو قرآن میں موجود تھا اور رہے گا۔'' کہ میں اسے پلک جھپکنے میں آپ کے دربار تک پہنچا سکتا ہوں' اور پھر انہوں نے ایسے کیا۔ تو حضراتِ محترم! the only way possible in the human intellect is کہ پہلے اس تخت کو energy میں بدلا، پھر اسکو energy کی رفتار سے travel کرایا اور یہ جو پلک جھپکنا ہے، یہ بڑا مزیدار استعارہ ہے کہ پلک جھپکتی ہے light کی رفتار کے اٹھارویں ہزار حصے میں......ایک لاکھ چھیاسی ہزار فی سیکنڈ کی رفتار سے جب light گزر رہی ہو تو پلک اس کے اٹھارویں ہزار حصے میں جھپکتی ہے۔ تو ایک پلک کے جھپکنے سے پہلے پہنچا دینے کا مطلب بڑا واضح ہے کہ روشنی کی رفتار سے پلک جھپکنے میں اس فضا میں سے گزار کر دوبارہ اسے اسی مادی شکل میں لایا گیا۔

خواتین وحضرات! انسان کے پاس یہ fact بحیثیت ایک probability کے موجود ہے۔ اگر بہت ساری cosmic movies آپ نے دیکھی ہوں جیسے Star Track تو اس میں جو fascinating چیز آپ کو نظر آئے گی وہ یہی ایک fact ہے جو انسان کی آواز ہے۔ آج کا انسان ابھی اس تک نہیں پہنچا۔ مگر ایک صاحبِ قرآن حضرتِ آصف بن برخیہ دربارِ سلیمان میں اس function کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔

سوال: قرآنِ مجید میں ارشاد ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر لاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اس ضمن

Marfat.com

میں آپ کیا فرماتے ہیں جبکہ ایک بچہ اگر کافر کے گھر میں پیدا ہو تو وہ کافر اور اگر مسلمان کے گھر میں پیدا ہو تو مسلمان ہے۔
جواب: حضرات محترم! پہلا جو سوال ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، سو فیصد درست ہے۔ یہ سوال جو آپ نے کیا ہے، ایک اجتماعی تاویل کی صورت میں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خدا چاہتا کیا ہے؟
خدا کبھی دو طریقوں میں منقسم نہیں ہوتا۔

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (هود 56:11)

اسکا صرف ایک ہی رستہ ہے اور وہ رستہ یہی ہے کہ وہ سب کے لیے نجات چاہتا ہے۔ اسکا ثبوت اس آیت کریمہ سے ہے کہ تمام ذلت واظلام سے بڑھ کر، تمام نقائص سے آگے جو انسان کو اس نے ایک advantage بخشا ہے...... جس طرح کسی پرانی race میں بوڑھوں کو آگے کر دیتے ہیں تا کہ وہ جوانوں سے ایک advantage لے جائیں اور جب ایک obstacle race شروع ہو تو ان کو یہ advantage دیا جاتا ہے کہ انکو جوانوں سے کوئی سو قدم آگے کھڑا کیا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ اب بھاگ لو...... اب ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی first آ جائے۔ اسی طرح تمام مخلوقات کو جب advantages کی تقسیم ہوئی تو انسان کے لئے ایک special advantage رکھا گیا اور وہ advantage سب کے لئے نجات مانگتا ہے۔ وہ advantage ایسا ہے کہ جس میں کسی انسان کے لئے گمراہی کا کوئی امکان نہیں ہے اور وہ advantage یہ ہے،

وَكَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

کہ میں نے یہ لازم قرار دیا اپنے اوپر کہ میں ہر انسان پر، ہر زندگی پر، ہر مخلوق پر رحم کروں گا۔

یہ ہمارا contract ہے۔ میرا اور میرے پروردگار کا contract ہے تو میں بجائے یاسیت کے، اس رجائیت سے کیوں نہ شروع کروں۔ بجائے قنوطیت کے اُس امید سے کیوں نہ شروع کروں کہ خدا اپنے contract کا احترام کرے گا اور وہ کبھی بھی گمراہی اور ذلت میرے نصیب میں نہیں لکھے گا اور یہی بہتر approach ہے۔ اگر آپ اس پر شک کرنا چاہیں تو آپ خدا پر شک کر رہے ہیں۔ اگر آپ اس کو غلط سمجھیں تو آپ خدا کو غلط سمجھ رہے ہیں۔ اسی لئے کم از کم خدا کو طلب کرنے والا، اسکی جستجو کرنے والا، اس قسم کے کسی شک کا شکار نہیں ہوتا کہ خدا نے اس کے نصیب میں گمراہی لکھی ہے۔ کبھی ایسا ہوا، نہ ایسا ہوگا کیونکہ اسکا وعدہ مبارک ہر creation کے ساتھ ساتھ ہے کہ میں آپ کا برا نہیں چاہتا اور یہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جو تمہیں بھلائی پہنچتی ہے، وہ مجھ سے پہنچتی ہے اور جو تمہیں برائی پہنچتی ہے تمھاری اپنی ذات سے پہنچتی ہے۔ تو دونوں قوانین کو تقسیم کر دیا کہ خیر و شر کا خالق تو میں ہوں۔

دیکھئے آپ کے اس سوال کا exact جواب آ گیا کہ "خیر و شر کا خالق تو میں ہوں، مگر میں نے اپنے لئے خیر کا رستہ چنا۔" میں نے تمہارے لیے بھی خیر کا رستہ چنا۔ مگر deviation اور آپ کے اس رستے سے بھٹک جانے کو ایک counterforce motivate کرتی ہے۔ جب دنیا کی ہر چیز میں اچھائی اور برائی کے standard استعمال کر کے آپ تفریق کر سکتے ہیں تو پھر کیا خدا اور شیطان کے تناسب میں آپ فرق نہیں کر سکتے اور وہ شر کی قوت ہے اور آپ

Marfat.com

کے پاس اتنی تحصیل موجود ہے کیونکہ کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ خیر و شر میں، اچھے اور برے صابن میں، اچھی اور بری مسواک میں اچھی اور بری جوتی میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جب دنیا کی ہر چیز میں اچھائی اور برائی کے standard استعمال کر کے آپ تفریق کر سکتے ہیں۔ تو پھر خدا اور شیطان کے تناسب میں آپ کیسے فرق نہیں کر سکتے۔

وہی عقل، وہی شعور جس کی مدد سے آپ زندگی کے ہر لمحے کو فیصلہ کن بناتے ہیں۔ وہی عقل و شعور جس کی مدد سے آپ بہن اور بیوی میں فرق کرتے ہیں۔ وہی عقل و شعور جس سے آپ ماں میں اور باپ میں فرق کرتے ہیں۔ جذبے میں، نقص میں، جنگ و جدل میں فرق کرتے ہیں۔ جو ترقی کر کے آپ یہاں اس لمحے تک پہنچے ہیں۔ غار کی زندگی سے نکل کر جو آپ اس لحہ، ترقی تک پہنچے ہیں۔ جو آپ آسمانوں کو چھو رہے ہیں، یہ آپ کس عقل کی وجہ سے پہنچے ہیں؟؟؟ یہ اسی تفریق کی وجہ سے پہنچے ہیں، تجربے کی وجہ سے پہنچے ہیں، posterity کے تجربات کو ساتھ لے کر آپ نے progeny تک بڑھایا ہے۔ پچھلی نسلوں سے لیکر آگے تک بڑھایا ہے یعنی آپ کے ذہن میں تفریق موجود ہے۔ کیا اللہ نے اپنی ذات کی تفریق اور غیر اللہ کی تفریق کیلئے آپکو data مہیا نہیں کیا ہوا؟؟؟ اپنے تساہل کو مقدر کا نام مت دیجئے۔ اپنی سستی کو مقدر کا نام مت دیجئے۔

حضراتِ گرامی! میرے نزدیک مقدر'' اس دنیا'' میں کوئی شے نہیں ہے۔ کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔ یہ protocol ہے، یہ اسبابِ دنیا ہے۔ اسبابِ دنیا کو مقدر نہیں کہا جا سکتا۔ مقدر تو وہ ہے جو اس دنیا کے بعد آپکو نصیب ہوگا۔ ایک billions اور trillion years کی life مقدر ہے۔ دیکھئے عقل یہیں غلطی کرتی ہے کہ میں اپنی اس طویل ترین زندگی کو تو مقدر نہیں سمجھتا، میں heaven اور hell کو مقدر نہیں سمجھتا، میں ایک مکمل برباد زندگی کو مقدر سمجھتا ہوں۔ میں اپنی مکمل آسائش کی زندگی کو مقدر سمجھتا ہوں۔ transition میں کوئی مقدر نہیں ہوتا۔ گزرتے ہوئے لمحے کبھی کسی مستقل مقدر کی نشاندہی نہیں کرتے۔

آج تک کسی philosopher نے، کسی مفکر نے، کسی عالم نے transitional stage پر کوئی حکم صادر نہیں کیا۔ transition کسے کہتے ہیں؟؟؟ ایک passing لمحے پر رائے نہیں دی۔ اگر ایک میچ ہو رہا ہو اور دو ٹیمیں میچ کھیل رہی ہوں اور ابتدائے حال میں ایک ٹیم دوسری ٹیم پر گول کر دے تو کبھی بھی اس پر یہ judgement pass نہیں کر سکتے کہ .Finally this team, is going to win آپ اندازہ لگا سکتے ہیں مگر فیصلہ کن بات نہیں کر سکتے۔ اسی طرح جب ایک زندگی جس کو ہم ابتلاء میں، کرہء امتحان میں گزار رہے ہیں، جو اس پوری galaxial life کے مقابلے میں اتنی minor ہے، اتنی معمولی ہے کہ اسکی کوئی حیثیت نہیں بنتی، اسے آپ مقدر کیسے کہہ سکتے ہیں۔ مقدر تو وہ ہے جو اس زندگی سے گزرنے کے بعد، کرہء امتحان سے نکلنے کے بعد، نتائج کے فیصلے کے بعد، آپ کو جنت یا جہنم، وصالِ خداوندی یا وصالِ شیطان میں ملے گی۔

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ بچہ کسی کافر کے گھر پیدا ہوا۔ حضراتِ محترم! اس کے بارے میں حدیثِ رسول ﷺ ہے، اور بڑی complete حدیث ہے۔ ''اللہ کو یہ بہتر علم ہے کہ بچے نے کس عالم میں جانا ہے''۔ آپ ایک چیز فرض کر رہے ہیں۔ آپ یہ چیز فرض کر رہے ہیں جو مذہب میں یا نتائج میں نہیں ہے۔ آپ نے فرض کر لیا ہے کہ ایک ہندو اور کافر کا

بچہ جہنم میں گیا۔ آپ نے فرض کرلیا ہے کہ ایک مسلمان کا بچہ جنت میں گیا۔

مسلمان کے بچے کے بارے میں تو ہمارے پاس شہادتیں موجود ہیں۔ کہ وہ جنت میں جائے گا، مگر یہ شہادت ہمیں کہیں سے نہیں ملی کہ اہلِ کفر کے معصوم بچے بھی جہنم میں جائیں گے۔ اسی لئے تو ابتدائی دور میں یہ رائے پاس کرنا غلط ہوگی تو یہ سوال اس وقت مکمل ہوتا ہے جب ہمارے پاس ایک حتمی رائے موجود ہو کہ کافر کا بچہ جہنم میں جائے گا۔ مگر ایک دوسری بات جو آپ کی آسانی کے لئے عرض ہے کہ جب ایک مشین چلتی ہے تو اس کے product کا ہمیں پورا پورا تعین ہوتا ہے اور ہم جو چیز اس میں ڈالتے ہیں۔ اس کے بعد اس product کے بارے میں حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ product نکلے گا۔ اہلِ کفر کے products میں اگر ایمان نام کا کوئی جزو شامل ہی نہیں ہے تو product پر مکمل رائے دی جا سکتی ہے کہ Unless or until grown to an age of thought and deliberation it will remain the same as the first کیونکہ نہ genetics میں، نہ immediate parental influences میں کسی طرف سے بھی اس کو ایمان کا ایک ذرہ نہیں ملا تو بڑی آسانی سے ہم اس product پر یہ رائے دے سکتے ہیں کہ اس میں نجات کا ایک ذرہ بھی شامل نہیں ہے، اس لیے خدا کو بہتر علم ہے جو مشینوں کا بنانے والا ہے۔ جب ہم ایک مشین پر رائے دے سکتے ہیں تو خلاقِ عالم اپنی پیدا کردہ بہترین تخلیق کو بڑی اچھی طرح سے ان کے inner اور outer makes کو جانتا ہے۔ اس کو اچھی طرح پتہ ہے کہ اس product میں کوئی ایمان اور نجات کی رتی ہے کہ نہیں ہے۔ تو Maximum you can say, the whole product runs into wastage......

سوال: اسلام میں تصوف کے کیا درجات ہیں؟ جب اللہ نے قرآن میں تقویٰ اور متقی لفظ استعمال کئے ہیں تو پھر اب لفظ تصوف استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: nomenclature کے بدلنے سے کسی چیز کی مقصدیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تصوف کی جو basic اصطلاح ہے یہ تین چار مقامات سے لی گئی ہے۔ ایک تو Greeks سے لی گئی ہے کہ بنیادی طور پر جو پرانے Greek استاد تھے، جیسے سقراط، ارسطو، افلاطون...... ان کو Sophists کہا جاتا ہے اور Sophists سے generally مراد یہ ہے کہ وہ استاد جو بلاغت اور فصاحت کے ساتھ چلتے پھرتے، non-stationary teachers ہیں کہ جن کا کوئی مقام متعین نہیں تھا تعلیم کے لئے...... بلکہ چلتے پھرتے لوگوں کے سوالوں کے جواب دیتے تھے اور Paraclese کے زمانے یا پرانے Greece کے دارالحکومت میں آپ بڑے آرام سے یہ سین دیکھتے ہیں کہ سقراط چل رہا ہے یا افلاطون چل رہا ہے یا ارسطو چل رہا ہے تو اس کے ساتھ طالب علموں کی ایک فوج ہے جو ساتھ ساتھ چل رہی ہے اور استاد موج میں ہے، کبھی صحرا کو نکل گیا، کبھی دریا پہ چلا گیا...... ساتھ ساتھ طالبِ علم چل رہے ہیں، وہ ان سے سوال پوچھتے جا رہے ہیں اور وہ dialogues کی صورت میں جواب دے رہے ہیں۔ ان بڑے عظیم اساتذہءِ یونان کو Sophists کہا کرتے تھے۔

مجھے اپنی زندگی کے ابتدائی دنوں کی یاد ہے کہ جب کسی فلسفہ و علم الکلام پر مجھے درس دینا ہوتا تو مجھے ایک اچھی

Marfat.com

یا بری عادت تھی پیدل چلنے کی تو میں پیدل چل نکلتا تھا...... ,Those who were very keen students later on they were top in the department of philosophy. تو وہ میرے ساتھ ساتھ چل پڑا کرتے تھے حتیٰ کہ میں مال سے ہوتا ہوا انارکلی...... انارکلی سے لوہاری...... وہ بیچ میں پوچھتے رہتے تھے۔ میں ان کا جواب دیتا رہتا تھا۔ آخرِکار ایک بڑے غریب سے طالب علم نے کہا: ''پروفیسر صاحب! فلسفہ بند...... مجھے اتنی اجازت ہے کہ میں یہاں سے ایک گلاس جوس کا پی لوں......تو میرا خیال یہ ہے کہ ہر اچھے استاد کی stationary condition میں اور moving condition میں ابلاغ کا فرق پڑتا ہے اور قریباً قریباً ہر اچھا استاد جو ہے وہ چلتے پھرتے ہوئے free ابلاغ سے کام لیتا ہے۔

جب فلسفہء یونان مسلمانوں میں آیا اور اعتزال، اشاعرہ اور ماتریدیہ کی movements شروع ہوئیں تو اس میں لفظ Sophists اُن لوگوں کے لئے استعمال ہونا شروع ہو گیا جو خدا پر گفتگو کرتے تھے، جو حقیقتِ عظمیٰ اور خدا پر گفتگو کرتے تھے اور یہ زیادہ تر مسافر تھے۔ آپ نے تصوف کا یہ جملہ سنا ہوگا کہ ''سفر وسیلہء ظفر'' اور ہجرتِ مقام کو تصوف میں ایک بڑی important حیثیت حاصل تھی۔ یہ لوگ تھے کہ جو چلتے پھرتے خدا پر گفتگو کرتے اور مقام نہیں پکڑتے تھے اس لیے انکو صوفی کہا جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صوفی کا لفظ لباسِ ''صوف'' سے نکلا ہے جو اونٹوں والے پہنتے تھے اور وہ جسم کو آسانی اور تلذذ سے بچانے کے لئے عموماً یہ پہنتے تھے مگر یہ ضروری نہیں تھا۔ اس وقت اصحابِ رسول ﷺ کا عمومی لباس جو تھا وہ صوف تھا۔ غربت بے انتہا تھی اور سردارانِ قریش کے عمامے، جبے اور دستار چھوڑ کر عام طور پر اگر لوگوں کو پہننے کے لئے کچھ ملتا تھا تو وہ یہی لباسِ صوف تھا اور جب اس لباس سے بُو اٹھتی تھی تو لوگ تنافر کھاتے تھے اور جمعے کی نماز میں غسل کا حکم بھی اسی لیے آیا کہ بہت سارے اصحاب رسول ﷺ لباسِ صوف میں ہوتے اور پسینے سے اور اونٹ کی اون کے ملنے سے جو بڑی سخت بدبوئی پیدا ہو جاتی تھی اور جمعے کی نماز میں اس سے لوگوں کو بڑا اختلاجِ قلب محسوس ہوتا تھا تو جمعے کو غسل کرنے کا حکم اس لئے آیا کہ کم از کم اس سے بدن کی اتنی صفائی ہو کہ اس پر لباسِ صوف کی بُو اثر نہ رکھے۔

ایک تیسری وجہ اصحابِ صفہؓ ہے مگر اصحابِ صفہؓ کے ساتھ لباسِ صوف لازمی تھا، ضروری تھا۔ یہ انتہائی غریب لوگ تھے۔ ان میں ابو ہریرہؓ، معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ وغیرہ جیسے وہ عظیم لوگ تھے کہ جنہوں نے تحصیلِ علم کے لئے روزگار کو پسِ پُشت ڈالا اور باقی لوگ جب دوسرے کام کر رہے تھے...... رزق کما رہے تھے، دوسری آسائشات کی تحصیل میں لگے ہوئے تھے تو یہ وہ لوگ تھے کہ جو حریص تھے، رسول اللہ ﷺ کی ہر بات پر اور ان میں حضرتِ ابو ہریرہؓ، حضرتِ معاذ بن جبلؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ بڑے نمایاں اصحاب صفہ میں سے ہیں کہ جنہوں نے تعلیم کی خاطر زندگی سے علیحدگی اختیار کی، انہوں نے فاقہ کشی اختیار کی، کافی گرسنہ حالت میں رہے اور یہ تمام تر صدقات پر depend کرتے تھے یا دن بھر کی مزدوری سے لکڑیاں چُن چُن کر لاتے تھے۔ بعد میں جن لوگوں نے اصحابِ صفہؓ کے pattern of life کو نقل کیا، وہ ان کی وجہ سے صوفی کہلائے۔

ایک چوتھی وجہ سب سے غالب رہی۔صوفیوں کو اصحاب صفہ اس لئے کہتے ہیں کہ جنہوں نے یہ کوشش کی کہ اپنے قلب و ذہن کو صاف ستھرا رکھیں اور خدا کے حضور ایک بہتر اور خوبصورت دل لے کر جائیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی کی شہوات سے جنگ کی۔ جنہوں نے جہاد بالنفس کو مکمل کیا۔ اسکی حیثیت اور اصولِ تصوف رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہمیں ملتا ہے کہ جب جنگ تبوک سے پلٹے اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کہ اب ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کو چلے ہیں۔'' اصحاب رسولؐ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! میدانِ قتال میں، شمشیروں سے اہلِ کفر کا سر کاٹنے سے بڑا بھی کوئی جہاد ہے''؟ فرمایا: ''ہاں! جہاد بالنفس''...... یہ وہ صوفیا، اصحاب صفاء ہیں، جنہوں نے روز مرنا قبول کیا، روز جینا قبول کیا۔ جہاد بالسیف ایک دن، ایک گھڑی کی بات ہوتی ہے مگر یہ اصحاب ولایت، یہ اصحاب فکر، یہ اصحاب رُشد جنہوں نے صبح و شام اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا۔ تنگی اور عسرت سے، خواہش اور جذبے سے اور خدا کے رستے میں اپنے دلوں کو منور کیا، اللہ کو اس کثرت سے یاد کیا کہ بقول حضورِ گرامی مرتبت اُن کو یہ حدیث یاد تھی۔ کہ ''اللہ کو اتنا یاد کر لوگ تجھے دیوانہ سمجھیں۔'' اور پھر دوسری حدیث موجود تھی کہ اللہ کو اتنا یاد کر کہ تیرا دل ویران ہو جائے اور اُس ویرانے میں صرف ایک چراغ جلتا ہو اور وہ اللہ کی یاد کا چراغ ہو۔

انہی لوگوں کے بارے میں قرآنِ حکیم میں اللہ نے عرض کی کہ وہ لوگ، وہ گھر جن کے طاقوں میں اللہ کی یاد کے چراغ جلتے ہیں، اُن کے ستون اٹھائے جاتے ہیں، اُن کی محرابیں بلند کی جاتی ہیں۔ اُن کے رُتبے تمام عالم سے ممتاز کئے جاتے ہیں۔ انہی لوگوں کو اللہ نے کلام کر کے کہا:

وَ لَا تَهِنُوْ وَ لَا تَحزَ نُوْا وَاَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مؤء مِنِینَ. (آل عمران 139:3)

(کہ اگر تم ہماری یاد میں سستی نہ کرو اور اگر تم واقعاتی رنج و غم و بلا میں نہ الجھو گے تو ہمیں اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ ہم تم ہی کو غالب کریں گے، اگر تم ایمان والے ہو۔)

حضراتِ گرامی! اصحاب سارے ایسے تھے۔ چونکہ dichotomy نہیں تھی، تفریق نہیں تھی، ایک صحابی بیک وقت صحابی اور ولی تھا اور چونکہ ایسی جگہ جہاں ایک چیز common ہو جائے وہاں تفریق باقی نہیں رہتی۔ ایک یونیورسٹی کے باہر آپ کو .M.A عجیب و غریب لگے گا۔ ایک مجلس میں جہاں ایک .M.A نہیں ہے، وہاں اگر وہ آ جائے تو ہر آدمی اُسے عزت و وقار سے دیکھے گا مگر ایک یونیورسٹی میں جہاں سینکڑوں Ph.D اور M.A پھرتے ہوں وہاں ایک .M.A کی کیا حیثیت ہوگی۔ قرونِ اولیٰ کا وہ دور کہ

اَصحَابیکَ النُّجُوم......

میرے رسول کا چراغِ آفتاب ابھرا ہوا تھا تو اُس آفتابِ عالم کے سامنے کسی چراغ کی روشنی کیا ہو سکتی ہے۔؟؟؟ وہاں کوئی کیسے چمک جاتا؟؟ جہاں محمد رسول اللہؐ نشستِ تعلیم پر متمکن تھے، وہاں کسی صوفی کا کیا دخل ہو سکتا ہے۔ وہ تو کائنات کی سب سے بڑی تعلیم اور کائنات کا سب سے بڑا اُستاد تھا۔ اپنے فضل و کرم سے مخلوقاتِ آدم کو نواز رہا تھا۔ اُسی آفتاب نے ان چراغوں کی روشنیاں گم کر دیں اس لئے وہاں کے لوگوں کو ان کی ولایت کے آثار نظر نہیں آتے مگر دراصل احادیث

Marfat.com

بھری پڑی ہیں......

حضرت اعلا الحضرمیؓ جب حضر موت کی فتح کو گئے تو درمیان میں جھیل آ گئی......ابھی اگر آپ نے غور کیا ہو تو بہت سے حضرات کو وظائف سے شغف ہوتا ہے۔ابھی آپ کے پاس ایک وظیفہ ہے جسے حزبُ البحر کہتے ہیں۔بہت سے پرانے لوگ اس وظیفے کو جانتے ہیں۔خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ سے مروی ہے کہ اسکو حزب البحر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دریاؤں پر، پانیوں پر، فتوحات کا وظیفہ ہے مگر ایسا ہے نہیں۔اصل میں اس میں بڑی قیمتی دُعائیں ہیں جو خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ نے، جب ایک دفعہ اُن کی کشتی ڈوبنے لگی تو انہوں نے مانگی تھیں۔انھوں نے تمام دُعاؤں کو اکٹھا کیا مگر یہ پورا وظیفہ شروع ہوتا ہے، یا علیُّ یا عظیمُ یا حلیمُ یا علیمُ سے.....حضرت اعلا الحضرمیؓ نے جب پانی کی رکاوٹ دیکھی تو اہلِ لشکر کو کہا: ''میں جاتا ہوں۔تم سوچ لو۔''......اور یہ چار لفظ پڑھتے ہوئے وہ اُس جھیل پر سے گزر گئے۔لشکر نے جب یہ دیکھا تو انھوں نے کہا کہ اگر سردار جاتا ہے تو ہم چاہے ڈوبیں، چاہے مریں ہم ان کے ساتھ ہی جائیں گے۔پھر انھوں نے وہ جھیل پار کی اور دومتہ الجندل کی فتح حاصل ہوئی۔اسی طرح مدائن کی جنگ میں دریا بھر پور طغیانی سے بھرا ہوا تھا اور بڑی آفتِ عظیمہ آئی ہوئی تھی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اللہ کا نام لیا اور اُس طغیانی میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔جب حضرتِ سعدؓ کو دیکھا تو باقی لوگ بھی تیار ہو گئے۔یہ تاریخی واقعات ہیں۔ان میں قطعاً کسی قسم کی روایات کی گنجائش نہیں۔پوری کی پوری فوج نے دریائے مدائن میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے۔جب دریا سے باہر آ کر نقصان کا اندازہ کیا گیا تو ایک صحابی کا ایک لوٹا گم ہوا تھا، اور وہ اُس پر بڑا شور مچا رہے تھے کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ میرا لوٹا گم ہو گیا۔جب ایرانیوں نے دور سے مدائن کے قلعے سے اس قسم کا کرشمہءقدرت دیکھا تو تاریخ میں وہ لفظ درج ہیں کہ ''دیواں آمدن......دیواں آمدن'' کے الفاظ کہتے ہوئے وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اسی طرح حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ ایک دفعہ انتہائی تیز آندھی اور بارش تھی اور دو صحابی مسجدِ نبوی کے لیے نکلے۔جب وہ مسجد میں آئے تو انھوں نے کہا کہ ''یارسول اللہ ﷺ! ہم نے بڑی عجیب بات دیکھی کہ اتنی تاریکی تھی کہ ہاتھ سے ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ہم نے دیکھا کہ ہمارے سامنے دو مشعلیں جل رہی ہیں جو ہمیں رستہ دکھا رہی ہیں اور ہم آ گئے......'' بڑی مشہور حدیث ہے۔حضرت اسید بن حضیرؓ کی بڑی مشہور حدیث ہے۔حضرتِ اسیدؓ قرآنِ حکیم کی تلاوت فرما رہے تھے اور ساتھ بچہ لیٹا تھا۔پھر گھوڑا ابدکا۔آپ نے اُٹھ کر بچے کو سنبھالا......حضور ﷺ کے پاس آئے۔فرمایا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا ہے کہ میں قرآن پڑھ رہا تھا تو ایک بادل نیچے اُتر آیا۔اُس میں ٹمٹماتے ہوئے چراغ تھے۔اُن کی روشنیاں منور ہوئیں اور میں حیرت سے انھیں دیکھ رہا تھا۔وہ اتنے نیچے اُتر آئے کہ میرا گھوڑا بدک گیا اور میں ڈرا کہ کہیں بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے تو میں نے قرآن کی تلاوت ختم کر دی''۔فرمایا: ''اسید یہ ملائکہ تھے اور خدا کی قسم اگر تم تلاوت جاری رکھتے تو یہ بادلوں سے نکل کر تم سے مصافحہ کرتے''۔

حضرت حنظلہؓ کی حدیث ہے، انھوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ ابوبکر میں منافق ہو گیا ہوں۔میرا ایک سانس دنیا میں اور ایک سانس میرا خدا کے ساتھ ہے۔ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ میں بھی ایسا محسوس کرتا ہوں، چلو

Marfat.com

حضور ﷺ سے پوچھتے ہیں۔ جب وہ سرکارِ رسالت مآب ﷺ کے حضور پہنچے اور کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ لگتا ہے منافق ہو گئے ہیں کہ جب آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمیں دُنیا کی ہر چیز بھول جاتی ہے۔ بیوی، بچے سب...... مگر جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں۔ تو پھر دُنیا ہمارے رستے میں حائل ہو جاتی ہے۔'' فرمایا: ''ابوبکر ایک سانس دُنیا میں ہے اور ایک سانس انسان کا اللہ کے ساتھ ہے۔ اگر تم لوگ مجھ سے اُٹھ کر ویسے ہی رہو جیسے تم یہاں بیٹھے ہوئے ہوتے ہو تو خدا کی قسم فرشتے، گلیوں میں تمہارے ساتھ مصافحہ کرتے نظر آئیں''۔

خواتین و حضرات! یہ کہنا غلط ہے کہ اصحابِ رسول ﷺ میں یہ صفاتِ عالیہء تصوف نہ تھیں بلکہ دیکھئے مومن، صوفی، ولی، ہم معنی ہیں۔ طریقت، شریعت کی نیت ہے۔ شریعت کے کام وہ ہیں جنہیں ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے کرتے ہیں مگر جب شریعت میں ایک سنت داخل ہو جائے کہ میں نے ہر کام اللہ کی محبت وانس سے کرنا ہے تو وہ شریعت، طریقت بن جاتی ہے۔ وہ بندہ مسلم سے مومن ہو جاتا ہے اور وہی بندہ صوفی کہلوانے کا حقدار ہے۔ اس میں تضاد نہیں ہے، اس میں اعتدال ہے۔

سوال: اگر صوفیائے کرام کا طریقہ اعتدال اختیار کرنا ہے تو کیا تصوف کے کسی طریقے سے ملتِ اسلامیہ کو نجات مل سکتی ہے؟

جواب: اصل میں صوفیاء کا تو کوئی طریقہ نہیں، طریقہ تو رسول اللہ ﷺ کا ہے اور یہ confusion اسلئے پیدا ہو گیا کہ کچھ لوگوں نے اپنے طریقے اختیار کر لئے اور انہیں تصوف کا نام دیا۔ قرآنِ حکیم میں شریعت کے بارے میں بڑی خوبصورت آیات ہیں کہ

وَ رَهبَانِيَّةَ نِ ابتَدَعُو هَا (الحدید 27:57)

(اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔)

نہ اسلام میں رہبانیت ہے نہ فاقہ ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ نے کہا کہ ہم نے ان کو یہ نہیں کہا۔ یہ اذیت پسندی، یہ ہر گناہ کے لیے اپنے آپ پر تعزیر لگانی...... Christian monastery میں خود احتسابی کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی Christian monaster سے غلطی ہوتی، کوئی تقصیر ہو جاتی تو اپنے آپکو کوڑوں کی سزا دیتے تھے، بھوک برداشت کرتے تھے، مدتوں چلّے کاٹتے تھے تو اللہ نے قرآن میں اس کی ممانعت فرمائی کہ ہم نے ان کو یہ نہیں کہا تھا۔ پھر کچھ لوگوں نے اُس طریقہء فکر کو اپنا لیا اور بہت تھوڑے کامیاب ہوئے اور باقی گمراہ ہو گئے۔

جس طریقے کی آپ بات کرتے ہیں، وہ صوفیاء کا طریقہ نہیں ہے۔ صوفیاء مشقت کا تھوڑا عرصہ اس لیے گزارتے ہیں تا کہ وہ غور و فکر کریں، اپنی اندرونی کیفیات کا تزکیہ کریں۔ کبھی کبھی تھوڑی سی علیحدگی کی ضرورت پڑتی ہے جو غور و فکر کے لئے بہت ضروری ہے اور یہ کوئی نرالی بات نہیں ہے بلکہ جب ایک ماحول، ایک پس منظر آپکی مرضی کے مطابق نہ ہو اور آپکی خواہش کو support نہ کرتا ہو تو کچھ عرصے کے لئے علیحدہ ہو جانا سنت رسول ﷺ ہے۔ مراقبے کے لئے نہیں بلکہ صحبتِ غیر سے بچنے کے لئے،...... جیسے حضورِ گرامی مرتبت مکہ مکرمہ میں جہاں جاتے تھے، وہاں کفر و شرک کے ہنگامے تھے، طوافِ کعبہ کرنے جائیں تو لوگ ننگے طواف کر رہے ہوتے تھے۔ رسمِ کعبہ یہ تھی کہ لوگ گھنٹیوں کے ساتھ، ننگے بدن، مرد اور عورتیں طواف کرتے تھے۔ رسول ﷺ حیا والے تھے، محبت والے تھے۔ اُس معاشرے میں جس گھر میں

Marfat.com

جاتے تھے، وہاں شراب اور زنا کی کارستانی تھی تو رسول اللہ ﷺ ایسے اجنبی، ایسے غیر فطری معاشرے سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو غور وفکر اور محبتِ خداوند کا پہلو سمیٹے ہوئے کچھ عرصے کے لئے علیحدہ ہو جاتے اور جیسے خدا نے قرآن حکیم میں کہا کہ جہلاء سے مت الجھو بلکہ '' قَالُوْ سَلَامًا '' (سلام کہہ کر علیحدہ ہو جاؤ۔) اگر جہلاء آپ کی دہلیز پر پہنچیں تو obviously آپکو اپنی دہلیز چھوڑنی پڑتی ہے۔صوفیاء کسی غیر معمولی طریقے کے حامل نہیں تھے بلکہ میرے مرشد سیدنا شیخ محمد عثمان بن علی ہجویریؒ سے کسی شخص نے کہا کہ میرے پندرہ سال آپکے ساتھ ضائع ہوئے۔ میں نے بے پناہ کوشش کی کہ آپ کی کوئی کشف و کرامات دیکھوں مگر مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا۔فرمایا:'' کوئی کام تو نے میرا خلافِ سنتِ رسول ﷺ دیکھا ہے''؟ یہی تصوف ہے مگر اس میں نیتِ خالص شرط ہے۔

اسلام میں اور ایمان میں جو تھوڑا سا فرق ہے وہ نیت کا ہے، جو آگے بڑھ کر کسی بہترین مقصد کے لئے دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، جو خدا کے حضور سُرخرو ہونا چاہتے ہیں، جو محبتِ الٰہیہ کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں، وہ صوفی ہیں، وہ مومن ہیں، وہ ولی ہیں، وہ اللہ کے دوست ہیں۔ یہ میں یقیناً کہوں گا، میرا اپنا یہ خیال ہے کہ ہر آدمی صوفی ہونے کی اہلیت رکھتا ہے۔ جس شخص نے اسلام قبول کیا، وہ ایمان کے حصول کے لئے کوشش کرے تو وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ ایک ارب مسلمان بھی اگر چاہیں تو ایک ارب اولیاء اللہ تعالیٰ میں بدل سکتے ہیں مگر جب تک اِس قوم کی priority درست نہیں ہوتی، جب تک ہماری ترجیحات بہتر نہیں ہوتیں...... مجھے بدقسمتی سے کہنا پڑتا ہے کہ شاید دُعا کو بھی قبولیت حاصل نہ ہو اور رزق کی بھی تنگی رہے اور بھی مصائب سے دنیائے اسلام کو واسطہ پڑے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ المیہ صرف ہمارے ساتھ نہیں ہے بلکہ پورے عالمِ اسلام کے ساتھ ہے کہ باوجود ملّا کی کثرت ہونے کے ہم پر خدا کی بجائے دُنیا غالب ہے۔

سوال: وقت کی پابندی شعائرِ اسلام میں سے ہے۔ سامعین کی تعداد کے مطابق آپ تقریباً اڑھائی گھنٹے تاخیر سے پہنچے۔

جواب: میں اس سوال کا جواب دینے کا مکلف ہوں۔ آپ نے بڑا خوبصورت سوال کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ کوئی بھی جو اللہ کا بندہ ہے، نہ تو عہد کرتا ہے، نہ وعدہ کرتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں اللہ کے پاس محفوظ ہوتی ہیں، اس لئے اگر ہم واقعی خدا پر یقین رکھتے ہیں تو ان دو چیزوں سے قطعی گریز کرتے ہیں: نہ عہد، نہ وعدہ...... کیونکہ ان میں بدقسمتی سے تیسری چیز جو ہے، اُس کا ہمیں علم نہیں ہوتا اور وہ خدا کی مرضی ہے۔ اس کے باوجود میں نے منتظمین سے شاید درخواست کی تھی۔ printing difference ہو گیا ہمارے اور اُن کے درمیان کہ میں نے گیارہ کہا، انہوں نے دس کہا تھا۔ فاصلہ بھی لمبا تھا، ٹریفک بھی رکاوٹ بن سکتی ہے۔ میں نے آتے ہی آپ سے معذرت کی تھی اور بات یہ ہے جی کہ آپ خواہ کتنا بڑے سے بڑا گناہ کریں جیسے یونس بن متّیٰ سے خطا سرزد ہوئی تھی اور انتہائی گہری تاریکیوں میں ڈالے گئے تو انھوں نے اللہ سے کہا تھا کہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیاء21:87)

اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ....... you are right. I am wrong. I am sorry

سوال: اسلام میں پردے کی اہمیت کیا ہے؟ آپکے پروگرام میں اس اسلامی قدر وروایت کی مٹی پلید کی جاتی ہے، آخر کیوں؟

جواب: جنابِ والا! آپ درست کہتے ہیں۔ اسلام میں پردے کی اہمیت اتنی ہے جتنی قرآن میں درج ہے۔

اسلام میں جب بھی پردے کا ذکر آیا تو اُس کا پس منظر ہمیں دیکھنا ہوگا کہ کس پس منظر میں یہ حکم آیا۔

دراصل ایک بڑی بدگمانی مسلمانوں کے ذہن میں شاید یہ ہے کہ اسلام پہلے سے کسی بہت بڑی decent سوسائٹی میں آیا، ایسا نہیں تھا، اسلام کسی decent society میں نہیں آیا۔ اسلام دُنیا کی سب سے زیادہ indecent سوسائٹی میں آیا جسے آپ جاہلیت کی قوم کہتے ہیں، وہ اعراب جنہیں خدا خود گنوار اور بے ادب کہتا ہے۔ اسلام دُنیا کے بدترین qualitative social set up میں آیا جہاں باپ کی بیویوں سے بیٹا نکاح کرتا تھا، جہاں بچیوں کو زندہ گاڑا جاتا تھا، جہاں اشراف کی عورتیں ایک مٹھی بھر جو کے لئے تعلقات قائم کر لیتی تھیں اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا...... جب عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ تم متعہ کی حلت کا فتویٰ دیتے ہو تو انھوں نے کہا کہ جا کر اپنی ماں اسما بنتِ ابوبکر صدیقؓ سے پوچھ......؟ عبداللہ بن زبیرؓ اپنی ماں سے پوچھنے لگے تو اسماء بنتِ ابوبکرؓ نے کہا: ''ہاں یہ بات سچ ہے کہ اشرافِ عرب کی عورتیں بھی اسلام سے پہلے مٹھی بھر جو کے لئے یہ تعلقات جوڑ لیتی تھیں۔'' اسلام اُس سوسائٹی میں آیا کہ جہاں ''سوقِ عقاظ'' میں بڑی سے بڑی معزز خاتون بھی اپنا خیمہ لگا دیتی تھی، جہاں عمرو بن معدی اپنی بہن کی عزت و آبرو لٹنے کا خود قصیدہ لکھتا تھا، جہاں شاعر تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اسلام اُس pre-licenced sexual society میں آیا۔

اسلام نے اُن پر قیدیں نہیں لگائی تھیں۔ اسلام نے انہیں contain کیا۔ آپ جس اخلاق کی بات کر رہے ہیں، یہ انڈین ہے، یہ ہندوستانی ہے، یہ اسلامی نہیں ہے۔ اسلام میں ''یرموک'' عورتوں نے جیتی ہے، زرہیں پہن کر...... اسلام میں خولہ بنتِ ازور ہے جس نے اجنادین کی جنگ جیتی ہے۔ اسلام میں عائشہ صدیقہؓ ہے، فاطمۃ الزہرہؓ ہیں جنھوں نے اُحد میں اپنے باپ کو پانی پلایا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ شرع میں شرم نہیں ہے، جب کوئی عورت سیکھنے جائے گی تو اُس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اسلام نے کہا:

طَلَبُ العِلمِ فَرِیضَۃٌ عَلَی کُلِّ مُسلِمٍ وَّ مُسلِمَۃٌ

(طلب علم ہر مسلم مرد اور عورت پر فرض ہے۔)

وہ یہاں کسی فلم کے ہیرو کو نہیں دیکھنے آئیں۔ اُن کے دل میں خدا کی باتیں سُننے کا شوق ہے۔ اس لئے وہ خواتین یہاں ضرور آئیں گی۔ وہ کسی فیشن شو میں نہیں آئیں۔ قرآن حکیم نے کہا کہ چادر لے لو تا کہ سر ڈھانپا جائے اور تمہارے گریبان نظر نہ آئیں۔ اس سے زیادہ قرآن نے پردے کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ یہ جو teddy برقعے ہیں، یقین جانیے یہ اسلامی نہیں ہیں۔ یہ جو ہمارے ہندو معاشرت میں پردے اُٹھے ہیں، یہ اسلام میں نہیں ہیں۔

اسلام میں عورت باہر آتی ہے۔ اسلام میں عورت کام کاج کرتی ہے۔ اسلام میں آپ کو پتہ ہے کہ عورت کیا ہوتی ہے......؟؟؟ حضرت طلحہؓ کی بیوی کی طرح کہ جب وہ جنگ سے واپس آیا تو حضرت طلحہ کا بیٹا مر گیا تھا، اُس کی لاش گھر میں پڑی ہوئی تھی تو اس نے اس کو نہلایا، دھلایا، اُس نے اپنے خاوند کے ساتھ رات گزاری، جب اُس کو سکون پہنچا چکی تو اُس نے کہا کہ تیرا بیٹا مر گیا ہے۔ وہ اتنی بہادر، اتنی practical عورت تھی۔ اسلام میں اسما بنت ابوبکر بازار میں گھومتی تھی۔

Marfat.com

جب اُس نے عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش کو حجاج بن یوسف کے ہاتھوں لٹکتا ہوا دیکھا تو حجاج بن یوسف نے اس کمزور عورت پر طنز کیا: ''دیکھتی ہو اپنے بیٹے کا حشر''......اس کی آنکھ سے آنسو نہیں نکلے۔ اس نے کہا: ''اے مردود! ابھی اس شہسوار کا گھوڑے سے اُترنے کا وقت نہیں آیا۔'' وہ اتنی صاف ستھری عورت تھی۔ اتنی دلیر اور ہمت والی عورت تھی۔ اسلام میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ کی جنگِ صفین کی قیادت مشہور ہے۔ غلطی کس کی تھی مگر یہ حقیقت ہے کہ دو جنگوں کی قیادت اُم المومنینؓ نے کی ہے۔ اسلام میں اس قسم کا کوئی concept پردے کا نہیں ہے جو ایک اندھے اور بیوقوفانہ جاہلیت کی غیرت سے پیدا ہوتا ہو، جو اس Sub-continent میں موجود ہے۔ اسلام میں اس غیرت کا کوئی concept نہیں ہے۔

اسلام میں ثیابہ کو نہ چھوڑنے کا حکم ہے۔ کیا آپ اس بات پر تفاخر کرتے ہیں کہ آپ کی مطلقہ بہنیں اور بیٹیاں گھروں میں بیٹھی رہیں۔ کیا آپ اسے عزت کا نشان سمجھتے ہیں؟ اسلام اسے عزت کا نشان نہیں سمجھتا It is unpractical. It is discomfortable situation in the social set up.

اسلام اسے نہیں مانتا۔ اسلام اِتنا حقائق پسند مذہب ہے کہ پیغمبر کو کہتا ہے کہ مُنہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرا اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم کہ اگر رسول اللہ ﷺ قرآن میں کوئی چیز چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ حضراتِ گرامی! یہ روایت کی مٹی پلید کرنا نہیں۔ آپکو ایک چیز پر غور کرنا چاہیے۔ حصولِ مقصد پر غور کرنا چاہیے۔ تعلیمی مقاصد پر غور کرنا چاہیے۔ میں یہاں dramatic projection کے لئے نہیں آیا، میں یہاں education کے لئے آیا ہوں. Basically I am a teacher, I wish to teach them. اگر اس کے بعد بھی کسی کو پردہ اور طہارت کی زیادہ ضرورت ہے تو بسم اللہ......وہ ضرور کرے۔ ہر آدمی کا ایک standard of judgement ہے۔ اگر آپ اس سے آگے کے پردے کی خواہش کرتے ہیں تو آپکا character ہے۔ وہ آپ کا اپنا ذاتی معاملہ ہے مگر جہاں تک اسلامی بنیاد کا تعلق ہے مثلاً نماز پڑھنے جاتے ہیں تو آپکی کہنی ننگی ہے اور آپ کو کوئی کہتا ہے کہ کہنی کو بند کر!!! اس طرح نماز نہیں ہوتی۔ گریبان کھلا ہوا ہے تو کہتا ہے کہ گریبان چاک سے نماز نہ پڑھ...تو یہ خدا کی باتیں نہیں ہیں۔ یہ آپکے اپنے mannerism ہیں کیونکہ خدا کا معیار وہی ہے کہ مرد کا نماز کا ستر ڈھانپا ہونا چاہیے۔ تو Minimum most سے معیار شروع ہوتا ہے۔ اگر آپ تنقید کرنا چاہیں تو Minimum most پر کریں۔ Maximum most کو نظر میں رکھ کر نہ کریں۔

سوال: اعتدال کے حوالے سے اسلام میں غلامی کیوں جائز ہے؟

جواب: غلامی کا اعتدال سے واسطہ نہیں ہے۔ غلامی خدا کا Instrument of punishment ہے جو مُلکی اور قومی سطح پر وارد ہوتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے اس کو شروع ہی سے گستاخ قوموں کی سزا کی روایت کے طور پر نبھایا ہے۔ اس کو انعام اور عذاب کی صورت میں رکھا ہے۔ آج کے زمانے میں اگر غلامی کچھ عرصے کیلئے ختم ہوگئی تو اسکا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ اگلے ادوار میں انسان پھر اُسی انجام تک نہیں پہنچ سکے گا۔ خدا الوکل نہیں ہے۔ وہ ایک صدی کا خدا نہیں ہے۔ ابراہام لنکن کے کہنے پر وہ نہیں چلتا یا ہمارے اپنے social set ups پر وہ نہیں چل رہا۔

خدا چونکہ زمانوں کا خالق ہے۔ صدیوں کا خالق ہے اور فلسفہ ہائے تخلیق کا خالق ہے اس لیے سولہ ہزار سال پیچھے سے چلتی ہوئی یہ عادت، ہوسکتا ہے کہ ایک آدھ صدی میں انسانوں کی فراست سے، حسنِ سلوک سے ختم ہوگئی ہو مگر آگے بڑھتے ہوئے زمانوں میں اگر ایک جنگِ عظیم ہو جائے یا اور بڑے مسائل پیدا ہو جائیں تو پھر یہی غلامی اُسی طرح وارد ہو جائے گی جیسے پہلے زمانے میں تھی۔ خدا نے تو یہ کہا کہ غلاموں سے حسنِ سلوک سے آقاؤں کو آزمایا۔ اُن کو آزاد کرنا بہت بڑی virtue رکھی مگر اس کو ختم نہیں کیا اس لیے کہ پروردگار کی نگاہِ عالیہ میں کچھ اور زمانے بھی ہیں جن میں اسی طرح یہ کسب جاری ہوگا۔

جب خدا نے یہ فیصلہ کیا کہ قوم عالین کو رسوا کرے اور اُس کو ذلت سے روشناس کرے یعنی قوم فراعنہ مصر کو، تو اُن کو اُس نے ذلت و نامرادی کی شکست دی اور اُن کی اگلی نسلوں کو غلام کر دیا، اسی طرح جب بنو اسرائیل نے گستاخیء پروردگار کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو سزا کے طور پر یہ کہا کہ تم نے اپنے انبیاء کو بغیر حق کے قتل کیا، تم نے کتابوں میں تحریف کی، تمہاری سزا یہ ہے کہ تمہارے بیٹوں کو قتل کیا جائے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھا جائے تو کسی قوم کے تمرد، سرکشی اور بغاوتِ الٰہیہ کی سزا جو پروردگار کسی قوم کو دیتا ہے وہ غلامی کی صورت میں ہے۔ حضراتِ محترم! غلامی کسی وقت کسی قوم کی choice بن جاتی ہے۔ ابتدائے زمانہ میں جب زندگیاں تباہ ہو رہی تھیں، لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے، ایک فرد کے بدلے میں پورا معاشرہ قتل کیا جاتا تھا تو اُس وقت غلامی survival of mankind کا سبب بن گئی اور اس نے نسلِ انسانی کو بچایا۔ فاتحین نے اپنی مفتوح قوموں کو choice دیئے: قتل یا غلامی...... تو غلامی کے ہونے کی وجہ سے انسانی نسل بچ گئی اور آگے بڑھتے ہوئے ایک بڑے معاشرے میں یہ نمودار ہوئی۔

سوال: اگر انسان بار بار گناہ کرے اور بار بار توبہ کرے تو دنیا میں گناہ کا تو کوئی تصور ہی نہیں رہے گا......

جواب: نہیں صاحب ایسا نہیں ہے۔ توبہ وہی کرے گا۔ جسے ہر بار گناہ کا احساس ہوگا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ .Justification of sin is worst than sin اگر کوئی شخص اپنے گناہ کو justify نہیں کرتا اور for value اسے گناہ ہی سمجھتا ہے اور پھر اس پر خلوصِ دل سے توبہ کرتا ہے تو وہ ضرور نجات پائے گا، اس لئے کہ میں اس پر سند نہیں ہوں۔ یہ صحیحین کی حدیث ہے، اللہ کا قولِ مبارک ہے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے، اس میں آپکو اپنی طرف سے کوئی بات نہیں بتا رہا تھا مگر جیسے میں نے آپ سے عرض کی کہ توبہ کا صرف ایک مطلب ہے اور وہ مطلب یہ ہے کہ آپکو اپنے گناہ کی realization ہو، justification نہ ہو۔ میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ گناہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اسے routine بنا لیں اور سوچیں کہ توبہ کر کے اس سے نجات ہو گی۔ اس قسم کے عذرِ لنگ اور justification کی سزا اللہ نے نفاق کی صورت میں رکھی ہے اور نفاق کیلئے جہنم کا سب سے نچلا حصہ مخصوص کیا ہے۔

سوال: قرآن پاک میں اللہ فرماتا ہے کہ میں ہی تخلیق کرنے والا ہوں۔ تو پھر کلوننگ کیا چیز ہے اور کیا یہ خدا کے اعتدال کو disturb نہیں کرتا۔

جواب: جی ہاں بنانا اور تخلیق کرنا میں بڑا فرق ہے۔ کلوننگ میں کوئی extraordinary pattern نہیں اختیار کیا

Marfat.com

جاتا۔ کلوننگ میں اور جنرل reproduction میں جو واحد فرق ہے وہ صرف اتنا سا ہے کہ normally ovule سے نجات ہوگئی، sperm سے نجات ہوگئی بلکہ کسی بھی human cell سے reproduction کی جا سکتی ہے اور یہ پروردگار کی حکمتِ عالیہ کا بڑا عجیب سا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کے ہر ذرۂ بدن کو اسکا پورا پورا structure دیا ہوا ہے۔ تمام تر structure, تمام code of life,facts and features ہر cell کے DNA میں محفوظ ہیں۔ کلوننگ اور general reproduction میں جو واحد فرق ہے وہ یہ کہ ایک عورت اور مرد کے ملنے سے ovule ایکس (x) اور وائے (y) رکھنے سے صورتیں اور شکلیں مختلف ہو جاتی ہیں مگر کلوننگ میں جس فرد کا ڈی این اے (DNA) آپ reconstruct کریں گے وہ بعینہٖ اُسی code میں ہوگا جس میں اُس کا پہلا موجود ہے۔ یہ exact replica, اور ہم شکل ہوگا۔

مگر سوال یہ ہے کہ کیا انہوں نے DNA بنایا ہے؟؟؟ آپ تھوڑی سی جو غلطی کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی سائنسدان نے از خود DNA نہیں بنایا اور یہی خدا کہنا چاہتا ہے کہ تم خالق نہیں ہو، موجد ہو۔ تم نے میرے ہی دیئے ہوئے ایک constituent atom سے ایک structure تخلیق کرلیا ہے۔ تم نے شاید وہ اصول دریافت کرلیا ہے جو میں نے قرآنِ حکیم میں دیا ہے کہ سب سے پہلے پوری زندگی ایک cell تھی۔ باقی سب اُس کی multiplications ہیں۔ اب بھی ایک انسان کی حیاتِ اصغر میں ایک cell سے کروڑوں انسان پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ question totality میں ختم ہو گیا ہے کہ How existence came out of a singular cell. یہ question ختم ہو گیا ہے۔ Now achieve the adjustments which God made in the original factors of life کہ سب سے پہلے انسان singular cell تھا، پھر میں نے اُسے double cell کیا، پھر میں نے اس کو further سماعت اور بصارت کے system بخشے، آخر میں میں نے اسے عقل و شعور بخشا اور عقل و شعور سے اس نے existence کے بنیادی cause کو سمجھ لیا تو cloaning is not shocking. بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی پیشین گوئی پندرہ سو برس پہلے کردی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے آج سے پندرہ سو برس پہلے ہمیں بتایا تھا کہ دجال کے پاس ایک شخص آئے گا اور کہے گا کہ کیا تُو میرے بھائی کو زندہ کرسکتا ہے۔ وہ کہے گا: ''ہاں میں زندہ کرسکتا ہوں'' اور وہ اُس کے لئے اُس کا بھائی زندہ کرے گا تو اصحابِ رسول ﷺ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ وہی شخص ہوگا''؟ فرمایا: ''نہیں یہ اُس کی مثال ہوگا''...... جہاں یہ بات ہو گئی ہے وہاں ایک اور بات confirm ہوگئی ہے کہ اہلِ یورپ دجال ہیں۔

سوال: اگر مقدر دنیا پر پروٹوکول ہے، اگر یہ فکس ہے تو پھر دین میں دُعا کا کیا مقام ہے؟

جواب: بڑا اچھا سوال ہے۔ میں بھی بڑا غور و خوض کرتا رہا ہوں۔ دُعا دراصل ایک exception ہے۔ پروٹوکول میں ایک واحد exception جو اللہ نے رکھی، وہ دُعا ہے جس سے آپ کی باضابطہ ترتیب زندگی بدل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضور اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو جب بتا رہے تھے کہ ہوسکتا ہے کہ خدا، میری امت کی دُعاؤں کی وجہ سے زندگی ءِ زمین

Marfat.com

آدھا دن اور بڑھا دے۔ پوچھا گیا: "یا رسول اللہ ﷺ" آدھا دن کتنا؟" فرمایا: "پانچ سو برس"......یعنی بنانے والے کیلئے آپ میں سے کسی ایک کی دُعا سے یہ ممکن ہے۔ اور پوچھا گیا: "یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟" فرمایا: "جب زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا شخص موجود نہیں ہوگا۔"

پروٹوکول میں، ایک scientific determinism ایک exception create کرتی ہے کیونکہ دُعا کے ذریعے پروردگار ایک خصوصی اختیار استعمال کرتا ہے جو ہر پیغمبر کے ساتھ وہ کر چکا ہے۔ جب زکریا نے محراب میں دُعا مانگی کہ اے پروردگار! بوڑھا ہو چکا ہوں، مجھے آلِ داؤد کا وارث دے۔ حضرتِ زکریا کی عمر تین سو پچھتر سال اور اُن کی بیوی کی دو سو ستّیس سال تھی:

"فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىۡ فِى الۡمِحۡرَابِ"

کہ اے پروردگار! مجھے بیٹا دے، آلِ داؤد کا وارث دے، فرمایا: "دوں گا"، بشارت ہو تمہیں۔ تمہیں ایک بیٹا دوں گا، اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ پہلے یہ نام کسی نے نہیں رکھا تھا، تم اس بیٹے کا نام رکھنا۔ میں نے اُسے سردار بنایا، میں نے اسے عورتوں پر بند کر دیا، یہ اس کی quality ہوگی۔

"وَسَيِّدًا وَّ حَصُوۡرًا "(آل عمران 39:3)

تو حضرت زکریا کو مصیبت پڑ گئی۔ فرمایا: "اے پروردگار! مجھ میں تو کوئی جنیاتی طاقت نہیں رہی۔ میرا تو وجود خشک لکڑی کی مانند ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، مدتوں سے بانجھ ہے، آج کی بانجھ نہیں ہے۔" تو اللہ نے کہا: "اچھا! دُعا مانگتے ہوئے یہ بات نہیں سوچی تھی۔ دُعا مانگتے ہوئے تجھے یہ خیال نہیں آیا کہ میں کیا چیز مانگ رہا ہوں جبکہ مجھ میں اُس کی اہلیت ہی نہیں ہے تو اب یہ بات کیوں کہہ رہا ہے؟ یہ کیوں نہیں کہتا کہ میرا پروردگار:"

" كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفۡعَلُ مَا يَشَآءُ "(آل عمران 40:3)

(اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔)

Beyond settled rules, regulations, criteria, judgement, determined influences he can act on his discretion wherever he likes whenever he likes........ دُعا وہ چیز ہے، جو براہِ راست خدا کی قدرت کو اعانت کے لئے بلاتی ہے۔

سوال: نظر لگنے کا کیا تصور ہے؟

جواب: ہاں جی "نظر" تو بالکل صحیح لگتی ہے۔ نظر کا فلسفہ یہ ہے کہ دماغ ایک charge پر قائم ہے۔ پورا دماغ ایک الیکٹریکل charge پر چلتا ہے اور یہ معمولی سا charge اس کے سولہ کروڑ خلیوں کو زندگی دیتا ہے، حرکت دیتا ہے اور ان میں سے آٹھ، دس، بیس ہزار خلیے متحرک ہوتے ہیں اور آج تک چھتیس، چالیس ہزار خلیوں سے کام لیا گیا ہے اور باقی کروڑوں خلیے بیکار پڑے ہیں۔ "نظر" جو ہے ایک sudden flash میں اُس تمام برقیاتی charge کو concentrate کر دیتا ہے۔ "نظر" اسمِ اعظم کی طرح ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے پوچھا گیا کہ اسمِ اعظم کیا ہے؟

Marfat.com

فرمایا: ''جب تو اللہ کا ایسے نام لے کہ ہر چیز اُس میں سے خالی ہو جائے تو وہ اسم اعظم ہے۔'' نظر وہ کیفیتِ باطن ہے جو دل کو، دماغ کو باقی تمام کیفیتوں سے خالی کر دیتی ہے۔ electric charge سے اتنی concentrate ہو جاتی ہے کہ اسکا دباؤ جا کر اگلے انسان پر پڑتا ہے، اس کو نظر کہتے ہیں۔ نظر اتارنے کے کچھ طریقے ہیں مگر اس کا سادہ ترین طریقہ دعائے رسول ﷺ ہے، جو آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی:

''بِسمِ اللہِ اَللّٰھُمَّ اذھَب حَرَّ ھاَ وَ بَر دَھاَ وَ وَ صَبَھَا'' (حصن حصین)

(اللہ کے نام پر اے اللہ تو اس نظر بد کے گرم و سرد کو اور دکھ اور درد کو دور کر دے۔)

کہ اس شخص کو گرمی سے، سردی سے اور برائی سے بچا۔ یہ نظر کا دم ہے، یہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ جن لوگوں کو نظر لگنے کی فکر ہو، وہ اس دعا کو یاد رکھیں، پڑھا کریں۔ ان شاء اللہ یہ ان کو نظر نہیں لگنے دے گا۔

سوال: اعتدال کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے زندگی میں زکوٰۃ نہیں دی کیونکہ وہ صاحبِ نصاب نہیں تھے حالانکہ وہ بادشاہ تھے۔ حضور ﷺ کی اس عادت کو ہم کس حد تک اپنائیں۔

جواب: وہ بادشاہ نہیں تھے۔ یہ چھوٹی سی حدیث تو نہیں ہے جسے میں صحیحین سے کہوں مگر یہ حدیث اتنی خوبصورت اور واضح ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپکو اسکا اعزاز بخشوں اور اسے آپ تک پہنچادوں۔ ایک دفعہ گرسنگی اور فاقے میں کچھ دن گزر گئے اور اہلِ بیتِ محمد ﷺ کے لئے، بیویوں کے لئے کچھ کھانے کو نہ تھا۔ تو حضور ﷺ بڑے اُداس ہوئے۔ کچھ عرصہ گزر گیا۔ پہاڑ پر چڑھ گئے اور گلہ کیا کہ اہلِ کفر کے لئے تو یہ دولتیں اور آلِ محمد ﷺ کے لئے دو لقمے بھی نہیں۔ تو آسمان پر کڑاکا ہوا، گھبراہٹ سی پھیل گئی، ایسے جیسے کوئی زلزلہ آیا ہو اور جبرئیلِ امین بڑی تیزی سے اترے، حضور ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ کو اللہ نے اختیار بخشا ہے۔ یا آپ ﷺ نبیء بادشاہ ہو جائیں یا نبیء عبد ہو جائیں۔'' جب وہ یہ کہہ رہے تھے تو جبرئیلِ امینؑ انگلی سے زمین کو اشارہ کر رہے تھے تو حضورِ گرامی مرتبت نے اشارہ سمجھا۔ انھوں نے فرمایا کہ اے اللہ میں تیرا بندہ اور رسول ہوں، مجھے بندگی پسند ہے۔ میں بادشاہ ہونا پسند نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ بندہ بننا شاید آسمانوں میں سب سے بڑا عہدہ ہے۔

صاحبِ نصاب نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ غریب تھے۔ صاحبِ نصاب ہونے کا مطلب وہی ہے، جیسے میں نے حضرتِ اسماء کی حدیث میں بتایا تھا۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اسماء! خرچ کر...... گن گن کے نہ رکھ...... چونکہ حضور ﷺ کے پاس گن کر رکھنے کو بھی نہ تھا، اس لئے میرا خیال ہے کہ زکوٰۃ اُس گھر سے محروم اور اُداس نکلی ہوگی مگر یہ تو نہیں ہے کہ زکوٰۃ ہم تک پہنچی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زکوٰۃ تو پندرہ سو برس کے بعد بھی ہم اشرافِ دُنیا تک پہنچی اور یہ اُن کی عنایت ہے کہ اُن کی زکوۃ پر ہم آج تک ایمان کا سہارا لئے ہوئے ہیں۔ وہ صاحبِ نصاب تو تھے مگر اُن کی زکوۃِ علم پہنچی ہے، بجائے زکوٰۃ مال کے...... ویسے بھی سکہ بدل گیا ہوتا اگر حضور ﷺ نے زکوٰۃ چھوڑی ہوتی۔

سوال: قرآن پاک نے ہمیں بہت سے عالموں سے متعارف کروایا مثلاً جنت و دوزخ، عرش، کرسی، اعراف...... ان کی روحانی حیثیت کیا ہے؟

Marfat.com

جواب: اصل میں ہم لوگ چونکہ بعض اوقات تاویلات کی وجہ سے موضوع سے دور نکل جاتے ہیں۔ تو دراصل سب سے بہتر مسلک یہ ہوتا ہے کہ ہم ان کو ویسے ہی دیکھیں، جیسے یہ ہیں، تو حشر ونشر اور جنت و دوزخ عرش، کرسی، اعراف...... یہ سب کچھ عرصہ پہلے ہمارے لئے مبہم نظریہ تھے۔ مثال کے طور پر جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ خدا اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے تو ہمیں بڑی حیرت ہوتی تھی کہ کتنی بڑی کرسی ہوگی؟ اُس کی ہتھیاں ہوں گی کہ نہیں۔ اللہ نے کہیں ٹیک لگائی ہوئی ہے کہ نہیں۔ جب حشر ونشر کا سوچتے تھے تو ہم سوچتے تھے کہ ایک دن میں جس کی لمبائی پچاس ہزار سال ہوگی۔ تو مسئلہ پیدا ہوتا تھا کہ چونکہ اُس وقت ہماری معلومات کم تھیں، علم کم تھا اس لئے ہم یہ خیال کرتے تھے کہ یہ تاویلات ہیں۔ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ ہمارے پاس ان کی practical وضاحت نہیں ہے، عملی وضاحت نہیں ہے بلکہ ہم انکو خیالاتی وضاحتوں میں پیش کرتے تھے مگر اب ایسا نہیں ہے۔

جوں جوں ہم اس پندرہ billion بلکہ trillion سالوں کی کائنات میں گھس رہے ہیں، ہمیں بڑی آسانی سے یہ اندازہ ہو رہا ہے۔ کہ عرش کیا ہے، کرسی کیا ہے اور اعراف کی روحانی حیثیت کیا ہے؟ اعراف کا تعلق اُن لوگوں سے ہے کہ جن کی ایک نمایاں خوبی زندگی بھر اُن پر حاوی رہی جیسے ''حاتم'' بنو طے کا سردار ہے مگر اُن کو ایمان کی روشنی اُس طرح نصیب نہ ہوئی، مگر انھوں نے بت پرستی بھی نہیں کی، چونکہ اُن کا ایمان واضح نہیں تھا، اُن کا کفر بھی واضح نہیں تھا، تو اعراف اس اُونچائی کو کہتے ہیں، جہاں سے وہ دونوں طرف جھانک سکتے ہیں مگر دونوں میں شریک نہیں ہوتے۔ یہ مابین condition ہے۔

جیسے ہمارے بڑے منصف، لوگ کہتے ہیں کہ ایک شخص بڑا نیک، بڑا ہی نیک ہے، تو اس کو سزا کیوں ملے گی۔ صاحب! اس کو سزا نہیں ملے گی۔ اگر وہ صرف خدا کو دور سے جانتا تھا اور اگر اُس نے بت پرستی نہیں کی، ساری عمر کارِ خیر کئے۔ اس میں انبیاء کے اعتقاد کو نکالا گیا ہے۔ وہ لوگ جو خدائے واحد کو تو مانتے تھے مگر انبیاء کو نہیں مانتے تھے، چونکہ وحدانیت میں ایمان درست تھا اس لئے ان کو درمیان میں اعراف میں رکھا جائے گا۔ بہتر status تو ماننے والوں کیلئے ہیں۔

سوال: نفس اور خودی کی پہچان کیا ہے؟ اور علامہ اقبال کی خودی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: خودی...... اقبال نے اس لفظ کو بہت زیادہ confuse کر دیا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ normally ہم تک یہ لفظ کبھی پہنچا نہیں تھا تو انائے صغیر کی حیثیت سے اقبال نے اسے اپنی شاعری میں متعارف کروایا۔ اقبال کا کہنا یہ ہے کہ انائے مطلق تو صرف اللہ کی ہے اور انائے صغیر انسان کی...... اور خودی یہ ہے کہ جیسے اُس نے خود کہا: خودی کا سرِّ نہاں لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ '' تو اقبال کی خودی سے مراد بھی یہی ہے کہ ایک ایسا مسلمان جو اللہ کے توسط سے اپنی پہچان کر رہا ہے تو اُس کی انائے صغیر جو ہے، وہ انائے مطلق کے ساتھ adjust ہو کر ایک بہت بڑی قوت بن گئی۔ اقبال کے بارے میں میری رائے تھوڑی سی different ہے کہ اقبال دل کے کچھ کمزور تھے۔ میرے کشمیری بھائی تھے۔

اقبال ہمیشہ زندگی کے معاملات میں تھوڑے پریشان رہا کرتے تھے تو انہوں نے کچھ symbol چنے ہیں، اپنے لئے بھی اور اپنے جیسے دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی...... انہوں نے ایک ایسا powerful symbol چنا، جس

کی وجہ سے اس وقت کے شکست خوردہ مسلمانوں کے اعتماد کی بحالی ہو سکتی تھی، جیسے شاہین، عقاب وغیرہ...... اُن کی پسندیدگی بھی کچھ ایسے لوگوں کے لئے تھی جو مذہبی standard پر پورے نہیں اُترتے تھے، جن کو کسی طریقے سے بھی مسلمان نہیں کہا جا سکتا، جیسے قرۃ العین طاہرہ، جیسے حلاج، جیسے سرمد...... یہ لوگ ہمارے standard of religion پر نہیں آتے مگر اقبال نے یہ symbol جراُتِ اظہار، پامردی، ایک وسعتِ نظر اور بلندیٔ کردار کے لئے چنے تا کہ اُس وقت کی غلامی کے تعصب کو توڑ کر، اُس جمود کو توڑ کر، ایک نئی طاقت و حریت مسلمان کے اندر پیدا کی جائے۔ اقبال بڑی وضاحت سے کہتا ہے کہ

از غلامِ لذتِ قرآن مجو
گرچہ باشی حافظِ قرآن مجو

کہ ایک غلام اگر حافظِ قرآن بھی ہو تو اُس سے لذت مت ڈھونڈ اس لئے کہ وہ قرآن کو بھی غلامانہ interpretation دے گا۔

یہ حقیقت بھی ہے کہ اُس پس منظر کو دیکھا جائے تو اس وقت کے بڑے بڑے علماء انگریز کا ساتھ دے رہے تھے۔ British Intelligence نے مسلمانوں کو امتِ واحدہ ہونے سے روکنے کے لئے اپنی مختلف agencies کے ذریعے چھوٹے چھوٹے گروہی مذہب تخلیق کئے جو آج تک ہمیں زک پہنچا رہے ہیں اور نشانِ اُمتِ مسلمہ بٹ رہا ہے اور گروہی اقدار کو ترقی حاصل ہو رہی ہے اور یہ اُن کی اس وقت کی special کارروائی تھی۔ اگر ہم نفس کے حوالے سے خودی کو دیکھیں تو حرام ہے۔ اگر اقبال کے literary انا اور اسلامی نظریے کے حوالے سے دیکھیں تو جائز ہے۔

سوال: اگر تم بار بار گناہ کرو اور توبہ کرو تو خدا بار بار معاف کرے گا۔ کیا یہ احادیث قرآن کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ کس لحاظ سے......؟

جواب: یہ بالکل مطابقت رکھتی ہے اس لئے کہ جب قرآن کی یہ آیت اُتری:

قُل یٰعِبَادِیَ الَّذِینَ اَسرَ فُو عَلیٰ اَنفُسِہِم لَا تَقنَطُو مِن رَّ حمَۃِ اللہِ۔ (الزمر 53:39)

میرے بندوں سے کہہ دو کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا، جنہوں نے بہت گناہ کیے...... اسراف گناہ کے معنوں میں ہے، جو انسان سے بار بار ہوں۔ جب انہوں نے کسی جبلت کو بے جا خرچ کیا، بے سود کیا، تو ان سے کہہ دو کہ تم نے بڑی زیادتی کی، بڑے گناہ کئے۔ ایک بہت بڑا گناہ نہ کر بیٹھنا: ''لَا تَقنَطُوا مِن رَّحمَۃِ اللہِ '' (میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔)'' اِنَّ اللہَ یَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعاً۔ '' (الزمر 53:39) آگے خدا نے جو قانون دیا ہے اُس کی وضاحت اس آیت میں ہے۔'' اِنَّ اللہَ یَغفِرُ الذُّ نُوبَ جَمِیعاً۔ (الذمر 53:39) اس میں کوئی تخصیص نہیں رکھی بلکہ totality میں کہا کہ میں نے تمہارے تمام گناہ معاف کر دیئے اور کیوں نہ کروں: ''اِنَّہٗ ھُوَ الغَفُورُ الرَّحِیم '' میرا job ہی بخشنا ہے۔ کوشش کریں کہ ہم اُس کے نقطۂ نظر سے زندگی کو دیکھیں، اپنے rigid پہلو سے نہ دیکھیں۔

پورے قرآن میں کفر کی سزا، مصائب کی جہنم کی، نوید کس کے لئے ہے؟ کیا آپ اُن کے مخاطب جانتے ہیں؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ آدھے قرآن میں سزا اور punishment کے مخاطب کون ہیں؟ اہلِ مکہ، قریش

Marfat.com

عرب، انہی کو بار بار، چھوٹی چھوٹی بات پر سزا ہو رہی ہے، جوتے مارے جا رہے ہیں، جہنم سنائے جا رہے ہیں مگر کیا آپ جانتے ہیں کہ اہلِ مکہ میں سے کتنے لوگ کافر ہے؟ کتنے لوگوں کو یہ سزا کے وعدے پہنچتے رہے؟ پانچ، چھ، سات، گیارہ بارہ...... آپ حیران ہوں گے کہ آدھا قرآن جن کو مصائب سنا رہا ہے، سزا سنا رہا ہے، وعید عذاب سنا رہا ہے، اُن میں بمشکل پانچ یا چھ جہنم تک پہنچے، وہ جو بدر میں مارے گئے، وہ جو اُحد میں مارے گئے...... باقی سارے کے سارے بخشے گئے۔ باقی سارے کے سارے مسلمان ہو گئے۔ تو خدا سزا میں کچھ اور سُناتا ہے، دل میں کچھ اور رکھتا ہے......

سوال: کیا ذکر اللہ صرف اللہ اللہ کرنا ہے؟

جواب: جی ہاں لگتا تو یہ ہے مگر صرف اللہ اللہ کرنا نہیں ہے، بے مصرف اللہ اللہ کرنا نہیں ہے بلکہ

ے یادِ یارِ مہرباں عائد ہمی

یہ ایک مہربان دوست کی یاد ہے۔

ے یادش بخیر آپ ہمیں یاد آ گئے

اللہ کی یاد بالکل اُسی طرح ہے جیسے کسی محبوب ترین تصور کی یاد آتی ہے۔ خدا صرف اتنا کہتا ہے کہ جب تمہارا محبوب تمہارے سامنے نہ ہو تو تم کیا کرتے ہو...... یاد ہی تو کرتے ہو اور کیا کرتے ہو؟ اور اگر آپ کو یہ دیکھنا ہو کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے تو تھوڑے عرصے کے لیے آپ اُس سے جُدا ہو جائیے، تنہائی میں جائیے اور پھر سوچیے کہ آپ کو کون زیادہ یاد آتا ہے۔ تو جو زیادہ یاد آئے گا اُسی سے زیادہ محبت ہو گی۔ دُنیا پر محبت کا کوئی اور امتحان نہیں، سوائے یاد کے...... اگر آپ ایک بندے سے محبت کرتے ہو اور آپ اکٹھے ہوں گے اور بڑا عرصہ اکٹھا رہنے کے باوجود آپ کو محسوس نہیں ہو گا کہ you are in love with another person. مگر جس دن جدائی پڑے گی۔ فصلِ فراق کٹے گی، اسی دن آپ کی آہ و زاری شروع ہو جائے گی۔ اُس دن آپکو ہر آہٹ پر اُس کے آنے کا گمان ہو گا۔

آہٹ پہ کان، در پہ نظر، دل میں اشتیاق
کچھ ایسی بے خودی ہے ہمیں انتظار کی

تو خدا یہ کہتا ہے کہ مجھے اسی طرح یاد کرو:

فَاذْكُرُوا اللهَ قِيَامًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلٰى جُنُوبِكُم (النساء4:103)

کھڑے بیٹھے، کروٹوں کے بل مجھے یاد کرو۔ مگر کرو کیسے......؟

فَاذْكُرُوا اللهَ كَذِكْرِكُم آبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرة 2:200)

اہلِ عرب کی عادت عورتوں کو یاد کرنے کی نہیں تھی۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کو بڑا یاد کرتے تھے۔ اُن کو اپنے نسب سے بڑی محبت تھی۔ ہر وقت انہی کا ذکر کرتے تھے۔ ہر وقت انہی کے قصیدے پڑھتے تھے۔ تو خدا نے اُن کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ جتنی نسبت اور جتنی محبت تمہیں اپنے آباؤ اجداد سے ہے:

مجھے ذرا اُس سے زیادہ یاد کرو کہ مجھے یہ احساس ہو کہ اے میرے بندو! تم مجھے ہر چیز سے بڑھ کر پیار کر رہے ہو۔

Marfat.com

لَن تَنَالُو البِرَّ حَتّیٰ تُنفِقُو مِمَّا تُحِبُّونَ (الِ عمران 92:3)

تم کبھی میری محبت حاصل نہیں کر سکتے، جب تک کہ میرے لئے اُن محبتوں کو قربان نہ کرو، جو پہلے سے تمہارے دل میں ہیں۔صبح کرو، شام کرو، رات کرو......

آپ کے رسول ﷺ کو نبیٔ ذاکر کہتے ہیں۔ایک بار آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے اور عبداللہ بن مسعودؓ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا: ''یارسول اللہ! میں نے دیکھا کہ دو شخص آپکے پاس آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا۔اس مردِ عجیب وغریب کو دیکھتے ہو، اس کی آنکھ بند ہے مگر اس کا دل خدا کے ذکر سے معمور ہے۔یہ سوئے ہوئے بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں''۔اسی لئے ایک بات بڑی خوبصورت آئی کہ اگر کوئی خدا کا ذکر کرتے کرتے سو جائے اور اُسکی تسبیحات باقی ہوں تو خدا ملائکہ کو حکم دیتا ہے، کہ اس کی باقی کی تسبیحات پوری کرو...... یہ ذکر خالی ذکر نہیں ہے۔اللہ نے حدیثِ رسول ﷺ میں بھی، قرآن میں بھی، ممانعت کی کہ شور شرابا نہ کرو۔ذکر سے مراد ہنگامہ، کبریٰ نہیں ہے، شور وغوغا نہیں ہے۔ایسی مجلسیں نہ سجاؤ کہ راہ چلنے والے لوگ گھبرا جائیں کہ کیا ہنگامہ ہو رہا ہے۔آرام سے، سکون سے، محبت سے، تسکین سے، نرمی سے، نہ اتنی اونچی آواز میں کہ لوگ گھبرا کر ہڑ بڑا کر اٹھ جائیں اور نہ اتنی کہ جسے تمہاری اپنی سماعت بھی نہ سن سکے۔نرم آواز میں خدا کا ذکر کرو۔ایک بار آدھی رات کو میں اپنے گھر میں تھا۔میری آنکھ کھل گئی، تو میں نے سنا کہ ایک مسجد میں سے ''اللہ ھُو'' کی آواز آرہی تھی اور وہ اتنی تیز آرہی تھی، کثرت سے......اور چاروں طرف لاؤڈ سپیکر لگے ہوئے تھے تو لگ یہ رہا تھا کہ اُن حضرت نے تہجد پڑھی ہے اور اس کے بعد ذکر فرما رہے ہیں، مگر مجھے ایک لمحے کے لئے بھی نہ لگا کہ یہ خدا کے لئے ذکر فرما رہے ہیں بلکہ انکے ذکر کا specific مقصد یہ تھا کہ کوئی شخص آرام سے نہ سوئے......خدا نے ایسے ذکر سے پرہیز کرنے کو کہا ہے۔سوچ سے، سمجھ سے آپ خدا کو یاد کریں۔محبت وانس سے خدا کو یاد کریں اور ساتھ ساتھ اپنے بہت قریب کے دوستوں کی ایک خصوصی پہچان فرمائی کہ:

اَلَّذِینَ یَذکُرُونَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلیٰ جُنُوبِھِم وَ یَتَفَکَّرُونَ فِي خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرضِ.(آل عمران 191:3)
(کہ نہ صرف اللہ کو صبح وشام اور دوپہر یاد کرتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ زمین وآسمان کی تخلیق پر غور بھی کرتے ہیں۔)

تسبیح، ذکر وفکر کے ساتھ ہے۔فہم وفراست کے ساتھ ہے۔اب آپ دیکھئے، ایک آدمی آتا ہے، کہتا ہے کہ آیت کریمہ بھاری تو نہیں۔فلاں شخص آرہا ہے، کہتا ہے کہ یہ تسبیح جلالی تو نہیں، جمالی تو نہیں......جس نے زندگی بھر کم ازکم محبت اور انس سے خدا کو یاد کیا ہو، اُس کو تو کوئی چیز جلالی اور جمالی نہیں لگتی۔اُس پر تو کوئی تسبیح غلط اثر نہیں رکھتی۔کسی کے دل ودماغ پر تسبیح بوجھ نہیں بنتی۔مدت سے میرا اور اللہ کا ساتھ ہے اور ہم میں ''یاداللہ'' رہتی ہے۔direct dialing ہوتی رہتی ہے۔عرصہ دراز سے میں تسبیح کر رہا ہوں، آج تک مجھے تو پتہ نہیں چلا کہ کسی تسبیح نے میری بینائی کمزور کر دی ہو، کسی تسبیح کی وجہ سے مجھے کوئی ذہنی کوفت ہوتی ہو......اور ذکرِ الٰہی نے ہمیشہ میری اس ذلت کو اور میری سختی کو آسان فرمایا ہے، تو خدا کی یاد کبھی بوجھ نہیں ہوتی۔یہ اُنس ہے، محبت ہے۔اللہ کا وعدہ ہے، اس کے پیچھے آپ کی فتح ونصرت ہے۔

وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیرًا (النساء 45:4)

Marfat.com

ذکر اللہ کی بات یہ ہے کہ تمام پیغمبروں کا جب خصوصی ذکر ہوا تو حضرت موسیٰ کی بات نہیں ہے، ابھی میں حضرت زکریا کی مثال دے رہا تھا، ان کو بھی یہ کہا گیا کہ تین دن تُو خاموش رہے گا اور کثرت سے اس میں

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالعَشِیِّ وَ الاَبکَار (مومن 55:40)

(تسبیح کر صبح اور شام کو۔)

تمام پیغمبر باقی خلق سے اس لئے ممتاز ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کی یاد بڑی کثرت سے کرتے ہیں بلکہ کچھ تسبیحات جو ہم تک پہنچیں اور جو بہت خوبصورت تسبیحات ہیں وہ پیغمبروں کی تسبیحات تھیں۔ پیغمبر کی تسبیح کا انداز تھوڑا سا جدا ہوتا ہے۔ پیغمبر اپنے ذکر میں personal ہوتا ہے۔ مثلاً جب شعیبؑ پر خوف و خطر آیا اور دشمنوں نے یہ عہد کیا کہ ہم اُن کو قتل کریں گے تو حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ

اِنَّ رَبِّیْ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ حَفِیظ (ھود 57:11)

اور آج بھی اپنی ذاتی حفاظت کے لئے اس سے بڑی کوئی تسبیح نہیں۔ اگر آپ اسٹائل کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لفظ میرا رب...... بڑا personal ہے اور ان کی یہ personal relationships اُن کی تسبیحات میں نمایاں ہیں۔ یہ ایک پیغمبر کا سٹائل ہے۔ جب حضرت سلیمانؑ کو ترقی، مرتبہ اور عزت نصیب ہوئی۔ فرمایا:

فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیم (النمل 40:27)

(بے شک میرا رب بڑا غنی ہے اور کریم ہے۔)

حضرت ہودؑ پر جب ایک وقت آیا تو انہوں نے کہا:

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیمٌ وَدُود (ھود 90:11)

(بے شک میرا رب محبت کرنے والا ہے۔)

تو آپ دیکھیں گے کہ تمام پیغمبروں میں جب حضرت یوسفؑ پر نفس کا اشکال آیا، تو فرمایا:

وَ مَا اُبَرِّ یءُ نَفسِي اِنَّ النَّفسَ لَاَمَّا رَ ةٌ م بِا لسُّوءِ اِلَّا مَا رَ حِمَ رَبِّیَ ط اِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّ حِیمٌ. (یوسف 53;12)

(اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔)

تمام پیغمبروں کا تسبیح میں اپنائیت کا انداز ہے۔ محبت کا اور اپنائیت کا انداز ہے۔ جن دنوں میں خدا کی یاد کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا...... ایک بڑا خوبصورت شعر ہے۔ اس بہانے سے آپکو سنادوں:

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اُس سے بات کرنا

جن دنوں میں خدا کی یاد کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا تو قرآن کی گلیوں میں ایسے بڑے بڑے کمالات نظر آئے ...... بڑے

Marfat.com

بڑے طرزِ تسبیح...... بڑے بڑے طریقے ایسے نظر آئے اور قریباً قریباً ہر خوبصورت آیت کی تلاوت میں اتنی اتنی خوبصورت آیاتِ تسبیح نظر آئیں کہ میں کہہ نہیں سکتا کہ اسکی تلاوت میں کتنی حلاوت ہے، کتنی شگفتگی، کتنی محبت ہے اور جب آپ اُس کے عادی ہو جاتے ہیں اور جب آپ اس کو آگے بڑھاتے ہیں، جب تسبیح آپکی دوست ہوتی ہے، جب محبت آپکی میراث ہوتی ہے اور جب تعلق آپ کے تعاقب میں ہوتا ہے، جب کائنات آپکے لئے سمٹ کر ایک نقطۂ آرزو میں چلتی جاتی ہے تو خدا آپکے کتنا قریب ہوتا ہے۔ یہ آپکی آرزو کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال: اگر تسبیح کا مطلب صرف نہایت خلوص سے اللہ اللہ کرنا ہی ہے تو کیا جب موسیٰ کو حکم ہوا کہ جاؤ!! فرعون کو پیغام دو اور ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِی'' اور ذکر اللہ پر سختی سے قائم رہو تو یہ ذکر جو وہاں پر آیا وہ کس کیفیت پر ہے؟

جواب: نماز اور شرع کی پابندی چونکہ ایک پیغمبر کے لئے اور اُسکی امت کے لئے common ہوتی ہے تو خدا common پر پیغمبر کو حکم نہیں دیتا۔ اسی لئے کہا کہ ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِی'' کہ نماز بھی پڑھو تو میرے ذکر کے ساتھ...... نماز کا مقصد بھی چونکہ یہی ہے کہ میرے لئے قائم کرو۔ موسیٰ کو اس لئے بھی کہا گیا کہ حضرت موسیٰ وہاں جانے کے لئے چونکہ بہت خوفزدہ تھے، ان کا دل کانپتا تھا اور مختلف جگہوں پر معجزات دیکھ کر بھی...... جب وہ آگ دیکھنے گئے:

سُبۡحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (النمل 27:8)

وہاں بھی اور جب انہوں نے آگے بڑھ کر دہ سانپوں کے کرشمے دیکھے، وہاں بھی اور حضرت موسیٰ میں یہ خوفزدگی بھی جاتی تھی کہ میں نے چونکہ اُن کا ایک بندہ قتل کیا ہوا ہے تو حضرتِ موسیٰ متامل تھے اور پرہیز کرتے تھے فرعون کے دربار میں جانے کے لئے تو دل اضطراب میں تھا اور یہ بار بار قرآنی آیات سے ہمیں نظر آتا ہے کہ پیغمبر کا دل اضطراب میں تھا، پھر اللہ نے ان کو یہ آیت فرمائی کہ تُو میرے ذکر پر سختی سے کان رکھ، یہی تیرے مسائل کا حل ہے۔ جو چیز آپ سوچ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں وہ ایک نقطۂ نظر ہے مگر وہ تاویل میں جا سکتا ہے۔ میں اُس کو جانتا ہوں جو آپ کہہ رہے ہیں۔ وہ personal ہو سکتی ہے میرے اور آپ کے درمیان مگر وہ ایک رُخ ہے، اُس کی تاویل کا...... وہ میرے اور آپکے درمیان ہو سکتی ہے مگر عمومی طور پر نہیں۔

سوال: آج کے معاشرے میں اعتدال کیسے قائم ہو سکتا ہے اور کوئی ایسی صورت جس میں اعتدال نہیں بلکہ انتہا پسندی کی اجازت ہو مثلاً جہاد؟

جواب: حضراتِ محترم! اس سوال پر مجھے تھوڑا سا اعتراض یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اعتدال ہی کی پیداوار ہے اور aggressiveness ایک instinct ہے جو ہم میں سے ہر انسان میں موجود ہے۔ اسے ہم مجادلت کی جبلت بھی کہتے ہیں۔ مجادلت کی جبلت کے بہت سے رُخ ہیں۔ وہ گلی محلے میں بھی لڑتی ہے، فتنہ و فساد بھی پیدا کرتی ہیں، اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے cut-throat killer کی صورت میں بھی ہو جاتی ہے۔ مگر یہاں پروردگار نے اُس مجادلت کی، اُس جنگ و فساد کی جبلت کو اپنے لئے مخصوص کیا ہے کہ اس جبلت کا بہترین مقصد خدا کی راہ میں جنگ کرنا ہے مگر extremity سے نہیں۔

Marfat.com

وَقَاتِلُو فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُو نَكُم وَلَا تَعتَدُو اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ المُعتَدِينَ۔ (البقرہ2:190)

کہ قتل کرو اللہ کے لئے......ضرور کرو، مگر حد سے نہ بڑھنا، زیادتی نہ کرنا، یعنی اپنے لئے بھی قتل کرنے کا حکم دیا تو اعتدال سے، زیادتی سے نہیں۔ اس لئے یہ extremity کسی صورت میں بھی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے It is a natural instinctive defence against all those people who don't believe in God.

سوال: خدا کو خوبصورت انسان پسند ہیں۔ بدصورتی کی تعریف کریں وہ خدا کو کیوں ناپسند ہے؟

جواب: اصل میں یہ شکل وصورت کے pattern پر تو نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک بلالؓ بہت خوبصورت انسان تھے۔ اگر دیکھیں تو بلالؓ کی شکل وصورت کوئی اتنی خاص اچھی نہیں تھی۔ صہیب رومیؓ کی شکل کوئی اتنی اچھی نہیں تھی۔ بہت سارے اصحابِ رسول ﷺ خوبصورت نہیں تھے۔ ایک صحابی اُس وقت موجود تھے، وہ اتنے بدصورت تھے کہ بدصورتی میں بہت نمایاں تھے۔ تو حضور ﷺ کو اُن سے اتنا پیار تھا کہ جب وہ آتے تھے تو آپ ﷺ فرماتے تھے کہ دیکھو ہمارا محبوب ہمارے لئے سبزی لے کر آیا ہے اور اُن سے بڑا پیار رکھتے تھے۔ obviously اللہ کے ہاں بھی جو شکل وصورت ہے وہ کسی انسان کی آزمائش تو ہے کہ ایک انسان اپنی inner صلاحیتوں سے کام نہ لے اور اپنی outward بدصورتی کے بارے میں پریشان رہے یا ایک دوسرا انسان اپنی خوبصورتی پر ناز کرے اور اپنے آپکو جہنم کی خوراک بنا لے تو Outward concepts of beauty and aesthetic sense are injurious to the real nature of faith.

اصل میں خداوندِ کریم گناہ وثواب کو حسن و بدصورتی کا نام دیتا ہے۔ گناہ ugliness ہے اور نیکی خوبصورتی ہے۔ ایک صراطِ مستقیم ہے، ایک diversion ہے۔ اللہ کے نزدیک خوبصورت وہی ہے جس کے افعال و اعمال خوبصورت ہیں، جس کے افکار خوبصورت ہیں۔ قول وفعل اور فکر میں ہم آہنگی خوبصورتی ہے اگر خدا کے لئے ہو۔ اور ان میں تفریق بدصورتی ہے، اگر خدا کے لئے نہ ہو......

سوال: اگر خدا کے ہاں ہر گناہ کی بخشش ہے تو پھر آدم کا گناہ معاف کیوں نہ کیا گیا اور اسے سزا کے طور پر زمین پر کیوں بھیجا گیا اور پھر خدا یہ بھی کہتا ہے کہ میں بار بار توبہ قبول کرتا ہوں تو کیا یہ گناہ کی ترغیب نہیں ہے؟

جواب: تو آپ دیکھئے نا کہ اللہ نے اپنی بات سچ کی۔ اگر آدم گناہ نہ کرتے تو آدم کو آدم تک ہی رکھا جاتا۔ آدم نے گناہ کیا تو اُن کو یہ انعام بخشا کہ اُس کے عوض میں اُن کے گناہ معاف کئے اور اُن کو محمد ﷺ بھی بخش دیئے۔ آپ تھوڑی سی میری بات سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہ گناہ کی ترغیب نہیں ہے۔ یہ تکبرِ خیر سے بچنے کی فہمائش ہے۔ اور آپکو یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی نیکی پر بڑائی نہ کر۔ اور اپنے آپکو متوازن رکھ اُس غلطی کے لئے۔ بدقسمتی سے آپ کے نزدیک گناہ صرف ایک چیز ہے کہ جو آپکے شرعی حدود ہیں۔

ہمارے نزدیک ہار جیت کوئی گناہ نہیں۔ ہمارے نزدیک گناہ وہ ہیں کہ جو آپ خوشی سے اور محبت سے ساری عمر کرتے ہیں اور اُس پہ کوئی حد لاگو نہیں آتی مثلاً وہ غیبت ہے، حسد، کینہ، بُغض تو اللہ نے قرآن میں کہا کہ بچ ظاہری گناہوں سے بھی اور باطنی گناہوں سے بھی......اگر آپ ظاہری گناہ کریں گے اور معاشرہ اسلامی ہے تو آپکو سزا مل جائے

گی۔ یہ قرآن کسی غیر اسلامی معاشرے کے لئے نہیں ہے، یہ اسلامی معاشرے کے لئے ہے تو اگر کوئی ظاہری گناہ ہوا اور اُس پر گواہین کی حجت ہوگئی تو آپ کو اس کی سزا ملے گی مگر اُن گناہوں کا کیا بنے گا جو آپ باطنی طور پر سرانجام دیتے ہیں۔ آپ اگر روزانہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہوں تو وہ کہاں سے ثواب بنتا ہے۔ اگر آپکی تمام عبادات اور نماز کا رُخ تکبرات کی طرف جارہا ہوگا تو آپکو نجات کہاں سے ملے گی۔

حضورﷺ نے فرمایا: شیطان کی ایک شکل ایسی ہے، نور کی طرح ہے۔ وہ لوگوں کو نیکی کے جھانسے دیتا ہے۔ انہیں بڑا مقدس کر دیتا ہے۔ وہ شبہ نشین ہوں گے، وہ پیر ہوں گے، فقیر ہوں گے مگر اُن کی اصل نیات جو ہیں، وہ گناہ آلود ہوں گی۔ انکی اصل نیات خدا نہیں ہوگا، دین نہیں ہوگا، دنیا ہوگا۔ ان کا مقصد ہی یہ ہوگا، اصل میں یہ بھی گناہ ہے، وہ بھی گناہ ہے۔ اسلامی معاشرے میں انصاف قائم ہو تو ظاہری گناہ کی punishment سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ قرآن جب نفاذ میں آئیگا تو by parts نہیں آئے گا، جزوی طور پر نہیں آئیگا، یہ مکمل طور پر آئیگا۔ قرآن ایک مسلم معاشرے کی کتاب ہے۔ مسلم قانون اور شریعت کی کتاب ہے اس لئے اس میں ظاہری گناہ کا تو کوئی ایسا تصور موجود ہی نہیں ہے۔ اصل میں جن گناہوں کی میں بات کر رہا ہوں، وہ آپکے باطنی گناہ ہیں۔ آپکے خیالات کے گناہ ہیں۔ Victor Hugo نے ایک بار کہا تھا کہ اگر انسان کی باطنی سوچیں نمایاں کر دی جائیں تو ہر آدمی دن میں دس مرتبہ پھانسی چڑھے گا۔

سوال: آپ نے اپنی گفتگو میں اللہ کی جگہ خدا کا لفظ استعمال کیا ہے جبکہ اللہ کے ناموں یا صفات میں یہ لفظ شامل نہیں؟

جواب: دراصل یہ equivalent language کے الفاظ ہیں۔ فارسی ہو یا انگریزی ہو، اگر اس equivalent language کے لفظ سے اُس ذات کے علاوہ کوئی اور چیز مراد نہ ہو تو وہ valid ہوتا ہے۔

فارسی دان اُسے خدا کہتا ہے کیونکہ یہ فارسی کا لفظ ہے اور انگریز اُسے God کہتا ہے۔ اگر لفظ God آپ کے اللہ کے ہم معنی ہے تو پھر valid ہے، جیسے پروردگار کہتا ہے کہ پرانے زمانے میں جسے رحمان کہتے تھے وہ بھی میں ہوں۔ پہلے زمانے میں جسے رحیم کہتے تھے، وہ بھی میں ہوں۔ اگر آپ ایک نظر ڈالیں تو دراصل ہندوؤں میں جو برہما ہیں، وہ بھی خدا ہی کا نام ہے۔ اسی طرح مہانو وا بھی، اسی طرح اگر آپ ہمتا شا، ہمشا سا، ماہاہا، مہانا با، یہ مختلف سوسائٹیوں میں کسی چیز کو جب بڑائی کیلئے پیش کیا گیا اور اسکا نام رکھا گیا تو It is an synonym of God. اُس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، ہاں البتہ اگر اس کے دو معنے ہو جائیں اور خدا سے دو معنی مراد لئے جائیں، خدا کے علاوہ بھی کوئی ہستی اس معنی میں آجائے، تو پھر یہ غلط ہوگا۔ پھر اس پر لفظ اللہ کا اطلاق نہیں ہوگا۔ یہ comparative synonym نہیں بنے گا۔

سوال: پچھلے دنوں جنت کے بارے میں تصویریں اخباروں میں چھپی ہیں۔ جنت کو صرف رسول اللہ ﷺ نے دیکھا اور کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا انسان قیامت تک اتنا علم حاصل کر لے گا کہ جنت کو دیکھ سکے؟

جواب: جی نہیں! اس لئے کہ حدیث رسول ﷺ میں ہے کہ کوئی انسان نہیں جانتا کہ اُس کی آنکھ سے چھپا کر اللہ نے اُس کیلئے کیا رکھا ہے۔ تو کم از کم جنت کو تو ہم لوگ دیکھ نہیں سکیں گے اس لئے کہ ابھی میرے نزدیک cosmos کا

جوconcept ہے، وہ یہ ہے کہ شاید جتنی دور تک ہماری نگاہ پہنچتی ہے، یہی کائنات ہے۔For Example ابھی اُس کی جو limits ہیں یا اس کی جو عمر ہے، وہ fifteen billion years ہے۔ ابھی تک جو cosmos کی دریافت شدہ عمر ہے وہ fifteen billion years ہے مگر ابھی جو نئی دریافت کا انہوں نے distance بتایا ہے، وہ fifteen trillion light years ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پروردگار نے کہا کہ میں نے سات آسمان بنائے ہیں اور اسی طرح کی سات زمینیں تو ہمارا concept یہ کہتا ہے کہ چونکہ ہم ایک بڑے محدود angle سے پوری کائنات کو دیکھ رہے ہیں تو ہم اللہ کے سات آسمانوں کی اصل تک ابھی نہیں پہنچ سکے۔ And maybe beyond these galaxial order which we have discovered:

اَقطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ "(الرحمن 33:55)

جو ہمارے سامنے ہیں اور جن سے انسان آگے نہیں نکل سکتے تو یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ fifteen trillion light years کی جو discovery ابھی ہوئی ہے، اس کے پیچھے بھی کوئی ایک ایسی ہی galaxy یا کائنات موجود نہ ہو۔ اسی لئے سائنس ابھی تک اس معاملے میں طفلِ مکتب ہے بلکہ سب سے بڑی tragedy تو یہ ہے کہ ابھی تک سائنس کو وہ پیمانہ نہیں مل سکا جس سے اس cosmos کے distance کو ماپا جا سکے۔ وہ ہر روز ایک نئے پیمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کا قرآن مجید میں ذکر کیا ہے:

" اَللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ سَبعَ السَّمٰوٰتِ وَّمِنَ الاَرضِ مِثلَھُنَّ "

کہ اللہ نے سات آسمان بنائے ہیں اور اسی طرح کی سات زمینیں بھی۔ اللہ نے خالی سات زمینوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ ان کی آبادی کا بھی ذکر کیا ہے۔

"یَتَنَزَّلُ الاَمرُ بَینَھُنَّ "

(اور ان سب زمینوں پر ہمارا حکم اُترتا ہے۔)

کیونکہ قرآن حکم ہے، اسلئے خدا کا یہ قولِ مبارک ہے کہ ہم نے سات آسمان بنائے، سات constellations بنائی ہوئی ہیں، جس کے ساتھ سات life belts یعنی earth وابستہ ہیں، اُن میں انسان آباد ہے اور اُن میں ہمارا حکم اُترتا ہے:

"لِتَعلَمُو اَنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیر "

(اور یہ اس لئے ہے کہ تم جان جاؤ کہ اللہ کتنی بڑی قدرت والا ہے۔)

جہاں اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیر کا لفظ ہے، وہ اس بات پر نہیں ہے کہ وہ خالی قدرت والا ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ وہ کتنی بڑی قدرت والا ہے۔ اس کا احاطہءقدرت چونکہ ممکن نہیں ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ By now after a long years of human exercise in cosmological knowledge, we have been able to just open the first chapter of galaxial life.

دوسری بات یہ ہے کہ میرا یہ بھی ذاتی خیال ہے۔افسوس کہ میں ایک Physicist نہیں ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ کسی دن اچھے Physicists اس امکان کے بارے میں جان لیں گے جو اس وقت میرے دماغ میں ہے کہ کائنات کی کوئی بھی expansion multisider نہیں ہے بلکہ جیسے ٹارچ سے نکلی ہوئی روشنی بہت بڑی کائنات کا احاطہ کرتی ہے اور جیسے آنکھ ہے......ایک چھوٹی سی مختصری آنکھ ہے......جس کے بارے میں شاعر یہ کہتا ہے کہ

دیکھ اللہ ہے چھوٹے کو بڑائی دیتا

آسمان آنکھ کے تِل میں ہے دکھائی دیتا

اگر ایک چھوٹے سے نقطہ، مرکوز اور منبع روشن سے ہم پوری کائنات کا vision حاصل کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات کا یہ جو فشار ہے، یہ وہی وسیع تر کائنات ہے جس کے بارے میں پروردگار نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے وَالسَّمَآءَ بَنَيۡنٰهَا کہ ہم نے آسمان کو زور بازو سے بنایا، قوت سے بنایا وَاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ اور ہم اسے وسیع تر کر رہے ہیں۔تو یہ expansions ضروری نہیں ہے کہ multi-sided ہوں بلکہ یہ کائنات ایک رخ سے کھولی جا رہی ہے اور اس کے پیچھے وہ طاق ہے اور اُس طاق کے پیچھے وہ چراغ ہے۔اس چراغ کے سامنے وہ آئینہ ہے......جیسے یہ میرا طاق نظر ہے......جیسے اس میں یہ آئینہ روشن ہے......جیسے اس میں سے نکلتی ہوئی روشنی کائنات کا احاطہ کر رہی ہے۔ایسے ہی یہ پوری کی پوری کائنات پلٹتی ہوئی خدا کی نظر تک جاتی ہے۔

" وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ "(الشوریٰ 11:42)

سوال: اسلام میں مردے کو دفنانے کا کیوں حکم دیا ہے اور اگر اسے جلا دیا جائے تو بہت سی جگہ بچ جائیگی؟ کیا مرنے کے بعد بھی انسان زندہ انسان کے کام آ سکتا ہے۔

جواب: اصل میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔perhaps یہ Semites کا اور Himyarite nations کا فرق ہے بنو حام بن نوح جب انڈیا میں وارد ہوئے تو انہوں نے مردوں کو جلانا شروع کیا۔دونوں چیزیں پاک کرنے والی ہیں......آگ اور مٹی......جیسے تیمم اور دوسری چیزیں ہیں۔خدا نے کہا کہ تین چیزیں پاک کرنے والی ہیں، ایک آگ ہے، پانی ہے اور مٹی ہے۔آگ میں طہارت ہو سکتی ہے لیکن خدا اپنے قوانین mend بھی کرتا ہے:

"مَا نَنۡسَخۡ ......" (البقرة 106:2)

اس کے بعد pattern میں جو change آئی وہ شاید دو علیحدہ نسلوں کو ملی ہے جیسے بنو حام بن نوح انڈیا وغیرہ میں لاشیں جلاتے ہیں۔جیسے بنو سام بن نوح شروع ہی سے دفناتے چلے آ رہے ہیں اگر اس کے پیچھے تاریخ دیکھی جائے تو قابیل اور ہابیل جس دوران آپس میں لڑ پڑے تھے۔تو اُس وقت جو pattern تھا قربانی کو قبول کرنے کا......وہ یہ تھا کہ آسمانوں سے ایک آگ آتی تھی اور وہ قربانی کو اٹھا کر لے جاتی تھی۔obviously اُس وقت شاید آگ سے جلانا بہتر سمجھا گیا ہو مگر جب یہ miraculous happening بند کر دی گئی تو پھر بنو سام بن نوح نے مٹی میں دفنانے کا طریقہ استعمال کرنا شروع کیا۔

Marfat.com

دفنانے کا اصل مقصد اللہ کے نزدیک biologically, chemically and medically نسل انسانی کیلئے بہتر تھا اور وہ بہتری یہ ہے کہ مٹی اس کی بو، اس کے اثرات، لاش کی stagnation اس کے diabolical bifurcation کو سمیٹ لیتی ہے اور شاید انسانوں کیلئے بھی یہ اس طرح بہتر ہے کہ ان کے عزیز و اقارب کو اس نفرت، وحشت اور خوف سے بچایا جائے کہ اگر وہ سامنے ہوں اور اپنے عزیز پر چھتیس اور اڑتالیس گھنٹے گزرتے ہوئے دیکھیں تو وہی شخص جس کی محبت اور انس اُن کے دل میں بے شمار ہوتی ہے، آپ سوچ نہیں سکتے کہ وہ اُس سے کیسے بھاگیں گے۔ اس لئے خدا نے پردے کا یہ طریقہ استعمال کیا اور زمین کو سمیٹنے والا بنایا۔ ورنہ جیسے وہ لوگ جلاتے ہیں، اگر آپ غور کریں تو اس وقت بھی کسی نے ارتھی جلتی ہوئی دیکھی ہو تو میرا خیال یہ ہے کہ... It is abhorrence

اگر غور کریں تو بہت ساری قوموں میں دفنانے کے اصول کو naturally جلانے سے بہتر سمجھا گیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہندو بیچارہ اس معاملے میں معذور ہے۔ کچھ سزا اُسے خدا کی طرف سے ملی...... کچھ سزا وہ اپنے مردے کو اپنے ہاتھوں دے دیتا ہے۔

سوال: دُنیا اور اس میں انسان کی تقدیر کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ اللہ نے اپنے آپ کو چاہے جانے کی خاطر تکمیل کی۔ اگر ایسا ہے تو کیا خدا اپنی شکتی اور جذبات سے بالاتر نہیں ہے......؟

جواب: خواتین وحضرات! ایک تو خدا کی جگہ سوچنا بڑا مشکل ہے مگر گمان کیا جاتا ہے کہ خدا کی سوچوں کا کچھ minor سا "پرتو" انسان میں آتا ہے۔ فرض کریں جو چیز اُس نے اپنے لئے جائز کی، وہ انسان کیلئے جائز نہیں ہے، جیسے ابھی میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ نے فرمایا:

"عزت میری ازار ہے اور کبریائی میری چادر ہے۔"

اب لامحالہ یہ کیفیت جب انسان میں آئے گی تو اُس کی respectability زخمی ہو گی اسلئے کہ انسان اس قابل نہیں ہے کہ اتنے بڑے دعوے کرے...... کسی اُدھار کی چیز کو مانگ کر اپنا کہنا بڑا عجیب لگتا ہے۔ جب خدا یہ کہے کہ:

" فَاِنَّ العِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعاً "(النساء 139:4)

کہ تم کہاں لوگوں سے عزت مانگنے جاتے ہو؟ ساری عزت تو میرے پاس ہے، مجھ سے مانگو تو obviously God is advising you کہ ایسے ناجائز دعوے اور ایسی ناجائز خواہشات نہ پالو بلکہ خدا اپنے لئے کیا مناسب سمجھتا ہے......؟ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ خدا ہر محبت کرنے والے سے زیادہ حاسد ہے۔ اب بتائیں کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ عاداتِ پروردگار کو خود اُس کا رسولؐ جانتا ہے۔ حدیثِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ خدا سب غیرت کرنے والوں سے زیادہ غیرت مند ہے اور اسکو فواحش پر غیرت آتی ہے۔

گویا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس طرح کیوں نہیں سوچتے کہ خدا کی صفات کا چھوٹا سا جزو ہمارے اندر بھی آیا ہے:

" خَلِقُو بِاَ خَلاقِ الله"

(ہم نے انسان کو اخلاق پہ پیدا کیا ہے۔)

تو جو چیز آپکی ہے وہ آپکی نہیں ہے۔ جو چیز اللہ کی ہے، اُسکا ایک minor سا ''پرتو'' آپکی شخصیت میں آتا ہے مگر ہماری بدقسمتی دیکھئے کہ وہ minimum most ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں اور ان میں سے ایک رحمت اُس نے زمین پر اُتاری ہے جس سے ماں بچے کو دودھ پلاتی ہے، جس سے باپ نگرانی کرتا ہے، جس سے ہم ایک دوسرے پر شفیق و مہربان ہوتے ہیں''۔ تو اتنی کمتر تعداد میں ہمارے اندر اُس کی صفت آنے کے باوجود ہم پھر بھی خدا کو challenge کر دیتے ہیں اور تکبرات، غرور اور تفاخر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ اللہ نے کہہ دیا ہے اور زبردستی کہا ہے کہ میں چاہتا تھا کہ لوگ مجھے جانیں تو الحمدللہ آپ اُسے جاننے والوں میں سے ہو جایئے، خواہ مخواہ اُسے challenge کرنے والوں میں سے نہ بنیے۔ یہی ہو سکتا ہے......

سوال: کیا بزرگانِ دین کے مزار پر حاضر ہو کر دعا مانگنا اور اظہارِ عقیدت کرنا جائز ہے۔ اولیائے اسلام کے لئے نہ خوف ہے نہ حزن۔ انہی کی کوششوں سے اسلام برصغیر میں پھیلا۔

جواب: اسے ناجائز تو کسی نے نہیں کہا البتہ اندازِ بیان میں تھوڑا سا فرق آجاتا ہے۔ ہو سکتا ہے ایک شخص جائے اور کہے کہ حضرت آپ مجھے اولاد سے نوازیں اور حضرت اُسے اندر سے کہہ رہے ہوں ''جاؤ یار! کچھ تو خیال کرو۔ اللہ تو اوپر بیٹھا ہے، مجھے کیوں مردار ہے ہو خواہ مخواہ!!!!'' تو انداز میں فرق ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ نے اپنے حضور ﷺ کو فرمایا کہ اے پیغمبر! جب لوگ تیرے پاس آئیں اور مجھ سے مغفرت کی دُعا مانگیں اور تُو بھی ان کے لئے مغفرت کی دُعا مانگے تو اللہ بخشنے والا ہے، اور اگر یہی طریقہ ہر بزرگ کے پاس چلے، ہر اُس شخص کے پاس، جس پر آپکا نیکی کا گمان ہے......طریقہ تو اللہ نے بتا دیا کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ تو کہو یا رسول اللہ ﷺ! ہم خدا سے مغفرت کی دعا مانگ رہے ہیں، آپ بھی ذرا ہمارے لئے مانگ دیں تو خدا کہتا ہے کہ جب تم مجھ سے دُعا مانگو گے مغفرت کی اور میرا رسول ﷺ بھی تمہارے لئے مانگے گا۔ تو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اب بعد میں محققین نے نیا نقطہ نکالا کہ یہ زندہ مسلمانوں کے لئے ہے۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ یارو! ہم نے کیا قصور کیا رسول اللہ ﷺ کا اور کیا قرآن وقتی ہے؟ ورنہ اس کے بعد قرآن کی یہ آیت اٹھالی جاتی، یا ہم تک پہنچائی نہ جاتی۔ دراصل تمام بزرگوں کے پاس جانے کا صرف ایک قرینہ ہے۔ کچھ تحفہ لے جایئے اور وہ تحفہ کیا ہے؟؟؟ اخلاص پڑھ لیجئے، الحمد پڑھیے، ثواب اور شُکر اُن تک پہنچایئے، اللہ کی یہ نعمت اُن تک پہنچایئے، اُن کے درجات بلندی کی دُعا کیجئے، پھر اپنا مطلب بیان کیجئے کہ اے اللہ کے بندے! میں گمان کرتا ہوں کہ تو اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ میں اللہ سے ایک چیز مانگ رہا ہوں، ایک دُعا مانگ رہا ہوں، کیا اچھا ہو کہ تو اپنی دُعا میرے ساتھ مِلا دے اور کیا بہتر ہو کہ خدا تیری سُن لے اور میری سُن لے اور ہماری بات بن جائے۔ اس سے زیادہ تو مجھے کوئی طریقہ نہیں آتا۔

سوال: حضرت محمد ﷺ کے اعتدال تک پہنچنا عام آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے: ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' ہم اُن سے قریب ہونے کی تو کوشش کر سکتے ہیں لیکن اگر غیر ارادی طور پر اعتدال کے قریب نہ آیا جائے تو کیا اس کیلئے بھی سرزنش ہے؟

جواب: یہ ہمارے لئے بالکل ممکن ہے کہ شاید اس کائنات میں اور جہاں تک میرا علم کہتا ہے واحد استادِ عظیم محمد رسول اللہ

ﷺ ہیں جنہوں نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اعتدال کوئی fixity نہیں ہے۔ یہ کوئی مستقل سختی سے قائم شدہ حد نہیں ہے بلکہ اعتدال ایک بہت بڑا دائرہ ہے۔ ایک کھلا دائرہ ہے۔

میں نے تو اپنے بچپن میں دیکھا تھا اور آپ نے بھی ضرور دیکھا ہوگا۔ کہ ہم ایک لکڑی کا ''گڈا'' لایا کرتے تھے اور اُسے لکڑی کے ہی پیڈسٹل پر رکھا کرتے تھے، اس کو ہلاتے تھے تو کافی حد تک وہ نیچے جانے کے باوجود دوبارہ اپنے پیڈسٹل پر واپس آ جایا کرتا تھا تو اعتدال کا دائرہ وہاں تک ہے، جہاں تک آپکے پاؤں پیڈسٹل سے اکھڑ نہیں جاتے اور پروردگار نے اُس پیڈسٹل کے پاؤں اکھڑنے کی ایک علامت رکھی ہے کہ:

''تِلکَ حُدُودُ اللہِ''

(کہ یہ اللہ کی حدود ہیں)

''وَمَن یَّتَعَدَّ حُدُودَ اللہِ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُونَ''

(اور اگر تم نے ان حدود اللہ سے تجاوز کیا تو تم ظالموں میں سے ہو۔)

اور یہ نہیں ہے کہ ظالموں کا بھی کوئی علاج نہیں بتایا۔ یہ نہیں کہ اگر خدانخواستہ آپ اتنے بڑے بحران میں الجھ جائیں تو پھر آپکی واپسی نہیں ہے۔ وہاں بھی اصولِ رحمت ہے کہ

''لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ سُبحٰنَکَ اِنِّی کُنتُ مِنَ الظّٰلِمِینَ.''

اعتدال کے دائرہ میں شاید آخری limit صرف انکار ہے، کفر ہے، حدود اللہ سے۔ اُس سے پہلے پہلے ہر مسلمان کے لئے یہ دائرہ achieve کیا جا سکتا ہے۔

سوال: آج کے معاشرے میں عوام کو اعتدال کی طرف کیسے مائل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: پروفیسر صاحب! کچھ انڈین فلم اور مووی کا زمانہ ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ محبت کے سوا، جس کے افسانے، ہر فلم میں گائے جاتے ہیں۔ And young people love it very much to listen them. تو میرا خیال یہ ہے کہ یہ خام سی محبت ہے۔ اسی جذبۂ محبت کو ہم استعمال کریں، refine کریں، بہتر کریں تو اللہ کو چلا جائے گا۔ میں نے دیکھا کہ response اچھا ہے۔ ابھی تک جو جوان میرے ساتھ وابستہ ہیں، میں نے دیکھا کہ انکا response بہت اچھا ہے...... اُنسیت چاہیے، محبت چاہیے...... خوفِ خدا کی طلب اچھی ہے مناسب ہے مگر وہ شاید اُن لوگوں کے لئے ہے کہ جو اُنس اور محبت میں اتنے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اُنکو اپنی ذرا ذرا سی خطا سے خدا کی دوری کا گمان ہوتا ہے تو میرا خیال ہے اُسکو ہم خوفِ خدا کہیں گے۔

بائیس سال تک ایک Most mature social set up. پر قرآن اترتا رہا۔ رفتہ رفتہ...... ہلکے ہلکے...... ہر چیز بڑی سمجھائی...... پیار کے ساتھ ایک چیز کا عادی کیا...... دوسری کا کیا...... پروفیسر صاحب! لیکن آج کے اُستاد میں اور محمد ﷺ رسول اللہ میں یہ فرق ہے۔ کہ اُس اُستاد میں اتنا patience تھا، اتنا صبر تھا، اتنا ظرف تھا کہ وہ بدترین سے بدترین students کو اُٹھا کر اصحابِ رسول ﷺ میں کر گیا۔ لیکن آج کا اُستاد اتنا ظرف نہیں رکھتا۔

Marfat.com

سوال: صوفی poet بابا بلّھے شاہ کا اعتدال میں کیا مقام ہے؟

جواب: ان لوگوں پر شاید جذبیہ قانون لاگو ہوتے ہیں اور اُس حدیثِ رسول ﷺ کے تحت کہ ''خدا نے قلم اٹھالیا اُس پر سے کہ جو مجنون ہے اور سویا ہوا ہے۔'' ہم اُن کی کوئی علمی حیثیت نہیں مانتے۔ ان کا جذب، ان کا سرور، ان کی سرمستی کو شرعی نہیں کہا جا سکتا۔ میں ضرور کہوں گا کہ بابا بلّھے شاہ نے اُس وقت کی academic practical کے تناقص کو دیکھتے ہوئے اس کے خلاف ایک طرح کی جنگ لڑی ہے جیسے فلسطین کے تناقص کو دیکھتے ہوئے قومِ موسیٰؑ کے خلاف حضرت عیسیٰ نے فلسطینیوں کے خلاف جہاد کیا۔ اسی طرح جب تعلیمی اقدار سخت بے لچک روش کا شکار ہو جاتی ہیں اور جیسے مولوی اور ملاّ کی ہر دور میں اہلِ ظرف اور اہلِ دل کی اس academic کے ساتھ ایک جنگ رہی ہے۔

اگرچہ یہ غیر معتدل ہے، بغیر شرع کوئی رستہ طریقت کو نہیں جاتا اور بغیر طریقت، شرع ایک بے معنی اصولِ جنگ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض اوقات مغلوب الجذبات لوگوں نے یہ جنگ بکثرت سے لڑی ہے جیسے حافظؔ شیرازی نے لڑی ہے۔ جس کو میں اہلِ قلب میں سے کہوں گا، اہلِ تصوف نہیں کہوں گا۔ صوفی حضرات کبھی اہلِ مساجد سے جنگ نہیں لڑتے اگرچہ اُن کی نیات اور اُن کی نیات میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ حافظؔ نے کہا:

واعظاں چوں جلوہ برجلوہ محرابِ منبر می کنند

(جب محراب و منبر پر یہ نمودار ہوتے ہیں تو یہ کچھ اور ہی کہتے ہیں۔)

چوں بہ خلوت می روند واں کار دیگری کنند

(اور جب وہ خلوت میں جاتے ہیں تو کچھ اور ہی کام کرتے ہیں)

یہ جنگ نیات اور متشدد اعمال کی ہے۔ یہ bifurcation کی وجہ سے، ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے جاری رہی مگر اس جنگ میں ہمیشہ اہلِ دل ہی جیتے۔ بدقسمتی سے کوئی مولوی اس جنگ کو نہیں جیتا۔ برصغیر میں اگر آپ تبلیغ کے پہلوؤں پر نگاہ ڈالیں تو تمام کے تمام تبلیغ کے وارثین اہلِ قلب نظر آتے ہیں، اہلِ تصوف نظر آتے ہیں۔ علماء نظر نہیں آتے اور یہ علیحدہ بات ہے کہ عارفِ خداوند عالم ضرور ہوتا ہے، مگر ہر عالم عارف نہیں ہوتا۔ دراصل یہ تبلیغ، یہ رشد و ہدایت، یہ خدا کے رستے جو کشادہ ہوئے، یہ اُن عارفین اللہ کی وجہ سے ہوئے جو ساتھ ساتھ عالم بھی تھے۔

جب حافظؔ شیرازی فوت ہو گئے تو ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ مولانا حضرات نے فتویٰ دے دیا کہ یہ کسب غیر میں رہا، فاسق تھا، فاجر تھا۔ اس کا جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا لیکن لوگ حافظؔ سے بڑی محبت رکھتے تھے، اُنس رکھتے تھے، تو انھوں نے کہا کہ ہم تو جنازہ پڑھیں گے۔ اس بات پر بہت بڑا شہر فساد کی نذر ہو گیا۔ پھر ہاتفِ غیبی نے آواز دی: بات سنو! تم اس پر جو لہو و لعب کا الزام لگا رہے ہو، تو ایسے کرو کہ دیوانِ حافظؔ کھولو۔ فیصلہ دیوان پر چھوڑ دیتے ہیں۔ جو شعر سامنے آ گیا، اُس پر فیصلہ دے دیتے ہیں۔ اگر شراب و خمر اور واہیاتی کا شعر ہوا تو جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ اچھا شعر نکل آیا تو پڑھ لیں گے۔

جب دیوان حافظؔ کو کھولا گیا تو پہلا شعر جو نظر آیا کہ:

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظؔ

Marfat.com

(حافظ کے جنازے سے قدم باہر مت کھینچ۔)

گر چہ غرقِ گناہ ہیست می رود بہ بہشت

(اگر چہ گناہوں میں غرق ہے مگر بہشت کو جا رہے ہیں۔)

اُس کے بعد ایک عرصہ تک حافظ آنے والوں میں لسان الغیب ٹھہرا اور آج بھی لوگ دیوان حافظ کی فال لیتے ہیں فال کے اور بڑے بڑے طریقے ہیں۔ مگر مسلمانوں میں سب سے مستند جو، فال نکالی جاتی ہے وہ دیوان حافظ کی ہے اور اس واقعے کی وجہ سے کہ یہ غیب کی زبان ہے چونکہ اُس نے اپنے بارے میں یہ بات کہی۔

جو بلھے شاہ کی اور لوکل مولوی کی جنگ ہے وہ تو کبھی ختم نہ ہوگی مگر ایک بڑے اُستاد کا ظرف وسیع تر ہونا چاہیے۔ اس کو اس جنگ وجدل سے بڑھ کر سوچنا چاہیے۔ نتائج تو ہمارے سامنے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ کہیں پر صلح ہونی چاہیے۔ یہ ظرفِ پیغمبر میں ہونی چاہئے۔ یہ آقا اور رسول ﷺ کی priority میں ہونی چاہیے۔ اگر ہم گروہی تفکر سے نکل جائیں اور خدا اور رسول ﷺ کی ترجیحات تک چلے جائیں۔ تو میرا خیال ہے clash ختم ہو جائے گا۔

سوال: انسان خدا کا بہترین شاہکار ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر خدا نے اسکو اتنا غیر معتدل کیوں تخلیق کیا؟

جواب: ایسا ہے نہیں صاحب! جیسا میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ دنیا میں آنے کا چونکہ مقصد ہی بڑا معمولی سا ہے کہ تھوڑے سے pattern of life میں کچھ different constituting testing کی جائے۔ یہ لیبارٹری ہے، جہاں ایک مخلوق اپنے متعدد رجحانات کیلئے آزمائی جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ ہماری دُنیا میں بھی یہ قوانین نافذ ہیں۔ For Example ایک ٹیسٹ ہوتا ہے، ایک special academy talent ہے۔ ایک مخصوص کام کے لئے مخصوص لوگ چُنے جاتے ہیں چونکہ پروردگار نے ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی عزت انسان کے حوالے کرنی تھی۔ ''خلافت اللہ فی الارض'' نہیں بلکہ وہ ''خلیفہ اللہ کائنات'' ہے اور خدا نے اس کو ایک بہت بڑے creator کی صورت میں آگے بڑھانا چاہا تھا۔ جہاں یہ اپنے ستاروں پر اپنی زندگیاں تخلیق کرے گا، جہاں اپنی دُنیا آباد کرے گا۔ اُس ''یوٹوپیا'' کا خالق انسان کو ہونا ہے تو اُس نے چھوٹے موٹے qualitative test کے لئے اسے ضرور پیش کیا ہے۔

انسان کی، میری یا آپ کی constitution میں کوئی فرق نہیں ہے۔ It is not that کہ یہ غیر معتدل ہے۔ It is that we are misarranged somewhere. کسی قسم کا کوئی غیر اعتدالی کا عنصر انسان میں نہیں ہے۔ Basics of all human beings are the same. مگر کسی میں محبت بڑھ گئی...... کسی میں غصہ بڑھ گیا...... کسی میں نفرت بڑھ گئی...... تو تمام انسانوں کو اپنے real balance کے لئے جدوجہد کرنا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ انسان غیر معتدل ہے مگر شاید ہمیں اپنے اندر اعتدال کو arrange کرنا ہے اور وہ بغیر خدا ممکن نہیں۔

سوال: نام کا شخصیت پر بہت اثر پڑتا ہے تو ایک ہی نام کے مختلف لوگ مختلف کردار کیوں ہوتے ہیں۔

جواب: یہ فراست اُستاد پر منحصر ہے۔ چونکہ یہ علم ہی نہیں ہے اور جو اسے علم کی صورت میں دیکھے، اسے ہی اس کی categorization کا علم ہونا چاہیے۔ چونکہ یہ باضابطہ علم نہیں ہے اور قرانی علوم میں سے یہ سب سے مشکل اور قدیم

Marfat.com

علم ہے اور اس کی شہادت جو ہمیں پہلے ایک آدھ اُستاد سے ملتی ہے، اُس نے بھی اُسے اتنا مشکل کر دیا کہ یورپی tranlators کو بھی یہ کہنا پڑا کہ ابنِ عربی is the most difficult writer to understand مثال کے طور پر جب ہم نام کی نسبت سے انسانی judgement کرتے ہیں تو یہ بنیادی رجعت کا نام ہے۔ بنیادی come back ہے کہ ہم یہ دیکھنا چاہیں گے کہ انسان کی جب basic category تخلیق کی گئی تو اُس کے خصائص کیا تھے۔ For Example اگر آپ ایک chemical experiment میں تین یا چار چیزیں ملاتے ہیں تو ان تین یا چار چیزوں کے different chemical aspects آپکے سامنے ہونے چاہئیں اور اُن کے interactions کی تفصیلات بھی آپکے سامنے ہونی چاہئیں۔ اسی طرح اسماء بھی جب interact کرتے ہیں، تو اسماء کے specialist یا expert کو پتہ ہونا چاہیے کہ کونسی صفت کس صفت سے ٹکرانے کے بعد کونسا رنگ پیدا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر نیلا اور سبز، دونوں کے ملنے کے بعد ظاہر ہے کہ وہ نہ نیلا رہے گا نہ سبز اور ایک تیسری صفت پیدا ہوگی۔ مختلف اسماء کے combination سے جو مختلف تفصیلات انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں۔ I am sorry to say that there is no other specialist on this subject. اس لئے آپکو میرے حرف کو ہی حرفِ آخر سمجھنا ہوگا۔ میں اس معاملے میں معذور اور مجبور ہوں۔ اگر کوئی اور شخص حروف مقطعات کا اور Generity of Asma کا expert ہوتا تو یقین جانیے کہ میں اُسے ضرور quote کرتا مگر ایسا ہے نہیں۔ یہ ایک آدھ نشست میں، اتنی بڑی اور طویل نشست میں جہاں آپ نے اتنے خوشگوار اور مشکل اور آسان سوال پوچھے، اُس میں اس نئے chapter کا کھولنا مجھے کافی دشوار لگتا ہے۔ .It's not a small chapter

سوال: عذاب قبر سے کیا مراد ہے اور یہ عذابِ جہنم سے کیسے مختلف ہے؟ اور کیا عورتیں قبروں پر نہیں جا سکتیں جنت البقیع میں عورتیں کیوں نہیں جاسکتیں؟

جواب: جنت البقیع کی وجہ سے تو نہیں ہے۔ نہ شاید عورتوں کی وجہ سے ہے۔ وہی پرانی جنگ ہے جو academics والے non-academics والوں سے لڑتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہوتا ہے کہ for example ایک شخص داتا دربار پر جا کر سر ٹیک دے تو معترض یہ تو نہیں کہتا کہ اس شخص سے کوئی خطا یا غلطی ہوئی، چلو آؤ اسے نرمی سے سمجھا دیں، وہ تو داتا کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ تو خطا یہاں ہے کہ ہم، جس کا الزام ہے، اُس کو نہیں دیتے۔ اسی طرح جب اہلِ نجد نے اقتدار پایا تو محمد بن عبدالوہاب نے ایک نئی بات یہ بھی کہی کہ پیغمبر اپنے زمانے تک محدود ہوتا ہے اور اُس کے بعد علمائے فکر جو ہیں وہ از خود decision لیتے ہیں اور شریعت میں اگر کوئی فرق ہو تو تاویل اور تعبیر جو بھی کرنی ہو، کرتے ہیں۔ دراصل اُن کو ان رسومات اور بدعات سے اختلاف تھا اور ہمیں بھی ہے...... مثال کے طور پر اگر میں بھی کسی شخص کو کسی قبر پر ماتھا ٹیکتے دیکھوں گا، اُس کو خدا سمجھ کر خطاب کرتے دیکھوں گا تو بت پرستی کے خلاف جو میرے اندر عناد بھرا ہوا ہے میرے آباؤ اجداد کی طرف سے، وہ ضرور چمکے گا اور میں اسے بت پرست کہوں گا۔ مگر میں اُسے قتل نہیں کروں گا، اس لئے کہ مجھے اپنے مسلمان بھائی کو ایک advantage تو دینا ہے کہ شاید کم تعلیمی کی وجہ سے، کم عقلی کی وجہ

Marfat.com

ہے، اس سے کوئی غلطی ہو رہی ہو، اس کا انداز فکر بہتر کرنے کی ضرورت ہے تو میں اُسے تنبیہ غافلین نہیں کروں گا بلکہ صوفیاء کا شرف اختیار کروں گا اور اُس کی ہدایت کے لئے خدا سے دعا کروں گا۔

اگر تو ہماری approach یہ ہے اور پھر ہم سمجھانے جائیں تو شاید اثرات خوشگوار نکلیں اور اگر ہم سمجھانے کے لئے جائیں اور ہمارے ذہن میں یہ ہو کہ ہم تو perfect ہیں اور یہ imperfect ہے۔ ہم دانا ہیں اور یہ جاہل ہے۔ ہمارا حق زندگی گزارنے کا ہے، اسکو زندگی سے نکالنے کا ہے تو پھر بڑی دشواری بن جائے گی۔ اس لئے بسا اوقات ہمارے جو بہت سے مسائل ہیں، وہ ہمارے possible non-educative method کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ

عمرہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

بہت مدت لگتی ہے ایک اُستاد کے پیدا ہونے میں..... حدیث رسول ﷺ کے مطابق تو سو سال لگ جاتے ہیں۔ ہر آدمی اگر وہ Rights and rules assume کرے جو اُس کے نہیں ہیں، اگر ہر آدمی وہ اُستاد بننے کی کوشش کرے جو وہ نہیں ہے تو سوائے schezophrenic idealistic کے اور کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم نے برصغیر کی تاریخ میں تو یہی دیکھا ہے کہ mostly schezophrenic idealistics ہی teachers بنتے چلے آئے ہیں۔ علامہ عنایت اللہ المشرقی جیسے بزرگ اگر mathematics میں رہتے خدا کی قسم I can swear on my honour کہ رسل اور کانسٹائن سے بڑے عالم ہوتے۔ شاید بیسویں صدی اُن کے ساتھ منسوب ہوتی۔ وہ جوانی میں ہی اُن سے بہت آگے تھا مگر شیزوفرینیا کو دیکھیے کہ اپنی field چھوڑ دی اور بیلچوں کو زمین کی راہ دکھانی شروع کر دی اور حسد اور کینہ سے ایک عظیم انسان جو ہے وہ خاک میں مل گیا۔ اب دیکھنا تو یہی ہوتا ہے کہ Do we know what is our job. Do we know what we understand about our job? Can we understand? کیا ہم اس قسم کے لوگ ہیں کہ Everybody looks to be in wrong shoes. ہم میں سے ہر آدمی اپنے کام سے ناخوش، ہر آدمی کوئی دوسرا کام کرنا چاہتا ہے اور ان سب سے بڑھ کر ہماری inferiorities ہمیں تکبرات کے رستے پر لے جاتی ہیں۔ At last we have not remained good teacher.

سوال: عذابِ قبر کیا حقیقت میں انسان محسوس کرتا ہے اور قبر کی کھینچ کیا ہوتی ہے؟

جواب: حضرات! عذابِ قبر کی مثال psychic عذاب کی سی ہے۔ یہ psychic عذاب ہے جیسے میں نے ابھی آپکو مثال دی تھی کہ اگر ایک انسان کو یہ خبر دی جائے کہ آپکو police ڈھونڈ رہی ہے مگر، police نہ آئے تو وہ جو اذیت ذہنی طور پر کاٹے گا، وہ جو images از خود اپنے لئے عذاب کے تخلیق کرے گا، وہ psychic torture ہے، وہ عذابِ قبر ہے۔ ایک آدمی کی یہ realization جس کے سامنے جہنم کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور ایک وہ شخص جس کے سامنے جنت کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ تو اُن کا make up وہ ہوتا ہے جو ہمیں حدیثِ رسول اللہ ﷺ سے پتہ چلتا ہے کہ جنتی آرزو

Marfat.com

کرے گا کہ قیامت جلد ہو اور میں اپنے مقامِ فرحت تک پہنچوں اور دوزخی آرزو کرے گا کہ اے پروردگار! قیامت کبھی نہ ہو کہ یہ عذاب جو مجھ پر اس وقت وارد ہے، اُس عذاب سے کم ہے جو مجھے آگے نظر آرہا ہے۔ It is all a mental state, a psychic torture. جو آپکو self-realization کی بنا پر دیا جائے گا، self- assesment, اور گناہوں کے اندازِ فکر پر دیا جائے گا کیونکہ آپ کو اچھی طرح پتہ ہوگا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ عذابِ judgements قبر سکرات سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ کئی حضرات کی وفات کے موقع پر اُن کی آپ نے چیخ و چلاہٹ دیکھی ہوگی: ''وہ مجھے مارنے آرہا ہے، بچاؤ......زنجیریں، آگ...... actually سکرات کے بارے میں پروردگار نے یہ بات کہی کہ آج اس کی آنکھ کیا تیز ہے کہ جن باتوں کو افسانہ سمجھ رہا تھا، آج حقائق کی طرح اس کے سامنے ہیں۔

جب اس torture کی fuller realization ہو جائے، اُس غم و الم کی......اُس اندوہ کی، جو آگے آنے والا ہے تو یہ اتنا بڑا غم ہے جیسے کسی بچے کی گمشدگی کا غم ہو۔ وہ torture اُس torture سے بہت بڑا ہوتا ہے جو آپکو practical دیا جاتا ہے، اس لئے عذابِ قبر تمام تر ایک psychic condition of mind پر مشتمل ہوتا ہے۔ قیامت کے عذاب سے یا جہنم کے عذاب سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ realization ہے۔ میں نے آپ کو بتایا کہ یہ realization ہے۔ اصل میں یہ اُس حدیثِ رسول ﷺ کا حصہ ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مر گیا، اُس پر قیامت قائم ہوگئی، dimension آپکے concept پر ہے۔ مثال کے طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قبر کی بھینچ سے کوئی آزاد نہیں۔ اگر خدا کسی کو قبر کی بھینچ سے آزاد کرتا تو وہ سعد بن معاذؓ ہوتے وہ شریف صحابی ہیں جنہوں نے بنو قریظہ کا فیصلہ کیا اور یہ اتنے مخلص دوست تھے رسول اللہ ﷺ کے کہ جب ان کی شہادت ہوئی تو جبرئیل امینؑ آئے اور فرمایا: ''یارسول اللہ ﷺ! اہلِ آسمان بھی آپ سے تعزیت کر رہے ہیں''۔ اور یہ دیکھئے کہ بھینچ کیا ہے؟ قبر کا سکڑنا کیا ہے؟ اگر آپ غور کیجئے تو جب آپکو قبر میں ڈالا جاتا ہے اور جب نوحہ گر رخصت ہو جاتے ہیں اور غم و الم کے آنسو خشک ہو جاتے ہیں......عمرو بن العاصؓ اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کہ ''تھوڑی دیر رُکنا تاکہ میں آنے والوں سے مانوس ہو جاؤں''۔ یعنی جب لوگ چلے جائیں، تو میری قبر پر تھوڑی دیر رُکنا تاکہ میں آنے والوں سے مانوس ہو جاؤں۔ عمرو بن العاصؓ کی دو باتیں بڑی خوبصورت ہیں: اُنکے بیٹے نے پوچھا: جب وہ مر رہے تھے کہ ابا سکرات کیسا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: ''بیٹے کچھ نہ پوچھ، اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو رہا ہے''۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ جب لوگ رخصت ہو جائیں تو کچھ دیر میرے پاس ٹھہرنا تاکہ میں آنے والوں سے مانوس ہو جاؤں۔ تو آنے والے کیا تھے؟ آنے والے، پہلے سے informed ہوتے۔ They are informed to ask two questions on the human priority and judgement,

دُنیا سے گزرنے کے بعد state of mind or condition بدلنے کے بعد اب آپکو دوبارہ عالمِ برزخ میں جانا ہوتا ہے، جہاں سے آپ آئے ہوئے تھے، اُس کے لئے آپکی تیاری ہو رہی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ دو سوالوں کے جواب دے دو۔ ٹھیک ہیں تو ٹھیک......نہیں تو واپس......'' مَن رَبُّکَ ''(یہ بتاؤ کہ تمہارا رب کون تھا؟) رب کہتے ہیں

پالنے والے کو...... کس تصور نے تمہیں پالا......؟ دُنیا میں کس خیال کی گرفت میں رہے؟ کیا تم نے اپنی عقل کو، معرفت کو استعمال کیا ہے؟ تم نے غور و فکر کیا؟ تمہیں جو صلاحیت دی گئی تھی، اُس کو پرکھا، جانچا......؟؟؟ جب اللہ کا وہ بندہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا تو اس سے ایک رعایتی question پوچھا جاتا ہے کہ چلو اگر یہ مشکل اور philosophical question تھا تو یہ بتاؤ: مَن نَبِیُّکَ؟ چونکہ اگر اللہ سے تعلق عقل کا ہے تو رسول ﷺ سے تعلق محبت کا ہے۔ اللہ ایک رعایتی question کے ذریعے انسان کو ایک relaxation دیتا ہے کہ اگر تو مجھے نہیں جانتا نالائق! تو میرے رسول ﷺ کا ہی بتا دے!!!! obviously اگر ایک امتی کو اپنے رسول ﷺ کا پتہ ہے، اگر تھوڑا سا اُنس ہے، تو جب اُسکو محمد رسول اللہ ﷺ یاد آیا تو فوراً سے کلمہ پڑھ لے گا:

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

دونوں مسئلے حل ہو گئے۔ "جان بچی سو لاکھوں پائے"......

حضراتِ محترم! ابھی جو آپ نے question پوچھا تھا کہ جب ایک شخص کو مرنے کے بعد قبر میں صحیح سالم پورے physical وجود میں دوبارہ زندگی دی جائے گی تو آپ اس کی گھٹن، اس کی تنگیءِ دل، اس کے خوف و وحشت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ can you imagine this کہ جب انسان کو زندگی سے گزر جانے کے بعد اُس کے پورے وجودِ مطلق میں پانچ حواس میں دوبارہ ایک لمحے کے لئے اٹھایا جائے، اِن سوالات کے لئے......تو can you imagine the realization کہ جہاں انتہائی بند، تاریک قبر میں اُس کو دوبارہ اٹھایا جائے گا اور یہ سوال پوچھے جائیں گے تو یہ قبر کی بھینچ ہے۔ قبر اُس پر تنگ ہوتی ہے۔ اب فرض کیجیے کہ relative time کیسے govern کرتا ہے؟ ایک بندے نے صحیح جواب دیئے، ایک بندے نے غلط جواب دیئے تو جواب کی testing اللہ کے پاس ہے۔ خدا نے کہا کہ میرے بندے نے غلط کہا...... میرے بندے نے صحیح کہا، اب ایک آدمی کے بارے میں اللہ کہتا ہے کہ میرے بندے نے صحیح کہا ہے۔ جب صحیح کہا، تو کہا کہ اس کے mind میں اسے relative opening دے دو، اس کی حدودِ زمین سے اسے فارغ کر دو، برزخی limits دے دو۔! اب اُسکو آزاد کر دیا گیا۔ تو قبر کی کشاد کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا جو vision اُسکے اور جنت کے درمیان حائل تھا، جو چیز رکاوٹ تھی، اُس space کو زمانے میں ڈھال دیا گیا۔

پھر دوسرے شخص کو کہا گیا کہ اس کا vision قید کر لو۔ بجائے اُس کے vision کو opening دینے کے، اس کو قبر کی realization بھی دے دو اور جہنم کا vision بھی دے دو۔ اُس وقت کتنی گھٹن اور کتنا کربِ ذہن وہ انسان محسوس کرتا ہے، اسے قبر کی بھینچ کہتے ہیں۔ At least I cannot imagine the intensity of psychic fear which is born in the heart in that moment of extreme congestion.

عورتوں کو پہلے قبرستان جانے سے منع کیا تھا مگر بعد میں اس کو رسول اللہ ﷺ نے allow کر دیا تھا۔ ہاں البتہ بڑے بڑے مزاروں پر، خاص function کے دن میرا خیال یہ ہے کہ It looks highly improbable میں نے تو جب بھی کہیں جانے کی کوشش کی ہے، دھکے کھائے ہیں۔ میں نے بھی اور خواتین نے بھی...... .incident

خاص طور جب عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس نکلتے تھے۔ کسی ایسی جگہ جانا، جہاں بہت ساری congestion اور بہت بڑا ہجوم ہو، اُس میں عورتوں کی decency ملحوظِ خاطر نہیں رہتی تو اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ بہتر یہی ہے کہ خواتین اُس congestion سے پرہیز کیا کریں جہاں بدقسمتی سے کوئی manner نہیں رہتا، کوئی اخلاق نہیں رہتا۔ میں عیدِ میلاد کے ایک جلوس میں گیا مگر جو میں نے وہاں حرکات دیکھیں تو میں نے اللہ سے پناہ مانگی And least I can't go for a visit again اور اگرچہ سید ہجویرؒ اُستادِ مرشد ہیں مگر جب بھی میں کبھی کبھی ایک آدھ دفعہ اُن کے عرس کی تقریبات میں گیا تو میں نے دھکے ہی کھائے۔ اگر ہماری عورتیں یورپ جیسی ہوں، confident ہوں، بڑی زبردست ہوں، شروع ہی سے خارجی زندگی کی عادی ہوں پھر تو کوئی problem نہیں ہوگی مگر چونکہ زیادہ تر عورتیں جذبہءِ عقیدت سے، پہلے سے جھکی گردنوں اور اپنے تھکے تھکے اعصاب کے ساتھ گھروں سے نکلتی ہیں اور تمام پُر ہجوم جگہوں پر ایک جیسی problems ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ پریشان ہوتی ہیں۔ میں آپکو ضرور یہ مشورہ دوں گا کہ کثرتِ ہجوم میں جانے سے پرہیز کریں......

سوال: نماز میں کیا اللہ کا تصور قائم کرنا ٹھیک ہے؟

جواب:....It depends چونکہ کوئی vision تو اللہ کا ہے نہیں مگر ہم اُس کی کسی صفت پر اپنی توجہ مرکوز کر سکتے ہیں۔ as such اسکا figure تو اب کوئی ہے نہیں۔ مگر فرض کیجیے کہ آپ اللہ کو جس گمان کے ساتھ جانتے ہیں، اُس گمان کو آپ اپنے سامنے رکھ کر خدا کے اسمِ گرامی پر یا اس صفتِ عالیہ پر، اپنے آپکو مرتکز کر سکتے ہیں۔ تصوف کے کچھ سلسلے ایسے ہیں کہ جو فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کی بات کرتے ہیں مگر بدقسمتی سے اُن میں انڈین mythology کا اثر تو آتا ہے مگر اسلامی اثر نہیں آتا۔

وَمَاعَلَیْنَا اِلاَّ الْبَلاَغ

Marfat.com

بلاعنوان۔لاہور

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

خواتین وحضرات! میری particular study جو اس وقت آپ کے مذہب کے بارے میں تھی۔تمام دوسرے لوگوں کی طرح ایک عمر تھی جو تشکیک کے صحرا میں گزری اور کوئی ایسا thesis جو وقت اور زمان ومکاں کے ساتھ ساتھ آپ defend نہ کرسکیں، ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔ جہاں سوچ رکتی ہے، بت خانہ تخلیق ہوجاتا ہے۔وہ لوگ جنھوں نے اپنے تفکر سے کام لینا بند کردیا اور غور وفکر کے خارزار کو ترک کیا وہ بالآخر ایک کمزور مذہب پر قائم ہوجاتے ہیں۔ اس کے برعکس پروردگارِ عالم نے فرمایا:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَاللہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ (الانفال 22:8)

کہ انسانوں میں وہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں جو غور وفکر سے کام نہیں لیتے اور میری آیات پر اندھوں اور بہروں کی طرح گرتے ہیں۔اتنا بڑا دعویٰ تو وہی کرسکتا ہے جو اپنے آپ کو عقل ومعرفت میں بہت محفوظ سمجھتا ہو یا اُس کا خالق ہو۔ حدیثِ قدسی ہے کہ جب اللہ نے عقل کو تخلیق کیا تو اسے کہا کہ مجھے چل کے دکھا، جب وہ گھومی پھری تو ناز فرمایا کہ میں نے کیا خوبصورت شے تخلیق کی ہے۔پھر فرمایا کہ میں نے اس امانتِ عقل وشعور کو کسی مخلوق کو دینا چاہا:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط

کہ زمینوں، آسمانوں اور پہاڑوں کی مخلوقات کو میں نے یہ امانت دینی چاہی، انہوں نے انکار کردیا مگر انسان نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا، تو اللہ نے اس پر judgement دے دی "اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا" بے شک وہ ظالم ہے، جاہل ہے۔

خواتین وحضرات: ظلوما جھولا کا اصل ترجمہ over-estimation اور under-estimation ہے۔انسان نے شروع ہی سے اسے بڑا آسان کام سمجھا، یہ خیال کیا کہ کونسا اتنا مشکل کام ہے کہ میں خدا کو پہچاننے کے قابل نہ رہوں گا، یہ تو بڑی آسان سی بات ہے۔ شواہد وبراہین سے ضرور میں اپنے اللہ کو جان لوں گا اور یہ خیال کیا کہ میرے لئے اس سے کوئی آسان کام نہیں۔اُس نے بہت بڑے کام کو under-estimate کیا اور اپنی ذہانتوں کو over-estimate کرگیا۔انسان کی بنیادی accountability اللہ نے کیا رکھی؟ نہ اعمال رکھے، نہ آدابِ

Marfat.com

معاشرت رکھے، نہ معیشت رکھی، نہ معاشرت رکھی، چند آیات میں جنہیں ہم سورۃ الدہر کا آغاز کہتے ہیں، زندگی انسان کا خلاصہ پیش کیا۔ وجودِ اوّل سے آخر تک احتساب کی امانت قائم کی اور استویٰ پر بلند ہوا اور فرمایا......

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ مت اپنے آپ کو پاکباز کہو هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى میں اچھی طرح جانتا ہوں تم کتنے متقی ہو، کتنے پرہیزگار ہو۔ کیا میں تمہیں جانتا نہیں اس وقت سے جب سے میں نے تمہیں زمین کے دامن میں رکھا، صلصالٍ کالفخار میں رکھا، اور کیا میں اُس وقت سے تمہیں نہیں جانتا، جب میں نے تمہیں ماؤں کے پیٹ میں رکھا، پھر بھی تم مجھ پر دعویٰ تقویٰ کی فضیلت لے کے آئے ہو۔ انسان کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا اے انسان! تم تو کبھی بھی قابلِ ذکر شے نہ تھے۔ ایک الجی کی صورت میں، معمولی سی کائی کی شکل میں مدتوں سے تم کسی ساحلِ ناپید پر قائم تھے، تمہاری زندگی کا کوئی تواتر نہیں تھا، تم میں کوئی continuity نہیں تھی، کوئی پروجیکشن نہیں تھی، بے کار محض مخلوق کی طرح قائم تھے، تم اس قابل نہیں تھے کہ کتاب ہائے علم و حکمت میں تمہارا ذکر ہوتا۔ پھر ہم نے چاہا کہ اس مخلوق کو آگے بڑھائیں، اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ پھر ہم نے اسی single cell کو double cell میں بدل دیا۔ ہم نے دہرے نطفے سے اس کی تخلیق شروع کی مگر ابھی یہ کہاں اس قابل تھا کہ حساب و کتاب کے قابل ہوتا فرمایا نَّبْتَلِيْهِ چاہا کہ اسے اور آزماؤں اس مخلوق کو اور آگے بڑھاؤں فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا میں نے اسے سماعت بخشی، بصیرت بخشی، ابصارت بخشی مگر اب بھی اس قابل نہیں تھا کہ میں اس سے اُس امانتِ علمیہ کا حساب لے سکتا تو آخری آیت میں اللہ نے ایک ہی کام انسان کے لئے بتایا، عقل کا ایک ہی منصب قرار دیا، ذہانتوں کا ایک ہی جواز بتایا کہ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا تمام عقل و شعور اور ذہانت صرف اس لئے تمہیں بخشی ہے کہ چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو۔

حضراتِ گرامی! خواتین محترمات! یہ ایک بہت بڑے استاد کا انداز ہے کہ اس پورے تخلیقی عمل میں اُس نے کوئی زبردستی استعمال نہیں کی، اپنا فیصلہ اس پر مسلط نہیں کیا۔ اتنی خوبصورت آیت میں اُس استادِ عظیم کا یہ پہلو نظر آتا ہے کہ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ جب ہم نے تمہیں عقل و شعور عطا کر دیا، رستہ بتا دیا، تو پھر تم پر قید نہیں رکھی، اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا چاہو تو ہمیں مانو چاہو تو ہمارا انکار کر دو۔

تب سے لیکر اب تک یہ فسانۂ علم و حکمت مختلف صورتیں بدلتا ہوا ہمیں ایک حقیقت سے آشنا کرتا ہے۔ یہ نفسِ انسان، یہ متمرد انسان، جبلتوں کا شاہکار یہ انسان جس کو Homo- Habilus کہتے ہیں، Homo-Erectus کہتے ہیں، Homo-Sapiens کہتے ہیں اس کو اگر تہذیبِ انسان کے آٹھ کروڑ سال پہلے کے وقت سے دیکھو تو Primates ہمارے ماں باپ نہیں لگتے we refuse to accept them وہ بظاہر تو بدشکل، بنیادی وجودِ انسان ہمیں اپنے جیسا نہیں لگتا مگر انہوں نے ایک intellectual فیصلہ ضرور کیا کہ زمین کی کھائیوں اور سوراخوں میں گھسنے کی بجائے انہوں نے آسمان کی لاانتہا بلندیوں کو پسند کیا، اُوپر بلند ہونا چاہا۔ یہ وہ پہلا قدم تھا جو جبلی شعور نے تخلیق کیا، جہاں سے انسان باقی جانوروں سے جدا ہونا شروع ہوا۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! یہ کہنا غلط ہوگا کہ کوئی gene mutate ہو کر انسان بنا، یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہم چمپنزی کے سگے چچازاد ہیں۔ ایسی کوئی حقیقت وجود میں نہ آئی بلکہ آج کا genetic specialist یہ کہتا ہے کہ ابتدائے تخلیقِ انسان سے لے کر آج تک انسانی gene نے اسی طرح behave کیا ہے جیسے اس نے پہلے دن کیا تھا کہ شروع سے ہی سپیشل مخلوق تھا مگر بہت عرصہ اس بدنی وجود کو اللہ نے اس لئے تیار کیا کہ آسمانوں سے ڈھلتے ہوئے اس spiritual وجود کو زمین پر کوئی تو جگہ بخشنی تھی۔ زمین پر وجودِ انسان تخلیق ہو رہا تھا اور آسمان سے آدم اُتر رہا تھا، تب کہیں جا کر ہم اس accounability کے سیشن کے لئے تیار ہوئے۔ اس عرصے میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر واضح کیا: حدیثِ قدسی ہے کہ انسان کا سب سے بدترین دشمن جو اللہ نے تخلیق کیا وہ نفسِ انسان ہے۔ وہ نفسِ انسان جو آٹھ، نو کروڑ سالوں سے انسان کے ساتھ ساتھ ہے، یہ نفس جبلتوں کا ایک اجتماع ہے، ایک پیکٹ ہے جس میں ہماری تمام انسانی جبلتیں سمائی ہوئی ہیں، اور سب سے بنیادی جبلت کا اللہ نے ذکر کیا اور فرمایا۔

وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ (النسآء 128:4)

(اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں۔)

یعنی ہم نے تمام جانوں کو بخلِ جان پر جمع کیا، survival پر جمع کیا۔ بنیادی جبلی تخلیق survival ہے اور اسی سے آگے بڑھتا ہوا، اسی حس بقاء سے منسلک پھر باقی جبلتیں تخلیق ہوئیں اور آج تک انسان انہی جبلتوں کا شکار ہے۔

کیا حیرت کی بات نہیں خواتین وحضرات! کہ انسان کے کسی نظام میں کوئی خرابی قائم نہیں تھی۔ جب یہ انسان بڑا ہوا، جب یہ انسان معاشرت اور تہذیب کے عروج پر پہنچا، تو سب سے پہلی ضربِ کاری اُس نے اُس الٰہیاتی اخلاقی نظام پر لگائی جسے وہ اپنے لئے ایک بوجھ سمجھتا تھا۔ شاید آپ پسند کرو یا نہ کرو لیکن جمہوریت کا سب سے بڑا fault یہ ہوتا ہے کہ یہ جمہوری اصول بنیادی انسان کے choices پر ہوتا ہے اور یہ کسی اعلیٰ ترین اخلاقی قدروں کی بنیاد پر مرتب نہیں ہوتا۔ بنیادی انسان جبلتوں سے بڑا قریب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں بنیادی انسان کو جمہوریت عطا کی گئی وہاں بہت سے اخلاقی اصول تہ و بالا ہو گئے، بہت سارے اخلاقی اصولوں سے معاشرے نے گریز حاصل کیا Perhaps it was absolutely necessary، کہ اس نظام پر کسی moral نظام کی گرفت رہتی یا بالائے کائنات کسی moral نظام کی گرفت رہتی۔ وہ جمہوری نظام جہاں جہاں بھی آیا، سب سے پہلے انھوں نے اُس اخلاقی نظام سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی جسکی source الہامی یا الٰہیاتی تھی اور آج کے دور تک پہنچتے ہوئے ہمیں یہ بات بالکل واضح نظر آتی ہے کہ انسان اب الہامی یا الٰہیاتی دور کو قصہ پارینہ سمجھتا ہے۔ اُس کو اچھی طرح علم ہے کہ پرانی دقیانوسی کتاب آج کے مسائل کا حل نہیں ہو سکتی۔ شاید ہماری سب سے بڑی خطا یہ ہوتی ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں، ہمارا خیال یہ ہے کہ خداوندِ حکیم جس نے اوّل روز تخلیق کیا، جس نے آخری کائنات تخلیق کی، اُس نے زمین پر انسانی ترقی کا اندازہ نہیں کیا، اُس کو گمان نہ تھا کہ بڑا بڑا ذہین پیدا ہوگا، بڑے بڑے تھیسز تخلیق ہوں گے، بڑے بڑے اندازے تخلیق کئے جائیں گے اور انسان خدائی صلاحیتوں سے آگے بڑھ جائے گا، لیکن ایسا نہیں ہے۔ جس نے ابتدائے کائنات کی خبر دیتے ہوئے دو

Marfat.com

آیات میں ابتدائے کائنات اور انتہائے حیات کی خبر دی ذرا اسکا انداز ملاحظہ فرمائیے۔

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا (الانبیآء 30:21)

How dare you deny me شروع میں سب کائنات ایک وجود تھا۔ پھر ہم نے اسے پھاڑ کے جُدا کر دیا۔ پھر فرمایا:

وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ (الانبیآء 30:21)

ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ خواتین وحضرات! دو منسلک آیات میں ایک میں ابتدائے کائنات بیان کی اور ایک میں اس نے انتہائے حیات بتائی۔ کتنے عالم وفاضل دور گزرے، کتنی صدیاں علم وحکمت کی گزریں۔ اگر خدا کی یہ دونوں باتیں کبھی غلط ہو جاتیں تو بڑے مزے کی بات یہ تھی کہ خدا سے نجات ہو جاتی۔ خواتین وحضرات! ایک بات یاد رکھئے گا کہ انسان ہزار غلطیوں کے باوجود انسان رہتا ہے اللہ ایک بھی غلطی کرے تو اللہ نہیں رہتا۔ اور کیا آسان بات تھی کہ لوگ مطالعہ کرتے علم ودانش کے سراغ ڈھونڈتے، کتابِ حکیم کو دشمنوں کی طرح پڑھتے، قرآن سے غلطی نکالتے اور خدا سے نجات حاصل کر لیتے، مگر مسئلہ یہ تھا کہ اگر آپ معمولی سی ڈگری کے حصول کے لئے بیس، بائیس سال گزار دیتے ہیں، تیس بتیس سال specialization میں گزار دیتے ہیں تو کائنات کی سب سے بڑی کتابِ علم وحکمت اور کتابِ تخلیق کو کتنا وقت دیتے ہیں۔ سائنس کتابِ تحقیق ہیں اور قرآن کتابِ تخلیق۔ تو کیا عجیب سی بات ہے کہ ہم معمولی سے علم کی ایک شاخ کی تحصیلِ کاملہ کے لئے عمر بِتا دیتے ہیں اور جب قرآن کی باری آتی ہے تو ہم ایک اَن پڑھ مولوی کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ کیا مزہ ہوگا اُس وقت جب ایم اے کی کتاب میٹرک لیول کو پکڑا دی جائے اور اُس سے تاویلِ حیات طلب کی جائے۔ یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ پڑھے لکھے، دانشور لوگ جنہیں اپنی عقل پر ناز ہے جنہیں غرورِ عقل ہے، جو سمجھتے ہیں کہ ہم ذہین ہیں وہ اس کتاب کے ساتھ کوئی justification نہیں کرتے، بلکہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ کم سے کم تعلیمی عرصے اور بحران میں، کم سے کم وقت میں جتنی تیزی سے اس کتاب کی سنی سنائی باتوں سے گزر جائیں تو وہ بہتر ہے۔

خواتین وحضرات! بہترین کتابِ علم کو کسی مجذوب کو نہیں بخشا گیا، کسی ایسے شخص کو نہیں دی گئی جو ڈپریشن کا مارا ہوا تھا، کسی ایسے شخص کو نہیں دی گئی جو تکبراتِ ذات کا حامل تھا، بلکہ ایک ایسے شخص کو دی گئی جو آج بھی ہمارے لئے کائنات میں سب سے بڑے اعتدال کا مالک ہے۔ اگر اصولِ علم دیکھا جائے تو جتنا علم بڑھتا ہے اُتنا اعتدال بھی ہوتا ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ جب کسی شاعر کو ایک شعر لکھنا آجائے تو اُسکا style of life ہی بدل جاتا ہے اس کے انداز عجیب احمقانہ سے ہو جاتے ہیں، آنکھیں آسمان کو جا لگتی ہیں اور تفکر میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے اگر کوئی بھی شخص کسی ذرا سی کوالٹی سے اتنے بڑے تفاخرات میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اُس شخص کا سوچیے جسے کائنات کی سب سے بڑی دولت نصیب ہوئی تھی، جسے وحی نصیب ہوئی تھی، جسے اللہ کی نظر نصیب ہو رہی تھی، جو سب سے بڑے غیب کا حامل تھا، جو ایمان بالغیب پیش کر رہا تھا مگر کتنا معتدل تھا! کتنا نارمل تھا! یہ عجیب حال محمد رسول اللہ ﷺ کا دیکھا گیا کہ بخاری نے ایک لاکھ بتیس ہزار احادیث جمع کیں اور ایک حدیث میں بھی ذاتِ رسول ﷺ نے اپنی تعریف نہیں کی۔ ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے کہ جس میں انہوں نے اپنے تفاخر کا ذکر کیا ہو اور دیکھئے کیا عجیب وہ ذاتِ گرامی ہے کہ کسی نے پوچھا یا

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ !لوگ جنت میں کیسے داخل کئے جائیں گے؟فرمایا:''اللہ کی رحمت کے ساتھ'' کہا: ''یارسول اللہ ﷺ !آپ''؟ فرمایا:''میں بھی خدا کی رحمت کے ساتھ جاؤں گا''۔حضرات!یہ مت بھولئے کہ یہ وہ شخص کہہ رہا ہے کہ جس پر قرآن خود کہہ رہا ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیا 107:21)

یعنی اتنی عظیم شخصیت ہے کہ تمام عظمتوں کے ٹائٹل لینے کے باوجود اس انکسارعلیہ کا یہ باعث ہے کہ خدا کی شناخت اس کے دل میں سب سے بڑھ کر ہے۔جو اللہ کو جانتا ہے وہ یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ ان میں تقویٰ بہت زیادہ ہے یا ان کی ظاہری عبادات بہت زیادہ ہیں۔

ایسے خدا کو blind perception دینی، blind عبادات کا شعور دینا، blind faith کی باتیں کرنا......خدا قرآنِ حکیم میں بار بار ایک گلہ کرتا ہے، یہ تقلید کا گلہ ہے کہ اے اہل کفر!اگر تم عقل وشعور استعمال کرتے اور اگر اپنے آباؤاجداد کی اندھادھند تقلید نہ کرتے تو مجھے یقین تھا کہ تم مجھے پالیتے۔کیا یہی گلہ ایک مسلمان سے نہیں ہوسکتا کہ ہم کو یہ میراث، یہ سوغات، یہ شناخت، یہ کلمہ ہمارے آباؤاجداد سے ملا۔ہم نے کبھی اللہ کے ساتھ اپنی personally equation discover نہیں کی۔مذاہب عالم میں شریعتیں تو بدلتی رہیں مگر ایک مقصد مذہب کا براہ راست ہمیشہ قائم رہا کہ ہمسائیگی خدا کی طلب میں جب بھی انسان چلا، مذہب نے اُسے رستہ دکھایا۔جب بھی اُس نے اللہ کی آرزو کی، مذہب اُس کے لئے گائیڈ بن گیا، پیغمبر اُس کے لئے گائیڈ بنے، علم ومعرفت کی اعلیٰ ترین منزلیں اُس کے لئے استوار ہو گئیں اور یہ صرف اور صرف مذہب کی وجہ سے تھا اور جس کے سینے میں اللہ کی طلب نہیں اور جس نے اس کے بارے میں سوچا نہیں، بھلا اس کی accountability کا کیا سنٹر ہوگا؟ اُس کی ذہنی اور اخلاقی جواب دہی کا کیا مرکز ہوسکتا ہے۔

خواتین وحضرات! ایمان دل کو سکون پہنچاتا ہے۔ایمان دل کی خوشی کا باعث ہے، اس لئے کہ ایمان اپنا صلہ خدا سے طلب کرتا ہے۔وہ اپنی کمی وبیشی کا اللہ کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔وہ اپنی کمی خدا کی محبت میں قبول کرتا ہے، اپنی بیشی خدا کی محبت میں قبول کرتا ہے۔جس کو اللہ کا یقین ہے، وہ سڑا ہوا نہیں ہوسکتا وہ بدمزاج نہیں ہوسکتا، وہ بداخلاق نہیں ہوسکتا۔وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح تو ہوسکتا ہے، وہ اپنے پیغمبر کی صورت پر تو ہوسکتا ہے، وہ خوش مزاج اور خوش اخلاق تو ہو سکتا ہے مگر ایمان دار سڑیل نہیں ہوسکتا۔مگر کیا عجیب بات ہے کہ لوگ جتنے ایماندار ہوتے ہیں اتنے ہی سڑے ہوئے ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی اہلیتوں اور صلاحیتوں کا صلہ لوگوں سے طلب کر رہے ہوتے ہیں وہ اپنی عزتیں اپنے ہی جیسے لوگوں سے طلب کر رہے ہوتے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں اللہ ایک طعنہ دیتا ہے کہ اے لوگو!عزتیں اور عظمتیں طلب کرنے کے لئے لوگوں کی طرف کیوں بڑھ رہے ہو؟

فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا (النسآء 139:4)

بے شک تمام عزت اللہ کے لئے ہے۔ تمام عزت تو میرے پاس ہے، تمام مراتب تو میرے پاس ہیں، یہ کیسا اعتبار ہے تمہارا؟ کیسے مجھے مانتے ہو؟ کیا حلق کی گہرائیوں سے دل کی تنہائیوں تک آپ کو میرا یقین نہیں ہوتا۔میں نے کہہ دیا کہ

Marfat.com

آپ دنیا میں ہر چیز حاصل کر سکتے ہو، ہر چیز تمہیں مل سکتی ہے وقتی طور پر، لیکن ایک چیز تمہیں نہیں مل سکتی میرے بغیر:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد 28:13)

اللہ کی یاد کے بغیر دلوں کا اطمینان نہیں۔ تمہیں دل کا اطمینان نہیں مل سکتا۔ یہ چیز میں کسی قیمت پر نہیں دوں گا۔ خواہ تم عظمتوں کے میناروں پر جا کر اٹک جاؤ، خواہ اوجِ ثریا سے ستارے توڑ کر لاؤ تمہیں سب کچھ مل سکتا ہے مگر اطمینانِ قلب نہیں مل سکتا، کیونکہ یہ سوغات صرف میرے پاس ہے اور خواتین و حضرات! Psychological standard Psychological standard of شاید of normalcy are something different normalcy میں ہم سب شریک ہوتے ہیں لیکن ہمارے باطن پر کسی کی نظر نہیں ہوتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو شخص odd حرکات نہ کرے، جو معاشرے سے منقطع نہ ہو وہ نارمل ہے مگر ہم نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ یہ جتنے معیار ہیں نارملسی کے، یہ جعلی ہیں۔ انسان کے ظاہری چہرے کے پیچھے جو کرب و بلا کے سمندر ہوتے ہیں، اُس کی کس کو خبر ہوتی ہے؟ مگر پروردگارِ عالم نے بھی انسانی نارملسی کا ایک معیار مقرر کیا ہے فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس 62:10)

سن لو! کہ اللہ کے دوستوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم...... کہ جو میرے دوست ہوتے ہیں وہ نفسیاتی طور پر نارمل ہوتے ہیں۔ وہ خوف و حزن سے آزاد ہوتے ہیں۔ اگر آج کے زمانے میں انسان کو فراغت چاہیے، غم و حزن و بلا سے جیسے قرۃ العین طاہرہ نے ایک شعر کہا:

بجوابِ طبلِ اَلست توز دِلا چوں کوسِ بلازدم
ہمہ خیمہ ذَد یہ در دِلم سپہ غم و خشم و بلا

(جب تم نے آواز دی تھی: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ تم میں سے کوئی ہے جو اپنے رب کو جانتا ہے۔ تو میں وہ بدقسمت تھی جو ہاں کر بیٹھی۔ تب سے لے کر آج تک میرے دل کے دروازے پر غم و خشت و بلا کی افواج نے ڈیرے ڈال لئے ہیں۔)

اور اِن بلاؤں سے نجات صرف اللہ کے قرب و ہمسائیگی اور دوستی و محبت میں ہی ممکن ہے۔

خواتین و حضرات! بہت سارے معاشرے اللہ نے خسارہ میزان کی وجہ سے تباہ کئے۔ بظاہر یہ بڑا ناممکن سا لگتا ہے لیکن معاشرے جب اپنی equation خراب کرتے ہیں، تو وہ تباہ ہو جاتے ہیں۔ جب اپنی ذہنی اور مالی equation خراب کرتے ہیں۔ اللہ کا قانون کچھ مختلف ہے۔ دنیا کا قانون معیشت کی ترقی، بزرگی اور بلندی ہے۔ اللہ کچھ اور عجیب سا قانون دیتا ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا (القصص 58:28)

(کتنی ہی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا جب وہ اپنی معیشت پر اترا رہی تھیں۔)

کہ ہم نے کسی قوم کو اس وقت تک تباہ نہیں کیا، جب تک وہ اپنی معیشت پر ناز نہیں کرتی۔ اس کے برعکس جب بابل و نینوا کی تہذیب معلق باغات تک پہنچی۔ جب Assyrians اپنے عروج تک پہنچے، مگر کسی قوم کو اللہ زوال کی حالت میں نہیں

Marfat.com

مارتا، بلکہ جب قومیں عروج کو پہنچیں، اُنکے تکبرات بڑھے، اُنکے تکبرات آسمان کو چھونے لگے، جب اہرامِ مصر آسمان کو چھونے لگے، جب باغِ شداد تخلیق کیا گیا، جب وہ اپنی عمارتوں پہ ناز کرنے لگے اور انہوں نے دعویٰ خدائی بھی کرنا شروع کر دیا تو خداوندِ کریم نے کہا کہ ہم نے قوموں کو اُس وقت تھاما، اُس وقت پکڑا جب وہ اپنی معیشت پر اِترا رہی تھیں اور ناز کر رہی تھیں۔ اللہ کا قانون غرباء اور مساکین کو مارنے کا نہیں ہے۔ اُن کو تو ہدایت و تلقین ہے۔ مگر انصاف، گنتی اور حساب کتاب کا اللہ بڑا شوق رکھتا ہے۔ حضراتِ گرامی! آپکے ذمے یہی شعبے آئے ہیں، تو قومِ شعیب کو صرف اس لئے تباہ کیا گیا کہ لیتے وقت زیادہ لے لیتے تھے اور دیتے وقت ہاتھ کھینچ کر دیتے تھے اور میزان کو ہمیشہ خسارے میں رکھتے تھے اور یہی میزان کا خسارہ بہت سی قوموں کی تباہی اور ہلاکت کا باعث بنا۔

زبردستی تو کوئی اعتدال پروردگارِ عالم کے لئے تخلیق نہیں ہو سکتا اور بہت سے ایسے intellectual questions موجود ہیں جو بظاہر لاینحل لگتے ہیں۔ بظاہر رسل کے کمالات موجود ہیں، کانٹ اور برگساں کی حکمتیں موجود ہیں مگر اُس پروردگار کو آپ کیا کہو گے جس نے ان کے اعتراضات کو پہلے سے سمجھ لیا تھا۔ اور فرمایا کہ

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (الجاثیة 24:45)

(بہت سے دانشور ایسے کافر ہیں کہ جو سمجھتے ہیں کہ وقت ہمیں زندہ رکھتا ہے، وقت ہی ہمیں مارتا ہے مگر یہ تو سب علم کی بات ہے اگر ان کو علم ہوتا تو یقیناً ہمارا اعترافِ ذات کر لیتے۔)

اگر ایک طرف recurrent cycle کی تھیوری ہے یا ٹائم کی، تو دوسری طرف لامکاں کی تھیوری ہے۔ سب کے سب فلاسفر وقت ہی کو خدا مانتے ہیں۔

قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ (یٰس 78:36)

(پوچھتے ہیں بھلا بوسیدہ ہڈیوں میں بھی کوئی جان ڈالے گا؟)

تو ان سے کہہ دو کہ تمہارے علوم ابھی بہت کم ہیں اس لئے تم ان اغلاط کا شکار ہو، ان شکوک و شبہات کا شکار ہو اور جن حضرات نے فرمایا کہ خدا کا کوئی ڈیٹا تو موجود ہی نہیں ہے اس لئے خدا ہے ہی نہیں۔ کسی Anthropologist نے کہا کہ ضرورتِ انسان کے تحت خدا تخلیق ہو گیا ورنہ خدا تو کچھ نہیں ہے۔ یہ تو انسان نے ایک آسیب کی طرح اپنے ذہنوں میں استوار کر رکھا ہے۔ اگر آپ ان تمام اعتراضات کو دیکھیں تو ایک حقیقت عجیب و غریب ان فلاسفرز میں نظر آتی ہے کہ ان دانشوروں نے کبھی اتنا وقت خدا کے موضوع کو تحقیق کا نہیں دیا جتنا شاید اپنے گھریلو نوکر کی بات سننے کو ہی دیتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ semi-concerned رہے۔ اس لئے علم و فضیلت کے باوجود، دانشوری کے باوجود ایک حماقت سب سے سرزد ہوئی کہ انہوں نے اللہ کو سرسری discussion میں ڈال دیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ موضوع اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو judge کیا جائے اس لئے انہوں نے اپنی بڑی بڑی special categories کے علوم ضرور حاصل کیے، پچیس پچیس، تیس تیس سال انہوں نے ایک موضوع کو ضرور دیئے۔ نیوٹن نے بارہ سال کششِ ثقل پر غور و فکر کو ضرور دیئے، Alexander Flemming نے آٹھ سال ایک دوائی کی تلاش میں

Marfat.com

ضرور گزارے مگر اتنا وقت یا اس سے بہت کم وقت بھی کسی نے اللہ کے موضوع کو نہیں دیا اور judgement ایسے دے دی جیسے یہ ultimate تھے اور اُن کی سنی سنائی باتوں پر بہت سارے ہمارے اذہان بھی شکوک وشبہات کا شکار ہو گئے۔

خواتین وحضرات! یہ ایک ناقص بات تھی، چھ ارب مسلمان بھی اگر یہ کہیں کہ خدا ہے تو خدا نہیں ہے، اور اگر چھ ارب انسان یہ کہیں کہ خدا نہیں ہے تو یہ خدا کے نہ ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ Every human individual must consider this question as the only important and the only top priority of the intellectual curiosity. If they are not thinking, they are missing the top priority, they will always prey of anxiety, because of concerns of lesser priorities.

سب سے بڑی غلطی جو ہمارا دانشور اس وقت کر رہا ہے کہ وہ lesser priority کو زیادہ وقت دے رہا ہے اور top priority کو neglect کر رہا ہے۔ بقول شیکسپیئر

Sans the taste, sans eyes, sans everything جب دانت نہ رہے۔ کان نہ رہے، دنیا جو ایک lesser purpose ہے اُس نے آپ سے کہا کہ میاں جاؤ گھر بیٹھو۔ اب اس قابل نہیں ہو، کسی نوجوان کو جگہ دو۔ آپ وہاں سے نکلے، لوٹا مصلیٰ اُٹھایا اور اللہ اللہ شروع کر دیا، This is a direct insult of Allah۔ خواتین و حضرات! مسجدِ نبوی ﷺ میں ایک صحابی نے اپنی کمتر درجے کی کھجوریں لٹکا دیں تو اللہ کو بڑا غصہ آیا، اُس نے کہا اچھا دینے والا میں، آسائشات دینے والا میں، فراغتیں دینے والا میں، آسانیاں میں دینے والا، بیوی بچے میں دینے والا، سانسوں کی سوغات میں دینے والا اور میرے لئے تم اپنے مال کا بدترین حصہ دے رہے ہو۔ اے نیک بختو! اے عقل کے تھوڑے لوگو! اگر تم اپنا بہترین مال مجھے نہیں دے سکتے تو درمیانہ دے دو۔ مگر اس طرح مجھے insult تو نہ کرو کہ میں تو ساری چیزیں تمہیں عطا کرنے والا ہوں اور تم میرے لئے اپنا بدترین مال دیتے ہو۔

خواتین وحضرات! یہی قانون اس عمر پر لاگو ہوتا ہے۔ ہم لوگ ہندو فلسفے کو اپنی زندگی کا شعار بنا بیٹھے ہیں کہ تعلیم کا حصول، زندگی کا حصول، مرتبہ وعلم کا حصول اور آخر میں جب اگر زندگی بہت بیکار ہو جائے، سننے سوچنے کے قابل نہ رہے، جب عقل وشعور سے پیدل ہو گئے، جب بڑے میاں سہارے کے طلبگار ہوئے اور فالج کا شکار ہو گئے تو اب حضور اللہ کو جا رہے ہیں۔ تو خدا کو ایسے بندے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ تو خود اسے ارذل عمر کہہ رہا ہے۔ جو عمر آپ کے پاس ہے، جو عمر سوچنے سمجھنے کی ہے جو قوتِ خیال کی ہے، جو استعدادِ کار کی ہے، جو functional age ہے، جو دانش اور برہان کی عمر ہے، وہاں آپ دوسری چیزوں کی طرف زیادہ متوجہ رہتے ہیں۔ The priority must be changed, if you believe in God and if you don't believe in God یہ زندگی کا بنیادی سوال ہے جو آدمی اس سوال کو حل کئے بغیر اس زندگی سے گزرا، اس نے trillion years of galaxial life کو neglect کیا۔

Marfat.com

ہمارا خیال ہے کہ یہ زندگی سراب ہے، یہ وقفہ حیات سراب ہے۔ اسلام کا خیال یہ ہے کہ یہ عرصہ امتحانیہ ہے، اِدھر سے آگے اصلی زندگی شروع ہوتی ہے۔ یہاں ہر آدمی آزمائش کے لئے ہے۔ یہاں مظلوم اپنی مظلومیت سے آزمایا جاتا ہے، ظالم اپنے ظلم سے، corrupt اپنی corruption سے، ایماندار اپنی ایمانداری سے۔ اس کو ان دکھوں سے واسطہ نہیں۔ وہ تو آگے چل کر ہمیں صلے ملنے ہیں۔ اس عمرِ گریزاں سے آگے ہمارا راستہ ہے۔ مقدرات تو اس Trillion years of galaxy کی زندگی سے وابستہ ہیں جو ہمیں آگے نصیب ہونی ہے۔ یہاں تو ہر آدمی، ہر لمحے، کسی نہ کسی تعلق سے آزمایا جا رہا ہے۔ یہاں decision making نہیں ہوسکتی، اس کے بعد ہوسکتی ہے۔ مگر دوسری قوموں کے برعکس مسلمانوں کا نظریہ اگلی زندگی کا اس زندگی کے مقابلے میں وسیع تر existence پر مشتمل ہے۔ اس لئے سب سے بڑا فیصلہ یہ کرنا ہوتا ہے کہ کیا خدا ہے کہ نہیں ہے؟ کیا اگر خدا ہے تو ہم اُس پر اعتقاد ایک فرضی نوعیت کا، blind نوعیت کا رکھتے ہیں یا Naturally we are accountable to him in every moment of our life, with every depth of our lives اگر یہ نظریہ build نہیں ہوگا تو آپ یقین جانو کہ ہم سب خسارے میں رہیں گے۔

وَمَا علینا اِلّا البلاغ

سوال: تخلیقِ کائنات کا مقصد کیا تھا؟ اور اس میں تخلیقِ انسان کا مقصد کیا ہے؟ ایک طرف تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالٰی نے انسان کو چناؤ دیا ہے کہ وہ اللہ کو پہچانتا ہے کہ نہیں پہچانتا، دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ ہے لوحِ محفوظ میں ہے اور وہی قیامت تک ہونا ہے۔

جواب: ہم اس نرگسیت کا شکار ہیں کہ ہم ہی پوری کائنات میں انسان ہیں اور کوئی نہیں ہے اور یہ کہ پوری کائنات میں ایک ہی life belt ہے، جس میں ہم موجود ہیں لیکن قرآن اس موضوع پر بات کرتا ہے کہ جس زمین و آسمان میں ہم موجود ہیں، یہ پوری کائنات دوارب گلیکسیز سمیت ایک آسمان ہے۔ خداوندِ کریم نے فرمایا کہ اگر تم نظر اٹھا کر دیکھو گے تو جہاں تک یہ وسیع و عریض کائنات پھیلی ہے، یہ ایک آسمان ہے اور ایسے میں نے سات آسمان تخلیق کئے ہیں یعنی ایسی سات کائناتیں ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق 12:65)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور ان جیسی سات زمینیں۔ شروع ہی سے قرآن concept of multi-universes دیتا چلا آ رہا ہے لیکن یہ سائنسی ادراک سے آگے واقع ہے۔ ابھی تک سائنسز اس مقامِ ادراک تک نہیں پہنچی ہیں۔ ابھی تک سائنسز کو سات زمینوں میں سے ایک آدھ زمین کی بھی آگاہی حاصل نہیں ہوئی مگر خدا صرف یہ نہیں کہتا کہ میں نے سات زمینیں تخلیق کی ہیں بلکہ ساتھ میں یہ بھی فرماتا ہے:

یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ (الطلاق 12:65)

اور ان تمام زمینوں میں ہمارا حکم اترتا ہے۔

خدا کہتا ہے کہ مجھے پتہ ہے کہ تم ان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکو گے مگر یہ بات میں نے تمہیں اس لئے بتائی کہ تمہیں اپنے

Marfat.com

رب کی قدرت کا اندازہ ہو سکے کہ وہ کتنا بڑا اور کتنا عظیم ہے۔

لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (الطلاق 12:65)

(تا کہ تم جان سکو کہ وہ کتنی قدرت والا ہے، کتنا بڑا قادر ہے۔)

اب میں آپکو دوسری بات کے بارے میں بتاؤں کہ لوحِ محفوظ کیا ہے؟ لوحِ محفوظ کا نام ہمیں شک میں ڈال دیتا ہے۔ ہم جس کو مقدر کہتے ہیں وہ ہمارا وہ مقدر نہیں ہے جو ہمارے چناؤ کے بعد ہمیں پیش آنے والا ہے، بلکہ یہ مقدر وہ اندازہ ہے جو زمین پیدا کرنے سے پہلے پروردگارِ عالم نے مخلوقات کا لگایا، اس میں ساز و سامان کا لگایا، میں اگر آج کے دن آپکے لفظوں میں ترجمہ کروں تو میں کہوں گا کہ Its a master plan اور اُس ماسٹر پلان میں resources of the earth رکھے گئے اور خدا نے کہا کہ انسان کو پیدا کرنے سے پہلے میں نے اس میں سارے resources رکھ دیئے، جو قیامت تک انسان کی ضرورت کے لئے ضروری تھے۔ jobs رکھ دیئے، centuries اور وقت کے مطابق ان کے لئے نئے origins رکھ دیئے، کام کاج رکھ دیئے، روٹی پانی رکھ دیئے، یہ تمام انسان کا پروٹوکول تھا، اس میں کوئی ایسی عجیب و غریب چیز نظر نہیں آتی۔ میں نے ایک دفعہ ڈک چینی کو سنا تھا کہ جب اس نے الجیریا فوج بھیجی تھی تو اس سے پوچھا گیا: You have sent your army to a very ancient place what have you done about it. تو اُس نے کہا تھا کہ ہم نے اپنی فوج کا پہلے سے اندازہ لگا کر اتنا زیادہ سامان دیا ہے کہ اگر سوئی کی بھی ضرورت پڑے گی تو وہ بھی ہمارے فوجی کو اپنی جیب سے مل جائے گی۔ غور کریں کہ اگر ایک عام سی حکومت یہ دعویٰ کرے کہ ہم نے کسی کو بھیجنے سے پہلے اس کے بندوبست کر دیئے ہیں تو اگر خدا زمین میں انسان کو اگا رہا تھا اور پیدا کر رہا تھا تو ہمیں اُس نے کوئی choices نہیں دیئے، کہ ہمارا باپ کون ہوگا؟ ماں کون ہوگی؟ چونکہ تمام انسانوں کو ایک ہی کام در پیش تھا، ایک بنیادی ذہانت کا سوال درپیش تھا کہ قبر میں جب یہ سوال پوچھا جائے کہ مَنۡ رَّبُّکَ تو یہ سوال فرشتے کوئی انوکھا نہیں کریں گے بلکہ اِس زندگی کی بنیاد پر کریں گے، جس میں تمام سہولتیں مہیا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا، اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ آپ اُس کے لئے کیا کر کے آئے اور کیا نہیں۔ اُسکو تو اپنے اُس عقل و شعور کی دی ہوئی نعمت کے عوضانے میں اس سوال سے غرض ہوگی جو اس عرصہ حیات سے گزرنے کے بعد قبر کے دہانے آپ سے پوچھا جائے گا۔

دنیا میں جس کو آپ مقدر کہتے ہیں، یہ وہ مقدرات ہیں جو آپکے زمین پر necessaryexistence کے لئے لازم ہیں۔ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بندوبست کر رہے ہیں تو ہم تو صرف انسان ہیں جو اپنا بندوبست کر رہے ہیں ہمارے علاوہ بھی ایک ارب مخلوقات زمین پر بستی ہیں جن کے پاس وہ calibre نہیں جو ہم رکھتے ہیں۔ ہمیں بھی ابھی شعور آیا زندگی گزارنے کا، اس سے پہلے دس ہزار سال پہلے تو ہمیں بھی نہیں پتہ تھا کہ کیا کھانا ہے، کہاں سے کھانا ہے۔ ایک تھوڑے سے وقفہء حیات کے لئے جب انسان نے عقل و آگہی پائی، اس میں خود اعتمادی اور خود شعوری پیدا ہوئی تو اس نے یہ خیال کیا کہ ہم arrangements کر رہے ہیں، ہم سارا بندوبست کر رہے ہیں ہم شناخت کر رہے ہیں مگر یہ حقیقت نہیں ہے۔ مقدر جو یہاں زمین پر ہے وہ پروٹوکول ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کو پیدا

Marfat.com

کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ نے تمام انسانوں کی ضروریات کو کتاب میں لکھ دیا۔ اگر تھوڑا سا غور کریں تو کُن فَیَکُون کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ایک دم سے کائنات وجود میں آ جائے۔ جب ماسٹر پلان تیار ہو گیا، اندازہ، انسان ہو گیا، زندگی ترتیب دے دی گئی، تو خدا نے کہا:

Let the process start کُن فَیَکُون کا مطلب تھا کہ اب زندگی کو ابتداء دی جائے، اب زندگی کے ذخائر کو ابتداء دی جائے، جس صدی میں جتنا استعمال ہوتا ہے اُس کو ابتداء دی جائے۔ And till now we are only watching the arrangements of Allah for human beings.

جب شب برات پر discussion آتی ہے تو یہ بڑی دلچسپ اور ٹیکنیکل بات ہے کہ اللہ کے نزدیک ایک دن زمین کے ایک ہزار سال کے برابر گنا جاتا ہے بلکہ ایک بڑی عجیب و غریب حدیث ہے جسکا سننا آپکے لئے بڑی خوشی کا باعث ہوگا کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ دنیا کی عمر آدھا دن اور بڑھا دے پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ! آدھا دن کتنا؟ فرمایا پانچ سو برس۔ دیکھئے کتنی عجیب سی بات ہے کہ ہم اس دنیا کو فائنل سمجھ بیٹھے ہیں، قیامت کو فائنل سمجھ بیٹھے ہیں۔ یہ صرف اللہ کا علم ہے۔ حضور ﷺ کی اس حدیث کی رُو سے ہوسکتا ہے کہ ہم ان پانچ سو برسوں میں سے گزر رہے ہوں جو extended ہیں۔ جب تک آپ اس کو ایک بڑے scenario میں نہیں دیکھیں گے، اُس وقت تک یہ باتیں عمومی religious attitudes سے نہیں سمجھ میں آسکتیں۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ جب قیامت قائم ہو جائے اور لوگ جنت میں داخل کر دیئے جائیں تو پھر بھی جنت میں بہت جگہ بچ جائے گی۔ پھر نئے انسان پیدا کئے جائیں گے اور اُن کی نئے سرے سے آزمائش ہوگی یعنی حضور ﷺ کی یہ حدیث بتاتی ہے کہ یہ life belts کا general cycle ہے۔ یعنی خدا کے بندے آتے رہیں گے، یہ صرف ایک زمین پر نہیں سات زمینوں پر ہو گا اور یہ تھوڑی سی مقدار ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ جنت کیسی ہے؟ جو اتنی بڑی ہے کہ صرف اس کے عرض کے بارے میں قرآنِ حکیم میں یہ بتایا گیا ہے کہ اہلِ تقویٰ اُس جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (الِ عمرٰن 133:3)

جس کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے بڑی ہے۔ we can't imagine about its magnitude. وہ آخری کائنات جو تین بڑی گلیکسیز ہیں، ہماری کائنات کی جو تین بڑی گلیکسیز ہیں جن میں trillions of stars ہیں، ان میں سے اگر سب انسان ایک ایک ستارہ بھی بانٹ لیں تو پھر بھی شاید اس جنت کو کوئی گزند نہیں پہنچتا، اور اس کائنات کو، اس utopia کو qualify کرنے کے لئے ہمیں تھوڑی سی تربیت کے لئے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ اس کا آخری جواب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیا: پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر سارے کام اللہ نے pre-arranged کئے ہیں تو ہم کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا: جب اللہ نے کسی سے کوئی کام کرانا ہوتا ہے تو اسکے ارادے اور motivation کو قابو میں لے لیتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ فرماتا ہے:

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌم بِنَا صِيَتِهَا (ھود 56:11)

Marfat.com

(ایسا کوئی ذی حیات نہیں زمین پر جس کو ہم نے ماتھے سے نہیں تھام رکھا)

انسانی دماغ کے بارے میں ہونے والی اس دور کی تمام تحقیقات یہ بات بتاتی ہیں کہ forebrain میں ہی انسان کی ساری قوتِ متخیلہ، ارادہ اور پلاننگ ہوتی ہے اور خدا کا ریموٹ کنٹرول اس پر ہر وقت موجود رہتا ہے۔ شاید کوئی انسان ایکسیڈینٹ نہ کرے، کوئی بھول کا شکار نہ ہو کیونکہ وہ کنٹرول exist کرتا ہے، تو exits اور entries ہر وقت اللہ کے قابو میں رہتی ہیں اور جدھر اس نے موڑنا ہوتا ہے drive motive کو اس طرف لگا دیتا ہے، کسی کو محنت پر لگا دیتا ہے، کسی کو کرسی پر بٹھا دیتا ہے اور کسی کو اُس سے زیادہ دُگنی محنت کروا کے ریڑھا کھینچنے پر لگا دیتا ہے۔ یہ مقدرات شاید پہلے سمجھ میں نہیں آتے تھے مگر Now it is very clear that it is just a protocol of very important creatures on earth.

اس کے بعد آپ نے پوچھا تھا مقصد کیا ہے؟ اگر آپ غور کریں تو مقصد تخلیقِ کائنات نہیں ہوسکتا۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِیءُ الْمُصَوِّرُ (الحشر 24:59)

(وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا)

وہ خالق ہے، وہ پہلے سے چیزوں کو سوچتا ہے، مصور ہے، ترتیب دیتا ہے، وہ خوبصورتی کو تخلیق کر رہا تھا۔ وَاللّٰهُ جَمِیلٌ وَّ یُحِبُّ الْجَمَال اور اللہ حسین ہے اور حُسن سے محبت کرتا ہے۔ وہ حسین تھا اور حُسن طلب کر رہا تھا۔ یہ خدا ہی کو زیب دیتا تھا کہ وہ اپنے لئے کسی ایسی مخلوق کو تخلیق کرے جو اُسکو appriciate کرے۔ جاہ ومنصب اور تکبر اللہ کی میراث ہے۔ کبریائی میری چادر ہے جو اس کو مجھ سے چھینے گا میں اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوں گا۔ اب آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ اللہ کو کیا ضرورت تھی کہ اپنی کبریائی کی تسکین کے لئے ہم سب کو مصیبت میں ڈال دیتا۔ ہماری طرف سے تو یہ گلہ درست ہے مگر پھر بھی کسی تصویر کی کیا مجال ہے کہ مصور سے سوال کرے کہ مجھے van Gogh کی طرح depressive کیوں بنایا اور Rembrandt کی طرح landscape میں کیوں نہ ڈھالا۔ یہ تو ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس انداز میں سوچیں مگر خدا کا کہنا یہ ہے کہ ایک general appriciation کے لئے اس نے آپکو تخلیق نہیں کیا، اُس نے شاید ایک فردِ واحد سے وہ تعریف کروائی جس کا وہ حق رکھتا تھا اور جملہ انسانوں میں ایک آدھ انسان اس نے چنا جیسے اس نے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں کہا کہ:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا (النساء 125:4)

(اور اللہ نے ابراہیم کو سچا دوست بنایا) اب دیکھئے خدا کی دوستی کی limits کیا ہیں کہ آج نو ہزار سال گزرنے کے باوجود آپ کا حج ہے کیا؟ تمام کی تمام سنتِ ابراہیمی حتیٰ کہ جس پتھر پہ حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھ لگے تھے، آج بھی تمام جملہء مومنین اُس مخلص دوست کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے لمسِ دستِ حضرت ابراہیمؑ کو چومتے ہیں بلکہ آپ گمان کریں کہ خدا کی دوستی کا یہ حال ہے کہ جب اصحاب رسول ﷺ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! باقی تو حج کی رسمیں ابراہیمؑ کی ہیں مگر صفا اور مروہ تو نہیں ہیں۔ صفا اور مروہ میں تو ابراہیمؑ نہیں تھے پھر ہم صفا اور مروہ چھوڑ نہ دیں تو اتنے قہر میں آئے

خداوندِ ذوالجلال کہ فرمایا:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرة 2:158)

اُسکی بیوی بھی میرے دوست کی بیوی ہے اور اسکا بچہ بھی میرے دوست کا بچہ ہے۔ مجھے ان سب سے اتنی ہی شدید محبت ہے اور یہ بھی شعائر اللہ میں سے ہے اور یہ بھی میرے طریقوں میں سے ہے کہ تم میرے دوستوں کی یاد منایا کرتے ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ کائنات بھی دوستی کی خاطر پیدا کی گئی ہے، محبت اور اُنس کی وجہ سے اور اس تعلقِ خصوصی کی وجہ سے پیدا کی گئی ہے۔ ہاں اس میں ranks of recognition ہیں کہ کون کس کے لئے پیدا ہوا۔ اگر اُن تمام حدیثوں کو ترک بھی کر دیں، انہیں کمزور مانیں اور صحیح نہ مانیں جو حضور ﷺ کے بارے میں ہیں۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِی (خدا نے سب سے پہلے میرے نور کو تخلیق کیا۔) اور اس کے بعد لوح و قلم کو تخلیق کیا اور چاہا کہ یہ کائنات کسی کے نام لگے۔ کائنات کی تخلیق خدا کے لئے معمولی ہے۔ اگر آپ غور کریں تو نفسِ انسان کو اللہ نے اتنی بڑی تخلیق قرار دیا کہ وہ ان تمام تخلیقات سے بڑی ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ہ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ہ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ہ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ہ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ہ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ہ وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا ہ (الشمس 91:1-7)

(سورج اور اس کی روشنی کی قسم اور چاندنی کی جب اس کے پیچھے آئے اور دن کی جب اسے چمکائے اور رات کی جب اسے چھپائے اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم اور نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔)

اتنی بڑی بڑی تخلیقات کے ساتھ اُس نے ایک چھوٹی تخلیق کا ذکر کیا ہے کہ یہ چاند، سورج، ستارے سب میں نے تخلیق کئے۔ سب سے complicated چیز جو میں نے تخلیق کی وہ نفس ہے وَنَفْسٍ وَّمَاسَوّٰهَا یعنی میں نے نفسِ انسان کو تخلیق کیا اور اسے برابر کر دیا fifty, fifty کر دیا۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ہ (الشمس 91:8)

(پھر الہام کئے اس پر اس کے فسق و فجور اور اس کا تقویٰ۔)

خواتین و حضرات! It will take a little more time even ten to fifteen more years when men will discover that we don't think , we only choose in thoughts. شاید کچھ عرصہ سائنس کو اور لگے گا یہ confirm کرنے میں کہ کیا ہم سوچتے ہیں یا ہم سوچوں میں انتخاب کرتے ہیں؟ ہمارے ذہن پر فسق و فجور اور تقویٰ دونوں قسم کے خیالات الہام کئے جاتے ہیں and we have to choose only out of them.

سوال: ایمان دل کو سکون دیتا ہے۔ آج کی بے سکونی کو دیکھتے ہوئے جس میں ہم سب یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں کیا کوئی ایسی ظاہری علامات ہیں یا کوئی معیار ہیں جس سے ہم اپنے ایمان کو پیش کر سکیں. مَايَفْعَلَ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

Marfat.com

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا اس آیت کی روشنی میں بتائیں کہ ایمان کی موجودگی اور عدم موجودگی کی کیا کوئی علامات یا معیار ہیں؟ قرآن میں حروفِ مقطعات کی کیا implementations ہیں؟

جواب: آپ نے خود ہی سوال کیا اور خود ہی جواب دے دیا۔ اگر ایمان کے باوجود دل بے اطمینان ہے تو پھر ایمان پورا نہیں ہے یا ایمان ہے ہی نہیں ہے۔ خدا پر یقین رکھنے والے غم و گردش و بلا میں قطعاً آزردہ خاطر نہیں ہوتے بلکہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ مگر انسان میں کچھ پہلو ایسے ہیں، اس کی کچھ جبلی اقدار ایسی ہیں جو اس میں نسبتاً دوسروں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ کوئی ایک جبلت ایسی ہوتی ہے جو باقی جبلتوں کے نظام میں آپ کو upset کرتے ہوئے آپکو cause کرتی ہے اور وہ آپ کے ایمان میں add ہو جاتی ہے بعض اوقات ایک excessive جبلت آگے بڑھ کر آپ کو پورے شکریے کے قابل نہیں رہنے دیتی، اسی لئے خدا اعتدال کی تلقین بھی کرتا ہے اور ہمیں ہدایت بھی کرتا ہے کہ اگر میرے لئے قتل بھی کرو تو بے اعتدالی نہ کرو کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ جیسے حضرت یوسفؑ نے فرمایا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (یوسف 53:12)

(اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا، بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بے شک وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔) اگر اس قسم کے excessives ہم commit کر بھی لیں تو ہمارے پاس ایسے علاج ہوتے ہیں اور وہ خدا کے بتائے ہوئے ہیں، جن سے ہم وہ excessive معتدل کر کے ایک پورے اطمینان میں جا سکتے ہیں۔

آپ کے سوال کا واحد جواب یہ ہے کہ اگر اچھی عبادات کے باوجود ہمیں اطمینان نہیں مل رہا تو We must come back to check ourselves. Sometimes we believe wrongly that we have a right kind of trust on God but we don't have. ہماری بہت سی چیزیں ایسی ہیں، جو analytically ہم check نہیں کرتے۔ انسان کے self کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ ہمدردی بہت رکھتا ہے۔ اگر ہم کوئی غلطی نہ بھی کریں تو اس سے sympathetic consideration جو ہمارے ہر self میں موجود ہے، سامنے آ جاتی ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (النّٰزعٰت 40:79)

(جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا)

جب تک ہم اپنے نفس کو کڑی نگرانی سے نہیں رکھیں گے، اس کے مکر و فریب سے آگہی حاصل نہیں کریں گے، تو کوئی بھی اطمینان دل کو نہیں پہنچ سکتا۔

دوسرا سوال آپ کا حروفِ مقطعات کے متعلق ہے۔ شیخ محی الدین ابن العربیؒ نے جو اس پر تھوڑی بہت روشنی ڈالی ہے ایک تو وہ ناکافی تھی اور دوسرا اس سے کوئی اصول مرتب نہیں ہوتا تھا۔ I touched this subject میں اس کے پیچھے scientific علوم کی تلاش میں تھا۔ اس میں کچھ اساتذہ کرام آئے تھے، بہت سے علماء کرام، فضلاء اور دانش وروں

Marfat.com

نے اسے tackle کیا مگر اس کی demonstration کسی بھی کتاب میں ہمیں نظر نہیں آتی۔

when I was a studentجب میں تصور خدا پر اپنے basic thesis پر کام کر رہا تھا تو اس دوران مجھے حروف مقطعات سے واسطہ پڑا۔ finally I discovered the basic jobs of these letters. یہ جتنے بھی حروف ہیں یہ ساری کائنات پر محیط ہیں اور تمام کائنات، کام، معاملات، انسان، زندگیاں سب اسی کے زیر سایہ مرتب ہوئے۔ یہ لائبریری کے کیٹالاگ ہیں۔ یہ چودہ remarkable chapters ہیں کہ اگر آپ کسی انسان کو ڈھونڈنا چاہو، یعنی انسان کی فطرت کو ڈھونڈنا چاہو تو chapter wise اسے نکال سکتے ہو۔ اس کے بعد بڑا کام یہ تھا کہ ان حروف کو جداگانہ value دینا۔ It's a very high science میرا خیال ہے کہ اس کا جاننا بھی بوجھ ہے۔ یہ صرف انسان کی اندرونی فطرت کے بارے میں ہے۔

سوال: میرا پہلا سوال عبادات کے متعلق ہے کہ ہر انسان کی پیدائش سے لیکر موت کی آخری سانس تک یہی کوشش ہوتی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کروں تاکہ اللہ مجھے اس کا اجر دے، مگر قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ہ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ہ اے رسول ﷺ! ساری رات مت کھڑے رہو، اس سے کچھ کم کر لو۔ وہاں ایک حد لگا دی۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں نے رات کو آرام و سکون کے لئے بنایا اور ادھر یہ فرمایا کہ اے اللہ! مجھے پناہ دے رات کی تاریکی سے جب وہ چھا جائے تو ان دو باتوں کے تضاد کے پیچھے کیا بات ہے۔ میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ قرآن میں جن مختلف قوموں کی تباہی کا ذکر موجود ہے تو کیا ان کو صرف معیشت پر غرور و تکبر کی وجہ سے ہی ہلاک کیا گیا؟ جبکہ دیگر کئی وجوہات سے بھی قومیں تباہ ہوئیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ

وَکَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ م بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا (القصص 58:28)

(ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا جب تک وہ اپنی معیشت پر اترانے نہ لگے)

میں نے کہا تھا کہ وہ غریب بستیوں کو تباہ نہیں کرتا۔ وہ قومیں تمرد اور تکبرات کا شکار ہوتی ہیں جن قوموں کا آپ نے ذکر کیا وہ سولائزیشن کے عروج پر تھیں جیسے Achaemenian ہے، یہ اس وقت تباہ کئے گئے جب اپنی اپنی عظمتوں کی چوٹیوں پر تھے تو خدا نے ان کو اس لئے پکڑا، جیسے فراعنۂ مصر کے بارے میں اللہ کہتا ہے کہ یہ قوم عالین تھی اور حد سے بڑھ گئی تھی۔ جب دنیوی تمرد اور ساز و سامان کی بنیاد پر قومیں بہت زیادہ تکبرات کا شکار ہو جائیں جیسے آج کے دن امریکن ہیں اور یورپین سولائزیشن ہے تو انکا سارا انداز و غرور کسی ماڈرن ویلیو پر نہیں ہے، وہ سارا اپنی معیشت پر ہے۔ اللہ کے نزدیک ٹائم اس سے بہت کم ہے جو ہمارا ہے۔ ہم تو دو چار سال میں بے چین ہو جاتے ہیں مگر ایک یقینی بات یہ ہے کہ ان کی زوال پذیری کتاب میں اللہ نے لکھ دی ہے۔ اگر کسی بھی Prime of civilization کو دیکھیں تو تمام بڑی civilizations اس لئے تباہ ہوئی ہیں کہ وہ اپنے in-built resources سے باہر نکل گئی تھیں۔ جب وہ اپنے غرور و تکبر میں out-built resources میں گئیں تو وہ تباہ ہو گئیں جیسے اب امریکہ suffer کر رہا ہے یا British اب suffer کر رہے ہیں۔ تو یہ سارے کے سارے اُس زد میں آ گئے ہیں اور شاید partially ہم بھی آ رہے ہیں۔

Marfat.com

رات کی تاریکی کے بارے میں عام طور پر اصول یہ ہے کہ

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (المومن 61:40)

(بنائی ہے تمہارے لئے رات تا کہ تم آرام کرو اس میں اور دن کو روشن)

کہ رات سونے کے لئے ہے اور صبح اس لئے ہے کہ تم کام کرو۔ جس کو شر کہا جا رہا ہے "والناس" اور "فلق" کہا جا رہا ہے، یہ انسانوں سے دوسری مخلوق یا مخالف مخلوق کے بارے میں ہے۔ اگر آپ ڈکشنری دیکھیں تو آپکو نظر آئے گا کہ جن وہ ہے کہ جو انسان نہیں ہے۔ وہ مخلوقات موجود ہیں۔ جب ہمارے کچھ top intellectuals جنّات کا انکار کر جاتے ہیں تو میں بڑا حیران ہوتا ہوں کہ شاید وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خدا تو ہے مگر وہ جن تخلیق نہیں کر سکتا we consider that God as a conceptual God کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ فرضی ہیں تو ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خدا کو تو ہم مانتے ہیں مگر اتنا نہیں کہ وہ جنت کو اتنا خوبصورت باغ تخلیق کر سکے۔ تو تمام کے تمام مذاہب کا بنیادی مسئلہ نہ عذاب قبر کا ہوتا ہے، نہ جنت و دوزخ کا ہوتا ہے، نہ کہکشاں ہوتی ہے، نہ پل صراط ہوتا ہے This main question is one and simple that do you believe in God or don't you believe in God. یہ بالکل سادہ ہے۔ اس لحاظ سے خداوند کریم یہ فرماتے ہیں کہ رات میں جہاں تم سوتے ہو دوسری مخلوقات جاگتی ہیں۔ اب دیکھئے جنات کھلے پڑے ہیں، شیاطین کھلے پڑے ہیں، ہر چیز کھلی پڑی ہے اور آپ سوئے ہوئے ہیں۔ جب سوئے ہوئے ہیں، تو آپ محفوظ ہیں، جب آپ جاگو گے تو anxiety, depression, sychotic, neurosis, personality disorder اگر آپ نے غور کیا ہو تو تمام نفسیاتی disturbances کی ابتداء جاگنے سے ہوتی ہے، جب آپ اپنے اعصاب پر بے جا دباؤ ڈالتے ہیں۔ کوئی بھی ذہنی بیماری اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک آپ رات کو آرام سے سو لیتے ہو۔ جب آپکی آنکھ نہ لگے، جب آپ کے ذہن کی faster pace ہو جائے تو آپ سمجھو کہ آپ بیمار ہو گئے ہو۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ یہ نفسیاتی بیماری ہے مگر اگر آپ غور کریں تو علاج سب کا ایک ہے۔ اگر آج نفسیاتی بیماری کا آخری علاج بجلی کے جھٹکے سے ہے۔ تو پرانے زمانے میں اُس کو اُلٹا لٹکا کر جوتے مارتے تھے یا مرچوں کی دھونی دیتے تھے۔ دونوں صورتوں میں ایک ہی چیز جو revive کر رہے ہوتے ہیں وہ survival کی instinct ہے۔ ان آسیب زدہ خیالات پر اگر کوئی چیز غالب آسکتی ہے تو وہ instinct of survival ہے اور جو راتوں کو ٹھیک وقت پر سوتے ہیں یا آرام سے سوتے ہیں تو وہ ان ذہنی بیماریوں سے عام طور پر محفوظ رہتے ہیں۔

آج جب میں لاہور آیا تو مجھے اٹھارہ سال پہلے کے وہ دن یاد آ گئے کہ جب ہم صبح اٹھتے تھے تو انارکلی کا رخ کرتے تھے، دکانیں کھلی ہوتی تھیں، کھانے پینے کی افراط ہوتی تھی اور اب گیارہ بجے تک انتظار کر رہے ہیں کہ کب بازار کھلے تو اب پورے کا پورا ٹائم بھی شفٹ ہو گیا ہے۔ اب صبح ہی گیارہ بجے ہوتی ہے۔

اُس وقت بھی اصحاب رسول ﷺ کے زمانے میں بھی بہت سے لوگ تھے، جو صبح بہت لیٹ اُٹھتے تھے تو

Marfat.com

انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ !ہماری تو آنکھ ہی نہیں کھلتی، تو آپ ﷺ نے کہا کہ اچھا اگر آنکھ نہیں کھلتی تو حساب نہیں ہے مگر جب آنکھ کھلے تو نماز پڑھ لیا کرو۔ آپ نے دیکھا کہ جب مؤذن اذان دیتا تو وہ کہتا الصَّلٰوۃُ خَیرُ مِنَ النَّوم اب حضرت عمرؓ سے کوئی پوچھے کہ سوئے ہوئے اس کو کیسے سنیں گے؟ جو سویا ہوا ہے اس کو یہ آواز کیسے پہنچے مگر دراصل یہ جملہ صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جو جاگ تو پڑتے ہیں مگر خجالت وکسالت کا شکار ہو جاتے ہیں، کروٹیں بدلتے رہتے ہیں کہ ابھی اٹھتے ہیں ابھی اٹھتے ہیں۔ شاید یہ جملہ ان لوگوں کے لئے ہے کہ اگر ان کے کانوں میں پڑ جائے تو وہ ذرا activate ہو جائیں کہ یار مؤذن یہ کہہ رہا ہے تو اٹھ ہی جائیں، بشرطیکہ ان کو ترجمہ آتا ہو۔ اور تیسری بات بڑی دلچسپ ہوتی ہے کہ ہمارے یہ processes جو تبدیل ہوئے، اُس پر بھی ہمارے پاس ایک حدیث موجود ہے جو مسلمانوں کو بہت بڑا فائدہ دیتی ہے اور یہ زیادتی ہوگی کہ میں آپکو نہ سناؤں۔ جب قرآن کی یہ آیت اُتری اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکرِی (نماز قائم کرو میرے ذکر کے لئے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز ملے پڑھ لیا کرو۔ اس کے بعد اصحابِ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں اس آیت سے اور اس کی وضاحت سے بے پناہ خوشی نصیب ہوئی۔

اصل میں جو احکاماتِ شرع ہیں یا جو احادیثِ رسول ﷺ ہیں یہ انسان کی ہر کمی پر بنائے گئے ہیں۔ اس نے ایک فائدہ دیا ہے۔ نماز ایک ultimate necessary چیز ہے، جس میں چھتیس exceptions ہیں۔ اُس کے طریقہ، کار پر، سفر پر، عذر ہے۔ اگر آپ غور کریں تو یہ اللہ تعالیٰ نے اتنی رعایت بخشی کہ چلو یار! مر، مرا کے ہی سہی، دو چار لفظ میرے حق میں ادا کر دو تو یہ بات on record چلی جائے گی کہ تم میرے بندے ہو اور میری دوستی کے خواہاں ہو۔

رات کا وقت ان مخلوقات سے فرار کے لئے ہے جس کے بارے میں کہا گیا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ہ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ہ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ہ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ہ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق113:1-5)

(تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے، اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔)

تمام جادوگری کے اعمال، سحر، راتوں کو مراقبہ کرنا، ارتکاز کرنا، خوفناک جگہوں پر fear کی کچھ صورتیں بیدار کرنا ہے، فوبیا پر قدرت حاصل کرنی اور جنات کو تسخیر کرنا یہ سب اعمال رات کے وقت ہوتے ہیں۔ اس لئے خداوندِ کریم نے ہدایت فرمائی کہ بجائے ان فالتو activities کے آپ آرام سے سویا کرو۔ اگر نیند نہ آئے تو کیا کرو......

تیسری بات عبادات کے بارے میں ہے۔ عبادات کا کوئی رسوخ اللہ کے پاس نہیں ہے، داد ہے مگر رسوخ نہیں۔ appriciate ضرور کرتا ہے، اگر آپ تہجد پڑھو گے تو appriciate ضرور کرے گا مگر ایک حدیثِ رسول ﷺ ہے: ''وہ عبادت گزار جو بڑی عبادتیں کرتا ہو، اُس کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو صبح وشام پانی بھرتا رہتا ہے''۔ عبادت کے پیچھے شعور ہونا چاہیے۔ بہت ساری عبادات عقل، شعور، نیت اور اخلاص سے عاری ہوتی ہیں۔ ایک حدیثِ مسلم ہے جو آخری احادیث میں سے ہے کہ جب بہت سارے لوگ اللہ کے حضور سے ملائکہ جنت میں لے جا رہے ہوں گے،

ماشااللہ بڑی مقدس شخصیات ہوں گی، زمین وآسمان میں ان کا بڑا احترام ہوگا تو خداوندِ کریم ان کے لئے صدا لگائیں گے کہ ان کو جہنم میں ڈال دو۔ ملائکہ تعجب سے پوچھیں گے، یہ استعجاب ہوگا انکار نہیں کہ اے پروردگار! ان کے تو نامۂ اعمال کی نیکیاں شرقاً غرباً لکھ لکھ کر ہمارے تو قلم ہی سوکھ گئے تھے اور آپ فرمارہے ہیں کہ انہیں جہنم میں پھینک دو۔ اللہ فرمائے گا کہ میرا اور میرے بندے کا ایک معاملہ ہے جسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ اخلاص ہے۔ خواتین وحضرات! اس سے کم ازکم ایک بات کا تو پتہ چلا کہ فرشتے اندر نہیں جھانک سکتے، وہ ہمارے اعمال تو ریکارڈ کر سکتے ہیں مگر وہ ہمارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتے اور اندر کی بات صرف اللہ ہی جانتا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق 16:50)

(اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔)

سوال: آپ نے ذکر کیا کہ اللہ جس کے چاہتا ہے، اس کے درجے بلند کر دیتا ہے، اسی طرح کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اسی طرح یہ بھی ہے کہ نیکی اور بدی خدا کی طرف سے ہیں اگر نیکی اور بدی کی اجازت بھی ہمیں اللہ کی طرف سے ملے گی۔ جب سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو پھر انسان کی acountability کس طرح ہوسکتی ہے اور یہ کہ جب تبدیلِ قبلہ کا حکم آیا تو صحابہ کرامؓ نے جو نبی پاک ﷺ کی امامت میں نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے بغیر کوئی سوال کئے اپنا رخ بدل لیا۔ اس کے فوراً بعد یہ آیت لکھی ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے نیکی کی ہدایت کرتا ہے۔ نیکی اور بدی کی توفیق کا اللہ کی طرف سے ہونے کا مطلب واضح کریں۔

جواب: میں آپ کو واضح کر دوں کہ اس میں دس لوگوں نے رخ بدلا اور باقی اپنے رخ پر قائم رہے اور اُن دس لوگوں کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں اور اُن کو خدا کے رسول ﷺ نے زندگی میں جنت کی بشارت دی، مگر باقی لوگ بھی ٹھیک تھے۔ اُن کو بعد میں بتایا گیا کہ کعبہ کا رخ بدل گیا ہے۔ انہوں نے شروع میں اس بات کو نہیں سمجھا تھا تو باقی لوگوں کو چھوڑا نہیں گیا، وہ بھی اصحابِ رسول ﷺ تھے مگر چونکہ انہوں نے رسول ﷺ کا رخ بدلتے دیکھ کر اپنے بھی رخ بدل لئے تھے اس لئے وہ اصحابِ سابقون کہلائے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ o اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ o (الواقعہ 56:10-11)

(اور جو سبقت لے گئے وہ مقرب لوگ ہیں)

چونکہ وہ قریب کے لوگ تھے، حکمت اور اندازِ رسول ﷺ کو سمجھتے تھے۔

دیکھیں کہ خدا کی طرف سے کیا ہے؟ خدا کی طرف سے آپ کا رزق ہے، آپ کی placing ہے، آپ کے مقامات ہیں، آپ کے سونے جانے کی جگہ ہے مگر اس کے علاوہ اس نے ایک باریک سے انتخاب کے لئے آپ کو آزاد چھوڑا ہوا ہے۔ اور پھر دیکھئے جب آپ صابن خریدنے یا کپڑا خریدنے جاتے ہیں تو آپ اپنی choices پر کبھی نہیں یہ کہتے کہ خدا نے مجھے یہ چنوایا ہے آپ یہ نہیں کہتے کہ خدا نے مجھے اس صابن کا ذوق عطا کیا ہوا ہے۔ آپ اس کا claim خود کرتے ہو، اسکا دعویٰ خود کرتے ہو، آدمی جب اُس انتخاب کا دعویٰ کرتا ہے تو پھر خدا کے بارے میں یہ گلہ نہ کرے۔ خدا فرماتا ہے کہ جو میں نے

پہلا contract انسان کے ساتھ کیا ہے وہ میں نے ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ وَكَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ رَحْمَةً کہ ہر حال میں اپنی مخلوق پر رحمت فرماتا ہوں۔اب ذرا سوچ کر بتایئے کہ کیا رحم میں عذاب یا دوزخ شامل ہوسکتا ہے؟ خدا ایسا نہیں کرتا It is not the intention of God to send anybody in Azaab. جب اس کی intention نکل گئی تو پھر ہم نے دیکھا کہ جواز کیا بنتا ہے۔ کیوں جہنم میں لوگ داخل ہوں گے؟ اور کیوں نہیں داخل ہوں گے؟ اور دیکھئے خدا نے معیار کیا رکھا ہوا ہے؟ معیار اتنا کم ہے کہ آپ یقین نہیں کر سکتے۔ حضورِ گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایک مرتبہ دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا اُس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی اور یہ صحیحین میں سے ایک صحیح حدیث ہے۔ اب دوسری سنیئے کہ اللہ نے اُس شخص پر نارِ دوزخ حرام کر دی جس کی آنکھ سے ایک آنسو اللہ کے لئے گرا۔ اب اس کے باوجود اگر حضرتِ انسان گلہ کرے کہ اللہ نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے تو وہ اُن کا problem ہے۔ خدا نے ذہنی اور اخلاقی سطح پر اپنی تسلیم کا کتنا کم معیار رکھا ہے۔

دوسری بات یہ کہ خدا عذاب دیتا ہے تو ایسی کوئی بات نہیں، یہ یاد رکھیئے کہ اللہ نے کسی گناہ کا انجام جہنم نہیں رکھا، میں اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہہ رہا، فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر 53:39)

اے پیغمبر! ان سے کہہ دے کہ تم نے بڑا اسراف کیا ہے۔ اسراف اپنے گناہ و ثواب کا ہے۔ میرے پاس کچھ صلاحیتیں ہیں جنہیں میں constructively استعمال کر کے اپنے مقاماتِ زندگی بھی سہل کر لیتا ہوں اور مقاماتِ آخرت بھی سہل کر لیتا ہوں۔ میرے پاس کچھ جبلتیں ہیں کہ اگر میں کم کھاؤں گا، درمیانہ کھاؤں گا، اگر میں زیادہ پیٹ نہیں بھروں گا تو شاید میں stomach disorder سے بھی بچ جاؤں، تو اس اعتدال سے میں اپنی عمر پوری کر لیتا ہوں جو ستر، اسی سال ہیں۔ اگر میں اعتدال نہیں برتتا تو میں حلال ترین چیزوں کے استعمال سے بھی بیمار ہو جاؤں گا۔ ہوسکتا ہے کہ ٹماٹر کھانے سے بھی میں cancer تک پہنچ جاؤں۔ تو خدا کہتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے self کو ناجائز خرچا' انہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اسراف کا مطلب تو آپ جانتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ نے کہا:

لَا خَيْرَ فِي الْاَسْرَافِ وَلَا اَسْرَافَ فِي الْخَير

(اسراف میں کوئی خیر نہیں اور خیر میں کوئی اسراف نہیں) یعنی جو لوگ اپنے آپ کو مناسب حدود میں رکھ کر خرچتے ہیں وہ لمبی عمر پاتے ہیں، زندگی پاتے ہیں۔ یہ اللہ کا قانون ہے۔ اب ظاہر ہے جو اس اعتدال سے گزرے گا وہ اپنی موت کی گھڑی بھی تبدیل کر لے گا۔ دستور میں تو اللہ نے یہ لکھا ہوا ہے مگر اس میں کئی چیزیں ایسی ہیں جو اُس دستور کو بدل دیتی ہیں۔ جیسے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ وہ لوگ جو لوگوں کی خدمت کرتے ہیں، لوگ ان کے لئے دعا کرتے ہیں تو اللہ اُن کی عمر بڑھا دیتا ہے۔ Now there is an exception, there is another exception also which can change جو زندگی بڑھا بھی سکتے ہیں، جیسے میں نے پہلے بھی آپ کو حدیث سنائی کہ خدا کے لئے زندگی بڑھانا کتنا آسان کام ہے۔ اس پوری دنیا کی زندگی آدھا دن بڑھانا آسان ہے یعنی پانچ سو برس So there is only one finality that lies with God. باقی جو اصول ہمارے سامنے بتائے جاتے ہیں، یہ اُس وقت تک اصول ہیں جب

Marfat.com

تک ان کی تبدیلی کے لئے خدا کی مرضی اُس میں شامل نہیں ہوتی۔

حضرت زکریاؑ کی بیوی دو سو برس کی تھی اور وہ خود تین سو برس کے تھے، اور دعا مانگ رہے تھے کہ اللہ مجھے بیٹا دے، آلِ داؤد کا وارث دے، پھر فرشتہ آیا، محراب میں سے بشارت دی، صدا دی، کہا کہ اے زکریا: ''تجھے ایک بیٹا عطا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ ہوگا''۔ فرمایا: کیسے؟ اب دیکھئے آپ ایک ناممکن دعا مانگ رہے ہو، پھر جب خدا نے کہا کہ دوں گا تو کہتے ہو کیسے؟ تو خدا نے کہا: یہ کیا طریقہ ہوا کہنے کا؟ اوّل دعا ہی نہیں مانگی تھی، اگر یہ میرے لئے اتنا ناممکن کام تھا تو دُعا ہی نہیں مانگی تھی۔ اب میں دے رہا ہوں تو پوچھ رہے ہو کیسے؟ تو فرمایا اس کی بجائے یہ کیوں نہیں کہتے:

قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (اٰلِ عمران 40:3)

(اسی طرح اللہ وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے)۔ ظاہر ہے اُس کے ساتھ ہمارے personal relationships جگہ جگہ قائم ہیں۔ ہماری اس کے پاس کیا اہمیت ہے؟ جیسے اللہ نے کہا کہ اس کے نزدیک جو قربت کے فاصلے ہیں وہ علم کے ہیں فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر 28:35)

(بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے عالم ہی ڈرتے ہیں)۔ جاہلانِ مطلق کے لئے اللہ آسیب ہے مگر اہلِ علم کے لئے اللہ محبت کی دوری ہے کہ جب اللہ دور جائے گا تو ان کو یقین ہے کہ اُن کے دل ٹوٹنے شروع ہو جائیں گے۔ اسی لئے خدا سے دوری کے بعد ابلیس کو تفنن کے طور پر اقبال نے کہا کہ یہ تو وہ کم بخت ہے کہ اس دکھ میں جلتا ہے کہ خدا نے مجھے دور کر کے انسان کو قریب ترین کر لیا۔ اس حسد کے مارے یہ روتا ہے ورنہ اسے اور کوئی گلہ نہیں ہے۔ اس پوری بات کا net result یہ ہے کہ we are always free in concerns of this , and that is final. اس میں ہم خدا کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے ہم سے کوئی نیکی کروائی ہی نہیں۔ خدا نے ہمارے مقدر میں کوئی جہنم نہیں لکھی۔ Basic contract میں ہی جہنم نہیں لکھی۔ وہ کہتا ہے: وكتب على نفسه رحمة میں نے لازم کر دیا کہ ہر مخلوق پر، ہر انسان پر رحم کروں گا۔ جس پر اس نے رحم کر دیا اُس کے لئے جہنم نہیں ہوگی۔ Now it depends to us کہ ہم جہنم خریدتے ہیں یا جنت۔۔

سوال: کیا جنت اور دوزخ جگہیں ہیں یا states of mind ہیں؟

جواب: احادیثِ رسول ﷺ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جنت اتنی بڑی جگہ ہے کہ وہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں پانچ سو برس لگ جاتے ہیں۔ اُس میں اتنی وسعت ہے کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے instruments of thinking, ہماری imaginations اور ہمارے brain levels کیا ہیں۔ ابھی ہمارے دماغ کے آٹھ کروڑ cells میں سے بمشکل دو چار لاکھ cells کھلے ہیں؟ ابھی ہم اس وسعتِ کائنات کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ Cosmology میں ہر روز پرانے قوانین غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ کوانٹم غلط ہو گئی ہے، Relativity غلط ہو گئی ہے، Special Relativity اور Special Quantum غلط ہو رہے ہیں۔ Certainty اور Uncertainty غلط ہو رہی ہے۔ Everyday we are crossing the new things to understand.

Marfat.com

سوال: ایک آدمی ایک عیسائی کے گھر میں پیدا ہوتا ہے اور دوسرا ایک مسلمان کے گھر میں پیدا ہوتا ہے وہ دونوں ساری زندگی اپنے اپنے آپشنز کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور ان کی death ہو جاتی ہے۔ اب ان کی accountabilities کا کیا ہوگا؟

جواب: virtually خدا اس چیز کا قائل نہیں ہے کہ کوئی مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہے یا عیسائی کے گھر میں۔ پچھلے دنوں جب سوشلزم کی ہوا چلی تھی تو میں اس وقت لاہور میں ٹیچر تھا، میرا ایک student میرے پاس آیا اور کہا کہ پروفیسر صاحب! یہ جو دوسرے پروفیسر صاحب ہیں، جو سوشلسٹ ہیں، کہتے ہیں کہ Muhammad was an agent of the capitalism مجھے بھی یہ بات سن کر غصہ تو بہت آیا۔ اب دیکھئے کہ مسلمان ہوتے ہوئے جو لوگوں میں faith develop ہوا کہ ایک، دو کروڑ تک لوگ اس میں involve ہو گئے۔ کسی نے ایشیا سبز کہا، کسی نے ایشیا سرخ کہا اور اس وقت مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے بے شمار لوگ anti-faith میں چلے گئے۔ گویا ایک سیلاب ہوا کیا کچھ نہیں کر سکتا۔

جب دنیا میں فیشن کی ایک ہوا چلتی ہے تو لوگ اسی طرف چل پڑتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے ایک علامہ دوست سے کہا کہ ستر سال ہو گئے ہیں تم لوگوں کے پائنچے اوپر اٹھانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ایک فیشن کی ایسی ہوا چلی تو سب عورتوں نے بھی پائنچے اٹھا لئے۔ اب غور کریں کہ ایک ہوا گھڑی بھر میں آپ کے ایمان کو بہا سکتی ہے۔ It has so power دوسری طرف وہ لوگ ہیں مثال کے طور پر میرے اپنے زمانے میں چار لوگوں نے ایک طرح کی الٰہیاتی ریسرچ شروع کی، ایک عیسائی، دوسرا بدھسٹ اور تیسرا ہندو تھا۔ ان تینوں کو مذہب تبدیل کرنا پڑا، جبکہ مجھے نہیں کرنا پڑا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہو سکتا ہے کہ چھ ارب لوگوں کو اللہ نہ ملے کیونکہ ان کی self مشروط ہے مگر اگر ایک کو بھی ملے گا تو وہ ہوگا مسلمان۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایم۔ اے لیول کی چیز میٹرک میں نہیں مل سکتی، وہ ایم اے میں ہی ملے گی۔ وہ lesser standards پر نہیں مل سکتی۔ جب قرآن مکمل ہو گیا، نعمت تمام ہو گئی، approaches واضح ہو گئیں، اسباق مکمل کر دیئے گئے تو خدا نے ایک ban لگا دیا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (ال عمران 85:3)

یعنی اسلام مقصود نہیں ہے، اسلام مجبوری ہے ہر اس شخص کے لئے جو خدا کو چاہتا ہے۔ یہ کوئی criteria نہیں ہے کہ مسلمان ہی جنت میں جائیں گے۔ جب چوتھی بار رسولِ اکرم ﷺ شفاعت کے لئے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے پروردگار! ابھی تو میری بہت امت باقی ہے تو اللہ کہے گا کہ نہیں۔ اے محمد ﷺ! یہ تیری امت نہیں ہیں۔ ان کے نام ضرور مسلمانوں والے ہیں، ان کی عادات مسلمانوں والی ہیں مگر یہ مجھے اور تجھے نہیں مانتے تھے۔ اب تیری امت کے صرف وہ لوگ جہنم میں ہیں جنہیں کتاب نے روک رکھا ہے۔ ان پر قرآن ناطق ہے کہ یہ یا تو اندر سے مشرک تھے یا منافق تھے، یہ مسلمان نہیں تھے۔ ان کو بخشش نہیں ملے گی۔ تیری امت میں سے اب کوئی باقی نہیں بچا۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ تجھے آزردہ خاطر نہیں چھوڑیں گے۔ تیرا کوئی بندہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

2nd. Dec. 2006.

Marfat.com

مذہب: قدرِ منتخب یا قدرِ مقتدر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

خواتین وحضرات! I am extremely thankful to the gentleman who invited me here and particularly the treatment they have given to me was simply very wonderful, very cordial, brotherly and magnificent.

خواتین وحضرات! آج کا عنوان ہے کہ مذہب قدرِ منتخب ہے یا قدرِ مقتدر......اگر اس سے پہلے اس کی detail میں جایا جائے تو دنیا کا کوئی بھی فلسفہءِ زندگی، ماضی، حال، مستقبل کائنات اور زمین کے تمام معاملات کو نہیں سمیٹ سکتا۔ آج تک کوئی ایسا فلسفی، دانشور اور مفکر پیدا نہیں ہوا جس نے زمین وآسمان کے تمام معاملات کا بطریق احسن یا فلسفہ ومنطق سے، خیالوں کی روش سے، دانشوری سے ایک متفقہ حل پیش کیا ہو یا ہم پوری کائنات اور مافیہ کائنات کو سمجھنے کے قابل ہو گئے ہوں اور ہم نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ فلاں فلسفہ یا خیال اور فلاں نقطہءِ نظر جو ہے ہماری زندگی، ہماری کائنات، ہماری فکر، ہماری جدتوں کو پوری طرح سمیٹنے کے قابل ہوا ہے۔ سوائے اس کے کہ ہم خدائے واحد اور مطلق کے نقطہءِ نظر سے اس کائنات کو دیکھیں، اس کی ابتدا کو دیکھیں، اس کی انتہا کو دیکھیں، انسان کے مقصد کو دیکھیں، اس کے origin کو دیکھیں تو پھر ہمیں سمجھ میں آتا ہے کہ ہم پوری زندگی کے مطالب اور مقاصد کو سمجھ سکتے ہیں۔ خدا کے علاوہ یا اللہ قادر مطلق کے علاوہ یا هُوَ اللّٰهُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ کے علاوہ ہمارے پاس اس دنیا میں کوئی ایسا نقطہءِ نظر نہیں ہے کہ جو ہمیں زندگی اور کائنات کی مکمل تفصیل دے۔

آیئے ذرا دیکھیں کہ پیشتر اسکے کہ اللہ نے کائنات بنائی، پیشتر اسکے کہ اس نے حیات کو تخلیق کیا، پیشتر اسکے کہ اس نے انسان کو اسکی کوئی ذمہ داری سونپی، پیشتر اسکے کہ لوح وقلم کو تخلیق کیا آخر اُس پروردگار عالم کو، اُس مالک کُل کو کیا سوجھی؟ کس خیال سے master plan کو تیار کیا؟ ایک نہیں سات کائناتیں تخلیق کیں، ایک نہیں سات زمینیں تخلیق کیں اور تمام زمینوں میں اپنا حکمِ عالی اتارا۔ sciences کو ابھی بہت دیر لگے گی۔ ابھی وہ ایک کائنات کی دہلیز کو پار کرنے سے قاصر ہیں، ابھی تو ان کو ابتدائے حال کی خبر نہیں۔ ان کو کیا خبر کہ اللہ نے قرآن میں کیا کہا ہے؟ اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ

Marfat.com

سَبْعَ السَّمٰوٰتِ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۝(الطلاق 12:65) ہم ہی تھے جس نے سات آسمان تخلیق کیے اور خواتین و حضرات! آسمان کیا ہیں؟ علم و منطق کے وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنا تکیہ اور توکل رکھتے ہیں اگر ان کو یہ جاننا ہوتا کہ آسمان کیا ہے تو ایک دوسری آیت دیکھ لیتے: زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ (حم السجدہ 12:41) کہ ہم نے آسمانِ دنیا کو اَن گنت ستاروں سے سجا رکھا ہے۔ خواتین و حضرات! یہ constellation نہیں بنتی یہ galaxy نہیں بنتی بلکہ جہاں تک حدِ نظر ہے، جہاں تک خیال ہے، جہاں تک بلوغتِ فکر کا تصور ہے...... ہمارے حد و حساب سے دور، وہم و گمان کی تخلیق سے بھی دور کائنات وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جملہ دو لاکھ، یا دو billion سورجوں سے سجا رکھا ہے۔ وہ کائنات جس کی دہلیز کو بھی انسان عبور کرنے کے قابل نہیں ہوا ہے، نہ کوئی quantum نہ کوئی relativity اس کائنات کی تفسیر کو پورا کر سکی ہے۔

خواتین و حضرات! خداوندِ کریم نے سات کائناتیں تخلیق کی ہیں اور تواتر سے کی ہیں اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ السَّمٰوٰتِ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ پھر ان میں ایک ایک life belt رکھی، ایک ایک زمین رکھی اور گمان کیا جاتا تھا کہ ہم narcissist، خود پرست ہیں۔ ہماری خودانسیت کا یہ عالم ہے کہ ہم اس پوری کائنات کی تخلیق میں اپنے آپ کو فردِ واحد سمجھتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو وہ اکیلے انسان سمجھتے ہیں، جو شاید پوری اس کائناتی تخلیق کے وارث ہیں۔ مگر ایسا تو نہیں ہے۔ پروردگارِ عالم نے آپ کی علیحدگی کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ خدا تو کہتا ہے کہ ہر کائنات میں ایک life belt تخلیق کی ہے۔ ہر کائنات میں ایک زمین تخلیق کی ہے مگر کیا ان زمینوں میں زندگی ہے؟ کیا آبادی ہے؟ کیا میری اور آپ کی طرح کے لوگ ہیں؟ خدا کہتا ہے يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ ۝ (الطلاق 2:65) ان تمام زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے، قرآن اترتا ہے، کتاب اترتی ہے، رسول اترتے ہیں۔ خدا نے کہا کہ تم جو بہت قائل ہو جدت کے، تم بہت قائل ہو آج کے علوم کے، میں تمہیں صرف اشارتاً کہنا چاہتا ہوں کہ یہ سات کائناتیں، یہ سات زمینیں نہ صرف ان میں میرا حکم اترتا ہے یہ بات صرف اس لئے بتائی کہ اے حضرتِ انسان! اپنی استطاعت پر میرے وجود کا کبھی گمان نہ کرنا۔ اپنے خیال کی معرفت کو میری معرفت میں حائل نہ کرنا۔ میں اتنا بزرگ و برتر ہوں کہ جب میں بڑا ہوں تو پھر کوئی اور بڑا نہیں ہے۔ نہ زمین میں، نہ آسمان میں۔ میں ہی اللہ اکبر ہوں۔ اب خداوندِ کریم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب تمہیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (الطلاق 12:65) تاکہ تم جان سکو کہ تم جس خدا کی پرستش کر رہے ہو وہ ایک Continent اور Sub-continent کا مالک نہیں ہے۔ وہ دو چار پلیٹیں تخلیق کر کے زمین نہیں بنا رہا بلکہ یہ وسعتِ افلاک اُس (انسان) کے تصور میں شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

خواتین و حضرات: اب غور کیجئے گا کہ انسان اس زمین پر تیس ہزار سال سے ہے۔ تہذیب کی عمر کی ابتدا تیس ہزار سے چالیس ہزار سال کے درمیان ہے۔ انسان اس زمین پر موجود ہے اور آج کے دن تک اس کا تمام فلسفہ و فکر اور سائنس ان دو جملوں کا جواب نہیں دے سکتے جو خدا نے آج سے پندرہ سو برس پہلے بڑے معمولی سے انداز میں کہے، ڈانٹ کر کہا، ڈپٹ کر کہا، اہلِ علم کو کہا، سائنس دانوں کو کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے یہ کائنات کیسے بنائی ہے جس میں تم

رہتے ہو؟ اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا(الانبیا 30:21) How dare you deny me ? ،اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا تمہیں انکار کی مجال کیسے ہے؟ تم کیسے بھی دانشور ہو، کتنے بھی بڑے سائنس دان ہو؟ تمہیں نہیں پتہ کہ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (الانبیا21:30)، کہ ابتدائے حال میں پوری کائنات ایک وجود تھی۔ تمہیں معلوم نہیں کہ پوری کائنات ایک وجود تھی۔ یہ split نہیں تھی۔ یہ ابھی galaxies میں نہیں بٹی تھی. یہ ایک وجود تھا اور پھر ہم نے اسے پھاڑ کر جدا کر دیا۔ پھر ہم نے اس کے علیحدہ علیحدہ حصے بنائے، پھر ہم نے ایک بہت بڑی دنیا کو اسی ایک وجود سے تخلیق کیا اور دوسری ملحقہ آیت میں بڑی سادہ سی بات کی جو شاید آپ کو Sir James Jeans نے سنائی ہوگی۔ شاید حیاتیات کے بہت سارے علما نے بہت بڑی research کے بعد سنائی ہوگی۔ فرمایا: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (الانبیا21:30) کہ ہم نے تمام حیات کو پانی سے تخلیق کیا۔ ایک جگہ کائنات کی تخلیق کی بات کی اور کہا اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا تم کیسے میرا انکار کر سکتے ہو اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا پہلے پوری کائنات صرف ایک وجود تھی پھر ہم نے اسے پھاڑ کر جدا کر دیا۔ اور دوسری آیت میں حیاتیات کا اک مطلق اصول دیا: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ کہ ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ 'اَیْنَ کَانَ رَبُّکَ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ ط قَالَ کَانَ فِیْ غَمَامٍ کَانَ تَحْتَهٗ هَوَاءٍ وَفَوْقَهٗ هَوَاءٍ کہ انسانوں کی تخلیق سے پہلے، بندوں کی تخلیق سے پہلے، تمام مخلوقات کی تخلیق سے پہلے اللہ کہاں تھا؟ اس جواب پر غور کیجئے گا اور یہ یاد رکھیے کہ پیغمبرانِ کریم اس لئے پیغمبر ہوتے ہیں کہ اپنی قوموں کے سب سے بڑے intellectual بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان کی ذہانتوں میں کمی ہو تو ان کی امتیں اٹھ کر یہ طعنہ دے سکتی ہیں کہ کیا ضرورت تھی کہ ایک کم تر عقل کے انسان کو پیغمبری دے دی۔ ایک کم فہم کو پیغمبری دینے کی کیا ضرورت تھی؟ (ہم جیسے بڑے بڑے دانشور پڑے تھے۔ ہم جیسے عالم اور secular scholar پڑے ہوئے تھے۔) تو پھر خدا نے ایک غریب سے آدمی کو اٹھا کر اتنا بڑا پیغمبر کیوں بنا دیا؟ یہ یاد رکھیے گا کہ پیغمبر ہر زمانے میں ایک Top most intellectual ہوتا ہے خواہ وہ حضرت موسیٰ ہوں، خواہ حضرت عیسیٰ ہوں intellect top grade ہونے کے بغیر اور top most commitment, الٰہیات کی arguments. ہونے کے بغیر کوئی شخص اپنے دین کو سلامت نہیں رکھ سکتا پھر There is no history of making belief in faith تمام make belief ایسی مطلق جہالت ہے۔ جو اپنا خیال خود defend نہیں کر سکتا وہ کسی دوسرے کے خیال کو کیسے defend کر سکتا ہے۔ جو dogma اعتراض نہیں سہہ سکتا اور جو اصول مذہب پر اعتراض نہیں سہہ سکتا وہ کم تر مذہب ہے۔ وہ کم از کم خدائے علیم و حکیم کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رکھیئے کہ خدا علیم و حکیم ہے۔ خدا طعنہ دیتا ہے۔ اہلِ کفر کو، بار بار طعنہ دیتا ہے کہ اگر تم ہوش رکھتے، اگر تم علم رکھتے، اگر تم آباؤ اجداد کے دین پر قائم نہ ہوتے اور جو صلاحیت، فہم و فراست میں نے تمہیں عطا کی ہے ، اگر تم اسے استعمال کرتے تو تم ہمیں جان لیتے۔ کیا خیال ہے آپ کا کہ جو اہلِ کفر کو طعنہ دے رہا ہے کہ تم اپنی عقل استعمال نہیں کرتے تو وہ ان مسلمانوں کو نہ دے گا، جو صدیوں سے ایک فرسودہ مذہبی تصور کو پالے بیٹھے ہیں؟ جنہوں نے اپنے

Marfat.com

پروردگار کو کوئی ذاتی فکر نہیں دی، کوئی غور و فکر کا element نہیں دیا، کوئی سوچ نہیں دی۔ جن کے لیے بس یہ کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے دین پایا۔ کیا خدا کے انصاف میں اہلِ کفر کو طعنہ جائز ہے اور ہم کو جائز نہیں ہے؟ کیا اُس make belief کو، اُس اندھا دھند اعتقاد کو یہ طعنہ جائز نہیں ہے جو آج ہم اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں؟

خواتین و حضرات! پوچھا گیا پروردگار کے رسول اللہ ﷺ سے اَیْنَ کَانَ اللّٰہُ قَبْلُ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ قَالَ کَانَ فِیْ غَمَامٍ کَانَ تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ وَ فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ کہ خدا دھند میں تھا، بادلوں میں تھا ایسے بادلوں میں تھا جن میں پانی ملا ہوا تھا May be you can translate into moisturised gases, آپ اسے صدیم کہہ سکتے ہو۔ آپ کے پاس آج بہت سی terms ہیں اُس ہوا کو explain کرنے کے لیے...... رسول اللہ ﷺ کے الفاظِ مبارکہ کے مطابق وہ غمام میں تھا، ایسے بخارات میں تھا، moisturised clouds میں تھا۔ اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور نیچے بھی ہوا تھی۔

خواتین و حضرات! اس مختصر سے جواب میں کتنی بڑی گہری سائنسی صداقتیں نظر آتی ہیں؟ He was not a scientist۔ علم غیب کیا ہے؟ شہادت کیا ہے؟ لوگ پوچھتے ہیں کہ غیب کا علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟ خواتین و حضرات! غیب relative چیز ہوتی ہے۔ غیب مطلق چیز نہیں ہے۔ ایک شخص کسی حال میں کسی سے غیب میں ہوتا ہے اور دوسرا اس کے حاضر میں ہوتا ہے۔ ایک شخص نے دس ہزار کتب پڑھی ہیں اور کسی نے پانچ ہزار کتب پڑھی ہیں۔ پانچ ہزار کتابیں دورِ حضور میں ہیں اور جب چھٹا ہزار شروع ہوگا تو ایک غیاب میں چلا جائے گا اور ایک پھر بھی شہادت میں ہوگا۔ تمام غیب information پر ہے۔ تمام information، انفارمیشن دینے والے پر ہے۔ کسی کو خدا ایک لفظ کی information نہیں دیتا اور کسی کو پوری کائنات کی information دے دیتا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص تمام زمانے میں، تمام سندوں، تمام زندگیوں، تمام معاملات میں اپنی informations کو بانٹتا پھرے۔ جو ضروری باتیں ہیں اللہ اپنے پیغمبر اِن مطلق کو ان کی خبر دیتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو...... کہ جب Mary Magdalene کو یہودی ربی پتھر مارنا شروع ہوئے تو آپؑ وہاں جا کر کھڑے ہوگئے اور کہا کہ تم اسے جس جرم کی سزا دینے والے ہو، تو میں تمہیں بتاؤں کہ اس کو پہلا پتھر وہ مارے جس نے خود یہ فعل نہ کیا ہو اور ساتھ ہی کہا کہ خبردار مجھے challenge نہ کرنا...... قرآنِ حکیم کی زبان میں پیمبر نے کہا کہ یہ دیکھنا کہ اِسے پہلا پتھر وہ مارے جو خود پاک صاف ہو اور اگر تم نے غلط بیانی کی تو، وَ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ (آل عمران 49:3) میں بتا سکتا ہوں کہ تم گھروں میں کیا چھپاتے ہو اور کیا کھاتے ہو۔ خواتین و حضرات! پیغمبر کے پیچھے source of information تھی، پیچھے جبرئیلِ امین بیٹھے تھے، پیچھے اللہ تھا اور جس کی source of information اللہ ہو، اس کے علم کے بارے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ باقی پیمبر علیہ السلام local تھے، ان کی حدودِ علم local تھی مگر یہ ایسا پیمبر ﷺ تھا...... نادرۂ روزگار...... اس جیسا کوئی بھی نہیں تھا؟ پھر خداوندِ کریم نے اس کی عقل کو تمام زمانوں پر حاوی کیا، اس نے ہمیں ابتدا کی خبر دی اور انتہا کی خبر دی۔ اس نے ہمیں بتایا کہ جنت کیا ہے؟ انھوں نے ہمیں بتایا کہ عصرِ حاضر کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ عصرِ آخرت کیا ہے؟ فرمایا رسول ﷺ نے،

Marfat.com

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں رسول ﷺ کا معجزہ ہے۔ پورے زمانوں کی خبر دی، پورے زمانوں کو چار حصوں میں بانٹا۔ کہا: کیا حال ہوگا تم لوگوں کا جب تم کسریٰ کو شکست دو گے اور اس پر غالب آؤ گے۔ یہ بڑا دلچسپ واقعہ ہے خواتین و حضرات! کہ حضورِ گرامی مرتبت نے جب سراقہ بن جعشم کو جوان کے پیچھے چلا تھا اور بعد میں معذرت کی، تو حضور ﷺ نے اس سے کہا کہ سراقہ تیرا کیا حال ہوگا کہ جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔ حضور ﷺ فوت ہوئے، زندگی سے گئے، عالمِ بالا میں روپوش ہوئے، حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت آیا، مدائن فتح ہوا، کسریٰ کے کنگن آئے، کسریٰ کے جب کنگن آئے تو حضرت عمرؓ نے سراقہ کو طلب کیا۔ جب اس سراقہ کو کنگن پہنائے گئے تو اصحاب رسول ﷺ روئے اور فرمایا کہ آج رسول اللہ ﷺ کی وہ بات کیسے پوری ہوئی جو آپ نے بہت پہلے کی تھی۔

خواتین و حضرات! فرمایا کہ تم کسریٰ پر غالب آؤ گے۔ پھر تم اہلِ روم سے جنگ لڑو گے، قیصرِ روم سے جنگ لڑو گے، تم اس پر غالب آؤ گے۔ پھر فرمایا کہ تم ڈھال جیسے والے چہروں اور چمڑے کے جوتوں والوں سے جنگ کرو گے اور ان پر غالب آؤ گے اور پھر فرمایا کہ زمانہء آخر میں تم دجال سے جنگ کرو گے اور تم اس پر غالب آؤ گے۔ خواتین و حضرات! تین زمانے گزر گئے۔ مدائن کی جنگ میں مسلمان کسریٰ پر غالب آئے، انطاکیہ کی جنگ میں مسلمان روما پر غالب آئے۔ معرکہ عینِ جالوت میں منگولوں پر غالب آئے اور اب آخری جنگ کے لیے مسلمانوں کو فتح کی نوید حاصل ہے اور باوجود اس اضمحلال کے جو آج طاری ہے اور اُس اضطراب کے جو سینہء مسلم میں موجود ہے، اللہ کے فضل سے، آپ ہوں نہ ہوں، یہ حدیث ہر حال میں پوری ہوگی کہ مسلمان دجّال پر غالب آئیں گے۔

خواتین و حضرات! اللہ نے جب یہ کائنات بنائی تو اس کی تخلیق کا ایک مقصد رکھا۔ یہ کائنات بے محض ہے، بے مقصد ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں، اگر میں اسے معنی نہ دوں، اگر آپ اسے معنی نہ دیں۔ اگر چاند سے روایت وابستہ نہ کرو، سورج اور آفتاب کو آپ استعاروں میں نہ لپیٹ دو تو سب بے معنی ہیں۔ مقصدِ زندگی مقصدِ کائنات ہے۔ انسان بھی مقصدِ کائنات تھا اور جب انسان کو تخلیق کرنا چاہا تو اس کا مقصد اس سے پہلے مقرر کیا اور یہ بڑا عجیب و غریب مقصد تھا۔ اللہ کے پاس ایک عجیب و غریب شئے تھی، ایک عجیب و غریب نعمت تھی۔ اللہ نے فرمایا کہ جب میں نے عقل کو پیدا کیا تو اسے کہا: ذرا مجھے چل کر دکھا۔ پھر عقل نے اپنے بال و پر دکھائے، نازو ادا سے اٹھلائی، چلی، بڑھی، تو پھر خدا نے کہا کہ میں نے کیا خوبصورت شے تخلیق کی ہے، مگر دے گا کس کو......؟ یہ امانت دے گا کس کو......؟ تو فرمایا اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ (الاحزاب 72:33) کہ میں امانت لیے لیے پھرا۔ آسمان اور اسکی مخلوق کو، زمین اور اسکی مخلوق کو، پہاڑوں اور اسکی مخلوق کو کہا کہ میری امانت کو کون قبول کرے گا اللہ نے کہا: اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ (الاحزاب 72:33) سارے ڈر گئے، کسی نے risk نہیں لیا، کسی نے عقل کو ہاتھ نہیں بڑھایا۔ ہم نے ہاتھ ڈال دیا۔ ہم نے سوچا کہ خلافتِ زمین و آسمان مل رہی ہے، بڑا ترفع ہے، حکومت کائنات مل رہی ہے۔ ہم خلیفۃ اللہ فی الارض بھی اور کائنات بھی۔ تو ہم نے چاہا فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا

Marfat.com

اَلْاِنْسَانُ risk بہت بڑا تھا، عذاب کا risk تھا، جہنم کا risk تھا۔ آرام سے پڑی ہوئی چیزیں تھیں۔ سو انھوں نے سوچا کہ ہمیں risk لینے کی کیا ضرورت ہے؟ وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ انسان آگے بڑھا کہ کوئی بات نہیں ہے۔ شروع سے ہی تکبر کا مارا ہوا تھا۔

شروع ہی سے عزت افزائیاں ڈھونڈ رہا تھا۔ مخلوقات میں اپنی برتری کے احساس کو اجاگر کر رہا تھا تو اللہ نے اُس پر ایک judgement دی اِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب : آیت۔72) (بڑا ظالم ہے بڑا جاہل ہے۔) بھلا اللہ کو کیا نقصان پہنچا سکتا تھا؟ مگر یہاں ان دو جملوں کا مطلب ہے کہ بڑا ظالم ہے، اپنے اوپر ظلم کرتا ہے، بڑا جاہل ہے کہ اس امانتِ علیہ کے اصلی مقام کے مدنظر اسے اس کی ذمہ داری کا احساس نہیں ہوا، کہ کتنا مشکل کام ہے He over-estimated himself and under-estimated the job اِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا اپنے job کو under-estimate کر گیا۔ معرفتِ عقل کے job کو under-estimate کر گیا کہ عقل سے اللہ نے کیا کام لینا ہے؟

خواتین و حضرات! ذرا نظر دوڑائیے کہ عقل کس کام کے لیے تھی؟ اس کی priority کیا تھی؟ اسکا انتخاب کیوں کیا گیا تھا؟ اسکی اس قدر میں کیا ایسی چیز تھی کہ اللہ نے انسان کو اِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا کہا کہ بھلا تم کیسے بڑے بنتے ہو؟ اے لوگو! اے انسانو! کتنے بڑے بنتے ہو؟ کیا خود غرضانہ حماقتوں میں اپنے آپ کو تلذذ و تردد سے آشنا کرتے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارا origin کیا ہے؟ جب خدا نے تقویٰ پر گلہ کیا جیسے کوئی دوست کسی دوست سے گلہ کرتا ہے۔ یار! میں جانتا ہوں تمہارا بچپن میرے ساتھ گزرا ہے، میں جانتا ہوں تم کتنے پاک باز ہو؟ ہم سے ہی دعویٰ تقدس ہے۔ جب خدا نے انسان کو کہا فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو کبھی مقدس نہ کہنا، یہ دعویٰ تقدس میرے سامنے......؟ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم 32:53) اور میں بڑی اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم لوگ کتنے متقی ہو؟ میں تمہیں اس دن سے جانتا ہوں جب میں نے تمہیں زمین کے دامن میں رکھا اور میں تمہیں اس دن سے بھی جانتا ہوں جب میں نے تمہاری ماؤں کے رحم میں تمہیں رکھا۔ مجھ پر دعویٰ تقدس......؟

خواتین و حضرات! اسی origin کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ کرتا ہے۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ" مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (الدھر 1:76) صدیوں، برسوں، مدتوں، ارب ہا ارب سال اے انسان! تو زمانے میں ایسے رہا کہ کوئی قابلِ ذکر شئے نہ تھا۔ آدم تو قابلِ ذکر ہے، یہ انسان بھی قابلِ ذکر ہے۔ مگر یہ کوئی ایسا مرحلہ ہے، کوئی algae تھا، کوئی بوٹے کی طرح کسی پتھر سے چپکی ہوئی کائی تھی۔ کیا تھا انسان؟ کوئی قابلِ ذکر شئے نہ تھا۔ ایک amoeba تھا، ایک single cell تھا؟ حیات کا پہلا cell، کوئی وجود نہیں رکھتا تھا، نہ شناسائے فطرت تھا۔ خیال کی وسعتوں سے دور، وہم و گمان تک develop نہیں ہوا تھا۔ ایک معمولی سا ذرہ، ہیچ مقدار، حقیر پر تقصیر، جو آج بھی آپ کاغذوں پر لکھتے ہو مگر اس کا اصلی مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ خود کو حقیر سمجھ رہے ہو۔ مسکینی میں بھی آپ عزت ڈھونڈتے ہو......، فرمایا هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ" مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا پھر ہم نے کیا کیا؟ اِنَّا

Marfat.com

خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ (الدھر 2:76) ہم نے نطفہء انسان کو single cell سے double cell میں ڈھال دیا۔ پہلے amoeba or paramecia تھا۔ اب ہم نے اس single nucleus کو divide کر دیا۔ female اور male میں انسان کو ڈھالنا شروع کر دیا۔ اب نطفہ مخلوط ہوا۔ اب بھی کسی قابل نہیں تھا۔ نہ قابلِ ذکر تھا۔ کوئی system develop نہیں ہوئے تھے فرمایا نَبۡتَلِیۡہِ بہت ساری مخلوق اکٹھی آ رہی تھی۔ ہم نے چاہا کہ ہم اپنے اس design کو آگے بڑھائیں، اس کی graphics بنائیں۔ ہم نے چاہا کہ اس خصوصی مخلوق کو آگے بڑھائیں، ہم نے اسے آزمائش میں ڈالنا چاہا، اس کو پرکھنا چاہا فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًام بَصِیۡرًا (الدھر 2:76) ہم نے اسے پہلے سماعت کے system دیئے، وہ زیادہ complicated نہیں تھے۔ ہم نے ایسا سسٹم دیا جس سے یہ سن سکے۔ پھر اس کو اس سے زیادہ complicated سسٹم دیئے فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًام بَصِیۡرًا ہم نے اسے بصارت کے سسٹم دیئے۔ اب یہ physically پورا ہو گیا۔ شاید یہ اس کی Homo-Habilis کی Stage تھی۔ یہ ابھی Homo-Sapiens کی stage پر نہیں پہنچا تھا، نہ اسے Homo-Sapiens Sapiens کہتے تھے، نہ اسے سوچتا ہوا انسان کہتے تھے، نہ اسے بہت سوچتا ہوا انسان کہتے تھے۔ تو فرمایا اب ہم نے وہ چیز جو روزِ ازل سے اس کا مقدر تھی، وہ چیز جس پر ہمیں ناز تھا، جس کو ہم نے کہا تھا کہ چل کر دکھا، تیرا وارث بھی کوئی حسین مخلوق ہو گا۔ وہ امانت جو ہم نے پہاڑوں اور زمینوں کو عطا کی تھی۔ اِنَّا ھَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ۔ اب اسے ہم نے عقل، معرفت، روشنی خیال بخشی۔ رستہ سمجھنے کی توفیق بخشی۔ دانشوری دے دی اور کہا کہ صرف تیرا ایک کام ہے۔ اے عقلِ انسان! اے سوچنے والے! اے Homo-Sapiens تیرا صرف ایک کام ہے...... اس عقل کی سب سے بڑی priorty صرف ایک ہے۔ ذہن و معرفت کی ترجیحِ اول صرف ایک ہے اِنَّا ھَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا (الدھر 3:76) چاہو تو ہمیں مانو، چاہو تو ہمارا انکار کر دو۔

خواتین و حضرات! خدا کے حضور سے، پروردگارِ عالم کے حضور سے، آپ کے شعور، آپ کی عقل، آپ کی معرفت، آپ کی intellectual capacity کی صرف ایک ترجیح ہے۔ باقیوں سے اس کا کوئی مطلب نہیں۔ چاہے تو اس کا انتخاب کرو، غور و فکر کرو، چاہو تو اس کے بارے میں سوچو، اس کو جاننے کی کوشش کرو۔ چاہے اس کا انکار کر دو۔ ایسا بڑا استاد آپ نے کہیں دیکھا؟ فنا اور جزا کی پوری قوتیں رکھتا ہے۔ پلک جھپکنے میں پوری کائنات کو مسمار کر سکتا ہے کُلُّ مَنۡ عَلَیۡھَا فَانٍ (الرحمٰن 26:55) تمام زندگی برباد کر سکتا ہے۔ اپنی بنائی ہوئی تخلیقات کو وجود سے فنا میں ڈال سکتا ہے۔ مگر یہاں کتنا بڑا choice دے رہا ہے، یہاں برا نہیں منا رہا: (چاہے تو مجھے مانو چاہے میرا انکار کر دو۔) تمام بڑے استاد choice دیتے ہیں۔ اگر انہوں نے آپ کو یہ قدرِ منتخب عطا کرنی ہے تو جبراً نہیں۔ میرے استاد و مرشد سیدنا شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت خدا ظاہر کیوں نہ ہو گیا؟ یہ فسادِ خلق ختم ہو جاتا۔ فرمایا کہ اگر خدا ظاہر ہو جاتا تو ایمان جبر ہو جاتا اور بتاؤ تو سہی کہ کیا آدم نے حضورِ یزداں خطا نہ کی تھی؟ اور اگر آپ حضورِ خداوند بھی ایسی ہی خطائیں کرتے رہتے تو پھر آپ کو بخشنے کا کوئی element اس کے پاس نہ رہتا۔ اس لیے خدا کا غیاب میں جانا رحمت

Marfat.com

پروردگار کا سب سے پہلا ثبوت ہے۔ اس نے آپ کو advantage دیا، اس نے آپ کو موقع دیا۔ اس نے آپ کو بخشے کا سب سے بڑا بہانہ یہ ڈھونڈا کہ مجھے تم لوگوں نے دیکھا تھوڑا ہی ہے؟ میں تمہارے حواس خمسہ میں تو نہیں آتا۔ پھر اگر کوئی انسان خطا کرے اور جب غور و فکر سے مجھے پہچانے گا تو میں اس کے انعامات بے شمار کر دونگا۔ اس کی بلندی آسمان گیر ہوگی۔ وہ تو بندہ ہی عجیب و غریب ہوگا۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ہ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ (الواقعہ 56:10-11) جو غور و فکر کرے گا مجھے پہچانے گا، وہ تو میرا بڑا قریبی ساتھی، بڑی محبت کا ساتھی ہوگا۔ خداوند کریم نے کہا ہے کہ اے انسانو! جب تم سوچتے نہیں ہو، میں نے جو نعمت دی، اُسے جب تم exploit نہیں کرتے ہو، جو صلاحیت تمہیں بخشی اسے زنگ آلود کرتے ہو، اسے lesser priorities میں ڈالتے ہو۔

lesser priorities کیا ہیں خواتین و حضرات! خدا نے کسی کو روکا تو نہیں زندگی سے استفادہ کرنے میں۔ مگر ترجیحات کے تعین میں سارا فساد ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم ناقص ترجیحات اور غلط امور بہت دیکھو گے پھر صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھے حوضِ کوثر پر ملو۔ تو پہلی بات ارشاد فرمائی کہ میرے بعد مسلمان ناقص ترجیحات میں بدل جائیں گے۔ یہ ناقص ترجیحات کیا ہیں؟ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مذاہب کا مقصد کچھ بھی نہیں سوائے خدا کے۔ مذاہب کا مقصد شریعت نہیں۔ یومِ اوّل سے لے کے آخر تک، محمد رسول اللہ ﷺ سے اوپر چلتے چلے جائیں۔ سیدنا آدم علیہ اسلام تک شریعتیں بدلتی چلی آئی ہیں۔ آدم کا ایک قانون تھا، حضرت نوحؑ کے دو قانون تھے، حضرت ادریس کے زمانے میں قانونِ قصاص آیا وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ" یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ 2:179) پھر حضرت موسیٰ کا زمانہ آیا Ten Commandments آئیں، وَاِذْاَخَذْنَامِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَاتَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَ قُوْلُوْلِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (البقرۃ 2:83) جوں جوں انسان مکمل ہوتا گیا قوانین بدلتے چلے گئے۔ جب انسان Homo-Habilis سے Homo-Erectus سے Homo-Sapiens سے Homo-Sapiens Sapiens کے روپ میں ڈھلا تو قانون بدل گیا۔ قانون کی مدت زیادہ نہیں ہے۔

Ice age سے New stone age سے آج تک تیس ہزار سال بمشکل گزرے ہوں گے۔ انسانی تاریخ اس کی maturity کے ساتھ ہے، انسان کا وہی حال ہے جو آج بچے کا ہے۔ آپ ایک نوزائیدہ بچے پر قرآن ٹھونس نہیں سکتے، اسکو علم چاہیے، اسکو شناخت چاہیے۔ اسکے فہم و فراست کے آلات مکمل ہوں گے تو اسکو کچھ سمجھ میں آئے گا؟ آپ اس پر کتاب نہیں ٹھونس سکتے ہو۔ شروع میں بھی انسان اس بچے کی طرح تھا۔ وہ بڑی مشکل سے Chimpanzee سے علیحدہ ہو رہا تھا۔ اگرچہ اس کا brain تھا 750CC، تو اس کا مشکل سے سولہ سترہ سوسی ہو رہا تھا۔ ہمارے Next brotherhood سے ہماری جدائی جو اللہ نے کی، وہ ہمارے دماغ کی وجہ سے ہے۔ ہمیں شعور بخشنے کی وجہ سے ہے۔ ہم تو ابھی تازہ تازہ جدائیوں میں تھے، ابھی عقل کا استعمال نہیں آیا تھا۔ اسی لئے تو زمین پر کشت و خون جاری تھا کہ جب اللہ نے ملائکہ سے کہا وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِاِنِّیْ جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرۃ 2:30) ملائکہ نے کہا کہ اے پروردگار کیا ستم ہے؟ تو اس کو

خلافت دے گا؟ اس چالاک انسان کو......؟ جو ہاؤ ہُو کرتا پھرتا ہے، جس کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے، جو ہاتھ میں کلہاڑا لیے ہے The man with the axe, who is blind in massacre of the things, who is killer& only killer۔ اس انسان کو قَالُوٓا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا اے حضرتِ پروردگار اس انسان کو اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا جو صرف فساد کرتا پھرتا ہے وَ يَسۡفِکُ الدِّمَآءَ جو خون بہاتا پھرتا ہے اور ہماری طرف تو دیکھ......!!! وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ (البقرة 30:2) چوبیس گھنٹے تیری تعریف و توصیف میں غرق......اے مالک و کریم! کیا یہ ہم سے زیادہ اچھا بندہ ہے؟ وہ تو نیچے دیکھ رہے تھے وہاں جو Proto type پیدا ہوا تھا اس کی قتل و غارت کے ثمر دیکھ رہے تھے۔ تو مارے حیرت کے عرض کی، اے مالک و کریم اس انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض بناتا ہے؟ اللہ نے کہا: ٹھیک ہے میں تمہیں بتاؤں گا کہ اس میں اور تم میں کیا فرق ہے؟ پھر بہت سارے millennium گزرنے کے بعد ایک آدمی بچایا اور بڑے طریقے سے...... آج بھی وہی کام ہے جو آدم کے زمانے میں تھا کہ وجود نیچے بنتا ہے اور روح اوپر سے آتی ہے۔ وہ جو Proto type تھا، وہ جو فرشتوں کے حضور کا آدم تھا اس کو کہا وَقُلۡنَا اهۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ (البقرة 30:2) نیچے اترو، اور اب تمہارا جنت میں کوئی مقام نہیں ہے۔ نیچے کوئی جگہ ہوتی تو اترتا......

خواتین و حضرات! اس روح کا کوئی وجود بنتا تو نیچے اترتا۔ اسی دوران صدیوں کے تواتر سے نیچے وہ وجود بن چکا تھا۔ اب وہ ایک آدمی بالکل تیار تھا جسے خدا نے Ice age سے بچا کر نکالا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں وہ روح پھونکی۔ آدم زمین پر اُس وجود میں متمکن ہوئے۔ Special creation بھی ہو گئی، Scientific explanation بھی ہو گئی۔ یہ وہ پہلا آدم تھا جس پر خداوند کریم نے اپنا claim رکھا کہ اے ملائکہ تم نے جو انسان دیکھا تھا، اب یہ وہ شخص ہے جو تم سے match ڈالے گا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا علم دیا، عقل تو دے بیٹھا تھا، علم دیا قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا (البقرة 32:2) فرمایا ملائکہ نے فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (البقرة 31:2) اس کو memory دی، retention دی، progeny دی، acceptance دی، اس کو experimentation کی صلاحیت بخشی اور کہا: جاؤ یہ نہ کہنا کہ ناانصافی ہوئی، تم بھی یہ لو۔ جاؤ، جو اسماء اس کو دیے، تم بھی لے جاؤ۔ چلو وقت لے لو......لوٹ کے آنا، مجھے بتانا......کون صحیح، کون غلط، کون سچا، کون معتبر، کون غیر معتبر۔ بہت مدتوں کے بعد ملائکہ بیچارے سر پٹختے آئے۔ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ اے اللہ تُو پاک ہے، آج ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا لَا عِلۡمَ لَنَآ۔ ذرا غور کیجئے کہ کیا کہا فرشتوں نے: لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ہم تو computers ہیں۔ جو تو نے feed کر دیا ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ اس شریف آدمی کو تو نے artificial intelligence بخش دی ہے اور ہمیں نہیں بخشی۔ ہم نے تو صرف اُسی information کو جو تو نے feed کر دی آگے کیا ہے۔ ہم میں assimilation نہیں ہے۔ ہم میں memory retention نہیں ہے ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں جو تم ہمارے اندر feed کرتے ہو۔ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اس کے علاوہ کوئی علم نہیں ہے جو تو ہمیں بتا دے۔ کہا یا اٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ تُو تو بتا تُو نے کیا کیا؟ اچھا شاگرد تھا فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ فر فر پڑھا، الف

سے ابا، الف سے لناں، الف سے آم، یہ کچھ کر کے شروع کر دیا۔ بڑے استاد کی طرح پروردگارِ عالم نے کہا: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ دیکھو میں نہ تم سے کہتا تھا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (البقرۃ 33:2). میں جانتا ہوں جو بنانے والا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ انسانوں کے باطن میں کیا چھپا ہے، مجھے پتہ ہے کہ کس کی صلاحیت کیا ہے؟ اور وہ کس طرح پنپ سکتا ہے؟ مجھے پتہ ہے کہ تمہاری آرزوئیں کیا تھیں؟ یہ خلافتِ زمین و آسمان تم سے نہیں اٹھائی جاتی۔ یہ تو کسی مفکر سے، کسی مدبر، کسی قدیر سے، کسی مرید سے کسی متکلم سے اٹھائی جاتی ہیں۔ میں نے انسانوں سے قدرت چھین لی ہے۔ زمین پر تھوڑا سا عرصہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اَلدُّنیَا سِجنُ المُومِن یہ قید خانہ ہے۔ تھوڑی سی آزمائش ہے۔ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (البقرۃ 36:2) تھوڑا سا قیام، تھوڑا سا فائدہ، تھوڑی سی آزمائش، تھوڑی سی زندگی، ترجیحات کے انتخاب۔

یہ یاد رکھ لیجئے خواتین و حضرات! کہ ترجیحات میں خدا نے سب کچھ گنا دیا، آپ کو بتا دیا کہ ترجیح اوّل میں ہوں۔ چاہو مانو، چاہو نہ مانو۔ یہ تمہاری مرضی ہے۔ اس پر میں عذاب نہیں کروں گا بلکہ میں اہلِ کفر کے در و دیوار چاندی کے کر دوں گا، ان کی سیڑھیاں زرنگار کر دوں گا، زمین پر انہیں عذاب نہیں دوں گا۔ میری ربوبیت میں پہلی صفت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ 1:1) ہے اور مجھے اسی لئے عزیز ہے کہ ربوبیت کے ساتھ میں نے کوئی اعتبار اور یقین وابستہ نہیں کیا۔ چاہے تم مجھے برا سمجھو، چاہے مجھے اچھا سمجھو۔ چاہے دشنام طرازی کرو، چاہے تم مشرک ہو یا کافر ہو تم جو مرضی کرو۔ میں نے ربوبیت میں کسی قسم کی کوئی آلودگی نہیں رکھی۔ یہی میری سب سے بڑی صفت ہے۔ یہی صفت میری تمام صفات پر حاوی ہے کہ میں ربّ کائنات ہوں۔ میں اپنی تقسیمِ اموال میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ پوچھا گیا کہ اے پروردگار تو اہلِ کفر کو رزق زیادہ کیوں دیتا ہے؟ فرمایا کہ مجھے غیرت ہے اس بات کی کہ اگر میں انہیں تنگی دوں، عسرت و افلاس دوں، تو یہ مجھے قیامت کے دن گلہ کریں گے کہ ہم نے تجھے نہیں مانا تھا اس لئے تو نے زندگی میں بھی عیش نہیں کرنے دی۔ تو میں نے تمام مال و اسباب اس لئے دیئے۔ پھر فرمایا: اے مسلمانو! اگر ایک مصلحت آڑے نہ ہوتی تو میں اہلِ کفر کو اتنا دیتا، اتنا دیتا کہ ان کی سیڑھیاں بھی سونے کی کر دیتا...... وہ مصلحت تو بڑی بات ہے ورنہ مسلمان سڑ سڑ کے کافر ہو جاتے۔

مسلمان اہلِ کفر کی صفات آج صرف ان کے رزق کی کثرت کی وجہ سے بیان کرتے ہیں، اسکے علاوہ تو انکے پاس کچھ نہیں ہے۔ مگر خواتین و حضرات کبھی آپ نے اللہ کے قانون کا سوچا ہے؟ کیا وہ غریب قوموں کو مارتا پھرتا ہے؟ تباہی و ہلاکت سے آشنا کرتا ہے؟ کبھی آپ نے تاریخ الٹ کے دیکھی ہے کہ قومیں کب تباہ ہوئیں؟ کب باغِ بابل اجڑا تھا؟ کب نینوا تباہ ہوا؟ کبھی آپ نے دیکھا کہ انطاکیہ کے محل کیوں تباہ ہوئے؟ کبھی فراعنہءِ مصر کو دیکھا کہ کس حال میں تھے؟ کیا وہ غریب تھے؟ وہ دنیا کی سب سے بڑی قوتیں تھیں، دنیا کے سب سے امیر لوگ تھے۔ قوموں کو تباہ کرنے کا پروردگار کا اصول غربت نہیں ہے، فرمایا: ہم تو ایسی بستیوں کو برباد نہیں کرتے۔ ہم تو ان بستیوں کو برباد کرتے ہیں کہ جو امارت میں ہمیں بھول جاتی ہیں وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ م بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا (القصص 58:28) جو اپنی معیشت پر اترا رہے ہوتے ہیں، جو Dollars and Pounds پر اترا رہے ہوتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم وقت کو جلد از جلد

اپنی مصلحتوں میں قید کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں وقت چبھتا ہے۔ ابتلاء کی ہر گھڑی بڑی صبر آزما ہوتی ہے۔ ہم جلد نتائج چاہتے ہیں۔ چاہے وہ کوئی محبت میں الجھا ہوا نوجوان ہو یا مالی گردشوں میں الجھا ہوا بوڑھا ہو یا بڑا ہو۔ ہم برداشت نہیں کرتے۔ علم صبر میں ہے، شناخت میں ہے۔ جب موسیٰ بار بار بے صبری کا مظاہرہ کر رہے تھے تو اللہ نے خضرؑ کے ذریعے ایک اصول علم بخشا وَ كَيْفَ تَصْبِرُ ' اے موسیٰ تجھے صبر کیسے آئے۔ عَلٰى مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (الکھف 68:18) (تجھے علم جو نہیں۔) جس کو علم ہوتا ہے وہی صابر ہے، جس کو شناخت ہے اسی کو پتہ ہے کہ میں اس مرحلہ فکر سے گزر رہا ہوں۔ خداوند کریم انہی قوموں کو برباد کرتا ہے۔ اس کا وقت اپنا ہے، اس کی مصلحتیں اپنی ہیں۔ ہم اوقات کو نہیں جانتے۔ اللہ کے ہاتھوں میں زمانہ ایک تخلیق ہے۔ Unlike the West and unlike the Western philosophers نیٹشے اور فشتے کی طرح نہیں، ہیگل، کانٹ اور برگساں کی طرح نہیں۔ اللہ کے نزدیک، قرآن کے نزدیک Time infinite ہے۔ جہاں بھی آپ قرآن میں زمانے کا ذکر پڑھو گے کُلٌّ "يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (لقمان 29:31) ایک وقت مقررہ ہے، Its a limited time مگر limited بھی اتنا unlimited ہے کہ ہمارے حساب و کتاب میں نہیں آرہا۔ کائنات کی وسعتیں ہمارے حساب و کتاب میں نہیں آرہیں۔ ہم نے Light years کے پیمانے استعمال کر لئے، ہم نے اس سے بھی زیادہ کروڑوں Light years کے packets بھی استعمال کر لئے ہیں مگر ابھی وسعتِ افلاک ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔

اور خواتین و حضرات! کیا عجیب بات ہے کہ جو ہماری مملکت ہے، جس میں ہم نے جانا ہے، یہ تھوڑا سا وقفہ اس میں squeeze کر دیا گیا ہے۔ یہ دنیا کا وقفہ...... اس نے اپنے وجود اپنی شناخت کو ایک پلڑے میں ڈال دیا ہے اور دوسرے پلڑے میں پوری دنیا ڈال دی ہے۔ top priority ایک طرف رکھ دی۔ lesser priorities ساری زندگی پر محیط کر دیں۔" زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ " (میں نے اس دنیا کو شہوات سے مرتب کیا اور اس میں بیوی بچے رکھے، اسباب رکھے، سونا چاندی رکھے، گھوڑے گاڑیاں رکھیں، تمام مراتب دنیا رکھے۔) ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مگر یہ سب کی سب متاعِ حیاتِ دنیا ہے۔ کیا پھر بھی دنیا سے انکار کروا دیتا ہے؟ نہیں، فرق صرف یہ ہے کہ آپ اپنے ذہن کی اُس قدر کی حفاظت کرتے ہیں، اپنے mentally,honestly choices کی حفاظت کرتے ہیں۔ خداوند کریم نے یہ عقل جس کام کے لئے دی ہے، اسی سے اس کا جواب مانگے گا۔ اب نہیں مانگے گا، جب آپ قبر کے دہانے پہنچو گے، تب...... زمین کے اندر ایک چھوٹا سا وسیع تر galaxies کا دروازہ ہے۔ ایک طرف جنت کی galaxy ہے، ایک طرف دوزخ کی galaxy ہے قبر میں...... اندر پھر آپ سے وہی ایک سوال پوچھے گا جس کے لئے اس نے عقل دی تھی۔

وہی ایک سوال پوچھے گا اور کچھ بھی نہیں پوچھے گا مَنْ رَّبُّكَ؟ کون تھا تمہارا رب؟ گزر آئے منزلِ حیات سے؟ بہت enjoy کیا ہوگا؟ ماں باپ کو دیکھا، بہن بھائیوں سے ملے، کاروبارِ حیات میں مصروف رہے، مال و اسباب کو پاؤں اور ہاتھوں سے سمیٹا، سب کچھ کیا اب ہمارے پاس آئے ہو ناں؟ مگر ہمیں ان چیزوں سے مطلب نہیں جو تم کر آئے

Marfat.com

ہو۔ ہمیں تو صرف ایک چیز سے مطلب ہے۔ ہم نے تمہیں ایک امانت دی تھی، امانتِ عقل و شعور بخشی تھی، ہمیں تو اس کا جواب چاہیے۔ تمہاری اچھائی برائی تمہارے لئے ہے، حساب و کتاب تمہارے لئے ہے۔ یہ تو جب balance ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ ایک گناہ پر تو ایک توبہ بڑی حاوی ہے۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے، یہ تمہارا اور معاشرتی کام ہے۔ ہمیں جس چیز سے مطلب ہے، یہ تو بتاؤ مَنْ رَبُّکَ؟ کون تھا تمہارا رب؟ کس کو تم نے خدا سمجھا؟ کس کو پروردگار جانا؟ تمہارے ذہن نے اس سوال کا جواب ڈھونڈا کہ نہیں ڈھونڈا؟ تم نے عقل کو بے مصرف کیوں خرچ کیا؟ یہ اسراف ذہن تم کہاں سے پورا کرو گے؟ چلو ٹھیک ہے، بڑا مشکل تھا مجھے جاننا۔ ذرا دوسرے سوال کا جواب دے دو۔ یہ helping question ہے۔ یہ تمہیں پہلا بھی یاد کرا دے گا مَنْ نَبِیُّکَ؟ کون تھا تمہارا نبی؟ تمہارا نبی کون تھا؟ بھئی جس کو محمد رسول اللہ ﷺ یاد آئے، اس کو لا الہٰ الا اللہ بھی یاد آ جائے گا۔ یہ رعایتی question بھی ضائع ہوا...... ہندو پہنچا وہاں...... اس نے کہا: اے پروردگار! کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے مجھے ...... سرسوتی ہوگی؟ درگا؟ پاروتی؟ گھنشام؟ گنیش؟ برھما؟ شیوا؟ وشنو؟ jungle of gods and goddesses بیچارہ confuse ہو رہا ہے کہ مَنْ رَبُّکَ کا کیا جواب دوں؟ تثلیث والے تین گنا رہے ہیں...... خدا کہتا ہے میرے بندے نے اس امانت کا حق ادا نہیں کیا۔ میرے بندے نے جھوٹ بولا۔ تمام عمر He has given more importance to the lesser priorities and less importance to top priority. He has failed. گناہ و ثواب failure نہیں ہے۔ اللہ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ تمہارا گوشت پہنچتا ہے نہ ہڈیاں۔ کچھ بھی مجھے نہیں پہنچتا، مجھے تمہاری نیت پہنچتی ہے اور کون ہے ایسا بدبخت جو اپنے گناہ کو خدا کی رحمت سے زیادہ جانتا ہے؟ تمہارے گناہ کیا ہیں؟ چند سالوں پر محیط Stupid exercises of body and mind۔ بھئی اس کی رحمت تو دیکھو کہ کیا ہے؟ بے پناہ وسعتیں ہیں، Immensities ہیں، بے پناہیت ہے۔ بھلا اسکی رحمت اور تمہارے گناہ کی کوئی average ہے؟ کوئی match ہے؟ کسی قسم کی کوئی average بنتی ہے جو تم خدا کو کہہ رہے ہو (اے اللہ تو میرے گناہ نہیں بخشیں گا) اس سے زیادہ توہینِ پروردگار کیا ہو سکتی ہے؟ کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اے میرے مالک میں اتنا بڑا گناہ گار ہوں کہ تو میرے گناہ نہیں بخشے گا۔ حدیثِ رسول ﷺ ہے، حدیثِ قدسی ہے، فرمایا: ''جبرئیل دیکھو! اس شخص نے گناہ کیا ہے، اسے ذرا سنبھال۔ اسے پوچھ وہ کیا چاہتا ہے''؟ اس نے کہا: ''مالک و کریم! میں نے گناہ کیا ہے، میں توبہ کرتا ہوں''۔ کہا: ''جبرئیل! کیا اسکو پتہ ہے کہ کوئی توبہ قبول کرنے والا ہے؟ کوئی گناہ معاف کرنے والا ہے''؟ کہا: ''پروردگار لگتا تو ہے کہ اسے پتہ ہے''۔ کہا: ''اس کو کہو کہ میں نے معاف کیا''۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس شخص نے گناہ کیا پھر جبرئیل حاضر ہوئے، کہا: ''اس نے پھر گناہ کیا ہے''۔ اللہ نے کہا: ''جبرئیل کیا پھر توبہ کر رہا ہے؟ لگتا ہے اسکو یہ پتہ ہے کہ میں ہی معاف کرنے والا ہوں۔ اسکو کہو، جا! میں نے معاف کیا''۔ کچھ عرصے کے بعد پھر اس نے گناہ کیا۔ بڑے جلے بھنے ہوئے جبرئیل آئے، کہا: ''اے مالک و کریم! یہ تیرے غضب کا امیدوار ہے۔ باجود دو مرتبہ معافی کے، اس نے پھر گناہ کیا ہے''۔ اللہ کہتے ہیں: ''نہیں، جبرئیل اس کو بالکل پکا پتہ ہے کہ میں ہی معاف کرنے والا ہوں۔ اس کو کہو کہ میں نے اس کے

Marfat.com

اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں"۔

خواتین وحضرات! بخشش کے معیار کہاں! رحمتِ پروردگار کے معیار کہاں......! ذرا غور سے سمجھیں، قرآن لفظ گناہ نہیں کہتا۔ میرے بندوں کو کہہ دو: قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ (الزمر 53:39) تم نے اپنی نفسانی کیفیات میں اسراف کیا، بھئی میں نے چیزیں تمہیں صحیح برتنے کے لئے دی تھیں، تم نے بے بہا برت دیا۔ میں نے تمہیں شہوات دیں کہ تم لوگ اچھی نسل کو فروغ دو، تم نے اسے ہی ناجائز خرافات میں ڈال دیا۔ میں نے تمہیں رزق دیا تھا کہ خود کھاؤ، لوگوں کو کھلاؤ۔ تم قارون بن کے، سانپ بن کے بیٹھ گئے۔ تم نے لوگوں کے حقوق مارنے شروع کر دیئے۔ میں نے تمہیں صلاحیتیں دی تھیں کہ خود بھی فائدہ اٹھاؤ اور مخلوقِ خدا کو بھی فائدہ دو، تم نے ان صلاحیتوں کو اپنا سمجھا۔ سب سے پہلی غلطی یہ تھی۔ تم قاتل بنے، ڈاکو بنے، مکار بنے، تم نے اپنے survival کی خاطر بہت سارے لوگوں کا خون کر دیا۔ ان کی توقعات پر بات کی، تم نے اس معاشرے کو زہر دار بنا دیا۔ مگر ایک بات ابھی باقی ہے۔ واپسی کا راستہ بند نہ کر دینا لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ باوجود اس بربادیٔ ذات کے، اس خسارے کے جس میں تم گزر رہے ہو، اس نفسانی کیفیات کے، زوال کے، اے درندہ خصلت انسان پھر بھی ایک بات یاد رکھنا، پھر بھی لوٹنے کا ایک دروازہ چھوڑ دینا لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یہی اصل ایمان ہے۔

ایمان نماز میں نہیں ہے، ایمان آپ کے انکار میں ہے، نیت میں ہے، اخلاص میں ہے۔ فرمایا لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ اس لئے اتنا یاد رکھنا اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا (الزمر 53:39) اصول دے رہا ہوں۔ سوچنے سمجھنے والے ہو تو اس پر غور کرنا کہ میں اصول دے رہا ہوں اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا (الزمر 53:39) میں، مطلق، تمام، کوئی تخصیص نہیں ہے، سارے گناہ معاف کرتا ہوں اس لئے کہ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ۔ اگر میں تمہاری یہ چھوٹی چھوٹی فضول باتوں کو معاف نہ کروں تو میں غفور اور رحیم کہلوانے کا مستحق نہیں رہتا، اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ (الزمر 53:39)۔ یہ غفور کا نام ہے، یہ رحیم کا نام ہے کہ رَحمَانَ الدُّنیَا وَ رَحِیمُ الآخِرَۃِ کہ رحمان کے مقابلے میں جب آخرت میں تمہیں میری مغفرت کی ضرورت پڑے گی تو میں بے انداز رحمت بن کے آؤں گا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ ایک رحمت میں نے زمین پر اتاری تھی۔ قیامت تک کے لئے تمہیں ایک وجودِ رحمت بخش دیا تھا وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء 107:21)۔

خواتین وحضرات! آج کا شاید سب سے بڑا المیہ ہے کہ بہت سارے اہلِ مذہب، بہت سارے مذہبی فکر رکھنے والے شاید مقامِ رسالت سے آشنا نہیں ہوتے اور قرآن کوئی دور تو نہیں ہوتا؟ کیا سادہ سی بات ہے کہ پروردگارِ عالم نے ارشاد فرمایا، یہ ایک فرد کے بارے میں نہیں فرمایا۔ تمام مخلوقات کے بارے میں فرمایا، تمام زندگی کے بارے میں فرمایا کہ زندگی کو تخلیق کرنے سے پہلے، جملہ مخلوقات کو تخلیق کرنے سے پہلے، میں نے اپنے اوپر ایک بڑی ضروری بات لاگو کی، وَکَتَبَ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ (الانعام 54:6) میں نے لازم کیا کہ میں اپنی تمام مخلوقات پر رحم کروں گا۔ پھر دوسرے لفظ عالمین کی وضاحت کی کہ لفظ عالمین زمین نہیں ہے، خالی آسمان نہیں ہے، جملہ کائناتیں کمتی ہوئی ہیں اور جملہ زمینیں کمتی ہوئی ہیں اور میں سب کا پالنے والا ہوں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! میں کوئی بڑی بات نہیں کر رہا، ایک simple سی preposition دے رہا ہوں کہ ایک طرف وہ کہتا ہے کہ میں نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے عالمین میں اپنے اوپر رحمت فرض کی۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، کہ تعریف کے قابل ہے وہ رب جو رب العالمین ہے۔ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور یہ رحمت جو ابتدا سے فرض کی اپنے اوپر اور میں جو رب العالمین ہوا تو اس رحمت کو میں نے مجسم کیا وجود محمد ﷺ میں اور اسے تمام عالمین کے لئے کشادہ کر دیا۔ خواتین وحضرات! اگر رسول اکرم ﷺ 1500 برس پہلے گزر گئے اور ان کی رحمت مجھ تک نہیں پہنچی یا میرے بچوں تک نہیں پہنچی یا میری نسلوں تک نہیں پہنچی تو وہ رحمۃ للعالمین کیسے ہو سکتے ہیں۔ وہ رحمۃ للعالمین کے اس لفظ کی وضاحت کیسے کر سکتے ہیں۔ وہ اس لفظِ رحمت کو جو پروردگار نے فرمایا تھا کہ میں نے کائنات کی ابتدا اور زندگی کی ابتدا سے پہلے جو اصول اپنے اوپر لاگو کیا تھا وہ بڑا سادہ ہے کہ میں ہر حال میں اپنی مخلوق پر رحمت فرماؤں گا۔ پھر فرمایا وَكَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ پھر جو اپنے اوپر لکھا تھا اس کو وجودِ محمد ﷺ میں سمیٹ دیا، وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ جہاں جہاں رب العالمین ہیں وہاں وہاں رحمۃ العالمینؐ ہیں اپنی حیثیت میں۔

تو خواتین وحضرات! حضورِ گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ اُس نے ایمان کی حلاوت چکھ لی۔ غور کیجئے گا، فرمایا: اس نے ایمان کی حلاوت چکھ لی جس نے خدا کو خدا کی طرح مانا اور اس میں کسی کو شریک نہیں کیا اور اس کی قوتوں کو تقسیم نہیں کیا۔ نہ کسی جادوگر کے ہاتھ بیچا، نہ کسی تعویذ کرنے والے کو۔ کیا عجیب بات ہے آدھا پاکستان جادوگروں اور تعویذ کاروں میں بٹا ہوا ہے۔ 50% کر رہے ہیں اور 50% پر ہو رہا ہے۔ کیا عجیب بربادیٔ یقین ہے؟ کیا ظلم ہے کہ اللہ کی قدرتوں کو، خدا کی قدرتوں کو ہم کس طرح ٹکے ٹکے بانٹتے پھرتے ہیں گلی کوچوں میں؟ جعل سازوں کے ہاتھ بانٹتے پھرتے ہیں، یہ رزق بند کر رہا ہے، وہ پانی بند کر رہا ہے، یہ مرض دے رہا ہے، وہ زندگی دے رہا ہے، یہ جا رہا ہے وہ آ رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، اس سے بہتر نہیں کہ جملہ مسلمین ایک درخواست لکھ کر آسمانوں میں ڈال دیں کہ اللہ میاں آپ کا کام ختم ہے، ہمارے پاس بہت نئے نئے خدا آ گئے ہیں۔ رزق اس سے کھل جاتا ہے، پانی اس سے کھل جاتا ہے۔ بچے یہ دے رہا ہے، باپ وہ دے رہا ہے۔

خواتین وحضرات! اس سے زیادہ ایمان کا کوئی نقص نہیں ہے۔ اہلِ قریش بھی یہی کرتے تھے They never refused God وہ الہٰ کو مانتے تھے، اللہ کو مانتے تھے مگر کہتے تھے کہ ایک اللہ بیچارہ سارے کام کیسے کر سکتا ہے۔ دنیا میں بہت بڑے کام ہیں، کیا ایک اللہ کرے گا؟ اُدھر وہ کہہ رہا ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ" اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء 22:21) اگر ایک کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو کائنات میں فساد پڑ جاتا۔ اگر اس کے سوا بھی کوئی رب ہوتا، تو کیا آسانی ہوتی۔ ہم بھی کہتے: چلو اللہ میاں تو ہماری بات نہیں مانتا تو ہم دوسرے خدا کے پاس جا کے، کوئی نہ کوئی diplomatic channel کھول لیتے ہیں۔ خواتین وحضرات پروردگار کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ کیا خوب بات ہے جو ایک Sub- Lieutenant نے کہی کہ ہندو پاک میں جہاں ہندو نے ہر مذہب کو کھا لیا، اٹھتے ہی کھا لیا۔ اِدھر سمارا وترا کو کھا لیا، اِدھر مہاتما بدھ نے خدا کا نام تک نہیں لیا۔ اِدھر وہ گیا، اُدھر اشوکا نے بت بنا کے ماہیان فرقے کی بنیاد رکھ دی اور بت پرستی شروع ہو گئی۔ اُدھر بیچارہ جینا اٹھا، اس نے اپنی طرف سے وحدانیت دینے کی کوشش کی تو ہندو نے اسے سمیٹ

Marfat.com

کر جیناوترا میں ڈال دیا۔ کوئی مذہب جو ہندوستان میں آیا ہندومت کے مکروفریب کا جواب نہیں دے سکا، اس نے اسے رسم ورواج میں ڈھالا۔ برہمن کی cleverness کسی کو نصیب نہیں تھی۔ مگر جب اسلام آیا، وہ ہماری ہر چیز میں داخل ہوا، وہ ہمارے دستورِ زندگی میں داخل ہوا، ہمارے طریق میں، ہماری معاشرت میں داخل ہوا۔ ایک کام نہیں کر سکا۔ بڑا خوبصورت جملہ کہا Encyclopaedia of Religion کے مصنف نے کہ There was such a geometrical precision abqut the oneness of God in Islam, that no mythology was possible. کہ ایسا سخت، ایسا clean faith خدائے واحد میں، اسلام میں ہے کہ ہندو بے پناہ کوششوں کے باوجود خدائے واحد کے اس تصور کو مسلمانوں میں متزلزل نہیں کر سکا۔ باقی نقب وہ ادھر اُدھر لگا گیا۔

اب ذرا غور کیجئے کہ ہم نے اپنی زندگی کے ادوار کو تقسیم کیا ہوا ہے۔ جوانی، پڑھیں پڑھائیں گے، شادیاں کریں گے، بچے پالیں گے، پھر طاقت کی ہوس کریں گے، گورنر لگیں گے، صوبیدار بنیں گے، جب عمر آخر آجائے گی پھر اللہ اللہ کریں گے۔ خواتین و حضرات! یہ ہمارا تصور نہیں ہے، کسی مسلمان کا تصور نہیں ہے، یہ ہندو کا تصور ہے۔ پوری life کے order کو ہندو نے چار مراتب میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ سو سال کی عمر رکھی اور کہا کہ یہ "برہم چاری آشرم" ہے، پچیس برس ہے، جوانی ہے، لڑکے بالے پڑھیں لکھیں گے، ہنر سیکھیں گے، اگلے پچیس برس "گرہست آشرم" کے ہیں۔ اس آشرم میں شادی بیاہ ہوگا، کاروبار establish ہوں گے، کوشش کریں گے۔ اس سے اگلے پچیس برس "گھرب آشرم" کے ہیں۔ اب طاقت کی، عزت کی، شہرت کی تلاش کی جائے گی کہ کمیٹی کے ممبر بنیں گے، حکومتوں کے صدر بنیں گے، کوشش کریں گے اور آخری پچیس برس یعنی 75 سال کے بعد "رشی منی" آشرم شروع ہوگا اور اب اللہ کی تلاش۔

خواتین و حضرات! جس معاشرے میں عمر 55 برس کی ہو، "رشی منی آشرم" تک کہاں پہنچے گا۔ آج civilized age ہی آپ کی 55 برس کی ہوگئی ہے تو اس میں آپ کہاں پہنچیں گے سو برس کی عمر تک؟ کب وقت ہوگا خدا کو آپ تلاش کرو گے؟ خدا کہتا ہے، مسجد نبوی کے دروازے پر ایک صحابی نے گلی سڑی کھجوریں لٹکا دیں صدقہ وخیرات کی، تو قہر آیا، بڑا قہر آیا اس عالمِ کل، کون ومکاں کے خالق کو۔ کہا: بہت خوب، بہت خوب! ہمیں یہ خیرات دیتے ہو؟ ہماری یہ دعوت ہو رہی ہے؟ بھئی زندگی کا پہلا سانس ہم دیتے ہیں، آخری ہم دیتے ہیں۔ علم وتعلیم ہم دیتے ہیں، زندگی کی ہر قدر ہم تم کو عطا کرتے ہیں، تم ہم سے ادھار لیتے ہو۔ ہم غنی ہیں، وَ اللّٰہُ الغَنِیُّ وَ اَنتُمُ الفُقَرَآءُ (محمد 38:47) تم مسکین ہو، فقیر ہو۔ تم اچھی چیزیں ہمارے لئے دو، یہ کیا دے رہے ہو ہمارے لیے؟ یعنی ہمارے ہی باغ میں سے، ہمارے ہی مال میں سے تم ہمیں کیا دے رہے ہو؟ بھلے مانسو، ہمیں تم غصہ تو نہ دلاؤ۔ تمہیں ہم سمجھا رہے ہیں کہ تم اگر بہترین چیز نہیں دے سکتے تو درمیانی چیز دے دو۔ مگر یہ کیا؟ کہ گلی سڑی کھجوریں، یہ تمہارے افعال شریفہ ہمیں نہیں قابلِ قبول۔ یہ ہماری insult ہے۔ ہم تمہیں کہہ جو رہے ہیں کہ مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً (البقرة 245:2) تم ہمیں قرض دو، ہم تمہیں اضافہ کر کے تمہارا قرض لوٹا دیں گے، تمام نعمتیں دیں گے۔ کیا literal faith ہے!!! ہمارا کتنا جھوٹا Faith ہے۔ کیا مکروفریب ہے!! کہنے کو تو ہم سب یہی کہتے ہیں کہ خدا ہی سب کچھ ہے،

Marfat.com

خدا ہی بیویاں دیتا ہے، خدا بیماریاں دیتا ہے، خدا شفا دیتا ہے۔ وَمَا تَشَاءُ وْنَ اِلّاَاَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ (الدھر 30:76) ہم چاہ بھی نہیں سکتے اگر خدا نہ چاہے۔ مگر یہ literal faith ہے۔ تمام ایمان literal faith کو practical side کو لانے کا نام ہے۔

اس ایمان کو جو آپ کے تصور میں ہے جب آپ اسے زندگی میں برتو گے، جب مقابلوں میں لاؤ گے اپنے ایمان کو، جب وہ آزمائے گا، جب بھی آپ کو آزمایا آپ کا کام ہو گیا۔ خدا کے بندے! کب آپ خدا کو قائل کر سکو گے۔ یعنی Should he really believe in you? وَلَنَبْلُوَ نَّكُمْ بِشَیْ ءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْ عِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَ نْفُسِ وَالثَّمَرٰاتِ (البقرۃ 155:2) تھوڑا تھوڑا تمہیں آزمائیں گے، کبھی خوف سے، کبھی مال کے نقصان سے، کبھی بال بچوں کی اذیت سے، کبھی زندگی سے کبھی موت سے، کبھی حیات سے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ہ اَ لَّذِیْنَ اِ ذَآ اَصَا بَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ (البقرۃ :156:2) ہماری طرف سے خوش خبری دو کہ جب ہم نے انھیں آزمایا وہ اپنے خدا کو بھولے نہیں، وہ اپنے اللہ کو بڑھتے، پورے انکسار و محبت سے اور ایک جملہ بولا قَالُوْ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (البقرۃ: 156:2) مصائب میں، بلا میں وہ جادوگروں کو نہیں بڑھتے۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ، جادوگروں کو نہیں بڑھتے۔ وہ تعویذ کاروں کو نہیں گئے کہ انھوں نے ہمارا رزق بند کیا ہوا ہے، نہیں...... وہ اپنے خدا کو پلٹے اور صرف اتنی بات کہی قَالُوْ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اے مالک و کریم وَتِلْکَ الْاَ یَّامُ نُدَا وِلُھَا بَیْنَ النَّاس (آل عمران :3-140) ہمیں پتہ ہے کہ تو لوگوں کے دن ایک جیسے نہیں رکھتا۔ کبھی کشادگی دیتا ہے، کبھی تنگی دیتا ہے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ہ اِ نَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (اَلَم نشرح:94:5-6) کبھی تنگی، کبھی کشادگی، کبھی گردش و بلا، کبھی نعمت غیر مترقبہ۔ یہ تیرے کام ہیں، تو ہمیں آزماتا ہے، ہمیں اس اعتقاد سے آزماتا ہے کہ جب بلا و مصیبت گزرے، جب رنج و کرب و بلا گزرے تو ہم صرف ایک جملے میں کہیں گے، ہم تجھے منتخب کریں گے، عزت و وقار کے اس لمحے میں صرف ایک جملہ کہیں گے قَالُوْ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اے مالک و کریم! یہ سب گردش و بلا تیری طرف سے آئی ہے، تیری ہی طرف لوٹ جائے گی۔ تو خدا کہتا ہے کہ اس جملے کا انعام جانتے ہو کیا ہے؟ اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰت'' مَّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃ''(البقرۃ :157:2) ان لوگوں پر ہماری طرف سے درود و سلام ہے۔ جو ان مصائب، اِن دکھوں میں، اِن مشکلات میں صرف اور صرف ہماری طرف پلٹتے ہیں اور حقِ پروردگار ادا کرتے ہیں ان پر ہماری طرف سے درود و سلام ہو اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰت'' مَّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃ'' ہماری ان پر رحمت ہے وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ(البقرۃ :2-157)، یہی intellectuals ہیں اور یہی عبادت گزار ہیں، یہی سوچنے سمجھنے والے لوگ ہیں۔ اصل میں یہی وہ متفکر لوگ ہیں جنہوں نے غور کیا، جنہوں نے سوچا سمجھا اور یہ دیکھ لیا کہ ان کے اللہ کے سوا زمین و آسمان میں کوئی priority نہیں ہے، کوئی ترجیح نہیں ہے، کوئی قدر منتخب نہیں ہے۔ وہی مالک و کریم انسانوں کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے، وہی ان کے مراتب متعین کرتا ہے اور کرم اور مراتب الٰہیہ نہ مال سے، نہ پیسے سے ہے۔ یہ وہ اللہ ہے جو علم کے سوا کسی چیز کو نہیں مانتا۔ یہ وہ اللہ ہے جو آپ کی عقل و معرفت سے سوچے ہوئے نتائج کے سوا کسی نتیجے کو نہیں جانتا۔ وَنَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (یوسف :12:76) جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے

Marfat.com

ہیں۔ پروردگار فرماتا ہے، جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْم" اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ خواتین و حضرات! We confront so many ideas in the modern world ہم نے اہل علم سے match ڈالا، ابھی اسلام اپنی intellectual heights میں بھی نہیں تھا۔ ہم نے اپنے dogmatic اسلام سے اسے شکست دے دی۔ اب سیکولرازم آ گیا۔ just a few words about secularism خواتین و حضرات! secularism مذہب کا ایک ناجائز بچہ ہے۔ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ secularism ایک ناجائز بچہ ہے مذہب کا۔ اس کا مصنف جس نے پہلی مرتبہ secularism کا لفظ استعمال کیا Holly Hoaks ہے، Bradley ہے۔ یہ دونوں پادری تھے۔ ہولی ہوئیکس کو چرچ نے ایک رسالہ Christianity پہ لکھنے کو دیا اور ساتھ کچھ کتابیں بھی دیں کہ ان سے رسالہ مرتب کر کے ہمیں دو۔ جب Holly Hoaks نے وہ پڑھا تو وہ پریشان اس لئے ہوا کہ ہر ایک version دوسری version سے جدا تھی۔ اس نے Cardinal کو واپس خط لکھا کہ بھئی یہ کیا مذہب ہے؟ اس کو نہ ہی چھاپو تو اچھا ہے، یہ تو فساد ہے۔ ایک version دوسری version سے agree نہیں کرتی۔ تو Cardinal نے بجائے اس کے علمی عذر کو ماننے کے اسکو تین مہینے کی کڑی سزا دی، قید خانے میں ڈالا اور اسکو وہ جو Typical Christianity کی سزا ہے، اس کو مذہب سے اخراج کی سزا دی۔

خواتین و حضرات! secularism وہ idea ہے جس نے تمام practical values as such مذہب سے لئے۔ honesty مذہب سے لی، duty بروقت سرانجام دینا مذہب سے لیا۔ تمام وہ اصول جو بہتر تھے لے لئے مگر تمام moral laws کو ignore کر دیا۔ اصولاً اس زمین پر مذہب کے علاوہ کسی بھی دوسری organization نے moral law نہیں دیا۔ اخلاقی law دینے والا اوّل و آخر مذہب ہے۔ نہ آج کی democracy نے moral law دیا، نہ آج کے کسی مہذب ملک نے moral law دیا نہ Sparta اور یونان کے کسی مہذب ملک نے۔ For three thousand years of history of civilization کسی civilization نے کوئی اخلاقی قانون نہیں دیا۔ اخلاقی قانون مذہب نے دیا۔ democracy دے نہیں سکتی۔

خواتین و حضرات! تھوڑی سی وجہ سن لیجئے democracy اس لئے نہیں دے سکتی کہ As you define democracy , democracy is not the religion of elite. یہ پڑھے لکھے اور دانشوروں کا مذہب نہیں ہے۔ Democracy is the religion of common people. چھوٹے لوگوں کا ہے۔ یہ Common people جبلتوں کے قریب ہوتے ہیں۔ یہ دانا نہیں ہوتے، یہ بہت عقل مند نہیں ہوتے۔ سوائے اس کے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کے اجماع کو برکت دی اور فرمایا کہ میری امت کا اجماع کبھی غلطی نہیں کرے گا۔ مگر یہی بات ان Western societies کے عوام پر لاگو نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جو بھی کم تر generally مخلوقات، جو بھی کم درجہ ذہانتیں باقی ہیں ان معاشروں میں وہ گناہ و ثواب میں فرق نہیں کر سکتیں۔ انکو اصولی morality سے اختلاف ہوتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اگر democracy میں ضرب لگتی ہے تو اخلاقی قوانین کو لگتی ہے۔ جیسے

Marfat.com

جہاں جہاں democracy ہے وہاں وہاں homosexuality ہے۔ وہاں liberties کے laws ہیں، جائیدادوں کے اصول بانٹے گئے ہیں۔ اس قدر مکروہ قسم کی یعنی اگر آج کی democracy کوئی ناز کرسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک مطلق اخلاقی قانون نہیں دیا۔

ایک طرف غور کیجئے کہ خدا ایک معاشرے کو صرف اس لئے برباد کرتا ہے، صرف اس لئے کہ تم نے اس دنیا و جہان میں ایسی بدکاری کو نکال لیا ہے جو تم سے پہلے کبھی زمین و آسماں میں نہیں تھی۔ اور آپ کے democrates نے بیٹھ کر اسکو بہت بڑی artistic value سمجھا ہے اور پھر آپ سب کو پیش بھی کر رہے ہیں اور اس کے علاوہ democracy میں کیا ہے جو آپ قبول کرو گے؟ یا فرض کیجئے، میں آپ سے کہوں کہ کوئی دانشور عصرِ حاضر کا ایسا لا دیجئے کہ جو اسلام میں کوئی چیز ڈال دے جس سے وہ معتدل اور روشن خیال ہو جائے۔ آپ کے علم میں ہے کہ اسلام میں کیا چیز ڈالیں گے کہ وہ معتدل اور روشن خیال ہو جائیگا؟ اسلام کے دو دشمن ہیں ایک سیکولر دوسرا مولوی، ان دو کے علاوہ اسلام کا کوئی دشمن نہیں ہے۔ اس لئے کہ مولوی ہٹ دھرم ہے، اَن پڑھ ہے۔ جس بچے نے نہ سائنس پڑھنی ہو، نہ آرٹ پڑھنا ہو، نہ سکول میں چل سکے تو اس کے ماں باپ تنگ آکر اس کو حفظ کروا دیتے ہیں اور مسجد میں لگا دیتے ہیں۔ یہ توہینِ قرآن پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ آج بھی آپ دیکھ لو۔ ماں باپ شوق پورا کرتے ہیں قرآن حفظ کروا کر۔ بھئی وہ کام کیوں کرتے ہو جو تم نے خود نہیں کیا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (الصّف: 2:61) تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔ آپ تو قرآن کا صفحہ نہیں پڑھ سکے، اب اس حسرت کو بچے میں پوری کرنے چلے ہو، اس کو قرآن حفظ کروا کے۔ یہ آج کا المیہ ہے کہ اٹھتے ہوئے بچے قرآن مجبوراً حفظ تو کر لیتے ہیں مگر پہلی چیز جو بھلاتے ہیں وہ قرآن ہے۔ یہ اس طرح کی جبری وارداتیں ہیں جو آپ مذہب کے نام پر ڈالتے ہو؟ کیا مذہب اس چیز کا نام ہے؟ کیا اتنا بڑا intellectual انتخاب، اتنے ان پڑھ اور جاہلانہ رسم ورواج میں ڈھالا جا سکتا ہے؟ اگر آج مولوی کو آپ دانشور اور مذہبی جانتے ہوتے تو آپ اسے زندگی کے معاملات میں دخل دینے کی اجازت اور chance نہ دیتے؟ آپ تو مانگنے پر بلاتے ہو۔ اس سکول کے ان بچوں کا کیا حال ہوتا ہوگا جن کو صرف اس لئے قرآن پڑھایا جاتا ہے اور وہ صرف اس شوق سے پڑھ رہے ہیں کہ کوئی مر جائے گا تو ہمیں چاول کھانے کے لئے بلائیں گے۔ ہم قرآن پڑھیں گے۔

از غلامِ لذتِ قرآں مجو
گرچہ باشی حافظ قرآں مجو

غلام سے لذتِ قرآن مت طلب کرو، چاہے وہ حافظِ قرآن ہی کیوں نہ ہو؟ خواہشات کے غلام کو آپ قرآن پکڑا دیتے ہو اور آپ جو اہلیت رکھتے تھے، جو علم رکھتے تھے، جو شخص M.Sc. کرسکتا ہے، B.Sc. کرسکتا ہے، Computer technology سیکھ سکتا ہے وہ کیوں نہیں قرآن کو پڑھتا؟ اس کے نزدیک کیا قرآن ایک decadent کتاب ہے۔ پندرہ سو برس کی فرسودہ روایات اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (الانفال:8:31) یہ پرانے رسم ورواج کی کتاب ہے۔ وہ کتاب جو اوّل کائنات کی خبر دیتی ہے، جو آخرِ کائنات کی خبر دیتی ہے۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ

Marfat.com

زِلۡزَالَهَا ہ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ہ وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَالَهَا ہ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ہ (الزلزال: 4-1:99) جو کتاب آپ کو زندگی کے ہر شعبہء حیات کی خبر دیتی ہے، ایک قانون جس کا مرتب نہیں ہو سکتا زمین و آسمان میں ۔قرآن حکیم وہ واحد کتاب ہے جس کی ایک بھی آیت practically challenge نہیں ہو سکتی ۔ بائبل ہو سکتی ہے، زبور ہو سکتی ہے، نغماتِ داؤد ہو سکتی ہے، صحائفِ موسیٰ ہو سکتی ہے ۔قرآن کی ایک آیت بھی challenge نہیں ہو سکتی ۔جس کو دعویٰ ہے، وہ آئے ۔آپ کو پتہ نہیں کہ اللہ کیا دعویٰ کرتا ہے؟ کیا اللہ کو آپ کے intellectual کا نہیں پتہ؟ آپ کے septical philosophies کا نہیں پتہ؟ آپ کے existential ideas کا نہیں پتہ؟ کیا خدا کو نہیں پتہ کہ اس کے بندے کہاں سے کہاں پہنچیں گے؟ اوجِ ثریا پہ کمند لگائیں گے ۔کیا کیا معقول اور غیر معقول ideas پر زقند بھرتے پھریں گے ۔یہ عمرو عیار کی زنبیل ہے جو آج کی عقل ہے؟ کیا اس پٹاری سے نہیں نکلتا؟ خدا کو نہیں پتہ کہ یہ عیار کہاں تک پہنچیں گے؟

عقل عیار ہے سو بھید کھول لیتی ہے
عشق بیچارا نہ مُلا ہے نہ زاہد ہے نہ حکیم

تو خداوند کریم کو پتہ تھا کہ ذہنِ انسان تجسس رکھتا ہے ۔اس نے خود کہا ہے کہ جو ذہن تجسس نہیں رکھتا، جو سوال نہیں رکھتا وہ میرے نزدیک: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ (الانفال:8:22) کہ بدترین جانور وہ ہے جو اندھوں اور بہروں کی طرح میری آیات پہ گرتا ہے، جو غور و فکر نہیں کرتا ۔جو آپ کو غور و فکر کرنے کا challenge دیتا ہے، وہ پہلی آیت میں دیتا ہے ۔پہلی آیت میں ہے: کہتا ہے تم ذہین ہو، دانشور ہو، بالائے فکر انسان ہو، راکٹ بنائے ۔منحوس شئے اجاڑنے والی نصب کر لیں، خیال کرتے ہو کہ خدائی اب تمہاری ہے؟ تم ایک کام کر دو الٓمّٓ ہ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ج (البقرۃ : 2-1:2) تمہارے سامنے سینکڑوں صفحوں کی کتاب ہے ۔اگر بہت عقل رکھتے ہو اس کتاب میں کوئی شک واضح کر دو؟ چلو ایک غلطی نکال دو؟ انسان ہزار غلطی کرے، انسان رہتا ہے ۔خدا ایک بھی غلطی کرے تو خدا نہیں رہتا ۔کیوں نہ اسے challenge کر کے دیکھو، ریکارڈ موجود ہے ۔کتاب دعویٰ کرتی ہے کہ میں خدا کا کلام ہوں ۔تم آگے بڑھو، اللہ سے نجات حاصل کرو، دو چار غلطیاں نکال لو، عہدِ حاضر کے مفکرین کو بلا لو ۔چلو بش اور بلیئر کو بلا لو، اس کو کہو قرآن میں غلطی نکال لے، ہم تجھے خدائے قدوس سمجھ لیں گے ۔جنابِ سیکولرازم کو بلا لو جن کو بڑا دعویٰ ہے ۔ان کو بلا کے کہہ دیجئے کہ ایک آدھ غلطی نکال دو یار، جان چھوٹے گی خدا کی بلا سے ۔وہ انسان اچھا believer نہیں ہے جو اپنے believe کو خواہ مخواہ پابندِ عقائد کرتا ہے ۔اس کو کبھی ہم ذہین نہیں مانتے، وہ intellectual نہیں ہے ۔عقل جس کی grow کر رہی ہے یا جس کی دانش grow کر رہی ہے، جس کا ذہنِ رسا اس کو سوال پر آمادہ کر رہا ہے، جو شناخت چاہتا ہے حقیقت کی، وہ خدا پر کیوں رکے گا؟ اس کو چاہیے کہ وہ غور کرے ۔اس کتابِ حکیم کو کتابِ حکیم نہ سمجھے ۔اس کو پہلے کتاب حریف سمجھے ۔

یہ وہ کتاب ہے جو اس کو خدا کا قائل کر رہی ہے ۔یہ وہ کتاب، جو اس کے نصیب میں مفروضہ بھر رہی ہے کہ

Marfat.com

تمہاری زندگی آزاد نہیں ہے۔ یہ کتاب ہے جو اسے بتا رہی ہے کہ تم کسی پروردگار کے غلام ہو۔ اگر تمہیں یہ غلامی قبول ہے، اندھا دھند تو نہ کرو ناں، سوچ تو لو، کوئی ایک آدھ نکالو سوال؟ کسی غلطی کو ڈھونڈو۔ مولوی کہتا ہے کہ بہت بڑی کتاب ہے، بہت بڑی باتیں ہیں اس میں۔ عبادت کی باتیں تو غلطی نہیں ہوتی۔ خدا کہتا ہے کہ نماز پڑھو، کہو میں نہیں پڑھوں گا۔ مجھے تجھ پر یقین ہوگا تو پڑھوں گا؟ وہ کہے پیمبر مانو۔ کہہ دے پیمبر کیسے مانوں؟ تجھے نہیں مانتا، پیمبر کیسے مانوں؟ تو پھر آپ اس challenge کو قبول کرو۔ جو اللہ نے کہا ہے الٓمٓ ہ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ جب آپ میں یہ ذہانت، علم و دانش، فکر اور questionability ہو، تب challenge قبول کرو، کچھ عمر دو۔ B.Sc. کو بائیس سال دیتے ہو نا ں؟ قرآن کو ایک سال دے دو۔ تھوڑا سا ٹائم دو، غور و فکر کرو، ذہانت دو، علم دو۔ قرآن اس طرح نہیں سمجھ میں آتا جس طرح آپ سمجھتے ہو۔ قرآن کا background دیکھو۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ قرآن نے پچھلی civilizations سے بہت کچھ کاپی کیا ہے، بھئی وہ چیزیں لاؤ ناں جو پہلی civilizations میں تھیں۔ پہلی civilizations میں Ptolemy نے کہا تھا کہ زمین کھڑی ہے اور ستارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ 1542ء میں قرآن کے بعد Copernicus نے کہا سورج کھڑا ہے اور باقی ستارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ بیچ میں اللہ آ گئے، نہ ادھر کے نہ اُدھر کے۔ نئی نرالی بات نکال لی۔ اگر اس نے نئی نرالی بات نکال لی ہے تو آپ اس کو غلط ثابت کرو؟ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ج وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ہ (ابراھیم :33:14) کُلٌّ یَّجْرِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (لقمان :29:31) کہ کائنات میں جو کچھ ہے چل رہا ہے۔ بھئی کوئی ثابت کرے کہ نہیں اللہ میاں! Ptolemy صحیح تھا، Copernicus صحیح تھا، Galileo صحیح تھا، تو کہاں سے بیچ میں آ گیا ہے؟ نہ کوئی تجربہ گاہ نہ کوئی دانش گاہ۔ آپ نے جا کے ٹھوک دیا اپنا بیان کہ تمام سیارے چل رہے ہیں۔ اس میں ثابت ہے ہی کوئی نہیں، کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے۔ خواتین و حضرات! کتنا آسان ہے خدا کا انکار کرنا؟ تین سو صفحات میں آپ کو ایک بھی ایک جیسی statement نہیں ملے گی، کہ آپ ہنس کے، خوشی سے کہو گے کہ آج اللہ سے نجات ملی، جان چھوٹی۔ Because if a man makes thousand mistakes, he still remains a man. But if God makes one mistake, he does not remain God.

وما علینا الا البلاغ

سوال: اگر ہم نے عقل کے ذریعے خدا کو پہچاننا ہے، تو یہ ماننا پڑے گا کہ عقل ناقص نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی زمانے کے علم کو سامنے رکھ کے قرآن کو دیکھنا ہے تو سولہویں صدی کے عالم کے لئے قرآن کی movements اور heavenly bodies والی آیت غلط تھی معذرت، ایسی صورت میں صرف عقل پر بھروسہ کیا خدا سے دور نہیں لے جائے گا؟

جواب: خواتین و حضرات! جوں جوں انسان develop کرتا رہا، اس کے مطابق قرآن reveal کرتا رہا۔ تیرہ سو برس پہلے امتِ مسلمہ کے علما، دانشور اگر قرآن پر یقین رکھتے تو آج آپ ایک ہزار سال دوسری اقوام سے آگے ہوتے۔

Marfat.com

بہت بڑی بدقسمتی اس وقت ہوئی کہ تبع تابعین کے بعد مسلمان علماً ، دانشوروں نے خدا کی کتاب پر یقین کرنا چھوڑ دیا۔ آپ یقین جانیے کہ جہاں بہت ساری آرا لکھی ہوتی ہیں، Scientific opinion کا اندراج ہوتا ہے، کسی مسلمان عالم نے قرآن کی رائے درج نہیں کی۔ اگر درج کی ہوتی تو ایک probability اور possibility ضرور نکل آتی کہ مسلمان حکیم، دانشور اور فلسفی اس پر غور کرتے اور جو چیز Ptolemy کو تین ہزار سال قبل مسیح یا Copernicus کو 1542ء میں اگر ان سے پہلے ان کو بھی پتہ ہوتا، کہ یہ کتاب حکیم، ایک اللہ کی کتاب جو ہے یہ دعویٰ کر رہی ہے، تو کم از کم اسے کہیں نہ کہیں درخورِ اعتنا ضرور سمجھتا۔ اشاعرہ، ماتریدیہ، معتزلہ، یہ تمام movements جو اسلام میں شروع ہوئیں نے مل کر Greek philosophy پر اعتبار کیا۔ افسوس کہ قرآن پر اعتبار نہیں کیا، Roman philosophy اور خیال پہ اعتبار کیا، انکی mythologies پہ اعتبار کیا، افسوس کہ قرآن پہ اعتبار نہیں کیا۔ یہ بات مجھے آج نہیں پتہ چلی، بلکہ شروع سے جو قرآن پڑھتے چلے آئے تھے، انہوں نے مطالب کے لفظی تغیرات کے ذریعے قرآن کے معنی کو بدل دیا۔ اگر کوئی ایسا رویہ تھا کہ اگر قرآن پر اعتبار نہیں کر سکتے تھے کسی زمانے میں تو اس وقت مسلمانوں کے پاس ایک ایسا attitude موجود تھا جس کی مثال میں آپکو دینے والا ہوں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ، رسول اکرم ﷺ کے حضور حاضر ہوئے، پوچھا ابوذرؓ جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ فرمایا اللہ اور اسکا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ کہا: ابوذرؓ یہ سورج آسمانوں کی بلندی کو جاتا ہے، عرش تک پہنچتا ہے، پھر اسے حکم دیا جاتا ہے کہ پلٹ جا اور پھر یہ پلٹ جاتا ہے۔ پھر جب ایک وقت آئے گا کہ سورج کو کہا جائے گا کہ تو نے پلٹنا نہیں، بلکہ یہیں سے طلوع ہونا ہے۔

خواتین وحضرات! modern زمانے میں بڑے جید علماء اور مفکرین حدیث بہت سے ایسے نوزائیدہ عقول اور کم ترقی یافتہ اذہان نے اس حدیث پر بہت اعتراض کیا۔ سب سے بڑا اعتراض کیا کہ یہ خلافِ واقعہ ہے۔ سورج کی صرف ایک movement ہے جو ہمارے علم میں ہے۔ اور سورج اُسی دائرے میں چلتا ہے اور اس کے علاوہ سورج کی کوئی movement نہیں ہے۔ اگر وہ دس سال آگے بڑھتے یا پندرہ، بیس سال آگے آجاتے تو ان پر یہ انکشاف ہوتا کہ سورج کی ایک movement نہیں بلکہ تین movements ہیں۔ ایک چھتیس ہزار سال کے بعد وہ Inner galaxy کو complete کرتا ہے، ایک movement ڈیڑھ سو برس میل کے حساب سے وہ ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے جسے Solar apex کا نام دیا ہوا ہے۔ کوئی بھی دانشور جب apex کا ترجمہ کرنا چاہے گا تو عرش اور بلندی کے سوا نہیں کر سکے گا اور اسی movement کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے۔

کم فہمی بڑا عذاب ہے۔ قرآن کی تعلیمات میں بھی قرآن نے اس کی روایتِ فقہی کی کہ رکنا، جب تمہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو رک جانا اور اس وقت کا انتظار کرنا جب تمہیں وہ بات سمجھ میں آجائے۔ پھر خداوند کریم نے دو مرتبہ فرمایا، کہ اگر تمہیں چیز سمجھ میں نہ آئے تو فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۱۶۔۱۴۳) تو اہلِ مذہب سے نہیں، شرع کے عالموں سے نہیں، بلکہ اہلِ ذکر سے پوچھنا۔ خواتین وحضرات! یہ اہلِ ذکر کون ہیں؟ ان کے بارے میں خدا نے دوسری آیت میں واضح کیا کہ۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران:۳۔۱۹۱)

Marfat.com

جو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (آل عمران: ۳۔۱۹۱) اور زمین و آسمان کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں۔قرآن کی آیات کیسے متغیر ہوئیں؟ تھوڑی سی مثال میں آپکو دیتا ہوں کہ آپ کے پاس قرآنِ حکیم موجود ہے کہ پہلے direct معنوں کو دوسرے اور secondary معنوں سے بدل دیا۔تعجب ہے۔خداوند کریم نے فرمایا: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذّٰریٰت: ۵۱۔۴۷) کہ ہم نے آسمانوں کو اپنے دستِ بازو سے بنایا، اپنے کرشمہ قدرت سے بنایا اور ہم اسے وسیع تر کر رہے ہیں۔ وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ آپ دیکھئے کہ بہت عرصے بعد، جب برسی منائی گئی یا hundred years منائے گئے آئن سٹائن کے تو Newsweek نے جو رسالہ چھاپا اس کے اوپر ایک جملہ لکھا کہ Expanding Universe of Einstein ۔اگر قرآن کا لفظی ترجمہ کیا جاتا، اور خدا کی اس آیت کو تھوڑا سا کوئی سمجھتا اور نہ بھی سمجھتا تو اگر کسی کتابِ حکمت میں mention کر دیتا کہ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے آسمان بنائے ہیں اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ اور ہم انھیں وسیع تر کر رہے ہیں۔تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آپکی یہ information آئن سٹائن کی information سے ایک ہزار سال پہلے اسے perceive نہ کرتی؟ مگر ایسا نہیں ہوا Because no body in those days تیرہ سو سال سے مسلمانوں نے اعلیٰ پائے کی تحقیق کو ترک کر کے تخلیقی لباس پہن لئے ہیں۔اب اگر ذرا غور کیجئے کہ ابنِ رشد جو یورپی علوم کا امام، غزالی اور ابن رشد کی کتابیں سب سے پہلے جب Renaissance اور Reformation کی تحریکات یورپ میں شروع ہوئیں، جب یورپ کا دور جہالت تھا، مسلمان انتہائی ترقی یافتہ تھے۔جب doba میں اسی ہزار حمام تھے، تو شانزے لیزا پیرس میں گھٹنے گھٹنے کیچڑ میں ڈوبا ہوتا تھا اور اس وقت دو سو برس تک Oxford University میں اور Cambridge میں ابن رشد اور غزالی کی کتابیں پڑھائی گئی ہیں۔اگر اسوقت بھی دیکھیں تو عاد و ثمود کا ذکر جب قرآن حکیم کرتا ہے تو ابن رشد سے کسی نے پوچھا کہ کیا تم عذاب الٰہی سے نہیں ڈرتے؟ جب الہام کی education دے رہا تھا تو ابن رشد نے کہا کہ تم عاد و ثمود کے عذاب کی بات کرتے ہو؟ میں تو عاد و ثمود کے وجود کا ہی قائل نہیں ہوں۔مگر خواتین و حضرات! عاد و ثمود کا وجود اب نکل آیا ہے۔ انکی باقیات نکل آئی ہیں۔اس نے wait نہیں کیا، اس نے انتظار نہیں کیا، excited denial میں اس قسم کی تمام باتیں اس وقت تک جاری رہیں گی جب تک تمام سائنسی، علمی تحقیقات جو ہیں وہ قرآن کے معنی سے نہیں آکے مل جائیں گی۔

غور کیجئے کہ قومِ سبا کے ضمن میں ہدہد ایک خبر لایا تھا، حضرت سلیمانؑ کو جب اس نے بعد میں خط پہنچایا، اس سے پہلے ہُدہُد کہتا ہے کہ اے بادشاہ! اے پیغمبر! میں نے ایک قوم دیکھی ہے جو سورج کی پرستش کرتی ہے، سبائین کے آثار اس وقت موجود نہیں تھے۔رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی وہ ایک اساطیر الاولین میں سے تھی۔اسکے کوئی آثار ابھی نکلے نہیں تھے Only a few months before سبائین کی کھدائی شروع ہوئی تو سب سے پہلا جو sign نکلا ہے اس پر Archaeologist نے یہ mention کیا ہے کہ This was a Nation which used to worship the sun اب بتایئے اگر ہم یا آپ تحقیق کریں یا انتظار کریں کہ کب آپ کا خدا سچا نکلے......ان دونوں

Marfat.com

باتوں کے علاوہ قرآن اس وقت بھی غلط نہیں تھا اور آج بھی نہیں ہے۔ Ptolemy غلط تھا Copernicus غلط تھا، مگر مصیبت یہ تھی کہ مسلمانوں نے اس وقت قرآن پہ اعتبار نہیں کیا اور آنے والی Greek اور Roman کی information پہ اعتبار کیا۔ اس غلطی کو آپ قرآن کی نہیں یا science کی نہیں بلکہ ان علمائے اسلام کی غلطی کہیں گے جنہوں نے justification اور تحقیق نہیں کی اور خواہ مخواہ قرآنی آیات کو پس پشت ڈال دیا۔

سوال: سورۃ الحمد میں پہلا حصہ اللہ کی تعریف میں ہے۔ دوسرے حصے میں اِهْدِ نَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ جن لوگوں کے بارے میں یہ کہا گیا ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ اور ان کو پہچاننا، انکی راہ پر چلنا کس حد تک لازمی ہے؟

جواب: خواتین وحضرات! بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ قرآنی آیات کے زمانی تصور سے لوگ آشنا نہیں ہوتے۔ ہم لوگ قرآنِ حکیم کو اس طرح پڑھتے ہیں جیسے jitters میں کوئی بات ہو رہی ہے۔ اوپر تک جاتے ہیں، کیونکہ ہمیں اسکا distance of time نہیں پتہ ہوتا۔ جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ دو متصل آیات میں کتنا فاصلہ ہے تو شاید پھر ہم کو سمجھ آتی ہے کہ قرآن کتنی وسیع تر زمانی کیفیت کا، دورانِ زماں کا مالک ہے۔ میں اسکی مثال آپ کو دیتا ہوں کہ قرآن کہتا ہے کہ، هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًاق ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ'' (البقرۃ 29:2) ان دو آیات میں ہمیں اللہ نے کہا کہ ہم نے زمین کی تخلیقات کیں، پھر بلند ہوئے آسمانوں کو۔ خواتین وحضرات! 6 billion سے لے کر، اگر میں اسے مختصر کروں تو 16 billion سے لے کر 6 billion years اور کم سے کم 4.5 billion years ان دو آیات کی مدت بنتی ہے۔ اس زمین میں، زمین کی علیحدگی اور زمین کے اسباب میں کم از کم ساڑھے چار ارب سال لگے ہیں جو ہمارے پاس اسکے facts موجود ہیں۔ اگر ہم سورج کو ساتھ ملا لیں تو constellation کی عمر چھ ارب سال ہے۔ اب قرآن میں یہ mention اللہ کا کتنا آرام سے ہے، بڑا معمولی سا ہے کہ اوپر تلے دو آیات میں 6 Billion سالوں کی تاریخ سمیٹ دی ہے آرام سے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اللہ کی عظمت کو دیکھتے ہیں تو آپ کو خیال ہوگا کہ اس نے کبھی بھی سورج کو کوئی بڑی چیز نہیں کہا۔ وہ سورج زمین سے شاید اٹھارہ ہزار گنا زیادہ ہے اور جس کی حرارت عزیزہ ہمیں یہاں تک پہنچتی ہے، جو ہماری زندگی اور رزق کا باعث بنتا ہے، اسکو خدا چراغ کہتا ہے، چھوٹا سا چراغ۔ یعنی اللہ کے نزدیک اتنا بڑا سورج ایک چھوٹا سا چراغ ہے۔ اب بتائیں ایسی عظمت!!! ایسی بلندی اور ایسی پستی!

یہ میں آپ سے پہلے بھی lecture میں کہہ چکا ہوں کہ ہمارا problem یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے خدا کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے ذرائع، ہماری وسعت؟ میں اسکی مثال ایک اور دوں کہ ہمارا تصور جنت کے بارے میں کیا اور کتنا بڑا ہے۔ مگر خدا نے صرف ایک جملے میں جنت کی وسعت کا تھوڑا اساذ کر کیا ہے، فرمایا کہ جس جنت کی تم آرزو کر رہے ہو، طلب کر رہے ہو، وَعَرْضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسکی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی لمبائی کے برابر ہے۔ آپ کو ابھی پہلی کائنات کی چوڑائی اور لمبائی کا نہیں پتہ لگا۔ مگر معمولی سا جائزہ یہ ہے کہ 18 billion light

Marfat.com

years کے فاصلوں پر واقع ہیں۔ اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اتنے بڑے پروردگار کی عظمتوں کا یا اس کی تخلیقات کے بارے میں سوچتے ہوئے ہماری information اتنی ناقص اور کمزور ہیں کہ ان تمام معاملات میں ہم maximum یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ "اللہ اَعلم" ہے اور ان تمام اسباب اور سوالات کے جواب میں ہم اپنے انکسار اور بیچارگی علم کا صرف اعتراف کر سکتے ہیں اور یہی رویہ بہتر ہوتا ہے۔ جب ہمیں مزید علم ملے گا، جب ہم آگے بڑھ کر سوچنا چاہیں گے، ہماری informations بہتر ہو جائیں گی، اسی لئے خدا نے ایک بہت خوبصورت بات کی ہے I don't think there is any comparison to that Ayat of Quran کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر :28:35) اللہ کے عالم اس کے لبادے کے سائے تلے ہوتے ہیں کہ جس کا علم جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا اللہ کو بہتر جانتے ہیں۔

سوال: آج کل حدود آرڈیننس کے سلسلہ میں TV پر مختلف point of views پیش کئے جا رہے ہیں۔ کیا آپ اپنا Point of view پیش کرنا چاہیں گے؟

جواب: خواتین وحضرات! میں نے اب تک جتنی بحث سنی ہے حدود کے بارے میں، انتہائی کم فہمانہ اور جاہلانہ ہے۔ ابھی تک جو میں TV پر سنتا رہا ہوں، مجھے لگتا ہے کہ چند مسخرے ہیں جو اللہ کی آیات پر غور وفکر کر رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ بڑے مسخرے ہیں اور کچھ چھوٹے مسخرے ہیں۔ دیکھئے، اگر تھوڑا سا ہم غور کریں تو آیاتِ حدود مسلمانوں کا مسئلہ ہے، صرف پاکستانیوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ generally کوئی بھی آپ قانون اسلام کی کسی چیز کے بارے میں بناتے ہیں تو We don't have to include the street orders ۔ یہ پہلا اصول ہے۔ یہ امتِ مسلمہ کا مسئلہ ہے، دانشورانِ اسلام کا مسئلہ ہے، فقیہان اسلام کا مسئلہ ہے۔ اور فقہ کا chapter بہت different ہے۔ دو چار حدیثیں سنانے یا دو چار آیاتِ قرآنی سنانے سے And in all the countries of Islam, we have certain schools جو فقہ کے نام پر مرتب ہو سکتے ہیں؟ If at all the government is serious ، یہ اشرافیہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ غور کیجئے یہ امتِ مسلمہ کا مسئلہ ہے۔ حدود پہ غور کرنا، انکی نوعیت کو سمجھنا اور جو applicable آپ پر ہوگا وہ مصر میں بھی ہوگا۔ آج ہم بھی استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو کبھی جامع الازہر سے استفادہ ہو رہا ہوتا ہے، کبھی University of Baghdad سے ہو رہا ہے یا University of Saudi Arabia سے ہو رہا ہے۔ یہ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر امت واقعی serious ہے، اگر امت واقعی سمجھتی ہے یا حکومت سمجھتی ہے، اصل میں اس حکومت کے معیار میں جو سب سے بڑی صفت شامل ہے وہ کم علمی ہے۔ اور جب کم علمی حکومت کے معیار میں شامل ہو جائے تو بدقسمتی سے وہ ان جہلاء کو لبادہ دیتی ہے عالموں کی شکل میں جس کے بارے میں حدیث رسول ﷺ بڑی واضح ہے کہ زمانہء آخر میں دین لونڈوں کھونڈوں کے ہاتھ میں آجائے گا۔ وہ وجاہتِ ذات کے لئے اور TV appearances کے لئے دین پر رائے دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اب تھوڑی سی ایک اور بات آپ کو بتا دوں کہ بالجبر اور بالرغبت میں ایک بنیادی فرق ہے کہ بالرغبت کبھی اقرار کے سوا establish نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے کہ اس قسم کا کوئی فعل اگر دو پارٹیوں کے

درمیان ہے تو وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہیں گے کہ اس کو افشا کریں۔ اس لئے وہ secrecy طلب کریں گے اور ہر صورت یہ کوشش کریں گے کہ یہ packet جو بالرضا ہوا ہے ان کے مابین رہے۔ مگر معاشرے کے لئے بالجبر سے زیادہ یہ خطرناک ہے۔ یہ کیوں؟ کیونکہ یہ youth میں ایک aggressive intention create کرتا ہے۔ ان لوگوں میں ایک ایسی مثال قائم کرتا ہے کہ It spreads like burning fire کیونکہ یہ نفسی اشکال ہے اور انسان کی اشتہا اس طرف جاتی ہے۔ اور بالرغبت کے اعمال معاشرے میں زیادہ سُرعت سے حرکت کرتے ہیں نسبتاً بالجبر کے۔ اور اب اگر بالجبر پر غور کیجئے تو آپ کو سمجھ لینا چاہئے کہ بالجبر commit ہونے ہوا اس میں پانچ Crimes commit ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کوئی necessary نہیں ہے کسی صورت میں کہ اس سے نجات ہو۔ اگر بالرضا صرف اقرار پر قائم ہوتا ہے تو بالجبر ہر حال میں قائم ہو جاتا ہے خواہ اسکا single witness ہو یا double witness ہو یا third witness ہو۔ وجہ یہ ہے کہ بالجبر سے پہلے کچھ crimes commit ہو جاتے ہیں۔ اب کسی نے گھر کی دیوار پھاندی، مار پیٹ کی، کسی سے دست درازی کی یہ قابلِ دست اندازی پولیس بن جاتا ہے۔ یعنی جبر کا فعل commit ہونے سے پہلے بھی چند crimes commit ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے یہ کہا نہیں جا سکتا، ایسے سوچا جا رہا ہے کہ جتنی discussion ہو رہی ہے، جیسے بالجبر جو ہے وہ ایک final crime ہے، جس میں کوئی اور crime حصہ نہیں لیتا۔ And on the contrary, it is a compound crime. Even somebody threats a woman for the same, he commits the crime. Harrassing is crime, tress-passing is a crime. And for the last اس میں اغوا is a crime۔ اس سے پہلے اتنے crimes commit ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے انسداد کو پہنچ جاتے ہیں۔ باقی رہا چار گواہوں کی سزا......

خواتین وحضرات! بات یہ ہے کہ اگر کسی نے پہلے اس قسم کا قانون بنایا ہے، پارلیمنٹ نے یا حکومت نے، تو ہماری حکومتوں کے مذہبی معیار تو آپ سب کے علم میں ہیں۔ یعنی وہ کتنے مذہبی ہوتے ہیں اور کتنا انہوں نے مذہب کو promote کرنا ہوتا ہے۔ اب بھی شاید یہ discussion صرف اس لیے ہو رہی ہے کہ چند لوگوں کے دو چار بڑے شوق کو legalize کرلیا جائے۔ اس کا مقصد حدود پر کوئی discussion نہیں ہے۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ secularism کے تحت جو چند ایک ہمارے اشغال ہیں، جن سے ہم بچ نہیں سکتے، جن سے ہمارے بڑے بھی نہیں بچتے اور چھوٹے بھی نہیں بچتے، ان کو کوئی صورت protection کی دی جائے اور یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ تمام مذہب جو ہے خرافات ہے اور اگر آپ نے دیکھا ہو تو TV کی ایک بڑی مستقل روایت ہے کہ جب دین کی مخالفت کرنی ہو تو ایک حسینہ، آفت کی پرکارہ سامنے بٹھا دی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے حسن کا اپنا standard ہے اور اس کی شاندار شکل وصورت دیکھ کے بہت سارے نوجوان بھی impress ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور جو دین کو present کر رہے ہوتے ہیں، وہ اتنا مدہوش پرانا، ہونق سا مولوی ہوتا ہے کہ ان میں کوئی مناسبت ہی نہیں بنتی اور آدمی مجبوراً کہتا ہے کہ یار یہ کوئی مولوی ہے؟ یہ کوئی علم ہے؟ اب دیکھیں کہ پورے کا پورا دین represent ہو رہا ہے ایک ادنیٰ شخص سے۔ Every thing is

sailable in this camp

اگر آپ غور کریں تو خدا کو، مذہب کے ideas sell کرنے والے اتنے بدشکل ہیں اور اتنے گئے گزرے ہیں اور دوسری طرف سیکولر کو sell کرنے والے ماشاءاللہ، اڑتے پھرتے ہیں۔ ایسے حسین! ایسے خوبصورت !!! یہ media جو ہے anti-religion ہے۔ یہ anti-religious technique ہے جو ساری دنیا کا media استعمال کرتا ہے religion کو بے قدر کرنے کے لئے اور سیکولرازم کو فروغ دینے کیلئے۔ پتہ نہیں موجودہ دور کے معروف ٹی وی چینلوں نے اپنی زندگی کے کتنے اسباب اکٹھے کئے ہوں اور کہاں کہاں سے کئے ہوں، جو مذہب کی ناقدری نمایاں کرنے پہ اتنا زور لگ رہا ہے۔ اوپر سے جن علماء کو بلایا جاتا ہے، جو so-called عالم ہیں۔ ان کے دو بڑے ایسے ہوتے ہیں۔ جب زندگی میں پہلے کسی کو شہرت نہ ملی ہو تو زندگی کے کسی آخری دور میں شہرت مل رہی ہو تو اس بیچارے کا بڑا برا حال ہوتا ہے، وہ جلد از جلد بہت سارے عجیب وغریب اسرار منکشف کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ لوگوں میں، اور عوام الناس میں انہیں قبولیتِ عام حاصل ہو۔ اس وقت TV پر جو scholars نظر آ رہے ہیں خواتین و حضرات! وہ زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو بڑی تیزی سے بات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ایسے جیسے ان کا حرفِ آخر کہیں مٹ ہی نہ جائے، تو وہ اپنی موت سے پہلے پہلے اس شہرتِ دوام کو پورا پورا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ماشاءاللہ TV اس میں ان کی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔

سوال: دو سوال ہیں۔ ایک تو انسان کے افعال میں اللہ کی مرضی اور اس کی اپنی مرضی کا کتنا دخل ہے؟ دوسرا یہ ہے کہ تمام کافر کیا دوزخ میں جائیں گے؟

جواب: دوزخ کے دو حصے ہیں خواتین و حضرات! یہ دوسرا سوال مجھے دلچسپ لگتا ہے اُس کا جواب پہلے دے دوں، کہ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک مقام ہے جسے اعراف کہتے ہیں۔ حاتم طائی وہ وہاں ہے۔ حاتم طائی وہ دنیا کے بڑے نیک، پرانے زمانے کے اشراف جنہوں نے بہر حال بہت ساری نیکیاں کیں، وہ اعراف میں ہیں۔ اعراف سے وہ اُوپر جنت کو تکتے ہیں اور آرزو کرتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے، کبھی چاہے تو ہم جنت میں جا سکیں۔ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم سے اللہ کا اقرار نہ ہو سکا۔ کاش کہ ہم پر کوئی ایسی گھڑی آئے کہ ہم اعراف سے نکل کر جنت میں پہنچ جائیں۔ ان میں کچھ ایسے مسلمان بھی ہیں جن کے نام مسلمانوں کے ہیں، مگر دل میں وہ نفاق اور کفر کا شکار ہیں۔ تو جب رسول اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم آخری مرتبہ شفاعت کے لئے اللہ کے حضور گئے اور کہا کہ، آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن آپ مجھے آزردہ نہیں چھوڑیں گے تو اے مالک وکریم! ابھی بھی میری اُمت کے کچھ لوگ جہنم میں ہیں۔ فرمایا نہیں میرے رسول ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ ہم نے تیری جبین کو شکن آلود نہیں ہونے دیا۔ یہ تیرے نہیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب نے روک رکھا ہے۔ اصل میں سوال وہی علم و عقل کا ہے، کہ خدا اُسے نجات دیتا ہے، خدا اُسے بخشتا ہے جو اُسے جانتا ہو۔ اب بتائیں نا کہ ایک شخص ہے جو خدا کو سرے سے جانتا نہیں یا زندگی بھر اُس نے اُسے جاننے کی کوشش ہی نہ کی۔ تو یہ تمام مخلوقات wastage میں آتی ہیں۔ دوسرا سوال اس میں یہ اٹھتا ہے۔ کہ اگر کافر کو جہنم سے نکال کر کسی بہتر حیثیت میں ڈال دیا جائے، یا دوبارہ زمین پر بھیج دیا جائے۔ recasting کی جائے، تو کیا اسلام قبول کر لے گا؟ خدا اُس کا جواب قرآن میں

Marfat.com

دیتا ہے کہ یہ کہتے تو ہیں، کہ ہمیں ایک chance اور دے دو، شاید ہم change ہوں۔ خدا کہتا ہے کہ اگر ان کو سو مرتبہ بھی زمین پر بھیجا جائے تو یہی کچھ کریں گے۔ اس لئے As far as Kafir is concerned اس کی نجات کوئی نہیں، مگر پھر بھی ہے۔ یہ کیسے ہے خواتین وحضرات! یہ بات میرے ذہن میں ہے، مجھے لگتا ہے کہ اُس رحمت کریم نے ایک chance اُن کو بھی دیا ہوا ہے۔ normally ہم دیکھتے یہ ہیں مگر پہلے تھوڑا سا آپ کو واضح کروں کہ جہنم کے بارے میں ایک سوال کیا گیا اور یہ بڑا خوبصورت سا سوال ہے، آپ سنو گے تو enjoy کرو گے۔ علمیتِ prophet کو آپ enjoy کرو گے۔ بڑا عجیب وغریب سا ہے۔ پوچھا کسی نے یارسول اللہ ﷺ! جب یہ جنت کے اتنا بڑا ہونے کا ذکر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے قرآنِ حکیم نہیں پڑھا کہ جنت اتنی بڑی ہے کہ اُس کی چوڑائی بھی زمین وآسمان کی لمبائی سے بڑی ہے، تو ایک صحابی نے question کیا، کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر جنت اتنی بڑی ہے تو دوزخ کہاں ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب دن طلوع ہوتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے؟

خواتین وحضرات! اگر غور کیا جائے، تو جواب سوال سے match نہیں کھاتا۔ رات اور دن تو کیفیات ہیں اور سوال جگہ سے متعلق ہے۔ سوال تو زمین پر ہے کہ اتنی بڑی جنت ہے جس نے پوری کائنات وسماوات کو گھیرا ہوا ہے تو دوزخ کہاں ہے؟ اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب دن طلوع ہوتا ہے۔ تو پھر رات کہاں ہوتی ہے؟ تو اگر آپ غور کیجئے تو دن اور رات ایک زمین پر وارد ہوتے ہیں۔ اس طرح جنت اور دوزخ ایک ہی زمین پر وارد ہوتے ہیں۔ اگر جنت اُس کا crust ہے تو دوزخ اُس کا باطن ہے اور یہ بڑی خوبصورت بات ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی، کہ جدھر جدھر جمالِ پروردگار ہے، وہ جنت ہے اور جو اُس کے جمال سے محروم ہے وہ دوزخ میں ہے۔ ہے اسی جگہ اور دوزخ جو ہے یہ خدا کے حضور سے محرومی ہے اور جنت جو ہے حضورِ یزداں میں جمالِ پروردگار سے آشنائی ہے اور اگر آپ غور کیجئے، تو یہی مناسب لگتا ہے۔ اس لئے کافر کو سزا اللہ نے جہنم کی نہیں دی بلکہ فرمایا کہ اُسے ہم نے اپنی یاد سے بھلا دیا اور ڈرو اُس آیتِ قرآن سے، جو اللہ نے کہی کہ جب تم اس طرح ہمارے ساتھ کرتے ہو کہ زندگی بھر ہمیں بھلائے پھرتے ہو، پھر ایسا نہ ہو کہ ہم تمہیں اپنی یاد سے بھلا دیں اور اگر آپ کو اللہ نے اپنی یاد سے بھلا دیا تو پھر آپ کفر سے کہیں گئے گزرے ہیں اور ہاں پہلے سوال کا جواب خواتین وحضرات بہت لمبا ہے۔ اس کو میں اپنے ساڑھے بارہ گھنٹے کے ایک لیکچر میں جبر وقدر میں explain کر بیٹھا ہوں۔ اگر پوری رات اس سوال کے جواب میں گذر گئی تو بڑی مشکل پڑے گی۔ اس لئے آپ کا کھانا بھی جائے گا اور میرے خیال میں نیند سب کی چلی جائے گی۔ تو اس لیے اس سوال کو pending کر دیتے ہیں۔ کسی اور موقع پر موضوع ہی اس کو رکھ لیں گے۔

سوال: Why do we make fun of word Maulvi? Maulv is one from whom we have learned the religion of Islam?

جواب: بڑا اچھا سوال ہے مگر دیکھیں بات یہ ہے، کہ آج لفظ مولوی جو ہے بذاتِ خود کوئی اتھارٹی نہیں ہے۔ There is no church in Islam۔ سب سے بڑا جو نقص ہے اس لفظ کا کہ ہم اسلام کو بھی church میں گھیرتے ہیں۔

Marfat.com

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک خصوصی طبقہ ہے، جس نے ہماری ذمہ داری اٹھائی ہوئی ہے۔ جیسے Christian کو یہ کہا جا رہا ہے، کہ حضرت عیسیٰ نے سولی پر چڑھ کر تمام لوگوں کا جو انہیں مانتے ہیں کفارہ ادا کر دیا۔ جو یسوع مسیح کے خون میں نہا لیا وہ پاک ہو گیا۔ اسی طرح بدقسمتی سے امت مسلمہ میں religion کا ٹھیکہ مولوی کو دیا ہوا ہے۔ مولوی اس لئے دین میں ایک probably possessive ہو گیا ہے۔ جو کام آپ کا اور میرا ہے۔ جب اللہ نے مجھے اور آپ کو ذمہ داری بخشی ہے تو ہمیں اپنے تمام معمولات مذہب کے لئے مولوی کو refer کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور فرض کرو کہ ہم کسی مسئلے پر الجھ جاتے ہیں۔ اور ہمارے مسائل الجھ جاتے ہیں تو ہم خود کہیں گے کہ میں ذرا سی تکلیف کے لئے بہتر سے بہتر specialist ڈھونڈ رہا ہوں اور کائنات کے سب سے بڑے مقصد کے لئے ایک نالائق ترین انسان ڈھونڈ رہا ہوں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ میں نے جب سب سے بڑی ترجیح کو ہاتھ ڈالنا ہوتا ہے، سب سے بڑے علم کو ہاتھ ڈالنا ہوتا ہے، تو میں ایک ایسے کم علم کو ڈھونڈ رہا ہوں جسے نہ اپنی شخصیت کا علم ہے نہ اُسے خدا کا۔

میں آپ کو frankly بتاؤں کہ جب ستارہ گرد، چاند پر جا رہے تھے تو میں اپنے گھر سے نکل رہا تھا۔ میں آپ کو دو مولویوں کی بات سناتا ہوں۔ وہ مجھے بہتر لگے کہ کم از کم انہوں نے سوال تو پوچھ لیا نا۔ جسے آپ مولوی کہتے ہو وہ پوچھتا ہی نہیں ہے۔ وہ rigid اور stubborn ہے کہ میں ہی کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہوں۔ تو مولوی صاحب مجھ کو رستے میں ملے انہوں نے کہا کہ پروفیسر صاحب! لوگ یہ کہتے ہیں کہ امریکہ چاند پہ اتر گیا ہے، تو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ کفر ہے، یہ وسوسہ ہے۔ تو میں نے کہا کہ بھئی تمہارے بچے، میرے بچے، سب دنیا کے بچے چاند کی تصویریں دیکھ رہے۔ وہ TV دیکھ رہے ہیں کہ کیسے وہ اترا ہے، کیسے وہ چلا ہے۔ اب اگر تم مسجد میں بیٹھ کر یہ اعلان کرو گے کہ اب چاند پر اترنا جو ہے مغربی دنیا کا، یہ فراڈ ہے، جھوٹ ہے تو تمہارے بچے تمہاری بات نہیں سنیں گے۔ وہ سمجھیں گے کہ یہ جاہلِ مطلق ہے۔ اس کو کوئی پتہ نہیں۔ اس کو sciences کا نام ونشان نہیں پتہ اور جیسے ادھر ہمارے ساتھ غلط بیانی کر رہا ہے، مذہب میں بھی کر رہا ہوگا تو اس کا تاثر ختم ہو جائے گا۔ ایک اور صاحب ملے انہوں نے کہا کہ یہ چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کیسا تھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ چاند پہ پہنچ جائیں بغیر سورج کے پہنچے ہوئے تو میں نے کہا کہ یہ آپ کو کیسے خیال آیا، کہ ان کا سورج پر پہنچنا لازم ہے۔ فرمایا تفسیرِ جلالین میں لکھا ہے کہ جو چیزیں کم فاصلے پر ہوں بڑی نظر آتی ہیں اور جو چیز دور کے فاصلے پر ہو چھوٹی نظر آتی ہے۔ سورج بڑا نظر آتا ہے تو چاند سے اُرے ہے، تو آدمی سورج پر پہنچنے سے پہلے چاند پہ کیسے پہنچ گیا۔ جو آپ کی مذہب کی تعلیم ہے، اسمیں چند ایک انفرادی لوگوں کو پتہ نہیں کیا عادت پڑی ہوئی ہے۔ آئن سٹائن کو تو آئن سٹائن ہی کہا جاتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے مفکرین کو ان کے اپنے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور آپ کا، گلی کا، محلے کا جو مولوی ہے، وہ لکھتا ہے۔ زیۃ الحکما، افضل العلماء۔ عالم زمانہ۔ یکتائے روزگار، فتنہء عصر، جنابِ حضرت قبلہ مولوی الحاج فلاں فلاں۔ بھئی جس کو الف ب نہیں آتی زندگی کی اور علم وحکمت سے بیزار ہے وہ القابات سے خوش ہے اور جنہوں نے واقعی دنیا پلٹ دی ہے ان کو آپ کبھی ٹائٹل نہیں لگاتے ہیں۔ یہ خطاب، اندازہ یہ لگایئے کہ اگر آپ ڈھونڈنے جائیں گے نا، کہ کس نے فلاں شخص کو شیخ العرب وعجم کا نام دیا ہے تو آپ کو کبھی پتہ نہیں لگے گا کیونکہ یہ خود ساختہ علماء ہیں، خود ساختہ

Marfat.com

خطابات ہیں اور ان کو کسی شخص نے یہ نہیں دیئے بلکہ انہوں نے یہ title خود اپنے لئے بنائے۔

چھوٹی سی بات کہ سکھاتے مذہب ہیں، سکھاتے دین ہیں اور اپنے چھوٹے چھوٹے جملہ مولویوں کو اکابرین کے نام دیتے ہیں۔ تو اکبر کا لفظ تو عام حالات میں آپ استعمال کرتے ہوئے بھی غور کرتے ہو کہ یہ اکابرین کیسے ہو سکتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے محلوں میں بیٹھے ہوئے۔ کیا ایک مدرسہ جو آپ بناتے ہو وہ کسی نام کا بھی ہو۔ بھئی ہم علماء کے پاس اس لئے نہیں جاتے، ہم جاتے ہیں کہ مذہب کا ایک مقصد ہے۔ وہ ہے خدا کی پہچان، خدا کا جاننا۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ز وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ہ (البقرۃ:138:2)۔ عبادت کرنے والے ایک مقصد جانتے ہیں مذہب کا کہ وہ اللہ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیں گے۔ جب آپ ان کے پاس جاؤ، خواہ وہ دیوبند ہو، بریلوی ہو، اہلِ حدیث ہو، سنی ہو، سلفی ہو یا غیر سلفی ہو۔ ایک مقصد تو آپ لے کر جاتے ہو نا کہ آپ کی چاہت اپنے اللہ کے لئے ہے اور یہ کہ مجھے کوئی ایسے مقام پر پہنچا دے کہ میں اللہ کی شناخت کا حق ادا کر دوں۔ اللہ میاں اُدھر فرما رہے ہوتے ہیں کہ دیکھو تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے لئے دلیل چاہیے، علم چاہیے۔ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ م بَيِّنَةٍ (الانفال:42:8) (جو ہلاک ہوا) وہ دلیل سے ہلاک ہوا وَ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ م بَيِّنَةٍ (الانفال:42:8) (جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔) وہ علم مانگ رہا ہے، وہ عقل مانگ رہا ہے، وہ استعمالِ فہم مانگ رہا ہے اور ہمیں جو کچھ دیا جا رہا ہے وہ اکابرین کی پابندی، وہ سکولوں کی پابندی ہے۔ وہ پہلے خدا تو اب نہیں رہے، شاید لات و ہبل وعزیٰ تو نہیں رہے۔ اب در و دیوار ہی ان سکولوں کے ہمارے خدا بن گئے ہیں۔ ایسے عالم میں یہ سارے کا سارا المیہ جو ہے یہ کم علم لوگوں کا پیدا کیا ہوا ہے جنہیں تاریخ میں مولوی کہتے ہیں۔

سوال: یہ سوال توہین رسالت ﷺ کے حوالے سے ہے کہ اگر ایک مسلمان توہینِ رسالت کا مرتکب ہوتا ہے نعوذ باللہ، یا غیر مسلم مرتکب ہو تو دونوں کی سزاؤں میں کوئی فرق ہوگا؟

جواب: اس کے بڑے مراحل ہیں۔ مطلب یہ کہ ایک آدمی مسلمان ہو اور توہین رسالت کا مرتکب ہو تو شاید Its a paradoxical statement. Naturally it should not be accepted unless & until ہمیں معلوم ہو کہ اس مسلمان کا دماغ خراب ہے یا وقتی طور پر کسی پاگل پن میں بھول چوک یا کسی ذہنی شقاوت کا اسیر ہو گیا ہے۔ کیونکہ مسلمان لا الہ الااللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کے ہی مسلمان ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ concept ہو نہیں سکتا۔ یہ ایک ایسا تضاد ہے کہ جو لفظی طور پر تو موجود ہو سکتا ہے practically کوئی مسلمان رسول ﷺ کی توہین نہیں کر سکتا۔ اب رہا کافر کا معاملہ۔ آپ نے دیکھا ہوگا رسول ﷺ کی زندگی مبارکہ میں بھی اُن کے ساتھ بہت ساری زیادتیاں ہوئیں، اہلِ کفر نے انتہا کر دی۔ آپ ﷺ نے صبر کی انتہا کر دی۔ انہوں نے نفرت کی انتہا کر دی، آپ ﷺ نے محبت کی انتہا کر دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صفتِ عالیہ بہ حیثیت ایک انسان کے جو نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ محرومیوں کے ایک سمندر سے گزرے ہیں۔ پیدا ہوئے تو باپ نہیں تھے، تھوڑا سا ہوش آیا تو ماں نہیں تھیں

Marfat.com

پھراس کے بعد دادانہیں رہے،تو مسلسل محرومیوں کے ایک سلسلوں سے گزرے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جیسے آج کل ہمارے سارے لوگوں میں ہوتا ہے۔ Same type of psychological problem should have been there with the Prophet یا کوئی ایسا المیہ ہو جاتا یا کوئی اذیت پسندی آجاتی یا خود پسندی آجاتی یا اپنے آپ سے ہمدردی کا کوئی ایسا سبب نکل آتا مگر Prophet (PBUH) میں ایسا نہیں ہوا۔ وہ واقعی رحمت للعالمین تھے کہ ساری دنیا کے غم سمیٹے، تمام قسم کے المیے دیکھے اور اس کے عوض میں مخلوق کو محبت اور رحمت عطا فرمائی۔ یہ ایک ایسا انسان ہے جس کے بارے میں ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ اتنی بلند ہمتی اور اعلیٰ پائے کے اخلاقی مناسک کو کوئی اور انسان نہیں چھو سکتا۔

خواتین و حضرات! خدا کا پیغمبر تو بدلہ لینے کا قائل ہی نہیں ہے۔ ایک بڑی حدیث آپ کو سناؤں کہ آپ نے ایک شخص کو بددعا دی، صرف لفظی طور پر...... تو کسی صحابیؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ تو بددعا کے قائل نہیں ہیں، آپ نے اسے بددعا دی ہے؟ تو فرمایا کہ میں نے بہت پہلے خدا سے دعا مانگی تھی کہ اگر میں کسی کو بددعا دوں تو اسے قبول نہ کرنا۔ میں نے پہلے اسے guaranteed کیا ہوا ہے کہ میری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جو اسکے حق میں اچھا نہ ہو تو میری درخواست ہے کہ تم قبول نہ کرنا، تو اس لئے اس کو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ میری وہ دعا قبول ہو چکی ہے اَللّٰھُمَّ اَعُوذُ بِکَ مِنَ الدُّعَآءِ لَا یَسْمَعُ کہ میں اس دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو قبول نہ ہو۔ یہ حضور ﷺ کی دعا ہے تو ظاہر ہے کہ کچھ نہیں ہوگا۔ اب حضورِ گرامی مرتبت ﷺ کو اگر choice دیا جائے...... فرض کیجئے، کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ان لوگوں کے ساتھ کیا کریں گے؟ تو آپ ﷺ ان کو معاف کر دیں گے۔ آپ ﷺ ان کو یقیناً معاف کر دیں گے مگر ایک رسول کریم ﷺ کی ذات ہے، ایک اللہ کا دین ہے، مذہب ہے۔ خدا نے قرآنِ حکیم میں فرمایا یا محمد ﷺ! آپ ان لوگوں کی خباثتِ فکر نہیں جانتے ہو۔ یہ صبح آپ کے دین میں داخل ہوں گے اور شام میں چھوڑ جائیں گے اور جب چھوڑ جائیں گے تو کہیں گے بھئی ہم نے تو قبول کیا تھا اسلام مگر اس میں تھا ہی کچھ نہیں اس لئے ہم نے شام کو چھوڑ دیا۔ یہ بدتر طریقہ ہے propaganda کا کسی religion کے خلاف۔ اس لئے جب اللہ کے رسول ﷺ کی توہین ہو تو خدا کا رسول ﷺ معاف کرنے کو تیار ہے۔ مگر ایسی توہین جس میں اللہ کی بھی توہین شامل ہو، دین کی بھی توہین شامل ہو، جہاں رسول ﷺ کی توہین سے مراد اسلام کو insult کرنا ہو، اس کی سزا رسول اللہ ﷺ نے نہیں رکھی بلکہ خدا نے خود رکھی ہے۔ جب فتح مکہ والے دن چار آدمیوں کے قتل کا حکم صادر ہوا کہ خواہ وہ کعبہ کے غلاف سے لپٹے ہوئے ہوں۔ تو اس حکم میں ہم fairly سوچ سکتے ہیں کہ توہینِ رسالت کی سزا خود اللہ نے رکھی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے implement کیا ہے اور اس میں کسی قسم کا دریغ نہیں ہو سکتا۔

اب اگر آپ دیکھئے تو ہمارے لوگ جو ہیں کلچر کے نام پر یا Western اخلاقیات کے نام پر، افسوس کی بات یہ ہے کہ اتنے بدترین، Attila سے بھی زیادہ ظالم لوگوں کے، یا فرعون و ہامان سے بھی زیادہ ظالم لوگوں کو ہم

cultured، اخلاق والا مانتے ہیں اور ان سے ہم ادھار یہ لیتے ہیں کہ ایک آدمی کا توہینِ رسالت میں قتل کرنا بڑی بری بات ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان مہذب لوگوں کے بارے میں ایک بڑا خوبصورت جملہ لکھا تھا کہ اے فریسیو! یہودیو! لعنت زدہ لوگو! تم مچھر چھانتے ہو اور ہاتھی نگل جاتے ہو۔ یہ حال ہے West کا۔ اس کی دوسری مثال...... حجاج بن یوسف نے فتویٰ پوچھا، بڑا قاتل تھا، سفاک تھا، بے شمار لوگوں کو مروایا بھی تھا تو وقت کے فقیہ سے اس نے فتویٰ پوچھا کہ رات ایک بلی میرا کبوتر کھا گئی ہے۔ کیا اس بلی کا قتل جائز ہے؟ تو اس فقیہ نے اسے جواب دیا: اے بد بخت! جو تو نے ہزاروں لوگوں کو قتل کروایا اور بیچ میں اصحاب رسول ﷺ کو بھی تم نے شہید کروایا تو اس وقت تم نے فتویٰ نہیں پوچھا، بلی کے قتل کا فتویٰ پوچھ رہا ہے، تو مہذب دنیا کا یہی ایک انداز ہے It's all depends on the narcissist propaganda جیسے ہو رہا تھا کہ اتنے جھوٹ بولو انسانیت نوازی کے کہ لوگ قائل ہو جائیں کہ تم انسانیت نواز ہو۔ But practically over one century of human deal, which we have seen, اکیس کوئی بھی Western nation جو ہے یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس نے کسی قسم کے اخلاقی توازن کا ثبوت دیا ہے۔ First World War ہو یا Second World War ہو۔ It was not initiated by Eastern or Muslim countries. بلکہ جب یہود نے Last supper میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حواریوں نے درخواست کی کہ اللہ کے نبی آج آخری رات ہے۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ اللہ سے دعا مانگو کہ آسمانوں سے ہمارے لئے کھانا اتارے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآ ئِدَ ةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَ وَّلِنَا وَ ا خِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنۡكَ ج وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ (المآئدة 5:114) تو اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں ضرور انکے لیے یہ خوان نعمت اتاروں گا۔ مگر پھر یہ ضرور مکر و فریب کریں گے، ضرور یہ غدارِ مذہب نکلیں گے، خدا پر اعتراض کریں گے، پھر میں کچھ سزا ان کے ہاتھوں ان کو زمین پر دے دوں گا۔

یہ ان میں جو آفات آئیں Most of the wars، مسلمان Crusades کے لئے باہر نہیں نکلا تھا بلکہ یورپ آیا تھا۔ ڈیڑھ سو برس یہ جنگ رہی، کبھی آپ نے اس حقیقت پر غور کیا کہ Crusades کے نتائج کیا تھے۔ ڈیڑھ سو برس تک مشرقی اور مغربی اقوام آپس میں ملی رہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کا رہن سہن دیکھا، ڈیڑھ سو برس مسلسل ایک دوسرے سے کلام کیا، باتیں کیں، ان کے کلچر دیکھے...... ایک change بھی مسلمان معاشرے میں اس ملاپ کی وجہ سے نہیں آئی۔ آپ حیران نہیں ہوتے ہیں؟ کتنا مضبوط تھا اس وقت Islamic culture۔ آج آپ کا حال ہی جدا ہے۔ آدھی گھڑی بھی یورپ سے ہو آؤ تو حلیہ ہی بگڑ جاتا ہے، انداز بدل جاتے ہیں، پتہ نہیں کہ آج ان کے ہاں کیا ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ Basically you have lost the nature of the simplest possible Islamic culture. آپ کے پاس وہ کلچر نہیں ہے جو پہلے مسافروں کے پاس ہوتا تھا۔ وہ Mauritius اترے تو پورا ماریشس

Marfat.com

مسلمان ہوگیا، Indonesia میں اترے تو انڈونیشیا مسلمان ہوگیا، سراندیپ گئے تو موتی چننے والے سارے مسلمان ہوگئے۔ جدھر جدھر مسلمان گئے اُدھر اُدھر اسلام پھیل گیا۔ جنگ سے victories بہت کم ہوئی ہیں۔ جنگیں تو اس لحاظ سے جزیرہ نما عرب پر ہی لڑی گئیں اپنے آپکو محفوظ کرنے کے لئے۔ مگر آپ اردگرد نظر دوڑا کے دیکھو! جہاں اسلام ہے۔ The most of the countries never seen a single soldier of Muslim army. یہ سارے مسلمان ہوگئے۔ اب غور کیجئے کہ اس وقت مسلمانوں کا کلچر بڑا عظیم تھا۔ ایک چھوٹی سی بات آپ دیکھئے کہ موسیٰ بن نصیرؒ نے تولون پر حملہ کیا Spain پر محاصرے کے لئے۔ صبح کے وقت ان کے سفیر آئے موسیٰ بن نصیر کو ملنے کے لئے۔ موسیٰ بن نصیرؒ کی عمر کافی ہو چکی تھی اور سفید داڑھی تھی، تو انہوں نے جا کر اپنے بادشاہ کو کہا کہ مسلمانوں کا امیر مرنے والا ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر صبر کر جائیں، تو بیمار بھی ہے، مرنے والا ہے، یہ محاصرہ اٹھا کے چلے جائیں گے، چھوڑ جائیں گے۔ موسیٰ اتنا زیرک تھا کہ اس نے سب کچھ بھانپ لیا۔ تو اس نے کہا انکو کل پھر بلاؤ۔ اگلے دن اس نے خضاب لگایا، آپ یقین کرو، اس وقت خضاب کا علم بھی Christians کو نہیں تھا۔ آج تو سارے colour ہی ادھر سے آرہے ہیں۔ تو اگلے دن جب وہ موسیٰ بن نصیرؒ کے پاس پہنچے تو انہوں نے سارا حال دیکھا کہ جوان آدمی بیٹھا ہوا ہے اچھا بھلا، ہٹا کٹا، کالے سر کے بال۔ تو انہوں نے کہا کہ بھئی یہ تو جادوگروں کی فوج ہے، جلدی صلح کرلو۔ ورنہ یہ صرف ایک رات میں جوان ہوسکتا ہے تو باقی لوگ ہمارا کیا حشر کریں گے؟ And this is the factual history of the fall of Toledo at the hands of Musa Bin Naseer. آپ سوچو کہ اس وقت کتنا مسلمان جدید ہوگا اور کتنا یورپ؟ یورپ تو اس وقت ماشاءاللہ اسطرح تھا کہ جس کا سر دکھتا تھا اس پہ demon چڑھتے تھے اور اس کے سر میں کیل ٹھونکتے تھے کہ نہ شیطان رہے نہ مریض، دونوں ختم ہو جاتے۔ تو اب میں مختصراً آپکو بتا رہا ہوں کہ We have lost our culture. If we are not winning تو یہ خدا کا قصور نہیں ہے۔ خدا اپنی کتاب میں لکھ چکا ہے بالکل وضاحت سے کہ تم وَلَا تَهِنُو میرے بارے میں سستی نہ کرنا وَلَا تَحزَنُو فضول رنج وغم میں مبتلا نہ ہونا۔ مایوسی میں مبتلا نہ ہونا وَاَنتُمُ الاَعلَونَ تم ہی غالب ہو اِن کُنتُم مُؤمِنِین اگر ایمان والے ہو۔۔

خواتین وحضرات اگر ہم غالب نہیں ہیں، تو آپ یقین جانیے کہ ہم ایمان والے نہیں ہیں۔ قولِ خدا حق ہے، وہ سچا ہے، اسکی کبھی کوئی بات غلط نہیں ہوگی۔ اسکو آپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آپکو اسکی ضرورت ہے۔ اقبال نے سچ کہا تھا It is always Islam which has come to help Muslims. Muslims have never helped Islam. آج بھی وہ بات سچی ہے، اللہ آپ کے بغیر بھی اللہ ہے۔ اور اللہ کا معیارِ کرم صرف مسلمان نہیں ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، پوچھا گیا، یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی، فرمایا جب تک زمین پر ایک بھی خلوص دل سے اللہ اللہ کہنے والا شخص موجود ہے، قیامت نہیں آئے گی۔ ایک اچھے مسلمان کی صفت آپ نے دیکھی ہے کہ جب تک بھی، ایک بھی نیک مسلمان اس زمین پر موجود ہے قیامت نہیں آئے گی۔ اتنی بڑی laboratory سے اللہ کو

بہت سارے لوگ نہیں چاہئیں۔ وہ کثرت وقلت سے خدا نہیں بنتا، وہ اپنے وجود میں ہے۔ اپنے علم سے خدا ہے۔ آپ اسے خدا نہیں بنا سکتے ہو، نہ کفر اسے خدائی سے ہٹا سکتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایک فردِ واحد کو کھڑا کرتا ہے اور فراعنہء مصر کی تین سو سال کی حکومت کو غرقِ نیل کر دیتا ہے۔ اسے groups نہیں چاہئیں، اسے کوئی لشکر نہیں چاہیے۔ سوائے اسکے کہ وہ کسی پر ہاتھ تو رکھے نا، کہ یہ میرا ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے کہ مہدی کب آئیں گے۔ یہ جو ہم صبح و شام مہدی مہدی پکارتے ہیں تو مہدی کب آئے گا؟ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مہدی تب آئیں گے جب تم اس دلہن کی طرح نہ ہو جاؤ جس کو شبِ اوّلین پتہ نہیں ہوتا کہ اسکا خاوند کیسا ہوگا۔ وہ ظالم نکلے گا، اچھا نکلے گا، ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنی ہے، پتہ نہیں کیسے گزرے گی۔ جب وہ ایسی پیچیدگی اور سراب میں ہو اور جب خدا سے دعائیں مانگ رہی ہوتی ہے کہ یا اللہ! شبِ اوّل کسی اچھے خاوند سے سامنا کرانا۔ جب تمہارا اور دلہن کا حال ایک طرح ہوگا تب مہدی آئے گا۔

18th, June 2006.

Marfat.com

مجموعہ

پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر، احسن تقویم، علامت